خطبات
و
مواعظِ جمعہ
مؤلف
مدظلہ العالی
مولانا حافظ مشتاق احمد عباسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
انتخاب کیجئے
محرم
صفر
ربیع اول
ربیع ثانی
جمادی اول
جمادی ثانی
رجب
شعبان
رمضان
شوال
ذوالقعدة
ذوالحجة

بلغوا عنی ولو آیۃ (الحدیث)

مقبول ترین مشہور عام مع جدید اضافات

خطباء و ائمہ مساجد، واعظین و مقررین کے لئے بے مثال تحفہ

خطبات و مواعظ جمعہ

یعنی تقاریر جمعہ

موقع اور وقت کی مناسبت سے سال کے ہر جمعہ کی مدلل و مفصل تقریر
مساجد کے ائمہ و خطیبوں کے لئے بہترین و لاجواب یکجا علمی خزانہ

تالیف

مولانا حافظ مشتاق احمد عباسی

ادارہ صدیقیہ گارڈن ویسٹ کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنتساب

میں اپنے اس ناچیز تالیف کو منبع خیر و برکت، مصدرِ رشد و ہدایت، خاتم نبوۃ ورسالت، فخرِ موجودات، سرکارِ کائنات، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، جناب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین، کے نامِ نامی سے منسوب کرتے ہوئے شرف و برکت اور شفاعت حاصل کرنا چاہتا ہوں، جن کے نورِ مطہر کی روشنی سے تمام دُنیا ابتدا سے انتہا تک مستفیض ہوتی رہی اور ہوتی رہے گی، اور جن کے دین مقدس کی حمایت اور سُنن سُنّیہ کی اقامت و اشاعت کے جذبہ نے مجھ ناکارہ خلائق کو اس عظیم الشان اصلاحی خدمت پر آمادہ کیا۔

فَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی نُوْرٍ   کز وشد نور ہا پیدا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَذُرِّیَّاتِهٖ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمَاتِكَ وَمَخْلُوْقَاتِكَ۔ وَارْزُقْنَا بِهٖ شَفَاعَتَهٗ وَوَفِّقْنَا لِمَرْضَاتِكَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

ناچیز مؤلف عفی عنہ

شکر و التجا

اے ربِ کریم! میں تیرے نوازشوں کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں کہ محض تیری توفیق و اعانت سے یہ عظیم الشان کام اس حقیر و عاجز سے انجام پایا۔ الٰہی! میں اس حقیر تالیف کو تیری بارگاہ قدس میں باعتراف قصور و عجز پیش کرتا ہوں۔ تو اپنے فضل و کرم سے اس ظاہری حسنہ کو حقیقی حسنہ بنا کر قبول فرما، اور مفید و مقبول بنا، اور اس عمل کی برکت سے مجھے علمِ نافع و عملِ صالح عطا فرما، اور تمام دُنیا و آخرت کی بلاؤں سے محفوظ و مامون فرما۔

اے صادق الوعد! میں نے تیرے ارشاد اَنَا عِندَ ظَنِّ عَبدِی پر کامل اعتماد رکھ کر تجھ سے یہ اُمید قائم رکھی ہے کہ تو اپنی رافت و رحمت سے میری اس ناچیز خدمت کو زندۂ جاوید بنا کر اُس کے نیک ثمرات دارین میں مجھے عطا فرمائے گا۔

اے میرے مولیٰ و منعم! میرے والدین کو جنھوں نے باوجود انتہائی غربت کے میری تعلیم و تربیت میں سعی کی۔ نیز میرے تمام آبا و اجداد و اقربا و اموات اور شیوخ و اساتذہ اور پھر تمام مسلمین و مسلمات کو میرے اس حقیر عمل کا ثواب پہنچا۔ ہم سب پر رحم فرما، ہماری خطائیں معاف فرما اور اپنی مغفرت و رضوان عطا فرما۔ رَبَّنَا تَقَبَّل مِنَّا اِنَّکَ اَنتَ السَّمِیعُ العَلِیمُ وَ تُب عَلَینَا اِنَّکَ اَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِیمُ ہ آمین بجاہ سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ اَجمَعِین۔

فقیر مشتاق احمد عباسی

مُقَدَّمَہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ

اما بعد۔ کمترین خلائق ارباب علم و فضل کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ اپنی علمی بے بضاعتی کے باوجود تالیف "خطبات" کی وجہ محض یہ پیش آئی کہ میں جب سے باقاعدہ خطیب و امام مسجد بنا تو فیضانِ حق سے مجھے فرائضِ امامت کا احساس ہوا، اور میں نے اس خدمت کو انجام دینے میں اپنی پوری جدوجہد صرف کی۔ الحمد للہ کہ اس نے میری زندگی ہی میں ان حقیر مساعی کو بار آور کیا، اور ایک حد تک نتائج بھی دکھلا دئے۔ یہ سعی عرصہ تک صرف تقریری رہی لیکن پھر بعض مخلص احباب نے ان مضامین کو بصورتِ خطبات لکھ دینے کی فرمائش کی تاکہ دیگر مقامات میں بھی اہلِ شعور ائمہ مساجد و مصلیان فائدہ اٹھا سکیں۔ بنابریں یہ سلسلہ جاری کیا گیا، جو بحمد اللہ تعالیٰ ناظرین کی خدمت میں پیش ہے۔

ان خطبات کی تالیف میں جن کثیر التعداد کتب تفسیر و تذکیر، فقہ و حدیث، تاریخ و سیر سے مدد لی گئی ہے اس کا ذکر بخوفِ طوالت ترک کرتے ہوئے صرف اہم ماخذ کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں جو تفاسیر قرآن، صحاحِ ستہ، مشکوٰۃ، حجۃ اللہ البالغہ، کتب تصوف، کتب مواعظ و اصلاح و جدید سائنسی کتب وغیرہ پر مشتمل ہے۔

فطری کمزوری، اپنی اور متعلقین کی بکثرت بیماری و تیمارداری، نیز دیگر علمی مشاغل، اس پر ضیقِ معاش کی سخت پریشانیاں مجھ پر پوری طرح مسلط تھیں۔ ایسی حالت میں کچھ لکھنا اور لغزش سے محفوظ رہنا میرے لئے اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور تھا۔ بنابریں اگر میں ناظرین و ناقدین سے اپنی زلات پر عفو کی درخواست اور اطلاع اصلاحات کی امید کروں تو غالباً بیجا نہ ہوگا، جو حضرات اطلاع فرمائیں گے بعد مراجعت شکریہ کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ طباعت میں درج کی جائیں گی۔

اِن خطبات کی چند خصوصیات

(۱) عربی خطبہ نہایت مختصر رکھا ہے، اور اس میں عنوانِ مقررہ پر بطورِ دلایل آیات و احادیث ذکر کی ہیں اختصار میں قارئین کو سہولت ہے۔ اور بفحوائے حدیث: اِنَّ طُوْلَ صَلٰوۃِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهٖ مَئِنَّةٌ مِّنْ فِقْهِهٖ فَاَطِيْلُوا الصَّلٰوۃَ وَاقْصُرُوا الْخُطْبَةَ (مسلم) اتباعِ سُنّتِ سَنِیّہ بھی ہے۔

(۲) ہر ماہ کے پانچ خطبات لکھے ہیں تاکہ کسی اُلٹ پھیر میں قارئین کو مُبتلا نہ ہونا پڑے۔

(۳) مضامین میں باہمی ارتباط کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے۔

(۴) سال بھر کے اُردو مواعظ میں تمام ضروریاتِ دین کو ایسے انداز پر جمع کیا گیا ہے کہ اگر ایک ناواقف شخص ہر خطبہ کے مضامین یاد رکھ لے تو ایک حد تک وہ تمام ضروری امور سے واقف ہو جائے گا اور تمام غلط عقائد و رسومات کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔

(۵) موجودہ زمانہ میں مذہب اور مذہبیات کے متعلق جس قسم کی غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں اُن کو دور کیا گیا ہے۔

(۶) ہر امر و نہی کی حکمت و مصلحت (یعنی فلسفہ) عقلی طور پر بھی واضح کی گئی ہے۔

(۷) طرزِ بیان ایسا صاف اور سلیس اختیار کیا گیا ہے، اور باریک و غور طلب مسائل کو ایسے انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ عوام آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ بعض جگہ عربی کے عام الفاظ اور کہیں ایسے اصطلاحی الفاظ استعمال میں آگئے ہیں، جن سے گریز نہ ہو سکا، لیکن انشاء اللہ مقصد کو سمجھنے میں وہ مخل نہ ہونگے۔

(۸) اسلام کی قدیم و صحیح تعلیمات کو جدید عنوانات اور نئے طرزِ بیان میں پیش کیا گیا ہے تاکہ مغرب زدہ طبائع بھی کچھ متوجہ ہو سکیں۔

(۹) اسلامی تہذیب و معاشرت کا اکثر حصّہ ان خطبات میں آگیا ہے، اور باہمی معاشرت کے حقوق بھی قدرے تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، جن کا معلوم ہونا بہت ضروری ہے، لیکن جن سے ناواقفیت عام ہے۔

(۱۰) اُردو مواعظ کے ہر ہر عنوان پر جس قدر ضروری مواد میرے پاس موجود تھا، اگرچہ اُس کا

بڑا حصہ بنظرِ اختصار مجھے مجبوراً چھوڑنا پڑا ہے، تاہم اشد ضروری اُمور میں کہیں کمی باقی نہیں رہی۔ اس قدر مختصر سے زیادہ اختصار میرے نزدیک کچھ نہ کہنے کے مترادف ہے۔

(۱۱) بعض مہینوں کی مخصوص عبادات جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں، ان کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔

(۱۲) اس زمانہ میں جن غلط عقائد و رسومات کی اصلاح ضروری تھی اُن کو چھوڑا نہیں گیا ہمدردانہ انداز میں اصلاح کی کوشش کی گئی ہے

(۱۳) مسلمانوں کی معاشرت میں جو عادات و رسوم ہنود کی مجاورت یا انگریزی تعلیم کی مداخلت سے شامل ہو گئی ہیں، ان کی قباحت نمایاں طور پر بیان کی گئی ہے۔

(۱۴) طریقت، حقیقت، معرفت کی تشریح، ولایت کا مفہوم، عوام کی غلط فہمیوں کا ازالہ بدعات کی مختصر تردید و تاریخ بیان کی گئی ہے۔

(۱۵) احکامِ ظاہر جن کا تعلق اعضا سے ہے، اور احکامِ باطن جن کا تعلق قلب سے ہے، سب کو جمع کیا گیا ہے، اور ہر ایک حکم کے دلائل کتاب و سنّت و اقوالِ سلفِ صالحین سے بیان کئے گئے ہیں۔

(۱۶) قلبی امراض کی قدرے تفصیل اور ان کے طریقۂ علاج کی کافی تشریح کی گئی ہے۔

(۱۷) علماءِ دین کی ضرورت اور علماءِ حق و علماءِ سُوء کا معیار اور ان میں باہمی فرق کی توضیح قرآن و حدیث کی روشنی میں کی گئی ہے، جس کی آج سخت ضرورت ہے۔

(۱۸) خطبات کے ذریعہ صحیح عقائد کی تعلیم اور اوامر و نواہی کے درجات کا باہمی فرق بھی واضح کیا گیا ہے، جن کے نہ جاننے سے عوام سینکڑوں غلطیاں کر رہے ہیں۔

(۱۹) نصب امام اور جہاد فی سبیل اللہ کے بھولے ہوئے سبق کو بھی یاد دلانے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۲۰) آخر میں عیدین کے خطبہ مع وعظ، خطبۂ نکاح اور دعاءِ عقیقہ بھی درج کر دی گئی ہے تاکہ بوقت ضرورت تلاش کرنے کی حاجت نہ پڑے۔

ہدایات متعلق خطبات

۱۔ تعوذ اور تبریک (یعنی جملۂ متعارفہ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ)، ہر خطبہ میں پورا نہیں لکھا گیا ایک مرتبہ یاد کر لیا جائے۔

۲۔ مناسب ہے کہ جس ترتیب سے جُمعہ وار ماہانہ خُطبے لکھے گئے ہیں۔ اسی ترتیب سے بیان کئے جائیں۔ اکثر مہینوں میں چار جمعہ آتے ہیں۔ لہٰذا ایسے مہینوں میں مواعظ و خطبات پڑھتے وقت فہرستِ خطبات میں نظر کر کے یہ ضرور معلوم کر لیا کریں کہ کون کون سے مضامین اس شہر وغیرہ میں ضروری ہیں، اور زیادہ مفید ہیں۔ پس جس کی ضرورت نہ سمجھیں اُسے چھوڑ دیں، خواہ وہ کسی جُمعہ کا ہو۔

۳۔ پڑھنے سے پہلے ایک بار مطالعہ ضرور کر لیا کریں۔ اگر وقت کافی ملتا ہو تو پورا مضمون بیان کر دیں۔ اگر نہ ہو سکے تو جتنا زیادہ ضروری معلوم ہو اتنا بیان کریں۔ پورا مضمون بیان کرنا کچھ لازم نہیں، اگرچہ مفید ہے۔

۴۔ بعض مہینوں میں پانچواں وعظ مضمون کے اعتبار سے نہایت اہم ہے، لیکن ترتیب میں پانچویں جمعہ کے ذیل میں آگیا ہے، جس کے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا ایسے اہم مضامین کا خاص خیال رکھیں۔

اُردُو وعظ سُنانے کا وقت اور بہتر طریقہ

محققین علماء کے نزدیک، چونکہ مخلوط خُطبہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، لہٰذا ضرورت ہے کہ ائمہ مساجد اس کی اصلاح کی طرف مناسب قدم اٹھائیں، اور اس مکروہ رواج کو دُور کرنے کی کوشش کریں۔ اگر بالفرض مکروہِ تحریمی نہ بھی ہو تب بھی مکروہِ تنزیہی ضرور رہے گا، جس سے بچنا ثواب ہے۔ اگر کسی کے نزدیک مکروہِ تنزیہی بھی نہ ہو تب بھی اتنا ضرور ماننا پڑے گا کہ مسئلہ اختلافی ہے۔ اکثر علماء اس کو بدعت ہی قرار دیتے ہیں، اور واقعۃً بھی بدعت ہی ہے، کیونکہ کسی دوسری زبان میں خطبہ دیئے جانے کی کوئی اصل صحیح شریعت میں موجود نہیں۔ پس اس تردّد کی حالت میں بھی فقہ کا یہ مسلّمہ قاعدہ ہے کہ اِذَا تَرَدَّدَ الْاَمْرُ بَیْنَ السُّنَّۃِ وَالْبِدْعَۃِ فَتَرْکُ السُّنَّۃِ اَوْلٰی (شامی) بھی فیصلہ دیتا ہے کہ خروج عن الاختلاف کے لئے خالص عربی خطبہ ہی پڑھنا بہتر ہے، کیونکہ اس صورت میں کسی کے نزدیک کوئی کراہت پیدا ہی نہیں ہوتی اور مخلوط پڑھنے میں اکثر

کے نزدیک کراہت آجاتی ہے۔ پس اس مخدوش راستے کو کیوں اختیار کیا جائے۔

اذانِ خطبہ کے بعد ممبر پر تو خالص عربی خطبہ پڑھنا چاہئے اور عوام کے نہ سمجھنے کا تدارک اس طرح کرنا چاہئے کہ جماعت قائم ہونے کے وقت سے چالیس منٹ قبل حسب موقعہ اُردو وعظ بیان کر دیا جائے اور حسب ضرورت بیان ختم کر دیں۔ پھر لوگ نماز سے قبل کی سنتیں پڑھ لیں، تب امام ممبر پر آجائے اور اذانِ خطبہ کے بعد عربی خطبہ پڑھ لے۔ پھر فوراً ہی نماز قائم کر دی جائے۔ بدعت، کراہتِ تحریمی اور اختلاف سے بچ کر تبلیغِ احکام کی یہ بہترین تدبیر ہے۔ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ نماز سے قبل دو بار وعظ ہونا بھی ایک بدعت ہے، کیونکہ اسکی اصل صحیح خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے ممبر کے پاس کھڑے ہو کر احادیث سُنایا کرتے تھے۔ مستدرک حاکم میں ہے: اَخْبَرَنَا اَحْمَدُ بن سُلَیمان الفقیہ ثنا اِسْمٰعِیل بن اِسْحَاق القَاضِی ثنا اَحْمَد بن یُونس ثنا عَاصِم بن مُحَمَّد بن زَید عَنْ اَبِیہِ قَالَ کَانَ اَبُو ھریرۃ یَقُومُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِلٰی جَانِبِ الْمِنْبَرِ یَقُولُ قَالَ اَبُو الْقَاسِم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ یَقُولُ فِی بَعْضِ ذٰلِکَ وَیْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فَاِذَا سَمِعَ حَرَکَۃَ بَابِ الْمَقْصُورَۃِ بِخُرُوْجِ الْاِمَامِ جَلَسَ ھٰذَا حدیث صَحِیْح وَلَمْ یُخْرِجَاہُ۔ حاکم فرماتے ہیں: انما الغرض فیہ استحباب روایۃ الحدیث عند المنبر قبل خروج الامام۔ اسی طرح تمیم داری رضی اللہ عنہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں خُطبہ سے پہلے وعظ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنی موضوعات میں بغیر تکبیر اس کو روایت کیا ہے اخرج ابن عساکر عن حمید بن عبد الرحمٰن ان تمیما الداری اِسْتَاْذَنَ عُمَرَ فِی الْقَصَصِ سِنِیْنَ فَاَبٰی اَنْ یَاْذَنَ لَہٗ فاستاذنہٗ فِی یَوْمٍ وَاحِدٍ فَلَمَّا اَکْثَرَ عَلَیْہِ قَالَ لَہٗ مَا تَقُولُ قَالَ اَقْرَأُ عَلَیْھِمُ الْقُرْاٰنَ وَاٰمُرُھُمْ بِالْخَیْرِ وَاَنْھَاھُمْ عَنِ الشَّرِّ قَالَ عُمَرُ ذٰلِکَ الذَّبْحُ ثُمَّ قَالَ عِظْ قَبْلَ اَنْ اَخْرُجَ فِی الْجُمُعَۃِ فَکَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ یَوْمًا وَاحِدًا فِی الجمعۃ ص۱۴۰ اور حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے اقامۃ الحجہ ص۵ میں اس مضمون کو اس طرح ذکر کیا ہے:-

وَذَكَرَ عَنِ ابنِ شِهَابٍ قَالَ اَوَّلُ مَن قَصَّ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمِيمُ الدَّارِيُّ[1] اِسْتَأْذَنَ عُمَرَ اَنْ يُّذَكِّرَ النَّاسَ فَابَىٰ عَلَيْهِ حَتّٰى كَانَ آخِرُ وِلَايَتِهِ فَاَذِنَ لَهٗ اَنْ يُّذَكِّرَ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَبْلَ اَنْ يَّخْرُجَ عُمَرُ فَاسْتَأْذَنَ تَمِيمٌ عُثْمَانَ فَاَذِنَ لَهٗ اَنْ يُّذَكِّرَ يَوْمَيْنِ فِي الْجُمُعَةِ فَكَانَ تَمِيمٌ يَفْعَلُ ذٰلِكَ انتہٰی یعنی زہری کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مسجد نبوی میں تمیم داری نے وعظ کیا۔ وہ حضرت عمرؓ سے وعظ کے لئے اجازت[2] مانگتے رہے حضرت عمرؓ انکار فرماتے رہے۔ (انکار کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ صحابہ و تابعین کے زمانہ میں عربی خطبہ ہی وعظ کے لئے کافی ہوتا تھا کیونکہ عربی سمجھتے تھے دوبارہ وعظ بے ضرورت تھا۔ نیز ضبط و نظم کے لئے بھی انکار مناسب تھا۔ آخر اپنی حکومت کے آخر زمانہ میں مان گئے اور اجازت دے دی کہ جمعہ کے دن میرے نکلنے سے پہلے وعظ کیا کریں۔ پھر تمیمؓ نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں اجازت چاہی تو انہوں نے ہفتہ میں دو دن کے لئے اجازت دے دی۔ چنانچہ تمیم داریؓ ایسا کرتے رہے۔ اس روایت کو امام احمدؒ نے بھی اپنی مسند ص۴۴۹ ج۳ میں بیان کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صحابہ و خلفاء راشدینؓ کے زمانہ میں بھی جمعہ کے خطبہ سے پہلے وعظ کرنا ثابت ہے، وللہ الحمد — فائدہ: - اس روایت میں حضرت تمیم داریؓ کے بیان کو تذکیر کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور امام جمعہ جو بیان کرے اس کو خطبہ کہا جاتا ہے۔ اس مقابلے سے یہ بھی سمجھ میں آگیا کہ خطبہ میں مقصود اصلی ذکر ہے۔

اب میں دعا کرتا ہوں کہ خدائے قدوس میری اس محنتِ شاقہ کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کے لئے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ اور قبولیتِ علیہ سے مشرف فرمائے۔ آمین یارب العالمین وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سید نا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

خاکپائے اکابر سلف

احقر مشتاق احمد عباسی۔ کراچی

---

[1] الداری بالیاء فقط وقد غلط اکثر الناس فی کتبهم فکتبوہ الدارمی مع المیم والیاء وھو غلط محض کما استنبطہ صاحب الاکمال فی اسماء الرجال۔

[2] غالباً مناسب ہونا سمجھ میں آگیا ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

ہر خطیب و امام کے لیے جب نیا جمعہ آتا ہے۔ تو سوچنا پڑتا ہے کہ آج جمعہ کس موضوع پر پڑھایا جائے اس کے لیے بڑی ورق گردانی کرنی پڑتی ہے اور "کل جدید لذیذ" ہر نئی چیز عمدہ و لذیذ ہوتی ہے۔ خطیب سوچتا ہے کہ کسی نئے موضوع پر بیان کیا جائے تاکہ مکرر خطبہ سننے سے سامعین میں اکتاہٹ پیدا نہ ہو۔ اور اپنی بھی علمی استعداد میں اضافہ ہو۔ ہر جمعہ کے خطبہ کی تیاری میں کتنی دقت ہوتی ہے۔ ما وشما کیا حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ جیسے عظیم عالم و مفسر و محدث کی زبانی سنیے "ملفوظات طیبات صفحہ ۱۳۴ پر فرماتے ہیں۔" جمعہ کے دن آپ سب آزاد ہوتے ہیں۔ ایک میں ہی پابند ہوتا ہوں۔ اب تو لکھ کر لاتا ہوں۔ لیکن بعض اوقات اس سے پیشتر گھنٹوں قرآن مجید کی ورق گردانی کرتا رہتا تھا۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ کپڑے بدل کر چلنے کے وقت تک کوئی موضوع سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اس وقت جان مخمصہ میں ہوتی ہے ادھر لوگ منہ کو دیکھتے ہیں۔ ادھر اللہ کا ڈر، ادھر یہ منبر حضورؐ کے منبر کی نقل ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال پہلے انبیاء کے حضور میں ان کی امتوں کے اعمال پیر اور جمعرات کے روز پیش ہوتے تھے۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں روزانہ پیش ہوتے ہیں۔ یہی خیال آتا رہتا ہے کہ کہیں ایسی کوئی بات نہ منہ سے نکل جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو جائیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ کام چل رہا ہے وہی دل میں ڈالتا ہے وہی لاکر بٹھلاتا ہے اور وہی زبان سے کہلواتا ہے" واقعی ایک ذمہ دار خطیب سوچتا ہے کہ زبان سے غلط بات نہ نکل جائے نیز بجائے فائدہ کے سننے والوں کو نقصان نہ ہو کیونکہ اگر شریعت کے خلاف بات نکل گئی تو فتنہ پیدا ہو جاتا ہے۔ خطیب و امام کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو حکمت اور اچھے طریقے سے سمجھائے تاکہ شریعت و حق کی بات لوگوں کے دل میں اثر کرے اور سننے والوں کو عمل کا شوق پیدا ہو عقیدے درست ہوں، اصلاح ہو، فائدہ ہو، صرف سننے کا چسکا کانوں کی عیاشی مقصود نہ ہو بلکہ خطیب و امام بھی خود عمل کے جذبہ سے سنائے اور سننے والے بھی عمل کے جذبہ سے سنیں ورنہ سننا سنانا سب بیکار رہ گیا۔ اگر خطیب کے بیان کو سن کر لوگوں نے واہ واہ آہ آہ کہہ دیا نعرہ ہائے تحسین لگا دیئے زندہ باد مردہ باد کہہ دیا اور خطیب کے دل میں عجب و کبر پیدا ہو گیا تو ہو سکتا ہے کہ بعض سامعین کو تو فائدہ ہو جائے لیکن خود خطیب کی آخرت کے اعتبار سے بربادی ہو گئی۔ دنیا کی شاباش واہ واہ عارضی ہے۔ اصل چیز آخرت ہے اس لیے آخرت کو سامنے رکھتے ہوئے عمل کے جذبہ سے تقریر کی جائے تو ان شاء اللہ زبان سے صحیح بات نکلے گی۔

انتشار و فتنہ کی بجائے جوڑ و اتحاد پیدا ہوگا لوگوں میں عمل کا جذبہ بیدار ہوگا اور اصلاح ہوگی۔ اس لیے میرا مشورہ ہے کہ خطیب و امام بیان سے پہلے اگر دو رکعت نفل، صلوٰۃ الحاجت کی نیت سے پڑھ کر یا کم از کم دماغ کو حاضر کر کے اللہ تعالیٰ سے عمل کی دعا مانگ کر سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ؀
سورۂ بقرہ پ۱۔ اے اللہ تو پاک ہے ہم عیب والے ہیں ہم کچھ نہیں جانتے سوائے اس کے جو کچھ تو نے ہمیں سکھایا اور
رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ؀ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ؀ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ؀ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ؀
سورۃ طٰہٰ پ۱۶ یہ دعا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانگ کر منبر پر بیٹھیں اس دعا کا مفہوم یہ ہے اے اللہ میرا سینہ کھول دے اور میرا معاملہ آسان فرما کر جن سے بات کرنے تبلیغ کرنے جا رہا ہوں۔ وہ میری بات سمجھ لیں یعنی عمل کر لیں۔

خطباء کے لیے حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا شہرہ نصیحت راقم نے حضرت جالندھریؒ سے ایک بیان میں یہ فرماتے سنا کہ جب خطیب و مقرر تقریر و بیان کے لیے آتا ہے تو شیطان کا تین مرتبہ زبردست حملہ ہوتا ہے نمبر۱ جب خطیب خطبہ کے لئے آتا ہے اور لوگ انتظار میں بیٹھے ہوتے ہیں یا اس کے لئے نعرے لگا رہے ہوتے ہیں تو شیطان خطیب سے کہتا ہے کہ دیکھ تو کتنا بڑا خطیب ہے لوگ تیرے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں اور نعرے لگا رہے ہیں سب تیری طرف متوجہ ہیں نمبر۲ خطیب جب بیان شروع کرتا ہے اور کوئی نکتہ کی بات کہتا ہے یا وعید کی بات کہتا ہے تو لوگ روتے ہیں یا واہ واہ کہتے ہیں تو شیطان حملہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو تیری تقریر کا کتنا اثر ہو رہا ہے۔ لوگ کتنی دلچسپی لے رہے ہیں۔ کیسے رو رہے ہیں یہ بھی شیطان کا زبردست حملہ ہوتا ہے کیونکہ اس وقت خطیب عجب میں بڑائی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ لوگوں کو چاہے فائدہ ہو رہا ہوتا ہے مگر اس کا اپنا نقصان ہو رہا ہوتا ہے۔ اس لئے عجب، تکبر و بڑائی خطرناک روحانی بیماریاں ہیں جو انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔ نمبر۳ شیطان کا تیسرا حملہ اس وقت ہوتا ہے جب تقریر ختم ہو جاتی ہے۔ اور خطیب بھی جا رہا ہوتا ہے یا بیٹھا ہوتا ہے۔ اور لوگ تعریف کر رہے ہوتے ہیں کہ خطیب صاحب نے کتنا بہترین بیان فرمایا۔ کیا خطابت کا انداز ہے کیا خوب علمیت ہے یا ایسا اذنات تقریر و بیان کے بعد لوگ مصافحے کرتے ہوئے عقیدت کا اظہار نعروں سے کرتے ہیں تو شیطان کا اس وقت تیسرا حملہ اور بھی خطرناک و کاری حملہ ہوتا ہے شیطان خطیب سے کہتا ہے دیکھو تیری تقریر کا لوگوں کے دلوں پر کتنا اثر ہوا ہے لوگ کیسے مصافحہ کر رہے ہیں کیسے نعرے لگا رہے ہیں واقعی تو بڑا مقرر خطیب ہے اس وقت بھی مقرر و خطیب عجب و کبر بڑائی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کی ساری محنت و بیان آخرت کے اعتبار سے اکارت ہو گیا۔ اللہ شیطان کے شر سے حفاظت فرمائیں اور اپنی حفظ و امان میں رکھیں

خطیبوں مقرروں داعیوں کیلئے مختصر اہم مشورے نمبر۱۔ نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر یا بغیر نفل پڑھے دعا مانگ کر تقریر کریں۔
نمبر۲۔ خود عمل کرنے کی فکر سے بیان کریں یعنی کہنا بیان کرنا برائے عمل ہو۔ نمبر۳۔ عام فہم انداز میں بیان کریں۔ تاکہ عام لوگ سمجھ سکیں۔ نمبر۴۔ تقریر و بیان کی تیاری کر کے بیان کریں تاکہ ہر موقع و حال کے مناسب بات ہو جائے اس وقت کے مسائل ہوں۔ مثلاً قربانی، روزے، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے احکامات بتائے جائیں۔ نمبر۵۔ حکمت و مصلحت کے ساتھ

شریعت کی باتیں بیان کی جائیں جو تیں لگانا یا شرمسار کرنا نہ ہو نیز متنفر کرنا نہ ہو بجائے اس کے لوگ صحیح عقائد پر آجائیں۔
ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے غلط عقائد پر اور پختہ ہو جائیں۔ اگر بعض حالات میں کھلی تردید نہ کرنے سے دین کی توہین ہوتی ہو تو پھر
کھل کر صاف صاف حق بات کہدی جائے۔ نمبر۶۔ سامعین کے لئے دل ہی دل میں بھی دعا کی جائے کہ وہ صحیح بات کو مان جائیں
اور اس پر عمل کریں۔ تقریر کے بعد بھی اجتماعی دعا اگر جمعہ کا بیان نہ ہو تو ورنہ انفرادی دعا دل میں کی جائے یا اللہ جو کچھ
کہا اس پر مجھے بھی اور سامعین کو بھی عمل کی توفیق نصیب فرما۔ شیطان کے شر سے محفوظ فرما۔ نمبر۷۔ لباس میں وضع و
قطع تراش وتراش میں تکلف وتصنع وبناوٹ سے احتراز کیا جائے اور تقریر میں بھی اونچے الفاظ واستعارے و
تشبیہات بیان نہ کی جائیں بلکہ سیدھے سادے انداز میں دلائل سے وزن دار بات کی جائے اللہ تعالیٰ مجھے بھی عمل کی توفیق
عطا فرمائیں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

طاعت وتوفیق طاعت ہم ز تو   ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو۔ (مثنوی)

اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ وَبِالْاِجَابَۃِ جَدِیْرٌ

یہ خاموشی کہاں تک؟ لذت فریاد پیدا کر ۔   زمین پر تو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں
(اقبالؒ)

اگرچہ سال بھر کے جمعے تقریباً ۵۲ باون ہوتے ہیں حضرت تھانویؒ نے بھی خطبات میں یہی فرمایا ہے۔ مگر بندہ نے
حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی کتاب "مجموعۃ الخطب" اور شیخ عبدالرحمٰن بن اسماعیل بن نباتہ مصریؒ کی تصنیف "مجموعۃ
الخطب" کی اقتدا میں ساٹھ مواعظ وتقریر مرتب کی ہیں کیونکہ ان دونوں مذکورہ بزرگوں نے بھی اپنی کتابوں میں ساٹھ عربی
خطبات تحریر کئے ہیں۔ نیز ایک مقصد یہ بھی ہے کہ امام وخطیب کے پاس مواد زیادہ ہو اگرچہ کسی ماہ میں چار جمعے بھی آئیں
گے۔ آج کل عموماً اردو بیانات کو بھی "خطبات" "خطبہ" سے موسوم کیا جاتا ہے اس لئے میں نے بھی اردو تقاریر کو "خطبات"
کا نام دیا ہے۔ کتاب کے ماخذ بہت زیادہ ہیں کتب عربی، اردو، فارسی، رسائل وجرائد وغیرہ بہت زیادہ تھے اس لئے
طوالت کے اندیشہ سے ان کی فہرست چھوڑ دی گئی ہے ان میں سے دوران مطالعہ آپ بہت سے حوالے ملاحظہ فرمائیں گے۔
بعض لوگ اس کتاب پر اشکال واعتراض کریں گے یا کر سکتے ہیں کہ ایسی کتابیں لکھنے سے خطیب وامام کو ایک
ہی موضوع میں محدود کرنا ہے کہ وہ گویا انہی کو بیان کریں مزید مطالعہ نہ کریں جب وہ مطالعہ ہی نہ کریں گے تو ان
کے علم میں اضافہ کیسے ہوگا۔ کیونکہ ایک تیار شدہ موضوع ومضمون ان کو جب مل جائے گا تو کیا ضرورت ہے مطالعہ کی
ایسی بات نہیں اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہر ماہ کے شروع خطبہ میں موقع ومحل کی مناسبت
سے اسی ماہ میں جو واقعات وحالات مختلف اوقات میں پیش آئے ہیں ان کو اختصاراً بتا دیا گیا۔
تو ایسے خطباء وائمہ جن کے پاس ماشاء اللہ کتابوں کا ذخیرہ ہے وہ ان موضوعات میں سے کسی پر بھی ذرا سی تیاری کر کے

بیان کرسکتے ہیں ہم نے محنت وعرق ریزی سے یکجا اختصاراً ذکر کر دیا ہے باقی وہ ائمہ وخطباء جن کے پاس اتنے وسائل نہیں کہ وہ کتابیں خرید سکیں محض تھوڑی سی کتابیں ان کے پاس ہوتی ہیں تو وہ بھی بآسانی تحریر شدہ موضوع پر کچھ اپنی تیاری سے بآسانی جمعہ پڑھا سکیں گے۔ اور مختلف اوقات میں وقت ضرورت جلسوں یا پروگراموں میں ہمارے تحریر شدہ مضامین سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں گے۔ ہم نے تقریباً ہر قسم کے مضامین سینکڑوں کتابوں رسائل وجرائد سے بڑی محنت سے دماغ سوزی کر کے تحریر کر دیئے ہیں انشاء اللہ جب آپ پڑھیں گے تو دعائیں دیں گے۔ اکثر مواعظ کی کتابوں میں غیر مستند قسم کا مواد ہوتا ہے یا اسرائیلی روایات تحریر کی جاتی ہیں۔ ہم نے الحمد للہ پوری کوشش کی ہے کہ مواد مستند وصحیح ہو۔ ضعیف وکمزور روایات، واقعات نہ لکھے جائیں نیز میرا مشورہ ہے کہ ہمارے علماء کرام خطباء وائمہ جدید زمانہ کا چیلنج قبول کرتے ہوئے اسلام واہل اسلام پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیں اور یہ جبھی ہوگا جب آپ مطالعہ کریں گے۔ علم کو وسعت دیں گے اور اپنے علم وعمل سے ثابت کر دیں گے کہ یہ تمام اعتراضات واشکالات بودے وکمزور ہیں اور اسلام قیامت تک کے لئے زندگی کا دستور العمل ضابطۂ حیات دنیا وآخرت کی فلاح وکامیابی کا واحد ذریعہ ہے اور اسی کو ماننے وعمل کرنے سے نجات ملے گی اس کے بغیر ناکامی ہی ناکامی ہوگی

گذارش ہم نے اپنی کتاب کا جو موضوع متعین کیا ہے اس موضوع پر تقریباً ابھی تک ایک دو کتابیں لکھی گئی ہیں میری گذارش ہے ان علماء واہل علم سے جن کو اللہ نے علم ومطالعہ علم کے زیور سے آراستہ کیا ہے کہ وہ آئیں اور اسی ترتیب پر جوہر دکھائیں کیونکہ یہ موضوع ابھی تک بہت تشنہ ہے یقیناً یہ بہت بڑی خدمت ہوگی اور صدقہ جاریہ ہوگا۔ اس لئے کہ اکثر خطباء وائمہ کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ موجودہ جمعہ کی مناسبت سے کیا مضمون بیان کیا جائے۔ اس لئے وہ یا تو غیر متعلق مضمون پر بیان کر رہے ہوتے ہیں یا عموماً ایک ہی مضمون کئی ہفتوں تک چلتا رہتا ہے حالانکہ ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ عوام وسامعین کی موجودہ وقت میں درپیش مسائل وحالات سے متعلق رہبری کی جائے آخر میں تمام احباب ومخلصین، بزرگوں ومحسنوں سے دعا کی خصوصی درخواست ہے کہ اللہ رب العزت محض اور محض اپنے فضل وکرم سے اس عاجز کی یہ عاجزانہ خدمت قبول فرمائیں اور ذریعہ نجات وصدقہ جاریہ فرمائیں۔

آمین۔

ابتدائیہ

انسان نسیان وخطاء کا پتلا ہے۔ اس لئے اس کتاب میں جو غلطیاں رہ گئی ہوں، یا کوئی ترد یا مشورہ ہو، تو امید قوی ہے کہ ازراہ خیر خواہی وہمدردی بزرگ واحباب اس ناچیز کو مطلع فرمائیں گے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جائے۔ میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت میری اس ادنیٰ کوشش کو قبول فرمائیں اور میرے لئے میرے والدین، اساتذہ کے لئے صدقہ جاریہ فرمائیں نیز دعا ہے کہ پڑھنے والوں کو نفع ہو۔

یارب ان کو تو عطا کر نکہت حسن قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کے لئے
گرچہ از نیکاں نیم لیکن بہ نیکاں بستہ ام
در ریاض آفرینش رشتۂ گلدستہ ام

طالب دعا۔ مشتاق احمد

بروز پیر ۱۰ر محرم الحرام ۱۴۱۰ھ

شکر الٰہی

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ کرم و احسان ہے کہ اس نے میری اس کاوش کو شرف قبولیت بخشا۔ میں اس قابل ہرگز نہ تھا مگر اس کے کرم نے سہارا دیا۔ الحمد للہ یہ کتاب آج تقریباً ہر خطیب و امام کے پاس موجود ہے۔ تحریری اور زبانی طور پر مجھے اتنی دعائیں مل رہی ہیں جس کا میں اندازہ نہیں کر سکتا۔ اس سے پہلے ایڈیشنوں میں تقاریظ لکھی گئی تھیں اب وہ اتنی زیادہ ہو گئی ہیں کہ صفحات میں گنجائش نہیں، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میری بخشش کا ذریعہ فرما دیں آمین۔

فقط طالب دعا فقیر حافظ مشتاق احمد عباسی

خطبہ اوّل — ماہ محرم الحرام

فضیلتِ ہجرت اور سنِ ہجری کی اہمیت کا بیان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَظِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۔ اَمَّا بَعْدُ ۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ۔[1]

سن ہجری کا آغاز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف کی مناسبت سے کیا گیا اور اسلامی تاریخ میں سال کا پہلا مہینہ محرم الحرام ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے تمام معاملات میں مراسلات دفاتر رجسٹروں تنخواہوں وغیرہ میں سن ہجری کو لکھیں اس مناسبت سے سن ہجری و ہجرت کی اہمیت کے لحاظ سے یہ خطبہ موسوم کیا گیا۔

فضیلتِ ہجرت

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ ؕ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ؕ

ترجمہ ۔ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جان و مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا ۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بلند مرتبہ ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں ۔ ان کا رب ان کو اپنی خوشنودی اور رحمت والے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کو دائمی آسائشیں ہیں اور یہ لوگ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِیٍٔ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ اِلَی الدُّنْیَا اَوْ اِلَی امْرَاَۃٍ یُّصِیْبُھَا اَوْ یَنْکِحُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ (متفق علیہ)

امیر المومنین ابو حفص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ۔ اگر ہجرت سے مقصود خدا اور رسول تک پہنچنا ہے تو اس کی ہجرت خدا اور رسول کی طرف ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو اجر ملے گا) اور جس شخص نے کسی دنیاوی مقصد کے تحت یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی خاطر ہجرت کی تو اس کی ہجرت اس کی طرف ہے جس کی نیت سے اس نے ہجرت کی۔

اس حدیث کا پس منظر ایک خاص واقعہ ہے جو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں پیش آیا ۔ علامہ طبرانیؒ

[1] سورۃ توبہ پ ۱۰ آخری آیت

فہرست خطبات ومواعظ جمعہ

۱ : خطبہ اوّل

ہجرت، سنِ ہجری کی اہمیت کا بیان

سنِ ہجری کا آغاز حضور ﷺ کی ہجرت مکہ سے مدینہ کی طرف مناسبت سے کیا گیا اور اسلامی تاریخ میں سال کا پہلا مہینہ محرم الحرام ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے تمام معاملات میں مراسلات، دفاتر، رجسٹروں، تنخواہوں وغیرہ میں سن ہجری کو لکھیں۔ اس مناسبت سے سن ہجری و ہجرت کی اہمیت کے لحاظ سے یہ خطبہ موسوم کیا گیا ہے۔

فضیلت ہجرت:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا.

محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان:

((وَعَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِیٍٔ مَّا نَوٰی فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَی الدُّنْیَا اَوْ اِلَی امْرَاَةٍ یُصِیْبُهَا اَوْ یَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَیْهِ)) (متفق علیه)

''امیر المؤمنین ابو حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی اگر ہجرت سے مقصود خدا اور رسول تک پہنچنا ہے تو اس کی ہجرت خدا اور رسول کی طرف ہے (یعنی اللہ

تعالیٰ کے ہاں اس کو اجر ملے گا) اور جس شخص نے کسی دنیاوی مقصد کے تحت یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی خاطر ہجرت کی تو اس کی ہجرت اس کی طرف ہے جس کی نیت سے اس نے ہجرت کی۔

اس حدیث کا پس منظر ایک خاص واقعہ ہے جو حضور اکرم ﷺ کے دور میں پیش آیا۔ علامہ طبرانیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے حوالے سے بیان فرمایا کہ "ایک شخص نے ام قیس نامی ایک خاتون کے پاس مکہ سے نکاح کا پیغام بھیجا اس خاتون نے نکاح کا پیغام منظور کرلیا لیکن یہ شرط لگادی کہ انہیں مکہ سے مدینہ ہجرت کرنا ہوگی چنانچہ انہوں نے ہجرت کی اور نکاح ہوگیا۔ اس واقعہ کے بعد سے دوسرے صحابہ ؓ انہیں مہاجر ام قیس کے لقب سے یاد کرنے لگے یعنی وہ شخص جس نے اس کے رسول ﷺ کے لیے ہجرت نہیں کی بلکہ ام قیس کی خاطر ہجرت کی۔ جب حضور ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اسی موقع پر مندرجہ بالا الفاظ فرمائے۔ مراد یہ ہے کہ اخلاص والا عمل اللہ کے یہاں مقبول ہے نیک اعمال سے غرض اللہ کو راضی کرنا ہو ورنہ دیکھو ہجرت جیسا عظیم عمل بھی اکارت ہوجاتا ہے۔ سن ہجری حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے اہم ترین واقعات میں سے ایک اہم واقعہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف یاد تازہ کرتا ہے۔ اسلامی سال میں پہلا مہینہ محرم الحرام ہے۔ واقعہ ہجرت تاریخ اسلام کا ایک عظیم واقعہ ہے یہ قدم جناب رسول کریم ﷺ نے وحی کے ذریعہ ہدایت پر اٹھایا تھا۔ جب کسی جگہ مسلمانوں پر زندگی تنگ کی جاری ہو اور ان کو آزادی سے اپنی عبادت ادا کرنے کی اجازت نہ دی جاری ہو تو پھر مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ کسی ایسی جگہ ہجرت کریں جہاں آزادی سے احکام الہیہ پر عمل کرسکیں اللہ رب العزت نے خود نبی کریم ﷺ کو حکم فرمایا کہ جب حالات ناساعد ہوں دین کے کام میں رکاوٹیں ہوں تو ہجرت کی دعا کریں فرمایا:

﴿رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا﴾ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۰)

ترجمہ: "اور یوں دعا کیجیے اے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنی طرف سے ایسا غلبہ دیجیے جس کے ساتھ نصرت ہو۔"

ہجرت کے بعد اسلام کا مرکز مدینہ منورہ بن گیا تھا۔ اہل مکہ کی ناقدری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اہل مدینہ کو یہ شرف عطا فرمایا کہ مدینہ حضور ﷺ کے جسد مبارک کی مزار گاہ بنے۔ مدینہ منورہ انوار نبوت کی آماجگاہ بنا۔ اب ہم مسلمان پندرہویں صدی میں داخل ہوچکے ہیں مسلمانوں کی تاریخ تابناک بھی ہے اور افسوسناک بھی ہے۔ تابناک اس لیے کہ مسلمانوں نے انسانی تہذیب وتمدن کا

چراغ روشن رکھے اور ترقی کی رفتار کو تیز کرنے میں عظیم کارنامے انجام دیئے اور زندگی کے ہر ہر شعبہ میں نمایاں کردار ادا کیا اور افسوس ناک اس لیے کہ وہی مسلمان جو دنیا کے رہبر و رہنما تھے اب پیچھے رہ گئے اور غیروں کی نقالی کرنے میں فخر محسوس کر رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے ایک سو سال بعد مسلمانوں کی قوت و حشمت اور حکمرانی کی حدود اسپین سے لے کر دریائے سندھ تک پھیل چکی تھیں۔ ان وسیع فتوحات کے علاوہ علوم وفنون اور ایجادات و اصلاحات میں حیرت انگیز ترقی کی بنیادیں قائم ہو چکی تھیں۔ اس کے بعد علم و حکمت کی روشنی اسلامی دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پھیل گئی تھیں۔ حتیٰ کہ یورپ کے ممالک سے طلباء آ کر علم حاصل کرتے تھے۔ ایک مستشرق لکھتا ہے کہ "یورپ کے طلباء حصول علم کے لیے طویل فاصلے طے کر کے اسپین سے مکہ اور مراکش سے بغداد تک جاتے" (مجلہ ۸۰ء) ان حیرت انگیز کامیابیوں کے بعد مسلمانوں کے زوال کا سلسلہ شروع ہوا اور اٹھارویں صدی وانیسویں صدی عیسوی میں مغربی اقوام نے صرف تہذیب و تمدن ہی میں ان کو پیچھے نہیں چھوڑ دیا بلکہ سیاسی اقتدار سے بھی محروم کر کے اپنی حکومتیں اور اقتدار ان کے علاقوں پر قائم کر لیا۔

ہمارا نظریہ دین اسلام کی اس بنیاد علاقائیت، وطن پرستی، نسل پرستی یا زبان نہیں ہے بلکہ ہمارا دین یعنی اسلام صرف مذہب نہیں بلکہ ضابطۂ حیات ہے۔ ہر قوم کا کوئی نہ کوئی کیلنڈر رہا ہے یہودیوں کا سن ۳۷۶۰ق۔م سے شروع ہوتا ہے۔ عیسوی کیلنڈر حضرت عیسیٰ کے یوم ولادت سے شروع ہوتا ہے اسی طرح بکرمی سن اس واقعہ کی یادگار ہے جب مہاراجہ بکرماجیت کو ساکھا قوم پر فتح حاصل ہوئی اور سن ہجری نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی ہجرت مدینہ کی یاد دلاتا ہے۔ ہجرت ایک بہت بڑا عمل ہے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو لے کر کشتی میں سوار ہو کر ہجرت کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک شام کی طرف ہجرت کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے ساتھ ہجرت کی۔ ہجرت مدینہ سے پہلے مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ مکہ معظمہ سے مدینہ کا یہ سفر ۸ ربیع الاول کو ہوا جو عیسوی کیلنڈر کے مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کا واقعہ ہے یہیں سے اسلامی سال شروع ہوا۔ جس کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نافذ کیا اور اسی سال یکم محرم الحرام سے اسلامی کیلنڈر کی ابتداء ہوئی گویا پہلی صدی کا آغاز ۱۶ جولائی ۶۲۲ء کو ہوا (مجلہ ۸۰) یہ تاریخ اسلام کا ایک اہم موڑ تھا مدینہ اسلام کا مرکز بن گیا۔ یہاں سے اسلام کی دعوت پوری دنیا میں پھیلی۔ حضور اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں ۵۳ سال گزارے۔ لوگ آپ ﷺ کو صادق و امین کہتے تھے مگر عموماً آپ ﷺ کی دعوت اسلام کو قبول نہ کیا۔ مکہ میں عبادات کے احکامات آ چکے تھے۔ لوگ خفیہ عمل کرتے تھے۔ مگر مدینہ میں اسلام کا وہ اجتماعی نظام قائم ہوا جو سیاست، معیشت،

معاشرت اور اخلاق کے تمام زاویوں پر حاوی ہوا۔ صحابہ کرامؓ کی مٹھی بھر جماعت نے دنیا میں اسلام کا سکہ رائج کردیا۔ اس وقت کے روس، امریکہ جیسی سپر پاوریں روم وفارس کے شاہی ایوانوں میں زلزلے آگئے۔ آج کے روس وامریکہ بھی مغلوب ونا کام ہوجائیں۔ بشرطیکہ ہم مسلمان اپنی اصلاح کرلیں۔ منافقانہ زندگی چھوڑ کر حقیقی اسلامی زندگی اختیار کریں۔ مولانا حالیؒ کیا خوب فرماتے ہیں۔

مس خام کو جس نے کندن بنایا ☆ کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا ☆ پلٹ دی بس اک آن میں انکی کایا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
ادھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی ☆ عرب کی زمین جس نے ساری ہلادی
اک نئی لگن دل میں سب کے لگادی ☆ اک آواز میں سوتی بستی جگادی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اُٹھے دشت و جبل نام حق سے حالی

یا رب چمن نظم کو گلزار ارم کر ☆ اے ابر کرم خشک زراعت پہ کرم کر
تو فیض کا مبدا ہے توجہ کوئی دم کر ☆ گم نام کو اعجاز بیانوں میں رقم کر
نسل، ماور رنگ، وطن، قوم کے جھگڑے مٹ جائیں ☆ راگ ینھاری عظمت کا سبھی مل کر گائیں
اپنی ملت کو قیاس اقوام مغرب پہ نہ کر ☆ خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی ﷺ

ہجرت کی فضیلت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے قیامت کے دن میری امت کے کچھ لوگ ایسے حال میں آئیں گے کہ ان کا نور آفتاب کے نور کی طرح ہوگا۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ کون لوگ ہیں فرمایا فقراء مہاجرین جن کے ذریعہ سے مصائب سے حفاظت کی گئی اور اپنی حسرتیں وتمنائیں اپنے دلوں میں لیے ہوئے دنیا سے جاتے ہیں۔ یہ لوگ دنیا کی مختلف جگہوں سے اٹھائے جائیں گے۔ دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے فقراء اور مہاجرین سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ جب وہ جنت کے دروازے کھلوانا چاہیں گے تو جنت کے دربان فرشتے کہیں گے کیا تمہارا حساب ہوچکا ہے

تو وہ لوگ کہیں گے کہ ہمارا کیا حساب ہوگا۔ ہم نے تلواریں اپنی گردن پر رکھیں اور خدا کی راہ میں جان دے دی، دربان جنت کے دروازے کھول دے گا۔ یہ لوگ عام لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ غزوہ خندق کے دن جب مہاجرین وانصار خندق کھود رہے تھے تھکے ہوئے تھے بھوک و فاقہ سے نڈھال تھے۔ پیاس سے تشنہ بلب تھے۔ تو حضور ﷺ نے ان کی یہ تکلیف دہ حالت دیکھ کر بطور تسلی کے ارشاد فرمایا: اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرَۃِ۔

اے اللہ عیش تو آخرت کا عیش ہے۔ یعنی تسلی دے رہے تھے کہ اے مہاجرین وانصار فکر نہ کرو۔ ان تکلیفوں کے بدلے آخرت میں اللہ تعالیٰ تمہیں تسلی دے کر خوش کر دے گا۔

ہجرت اور توکل:

مہاجر ہجرت اللہ کے لیے کرتا ہے کیونکہ اس کا اللہ پر یقین ہوتا ہے اور اللہ پر توکل واعتماد کر کے وہ ہجرت کرتا ہے جناب نبی کریم ﷺ جب ہجرت کی پہلی منزل غار ثور میں تھے تو مشرکین تلاش کرتے ہوئے وہاں تک پہنچ گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر مشرکین ذرا سا بھی نیچے دیکھیں تو ہم ان کو نظر آجائیں۔ قربان جائیں سرکار ﷺ کے توکل پر، فرمایا اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تمہارا ان دو شخصوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔ اسلام کی تاریخ کا عظیم باب رقم کرنے کے لیے جہاں مردوں نے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ وہاں عورتوں نے بھی بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اسلام کے ظہور سے قبل عورت کو بڑی حقارت سے دیکھا جاتا تھا مگر ارشاد نبی کریم ﷺ ہے: ''عورت کے معاملے میں خدا سے ڈرو'' (جنت ماں کے قدموں تلے ہے) ہجرت نبی ﷺ کے واقعہ میں جہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑی قربانیاں پیش کیں وہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا کردار بھی بڑا عظیم ہے۔ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہجرت کر گئے تھے اور حضور ﷺ حکم الٰہی کے منتظر تھے اور جب آپ ﷺ کو بھی ہجرت کا حکم مل گیا تو اپنے جانثار دوست حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور آپ نے جلدی سے سفر کا سامان تیار کیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنا کمر بند کاٹ کر ستوؤں کے تھیلے کا منہ باندھا کیونکہ اس وقت رسی بھی نہ مل رہی تھی آنحضرت ﷺ نے یہ حاضر دماغی اور قربانی دیکھ کر بطور خوشی کے فرمایا ذات النطاقین۔ اس کے بعد جب قریش مکہ حضور ﷺ کی تلاش کرتے ہوئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا باہر نکلیں۔ ابو جہل

نے پوچھا لڑکی تیرا باپ کدھر ہے؟ آپ نے کہا مجھے معلوم نہیں تو ابوجہل نے اتنے زور سے اس بچی کے منہ پر تھپڑ مارا کہ بالی نیچے گرگئی۔ مگر انہوں نے حضور ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پتہ نہیں بتایا۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں ☆ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے ☆ اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

(اقبال)

قمری تقویم کے فوائد:

اگر ہم سن ہجری کا دوسرے مروجہ سنین سے تقابل کر کے دیکھیں تو یہ سن بہت سی باتوں میں دوسروں سے ممتاز نظر آتا ہے۔ سن ہجری کی بنیاد چاند کو بتایا گیا اور اسلامی مہینوں کا تعلق چاند سے جوڑا گیا۔ یہ تقویم خالق کی بنائی ہوئی چیز چاند سے تعلق رکھتی ہے اس میں کسی پیوندکاری کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام چونکہ آسان اور سادہ مذہب ہے لہذا چاند کے ذریعہ ہر علاقے کے لوگ خواہ وہ پہاڑوں میں رہتے ہوں خواہ جنگلوں میں خواہ جزیروں میں رہتے ہوں۔ ان کے لیے یہ آسان ہے کہ چاند کے حساب سے اپنے معاملات کریں اس میں کوئی مشکل وپیچیدگی نہیں پڑھے لکھے اور ان پڑھ سب کے سب ہی آسانی سے حساب کر لیتے ہیں اس کے برعکس اور تقویمیں وتاریخیں ہر آدمی آسانی سے معلوم نہیں کر سکتا۔ چاند چونکہ ہر جگہ طلوع ہوتا ہے اور با آسانی دیکھا جا سکتا ہے کوئی لمبے چوڑے حساب کتاب کی ضرورت نہیں۔ مگر دوسری تاریخوں میں یہ بات نہیں ہے۔ نمبر۲: اسلام چونکہ دین فطرت اور دین عدل وانصاف ہے اس میں مساوات وہمہ گیری ہے اللہ تعالیٰ نے یہی پسند فرمایا ہے کہ اسلامی مہینے ادلتے بدلتے موسم میں آیا کریں لہذا قمری تقویم کو بنیاد قرار دیا۔ اگر اسلام دیگر اقوام کے طریقے کو گوارہ کر لیتا (یعنی شمسی تقویم کو قبول کر لیتا) تو رمضان کا مہینہ (ماہ صیام) کسی ایک مقام پر ہمیشہ ایک ہی موسم میں آیا کرتا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ نصف دنیا کے مسلمان جہاں موسم سرد اور دن چھوٹے ہوتے ہیں ہمیشہ آسانی میں رہتے۔ روزے کے علاوہ سفر حج کا بھی یہی حال ہے۔ لہذا مساوات وجہانگیری کا تقاضا یہی تھا کہ ماہ وسال کا حساب قمری تقویم پر مبنی ہو دنیا کے مروجہ سنین کا آغاز متعلق ہے یا کسی بادشاہ کی پیدائش پر سن کا آغاز کیا گیا یا وفات پر یا زلزلہ و کسی حادثہ پر مسلمانوں کے لیے سن ہجری کا آغاز ہجرت نبی ﷺ سے شروع کیا گیا یہ اشارہ ہے کہ مسلمان اسلام کی خاطر کسی بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے اسلامی تقویم میں مہینے کا پہلا دن مبارک جمعہ قرار دیا گیا ہے۔ یکم محرم (۱) ہجری کو بھی جمعہ تھا جمعہ کو اجتماعی طور پر

اللہ کی عبادت کرنے کا دن اور ذکر کا دن قرار دیا گیا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قمری تاریخ کو اپنائیں اسی کو رواج دیں۔ دفاتر حساب وکتاب میں اسلامی تاریخ پر عمل کریں۔ ہجرت نبوی ﷺ کے نتیجہ میں دنیا میں ایک مکمل وکامل ضابطہ حیات آیا اور انسانوں میں صداقت، شرافت، امانت، احتساب، حق پسندی، ضبط نفس، ایثار وقربانی، فرض شناسی، صبر واستقامت، شجاعت وبسالت، اطاعت امر اور اتباع قانون کے اوصاف دنیا میں ظاہر ہوئے۔ آج بھی مسلمان اگر واقعی دنیا میں امن وعزت کامیابی چاہتے ہیں تو انہیں حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا ہوگا۔ اللہ توفیق عمل نصیب فرمائیں۔ آمین!

مسلمانوں کی حبشہ کی طرف ہجرت اور حضرت جعفر بن ابی طالب کی حق گوئی:

مسلمانوں کو اور ان کے سردار فخر دو عالم ﷺ کو ستانے کی کافروں نے جب انتہا کردی تو حضور ﷺ نے بعض صحابہ کو ہجرت کی اجازت فرمادی۔ بہت سے حضرات نے حبشہ کی طرف ہجرت کی حبشہ کا بادشاہ اگرچہ نصرانی تھا مگر بڑا رحم دل تھا۔ ان ہجرت کرنے والوں میں تراسی (۸۳) مرد اور اٹھارہ (۱۸) عورتیں تھیں۔ بادشاہ حبشہ نے ان مسلمانوں کی کافی عزت وتکریم کی ادھر مشرکین مکہ کو جب معلوم ہوا کہ مسلمان تو حبشہ میں مزے کررہے ہیں ان کا وہاں بھی تعاقب کیا جائے چنانچہ قریش مکہ کا ایک وفد بہت سے تحفے تحائف لے کر گیا اور وہاں کے پادریوں اور بادشاہ کے مصاحبوں کو دیئے۔ پھر ان کے ذریعہ بادشاہ تک پہنچے اور کہا کہ ہمارے علاقے کے کچھ بے وقوف لڑکے اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر ایک جدید دین میں داخل ہوگئے جس کو نہ آپ جانتے ہیں نہ ہم جانتے ہیں ہمیں مکہ کے شرفاء وسرداروں نے بھیجا ہے کہ ان کو واپس لائیں آپ ان کو ہمارے حوالے کریں۔ بادشاہ نے کہا پہلے ان کو بلاکر تحقیق ہوگی اس کے بعد اگر تمہاری بات صحیح ہوئی تو پھر تمہارے حوالے کروں گا۔ ورنہ نہیں۔ مسلمانوں کو بھی معلوم ہوگیا آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ بات سیدھی حق کی صاف کہنی ہے۔ چنانچہ بادشاہ سے بات کرنے کے لیے حضرت جعفر بن ابی طالب کا مشورہ ہوا جب یہ بادشاہ کے سامنے گئے تو صرف سلام کیا۔ کسی نے اعتراض کیا کہ تم نے آداب شاہی کے مطابق بادشاہ کو سجدہ کیوں نہیں کیا۔ ان لوگوں نے کہا ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ نہ کرو، سبحان اللہ ان مشکل حالات میں بھی حق گوئی اور دین مصطفیٰ ﷺ کا دامن نہیں چھوڑا۔ ایک مسلمان ہم ہیں جو معمولی دنیاوی مفاد کے لیے دین کو چھوڑ دیتے ہیں۔ بہرحال بادشاہ نے ان سے حال پوچھا تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور فرمایا اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے، نہ اللہ کو جانتے تھے، نہ اس کے رسولوں سے واقف تھے۔ پتھروں کی پوجا

کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، برا کام کرتے تھے، رشتے ناطے توڑتے تھے ہم میں طاقت والا کمزور کو مار دیتا تھا۔ اسی حال میں ہم تھے کہ اللہ نے ہماری طرف اپنا رسول بھیجا جس کے نسب کو، اس کی سچائی کو، اس کی امانت داری کو، پرہیز گاری کو ہم خوب جانتے ہیں اس نے ہم کو ایک اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کی طرف بلایا اور پتھروں اور بتوں کے پوجنے سے منع فرمایا ہے۔ اس نے ہم کو سچ بولنے کا حکم دیا۔ نماز، روزہ، صدقہ، خیرات کا حکم دیا اور اچھے اخلاق کی تعلیم دی۔ زنا بدکاری، جھوٹ بولنا، یتیم کا مال کھانا، کسی پر تہمت لگانا اور اس قسم کے برے اعمال سے منع فرمایا ہم کو قرآن پاک کی تعلیم دی ہم اس پر ایمان لائے اور اس کے فرمان کی تعلیم کی جس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی اور ہم کو ہر طرح ستایا۔ ہم لوگ مجبور ہو کر تمہاری پناہ میں اپنے نبی ﷺ کے ارشاد سے آئے۔ بادشاہ نے کہا جو قرآن تمہارے نبی ﷺ لے کر آئیں ہیں وہ کچھ مجھے سناؤ۔ حضرت جعفر ؓ نے سورہ مریم کی اول چند آیتیں پڑھیں جس کو سن کر بادشاہ بھی رو دیا اور اس کے پادری بھی جو بہت زیادہ موجود تھے۔ سب کے سب اس قدر روئے کہ داڑھیاں تر ہوگئیں۔ اس کے بعد بادشاہ نے کہا خدا کی قسم یہ تمہارا اور جو کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے ایک ہی نور سے نکلے ہیں اور لوگوں سے صاف انکار کر دیا کہ میں ان مسلمانوں کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ مشرکین و کفار مکہ بڑے پریشان ہوئے کہ بڑی ذلت اٹھانا پڑی۔ آپس میں مشورہ کر کے ایک شخص نے کہا کہ کل میں ایسی تدبیر کروں گا کہ بادشاہ ان کی جڑ ہی کاٹ دے گا۔ ساتھیوں نے کہا انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے پھر بھی یہ ہمارے رشتہ دار ہیں۔ اگرچہ مسلمان ہیں مگر اس نے نہ مانا دوسرے دن پھر بادشاہ کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ ان کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے۔ بادشاہ نے پھر مسلمانوں کو بلایا۔ صحابہ ؓ کہتے ہیں۔ دوسرے دن بلانے سے ہمیں مزید پریشانی ہوئی بہر حال گئے۔ بادشاہ نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تمہارا کیا اعتقاد ہے۔ حضرت جعفر ؓ نے کہا وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی ﷺ پر ان کی شان میں نازل ہوا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اس کے رسول ہیں۔ اس کی روح ہیں اور اس کا کلمہ جس کو خدا نے کنواری اور پاک مریم کی طرف ڈالا۔ بادشاہ نجاشی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس کے سوا کچھ نہیں فرماتے۔ پادری لوگ آپس میں بچ بچ کرنے لگے نجاشی نے کہا تم جو چاہے کہو۔ اس کے بعد نجاشی نے ان مشرکین کے تحفے واپس کر دیئے اور مسلمانوں سے کہا کہ تم امن سے رہو۔ جو تمہیں ستائے گا اس کو تاوان دینا ہوگا۔ (خمیس) اس کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کا اکرام اور بھی زیادہ ہونے لگا اور اس وفد کو ذلت سے واپس آنا پڑا۔

مسلمانوں نے اللہ پر توکل کر کے ہجرت کی اللہ نے مدد فرمائی۔ پھر بادشاہ کے سامنے حق گوئی کی تو اللہ نے مدد فرمائی اس لیے ہمیں چاہیے کہ دین کی خاطر اپنی خواہشات کو قربان کرنا سیکھیں اور حق گوئی کریں۔ جھوٹ سے باز رہیں تو ہمارے ساتھ بھی اللہ کی مدد و نصرت شامل ہوگی۔ یا اللہ عمل کی توفیق عطا فرما!

سن ہجری اور اس کی اہمیت

حقیقی مہاجر:

رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، فرماتے ہیں: کہ مؤمن وہ ہے جس کے ہاتھ سے لوگوں کی جان اور مال امن میں رہیں اور مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں اور مجاہد وہ ہے جو اللہ کی راہ میں اپنی جان لڑا دے اور مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں کو چھوڑ دے (مصابیح بحوالہ مجالس الابرار)

تشریح: ہجرت کا عمل قیامت تک جاری رہے گا ایمان والے اپنے ایمان کو بچانے کی خاطر مال و ملک کو وطن چھوڑتے رہیں کے کامل مہاجر وہ ہے جو تمام گناہوں کو جو ممنوعات خداوندی میں ترک کر دے اور اللہ کے احکامات و امر بجالاتا رہے۔ چنانچہ ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ "مہاجر کامل وہی شخص ہے جو اللہ کے منع کیے ہوئے کاموں کو چھوڑ دے" اور اس حدیث میں حضور ﷺ نے فرمادیا ہے کہ ہجرت فحش کاموں، ممنوعات کو چھوڑنے اور عبادت و بندگی میں کوشش کرنے کا نام ہے۔ اس لیے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ سب گناہوں سے فوراً توبہ کرے کیونکہ گناہوں سے توبہ کرنا خواہ صغیرہ ہوں خواہ کبیرہ فی الفور واجب ہے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ "تباہ ہو گئے تاخیر کرنے والے" اور تاخیر کرنے والے وہ لوگ ہیں جو کہا کرتے ہیں کہ اب توبہ کریں گے۔ اب توبہ کریں گے ایک حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ "تمام آدمی بڑے ہی گنہگار ہیں لیکن سب سے اچھے گناہ گار وہ ہیں جو توبہ بھی کر لیتے ہیں" توبہ دل سے گناہ کو چھوڑنے کا نام ہے خالی زبان سے توبہ کوئی فائدہ نہ دے گی۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کا تو کیا کہنا جس میں آدمی ظلم پر ہر وقت تلے ہوتے ہیں اور اس کے حریص ہو رہے ہیں اور اس سے باز نہیں آتے اور تسبیح ہاتھ میں لے کر سمجھتے ہیں کہ میں اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں حالانکہ وہ محض مسخرا پن اور تحقیر ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ صرف زبان سے توبہ کرنا اور اعضاء سے گناہ پر اڑا رہنے والا گویا اپنے پروردگار سے دل لگی (مذاق) کرتا ہے۔

حقیقی توبہ:

حقیقی توبہ وہی ہے کہ زبان سے مغفرت مانگے اور دل میں یہ نیت کرے کہ اب پھر کبھی گناہ نہ کروں گا تو ایسی توبہ جب کوئی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ خواہ کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں۔ اس لیے کہ کوئی گناہ کفر سے بڑھ کر نہیں ہے اور خود کافروں کے حق میں اللہ یوں فرماتا ہے، ترجمہ: ''جو لوگ کافر ہو گئے ہیں ان سے کہہ دو کہ اگر تم اپنے کفر سے باز آ جاؤ تو تمہارے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''

تو اندازہ کریں کہ اس سے کم درجہ کے گناہ کیوں معاف نہ فرمائے گا۔

ایک روایت میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم میں سے کوئی شخص اتنے گناہ کرے کہ زمین سے آسمان تک بھر جائیں پھر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کر لیتا ہے لیکن یاد رکھیں توبہ کے بعد جو نمازیں رہ گئی تھیں۔ وہ قضا کرے روزے بھی قضا کرے اور حقوق العباد ادا کرے یا ان سے معاف کرائے اگر اہل حق نہ مل سکے تو صدقہ کرے اور جو کوئی تنگدست ہو تو کثرت سے نیک اعمال کرے مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت کرے جن پر ظلم کیا ہے۔ خدا سے اُمید ہے کہ وہ اس کے مدعیوں کو اپنے لطف وکرم سے قیامت کے دن راضی کر دے گا۔ عمل جہاد، حج، زکوٰۃ، نماز، ہجرت یہ سب بڑے فضیلت کے اعمال ہیں۔ لیکن اخلاص ضروری ہے۔ اگر اخلاص کی کمی ہے تو بھی اعمال خیر نہ چھوڑے اور اخلاص کی دعاء کرتا رہے۔ اللہ اپنے فضل سے قبول فرمالیں گے۔

اللہ ہم سب کو اپنے احکامات پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین یارب العالمین!

حقیقی توبہ کا ثبوت:

حقیقی توبہ کا ثبوت انسان کا خاتمہ ہے، اگر خاتمہ ایمان پر ہوا تو یہ کامیاب وکامران ہوا اور اگر خاتمہ کفر پر ہوا تو ناکام ہوا۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حسن خاتمہ کے لیے تین عمل مجرب ہیں:

(۱) کہ موجودہ ایمان پر شکر کرتا رہے۔

(۲) ہر فرض نماز کے بعد دعائے استقامت علی الایمان مانگتا رہے کہ خدا تعالیٰ ہدایات پر قائم رکھیں۔

(۳) اہل اللہ وبزرگان دین کی خدمت میں حاضری دیتے رہیں۔ انشاء اللہ حسن خاتمہ نصیب ہوگا۔

زور راہگذار و زاری راہگیر ☆ رحم سوئے زاری آید ای فقیر
(رومیؒ)

خطبہ (۵):

شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ

شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ

ایک ضروری بات۔ عموماً کہا جاتا ہے حضرت امام حسین علیہ السلام، یاد رکھیں یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ اس لیے ان کو رضی اللہ عنہ کہنا چاہیے۔ علیہ السلام کی اصطلاح انبیاء علیہم السلام کے لیے مخصوص ہے۔ حضرت حسین علیہ السلام روافض وسبائی کہتے ہیں ان کی سنا سنی اہل سنت بھی کہتے ہیں۔ شیعوں کے نزدیک چونکہ عقیدہ امامت ہے اور وہ امامت کو نبوت سے بھی افضل مانتے ہیں۔ اس لیے وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کہتے ہیں۔

سنیوں کو شیعوں کی تقلید سے پرہیز کرنا چاہیے جیسے باپ کی اصطلاح مخصوص ہے بیٹے بھتیجے کی اصطلاح مخصوص ہے باپ کو بیٹا نہیں اور بیٹے کو باپ نہیں کہتے۔ اسی طرح جو اصطلاح انبیاء علیہم السلام کے لیے مخصوص ہوگئی ہے اس سے کسی اور کے لیے استعمال کرنا غلط ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

((عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ)) [ترمذی، مشکوۃ]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا نبی کریم ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ ان تمام اہل اسلام سے افضل ہیں جو اللہ کی راہ میں جوانی کی حالت میں مرے۔ دوسرا مطلب شباب سے مراد جوان العمر نہیں ہے بلکہ فتوت یعنی جوانمردگی اور کریم کے معنی ہیں اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ دونوں تمام جوانمردوں کے سردار ہیں علاوہ انبیاء وخلفاء راشدین کے۔

حسن وحسین رضی اللہ عنہما پھول ہیں:

((عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ ھُمَا رَیْحَانَایَ مِنَ الدُّنْیَا)). [مشکوۃ]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ یہ

شک حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ میری دنیا کے پھول ہیں۔ یعنی جیسے پھول خوبصورت وخوشبو والا ہوتا ہے انسان کو اس سے محبت ہوتی ہے۔ اسی طرح مجھے حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ سے محبت ہے۔

((وَعَنْ سَلْمٰی قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی اُمِّ سَلَمَةَ وَهِیَ تَبْكِیْ فَقُلْتُ مَا یُبْكِیْكِ قَالَتْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَعْنِیْ فِی الْمَنَامِ وَعَلٰی رَاْسِهٖ وَلِحْیَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَالَكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَیْنِ آنِفًا)) [مشکوٰۃ]

حضرت سلمیٰ (جو حضرت ابو رافع کی زوجہ ہیں) بیان کرتی ہیں کہ ایک دن میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی کیا دیکھتی ہوں کہ وہ رو رہی ہیں میں نے پوچھا کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا! میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا یعنی خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ آپ ﷺ کا سر اور داڑھی گرد آلود ہے پھر جب میں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ گرد آلود کیوں ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا! میں ابھی حسین رضی اللہ عنہ کی قتل گاہ میں موجود تھا اور وہاں دیکھ رہا تھا کہ میرے جگر کے ٹکڑے کو ظالموں نے کس بے دردی کے ساتھ شہید کیا۔

فائدہ: حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنھا کے خواب میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ پیش آنے سے پہلے ہی خواب میں اس کا وقوعہ دکھایا گیا۔

((وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ الْحَسَنُ اَشْبَهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا بَیْنَ الصَّدْرِ اِلَی الرَّاْسِ وَالْحُسَیْنُ اَشْبَهُ النَّبِیِّ ﷺ مَا كَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ)) [ترمذی، مشکوٰۃ]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حسن رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے سر سے لے کر سینہ تک کے حصہ میں بہت مشابہ ہیں اور حسین رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے سینے سے لے کر بعد کے جسم کے حصہ تک مشابہ ہیں۔ گویا دونوں صاحبزادے حضور ﷺ کے بہت زیادہ مشابہ تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت:

رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی تھی کہ میرا بیٹا حسن رضی اللہ عنہ اُمت کے دو بڑے گروہوں کی صلح کرائے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی وصیت کرادی کہ میرے مرنے کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ سے فوراً صلح کر لینا اور ان کے امیر المؤمنین ہونے سے کراہیت نہ کرنا کیونکہ اگر تم ان کو بھی کھوا بیٹھے تو اُمت کے اندر تفرقہ کے تلخ ترین نتائج تمہیں بھگتنے پڑیں گے۔ شیعوں کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں خلافت کے لیے اپنے بیٹے حسن کو نامزد کرتا ہوں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ میرا یہ صلح کل فرزند کسی قیمت پر

بھی مسلمانوں میں لڑائی گوارہ نہ کرے گا اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے بموجب صلح بین المسلمین کا باعث ہوگا۔ چنانچہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے والد بزرگوار کی تدفین (جہاں بھی ہوئی) سے فارغ ہو کر اور ابن ملجم کو ٹھکانے لگا کر اپنے اشیاع کو فرمایا کہ میں اس شرط پر تم سے بیعت لیتا ہوں کہ تم صلح و جنگ میں میری متابعت کرو گے پھر فرمایا میرے والد علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت (یعنی امیر المؤمنین ہونے) سے کراہت نہ کرنا اگر تم نے ان کو ہاتھ سے کھو دیا تو دیکھو گے کہ مونڈھوں پر سر حنظل کی طرح کٹ کٹ کر ادھر ادھر گریں گے، جلد نمبر ۲ شرح نہج البلاغۃ ابن الحدید وازالۃ الخفاء جلد نمبر ۲ ص ۲۸۲ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۳۱ بحوالہ تذکرہ (رسالہ مجالہ نافعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کوفہ میں حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی۔ اب معلوم ہوا کہ نئے سرے سے تصادم کی نوبت آنے والی ہے۔ ادھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کوفے سے چالیس ہزار فوج لے کر چلتے ہیں۔ ادھر حضرت معاویہ دمشق سے ایک بڑی فوج لے کر روانہ ہوتے ہیں۔ مدائن کے آس پاس دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوتی ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی فوج کا ہراول دستہ آگے آگے جا رہا تھا۔ اس کے متعلق یہ افواہ اڑ گئی کہ اس کو شکست ہوگئی یہ افواہ کس نے اڑائی۔ واللہ اعلم۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہی کوفی جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے وہاں طوفان بدتمیزی برپا کر دیا کہ بیان سے باہر ہے۔ بغاوت کر دی، خیمے لوٹ لیے۔ جناب حسن رضی اللہ عنہ پر دست درازی کی آں جناب رضی اللہ عنہ کے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ ان باغی کوفیوں کے ہاتھوں اپنی جان کا خطرہ دیکھ کر آں جناب رضی اللہ عنہ کو کسریٰ کے محل میں پناہ لینا پڑی۔ چنانچہ انہوں نے مصالح دین کی خاطر وہیں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مصالحت کی پیش کش کر دی۔ جسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فوراً قبول کر لیا اور اپنی طرف سے ایک سادہ سفید کاغذ پر اپنی مہر لگا کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھیج دیا کہ جو شرطیں آپ چاہیں لکھ دیں مجھے منظور ہوں گی۔ جس کو ہم بلینک چیک سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ چنانچہ مصالحت ہوگئی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تمام شرائط حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے منظور کر لیں اور الحمد للہ تقریباً پانچ سال کے اختلاف، افتراق، انتشار اور باہمی خانہ جنگی کا دروازہ بند ہوا۔ اب پورا عالم اسلام ایک وحدت بن گیا۔ واضح رہے کہ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیعت خلافت کی ہے۔ اس صلح کے واقعہ پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں تبصرہ فرمایا کہ "اگر خلافت ان کا یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حق تھی تو ان تک پہنچ گئی اور اگر میرا حق تھی تو میں نے بھی ان کو سونپ دی۔" لیکن وہ سازشی سبائی اس صورت حال سے سخت مشتعل تھے۔ انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر طعن کی۔ آپ کی طرح طرح سے توہین کی آپ کو "یا عار المؤمنین" یعنی اے اہل ایمان کے حق میں عار اور ننگ اور

شرم کے باعث انسان" اور" یا مذل المومنین، یعنی اے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے انسان" کہا گیا یہ توہین آمیز خطابات وہ لوگ آپ کو دیتے تھے جو بظاہر آپ کے حامی تھے۔ وہ برملا کہتے کہ" اے حسن رضی اللہ عنہ تم نے صلح کر کے ہماری ناک کٹوا دی ہے اور" اہل ایمان کے لیے تم نے کوئی عزت کا مقام باقی نہیں رکھا ہے"۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس امت کی طرف سے ابد الآباد تک حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو جزائے خیر دے کہ ان کے اس ایثار کی بدولت وہ رخنہ بند ہو گیا اور وہ دراڑ نہ ہو گئی جو عالم اسلام میں اس آپس کے خلفشار کی وجہ سے پڑ گئی تھی۔ پورے بیس برس تک عالم اسلام پھر متحد رہا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے یہ بیس سال امن کے سال ہیں باہمی خانہ جنگی ختم ہو گئی۔

ع ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

کی کیفیت پیدا ہوئی اور دعوت و تبلیغ اور جہاد و قتال کے عمل کا احیاء ہوا۔ توسیع از سر نو شروع ہوئی۔ فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا۔ یہ بیس سالہ دور خلافت راشدہ کے بعد امت کی تاریخ میں جتنے بھی ادوار آئے ان میں سب سے افضل اور بہتر دور ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جھگڑے ہوئے ہیں اور مسلمانوں میں آپس میں جنگیں ہوئیں، حاشہ وکلا کوئی الزام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات پر نہیں۔ اس میں ان کا کوئی قصور نہ تھا نہ کوتاہی معاذ اللہ۔ یہ تو اغیار کی سازش تھی کہ انہوں نے فتنہ کی آگ کو اس طرح بھڑکایا تھا کہ اس کو بجھایا نہ جا سکا (سانحہ کربلا)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور حکومت امن کا دور:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور حکومت بیس سال امن کا دور رہا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی وہیں ہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی دس سال تک زندہ رہے۔ سن ۴۱ھ میں یہ صلح ہوئی اور سن ۵۱ھ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا ہے ان کا انتقال زہر کے اثر سے ہوا۔ زہر کس نے کیوں دیا؟ اس کا تعلق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہونا بعید از قیاس ہے ان کو کیوں ضرورت پیش آئی تھی کہ وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلواتے جبکہ صلح کے بعد ان دونوں کے قریبی اور دوستانہ مراسم تھے۔ زہر دینے والا کوئی سمجھ میں آ سکتا ہے تو وہی گروہ (سبائی) ہو سکتا ہے کہ جس نے آں جناب رضی اللہ عنہ کو" عار المومنین" اور" مذل المومنین" جیسے اہانت آمیز خطابات دیئے تھے اور آپ کو طرح طرح سے ذہنی اذیتیں پہنچائی تھیں۔ ظاہر ہے کہ زہر دلایا ہوگا۔ تو اسی گروہ نے دلوایا ہوگا (سانحہ کربلا)

اس کے بعد آتا ہے امیر یزید کی بحیثیت ولی عہد نامزدگی اور پھر ان کے دور حکومت میں سانحہ کربلا کا واقعہ جو دردناک بھی ہے اور افسوسناک بھی ہے اور جس نے بلاشک وشبہ تاریخ اسلام پر

تاریخ اسلام میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ علیہ و علی آبائہ و اجدادہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت جو اہمیت رکھتی ہے محتاج بیان نہیں۔ خلفائے راشدین کے عہد کے بعد جس واقعہ نے اسلام کی دینی، سیاسی، اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ اثر ڈالا ہے وہ ان کی شہادت کا عظیم واقعہ ہے بغیر کسی مبالغہ کے کہا جا سکتا ہے دنیا کے کسی المناک حادثہ پر نسل انسانی کے اس قدر آنسو نہ بہے ہوں گے جس قدر اس حادثہ پر بہے ہیں۔ چودہ سو برس کے اندر چودہ سو محرم گزر چکے ہیں اور محرم اس حادثہ کی یاد تازہ کرتا رہا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسم خونچکاں سے دشت کربلا میں جس قدر بہا تھا اس کے ایک ایک قطرہ کے بدلے دنیا اشک ہائے ماتم والم کا ایک ایک سیلاب بہا چکی ہے (انسانیت کے موت کے دروازے پر) معصومیت خاصہ نبوت ہے نبوت ختم ہوئی تو معصومیت بھی ختم ہوئی نبوت کے بعد اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے وحی و نبوت کا دروازہ بند ہے اور تا قیامت بند رہے گا۔

تاریخ انسانی کا بقایا سارا دور اجتہاد کا ہے۔ اجتہاد میں مجتہد اپنی امکانی حد تک کوشش کرتا ہے کہ اس کی رائے قرآن و سنت ہی سے ماخوذ مستنبط ہو لیکن وہ معصوم عن الخطاء نہیں ہے اس اجتہاد میں خطا بھی ہو سکتا ہے لیکن اگر نیک نیتی کے ساتھ خطا ہے تو ہمارا عقیدہ ہے کہ مجتہد مخطی کو بھی اجر و ثواب ملے گا اگرچہ اکہرا اور مجتہد اگر مصیب ہو یعنی صحیح رائے تک پہنچ گیا تو اسے دوہرا اجر ملے گا۔ جبکہ شیعہ مکتب فکر کا عقیدہ امامت معصوم کا ہے وہ اپنے آئمہ بھی معصوم مانتے ہیں اور ہر عقیدہ پر کھتے ہیں ان سے خطا کا صدور ممکن نہیں ہمارے اعتبار سے تو اس قسم کی امامت نبوت بن جاتی ہے اور ہر قسم کی نبوت کو ہم ﷺ پر ختم مانتے ہیں۔

اہلسنت کا موقف:

اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ خطاء کا احتمال و امکان ہر صحابی کے بارے میں ہو سکتا ہے لیکن ہم اس خطاء کو اجتہادی قرار دیں گے۔ اسے نیک نیتی پر محمول کریں گے۔ یہ بات ہر صحابی کے بارے میں کہی جائے گی۔ یہی بات اور یہی رائے نہ صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہی جا سکتی ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہاں تک کہ حضرات شیخین اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہی جا سکتی ہے۔

ابو خالد یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولی عہدی:

یزید کی ولی عہدی کے بارے میں دو آراء ممکن ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات حضرت

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ جو مسلمہ طور پر ایک نہایت ذہین وفہیم مدبر اور دور سے نگاہ رکھنے والے صحابی مانے جاتے تھے کہ دیکھیے، مسلمانوں میں آپس میں جو کشت وخون ہوا اور پانچ برس کا عرصہ جو آپس کی لڑائی جھگڑے میں گزرا کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے بعد پھر وہی حالات پیدا ہو جائیں۔ لہٰذا اپنی جانشینی کا مسئلہ اپنی زندگی ہی میں طے کر کے جایئے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کسی لالچ اور کسی انعام کی اُمید کی وجہ سے یا چاپلوسی کے خیال سے یہ رائے نہیں دی تھی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ان اصحاب میں شامل ہیں جنہوں نے حدیبیہ میں نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر وہ بیعت کی تھی جس کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اس بیعت پر سورۃ فتح میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا ہے چنانچہ وہ اصحاب شجرہ میں سے ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پورے عہد حکومت میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے حامیوں (Supporters) میں رہے اور ہر مرحلے میں انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ لیکن وہ اُمت کے حالات کو دیکھ رہے تھے آپس کی خانہ جنگی کا انہیں تلخ اور دردناک تجربہ ہوا تھا۔ لہٰذا ان حالات میں مغیرہ رضی اللہ عنہ کی سمجھ میں مصالح اُمت کا یہی تقاضا آیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنا کوئی جانشین فرما دیں۔ چونکہ اس وقت فی الواقع بحیثیت مجموعی اُمت کے حالات اس جمہوری اور شورائی مزاج (Character Republician) کے متحمل نہیں رہے ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ نے پیدا فرمایا تھا۔ لہٰذا حالات کے پیش نظر ایک سیڑھی نیچے اُتر کر فیصلہ کرنا چاہیے چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے دلائل کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اصرار کیا کہ وہ اپنا جانشین نامزد کر دیں اور اس کی بیعت ولی عہدی لیں پھر انہی نے جانشینی کے لیے یزید کا نام تجویز کیا۔ یہاں یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ جو شخص بھی کسی درجہ میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بدنیت قرار دے گا۔ اس کا معاملہ اہل سنت سے جدا ہو جائے گا۔ اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ ''اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ'' بدنیتی کی نسبت ہم ان کی طرف نہیں کر سکتے۔ جو شخص بدنیتی کو کسی صحابی رسول ﷺ کی طرف منسوب کرتا ہے جان لیجیے کہ وہ خواہ اور کچھ بھی ہو بہرحال اہل سنت والجماعت میں شمار نہیں ہوگا۔ اب تصویر کا دوسرا رُخ دیکھیے۔ یعنی جن کی نیک نیتی ہر شبہ سے بالاتر ہے انہوں نے یہ محسوس کیا کہ یہ عمل اسلام کے مزاج کے ساتھ مناسبت رکھنے والا نہیں ہے ان میں پانچ نام بہت مشہور ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت حسین اور حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم ان پانچوں نے یزید کی ولی عہدی سے انکار کیا ان پانچ کے علاوہ اُمت کی عظیم ترین اکثریت نے بیعت کر لی ہے جس میں کثیر تعداد میں

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی شامل ہیں جو بھی صحابہ کرام ؓ اس وقت موجود تھے ان میں سے جنہوں نے ولی عہدی کی بیعت کی اور جنہوں نے انکار کیا وہ سب کے سب نیک نیت تھے۔ سب کی پیش نظر اُمت کی مصلحت تھی۔ حضرت حسن ؓ نے جو ایثار فرمایا تھا وہ تو تا قیام قیامت اُمت پر ایک احسان عظیم شمار ہوگا۔ یہ بات بھی پیش نظر رکھیے کہ جو دوسرا مکتب فکر ہے وہ حضرت حسن ؓ کو بھی امام معصوم مانتا ہے لہٰذا ان کا طرز عمل خود ان کے اپنے عقیدے کے مطابق صد فیصد درست قرار پاتا ہے۔

حضرت حسین ؓ کا موقف:

اہل سنت اس معاملے میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ پوری نیک نیتی سے حضرت حسین ؓ یہ سمجھتے تھے کہ اسلام کے شورائی اور (اسلامی) مزاج کو بدلا جا رہا ہے حالات کے رخ کو اگر ہم نے تبدیل نہ کیا تو وہ خالص اسلام جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ لے کر آئے تھے اور وہ کامل نظام جو حضور ﷺ نے قائم فرمایا تھا، اس میں کجی کی بنیاد پڑ جائے گی۔ لہٰذا اسے ہر قیمت پر روکنا ضروری ہے۔ یہ ان کی رائے تھی اور پوری نیک نیتی سے تھی۔

اہل کوفہ کا اصرار:

شہر کوفہ کے لوگ ان کے ہاتھ بیعت کرنے کے لیے برابر ان کو پیغامات بھیج رہے تھے اور کوفیوں کے خطوط سے حضرت حسین ؓ کے پاس بوریاں بھر گئیں تھیں۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ کوفہ صرف ایک شہر نہیں تھا بلکہ اس کی سیاسی اور فوجی حیثیت سے بڑی اہمیت تھی۔ لہٰذا آں جناب ؓ کی رائے تھی کہ اہلیان کوفہ کے تعاون سے وہ حالات کا رُخ صحیح جانب موڑ سکتے ہیں کہ اس رائے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی شریک تھے کہ ولی عہدی کی جو رسم پڑ چکی تھی وہ اسلام کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی لیکن وہ آگے جا کر اختلاف کرتے ہیں ان کا اختلاف تھا کہ کامیابی کے احکامات کے بارے میں وہ کوفہ والوں کو قطعی ناقابل اعتبار سمجھتے تھے۔ ظاہر بات ہے کہ کسی اقدام سے پہلے خوب اچھی طرح جائزہ لینا ہوتا ہے کہ اقدام کے لیے جو وسائل و ذرائع ضروری ہیں وہ موجود ہیں یا نہیں نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان پر قتال مکے میں فرض نہیں ہوا تھا بلکہ مدینے میں ہوا جبکہ اتنی قوت بہم پہنچ گئی تھی کہ قتال سے اچھے نتائج کی توقع کی جا سکے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مخلصانہ رائے تھی کہ کامیاب اقدام کے لیے جو اسباب درکار ہیں وہ فی الوقت موجود نہیں لہٰذا وہ حضرت حسن ؓ کو کوفہ والوں کی دعوت قبول کرنے اور وہاں جانے سے باصرار والحاح منع کرتے رہے۔ لیکن حضرت حسین ؓ کی

رائے یہ تھی کہ کوفہ والوں کی دعوت قبول کر لینی چاہیے کہ اگر کوفہ کی عظیم اکثریت ان کا ساتھ دینے کے لیے آمادہ ہے تو وہ تبدیلی جو نظام میں لائی جا رہی ہے اس کا ازالہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ کوفہ اجتماعی اہم مقام پر واقع تھا یہاں سے اس شاہراہ کا کنٹرول ہوتا ہے جو ایران و شام کی طرف جاتی ہے لیکن اس رائے سے تینوں عبادلہ عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اختلاف کر رہے ہیں۔ یہ اختلاف بھی معاذ اللہ بدنیتی پر مبنی نہیں تھا بلکہ نیک نیتی پر مبنی تھا ان تینوں حضرات نے لاکھ سمجھایا کہ آپ کوفہ والوں پر ہرگز اعتبار نہ کیجیے۔ یہ لوگ قطعی بھروسے کے لائق نہیں ہیں وہ لوگ جو کچھ آپ کے والد بزرگوار کے ساتھ کرتے رہے ہیں۔ اس کو یاد کیجیے جو کچھ آپ کے برادر محترم کے ساتھ کر چکے ہیں اس کو پیش نظر رکھیے۔ یہ عین ممکن ہے کہ ان کے دل آپ کے ساتھ ہوں لیکن ان کی تلواریں حمایت میں نہیں اٹھیں گی۔ بلکہ معمولی خوف یا ذرا لالچ سے آپ کے خلاف اٹھ جائیں گی۔ لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ایک فیصلہ جس پر وہ کمال استقامت کے ساتھ عمل پیرا ہیں وہ اس معاملہ میں فرمان خداوندی ﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ یعنی "پہلے خوب غور کر لو، سوچ لو، امکانات کا جائزہ لے لو پھر اللہ پر بھروسہ کر کے اقدام کرو۔"

مسلک اہلسنت:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اقدام اور مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے ضمن میں کسی صحابی رسول پر بدنیتی اور نفسانیت کا حکم لگانے سے ایمان میں خلل واقع ہوگا بلا تخصیص تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عدول ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عزیمت کو اختیار کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد جب یزید کی ولی عہدی کا مسئلہ مدینہ منورہ میں پیش آیا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وہاں سے مکہ مکرمہ چلے گئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی ایسے ہی کیا۔ چند حضرات کی رائے یہ تھی کہ مکہ مکرمہ کو (Stronghold) اور اصل (Base) بنایا جائے اور اس ولی عہدی کے خلاف رائے عامہ کو ہموار کیا جائے۔ اسی اثناء میں کوفہ والوں نے خطوط بھیج کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تحقیق حال کے لیے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا۔ ان کی طرف سے بھی حوصلہ افزا اطلاعات ملیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر دونوں نے بہت سمجھایا کہ مکہ مکرمہ سے نہ نکلیے اور یہ دونوں حضرات رو پڑے کہ کہیں ایسا نہ ہو جس طرح امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر والوں کے سامنے ذبح کر دیا گیا اسی طرح آپ کے اہل و عیال کے سامنے آپ کو بھی ذبح کر دیا جائے۔ مزید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا کہ اگر آپ ضرور جاتے ہیں تو خواتین اور بچوں کو ساتھ نہ لے کر

جائیے۔ لیکن نہیں، دوسری جانب عزیمت کا ایک کوہ گراں ہے پیکر شجاعت ہے۔ سراپا استقامت ہے نیک نیتی سے جو فیصلہ کیا ہے اس پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد جب راستہ میں اطلاع ملی کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے اور کوفہ والوں نے غداری کی ہے اور حکومت وقت سے وفاداری کا عہد کر لیا ہے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے سفر جاری رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا چنانچہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار اٹھ کھڑے ہوئے کہ ہم خون کا بدلہ ضرور لیں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی وفا کرتے ہوئے ساتھ چلنے کا ارادہ کر لیا۔ اسی اثناء میں حضرت جعفر بن طیار رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عون اور حضرت محمد ان کا پیغام لے کر آئے ہیں: ''کہ خدا کے لیے ادھر مت جاؤ'' حتیٰ کہ قافلہ دشت کربلا میں پہنچ گیا۔ ادھر کوفہ سے گورنر ابن زیاد کا لشکر ایک ہزار افراد پر مشتمل آ گیا اور ان کو صرف ایک حکم تھا کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ دو صورتیں پیش کرے کہ آپ رضی اللہ عنہ نہ کوفہ کی طرف جا سکتے ہیں نہ مکہ مکرمہ یا مدینہ کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں ان دونوں سمتوں کے علاوہ جدھر آپ جانا چاہیں اس کی اجازت ہے۔ یہ تیسرا راستہ دمشق کا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے اختیار کرنے سے انکار کر دیا۔ اب مزید عمرو بن سعد کی قیادت میں چار ہزار کا لشکر کوفہ پہنچ گیا۔ یہ عمرو بن سعد جن کے نام کو گالی بنایا گیا ہے۔ یہ فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے از عشرہ مبشرہ کے بیٹے ہیں جن کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ قرابت داری بھی ہے وہ بھی مصالحت کی انتہائی کوشش کرتے ہیں اب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے تین صورتیں پیش ہوتی ہیں۔

۱) یا مجھے مکہ مکرمہ واپس جانے دیا جائے۔

۲) یا مجھے اسلامی سرحدوں کی طرف جانے دو۔

۳) یا میرا راستہ چھوڑ دو میں دمشق جا کر یزید سے اپنا معاہدہ خود طے کر لوں۔

لیکن اب گھیرا تنگ ہو گیا اور صورت حال یکسر بدل گئی ہے اس کی اصل وجہ کیا ہے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں ابن زیاد کے بھیجے ہوئے لشکروں کے سامنے جو خطبات دیئے اس میں انہوں نے بھانڈا پھوڑ دیا ہے کہ میرے پاس کوفیوں کے خطوط ہیں ان کے نام لے کر فرمایا یہ تمہارے خطوط ہیں لیکن ان کی جان پر بنی ہوئی تھی کہ مصالحت کی صورت میں حکومت وقت سے ان کی غداری کا جرم ثابت ہو جاتا ہے لہٰذا انہوں نے عمرو بن سعد کو مجبور کر دیا کہ وہ جنگ کرے اور مسلح تصادم ہو کر رہا اور آپ کے جانثاروں نے جانوں کے نذرانے پیش کیے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی ☆ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بظاہر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شکست ہوئی مگر فتح ہوئی حقیقت کے اعتبار سے اور اپنے کو ہر مراد کو پا گئے۔

سبائی سازش:

بڑی عیارانہ مہارت کے ساتھ سازشیوں نے یہ اختلاف برپا کرایا اسی گروہ نے حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو سازشوں کے تحت شہید کرایا۔

کسی بھی صحابی رسول ﷺ پر تنقید ہو خواہ حضرت علی ہوں یا حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہ ہوں ان کو خوشی ہوتی ہے حالانکہ تمام صحابہ حدیث کی رو سے ہدایت کے ستارے، عادل، جاں نثار رسول ﷺ ہیں کوئی بدنیتی نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ میں تھی نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ رضی اللہ عنہ میں تھی نہ حضرت عمرو بن العاص وابوموسیٰ اشعریؓ میں تھی حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما بھی مخلص تھے حضرت ابن عباس و حضرت ابن عمر بھی مخلص تھے۔ ہاں سبائیوں نے ہر موقع پر مصالحت کے امکانات ختم کرا کر منافقانہ وفادار بن کر لڑایا۔ جنگ جمل میں انہی سبائیوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان لڑائی برپا کرائی مگر لڑائی کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہؓ کے ساتھ وہی سلوک کیا جو ایک فرمانبردار بیٹا ماں کے ساتھ کرتا ہے۔ اسی سبائی رافضی گروہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ منافقانہ وفاداری کا دم بھرا اور کوفہ بلوایا اور پھر مصالحت کی تمام کوششیں ختم کرائیں اور اپنی سازش کو پروان چڑھایا پھر خود بھی اپنا انجام خراب کیا آخرت برباد کی۔ آج تک جو اختلاف چلا آرہا ہے اس سے اس گروہ شیطان کو خوشی ہوتی ہے کسی نے شمر کو گالی بنایا ہوا ہے کوئی یزید بن زیاد و عمر بن سعد کو کوستا ہے کوئی بدزبان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک کو برا بھلا کہنے سے نہیں چوکتا مگر ایک گروہ سازشی ہے جو بظاہر روتا ہے مگر حقیقت میں خوش ہوتا ہے تقیہ کی آڑ لیے ہوئے ہے۔

فرزدق سے ملاقات:

دوران سفر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی فرزدق شاعر سے ملاقات ''صفا'' نام مقام پر ہوئی آپ نے پوچھا ''تیرے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے؟'' فرزدق نے جواب دیا ''ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں'' راستہ میں بھیڑ چھٹ گئی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ آنے والے بہت سے بدوؤں کی جماعت یہ سن کر کہ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر قتل کر دیے گئے راستہ سے واپس آ گئے جو سمجھتے تھے کہ وہاں جا کر خوب مزے اڑائیں گے حلوے کے بھوکے تھے خون دینے والے مجنوں نہ تھے اس لیے بھاگ کھڑے ہوئے۔

حر بن یزید کی آمد:

ابن زیاد کی طرف سے حر بن یزید ایک ہزار کی فوج لے کر آپ کو گھیرے رہا۔ آپ کے پیچھے بمع فوج نماز بھی پڑھی آپ کے خطبات بھی سنے کوفہ والوں کے خطوط بھی دیکھے جن میں آپ رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا تھا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ادب کو حر بن یزید نے کافی ملحوظ رکھا اور آپ رضی اللہ عنہ سے لڑنے سے کترایا۔

مقام بیضہ پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا تاریخی خطبہ:

اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظلم کرتا ہے، اللہ کی قائم کی ہوئی حدیں توڑتا ہے، عہد الٰہی شکست کرتا ہے، سنت نبوی ﷺ کی مخالفت کرتا ہے، اللہ کے بندوں پر گناہ اور سرکشی سے حکومت کرتا ہے اور یہ دیکھنے پر نہ تو اپنے فعل سے اس کی مخالفت کرے، نہ اپنے قول سے، سو اللہ ایسے آدمی کو اچھا ٹھکانہ نہیں دے گا۔ دیکھو یہ لوگ شیطان کے پیرو بن گئے ہیں اور رحمان سے سرکش ہو گئے۔ فساد ظاہر ہے۔ حدود الٰہی معطل ہیں، مال غنیمت پر ناجائز قبضہ ہے، اللہ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرایا ہے، میں ان کی سرکشی کو حق و عدل سے بدل دینے کا سب سے زیادہ حق دار ہوں یہ تمہارے بے شمار خطوط اور قاصد میرے پاس پیام بیعت لے کر پہنچے تم عہد کر چکے ہو کہ تم مجھ سے بے وفائی نہ کرو گے، اگر تم اپنی اس بیعت پر قائم ہو تو یہ تمہارے لیے راہ ہدایت ہے، کیونکہ میں حسین ابن علی رضی اللہ عنہ ابن فاطمہ، رسول ﷺ کا نواسہ ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ ہے، میرے بال بچے تمہارے بال بچوں کے ساتھ ہیں مجھے اپنا نمونہ بناؤ اور مجھ سے گردن نہ موڑو، لیکن اگر تم یہ نہ کرو بلکہ اپنا عہد توڑ دو اور اپنی گردن سے بیعت کا حلقہ نکال پھینکو تو یہ بھی تم سے بعید نہیں تم میرے باپ، بھائی اور عم زاد مسلم سے ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ فریب خوردہ ہے جو تم پر بھروسہ کرے، لیکن یاد رکھو تم نے اپنا ہی نقصان کیا ہے اور اب بھی اپنا ہی نقصان کرو گے، تم نے اپنا ہی حصہ کھو دیا، اپنی قسمت بگاڑ دی جو بد عہدی کرے گا خود اپنے خلاف بد عہدی کرے گا، عجب نہیں اللہ عنقریب مجھے تم سے بے نیاز کر دے معاملہ کی جو صورت ہو گئی ہے تم دیکھ رہے ہو، دنیا نے اپنا رنگ بدل دیا منہ پھیر لیا، نیکی سے خالی ہو گئی ذرا سی تلچھٹ باقی ہے حقیری زندگی رہ گئی ہے ہولناکی نے احاطہ کر لیا ہے افسوس دیکھتے نہیں کہ حق پس پشت ڈال دیا گیا ہے باطل پر علانیہ عمل کیا جا رہا ہے کوئی نہیں جو اس کے ہاتھ پکڑے وقت آ گیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں رضائے الٰہی کی خواہش کرے لیکن میں شہادت ہی کی موت چاہتا ہوں، ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود جرم ہے" انسانیت موت کے دروازے پر"۔

زہیر کا جواب:

زہیر بن القین نے سن کر تعاون کا یقین دلایا حر کی دھمکی سن کر حضرت حسین نے جواب دیا میں موت سے نہیں ڈرتا اور ایک صحابی کا شعر سنایا:

سَامْضِی وَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَی الْفَتٰی ☆ اِذَا مَا نَوٰی حَقًّا وَّجَاهَدَ مُسْلِمًا

میں روانہ ہوتا ہوں اور بہادر کے لیے موت ذلت نہیں جبکہ اس کی نیت نیک ہو اور وہ اسلام کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو۔

چار کوفیوں کی آمد:

عذیب الہجانات نام مقام پر چار کوفی آپ کی حمایت کے اشعار پڑھتے ہوئے گھڑ سوار آئے۔ آنے والوں سے آپ نے لوگوں کا حال پوچھا انہوں نے جواب دیا شہر کے سرداروں کو رشوتیں دے کر بلا لیا گیا ہے عوام کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں کل آپ کے خلاف نیام سے باہر نکلیں گی۔ یہ عوام کون تھے وہی کوفی حب اہل بیت نعرے لگانے والے یہاں آپ کو اپنے قاصد قیس بن مسہر کے قتل کی بھی اطلاع ملی تو فرمایا: "مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا" بعض ان میں مر چکے ہیں اور بعض موت کا انتظار کر رہے ہیں مگر حق پر ثابت قدم ہیں، اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

طرماح بن عدی کا مشورہ:

طرماح نے حالات کی نزاکت دیکھتے ہوئے آپ کو باصرار مشورہ دیا کہ کوفہ نہ جایئے میرے ساتھ پہاڑ "آجا" پر چلیے وہاں قبیلہ طے کے دس ہزار بہادر آپ کا ساتھ دیں گے۔ حضرت نے شکریہ سے مشورہ رد کر دیا۔

خواب:

قصر بن مقاتل نامی مقام پر آپ اونگھے اور خواب دیکھا اور علی اکبر سے کہا جان پدر میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک سوار کہتا چلا آ رہا ہے لوگ چلتے ہیں اور موت ان کے ساتھ چلتی ہے۔ علی اکبر نے کہا ہم حق پر نہیں ہیں فرمایا "بے شک ہم حق پر ہیں" اس پر بے اختیار وہ پکار اٹھے "اگر ہم حق پر ہیں تو پھر موت کی کوئی پرواہ نہیں ہے"۔ صبح ابن زیاد کا قاصد خط بنام حر لے کر آیا کہ حضرت حسین کو کسی شاداب سرزمین پر نہ اترنے دیا جائے۔ زہیر نے مشورہ دیا کہ فرات کے کنارے سامنے والے قلعہ میں بند ہو جانا چاہیے۔ آپ نے پوچھا اس کا نام کیا ہے؟ "زہیر نے کہا" عقر" عقر کے معنی بے ثمر ہونا کٹنا"

فرمایا مترسے اللہ کی پناہ۔

کربلا میں ورود:

آخر ایک ویران زمین پر پہنچ کر پوچھا اس زمین کا کیا نام ہے معلوم ہوا (کربلا) فرمایا کرب وبلا ہے (یہ مقام دریا سے دور تھا) یہ واقعہ ۲ محرم الحرام ۶۱ ھ کا ہے دوسرے دن عمرو بن سعد چار ہزار کا لشکر لے کر پہنچا اور ہر چند معاملہ رفع دفع کرنے کی کوشش کی اور بات بننے بھی لگی، لیکن یزیدی لشکر نے اپنی انا کا مسئلہ بنایا اور سبائی ومحبت اہل بیت کا دم بھرنے والوں نے غداری کی اور عین موقع پر فرار ہوگئے بے وفائی کا یہ عالم ہے کہ وہ کوفی جو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ دن بھر بارہ ہزار کی تعداد میں ساتھ تھے، رات کو سب کے سب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو تن تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ابن زیاد کے لشکروں کے سامنے پوری بات کھول دی اور کوفیاں وسبائیاں کا راز کھول دیا کہ ان لوگوں نے مجھے بلایا ان کے کہنے پر میں آیا، مگر اب یہ سب غدار بے وفا ثابت ہوئے کہ حکومت وقت کے ساتھ مل گئے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کا مقصد ہی یہ تھا کہ مسلمانوں میں انتشار پیدا کیا جائے اور لڑائی برپا کی جائے۔ آج یزید کو کوسا جاتا ہے اور اس کے ہمنواؤں کو بھی کوسا جاتا ہے مگر اصل سبائی شیعی سازش کو کوئی کچھ نہیں کہتا، جنہوں نے ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور مقام حرب میں کھڑا کر کے دونوں طرف آگ لگا کر خود بھاگ گئے تو جہاں قتل حسن وقتل اصحاب حسین میں یزید اور اس کی فوج کے ذمہ دار شامل ہیں اس سے زیادہ سبائی وشیعہ بھی شامل ہیں، جنہوں نے خود بھی دھوکہ دیا بے وفائی کی اور پھر مصالحت کی تمام صورتیں بھی ختم کرادیں اور اب مکارانہ عیارانہ طریقہ سے روتے پیٹتے بھی یہ ہیں کتنا مکار وفریبی دشمن ہے، بقول شاعر ؎

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ ☆ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

وفادار بن کر تم اپنے منہ سے مجھے ☆ یاد ہیں سب جفائیں تمہاری

اُلفت پہ جسکی ناز تھا وہ بے وفا ہوا ☆ کیا اپنے دل میں سمجھے تھے ہم ہائے کیا ہوا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یزید کو آخری وصیت:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا آخری وقت جب آیا تو انہوں نے یزید کو جو وصیتیں کیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی "بیٹے حسین رضی اللہ عنہ ابن علی رضی اللہ عنہ کو اہل عراق ضرور تیرے مقابلے کے لیے میدان میں نکالیں گے تو اگر ان پر فتح پائے تو ان کو ہرگز قتل نہ کرنا اور قرابت ورشتہ داری کا پاس ولحاظ رکھنا" اس وصیت سے

صاف معلوم ہو گیا کہ اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ یہاں کوفہ سے اسی وقت دمشق چلے جاتے تو ہو سکتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ و یزید کے معاملات طے پا جاتے نیز یزید نے ابن زیاد و ابن سعد کو قتل حسین رضی اللہ عنہ کا حکم ہرگز نہیں دیا تھا، مگر سازشیوں نے دیکھا کہ اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ یہاں کوفہ سے چلے جاتے ہیں تو ہماری سازش ناکام ہو جائے گی۔ اس لیے انہوں نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ مسلمانوں کے درمیان جنگ ہو کر رہی اور یہودی و عیسائی سازش کامیاب ہوئی اور اس سازش کے آلہ کار اہل کوفہ تھے، جو محبت اہل بیت کا دم بظاہر بھرنے والے تھے مگر حقیقت میں فریبی تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ کے کاتب وحی تھے۔ آپ کے دوست، آپ کے سالے تھے، یعنی حضرت اُم حبیبہؓ کے بھائی تھے اور نبی کریم ﷺ کے صحابی تھے، ان کا دامن بالکل پاک وصاف ہے ان پر طعن وتشنیع کرنا اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے۔

اہل کوفہ کی بے وفائی:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فوت ہوتے وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ "تم کوفہ والوں کے فریب میں نہ آنا چاہیے" حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو چونکہ اہل کوفہ سے واسطہ پڑ چکا تھا وہ ان کے مکروفریب کو خوب جانتے تھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے کہ شاید اب اہل کوفہ بے وفائی نہ کریں گے اعتماد کر لیا۔

لیے وعدے ہزاروں ان سے ہم نے اس تمنا پر
کہ صدہا جھوٹ میں اک آدھا سچا ہو ہی جاتا ہے
مزے سے اپنے گھر بیٹھے ہوئے باتیں بناتے ہیں
قیامت ان کے وعدے ہیں نہ آتے ہیں نہ جاتے ہیں

ابن سعد کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مذاکرات:

ابن سعد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مذاکرات کے بعد یہ کہا "بے شک آپ یزید کے مقابلہ میں زیادہ مستحق خلافت ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ آپ کے خاندان میں حکومت وخلافت آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حالات آپ کے سامنے گزر چکے ہیں، اگر آپ سلطنت و حکومت کے خیال کو چھوڑ دیں تو بڑی آسانی سے آزاد ہو سکتے ہیں نہیں تو پھر آپ کی جان کا خطرہ ہے اور ہم لوگ آپ کی گرفتاری پر مامور ہیں۔" اس کے جواب میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تین باتیں پیش کیں:

۱) مجھے واپس مکہ مکرمہ جانے دو۔
۲) کسی اسلامی سرحد کی طرف نکل جانے دو۔

۳) یزید کے پاس دمشق جانے دو۔

عمرو بن سعد یہ سن کر خوش ہوا اور یہ تمام کیفیت عبید اللہ بن زیاد کو لکھ بھیجی ابن زیاد بھی خوش ہوا کہ اس سے فتنہ کا دروازہ بند ہو جائے گا مگر شمر ذی الجوشن نے مخالفت کی ابن زیاد نے پھر کہا کہ پہلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت نیابتاً میرے ہاتھ پر کرلیں پھر ان کو یزید کے پاس جانے دیا جائے گا۔ ابن سعد نے ابن زیاد کی بات حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے تو مرجانا ہی بہتر ہے کہ میں ابن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ ابن سعد کی پوری کوشش تھی کہ معاملہ حل ہو جائے۔ کشت وخون کی نوبت نہ آئے۔ انہی مذاکرات میں ایک ہفتہ گزر گیا دونوں لشکر ایک ہفتہ میدان کربلا میں رہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھی ابن سعد کے لشکریوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھتے حضرت حسین رضی اللہ عنہ صفیں درست کرتے۔

بدسلوکی میں مزہ کیا ہے مزہ ہے اس میں
کہ ہمارا تمہیں پاس تمہارا ہم کو
آپس میں موافق رہو طاقت ہے تو یہ ہے
دیکھو نہ بہم عجب محبت ہے تو یہ ہے
سینہ سے لگائیں تمہیں ارمان یہی ہے
جینے کا مزہ ہے تو میری جان یہی ہے

ابن زیاد کو فکر تھی اپنی حکومت کے عہدے کی وہ ابن سعد کی کوششوں سے خوش نہ ہوا اگر وہ راضی بھی ہوا تو شمر ذی الجوشن نے ابن زیاد کو غلط مشورہ دیا حالانکہ شمر ذی الجوشن بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا رشتہ دار تھا شمر ذی لجوشن کی بہن ام البنین بنت حرام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں جس کے بطن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چار بیٹے عبید اللہ، جعفر، عثمان، عباس رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے اگر اہل کوفہ شیعان علی وفاداری کرتے تو ابن زیاد بھی صلح پر مجبور ہو جاتا اور اس کو بھی اچھا خاصا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہ لڑنے کا عذر ہاتھ آجاتا۔

ابن زیاد کا حکم کہ کارروائی فوری کرو:

ابن زیاد نے شمر کو حکم دیا کہ فوری کارروائی کرو، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے شمر کو کہا کہ کیا رات کے وقت بھی تم لوگ جنگ کو کل کے لیے ملتوی نہ کرو گے؟ یہ سن کر شمر نے لشکر کو واپس جانے کا حکم دیا اور کل صبح کا انتظار کیا دونوں لشکر اپنے اپنے خیموں میں واپس چلے گئے۔ ابن زیاد، ابن سعد و شمر تینوں اپنے

اپنے مواقع پر جنگ کو ٹلاتے رہے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی فریق تھا جو زبردست فتنہ در تھا اور وہ ایسے حالات پیدا کر رہا تھا کہ جنگ ضرور ہو تو دونوں فریق یزید کا گروہ اور وہ گروہ جو یقیناً سبائی وشیعہ تھا دونوں مجرم و ملزم ہیں اور دونوں قتل حسین رضی اللہ عنہ میں برابر کے شریک ہیں۔

پانی بند کرو:

رات کے وقت ابن زیاد کا حکم ملا کہ پانی پر قبضہ کرلو اور حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دو ابن سعد نے عمرو بن الحجاج کو پانچ سو سوار دے کر ساحل فرات پر متعین کر دیا اتفاقاً حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس دن پانی نہیں بھرا تھا رات کو جب پانی لینے گئے تو معلوم ہوا کہ دشمنوں نے پانی پر قبضہ کر لیا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہ کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ پانی لینے کو بھیجا کہ زبردستی پانی لائیں مگر ان ظالموں نے پانی نہیں لینے دیا اب پیاس کی شدت بڑھتی گئی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بیٹے علی بن حسین رضی اللہ عنہ بیمار تھے اور خیمے پر پڑے رہتے تھے۔

سوز جگر کو دیدہ پر نم دیکھیے ☆ ان آفتوں کو دیکھیے اور ہم کو دیکھیے
تاب وطاقت صبر وراحت جاں ایماں عقل وہوش ☆ ہائے کیا، کہیے کہ دل کے ساتھ کیا کیا جائے ہے
ہوں جان۔ بتان ستم گر کے ہاتھ سے ☆ کیا سب جہاں میں جیتے مومن اسی طرح (مومن)
منی میں ہاتھ ملنا اشکوں سے منہ کو دھونا ☆ اپنا تو یہ تیمم اپنا تو یہ وضو ہے

ام کلثوم بنت حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کا حال دیکھ کر اور دشمنوں کا گھیراؤ دیکھ کر اور یہ سمجھ کر کہ صبح کو جو اس وقت موجود ہیں شہید ہوں گے دونوں رونے لگے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے خیمہ میں جا کر کہا دشمن ہمارے قریب ہے وہ رونے کی آواز سن کر خوش ہوں گے اس لیے تمہیں صبر کرنا چاہیے اور باہر آ کر فرمایا کہ واقعی یہ بڑی غلطی ہوئی کہ بچوں اور عورتوں کو ساتھ لائے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سچ کہا تھا کہ عورتوں و بچوں کو ساتھ نہ لے جائیں۔

اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام ہمراہیوں کو بلا کر فرمایا کہ دشمن صرف میری جان لینا چاہتے ہیں اگر تم جانا چاہو تو چلے جاؤ یہ سن کر سب ہمراہیوں نے کہا ہم آپ کو ہرگز اکیلا نہ چھوڑیں گے۔ ہم سب آپ پر قربان ہو جائیں گے اسی شب طرماح بن عدی آیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ تنہا میرے ساتھ چلیں میں آپ کو ایسے راستے سے لے چلوں گا کہ کسی کو اطلاع نہ ہو سکے گی اور اپنے قبیلہ طے میں لے جا کر پانچ ہزار آدمی اپنے قبیلے کے آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ان ہمراہیوں کو چھوڑ کر اکیلا نہ جاؤں گا ہمراہیوں نے کہا

کہ وہ دشمن صرف آپ کی جان کے ہیں آپ چلے جائیں مگر حضرت حسین ؓ نے فرمایا کہ عزیزوں اور قریبوں کے بغیر کوئی چیز بھی گوارا نہیں، چنانچہ اس شخص کو شکریہ کے ساتھ رخصت کر دیا۔ حضرت حسین ؓ کے ہمراہ بعض روایات کے مطابق ۷۲ آدمی تھے بعض کے مطابق ایک سو چالیس (۱۴۰) آدمی اور بعض کے موافق دو سو چالیس (۲۴۰) تھے۔ بہر حال دس محرم کو شمر وابن سعد کے لشکر سامنے لائے۔ حضرت حسین ؓ نے بھی اپنا لشکر ترتیب دیا ہزاروں کے لشکر جرار کے سامنے یہ چھوٹا سا لشکر کیا حیثیت رکھتا تھا۔

امتحان ہیں ایک مشت خاک کے ☆ ہو رہے ہیں ظلم ہفت افلاک کے
ٹپک جائیں گے آنسو بن کے موتی تاج شاہی سے ☆ یا آب وتاب ہے دو چار دن دولت پناہی سے
آئے ہیں چار دن کے لیے اس چمن میں ہم ☆ کیا دل لگائیں گلشن عالم ہے بے ثبات
زمین کہتی ہے رو کر آسمان سے ☆ نہ ہم ہوں گے نہ تم ہو گے کسی دن
سیلاب کی طرح سے ہم آج آئے کل چلے ☆ دل بھر کے سیر کی نہ خرابات دہر کی
دام ہم کو یہ خوش آیا کہ چمن بھول گئے ☆ قید ہستی میں پھنسے یا وطن بھول گئے
دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک ☆ عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب
شمع کی مانند جلیے مثل شبنم رونیے ☆ کی صورت تڑپے لوہے دل کی طرح

حضرت حسین ؓ نے اپنے ہمراہیوں کو مناسب مقامات پر کھڑا کر کے اور ضروری وصیتیں فرما کر اونٹ پر سوار ہوئے اور کوفیوں کو خطبہ دیا اور ان کے دھوکے کا ذکر کیا۔ حضرت حسین ؓ کا یہ وعظ بڑا پُر درد تھا مگر ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ آپ نے ایک ایک کوفی کا نام لے کر آواز دی کہ اے شیث بن ربیع، اے حجاج بن الحسن، اے قیس بن الاشعث، اے حر بن یزید تمیمی، اے فلاں وفلاں کیا تم نے مجھ کو خطوط نہیں لکھے تھے اور مجھ کو باصرار یہاں نہیں بلوایا تھا اور جب میں یہاں آیا ہوں تو تم مجھ کو قتل کرنے پر آمادہ ہو افسوس کہ کس قدر بات ہے کہ کوفی بلانے والے اب یزید کی فوج کی طرف سے لڑ رہے تھے ان میں سے چند ایک کے نام حضرت حسین ؓ نے لیے بھی ہیں اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ قاتلین حسین ؓ میں یزید کے فوجی اور کوفی غدار رافضی دونوں تھے۔ حضرت حسین ؓ کی باتیں سن کر ان لوگوں نے انکار کیا ہم نے آپ کو نہیں بلوایا۔ حضرت حسین ؓ نے چند خطوط نکال کر سامنے کیے اور الگ الگ پڑھ کر سنائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ خطوط ہمارے ہوں یا نہ ہوں مگر اب ہم اعلان بیزاری کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت حسین ؓ بامر مجبوری لڑائی کے لیے تیار ہو گئے یکا یک مخالف لشکر میں سے ایک شخص نکل کر حضرت حسین ؓ کے لشکر میں شامل ہو گیا حضرت حسین ؓ نے پوچھا تم کون ہو کہا حر

بن یزید تمیمی آپ کی طرف سے لڑے گا کیونکہ اب تک میں نے آپ کا راستہ روکا اس کی تلافی کرنا چاہتا ہوں میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر دعا دی۔

این سعادت بزور بازو نیست ☆ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

شمر ذی الجوشن نے ابن سعد کو کہا کہ دیر نہ کریں پہلا تیر ابن سعد نے پھینکا تھوڑی دیر تک مبارزہ کی لڑائی رہی یعنی ایک ایک کی لڑائی اس میں زیادہ کوفی مارے گئے پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابی طالب کو اس وقت تک میدان میں نہ نکلنے دیا جب تک ایک ایک کر کے قربان نہ ہو گئے۔ پھر مسلم بن عقیل کے بیٹے میدان میں آئے، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے علی اکبر میدان میں آئے اور وہ بھی شہید ہو گئے، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد قاسم میدان میں اُترے اور بہت سے دشمن مار کر وہ بھی شہید ہو گئے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھوں سے اپنے ہمراہیوں کو شہید ہوتے ہوئے دیکھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بہنوں و بیٹیوں نے بھی یہ دلدوز منظر دیکھا۔ آخر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اکیلے رہ گئے خیموں میں صرف عورتیں اور بیمار زین العابدین جو چھوٹے بچے تھے رہ گئے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تنہا رہ جانے کے بعد بھی جس بہادری و جرأت کا مظاہرہ کیا وہ بے مثال ہے کہتے ہیں خود شمر ذی الجوشن و ابن سعد بھی کہہ رہے تھے کہ ہم نے آج تک ایسا بہادر و جری انسان نہیں دیکھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسم پر پینتالیس زخم تھے یہ زخم تیر کے تھے ایک روایت کے مطابق ۳۳ زخم تیر کے تھے اور ۴۳ زخم تلوار کے تھے، مگر ان کے باوجود حضرت حسین رضی اللہ عنہ برابر مقابلہ کر رہے تھے۔ شروع میں گھوڑے پر سوار ہو کر لڑے مگر جب گھوڑا مارا گیا تو پھر پیدل لڑنے لگے۔ مقابلہ میں ہر شخص کتراتا تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہمارے ہاتھوں شہید نہ ہوں۔ آخر شمر ذی الجوشن کی بدبختی کہ اس نے چھ شخصوں کو ہمراہ لے کر حملہ کیا ان میں سے ایک نے ایسا وار کیا کہ حضرت رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کٹ گیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی پلٹ کر وار کرنا چاہا مگر دایاں ہاتھ زخمی تھا کہ تلوار نہ اُٹھا سکے، پیچھے سے سنان بن انس نخعی نے نیزہ مارا جو آر پار ہو گیا اور جب اس نے نیزہ کھینچا تو ساتھ ہی آپ کی روح بھی پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس کے بعد ایک بدبخت نے آپ کا سر مبارک جسم سے جدا کیا۔ بعض تاریخوں کے مطابق لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ ایک ظالم حضرت زین العابدین بیمار بچے کو بھی قتل کرنا چاہتا تھا مگر ابن سعد نے منع کر دیا، اہل بیت و حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر ابن زیاد کے پاس کوفہ کے دربار میں بھیجا گیا کوفہ میں تشہیر کرائی گئی۔

کیا ہے ہتا میرے پیارے خبر غم کی ☆ پریشان اہل مجلس افسردہ ہیں سارے
افروختن و سوختن و جامہ دریدن ☆ پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

ابن زیاد نے دربار لگایا اور ایک طشت میں رکھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر اسکے سامنے پیش ہوا اس نے اس سر کو دیکھ کر گستاخانہ کلمات کہے پھر تیسرے روز شمر ذی الجوشن کو ایک دستہ فوج دے کر اس کی نگرانی میں یہ قیدی اور سر مبارک یزید کے پاس دمشق کی جانب روانہ کیا علی بن حسین رضی اللہ عنہ یعنی حضرت زین العابدین اور تمام عورتیں اہل بیت کی جب یزید کے پاس پہنچے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر اس نے دیکھا تو وہ سر دربار رو پڑا اور عبید اللہ بن زیاد کو گالیاں دیں اور کہا سمیہ کے بیٹے کو کہاں میں نے حکم دیا تھا کہ حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دینا پھر شمر ذی الجوشن اور عراقیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ میں تو تمہاری اطاعت وفرماں برداری سے ویسے ہی خوش تھا تم نے حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کو کیوں قتل کر دیا شمر ذی الجوشن اور اس کے ہمراہی اس توقع میں تھے کہ یزید ہم کو انعام دے گا اور ہماری عزت بڑھائے گا مگر یزید نے کسی کو کوئی انعام نہیں دیا کوئی صلہ نہیں دیا اور اپنی ناخوشی و ناراضی کا اظہار کر کے سب کو واپس کر دیا پھر درباریوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ماں میری ماں سے اچھی تھی اس کے نانا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے بہتر اور اولاد آدم کے سردار ہیں لیکن ان کے باپ علی رضی اللہ عنہ اور میرے باپ کے درمیان جھگڑا ہوا علی رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ دونوں کہتے تھے کہ جس کے باپ دادا اچھے ہوں وہ خلیفہ ہو اور قرآن شریف کی اس آیت پر انہوں نے غور نہیں فرمایا کہ:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ﴾

آخر سب کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حق میں فیصلہ کیا یا ان کے حق میں اس کے بعد ان قیدیوں کو آزادی دے کر بطور معزز مہمان اپنے محل میں رکھا۔ عورتیں اندر عورتوں میں گئیں تو انہوں نے دیکھا کہ یزید کے محل سرا میں بھی اسی طرح ماتم برپا ہے اور سب عورتیں رو رہی ہیں جس طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بہن اپنے بھائی اور عزیزوں کے لیے رو رہی تھیں چند روز شاہی مہمان رہ کر یہ قافلہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ یزید نے ان کو ہر قسم کی مالی امداد دی اور علی بن حسین زین العابدین سے ہر قسم کی امداد کا وعدہ کیا کہ جب تم لکھو گے تمہاری فرمائش کی ضرور تعمیل کی جائے گی۔ (تاریخ اسلام مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی)

عبیداللہ بن زیاد کا حشر اور مایوسی:

ابن زیاد کو توقع تھی کہ میری خوب قدر دانی ہوگی بڑے انعام و اکرام ملیں گے مگر یزید نے بجائے انعام و اکرام کے الٹا اس کو بے بس کر دیا اور مسلم بن زیاد کو خراسان کا حاکم مقرر کر دیا اور ایران کے وہ صوبے جو بصرہ سے تعلق رکھتے تھے مسلم کے ماتحت کر کے کوفہ کی جانب روانہ کر دیا اور ایک خط ابن زیاد کے نام لکھا کہ تمہارے پاس جو عراق کی فوج ہے اس میں سے چھ ہزار آدمی جن کو مسلم چاہیں ساتھ کرو۔ ابن زیاد مایوس و پریشان ہوا اور قتل حسین پر افسوس کرنے لگا اور کہنے لگا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اگر زندہ ہوتے تو یزید میری قدر کرتا اب وہ بے فکر ہو گیا۔ مسلم نے لشکر کے سرداروں سے پوچھا کہ کون کون میرے ساتھ جانا چاہتا ہے تو ہر ایک نے مسلم کے ساتھ جانے کا ارادہ کر لیا ابن زیاد اور بھی پریشان ہوا اور کہا کہ تم مسلم کو مجھ پر ترجیح دیتے ہو فوج نے جواب دیا کہ تمہارے ساتھ مل کر تو ہمیں اہل بیت کے خون سے ہاتھ رنگنے پڑے لیکن مسلم کے ساتھ جا کر ہم کو ترکوں اور مغلوں کے ساتھ جہاد کرنے کا موقع ملے گا اگلے دن مسلم چھ ہزار چیدہ چیدہ آدمی لشکر کوفہ سے لے کر خراسان کی جانب روانہ ہوا اور ابن زیاد کو واقعہ کربلا کے بعد ندامت اور افسوس کے علاوہ اور کچھ حاصل نہ ہوا یہی حشر کوفیان و شیعیان علی کا ہوا کہ ہمیشہ رونا پیٹنا ماتم کرنا ان کے حصہ میں آیا۔

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ ☆ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا
ہر آنکہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت ☆ دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی رائے رافضیان کوفہ کے بارے میں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں ملی تو انہوں نے تقریر کی "لوگو! دنیا میں عراق کے آدمیوں سے برے کوئی آدمی نہیں ہیں اور عراقیوں میں سب سے بدتر کوفی لوگ ہیں کہ انہوں نے بار بار خطوط بھیج کر باصرار امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کی خلافت کے لیے بیعت کی لیکن جب ابن زیاد کوفہ میں آیا تو اسی کے گرد ہو گئے اور امام حسین رضی اللہ عنہ جو نماز گزار، روزہ گزار، قرآن خواں اور ہر طرح مستحق خلافت تھے قتل کر دیا اور ذرا بھی اللہ کا خوف نہ کیا۔" (تاریخ اسلام نجیب آبادی) تم انسان کو قتل کراتے ہو۔ مجھ سے ٹوٹا ہوا چاہبی نہ دیکھا جائے۔

زینب رضی اللہ عنہا کی بے چینی اور آپ کا توصیۂ صبر:

حضرت زین العابدین سے روایت ہے کہ جس رات کی صبح میرے والد شہید ہوئے ہیں میں بیٹھا ہوا تھا میری پھوپھی زینب میری تیمارداری کر رہی تھیں اچانک میرے والد نے خیمہ میں اپنے

ساتھیوں کو طلب کیا اس خیمہ میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے غلام جوی تلوار صاف کر رہے تھے اور میرے والد نے غم کے اشعار پڑھے میرا دل بھر آیا، آنکھیں ڈبڈبا گئیں مگر میں نے آنسو روک لیے میں نے سمجھ لیا کہ یہ مصیبت ٹلنے والی نہیں میری پھوپھی آئیں اور وہ بھی رونے لگیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو فرمایا ''اے بہن یہ کیا حالت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس و شیطان کی بے صبریاں ہمارے ایمان واستقامت پر غالب آ ئیں۔ انہوں نے روتے ہوئے کہا کیوں نہ روئیں کہ آپ کو قتل کیا جائے گا فرمایا مشیت الٰہی یہی ہے اللہ سے ڈرو صبر کرو۔ موت ہر ایک کو آنے والی ہے آسمان والے بھی ہمیشہ نہ رہیں گے ہر چیز فنا ہونے والی ہے پھر موت کے خیال سے اس قدر ڈر کیوں اس قدر رنج و بے قراری کیوں حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زندگی ہمارے لیے نمونہ ہے جب آپ ﷺ دنیا میں نہ رہے تو اور کون رہے گا۔ آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہمیں ہر حال میں صبر وثبات توکل و رضا کی تعلیم دیتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ کسی بھی حال میں اس سے منحرف نہ ہوں۔

گذرے تو جنتے شہر کو نمناک کر گئے ☆ جھونکے ہوائے شب کے بڑے دردمند تھے
کسی انجمن میں قرار دل نہ کسی چمن میں بہار دل ☆ کہوں کسی سے حالت زار دل کہ ہر جگہ یہ اُداس ہے

پوری رات عبادت میں گزاری:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے جاں نثاروں نے آخری رات عبادت، دعا و تضرع میں گزار دی۔

پہنچا ہے مجھ کو بھی اس بے نشان تک ☆ پتہ لوگ جس کا دیئے جا رہے ہیں
وادیٔ عشق بسے دور و دراز است ولے ☆ طے شود جادۂ صد سالہ بآہے گاہے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ابن زیاد کے سامنے:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک جب ابن زیاد کے سامنے کوفہ میں لایا گیا ابن زیاد کے ہاتھ میں چھڑی تھی اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لبوں پر ماری تو وہاں پر موجود صحابی رضی اللہ عنہ رسول حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ چلا اُٹھے کہا ''ان لبوں سے چھڑی ہٹالے اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان لبوں پر بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگے ابن زیاد خفا ہو گیا اور کہا اگر تو بوڑھا نہ ہوتا تو ابھی تیری گردن اڑوا دیتا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر مجلس سے اُٹھ گئے اور کہا اب اے عرب کے لوگو! تم غلام بنا دیئے گئے تم نے ابن فاطمہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ابن مرجانہ (عبید اللہ) کو حاکم بنایا جو تمہارے نیک انسانوں کو قتل کرتا ہے اور شریروں کو غلام بناتا ہے تم نے ذلت

پسند کی اللہ انہیں مارے جو ذلت پسند کرتے ہیں۔

یزید رونے لگا:

یزید کے سامنے جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک پہنچا تو رونے لگ گیا اور کہنے لگا میں بغیر قتل حسین رضی اللہ عنہ کے بھی تمہاری اطاعت سے خوش ہو سکتا تھا ابن سمیہ (ابن زیاد) پر اللہ کی لعنت! واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو حسین رضی اللہ عنہ سے درگزر کر جاتا اللہ حسین رضی اللہ عنہ کو جوار رحمت میں جگہ دے! قاصد کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا۔

یزید کا تاثر:

یزید کے غلام قاسم بن عبدالرحمن راوی ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے سر جب یزید کے سامنے رکھے گئے تو اس نے ایک شعر پڑھا اور کہا۔ واللہ!! اے حسین رضی اللہ عنہ اگر میں وہاں ہوتا تو تجھے ہرگز قتل نہ کرتا۔'' محضر بن ثعلبہ و شمر ذی الجوشن دونوں کو ڈانٹا اور کہا کہ محضر کی ماں سے زیادہ کمینہ اور شریر بچہ کسی نے نہیں جنا۔''

دم آخر میری بالیں پہ آؤ گے تو کیا ☆ میاں صاحب جو دو آنسو بہاؤ گے تو کیا

اہل بیت دمشق میں:

آل رسول ﷺ و جاں نثاروں کا لٹا پٹا قافلہ دمشق پہنچا ان کی ہیئت خراب ہو رہی تھی۔ پریشان حالی تھی۔ یزید دیکھ کر متاسف ہوا اور کہنے لگا اللہ ابن مرجانہ کا برا کرے اگر تم میں سے اس کا کوئی رشتہ ہوتا تو تمہارے ساتھ ایسا نہ کرتا یزید اور حضرت زینبؓ کے درمیان مکالمہ ہوا حضرت زینبؓ نے خوب حق سنایا یزید نے اپنے مشیروں درباریوں سے مشورہ کیا کہ ان کے بارے میں کیا کیا جائے؟ بعض نے سختی کا مشورہ دیا مگر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا ''ان کے ساتھ وہی کیجیے جو رسول اللہ ﷺ انہیں اس حال میں دیکھ کر کرتے۔'' حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''اے یزید (رسول اللہ ﷺ کی لڑکیاں ہیں)'' یزید اور اس کے مشیر یہ سن کر رونے لگے اور اپنے آنسو نہ روک سکے یزید کی بیوی نے باہر آ کر کہا حسین بنت رسول کا سر آیا ہے یزید نے کہا ہاں ''تم خوب بین کرو رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور قریش کے اصیل پر ماتم کرو ابن زیاد نے بہت جلدی کی اللہ اسے بھی قتل کرے اس کے بعد یزید نے کہا کہ حسین رضی اللہ عنہ نے سوچا میرے ماں باپ یزید کے باپ سے بہتر اور میرے نانا یزید کے نانا سے بہتر میری ماں یزید کی ماں سے بہتر اس لیے خلافت و حکومت بھی ہمارا حق ہے حالانکہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿اَللّٰهُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ﴾

''اللہ جس کو چاہتا ہے حکومت عطا فرماتا ہے۔''

یزید کی سعی تلافی:

یزید گھر آیا تو فاطمہ بنت حسین ؓ نے کہا اے یزید کیا رسول اللہ ﷺ کی لڑکیاں کنیز ہو گئی ہیں؟ یزید نے جواب دیا ''اے میرے بھائی کی بیٹی ایسا کیوں ہونے لگا'' فاطمہ نے کہا بخدا ہمارے کان میں ایک بالی بھی نہیں چھوڑی گئی'' یزید نے کہا'' تم لوگوں کا جتنا گیا ہے اس سے کہیں زیادہ تمہیں دوں گا۔'' چنانچہ یزید نے بڑی عزت و تکریم کے ساتھ اہل بیت کو گھر میں رکھا بڑی مہمان نوازی کی بہت کچھ عطیات دے کر مدینہ روانہ کیا مدینہ میں جب یہ قافلہ پہنچا تو کہرام بپا ہو گیا یزید بعد میں کہتا رہا کیا حرج تھا اگر میں تھوڑی سی تکلیف گوارا کر لیتا حسین ؓ کو شہید نہ کیا جاتا اس سے اگرچہ میری قوت میں کمی آتی مگر رسول اللہ ﷺ کے حق اور رشتہ داری کی حفاظت تو ہوتی اللہ کی لعنت ابن زیاد پر کہ اس نے حضرت حسین ؓ کو لڑائی پر مجبور کیا۔ حسین ؓ کے قتل سے مسلمانوں میں مجھے مبغوض بنا دیا اگر میں وہاں ہوتا تو ہر ممکن ان کی جان بچاتا اگرچہ اس میں میرے اپنے بیٹے کی جان چلی جاتی۔ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھی'' میں نے کبھی کوئی ناشکرا انسان یزید سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا نہیں دیکھا۔'' کسی شاعر نے غم حسین ؓ میں کیا خوب کہا ہے:۔

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِنْ قَالَ النَّبِیُّ لَکُمْ ☆ مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ آخِرُ الْاُمَمِ

کیا کہو گے جب نبی ﷺ تم سے سوال کریں گے کہ اے وہ جو سب سے آخری اُمت ہو۔

بِعِتْرَتِیْ وَبِاَهْلِیْ بَعْدَ مُفْتَقَدِیْ ☆ مِنْهُمْ اُسَارٰی وَمِنْهُمْ ضُرِّجُوْا بِدَمٍ

تم نے میری اولاد اور خاندان سے میرے بعد کیا سلوک کیا کہ ان میں سے بعض قیدی ہیں اور بعض خون میں نہائے پڑے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْاَرْضَ اَضْحَتْ مَرِیْضَةً ☆ بِقَتْلِ حُسَیْنٍ وَالْبِلَادُ اقْشَعَرَّتْ

کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین غم حسین میں بیمار ہے اور دنیا قتل حسین سے کانپ رہی ہے۔

وَقَدْ اَضْحَتْ تَبْکِی السَّمَاءُ لِفَقْدِهٖ ☆ وَاَنْجُمُهَا نَاحَتْ عَلَیْهِ وَسَلَّمَتْ

آسمان بھی اس کی جدائی پر رو رہا ہے ستارے بھی ماتم کر رہے ہیں اور سلام بھیج رہے ہیں۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن ☆ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اللہ تعالیٰ دین حق کی خاطر ہمیں مر مٹنے کی توفیق نصیب فرمائیں آمین بحرمتک یارب العالمین!

یزید کو کافر کہنا:

یزید کو کافر کہنا غلط ہے نیز کسی مسلمان کو کافر کہنا درست نہیں ہے یزید مومن تھا بوجہ قتل کے فاسق ہوا کفر کا حال دریافت نہیں کافر کہنا جائز نہیں کہ وہ عقیدہ قلب پر موقوف ہے (فتاوی رشیدیہ) ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں حدیث میں ہے کہ جب کوئی کسی پر لعنت کرتا ہے اگر وہ شخص قابل لعن ہے تو لعن اس پر پڑتی ہے ورنہ لعنت کرنے والے پر رجوع کرتی ہے پس جب تک کسی کا کفر پر مرنا محقق نہ ہو جائے اس پر لعنت نہیں کرنا چاہیے کہ اپنے اوپر عود لعنت کا اندیشہ ہے۔ ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے کیونکہ اگر لعن جائز ہے تو لعن نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں لعن نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب محض مباح ہے اور وہ محل نہیں تو خود مبتلا ہونا معصیت کا اچھا نہیں (فتاوی رشیدیہ)

زمین وزماں کو برا کہنا:

بعض مرثیہ خواں وخطباء شہادت حضرت حسین ﷺ کو بیان کرتے وقت ایسے اشعار پڑھتے ہیں کہ جس میں کہا جاتا ہے کہ زمانہ نے آسمان نے ستم کیا زمین نے کیوں ایسے ایسے نہ کیا۔ یاد رکھیں کہ زمانہ کو یا آسمان وزمین کو برا کہنا غلط ہے اس لیے کہ بیچارہ آسمان وزمین یا زمانہ کیا کر سکتے ہیں کہ حوادث ان کی طرف منسوب ہوں جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ جل شانہٗ کی طرف سے ہوتا ہے زمان وزمین کو اللہ کے معاملہ وفیصلہ میں کوئی دخل نہیں زمین وزمان یا آسمان کو برا کہنے والے گمراہ ہیں اللہ تعالی ہم سب کو شریعت کے مطابق عقائد درست رکھنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

خطبہ سوم:

حضور اکرم ﷺ کا پیغام ہدایت

پندرہ (۱۵) محرم الحرام کو جناب رسول اکرم ﷺ فتح خیبر کے لیے روانہ ہوئے اور اس کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ منورہ سے دنیا کے مختلف بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط روانہ کیے ان بادشاہوں میں روم وفارس، مصر وغیرہ کے بادشاہ سرفہرست ہیں چونکہ آپ ﷺ پوری دنیا کے قیامت تک کے لیے پیغمبر ہیں۔ جن لوگوں نے آپ ﷺ کے پیغام ہدایت پر لبیک کہا وہ کامیاب ہوئے جنہوں نے انکار کیا تباہ وبرباد ہوئے۔ اس مناسبت سے یہ مضمون پیغام ہدایت کے عنوان سے ہے آپ حضور ﷺ کا پیغام عالمی پیغام ہے کیونکہ آپ عالمی پیغمبر ہیں جیسے کہ آیت ہذا میں اعلان خدائی ہے:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨالَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾

[سورۃ اعراف پارہ ۹ آیت ۱۵۸]

ہجرت کی فضیلت:

آپ کہہ دیجیے کہ اے (دنیا جہان کے) لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا (پیغمبر ﷺ) ہوں جس کی بادشاہی ہے تمام آسمانوں اور زمین میں اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے سو ایسے اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے ایسے نبی امی پر جو کہ خود اللہ پر اور ان کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان (نبی ﷺ) کا اتباع کرو تا کہ راہ راست پر آجاؤ۔

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا ☆ اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

چہ غم دیوار امت را کہ دارد چوں تو پشتی باں ☆ چہ باک از موج بحر آں را کہ باشد نوح کشتی باں

(سعدیؒ)

حضور اکرم ﷺ عالمی نبی ہیں آپ ﷺ نے دنیا کو ہدایت کا راستہ بتایا، ہلاکت سے بچایا......

ناکامی سے بچایا آپ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے دنیا ہلاکت کے قریب پہنچی تھی۔ آیت مذکورہ بالا میں آپ ﷺ کی عالمی نبوت کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہے۔ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات ہیں۔ ان میں سے ایک بڑا انعام یہ بھی ہے کہ ختم نبوت کا تاج آپ ﷺ کے سر مبارک پر رکھا گیا۔ اتقان سیوطی میں ابن عباس ؓ کے حوالے سے ہے:

((اَنَّ جِبْرِيْلَ نَزَلَ عَلٰى اٰدَمَ اِثْنَیْ عَشَرَةَ وَعَلٰى اِدْرِيْسَ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ وَعَلٰى نُوْحٍ خَمْسِيْنَ مَرَّةً وَعَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اثْنَيْنِ وَاَرْبَعِيْنَ مَرَّةً وَعَلٰى مُوْسٰى اَرْبَعَ مِائَةٍ وَعَلٰى عِيْسٰى ثَلَاثَ عَشَرَ مَرَّةً وَعَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ اَرْبَعَةً وَعِشْرِيْنَ اَلْفَ مَرَّةٍ))۔

[اتقان للسیوطی]

حضرت آدم علیہ السلام پر جبریل علیہ السلام بارہ مرتبہ آئے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس چار مرتبہ آئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس پچاس مرتبہ آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چار مرتبہ آئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس تیرہ مرتبہ آئے اور حضور ﷺ کے پاس چوبیس ہزار مرتبہ آئے۔ سبحان اللہ کیا شان ہے ہمارے محبوب ومکرم جناب نبی کریم ﷺ کی افسوس ہم ایسے نبی کے امتی ہو کر انہی کی نافرمانی کرتے ہیں۔ اصل میں ہمارے دلوں میں اللہ کی عظمت ومحبت نہیں ہے اگر صحیح معنیٰ میں اللہ کی عظمت و

محبت ہوتی تو اس کے محبوب فداہ ابی وامی کی محبت وعظمت بھی ہوتی۔ اللہ کی محبت وعظمت کا اندازہ حضرت ایوب علیہ السلام کی ذات سے لگائیں کہ ان کو اللہ سے کتنی محبت تھی معالم التنزیل میں ہے:

((رَوَىٰ ابنُ شِهَابٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَيُّوْبَ لَبِثَ فِيْ بَلَائِهِ ثَمَانِيَ سَنَةً)). [معالم التنزیل]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال آزمائش میں رہے کہ جسم پر کیڑے پڑ چکے تھے۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ سات سال تک بنی اسرائیل کی نجاست کے کوڑے پر پڑے رہے لیکن کسی دم ذکر الٰہی سے دل اور زبان خاموش نہ ہوتے تھے اور ایسے زور سے ذکر الٰہی کرتے تھے کہ ملائکہ تعجب کرتے تھے جب اٹھارہ سال کے بعد آپ تندرست ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے زیادہ مال ودولت اہل وعیال سب کچھ عطا کر دیا۔

﴿وَوَهَبْنَا لَهٗٓ أَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾

[سورۃ ص پارہ ۲۳ آیت ۴۳)

اور ہم نے عطا کیا ایوب علیہ السلام کو مال واولاد دوگنا پہلے سے اپنی رحمت سے تاکہ عقلمند نصیحت حاصل کریں۔ حضرت ایوب علیہ السلام تندرستی کے بعد اپنی سابقہ بیماری کے ایام یاد کر کے روتے تھے کسی نے عرض کیا آپ اس بیماری کو یاد کر کے کیوں روتے ہیں فرمایا وہ بیماری ایسی تھی کہ اس پر ہزار صحتیں قربان کر دی جائیں کیونکہ اس وقت روزانہ باری تعالیٰ میری مزاج پرسی فرماتے اور فرماتے ایوب! تیرا مزاج کیسا ہے لوگو! اس یادآوری میں وہ سکون ومزا تھا کہ بیماری کی تکلیف محسوس بھی نہ ہوتی تھی مگر افسوس کہ جب سے تندرست ہوں اب وہ سلام الٰہی نہیں آتا کاش وہ مرض پھر آجائے۔

افسر دختن وسوختن و جامہ دریدن ☆ پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت
(رومیؒ)

آج ہم مسلمان ہیں معمولی بیماری یا کاروباری نقصان سے پریشان ہوجاتے ہیں بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ رجوع کرنے کے اور بھی غافل ہوجاتے ہیں۔ جب ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام ہدایت یعنی اسلام پر عمل پیرا ہوں گے تو دنیاوی ترقیاں بھی ہوں گی اور اخروی کامیابیاں بھی حاصل ہوں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین میں دنیا وآخرت کی فلاح وکامیابی موجود ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں ☆ راہ دکھلائیں کسے کوئی رہبر دمنزل ہی نہیں

حضور ﷺ کے پیغام توحید سے دنیا میں انقلاب:

دوستو بزرگو! حضور سرور کونین فخر عالم ﷺ نے جب توحید کی دعوت دی تو نہ صرف ایوان ہائے کفر وشرک میں زلزلہ آیا بلکہ خفیہ مخلوق جنات میں بھی تہلکہ مچ گیا تاریخ الخمیس میں ابن عباسؓ کے حوالے سے ہے:

((عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا ﷺ زُجِرَ الشَّيَاطِيْنُ وَرُمُوْا بِالْكَوَاكِبِ وَكَانُوْا قَبْلَ يَسْتَمِعُوْنَ لِكُلِّ قَبِيْلَةٍ مِّنَ الْجِنِّ مَقْعَدٌ يَسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ وَقَالَ اِبْلِيْسُ هٰذَا اَمْرٌ حَدَثَ فِي الْاَرْضِ اِئْتُوْنِيْ مِنْ كُلِّ اَرْضٍ بِتُرْبَةٍ فَكَانَ يُؤْتٰى بِالتُّرْبَةِ وَبِتِلْهَا حَتّٰى اُتِيَ بِتُرْبَةِ تِهَامَةَ فَشَمَّهَا وَقَالَ هٰذَا الْحَدَثُ)) [تاریخ الخمیس بروایت ابن عباسؓ]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے (اور آپ ﷺ کو نبوت ملی اور دعوت توحید دی) جنات اور شیاطین کی زجر وتوبیخ کی گئی اور آگ کے شعلے مارے گئے انہیں آسمانوں کے قریب پہنچنے سے روکا گیا اس سے پہلے شیاطین اور جنات نے آسمان کے قریب اپنے ٹھکانے بنا رکھے تھے۔ وہاں پہنچ کر آسمانی باتیں ملائکہ سے سن کر آتے تھے پھر ان باتوں میں اپنی طرف سے بہت سا جھوٹ ملا کر کاہنوں نجومیوں کو بتاتے تھے۔ وہ باتیں کاہن لوگوں سے کہتے۔ اس لیے بعض ان غیب کی باتوں کا چرچا زمین پر ہوتا جب اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کو نبوت عطا فرمائی دفعۃً سارے شیاطین اور جنات آسمان سے روک گئے پھر کیا مجال تھی کہ کوئی آسمان کے قریب جاسکے اور اگر کوئی چلا بھی گیا تو فوراً آگ کے شعلے اس پر برستے ایک دن سارے شیاطین اور جنات ابلیس بڑے شیطان کے پاس حاضر ہوئے اور کہا یہ کیا وجہ ہے کہ ہم اب آسمانوں پر نہیں جاسکتے ابلیس نے کہا ضرور کوئی نہ کوئی نیا حادثہ زمین پر ہوا ہے اسی کی وجہ سے تم آسمانوں سے روک دیئے گئے اب تم تمام روئے زمین سے ایک ایک گاؤں ایک شہر شہر ایک ایک آبادی سے مٹی مٹی خاک اٹھا کر میرے پاس لاؤ تاکہ میں تم کو یہ بتادوں کہ کون سی جگہ نیا تازہ واقعہ پیش آیا۔ یہ سن کر شیاطین اور جنات نے مٹی لانا شروع کردی وہ ہر جگہ کی مٹی سونگھتا اور پھینک دیتا حتی کہ اس کے پاس تہامہ مکہ کی مٹی لائی گئی تو اس نے سونگھ کر کہا بس اسی زمین پر ہوا ہے جو کچھ ہوا ہے جاؤ اب معلوم کرو کہ کیا حادثہ پیش آیا ہے جب یہ تحقیق ٹیم مکہ کے قریب بازار عکاظ میں پہنچی جہاں کھجوروں کے درخت تھے تو دیکھا کہ ایک نورانی شخص نماز پڑھ رہا ہے اور قرآن پڑھ رہا ہے یہ نورانی شخصیت حضور ﷺ تھے جنات قریب آئے اور کہا یہی وہ چیز ہے جو نئی پیش آئی جس کی وجہ سے تم کو آسمان پر سے روک دیا گیا۔ مسلمانو! جب قرآن نازل ہوا اور حضور ﷺ نے توحید کی دعوت دینا شروع

توحید کی دعوت عام دی جائے گی تبلیغ کی محنت کرتے ہوئے قوانین اسلام کی [illegible] تمام [illegible] خود بخود ختم ہو جائیں گی اور حق کا بول بالا ہو جائے گا لیکن افسوس ہم مسلمان اور تو سب کام کرتے ہیں ایک نہیں کرتے تو یہی نہیں کرتے کہ دین حق کی دعوت نہیں دیتے اور خود مدعو و مغلوب بن گئے کفر کی دعوت کو قبول کرلیا۔ بہر حال جنات نے جب کلام الٰہی حضور ﷺ سے سنا تو وہیں مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم کی طرف دین کے داعی بن کے گئے اصل دین دعوت کا نام ہے سورۃ جن میں جنات کے حالات بڑے مفصل بیان فرمائے ہیں ارشاد رب العزت ہے:

﴿قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْآ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِیْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ﴾ [سورۃ جن پ۲۹ آیت ۱]

ترجمہ: یعنی جنات نے جب قرآن سنا تو کہنے لگے دوسرے جنات سے ہم نے بے شک ایسا قرآن سنا جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو ہم ایمان لائے۔

نکتہ جنات تحقیق کرنے آئے تھے اور کفر و شرک کی اشاعت میں لگے تھے مگر ہدایت لے گئے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ لینے گئے اور پیغمبری مل گئی۔

حکومت ہوئی اس کو حاصل جہاں کی ☆ ہوا جو کوئی حکم بردار تیرا۔
(حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ)

جنات کو حضور ﷺ کی وراثت و نیابت ملی یعنی دعوت کا کام یہ اللہ کا فضل ہے جس کو وہ عطا فرمائے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

جنات کا آپس میں مکالمہ:

جنات کا تحقیقی وفد حجاز کے میدان میں عکاظ کے بازار کے قریب کھجور کے درختوں کے نیچے پہنچا تو جنات آپس میں باتیں کرنے لگے ایک نے کہا یہ کلام جو پڑھا جارہا ہے اسی کی وجہ سے آسمانوں پر ہمارا داخلہ روک دیا گیا۔ آنحضرت ﷺ اس وقت صبح کی نماز پڑھا رہے تھے صبح کا نورانی وقت اور قرآن بھی حضور ﷺ کی زبانی اس تاثیر کا کیا عالم ہوگا۔

"نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ"

جنات سن کر فوراً گرویدہ ہو گئے اور دولت اسلام کے ساتھ لوٹے۔

تیرا نام ہے شیریں حلاوت ہے دل کی ☆ ہر اک بات سے خوش۔ ہے تکرار تیرا

(حافظ صاحبؒ)

یہ جب واپس لوٹے تو حضور ﷺ نے ان کو بھی دین کا داعی و مبلغ بنا کر بھیجا معالم التنزیل میں ہے:

((امرھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ینذروا الجن ویدعوھم الی اللہ تعالی ویقرؤا القرآن علیھم)) [معالم التنزیل]

آپ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنی قوم جنات کو ذرا آخرت کا سنائیں اور اللہ کی اطاعت کی دعوت دیں۔

جنات نے جا کر اپنی قوم کو کس طرح ایمان کی دعوت دی خیر البشر بخیر البشر مولفہ امام عبداللہؒ مکی لکھتے ہیں (زمانہ جاہلیت میں شیاطین و جنات بتوں کے اندر سے بولتے تھے اور جاہل یہ سمجھ کر کہ یہ ہمارے اللہ بول رہے ہیں ان کی اور بھی پوجا کرتے تھے جس وقت بہت سے جنات مسلمان ہو گئے تو ان مسلمان جنات نے بتوں کے اندر سے بولنے والے جنات کے خلاف مزاحمت کی اور ان کو بولنے سے روک دیا تو بہت سے بت پرست اپنے سابقہ عقیدۂ شرک سے توبہ تائب ہوئے مسلمانو! یہ قرآن پاک اور حضور ﷺ کی تعلیم کا اثر ہے کہ باطل طلسم خود بخود ٹوٹنے لگ جاتے ہیں۔

ان کی صورت دیکھ کر آنے لگی یاد خدا کی ☆ نور رخ ان کا چراغ راہ عرفاں ہو گیا

عرب قوم گمراہی و ضلالت میں انتہا کو پہنچی ہوئی تھی پھر وہی عرب دنیا کے امام بن گئے یہ برکت و فیض تھا جناب رسول اللہ ﷺ کے پیغام ہدایت کا تو اس وقت کے انتہائی گمراہ وحشی، ظالم، قاتل، ڈاکو، شرابی ٹھیک ہو سکتے ہیں تو کیا آج ایسے لوگ نہیں ہو سکتے؟ اس وقت کا قاتل معاشرہ خوف خطر کا معاشرہ امن و اخوت، بھائی چارے کی فضا میں تبدیل ہو سکتا ہے تو آج کا ترقی یافتہ معاشرہ بھی امن کا گہوارہ بن سکتا ہے دنیا سے خوف و خطرے کے بادل چھٹ سکتے ہیں مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن کے حامل بیدار ہوں اور قرآن پر عمل پیرا ہوں۔

عرب کی جہالت کی انتہا یہ تھی مسند دارمی میں ہے:

((کان الرجل فی الجاھلیۃ اذا سافر حمل معہ اربعۃ احجار ثلثۃ یقلبز بھا والرابع یعبدہ)). [مسند دارمی]

زمانہ جاہلیت میں عربوں کی حالت یہ تھی کہ ایک آدمی سفر میں چار پتھر اٹھا لیتا تین سے استنجا کرتا ایک کی ان میں سے پوجا کرتا یعنی ایک کو خدا بنا لیتا وہی استنجے کے ڈھیلے اور وہی معبود۔ روح البیان میں ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یمن میں رہنے والے ایک مرد اساف اور عورت نائلہ تھی دونوں میں ناجائز

تعلقات تھے زمانہ جاہلیت کی رسم کے مطابق حج کرنے گئے عین کعبہ کے اندر ان دونوں بدبختوں نے بدکاری کی فوراً ان پر قہر خداوندی نازل ہوا اور یہ دونوں مسخ ہو گئے اور پتھر بن گئے۔ اہل مکہ نے ان کو خانہ کعبہ سے نکال کر اور کعبہ کے دروازہ پر ایک کو ایک طرف دوسرے کو دوسری طرف رکھ دیا چند روز کے بعد لوگوں نے انہی ملعونوں کو معبود خدا بنا دیا۔

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل ☆ کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

جناب رسول اکرم ﷺ کے زمانہ بعثت میں اُن کی پوجا ہوتی تھی پھر آپ ﷺ نے ان کو گرا کر غارت کر دیا آج کے دور میں بت پرستی کی بجائے مادہ پرستی ہو رہی ہے دُنیا اور اپنی ذات کی پرستش ہو رہی ہے اس لیے ان بتوں کے غارت کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے۔

کچھ کام نہ آوے گا تیرے یہ لعل زمرد سیم و زر ☆ جب پوجا پاٹ میں بکھرے گی آن بنے گی جان اوپر

معرکہ اُحد میں حق و باطل کا فرق:

جنگ احد کے دن ابوسفیان جو کافروں کا کمانڈر انچیف تھا تھوڑی سی وقتی کامیابی کو دیکھ کر بتوں کی جے پکارنے لگا اور کہہ رہا تھا: "لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ "مسلمان کو چڑا رہا تھا کہ ہمارا مددگار ہمارا بت عزیٰ ہے تمہارا مددگار کہاں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کو جواب دو۔ (لَنَا الْمَوْلٰى وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ)" ہمارا مولیٰ اللہ ہے تمہارا نہیں۔"

یعنی تمہارے بت کمزور بودے ہیں۔ وہی ہوا، دنیا نے دیکھا کہ لات وعزیٰ کے پجاری ناکام وذلیل ہوئے محمد ﷺ کے غلام کامیاب ہوئے۔

یہ سرکار مدینہ ﷺ کی تربیت کا اثر تھا کہ پتھر پرست اللہ پرست ہو گئے، قاتل وخون خوار محافظ ونرم دل ہو گئے، رہزن وچور امانت دار مسافر نواز ہو گئے، جاہل عالم بن گئے، فقیر، گدا، بادشاہ وخلیفۃ اللہ بن گئے، زانی و بدکار وشراب خور مسلمان و پرہیزگار بن گئے، اللہ کے دشمن اس کے اولیاء بن گئے، جو لعنت کے طوق میں گرفتار تھے وہ محبوب اللہ بن گئے، بدو چرواہے دنیا کے امام ومقتداء بن گئے خود بھوکے رہنے والے دوسروں کو کھلانے والے بن گئے، ظالم منصف بن گئے، لٹیرے محافظ بن گئے۔ یہ سب پیغام نبوت کے قبول کرنے کی برکت تھی۔ لوگو! حضور ﷺ کی مان لو دنیا وآخرت میں کامیابی ملے گی۔ وہ لوگ حضور ﷺ کے پیغام پر جب لبیک کہنے والے بن گئے تو دنیا وآخرت کے مالک بن گئے ان کی کیا کیا عزت ہوئی چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ غیبی مدد:

تاریخ نفیس میں ہے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ صحابی نے ایک خچر کرایہ پر لیا طائف سے مدینہ جانا تھا مگر خچر کے مالک بدو نے یہ شرط لگائی کہ راستہ میں جہاں کہیں مجھے کام ہوگا ٹھہرتا ہوا چلوں گا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے منظور فرمالیا وہ بدو راستہ میں ان کو بالکل ویران جگہ پر لے گیا اور کہا یہاں اُترو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہاں ہزاروں لاشیں، ہڈیاں پڑی ہیں جن کو اس ظالم بدو نے اس طرح دھوکہ سے قتل کر کے مال واسباب لوٹا تھا۔ یہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بھی قتل کرنے کی تیاری کرنے لگا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا موت کا وقت ہے آخری وقت دو رکعت تو پڑھنے دو اس بدو نے کہا کہ جلدی سے پڑھ لو مگر یہ نماز تجھے بچانہ سکے گی بہر حال حضرت زید رضی اللہ عنہ نے سجدہ میں کہا، یَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یکا یک زور سے آواز آئی مت قتل کرنا، بدو نے آس پاس دیکھا کہ کون آواز دے رہا ہے مگر کچھ نظر نہ آیا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے پھر سجدہ میں یَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ کہا بدو جو حملہ کے لیے تیار تھا پھر آواز سنی تیسری مرتبہ پھر یہی آواز آئی اور ایک سوار تیز آتا ہوا نظر آیا جس کا برچھا بجلی کی طرح چمک رہا تھا اس نے آتے ہی بدو ظالم پر ایسا کاری وار کیا کہ برچھا سینہ کی طرف سے پیٹھ تک پار نکال دیا۔ بدو وہیں گر کر مر گیا پھر اس سوار نے کہا کہ میں اللہ کا فرشتہ ہوں جب آپ نے پہلی مرتبہ یَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ کہا تو میں ساتویں آسمان پر تھا جب دوبارہ آپ نے یَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ کہا تو میں چھٹے آسمان پر تھا جب تیسری مرتبہ یَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ کہا تو میں آپ کے دشمن تک پہنچ چکا تھا ادھر منہ سے دعا نکلی اُدھر عرش تک پہنچی۔

اجابت از در حق بہر استقبال می آید ☆ بترس از آہ مظلوماں ہنگام کہ دعا کردن

یہ ساری برکت تھی اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیام کو قبول کرنے کی کہ کائنات کی ہر چیز ان کی خدمت میں لگی ہوئی تھی یہ روس وامریکہ جرمنی، فرانس کے ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور دیگر مہلک ہتھیار کیا وقعت رکھتے ہیں اللہ کی قوتوں کے مقابلہ میں مگر افسوس کہ ہمارے دل میں ان ہتھیاروں کا خوف اور ان کی طاقت کا یقین تو ہے مگر اللہ کی قوتوں کا یقین نہیں ہے حالانکہ ایک فرشتہ کی طاقت ساری دنیا سے زیادہ ہے چہ جائیکہ بے شمار فرشتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ عظیم:

دوربین کی ایجاد سے وقت کی مختلف اکائیوں مثلاً سالوں، مہینوں اور دنوں کا تعین کیا گیا ہے بے انتہا لمبے فاصلے نوری سالوں میں ناپے جاتے ہیں۔ نوری سالوں سے مراد وہ فاصلہ ہے جو روشنی ایک

سال میں طے کرتی ہے روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار کلومیٹر فی سیکنڈ یا تیس کروڑ میٹر فی سیکنڈ ہے۔
جدید علم فلکیات ہمیں بتاتے ہیں کہ کائنات طت وسیع ہے اور ہمارا پورا نظام شمسی کائنات میں اتنی بھی وقعت نہیں رکھتا جتنی کہ سمندر میں پانی کا ایک قطرہ۔ (جنرل سائنس)

خیر البریات خلاصہ کائنات فاتح ابواب الخیرات حضرت رسول مقبول علیہ افضل التحیات والصلوٰۃ والسلام کی دعوت کلمہ توحید تھی:

کلمہ طیبہ کلمہ توحید یہ صرف الفاظ کا اقرار نہیں بلکہ پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ حلف اٹھاتا ہے اور معاہدہ کرتا ہے کہ اب وہ اپنی مرضی وخواہشات کی زندگی نہیں گزارے گا بلکہ اللہ رب العزت کے حکم کے مطابق زندگی گزارے گا اور یہ خالی کلمہ بڑی فضیلت وشان والا ہے اس کا اندازہ اس سے لگائیں ابو یعلیٰ کی مسند میں انس بن مالک سے روایت ہے ارشاد فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے:

((مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِي سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ اِلَّا طَمَسَتْ مَا فِي الصَّحِيْفَةِ مِنَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰى تَسْكُنَ اِلٰى مِثْلِهَا مِنَ الْحَسَنَاتِ)). [رواہ المنذری]

"حضور ﷺ فرماتے ہیں جو بندہ دن یا رات میں کسی وقت بھی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے اس کے نامۂ اعمال میں سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جس قدر گناہ تھے اسی قدر نیکیاں لکھی جائیں گی (اکثر علماء کے نزدیک ان گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں کیونکہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے)"

کرم بین و لطف خداوندی کردگار ☆ گنہ بندہ کردہ است او شرمسار

دوسرا مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ صدق دل سے یقین سے یہ کلمہ کہے تو اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے، لیکن وہ اس طرح ہو کہ اللہ کے علاوہ سارے جہان کے باطل معبودوں سے یقین کو ہٹائے اور تمام باطل یقین فنا کر دے جب باطل عقائد یقین ختم ہوں گے تو صحیح یقین دل میں آئے گا جیسے جہاں خوشبو آئے تو بدبو ختم ہو جاتی ہے۔ پانی آئے تو آگ ختم ہو جاتی ہے۔ حضور ﷺ چونکہ تمام جہانوں کے لیے رحمت بن کر آئے تھے۔ آپ ﷺ کا فکر یہ تھا کہ سب لوگ دوزخ سے بچ جائیں جنت میں جائیں روح البیان میں ہے کہ ایک شخص وحیہ نامی کافر تھا اور قوم کے سردار تھے۔ حضور ﷺ کی تمنا تھی کہ یہ مسلمان ہو جائیں حضور ﷺ ان کے لیے دعا بھی فرماتے ایک دن وحیہ کے دل میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضری کا شوق ہوا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر بشارت دی کہ وحیہ آج مسلمان ہونے آرہے ہیں، جب وحیہ کلبی حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے لیے چادر بچھا دی کیونکہ حضور ﷺ کا

ارشاد ہے: ((اِذَا جَاءَ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ)) "جب کسی قوم کا معزز آئے تو اس کا اکرام کرو۔"

حضور ﷺ کے اخلاق کریمانہ دیکھ کر وہ رونے لگے پھر آپ ﷺ کی چادر کو اٹھا کر بوسہ دیا آنکھوں سے لگایا اور سر پر رکھ لیا اور عاجزی سے درخواست کی کہ حضور ﷺ! مجھے کلمہ پڑھا دیں۔ آپ ﷺ نے کلمہ تعلیم فرمایا اور اسلام کے احکامات سکھائے۔ دحیہ کلبی زار وقطار رونے لگے حضور ﷺ نے پوچھا دحیہ کیوں روتے ہو عرض کیا حضور ﷺ! میں نے بڑے بڑے گناہ کیے میرا کیا حال ہوگا اگر مجھے قتل کر دیں اور بخش دیں تو مجھے یہ بھی منظور ہے کہ کسی طرح میرے گناہ معاف ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا دحیہ! کیسے بڑے بڑے گناہ کیے ہیں عرض کیا میں اپنی قوم کا سردار ہوں میں نے عار کی وجہ سے ستر معصوم لڑکیاں زندہ دفن کی ہیں، بھلا میرے گناہ کیسے معاف ہوں گے۔ حضور ﷺ دحیہ کی یہ باتیں سن کر حیران ہو گئے اور اس ظلم پر تعجب کرنے لگے اور انتظار کرنے لگے کہ اس بارے میں اللہ جل شانہٗ کا کیا حکم نازل ہوتا ہے دحیہ مسلسل رو رہے تھے تھوڑی دیر میں حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر حاضر ہوئے اور فرمایا:

يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ يُقْرِءُكَ السَّلَامَ عَلَيْكَ وَقُلْ لِدِحْيَةَ اِنِّيْ غَفَرْتُ لَهٗ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كُفْرَ سِتِّيْنَ سَنَةً وَسَيِّاٰتِ سِتِّيْنَ سَنَةً وَقَتْلَ سَبْعِيْنَ بَنَاتٍ.

"یا نبی اللہ ﷺ اللہ نے آپ (ﷺ) کو سلام فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آپ ﷺ دحیہ کلبی سے کہہ دیں کہ میں نے تمہارے کلمہ پڑھنے کی وجہ سے ساٹھ سال کا کفر ساٹھ سال کے گناہ اور ستر معصوم لڑکیوں کا قتل معاف کر دیا ہے۔" اور فرمایا ﴿اِنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ﴾ "اسلام لانے کے بعد پہلے کے سارے گناہ اسلام ختم کر دیتا ہے۔"

یہ بشارت سن کر جناب نبی کریم ﷺ اور سارے اس وقت موجود صحابہ رضی اللہ عنہم رونے لگے خوشی میں۔

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد　☆　آنچہ در وہمت نیاید آں دہد
(رومیؒ)

حضرت دحیہ کلبی روتے روتے بے ہوش ہو گئے، اسی حالت میں جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس پاک کلمہ کے پڑھنے پر ساری عمر کی بت پرستی اور کفر معاف ہو سکتے ہیں تو جو مسلمان پوری زندگی اس کو (اخلاص سے) پڑھتا رہا اس کی کیسے بخشش نہ ہوگی۔ حیاۃ القلوب میں ہے کہ ایک دن جناب رسول کریم ﷺ کو خبر دی گئی کہ فلاں انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نزع کی حالت میں ہے یہ سنتے ہی حضور ﷺ فوراً تشریف لے گئے دیکھا نزع کی حالت طاری ہے فرمایا: (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) اس لیے کہ آنحضور ﷺ ہی کا ارشاد ہے: (مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ) یعنی

جس آدمی کا آخری کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ آخری وقت کلمہ پڑھنا خاتمہ بالخیر کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی برے خاتمہ سے محفوظ فرما کر خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔ آمین!۔ بہرحال وہ صحابی انصاری زبان سے کلمہ ادا نہ کر سکے مگر ہاتھ کی انگلی اٹھا کر زبان سے کچھ آہستہ سے کہا۔ حضور انور ﷺ نے خوشی کا اظہار فرمایا صحابہ نے خوش ہونے کی وجہ پوچھی فرمایا کہ جب میں نے اس کو کلمہ تلقین کیا اور یہ اپنی زبان سے کلمہ پڑھ کر اپنے آس پاس والوں کو گواہ نہ بنا سکا تب اس نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے آسمان والے کو اپنا گواہ بنالیا ادھر اس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی ادھر بارگاہ رب العالمین کی طرف سے ملائکہ کو ارشاد ہوا اے فرشتو! دیکھو اس میرے بندے کو جب اس کی زبان سے کلمہ جاری نہ ہوسکا تو اس نے ہمیں گواہ بنا کر کلمہ کا اقرار کیا تم گواہ رہو میں نے اس کی مغفرت کر دی۔

سینکڑوں کو تو کرے گا جنتی ☆ ایک یہ نااہل بھی ان میں سہی

تفسیر ابن کثیر تذکرہ قرطبی میں ہے (بحوالہ احسن المواعظ مولانا محمد ابراہیم دہلویؒ) آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں کہ جب انسان کی موت کا وقت آتا ہے تو اس وقت شیطان اس کے ماں باپ کی شکل میں آتا ہے پہلے باپ کی شکل میں آکر کہتا ہے کہ میں بظاہر مسلمان تھا مگر آخر میں یہودی ہو کر مرا اور یہودی دین سچا ہے تو بھی یہودی ہو جا اسی طرح اس کی ماں کی شکل میں آکر کہتا ہے کہ میں عیسائی دین پر مری تھی وہی سچا دین ہے اگرچہ بظاہر میں مسلمان تھی دونوں اپنے احسانات یاد دلا کر اس مسلمان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ بے چارہ پریشان ہوتا ہے کہ اب کیا کرے فوراً اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے اور ملک الموت آکر ان دونوں شیاطین کو لاتیں مار کر ہٹا دیتے ہیں پھر مرنے والے سے کہتے ہیں کہ یہ تیرے ماں باپ نہیں تھے بلکہ شیطان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر رحم فرمایا اور تیری حفاظت فرمائی اب تو کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لے تاکہ تیری جان قبض کرلوں اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ﴾

[سورۃ ابراہیم پارہ ۱۳ آیت ۲۷]

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتے ہیں کلمہ طیبہ سے دنیا میں اور آخرت میں۔''

الغرض شیطان کا حملہ موت کے وقت سخت ہوتا ہے۔ جس طرح وہ یہودی و نصرانی دین کی طرف دعوت دیتا ہے اسی طرح دوسرے باطل ادیان و باطل عقائد و نظریات کی طرف بھی بلاتا ہے مگر جو لوگ زندگی بھر ایمان و اعمال صالحہ پر قائم و مضبوط رہتے ہیں تو آخر وقت بھی اس ان کی دستگیری فرماتے ہیں بہرحال حضور ﷺ کا پیام ہدایت کا پیام ہے اسی میں سکون و عزت دونیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ اللہ

تعالیٰ ہم سب کو اپنے ایمان مضبوط بنانے کی اور اسلام پر فخر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین!)

نکتہ: یہ ضروری نہیں کہ شیطان ہر مرنے والے کے پاس اسی طرح آئے بلکہ بسا اوقات جو نزع کی حالت میں ہوتے ہیں ان پر اسی طرح شیطان حملہ کرتا ہے۔ بعض اوقات تو کچھ گنہگاروں کو توبہ کا موقع ہی نہیں ملتا بلکہ آناً فاناً مر جاتے ہیں جیسے حادثات ایکسیڈنٹ کوئی دھماکے وغیرہ سے بہر حال حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ: (اِنَّمَا الْعِبْرَةُ بِالْخَوَاتِيْم) (الحدیث) یعنی انسان کے آخر اور خاتمہ کا اعتبار ہوتا ہے جس حال میں مرے گا اسی حال میں اُٹھے گا اگر ایمان پر موت آئی تو مسلمان ہو کر اُٹھے گا اور اگر کفر پر موت آئی تو قبر سے قیامت کے دن کافر ہو کر اُٹھے گا بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی نحوست سے کفر پر خاتمہ ہوتا ہے جیسے نشہ، افیون، چرس، ہیروئن، شراب، ماں باپ کی نافرمانی، بزرگوں سے عداوت وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سوئے خاتمہ سے محفوظ فرمائیں کہ اس سے بڑی بدنصیبی اور کیا ہوگی اور خاتمہ بالایمان نصیب فرمائیں کہ یہ بہت بڑی سعادت ہے۔

خطبہ چہارم:

ترکِ دُنیا

ماہِ محرم کے شروع میں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یکم محرم الحرام کو شہادت ہوئی۔ دس (۱۰) محرم الحرام کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ بیس (۲۰) محرم الحرام کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی محرم ہی میں حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی۔ ۲۹ محرم الحرام کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی وفات ہوئی اس مناسبت سے اس خطبہ کا موضوع ترک دنیا ہے دنیا ہر ایک نے چھوڑ کر جانا ہے خوش نصیب ہے وہ جس نے اختیار وخوشی سے دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی زندگی کو ترجیح دی ورنہ مجبوری کے ساتھ تو ہر ایک چھوڑ کر جاتا ہے اس کی نعمتیں بھی فانی ہیں، آخرت باقی رہنے والی ہے اس کی نعمتیں راحتیں بھی دائمی ہیں، آخرت کی کامیابی اصل کامیابی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَّالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى﴾ [سورۃ النساء پارہ ۵ آیت ۷۷]

"آپ کہہ دیجیے اے نبی ﷺ کہ دنیا کا ساز وسامان تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے۔ اس کے لیے جو ڈرے (خدا سے)" یعنی دنیا اور اس کے فائدے مختصر اور زائل ہونے والے ہیں۔

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف ومستی کی
بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی

(مجذوبؒ)

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ [سورۃ حدید پارہ ۲۷ آیت ۲۰]

"جان لو بے شک دنیا کی زندگی کھیل کود ایک ظاہری زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال اور اولاد ایک دوسرے سے زیادہ بتلانا ہے جیسے مینہ کہ اس کی پیداوار کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے سو اس کو تو زرد دیکھتا ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں عذاب شدید ہے اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے اور دنیاوی زندگانی محض دھوکے کا اسباب ہے۔"

دنیا کی زندگی کھیل تماشے کی طرح ہے جس طرح فٹ بال، ہاکی وغیرہ ہر کھیل تھوڑی دیر کے لیے ہوتا ہے پھر ختم ہو جاتا ہے لیکن اس تھوڑے سے کھیل میں بظاہر بڑا انٹرسٹ ہوتا ہے آدمی اس میں مگن ہو جاتا ہے اسی طرح فرمایا دنیا مختصر ہے کو اس میں آدمی مگن ہے اور اصل آخرت بھول جاتا ہے مگر عقل منداس میں دل نہیں لگاتے بلکہ اپنی اصل منزل اور اصلی مقصد کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ دنیا میں چاہے بالفرض ہزار دو ہزار سال بھی زندہ رہے پھر بھی آخرت کی زندگی دیکھ کر یہی سوچے گا وہ تو کھیل تماشہ تھا دوسرا مطلب جس طرح کھیل تماشے میں جیسے تھیٹر، سینما وغیرہ میں وقت ضائع ہوتا ہے اور پیسہ رقم بھی برباد ہوتی ہے اسی طرح دنیا کو اپنا اصل مقصد بنانے والے اپنا سب کچھ برباد کر رہے ہیں مگر اللہ کے مخلص بندوں نے دنیا میں اپنا مال اور اپنی جان اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کر دی ان کے لیے دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔

تباہی کی حدیں عشرت پرستی سے نکلتی ہیں ☆ شرابوں پر شباب آیا تو قوموں پر عذاب آیا
(عارف)

دنیا کس کو کہتے ہیں؟:

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا اللہ سے غفلت کا نام ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بودن ☆ نے قماش و نقرہ و فرزند و زن
(رومیؒ)

دنیا اللہ سے غفلت کا نام ہے مال واولاد سونا چاندی کا نام نہیں ہے ہاں اگر یہی چیزیں اللہ سے غافل کر رہی ہیں تو پھر یہ دنیا ہیں الغرض اگر کوئی عالم وحاجی غازی ومجاہد ہوتے ہوئے بھی اللہ سے غافل ہے اور ان مقدس مشنوں سے مقصود بھی دنیا کمانا ہے تو پھر یہ دنیا ہیں آخرت میں ان کا کوئی بدلہ نہ ہوگا۔ جناب سید المرسلین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: (نِعْمَةُ الدُّنْيَا مَطِيَّةُ الْآخِرَةِ) یعنی وہ دنیا جس سے آخرت حاصل ہورہی ہے وہ بہتر ہے یعنی انسان ہر کام، بال بچے اللہ کے حکم کے مطابق پال رہا ہے تو اس کو آخرت میں اجر ملے گا اسی طرح تجارت، زراعت، ملازمت، ہر چیز اللہ ورسول ﷺ کے فرمان کے مطابق ہو رہا ہے تو یہ دنیا میں شمار نہیں ہے بلکہ آخرت میں شمار ہے، وہ دنیا جو خدا سے غافل کر رہی ہو اس کے متعلق جناب سید الکونین رحمۃ اللعالمین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: (اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَطَالِبُهَا كِلَابٌ) فرماتے ہیں حضور ﷺ: دنیا ملعون ہے اور اس کے طلب گار کتے ہیں۔ دوسری حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں یعنی جس طرح کتے مردار پر ٹوٹتے ہیں اور ہر کتے کی خواہش ہوتی ہے کہ سارا مردار جانور میں ہی کھالوں اسی طرح اہل دنیا میں سے ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ ساری دنیا میرے پاس آجائے اور وہ کتوں کی طرح دوسروں پر غراتے ہیں نیز کتا اپنے مردار بھائی کتے کا گوشت بھی کھا جاتا ہے اسی طرح دنیا دار اپنے بھائی کا بھی دنیا کی خاطر گلا کاٹنے سے نہیں رہتا۔ پھر یہ کہ جس طرح کتے کو دوسرے کتے کے مرنے سے کوئی عبرت حاصل نہیں ہوتی اس طرح اہل دنیا اپنے سامنے ہزاروں دنیاداروں کا انجام بد دیکھنے کے بعد عبرت حاصل نہیں کرتے پھر کتا دوسرے مردار پر دن رات پڑا رہتا ہے اس کا پیٹ نہیں بھرتا اسی طرح اہل دنیا کا پیٹ بھی دنیا سے نہیں بھرتا، دن رات اسی کا فکر رہتا ہے پھر کتا مردار جانور کا گوشت کھانے کے بعد ہڈیاں بھی کھا جاتا ہے اسی طرح دنیا دار بھی پہلے غریبوں کا گوشت کھاتے ہیں پھر ہڈیاں تک چبا جاتے ہیں۔ ایک سود خور دنیا دار ساری جائیداد اپنے مقروض کی لے کر پھر اس کے کھانے پینے کے برتن تک بھی قرق لیتا ہے اور اس کو ذرا بھی خوف نہیں ہوتا اسی طرح دنیا دار انتہائی بے عقل ہیں کہ اندھیرے کو نور کہتے ہیں۔ غم وحزن کو سرور کہتے ہیں۔ مردار بدبودار کو خوشبودار کہتے ہیں فانی کو باقی سمجھتے ہیں۔ خوف کو امن، موت کو حیات، نیستی کو ہستی دھوپ کو سایہ، سایہ کو دھوپ نقل کو اصل اور اصل کو نقل کہتے ہیں اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ حضور انور ﷺ نے دنیا داروں کو کتے کے ساتھ تشبیہ دی ہے حالانکہ کوا بھی کتے کی طرح مردار خور مگر کوے اور کتے میں فرق ہے کہ ایک کوا جب مردار کو کاٹ رہا ہوتا ہے تو دوسرا کوے پر کتے کی طرح نہیں غراتا، پھر ایک کوا اگر کہیں مردہ جانور دیکھ لیتا ہے تو وہ دوسرے اپنے ہم شکل کووں کو بلاتا ہے بخلاف کتے کے کہ وہ ایسا نہیں کرتا پھر

کو امردار کو کھا کر بہت جاتا ہے بخلاف کتے کے کہ اس کا پیٹ ہی نہیں بھرتا پھر یہ کہ کوا رات کو مردار نہیں کاٹتا بخلاف کتے کے کہ وہ دن رات مردار کو نوچتا رہتا ہے بٹنے کا نام نہیں لیتا پھر یہ کہ کوا اپنے بھائی مردے کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتا بلکہ پریشان ہوتا ہے بخلاف کتے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا زہد:

ابو ربیع کہتے ہیں کہ میں ایک دن داؤد علیہ السلام کے گھر گیا آپ کے سامنے کھانا آیا جس میں صرف سوکھی خشک روٹی کے چند ٹکڑے تھے۔ اس وقت مجھے پیاس لگی میں پانی پینے کے لیے اٹھا دیکھا کہ مٹکے میں گرم پانی رکھا ہے عرض کیا "اللہ آپ پر رحم کرے کاش آپ ٹھنڈا پانی رکھتے" آپ نے جواب میں فرمایا کہ "بھائی اگر ہم ہمیشہ ٹھنڈا پانی پئیں اور کھانا گرم کھائیں مزے کریں اور لباس اچھا پہنیں تو پھر تم ہی بتاؤ کہ ہم نے آخرت کے لیے کیا باقی چھوڑا گویا جنت کے سارے مزے دنیا ہی میں ختم کر لیے۔ مسلمانو! یہی حالت ہمارے آخر الزماں ﷺ کی تھی کہ کھانے پینے کا خاص اہتمام نہ تھا اکثر جو کی خشک روٹی کے ٹکڑے پانی میں بھگو کر حلق شریف سے اتارتے تھے۔ موٹا اور سادہ لباس پہنتے اندازہ کریں کہ ہم لوگ کھانے پینے لباس رہائش میں کتنے آرام میں رہتے ہیں پھر بھی ناشکری کرتے ہیں کہ ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں افسوس صد افسوس جس نبی ﷺ کے ہم نام لیوا ہیں ان کا کتنا اتباع کرتے ہیں۔

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم ☆ رفتہ رفتہ چپکے چپکے دم بدم

(مجذوبؒ)

ایک دن حضرت داؤد علیہ السلام کی خادمہ نے عرض کیا کہ آپ کے لیے اچھا سا گوشت کا سالن پکا کر لاؤں؟ فرمایا میرا بھی جی چاہتا ہے۔ جاؤ اچھا عمدہ سالن پکا کر لاؤ۔ خادمہ نہایت اچھا سالن پکا کر لائی جب وہ گوشت پک کر آپ کے سامنے آیا فرمایا دیکھنا کہ فلاں شخص کے یتیم بچے کہاں ہیں۔ خادمہ نے عرض کیا یہیں ہیں فرمایا کہ یہ گوشت سارا ان کو دے دو۔ خادمہ نے عرض کیا کہ آپ بھی تو کچھ تناول فرمائیں آپ نے اتنے وقت سے گوشت نہیں کھایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا سنو! اگر اس کھانے کو میں کھالیتا تو کچھ دیر کے بعد یہ نجاست بن کر کوڑے پر جائے گا اور اگر اس کو یتیم کھائیں گے تو ابھی یہ کھانا عرش الٰہی پر پہنچ جائے گا (یعنی اجر و ثواب ملے گا) اب تو ہی فیصلہ کر کہ اس کھانے کا گندگی پر جانا بہتر ہے یا عرش الٰہی پر جانا بہتر ہے۔ سبحان اللہ کیا جذبۂ ہمدردی و خیر خواہی ہے۔ آج کوئی بڑے سے بڑا بزرگ بھی یہ شاید نہ کرتا ہو۔

ایک دن خادمہ نے عرض کیا کہ آپ ہمیشہ خشک روٹی پانی میں بھگو کر پی لیتے ہیں کسی دن گرم

روٹی چبا کر بھی کھا لیتے حضرت داؤد ؒ نے فرمایا کہ اے بی روٹی کے چبانے اور اس پر پانی پینے میں قرآن مجید کی پچاس آیتوں کے پڑھنے کا حرج ہوتا ہے پھر کس طرح میں ایسے کر سکتا ہوں کہ قلیل مزے کے لیے یادِ الٰہی کو چھوڑ دوں اور دنیا کے فانی مزے کو پسند کروں۔

ایں جہاں و آں جہاں فانی بود ☆ غیر یادش جملہ نادانی بود
یاد او سرمایہ ایماں بود ☆ ہر گدا از یاد او سلطاں بود
(رومیؒ)

یعنی اللہ کی یاد کے بغیر دونوں جہاں بے کار ہیں اور اس کے ذکر کے بغیر رہنا نادانی ہے۔ اللہ کی یاد ایمان کا سرمایہ ہے۔ اس کی یاد سے فقیر بھی بادشاہ بن جاتے ہیں۔ امام قشیری نے لکھا ہے کہ جس رات آپ کی وفات ہوئی ایک بزرگؒ نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ گویا آپ بھاگے جاتے ہیں پوچھا کیوں بھاگے جا رہے ہو؟ فرمایا کہ آج قید خانہ سے رہائی ہوئی ہے یعنی دنیا قید خانہ تھا تخت مصیبت کا گھر تھا آج اللہ نے اس جیل خانہ سے رہائی عطا فرمائی ہے اس لیے بھاگتا ہوں کہ کہیں پھر قید نہ کر دیا جاؤں۔ تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ آپ وفات پا گئے۔ سبحان اللہ! ہم دنیا کو کیسی پیاری سمجھتے ہیں ایک یہ اللہ والے ہیں کہ دنیا کو جیل خانہ خیال کرتے ہیں دراصل ہم اندھے ہیں اور اللہ والے بینا ہیں۔

لطف دنیا کے ہیں کے دن کے لیے ☆ کھو نہ جنت کے مزے ان کے لیے
یہ کیا اے دل تو پھر یوں سمجھ ☆ تو نے ناداں گل دیئے تن کے لیے
(مجذوبؒ)

رسالہ قشیریہ میں ہے: قِيْلَ لِاِبْرَاهِيْمَ ابْنِ اَدْهَمَ اِنَّ اللَّحْمَ قَدْ غَلَا فَقَالَ اِذْ خَصُوْهُ وَلَا تَشْتَرُوْهُ (رسالہ قشیریہ) حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے کسی نے عرض کیا کہ گوشت مہنگا ہو گیا ہے فرمایا تم اسے نہ خرید کر سستا کر دو جب خریداری کم ہو جائے گی خود سستا ہو جائے گا اگر کوئی مالدار اللہ کی عبادت بھی کرتا ہے حلال و حرام کا خیال بھی رکھتا ہے اور وہ اچھا کھاتا پیتا ہے تو اس کو آخر میں بھی عیش ہوں گے۔ یہ لوگ تقویٰ کے انتہائی اعلیٰ درجہ پر تھے اور یہ انہی کا حصہ تھا ہم لوگ اگر گناہوں سے بچیں اور موٹے موٹے فرائض ادا کرتے رہیں تو ہمارے لیے یہ بھی غنیمت ہے۔

ایک دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روزے سے تھے جب افطار کے وقت ان کے سامنے کھانا لایا گیا تو کھانے کو دیکھ کر فرمایا کہ افسوس! حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جو جناب رسول ﷺ کے چچا تھے جنگِ اُحد میں شہید ہوئے جب ان کے لیے کفن لایا گیا تو وہ ایک چھوٹی چادر تھی اگر اس سے سر ڈھانکا

جاتا تو پیر کھل جاتے اور پیر ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا تھا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ سر کو چادر سے ڈھانپ دو اور پیروں پر گھاس ڈال دو پھر ہمارے سامنے ہمارے لیے دنیا کی فراخی ایسی ہوئی کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ یہ فرما کر ابن عوف اتنا روئے کہ کھانا نہ کھا سکے اور وہ کھانا واپس چلا گیا۔ مسلمانو! غور کرو کہ بادشاہ دو جہاں ﷺ کے چچا حضرت حمزہ ؓ جام شہادت نوش کریں اور کافر ہندہ آپ کا کلیجہ چبائے ناک کان کاٹے گئے پیٹ چاک کیا گیا جس کا صدمہ خود حضور ﷺ کو بے حد تھا۔ ساری عمر آپ ﷺ یہ صدمہ یاد کرتے رہے اور روتے رہے ان کے لیے دنیا سے جاتے وقت کفن پورا نہ تھا ہمارے لیے عبرت کی بات ہے۔

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں ☆ ایں خیال است محال است و جنوں

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا زہد:

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ جو بہت بڑے رئیس اور اپنے علاقے کے بادشاہ تھے ایک رات اپنے محل سرائے میں سو رہے تھے اچانک آدھی رات کو چھت پر آدمی کے چلنے کی آہٹ معلوم ہوئی آپ چونک اٹھے اور آواز دی کون ہے؟ جواب دیا کہ آپ کا دوست ہوں آج شام میرا اونٹ کھو گیا ہے اس کو تلاش کر رہا ہوں حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے کہا کہ یہ کیسی بے وقوفی ہے کہ اونٹ جنگل میں گم ہو گیا ہے اور تم اسے شاہی محل میں تلاش کر رہے ہو۔ اس شخص نے کہا جہاں پناہ اگر اونٹ گم شدہ محل میں تلاش کرنا خام خیالی ہے تو پھر اللہ کو بھی شاہی محل میں تلاش کرنا عقل کے خلاف یعنی شاہی عیش و عشرت میں اللہ نہیں ملتا۔ یہ کہہ کر وہ ہاتف غیبی گم ہو گیا مگر حضرت بن ادھمؒ کے دل پر یہ بات اثر کر گئی آپ نے اسی دن شاہی چھوڑ کر جنگل کا رخ اختیار کیا پھر دنیا کی بادشاہت چھوڑ کر جو رتبہ حاصل کیا وہ سب کو معلوم ہے کہ سرتاج اولیاء بن گئے۔ ایک دن دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے اپنی پرانی گدڑی درست کر رہے تھے کہیں سے ایک امیر آدمی جو کبھی آپ کا ملازم تھا آ گزرا اور آپ کو دیکھ کر حیران کھڑا رہ گیا اور عرض کیا اے ابراہیم بادشاہی چھوڑ کر یہ کیسی زندگی اختیار کر لی کہ اپنی گدڑی خود سی رہے ہو حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا اس دنیا کی بادشاہت کے چھوڑنے سے مجھے اس سے بھی بہتر بادشاہی حاصل ہو گئی ہے۔ اس نے عرض کیا وہ کیسے یہ سن کر حضرت ابراہیمؒ نے اپنی سوئی جس سے گدڑی سی رہے تھے دریا میں پھینک دی اور بلند آواز سے کہا کہ میری سوئی لا دو یہ کہنا تھا کہ بہت سی مچھلیوں نے اپنے منہ میں سنہری سوئیاں لے کر منہ باہر نکال دیئے کہ لے لیجیے۔ حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا نہیں مچھلیو مجھے تو اپنی سوئی چاہیے تو ایک مچھلی نے وہی سوئی نکال کر منہ باہر کر دیا۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے اس امیر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا بتاؤ وہ حکومت بہتر تھی یا

یہ حکومت بہتر ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

ترک کردہ ملک ہفت اقلیم را ☆ می زند بردلق سوزن چوں گدا
ملک ہفت اقلیم ضائع می کند ☆ چوں گدا بر دلق سوزن میزند
شیخ سوزن زود در دریا افگند ☆ خواست سوزن را باآواز بلند
صد ہزاراں ماہی الٰہی ☆ سوزن زر برلب ہر ماہیے
سر بر آورد ندا ز دریائے حق ☆ کہ بگیر اے شیخ سوزن ہائے حق
رو بدو کردہ بگفتش کاے امیر ☆ ملک حق بہ یا چنیں ملک حقیر
ایں نشانے ظاہر است ایں ہیچ نیست ☆ باطنے جوئے وبظاہر بریست

جب تک انسان ظاہر کو اللہ کیلئے قربان نہیں کرتا باطن اور روحانی ترقی حاصل نہیں ہوتی۔

پھر انسان جب صرف اور صرف اللہ کے آگے جھکتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی اسی طرح غیب سے مدد فرماتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ سر جھکانے کے لائق صرف اللہ ہی کی ذات ہے کیونکہ کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز اللہ کے سامنے جھکی ہوئی ہے سورج اور چاند کی روشنی اللہ کے حکم سے ہے پھولوں میں خوشبو اللہ نے پیدا کی پھولوں میں رنگت اللہ نے ڈالی میوؤں میں مٹھاس اللہ نے پیدا کی، غلہ کا پکنا، کانوں میں سونے چاندی کا تیار ہونا، پہاڑوں میں جواہرات کا پیدا ہونا، جانوروں سے دودھ کا جاری ہونا، شہد کی مکھی سے میٹھا شہد ملنا یہ سب میرے اللہ کی قدرتیں ہیں، جس کی نظر اللہ پر ہوتی ہے اس کے سامنے کسی چیز کی عظمت نہیں رہتی۔ حضرت امیر المومنین عمر ؓ کی خدمت میں شاہ ہرقل نے جواہرات بھیجے، جب وہ موتی جواہرات مدینہ طیبہ پہنچے آپ ؓ نے ان کی قیمت مدینہ منورہ کے جوہریوں سے لگوائی سب جوہریوں نے کہا کہ ان کی قیمت ہم تو ادا بھی نہیں کر سکتے صحابہ ؓ نے کہا کہ آپ کو امیر المومنین یہ ہدیہ مبارک ہو۔ فرمایا میرے لیے یہ موتی کیسے درست ہو سکتے ہیں جب تک سارے جہاں کے مسلمان اجازت نہ دیں۔ پھر فرمایا بتاؤ اگر وہ اجازت بھی دے دیں تو جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے ان کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے اور ابھی تک ماں کے پیٹ میں یا باپ کی پیٹھ میں انصار اور مہاجرین کی اولاد میں سے ہیں اور عمر میں اتنی طاقت کہاں ہے کہ قیامت کے دن ان بچوں کی حق تلفی کی جواب دہی کر سکے پھر حکم دیا ان موتیوں کو فروخت کر دیا جائے اور ان کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی جائے۔ دنیا انسان کو طبعاً مرغوب ہے مگر اس مرغوب کو جو اللہ کے ڈر سے چھوڑے گا اسے اللہ تعالیٰ جنت نصیب فرمائیں گے جیسے فرمایا۔

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾

[سورۃ نازعات پارہ ۳۰، آیات ۳۹ تا ۴۱]

''بھلا جو شخص اللہ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس رجی کو خواہش سے روکا تو اس کے لیے جنت ٹھکانہ ہے۔''

عام مسلمان گناہوں کو چھوڑتے ہیں اور نیکیاں کرتے ہیں تاکہ جنت حاصل ہو مگر اہل اللہ اور خواص تو نیک اعمال جنت کے لیے نہیں بلکہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے کرتے ہیں۔

دُنیا کی بے ثباتی:

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ﴾ [سورۃ کہف پارہ ۱۵ آیت ۴۵]

''حضور ﷺ کو حکم الٰہی ہے کہ آپ ﷺ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی حالت بیان فرمائیے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو پھر اس کے ذریعہ سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہو گئی ہوں پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جائے کہ اس کو ہوا اڑائے لیے پھرتی ہو۔''

یہی حال دنیا کا ہے کہ آج ہری بھری نظر آتی ہے پھر اس کا نام ونشان بھی نہ رہے گا۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

آں مگس بر برگ کاہ بول و خر ☆ ہمچوں کشتیاں ہمی افر اشت (رومیؒ)

یعنی مکھی گھاس کی پتی اور گدھے کے پیشاب پر بیٹھ کر اپنے آپ کو کشتی بان اور جہاز پر سوار سمجھتی ہے اسی طرح دنیا داروں کا سہارا کمزور و معمولی بودا ضعیف ہوتا ہے وہ بڑی اُمیدیں قائم کرتے ہیں آخر موت سب چھڑا دیتی ہے۔ مولانا محمد ابراہیم دہلویؒ موت کے بارے میں عجیب انداز میں بیان فرماتے ہیں کہ ''جب حکم الٰہی (موت) آئے گا پھر وہ کسی طرح نہ ٹلے گا کاش تم ہی جان لو۔'' یہ ایک آیت کا ترجمہ ہے۔ نیرنگی کچھ عجیب قدرت کا تماشا دکھا رہی ہے۔ ایک ہی شہر ایک ہی جگہ ہے کہیں گلاب کے پھول، کہیں ببول، کہیں شادی کا ولیمہ، کہیں میت کے پھول، کوئی نہایت شوق میں نئی شادی کے لیے دلہن کو پالکی میں لیے باجہ بجاتے ہوئے اپنے گھر چلا جاتا ہے کوئی اپنی نوجوان خوبصورت ایک ہی رات کی بیاہی دلہن کے جنازہ کو ایک ٹوٹی سی چارپائی پر ڈالے گورستان کی طرف لیے جاتا ہے اتفاق سے بیچ بازار میں میت کا جلوس اور شادی کی بارات کا میل ہوا اللہ اکبر ایک طرف خوشی ایک طرف غم ایک

طرف خانہ آبادی دوسری طرف خانہ بربادی ایک طرف دلہن کی پالکی میں اس کی چھوٹی بہنیں اور سہیلیاں پان کھاتی خوشیاں مناتی جاتی ہیں دوسری طرف جنازہ کی چار پائی کے نیچے چھوٹے بہن بھائی جنازہ کا پایا ننھے ننھے ہاتھوں سے پکڑے روتے جاتے ہیں کوئی اپنے فرزند کے پیدائش کی خوشی میں عقیقہ کے لیے بکری لیے چلا آتا ہے کوئی اپنا خوبصورت، چاند سے فرزند کا جنازہ لیے جاتا ہے عقیقہ والا بکریوں کا گوشت رشتہ داروں مہمانوں کی دعوت میں خرچ کرے گا کنبے والوں کو کھلائے گا یہ دوسرا اپنے کلیجہ کے ٹکڑے کو قبر کی خاک پر لٹا کر اس کے گورے گورے پنڈے کا گوشت قبر کے کیڑوں کو کھلائے گا کوئی اپنے داماد کے لیے دوشالہ خریدے لیے چلا آتا ہے کوئی اپنے بہنوئی کے لیے کفن کا کپڑا لیے آتا ہے کسی کو چوکی پر بٹھا کر بدن پر شادی کا اُبٹن ملا جاتا ہے کسی کے بدن سے غسل کے تختہ پر لٹا کر پسلیوں کا لیپ چھٹایا جاتا ہے کسی کے عطر سہاگ لگایا جاتا ہے کسی کے غسل کے لیے پانی میں کافور ملایا جاتا ہے کسی کی خلوت کے لیے چھپر کھٹ میں کمخواب کے پردے چھوڑ کر پردہ کیا جاتا ہے کسی کی لاش کو دفن کرنے کے لیے قبر کے چاروں طرف پردہ روکا جاتا ہے اور اخیری خلوت خانہ بنایا جاتا ہے۔ کوئی مخملی بچھونوں پر سوتا ہے کوئی قبر کی خاک پر پڑا روتا ہے کوئی ہاتھی گھوڑوں موٹر کاروں پر شان و شوکت سے سوار ہو کر چلتا ہے کوئی معذور اپاہج سرین کے بل کو لہے رگڑتا ہوا چلتا ہے کسی کی ایک آواز پر ہزار جواب ملتے ہیں کسی کی ہزار آوازوں پر کوئی جواب نہیں کہیں گدھے، گھوڑے، اونٹ، دریائے فرات میں نہاتے ہیں وہیں شافع محشر ﷺ کے نواسے پیاسے ایک گھونٹ پانی کو ترستے ہیں۔ کسی کے بچوں کو گرمی میں زہرہ مہرہ عرق بید مشک میں ملا کر پلایا جاتا ہے اور گلی اصغر رحمۃ اللہ علیہ شیر خوار کے پیاس کی شدت میں پانی کے بدلے حلق میں تیر مارا جاتا ہے کسی کے لیے چاندی سونے کے برتنوں میں پینے کا پانی لایا جاتا ہے مگر عباس علمدار اولاد رسول ﷺ کا سقہ مشک میں پانی بھرنے جائے تو مشک میں تیر مار کر چھید کیا جائے کسی کے بچھونے میں روئی کا بنولہ بھی نہ رہنے پائے اگر بنولہ رہ جائے تو اسے آرام نہ آئے مگر کربلا کے شہیدوں کی لاشیں گھوڑوں سے کچلی جائیں، کسی کے محل سرا میں ہزاروں کافوری شمعیں جلائی جائیں مگر ختم المرسلین ﷺ بے چراغ، اندھیرے گھر میں وفات پائیں۔

((اِنْ یَلْتَ یَا رِیْحَ الصَّبَا یَوْمًا اِلٰی بَلِّغْ سَلَامِیْ فِیْهَا النَّبِیَّ الْمُخْتَرَمِیَّ الْحَرَمِیَّ مِنْ وُّجْهِهٖ شَمْسُ الضُّحٰی مِنْ خَدِّهٖ مِنْ ذَاتِهٖ نُوْرُ الْهُدٰی مِنْ کَفِّهٖ بَحْرِ الْهِمَمِ بَدْرُ الدُّجٰی))

زفرق تا بقدم ہر جا کہ می نگرم ☆ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں، بحوالہ "تنبیہ الغافلین"

فَكَمْ مِنْ كَفَنٍ مَغْسُوْلٍ ☆ وَصَاحِبُهُ فِي السُّوْقِ مَشْغُوْلٍ

بہت سے لوگوں کے کفن تیار ہو چکے مگر وہ بازاروں میں مشغول ہیں۔

وَكَمْ مِنْ قَبْرٍ مَحْفُوْرٍ ☆ وَصَاحِبُهُ بِالسُّرُوْرِ مَغْرُوْرٍ

کتنوں کی قبریں تیار ہو چکیں مگر وہ خوشی میں مست ہیں۔

وَكَمْ مِنْ عُمَرٍ ضَاحِكٍ ☆ وَهُوَا عَنْ قَرِيْبٍ هَالِكٌ

کتنے لوگ ہنس رہے ہیں حالانکہ وہ عنقریب مرنے والے ہیں۔

وَكَمْ مِنْ مَنْزِلٍ كَمُلَ بِنَاؤُهُ ☆ وَصَاحِبُهُ قَدْ اِزِفَ فَنَاؤُهُ

اور کتنے مکان رہنے کے لیے مکمل ہوئے مگر مالک مکان کا بلاوا آ گیا۔

وَكَمْ مِنْ عَبْدٍ يَرْجُوْ بِشَارَةً ☆ فبد وله الخسارة

کتنی خوشی کی خبر کے انتظار میں ہوتے ہیں کہ اچانک مصیبت کی خبر آ جاتی ہے۔

وَكَمْ مِنْ عَبْدٍ يَرْجُوْ الثواب ☆ فَيَبْدُوْ لَهُ الْعِقَابُ

بہت سے لوگ جنت کی آس رکھتے ہیں مگر وہ دوزخ میں جاتے ہیں۔

وَكَمْ مِنْ عَبْدٍ يَرْجُوْ الْجِنَانَ ☆ فَيَبْدُوْ لَهُ الْعِقَابُ

کتنے لوگ انعام کی اُمید رکھتے ہیں اور عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں۔

وَكَمْ مِنْ عَبْدٍ يَرْجُوْ الْمُلْكَ ☆ فَيَبْدُوْ لَهُ الْهَلَكُ

کتنے لوگ ملک و بادشاہی کی اُمید رکھتے ہیں مگر مارے جاتے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ کا ترکِ دنیا:

(تذکرۃ الاولیاء) حضرت حسن بصریؒ پہلے بڑے تاجر تھے جوہروں کا کاروبار کرتے تھے بادشاہوں و امراء کے پاس تحائف لے جاتے تھے اور بڑے بادشاہوں سے ملاقات رہتی تھی۔ ایک مرتبہ کچھ جواہر شاہ ہرقل کے پاس لے گئے وزیر سے ملاقات کے بعد بادشاہ سے ملاقات کا وقت لیا وزیر نے کہا کل تو بادشاہ بالکل فارغ نہ ہوگا اور وہ کام میں مشغول ہوگا جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے کہا کہ ضرور دیکھیں گے۔ وزیر نے حضرت حسن بصریؒ کو ایک جگہ لے جا کر ٹھہرایا جس میں ایک سونے سے مرصع خیمہ قائم تھا اس کے آس پاس اعلیٰ درجہ کی مخمل کا فرش تھا خیمہ کی طنابیں سونے کی تھیں اس کی چوبیں چاندی کی، میخیں سونے کی تھیں نہایت قابل دید منظر تھا وہ خیمہ شاہ ہرقل کے عزیز فرزند کی قبر پر کھڑا تھا اور آج اس کے عرس کا دن تھا بادشاہ سالانہ رسم تعزیت ادا کرنے یہاں آیا تھا۔

حضرت حسن بصریؒ نے دیکھا کہ پہلے ایک جماعت مقدس عیسائی لوگوں کی خیمہ کے اندر آئی اور قبر کے پاس کھڑے ہوکر کچھ پڑھ کر روتے ہوئے نکل کر چلے گئے اس کے بعد ایک جماعت ڈاکٹروں طبیبوں کی اور بڑے دانش مندوں کی آئی یہ لوگ بھی ننگے سر قبر کے پاس روتے رہے اور پھر چلے گئے اس کے بعد ایک اور تیسری جماعت فوج کے افسروں کی ننگی تلواریں لیے وہی بھی قبر کو سلامی دے کر چلی گئی۔ فوجی جماعت کے بعد ایک گروپ حسین عورتوں کا آیا جن کے سر کے بال کھلے تھے ان کے ہاتھوں میں سونے کی تھالیاں تھیں جس میں موتی اور جواہرات بھرے تھے ان عورتوں نے قبر کا طواف کیا اور بہت سا رو کر چلی گئیں ان سب کے بعد آخر میں بادشاہ خود خیمہ کے اندر آیا اور قبر کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا اے پیارے بیٹے تو مجھے دنیا میں سب سے زیادہ پیارا تھا کاش اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ جس نے تیری جان لی ہے اگر وہ راہبوں، عابدوں کی سفارش سے تیری زندگی واپس کر دے گا تو یہ بڑے بڑے عابد راہب حاضر ہیں اگر تیری روح ڈاکٹر و حکیم واپس لا سکتے تو یہ بڑی جماعت حاضر ہے اگر تیری روح قوت کے ساتھ واپس آسکتی یہ فوج جرار موجود ہے اگر حسین عورتوں کی لالچ میں تیری روح واپس آسکتی تو یہ حسین عورتوں کی جماعت موجود ہے مگر تیرے معاملے میں ڈاکٹر، حکیم، پیر، راہب، عابد، فوج لشکر، عقل مند دانش اور سب ہی عاجز ہیں کہ تجھے واپس زندگی دے سکیں معلوم ہوا وہ اللہ زبردست ہے جس کے سامنے یہ سارے بے بس ہیں نہ وہاں طاقت کام آتی ہے نہ مال و دولت نہ حسن و جمال نہ حکمت و طب سب اللہ کے سامنے بے بس و عاجز ہیں حیاۃ الحیوان میں ہے کہ سکندر بادشاہ جب فتوحات کرتا ہوا چین تک پہنچا تو چین میں داخلے سے پہلے خود حالات کا جائزہ لینے کے لیے فقیرانہ لباس پہن کر ملک میں داخل ہوا چین کی شہزادی نے پہچان لیا اور سکندر کو گرفتار کروا دیا اور کھانا پینا بند کرا دیا۔ جب سکندر بادشاہ کو خوب بھوک لگی تو شہزادی نے حکم دیا کہ بادشاہ گرفتار شدہ کے آگے جواہرات و موتی کے تھال رکھ دو اور اسے کہو کہ ان کو کھائے جب حسب حکم جواہرات و موتی سکندر کے آگے رکھے گئے مگر باوجود سخت بھوک کے نہ کھائے پھر سادہ جو کی روٹی رکھی گئی تو جلدی جلدی سے کھائی شہزادی نے سکندر کو کہا کہ بادشاہ دنیا کی وقعت کیا ہے جس کے لیے تو ملکوں ملک فتح کر رہا ہے کھانے کے لیے تو وہی جو دانے ہی کام آئے ہیرے و جواہرات تو بھوک کے وقت بے کار ثابت ہوئے کیوں خواہ مخواہ مخلوق خدا کو ستا رہا ہے۔ بادشاہ نے سن کر شہزادی کی بات کو بڑی اہمیت دی اور فتح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا فوج کو واپس آنے کا حکم دیا (تفسیر روح المعانی بحوالہ اکرام المواعظ) سچ ہے دنیا انسان چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا آج جس دنیا کی خاطر انسان ظلم کرتا ہے کل قبر میں وہی وبال جان بن جائے گی۔

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا ☆ خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا
(درد)

ملک رہگزار و مالک راگیر ☆ تاکہ صدبا ملک یابی اے فقیر
(اختر)

حکایت ایک ایک شخص جو کہ عیال دار تھا ایک شب اُس کا بچہ رو رہا تھا اور اس کو نیند نہیں آ رہی تھی والد نے پوچھا بیٹے کیوں نہیں سوتے کوئی تکلیف و درد ہے کیا؟ بیٹے نے جواب دیا ابا کوئی درد و تکلیف نہیں صرف اس لیے کہ میرے استاد کل مجھ سے پورے ہفتے کا پڑھا ہوا سبق سنیں گے اور اگر مجھے نہ آیا تو میری پٹائی ہوگی باپ یہ بات سن کر پریشان ہو گیا کہ میرے بیٹے کو ایک ہفتے کے پڑھے ہوئے سبق کی اتنی فکر ہے ہمارا حال کیا ہے گا اللہ کے سامنے جب ہم سے پوری زندگی کا حساب لیا جائے گا اور پورے اعمال کی جانچ پڑتال ہوگی۔

ایک خواب:

ایک آدمی نے ایک رات خواب دیکھا کہ گویا میں بڑے وسیع میدان میں ہوں اچانک ایک خطرناک شیر ببر اس کے پیچھے دوڑ رہا ہے بھاگتے بھاگتے کوئی پناہ نہ مل رہی تھی دیکھا کہ ایک بہت بڑا کنواں ہے اور اس پر ایک درخت ہے جس کی شاخیں کنویں میں لٹک رہی ہیں یہ شاخوں کو پکڑ کر کنویں میں لٹک گیا یہ شیر بھی کنویں کے اوپر آ کر کھڑا ہو گیا پھر جب اس آدمی نے نیچے کنویں میں دیکھا تو وہاں ایک بہت بڑا اژدھا منہ کھولے ہوئے ہے یہ اور بھی گھبرایا کہ اوپر شیر ہے نیچے اژدھا ہے پھر یکایک دیکھا کہ وہ شاخیں جن کو پکڑ کر یہ لٹکا ہوا تھا اس کو بھی دو جانور موٹے موٹے چوہے کی طرح کاٹ رہے ہیں اب تو سوائے ہلاکت کے کچھ بھی نہ تھا موت سامنے ہے نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن یہ خوفناک خواب صبح ایک بزرگ کو سنایا۔ بزرگ نے خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ وہ شیر موت کا فرشتہ ہے جو ہر وقت انسان کے اوپر مسلط ہے یعنی اس سے مفر نہیں ہے اور کنواں قبر ہے ہر انسان اس میں جائے گا اور وہ سیاہ وسفید جانور جو درخت کو کاٹ رہے ہیں وہ زندگی کے دن و رات ہیں جو انسان کی زندگی کو ختم کر رہے ہیں پھر بزرگ نے کہا کہ یہ خواب ایک حقیقت ہے جس سے ہر انسان کا ساتھ پڑے گا۔

ہر حال میں رہا جو ترا آسرا مجھے ☆ مایوس کر سکا نہ ہجوم بلا مجھے

الٰہ العالمین ہمارے دلوں میں دنیا سے نفرت اور آخرت کی محبت نصیب فرما (آمین)

خطبہ پنجم:

جہاد کا بیان

ماہ محرم الحرام میں شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ہوئی اسلامی سن کا آغاز ماہ محرم الحرام سے ہوا۔ فتح خوارزم عمل میں آئی گویا مسلمانوں پر ایک زوال آیا نوحہ وماتم کی رسم شروع ہوئی عید غدیر کی بھی ابتداء ہوئی یہ بھی اہل تشیع کی رسم ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی وفات انتیس (۲۹) محرم میں ہوئی پندرہ (۱۵) محرم کو آپ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خیبر فتح کرنے گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات بھی محرم الحرام میں ہوئی۔ حضرت زین العابدین کی وفات بھی محرم الحرام میں ہوئی۔ چونکہ آپ ﷺ خیبر فتح کرنے تشریف لے گئے یہ جہاد تھا اس مناسبت سے اس خطبہ کا موضوع جہاد کی فضیلت فوائد وضرورت کو بیان کیا گیا ہے سب سے پہلے جہاد کی فضیلت واہمیت، پھر مجاہد کی شان واعزاز خداوندی کا بیان ہوگا۔

فرضیت جہاد:

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ [سورۃ مومنون پارہ ۱۷ آیت ۷۸]

ترجمہ: ''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسے جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تم کو اور امتوں پر فضیلت دی اور تمہارے لیے دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں ہے۔ تم اپنے ماں باپ ابراہیم کی اس ملت پر ہمیشہ قائم رہو۔ اس (اللہ) نے تمہارا لقب مسلمان رکھا ہے۔'' دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ [سورۃ آل عمران پارہ ۴ آیت ۱۶۹، ۱۷۰]

ترجمہ: ''جو لوگ اللہ کے راستہ میں شہید ہوئے ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اللہ کے ہاں ان کو رزق دیا جاتا ہے وہ خوش ہیں اس چیز سے جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی اس حالت پر خوش ہوتے کہ ان پر کسی طرح کا خوف واقع نہیں ہونے والا اور نہ غمگین ہوں گے وہ خوش ہوتے ہیں بوجہ نعمت وفضل خداوندی کے اور

بوجہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔“

ان مذکورہ بالا آیات سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر جہاد فرض ہے اور جہاد بھی ایسے کیا جائے کہ حق ادا ہو جائے زمین پر اللہ کا بول بالا ہو فتنہ وکفر ختم ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی مجاہد راہ حق میں قتل ہو جائے گا تو فرمایا وہ مرا نہیں بلکہ شہید زندہ ہے لیکن ان کی زندگی تمہاری سمجھ وادراک سے باہر ہے اللہ تعالیٰ کی جناب سے ان شہیدوں کو خصوصی رزق دیا جاتا ہے اور وہ مجاہد اپنے اس سودے و عمل سے خوش ہوتے ہیں۔ اس طرح جہاد کو اللہ رب العزت نے بہترین تجارت قرار دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ جل شانہ ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ، ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَیُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ، ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ، وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا، نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ، وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾　　[سورۃ صف پارہ ۲۸ آیت ۱۰ تا ۱۳]

ترجمہ: ”اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت وسوداگری نہ بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچائے اول یہ کہ تم اللہ رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں جان ومال سے جہاد کرو۔ اگر تم جانو یہ تمہارے لیے بہتر ہے (اس کے بدلے میں) اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں ایسی جنت میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں ہوں گی اور اعلیٰ مکانوں میں داخل فرمائے گا جو ہمیشہ رہنے کے ہوں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور ایک (انعام ہے) جس کو تم پسند کرتے ہو (یعنی) اللہ کی طرف سے نصرت اور جلدی فتح یابی (اے نبی ﷺ) آپ ﷺ ایمان والوں کو بشارت دے دیں۔“

اس آیت میں ایمان کے بعد جہاد کو بہتر تجارت فرمایا گیا ہے گویا ایمان کے بعد جہاد کا بہت بڑا مقام ہے۔ جہاد مال کے ساتھ بھی اور جہاد تلوار کے ساتھ پھر اللہ رب العزت کی دنیا میں بھی مدد و نصرت وکامیابی وغلبہ ہوگا۔ کفر ونفاق وشرک ختم ہوں گے۔ کفر وشرک کی طاقتیں مغلوب ہوں گی۔ یہ آیات قرآنیہ مسلمانوں کو بتا رہی ہیں کہ تم شان وشوکت چاہتے ہو تو یہود ونصاریٰ روس، امریکہ، اسرائیل کے سامنے جھکو نہیں بلکہ صحیح معنی میں راستہ جہاد کا اختیار کرو جہاد سے مقصود اعلاء کلمۃ اللہ۔ اللہ کے دین کی سربلندی ہو ملک وحکومت زمین حاصل کرنا مقصد نہ ہو تو انشاء اللہ تم غالب رہو گے کفر کے پورے

منصوبے خاک میں مل جائیں گے اور ان پر تمہاری دھاک بیٹھ جائے گی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب اُحد کے روز تمہارے بھائی شہید کر دیئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے جوف میں کر دیا کہ جنت کی نہروں پر اترتے ہیں اس کے پھل کھاتے ہیں اور عرش کے سایہ میں جو قندیلیں لٹک رہی ہیں اس میں آ کر رہتے ہیں جب ان کو اعلیٰ پاکیزہ کھانا اور خوب عمدہ آرام گاہ دستیاب ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ کاش ہمارے بھائیوں کو معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیسے کیسے انعامات سے نوازا ہے تاکہ ان میں بھی جان قربان کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ اللہ نے ارشاد فرمایا اچھا میں تمہاری طرف سے انہیں یہ خبر پہنچا دیتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت دوم مذکورہ بالا میں اس کو بیان فرمایا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ جو شخص صدق دل سے شہادت کی تمنا کرتا ہے اس کو شہیدوں کا مرتبہ عطا کیا جاتا ہے خواہ وہ بستر پر مرے۔ حضرت علی ؓ کی روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجاہد جب جہاد کا پختہ عزم کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دوزخ سے آزادی لکھ دیتے ہیں پھر وہ جب جہاد کی تیاری میں ہوتے ہیں تو فرشتوں کے سامنے باری تعالیٰ فخر فرماتے ہیں پھر وہ جب اپنے گھر والوں سے رخصت ہوتے ہیں تو ان پر در و دیوار گھربار کو رونا آتا ہے اور وہ گناہوں سے ایسے نکل آتے ہیں جیسے سانپ اپنی کیچلی سے اور اللہ ان میں سے ہر شخص پر چالیس ہزار فرشتے مقرر کرتا ہے جو آگے پیچھے دائیں بائیں سے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور ہر نیکی اس کی دوگنی ہو جاتی ہے اور روزانہ ان کے لیے ایسے ہزار آدمیوں کی عبادت لکھی جاتی ہے جو ہزار برس عبادت میں مشغول رہے ہوں اور ہر برس تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے۔

جس کا ایک ایک دن دنیا کی عمر کے برابر ہو پھر جب دشمن چلتے ہیں تو اللہ ان کو اتنا ثواب دیتا ہے جس کو دنیا والے نہیں جان سکتے پھر جب دشمن کے مقابلہ میں ہوتے ہیں اور تیروں (بندوقوں فائروں) میں حرکت ہوتی ہے اور تیر و تلوار (فائر ہوتے ہیں) چلتے ہیں اور ایک شخص دوسرے پر بڑھتا ہے تو فرشتے اپنے بازوؤں سے انہیں گھیر لیتے ہیں اور ان کے لیے فتح اور ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں اور منادی پکارتا ہے کہ جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے پس شہید کو چوٹ اور نیزہ کھانا (یا بندوق وغیرہ کی گولی کھانا) اس سے بھی زیادہ خوشگوار معلوم ہونے لگتا ہے جتنا کہ گرمی کے دنوں میں آب سرد معلوم ہوتا ہے اور جب شہید نیزہ یا ضرب کھا کر گرتا ہے وہ زمین پر پہنچنے بھی نہیں پاتا کہ حورعین میں سے جو اس کی زوجہ ہونے والی ہے اس کو اللہ اس کے پاس بھیج دیتا ہے اور آ کر اسے ان نعمتوں اور کرامتوں کی بشارت

دیتی ہے۔ جو اللہ نے اس کے لیے تیار کی ہیں اور ایسی کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی نہ کسی انسان کے دل میں گزری اور خدائے تعالیٰ فرماتا ہے میں اس کے اہل وعیال میں اس کا خلیفہ ہوتا ہوں جو انہیں راضی رکھتا ہے اس نے مجھے راضی رکھا اور جو انہیں ناراض کرتا ہے اس نے مجھے ناراض کیا اور اللہ اس روح کو پرندوں کے پوٹوں میں کر دیتا ہے جہاں چاہتے ہیں جنت میں چرتے پھرتے ہیں اس کے پھل کھاتے ہیں اور سونے کی قندیلوں میں جو عرش میں لگی ہوئی ہیں رہتے ہیں ان میں سے ایک ایک شخص کو فردوس کے بالاخانوں میں سے ستر ستر بالاخانے ملیں گے کہ ہر ایک بالاخانہ کی چوڑائی اتنی ہے جتنا کہ صفا سے شام تک فاصلہ ہے اس کا نور ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھر جاتا ہے ہر بالاخانہ میں ستر خیمے ہوں گے ہر تخت پر چالیس فرش ہوں گے ہر فرش کی موٹائی چالیس ہاتھ کی ہوگی ہر فرش پر حور عین میں سے اس کی زوجہ بیٹھی ہوگی اور کیسی زوجہ جو اپنے خاوند کی شیدا اور ہم عمر ہوگی اس کے ستر ہزار خادم اور ستر ہزار خادمائیں ہوں گی زیور میں پیلی ہورہی ہوں گی ان کے چہرے سفید ہوں گے۔ موتی کے تاج پہنے ہوں گی ان کی گردن میں رومال بندھا ہوگا ہاتھوں میں آبخورے اور آفتابے لیے ہوں گی جب قیامت کا دن ہوگا تو قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر انبیاء ان کے راستہ میں آجاتے تو وہ بھی ان کی رونق و بہار کو دیکھ کر بے دل ہو جاتے یہاں تک کہ وہ اسی طرح جواہر کے دسترخوان پر آجائیں گے اور اس پر بیٹھیں گے اور ان میں سے ہر شخص کی اس کے ستر ہزار گھر والوں اور پڑوسیوں کی نسبت شفاعت قبول ہوگی یہاں تک کہ وہ شخص جھگڑا اٹھائیں گے کہ کون زیادہ قریب کا پڑوسی ہے پھر میرے ﷺ اور ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ خلد کے دسترخوان پر بیٹھیں گے اور روزانہ صبح وشام اللہ کا دیدار کیا کریں گے (بحوالہ نزہۃ المجالس)

یہ روایت اگرچہ فن روایت کے اعتبار سے ضعیف ہے مگر اول تو ترغیبات وفضائل میں محدثین کے نزدیک ضعیف روایت قابل اعتبار ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مختلف احادیث کے اعتبار سے جو اہل جنت کے حالات اور نعمتوں کا ذکر ہے اس اعتبار سے ان فضائل واکرام کا شہداء کے لیے ہونا ممکن و سمجھ سے بالاتر نہیں اور محال نہیں ہے۔

عمر را ضائع مکن در گفتگو ☆ جستجو کن جستجو کن جستجو

حکایت چوروں کی ایک جماعت ایک مرتبہ ایک بت کدے میں داخل ہوئی اور راہب سے کہا کہ ہم مجاہد وغازی لوگ ہیں اس راہب کا لڑکا بیمار اپاہج تھا اس راہب نے ان لوگوں کی بڑی خاطر مدارت کی

اوران سے پانی لے کر اپنے بیمار لڑکے کے ہاتھ پیر دھلائے اللہ کی شان اس راہب کا لڑکا تندرست ہو گیا پھر یہ چوروں کی جماعت راہزنی کی خاطر گئی واپس پھر اسی بت کدے میں آئی دیکھا کہ راہب کا لڑکا تندرست ہے راہب سے ماجرا پوچھا اس نے کہا میں نے آپ لوگوں سے پانی لے کر اپنے لڑکے کے ہاتھ پیر دھلائے تھے تم لوگ غازی ہو اس لیے تمہاری برکت سے بچہ تندرست ہو گیا چوروں نے کہا ہم غازی نہیں بلکہ چور ہیں تم سے جھوٹ بولا تھا بہر حال تمہاری عقیدت اور محبت کا یہ اثر کہ اس کے بعد چور بھی تائب ہو گئے۔ جائے عبرت ہے کہ چوروں کی جماعت نے جھوٹ میں اپنے آپ کو غازی کہا اور راہب کا لڑکا تندرست ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ سچ مچ کے مجاہدوں اور غازیوں کی وجہ سے کیا مصائب آفات ٹلتی ہوں گی ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔

فوائد: علائیؒ نے کہا کہ قرآن مجید میں جو سورۃ طٰہٰ ہے بعض کا قول ہے طا سے مراد مجاہدین فی سبیل اللہ کا طبل ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو بخش دیتا ہے اوران کو جنت میں داخل فرماتا ہے۔ ایک اس کے بنانے والے کو دوسرے تیر چلانے والے کو تیسرے تیر نکال دینے والوں کو (مراد اس سے جہاد ہے) اسی طرح اس میں توپ چلانا راکٹ چلانا، گولی چلانا دشمن وغیرہ کے خلاف اور تلوار بھی شامل ہے۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص اللہ کی راہ میں تیر چلاتا ہے اس کے لیے قیامت میں نور ہوگا عیون المجالس میں بحوالہ نزہۃ المجالس ہے کہ سب سے پہلا ہتھیار جو آسمان سے اترا ہے، کمان ہے، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب کاشت کی تو کوؤں نے آکر اسے اکھاڑ ڈالا آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس کمان بھیجی انہوں نے کوؤں پر تیر چلائے اس طرح ان کی کاشت محفوظ رہی۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو حالت اسلام میں بوڑھا ہو جائے تو اس کا بڑھاپا قیامت کے دن اس کے لیے نور بن جائے گا اور جس نے فی سبیل اللہ تیر چلایا ہے دشمن کو لگا ہو یا نہ لگا ہو اس کے لیے غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو ایک مسلمان غلام آزاد کر دے۔ ایک ایک عضو کے بدلے اس کے لیے دوزخ سے فدیہ بن جائے گا (تیر چلانے سے مراد ہر دو شی ہے جو مسلمان غازی دشمن کافر کے خلاف چلائے خواہ بندوق ہو خواہ تلوار ہو خواہ بم ہو وغیرہ)

عطا اسلاف کا جذبہ دروں کر ☆ شریک زمرہ لا یحزنون کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا ہوں ☆ مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر
عالم ہے فقط مؤمن جانباز کی میراث ☆ مؤمن نہیں جو صاحب لولاک نہیں
(اقبالؒ)

کافر ومومن کا فرق:

۱) کافر کی لڑائی دنیا اور مال ودولت وحکومت کے لیے ہوتی ہے۔

۲) کافر ہتھیار واسلحہ کے بھروسہ پر لڑتا ہے۔ مومن کا لڑنا اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے ہوتا ہے، مومن کا توکل وبھروسہ اسلحہ وہتھیار پر نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی ذات اسکی قوت وطاقت پر ہوتا ہے۔

کافر ہے تو کرتا ہے شمشیر پہ بھروسہ ☆ مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

مولانا رومیؒ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک قلعہ فتح کرنے کے لیے حضرت جعفرؓ اکیلے حملہ آور ہوئے ان کے سامنے قلعہ ایسے تھا جیسے گھوڑے کے تالو کے روبرو ایک گھونٹ پانی ہو۔ یہاں تک کہ قلعہ والوں نے مارے خوف کے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا۔ بادشاہ نے وزیر سے مشورہ کیا، کیا کرنا چاہیے وزیر نے کہا اس بہادر شخص کے سامنے لڑنے کے بجائے اکیلے آپ تلوار وکفن لے کر چلے جائیں اور ہتھیار ڈال دیں۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ تنہا ہی تو ہے آخر اس قدر ڈرنے کی بات کیا ہے۔ وزیر نے کہا کہ بے شک وہ اکیلا ہے مگر ذرا دیکھو اس کے سامنے قلعہ ایسے لرز رہا ہے جیسے سیماب پارہ اور اہل قلعہ اس کے آگے ایسے ہیں جیسے بھیڑیں گردنیں نیچے کیے ہوئے ہوں۔ یہ شخص اگرچہ اکیلا مگر اس کی بہادری وجرأت کو دیکھو کہ اکیلا کس طرح ثابت قدمی سے فاتحانہ انداز میں لڑنے چلا آیا ہے ایسے لگتا ہے جیسے مشرق ومغرب کی تمام فوجیں اس کے ساتھ ہوں وہ ایسے جیسے لاکھ انسان ہوں یہ قوت اس کی نہیں کوئی زبردست قوت اس کے ساتھ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

۱) بے شمار ستارے روشن ہوتے ہیں لیکن ایک خورشید عالم تاب کا ظہور ان سب کو بے حیثیت کر دیتا ہے۔

۲) اگرچہ ہزاروں چوہے ایک بلی پر حملہ کر دیں تو بلی کی ایک آواز بھی ان کے لیے پیام موت ہے۔

۳) بھیڑ بکریاں لاکھوں بھی ایک قصاب کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتیں اور اس کو ڈرا نہیں سکتیں۔ اسی طرح ایک مومن بھی ہزاروں کافروں پر ایمان کی قوت سے بھاری ہے اس کے سامنے دشمن کی کثرت کچھ وقعت نہیں رکھتی۔

بجلی ہوں نظر کوہ و بیاباں پہ ہے میری ☆ میرے لیے شایاں خس و خاشاک نہیں
(اقبالؒ)

ذکر قرآن میں حضرت طالوت کے غالب آنے کا جالوت بادشاہ پر ایمان کی قوت سے:

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾ [سورۃ بقرہ پارہ ۲ آیت ۲۵]

ترجمہ: ''اور جب جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے میدان میں آئے (یعنی حضرت طالوت کے تبع) تو کہنے لگے اے ہمارے رب ہم پر استقلال (غیب سے) نازل فرمایئے اور ہمارے قدم جمائے رکھیے اور ہم کو اس کافر قوم پر غالب فرما۔'' ایک روایت میں ہے کہ ایک دن بنی اسرائیل نے حضرت شموئیل علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہمارے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ ہمیں پھر سلطنت عطاء فرمائے اور دشمن سے جہاد کریں اور اللہ ہمیں ایک سردار بھی عنایت فرمائے جس کی اقتداء میں ہم جہاد کریں۔ وجہ یہ ہے کہ بنی سرائیل کا کام ایک مدت تک بہتر رہا پھر جب ان کی نیت بری ہوگئی تو پھر ان پر جالوت بادشاہ مسلط ہوگیا ان کے شہر قبضہ کر لیے ان کو قیدی وغلام بنالیا اور جو باقی بچے وہ بھاگ کر شہر بیت المقدس میں جمع ہوگئے۔ اس وقت انہوں نے حضرت شموئیل علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو کوئی ایسا سردار عطاء فرمائیں جس کی قیادت میں وہ دشمنوں سے لڑیں حضرت شموئیل علیہ السلام نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمہیں بادشاہ نصیب فرمائیں گے جس کا نام طالوت ہوگا اور طالوت بنی اسرائیل میں غریب آدمی تھے ان لوگوں نے اعتراض کیا کہ اس کو کیسے بڑا بنایا حالانکہ یہ غریب ہے ہم اس سے زیادہ حق دار ہیں۔ اللہ نے فرمایا طالوت تم سے زیادہ علم وصحت جسمانی والا ہے اس لیے اس کو بڑا بنایا ہے اور یہ چیز اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے جس کو سرداری عنایت فرمائے مگر قوم بنی اسرائیل نے طالوت کو حقیر جان کر منہ پھیر لیا اور پھر کہنے لگے اے نبی اگر واقعی یہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہے تو اس کی صداقت کی کیا نشانی ہے حضرت شموئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی صداقت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام کے آثار متبرکہ کا صندوق آئے گا جس کو قوم عمالقہ لے گئی تھی قوم نے کہا کہ فرشتے ایک بیل گاڑی کو لا رہے ہیں جس پر صندوق موجود ہے تو قوم نے یہ نشانی دیکھی اور حیران رہ گئے بالآخر حضرت طالوت کو سردار ماننے پر تیار ہوگئے اس کے بعد حضرت طالوت نے حکم دیا کہ چلو اب جالوت بادشاہ کے خلاف جہاد کرنا ہے چنانچہ یہ لوگ تیار ہوگئے۔ حضرت شموئیل علیہ السلام نے حضرت طالوت کو ایک زرہ لوہے کی دی اور یہ کہا کہ یہ زرہ جس کے بدن پر ٹھیک آئے گی وہی جالوت بادشاہ کو قتل کرے گا۔

مخبروں نے جالوت کو اس حملہ کی اطلاع کردی وہ بھی لڑائی کے لیے تیار ہوگیا جب کچھ دور یہ

مسلمانوں کا لشکر چلا تو حضرت طالوت نے فرمایا کہ اے ہمراہیو! راستہ میں تمہاری آزمائش ہوں گی ایک نہر آئے گی مگر اس میں پانی نہ پینا سوائے اس کے کہ چلتے ہوئے کہ ایک دو چلو پینے کی اجازت ہو گی چنانچہ کافی منازل طے کرنے کے بعد فلسطین کے درمیان وہ نہر آئی پانی اس کا صاف و شفاف مثل آب حیات کے تھا۔ اکثر فوجیوں نے پیٹ بھر کے پیا تھوڑے لوگوں نے نہیں پیا اور وہ پیاسے رہے چنانچہ غیر مخلصین چھٹ گئے جتنے لوگوں نے خوب پیٹ بھر کر پی لیا وہ چلنے سے رہ گئے باقی تھوڑے سے شخص ساتھ چلے کہتے ہیں کہ اسی ہزار آدمیوں میں سے صرف تین سو آدمی حضرت طالوت کے ساتھ باقی رہ گئے۔ حضرت طالوت کے فوجیوں میں حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے بھائی شامل تھے۔ راستے میں چلتے ہوئے تین پتھر بول رہے تھے کہ ہم کو بھی لے لو ہمارے ذریعے جالوت مرے گا۔ یہ غیبی مدد تھی اسی طرح حق تعالیٰ اپنے اُوپر بھروسہ کرنے والوں کی غیبی مدد فرماتا رہتا ہے۔ یہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے وہ تینوں پتھر اُٹھا لیے۔ حضرت طالوت کے فوجیوں کا وہ ایمان نہ تھا جو خود حضرت طالوت کا تھا وہ کہنے لگے کہ اے طالوت ہم تو بہت تھوڑے ہیں اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کیسے کریں گے لیکن ان میں جو بڑے ایمان والے تھے، کہنے لگے کہ اگرچہ ہم تھوڑے ہیں مگر ہمارے ساتھ اللہ ہے اور ایسا بہت ہوا ہے کہ تھوڑی چھوٹی جماعتیں دشمن کی بڑی جماعتوں پر اللہ کی نصرت سے غالب رہی ہیں۔

﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

ترجمہ: "کتنی تھوڑی جماعتیں غالب آئی ہیں بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے۔"

یعنی انہوں نے بتا دیا کہ ایمان والوں کا لڑنا قلت و کثرت و اسلحہ و ہتھیاروں کے زور پر نہیں ہوتا بلکہ ایمان کی قوت سے ہوتا ہے، اگرچہ قوت وغیرہ تیار کرنے کا حکم ضرور ہے کہ تم اپنے مقدور بھی ہتھیار و اسلحہ کی تیاری رکھو مگر اعتماد صرف اور صرف اللہ پر ہونا چاہیے۔ جالوت بادشاہ نے جب دیکھا کہ صرف تین سو تیرہ ہمارے مقابلہ کے لیے آئے ہوئے ہیں تو ان کی بہادری پر حیران ہوا اور اس کو شرم آئی کہ ہم ایک لاکھ آدمی ہیں اور یہ صرف تین سو تیرہ چنانچہ اس نے حضرت طالوت کے پاس پیغام بھیجا کہ تمہارا یہ معمولی لشکر ہمارا کیا مقابلہ کرے گا بہتر ہے یہ خیال بے کار چھوڑ کر میری اطاعت قبول کر لو۔ حضرت طالوت نے فرمایا اے بادشاہ بے شک تمہاری جماعت بہت بڑی ہے اور ہماری فوج بالکل تھوڑی ہے مگر ہم قوت و قلت و کثرت کے زور پر نہیں بلکہ ایمان کی طاقت سے لڑتے ہیں اور ایسا بہت مرتبہ ہوا ہے کہ تھوڑی فوج اللہ کے حکم سے بڑی فوج پر غالب آئی اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے۔

نہ پوچھو مجھ سے لذت خانماں برباد رہنے کی
نشیمن سینکڑوں میں نے بنا کر پھونک ڈالے ہیں

جالوت سامنے آیا کہ آؤ میرے مقابلہ پر کون آتا ہے حضرت طالوت کے لشکر میں سے حضرت داؤد علیہ السلام نکلے کیونکہ اُن کو زرہ ٹھیک آئی تھی انہوں نے جو راستے سے پتھر اُٹھائے تھے ان سے مقابلہ کیا جالوت بڑے غرور میں تھا مگر وہ وہیں ڈھیر ہو گیا کہتے ہیں کہ وہ پتھر جو حضرت داؤد علیہ السلام نے راستہ سے اُٹھائے تھے ان پتھروں میں سے تھے جو قوم لوط پر عذاب بن کر برسے تھے۔ جالوت نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا تھا کہ تم پتھروں سے میرے ساتھ لڑنا چاہتے ہو یہ میری توہین ہے حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ تو کتا ہے اور کتے کو پتھر سے ہی مارا جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ جو کافر و منکر ہے وہ کتوں سے بدتر ہے کیونکہ قرآن میں اللہ فرماتے ہیں: ﴿اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ﴾ ''وہ جانوروں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں۔'' جالوت بادشاہ آہنی لباس سے چھپا ہوا تھا مگر حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں سے لگے ہوئے پتھر آر پار ہو گئے۔ قرآن پاک میں دوسرے پارے کے آخر میں یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس کا جی چاہے وہاں دیکھ لے۔

حکایت حضور اکرم ﷺ نے جب خیبر کا محاصرہ کیا تو آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک حبشی غلام آیا اور اسلام قبول کرنے کی درخواست کی آپ ﷺ نے اسے مسلمان کیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں ایک یہودی کی بکریاں چرایا کرتا ہوں اب کیا کروں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے منہ میں خاک جھونک دے کیا تجھے پھر ان کے مالک کے پاس لوٹ کر جانا ہے اس پر اس نے ان کے منہ پر خاک جھونک دی اور کہنے لگا جاؤ اپنے مالک کے پاس جاؤ وہ بکریاں خود سیدھی اپنے مالک کے پاس بھاگ کر ایسی پہنچیں جیسے کوئی ہنکا کر لایا ہو پھر یہ غلام مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوا اور شہید ہو گیا۔ لوگ اس کی میت حضور ﷺ کے پاس لائے حضور ﷺ نے منہ پھیر لیا لوگوں نے وجہ پوچھی فرمایا اس لیے کہ اس کے ساتھ جنت کی حورعین میں سے اس کی زوجہ ہے وہ اس کے چہرہ کا غبار پونچھ رہی ہے اور کہتی ہے اللہ اسے خاک میں ملا دے جس نے تیرا چہرہ غبار آلود کیا اور اللہ اسے قتل کرے جس نے تجھے قتل کیا اندازہ کریں کہ نو مسلم ہے مگر جہاد کی برکت سے شہادت کی موت پائی اور جنت میں پہنچ گیا۔

حکایت محمود اوراق" کا بیان کہ ہمارے پاس ایک وحشی غلام تھا میں نے اس سے پوچھا نکاح نہیں کرتے ہو اس نے جواب دیا کہ میرا رب حورعین کو میری زوجہ بنائے گا اس کے بعد ہم جہاد کے لیے نکلے اور وہ غلام شہید ہو گیا میں نے خواب میں دیکھا کہ اس کا سر ایک جگہ اور دھڑ دوسری جگہ ہے ہم نے

اس سے پوچھا کہ کتنی حوروں سے نکاح کیا اس نے انگلی سے اشارہ کیا کہ تین سے (نزہۃ المجالس)

لطیفہ صاحب نزہۃ المجالس لکھتے ہیں کہ میں نے شبلی کی کتاب العرائس میں پڑھا ہے کہ ایک شخص روزانہ شیطان پر ہزار مرتبہ لعنت کرتا تھا ایک دن وہ آدمی سویا ہوا تھا، ایک دیوار کے نیچے وہ دیوار گرنے والی تھی کہ اچانک ایک شخص نے آکر جگادیا وہ اٹھا دیوار سے الگ ہوا کہ فوراً گر پڑی اس نے پوچھا کہ تو کون خیر خواہ شخص ہے جس نے میری جان بچائی اس جگانے والے نے کہا کہ میں شیطان ہوں اس نے کہا تو نے مجھے کیسے جگادیا میں تو ہزار بار تجھ پر روزانہ لعنت کرتا ہوں اور تو نے میری یہ خیر خواہی کیسے کردی شیطان نے جواب دیا تاکہ تجھے کہیں شہادت کی موت نہ ملے اگر دیوار گرتی تو شہید ہو جاتا مجھے یہ گوارا نہیں ہوا اس لیے جگادیا۔ شیطان کی بظاہر خیر خواہی میں بھی دشمنی پوشیدہ ہوتی ہے۔

فائدہ شہادت کی نو صورتیں ہیں: جو شخص دب کر مر جائے (دیوار وغیرہ کے نیچے)، جو مسافرت میں مرے، جو اپنے مال کی حفاظت میں مرے، جو بوجہ پیٹ کی بیماری کے مرے اور جو طاعون میں مرے، جو ڈوب کر مرے، جو جل کر مرے، جو عورت دردزہ کی وجہ سے مر جائے، جو راہ اللہ میں مارا جائے اور اصل شہادت یہی ہے، بحری لڑائی کی فضیلت ہے۔ حضور انور ﷺ فرماتے ہیں ایک بحری لڑائی کا ثواب دس خشکی کی لڑائیوں کے برابر ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جو ایک بحری لڑائی بھی اللہ کی راہ میں لڑا اور اللہ کو خوب معلوم ہے کہ کون راہ اللہ میں لڑا تو اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جنت کو پوری طرح طلب کیا اور دوزخ سے پوری طرح بھاگا۔

وہ شہید جو راہ اللہ میں کفار سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا جائے اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے نہ اس کا خون وغیرہ صاف کیا جائے اور نہ کفن دیا جائے بلکہ اسی زخمی حالت میں مجاہدانہ لباس میں اپنے خون شہادت کو گواہ بنا کر اللہ کے سامنے حاضر ہو۔

چھین لے مجھ سے اے جلوہ خوش روئے دوست ☆ میں کوئی محفل نہ دیکھوں اب تیری محفل کے بعد
میں کھو کے تیری راہ میں سب دولت دنیا ☆ سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لیے ہے
(جوہر)

حکایت بحوالہ نسفی ایک شخص ہمیشہ راہ اللہ میں جہاد کرتا جب فارغ ہوتا تو اپنے کپڑے جھاڑ کر غبار کو جمع کر لیتا یہاں تک کہ کافی غبار جمع ہو گیا تو اس نے اس غبار کی اینٹ بنائی اور وصیت کی کہ یہ اینٹ میری قبر کے سرہانے رکھ دینا چنانچہ اس کی وصیت کے مطابق عمل کیا گیا اس کے دوستوں میں سے کسی نے خواب میں دیکھا اور اس کی حالت پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ اس اینٹ کی برکت سے اللہ نے معاف فرما دیا۔

توحید تو یہ ہے کہ اللہ حشر میں یہ کہہ دے ☆ یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے
(جوہر)

علائیؒ نے بیان کیا ہے کہ شہیدوں کی روحیں قیامت تک عرش کے نیچے رکوع و سجدے میں مشغول رہتی ہیں شرح مہذب میں ہے کہ شہید کو اس لیے شہید کہتے ہیں کہ اللہ و اس کے رسول ﷺ نے اس کے لیے جنت کی شہادت دی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کی روح دارالسلام (جنت کا مقام) میں حاضر ہوتی ہے اور کسی کی روح وہاں پر قیامت تک حاضر نہ ہوگی (گویا یہ شہید کی روح کا اعزاز ہے)۔

میری افتادگی بھی میرے حق میں اُنکی رحمت تھی ☆ کہ گرتے گرتے بھی میں نے لیا دامن تھام

حضرت حنظلہ بن عامر رضی اللہ عنہ جو غسیل ملائکہ کے لقب سے مشہور ہوئے ان کی تازہ شادی ہوئی تھی کہ اسی شب قتال کے لیے کوچ کی آواز لگائی گئی یہ بغیر غسل کیے ہوئے فوراً تعمیل ارشاد میں چل پڑے اور شہید ہو گئے۔ حضور ﷺ نے دیکھا کہ فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں ان کی بیوی سے ماجرا پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ بغیر غسل کے گئے تھے ان پر غسل واجب تھا چنانچہ اس جانثار صحابی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے غسیل الملائکہ کا لقب عطا فرمایا۔ یعنی یہ وہ جانثار صحابی ہے جو حضور ﷺ کے منادی کے پکارنے پر لبیک کہنے والا ہے غسل کی ضرورت تھی تو فرشتے اس کو غسل دینے آئے۔ سبحان اللہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کا معیار کتنا اونچا تھا افسوس ان لوگوں پر جو صحابہ رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع کر کے اپنے ایمان ضائع کرتے ہیں۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ بروایت جابر رضی اللہ عنہ حضرت محمد ﷺ فرماتے جو اللہ کی راہ میں ایک روز سرحد کی نگرانی کرتا ہے اللہ اس کے اور دوزخ کے درمیان سات خندقیں حائل کر دیتا ہے ایک خندق کا فاصلہ آسمان و زمین کے درمیان کے برابر ہے ایک اور روایت میں نبی کریم ﷺ جو ایک رات اسلامی سرحد کی حفاظت کرے اس کو ہزار شب کی بیداری کا ثواب ملتا ہے۔) گویا ہزار شب اس نے عبادت کی) اور اتنے ہی روزوں کا ثواب ملتا ہے اور فرمایا کہ سرحد کی نگرانی کرنا ثواب جاریہ ہوتا ہے اور قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور قبر کی آزمائشوں سے امن میں رہتا ہے۔ اللہ ہمیں شہادت کی موت نصیب فرمائے۔ آمین!

شہید بھی ہمارے ہی طرح کے انسان ہوتے ہیں اور ان کی ضروریات و خواہشات ہوتی ہیں ان کو بھی اولاد و گھر سے محبت ہوتی ہے مگر وہ سب کچھ جب اللہ کے لیے قربان کرتے ہیں تو ان کو اعلیٰ مقام نصیب کیا جاتا ہے۔

بوستان عاشقاں سر سبز و باد ☆ آفتاب عاشقاں تابندہ باد
(رومیؒ)

۱: خطبہ اوّل

چھوت، فال وتوہم پرستی کی مذمت

ماہ صفر کے متعلق بعض لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ اس مہینہ میں مصائب وآفات نازل ہوتی ہیں اسلام سے پہلے جاہلیت میں بھی یہی نظریہ تھا حالانکہ موت وحیات عزت وذلت، نفع ضرر ہر چیز اللہ کے قبضہ وقدرت میں ہے کوئی وقت وزمانہ، کوئی درخت، کوئی پرندہ، کوئی جانور، کوئی جگہ منحوس وبری نہیں ہے بلکہ انسانوں کے اپنے اعمال برے ہوتے ہیں تو ان پر آفات ومصائب نازل ہوتے ہیں اگر اعمال اچھے ہوں تو اللہ کی رحمتیں وبرکتیں نازل ہوتی ہیں اگر انسان اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھتے ہوئے اس کے احکامات کی تابعداری کرے تو اللہ اس کی رہبری ورہنمائی فرماتے ہیں اور اگر کفر ونافرمانی کرے تو شیاطین ایسے لوگوں کو بدراہ کرتے ہیں اور تباہ وبرباد کردیتے ہیں جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ [سورۃ البقرۃ پارہ ۳ آیت ۲۵۷]

ترجمہ: ''اللہ ساتھی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے ان کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر (یا بچا کر) نور اسلام کی طرف لاتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے ساتھی شیاطین ہیں (انسی یا جنی) وہ ان کو نور اسلام سے نکال کر کفر کی تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں اور یہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فوائد: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان وعمل صالح کی برکت سے آدمی نور وروشنی وبصیرت میں رہتا ہے اور کفر ونافرمانی کی وجہ سے آدمی اندھیروں وغیرہ میں رہتا ہے۔ توہمات، وسوسے، خطرات اسے گھیرے رہتے ہیں اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ [سورۃ فاطر پارہ ۲۲ آیت ۲]

ترجمہ: ''اللہ جو رحمت لوگوں کے لیے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کر دے سو اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔''

فائدہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ سب خیر وشر اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے پورا قرآن اس سے بھرا ہوا ہے کہ موت حیات، عزت وذلت، خوشی غمی بیماری تکلیف سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے لہٰذا اللہ کی طرف رجوع کرو اور کسی ماہ سے بدفالی نہ لو کوئی مہینہ برا نہیں سب اللہ کے مہینے ہیں۔

ماہ صفر کے متعلق توہمات:

بعض لوگ ماہ صفر میں شادی بیاہ ودیگر خوشی کی تقریبات کرنا برا خیال کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ صفر کی شادی صفر ہوگی یعنی ناکام ہوگی اور اس کی وجہ عموماً ذہنوں میں بھی یہی ہوتی ہے کہ صفر کا مہینہ نامبارک اور منحوس مہینہ ہے چنانچہ صفر کا مہینہ گزرنے کا انتظار کرتے ہیں اور پھر ربیع الاول کے مہینے سے اپنی تقریبات شروع کرتے ہیں۔ اس وہم پرستی کا دین سے کوئی واسطہ نہیں یہ محض باطل ہے بعض لوگ ماہ صفر کی یکم تاریخ سے تیرہ تاریخ تک کے ایام کو بطور خاص منحوس اور برا جانتے ہیں اور ۱۳ تاریخ کو کچھ گھونگھنیاں وغیرہ پکا کر تقسیم کرتے ہیں تا کہ اس نحوست سے حفاظت ہو جائے یہ بھی بالکل بے اصل بات ہے ماہ صفر کے منحوس ہونے کے متعلق جو حدیث پیش کی جاتی ہے ملا علی قاریؒ اپنی کتاب (الموضوعات الکبیر) میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے لہٰذا موضوع ومن گھڑت حدیث سے استدلال کرنا سراسر جہالت اور گمراہی کی بات ہے وہ روایت یہ ہے کہ: ((مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ)) یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھے ماہ صفر کے ختم ہونے کی خوشخبری دے میں اس کو جنت کی بشارت سناتا ہوں۔ جواب: اول تو یہ حدیث موضوع من گھڑت ہے دوسرا جواب: اگر بالفرض اس حدیث کو درست مانیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ماہ ربیع الاول میں ہونے والی تھی اور آپ ﷺ کو اللہ کی ملاقات کا بے حد شوق تھا جس کی وجہ سے آپ کو ماہ صفر کے ختم ہونے اور ربیع الاول کے شروع ہونے کی خبر کا انتظار تھا اس سے ماہ صفر کی نحوست قطعاً ثابت نہیں ہوتی بعض لوگ بالخصوص مزدور کام نہیں کرتے مالک سے مٹھائی کا مطالبہ کرتے ہیں اور ہر مزدور کو عیدی ومٹھائی دی جاتی ہے۔ یہ بھی محض بے اصل بات ہے اور واجب الترک ہے بعض لوگ اسی دن چھٹی کرنے کو اجر وثواب کا

موجب سمجھتے ہیں اور مشہور ہے کہ اس دن آنحضرت ﷺ نے غسل صحت فرمایا تھا چنانچہ ایک شعر بھی اس سلسلے میں بنایا ہوا ہے۔

آخری چہار شنبہ آیا ہے ☆ غسل صحت نبی ﷺ نے پایا ہے

اس کی بھی کچھ اصل نہیں بلکہ اس دن تو آنحضرت ﷺ کے مرض وفات کی ابتداء ہوئی تھی اور آپ ﷺ کے مرض وفات پر خوشی کیسی۔

بعض لوگ اس دن گھروں میں اگر مٹی کے برتن ہوں تو ان کو توڑ دیتے ہیں اور اسی دن بعض لوگ چاندی کے چھلے اور تعویذات بنا کر ماہ صفر کی نحوست، مصیبتوں اور بیماریوں سے بچنے کی غرض سے پہنا کرتے ہیں یہ خالص وہم پرستی ہے جس کو ترک کرنا واجب ہے زمانہ جاہلیت میں ماہ صفر کے متعلق بکثرت مصیبتیں اور بلائیں نازل ہونے کا جو اعتقاد اور نقل کیا گیا ہے اسی کی بنیاد پر بعض مذہبی لوگوں نے بھی اس ماہ کو مصیبتوں اور آفتوں سے بھر پور قرار دیا ہے حتیٰ کہ لاکھوں کے حساب سے آفات و بلیات کے نازل ہونے کی تعداد بھی نقل کر دی ہے اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جلیل القدر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی اسی ماہ میں مبتلائے مصیبت ہونا قرار دیا ہے اور پھر خود ہی نماز کے خاص خاص طریقے بتلائے جن پر عمل کرنے سے عمل کرنے والا تمام آلام و مصائب سے محفوظ ہو جاتا ہے یہ سب من گھڑت اور اپنی طرف سے بنائی ہوئی باتیں ہیں جن کی قرآن وسنت سے کوئی سند نہیں ہے کیونکہ جب و بنیادی طور پر ماہ صفر میں مصیبتوں اور آفتوں کا نزول ہونا ہی باطل ہے اور جاہلیت اولیٰ کا ایجاد کردہ نظریہ ہے اور حضور ﷺ نے اس کو بالکل بے اصل و بے بنیاد قرار دیا ہے تو اس پر جو بنیاد بھی رکھی جائے گی وہ باطل اور غلط ہی ہوگی۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنے صاف اور واضح ارشادات کے ذریعے زمانہ جاہلیت کے توہمات اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام باطل خیالات اور ماہ صفر کے متعلق وجود میں آنے والے تمام نظریات کی تردید اور نفی فرمادی ہے اور ساتھ ہی عرب کے دور جاہلیت میں جن جن طریقوں سے نحوست بدفالی اور بدشگونی لی جاتی تھی ان سب کی بھی مکمل نفی فرمائی ہے اور مسلمانوں کو ان توہمات سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ آپ ﷺ کے ارشادات سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگنے کا خیال بھی باطل ہے کسی کی بیماری بغیر اذن الٰہی دوسرے کو نہیں لگتی اور کسی مکان، دکان، زمین، درخت، پرند، چرند، جانور، چاند ستارے اور دن تاریخ میں کوئی نحوست نہیں ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات اور ارشادات کو مضبوطی سے تھامیں اور قدیم و جدید جاہلیت کے جملہ توہمات سے اجتناب کریں۔ ہمارے معاشرے میں بدشگونی اور بدفالی کی بہت سی صورتیں مروج ہیں جو سب ہی غیر معتبر

ہیں اور اس قابل ہیں کہ فوراً توبہ کر کے ہمیشہ کے لیے ان سے پرہیز کیا جائے (بحوالہ البلاغ جنوری ۱۹۸۴ء،۱۹۸۷ء، اکتوبر) اسی طرح فال نکلوانا نجومی کو ہاتھ دکھانا جنات کی باتوں پر یقین کرنا قرآن کریم سے فال نکالنا یہ سب غلط ہے۔ اپنے اعمال کی اصلاح کریں اللہ کے احکامات اور حضور ﷺ کی سنتوں پر عمل کریں گے تو ہر قسم کی خیر و برکت و رحمت ہوگی ورنہ ہر قسم کی آفات و مصائب و بلیات نازل ہوں گی۔

اللہ کے دروازے کو چھوڑ کر ہم آج در در پہ جھک رہے ہیں۔ اللہ کا خوف دل سے نکلا تو سینکڑوں خوف ہم پر مسلط ہو گئے۔ اللہ سے مانگنا چھوڑا تو ایک ایک کے آگے ہاتھ پھیلانے پڑے۔ غرض ہر قسم کی آفات و مصائب کی بہتات ہمارے شامت عمل کی وجہ سے ہے اگر ہم خوشحالی، امن، برکت، عافیت چاہتے ہیں تو ہمیں عقائد شریعت کے مطابق ڈھالنے ہوں گے اور اعمال سنت کے مطابق اختیار کرنے ہوں گے۔

جو تو چاہے میرے مولا! کانٹے خون ٹپکائیں
گیس پھولوں کی چتر سے زیادہ سخت ہو جائیں

حضرت جابر ﷺ کا بیان ہے میں نے رسالت مآب ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ ماہ صفر میں بیماری نحوست اور بھوت پریت وغیرہ کا کوئی نزول نہیں ہوتا۔

ہر دم وہ ہم کو پیش نظر دیکھتے ہیں
غفلت کے مانے جاتے کدھر دیکھتے رہے
تیرے جلوے طلسم و کلفت توڑ دیتے ہیں
تیرے لطف و کرم ٹوٹے دلوں کو جوڑ دیتے ہیں
پناہ بلندی و پستی توئی ☆ ہمہ عیستند آنچہ ہستی توئی

حضرت ابو ہریرہ ﷺ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا بیماری نحوست اور شیطان وغیرہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا یہ سن کر ایک دیہاتی نے کہا ریت کے میدان کا وہ اونٹ جو ہرن کی طرح تیز ہے یہ خارشی اونٹ دوسرے اونٹوں میں گھس کر ان میں خارش پیدا کر دیتا ہے یہ کیا چیز ہے؟ ارشاد عالی ہوا یہ بتاؤ کہ پہلے خارش والے اونٹ کو خارش کیسے ہوئی؟

سدا شرک سے رہیو دور و نفور ☆ کہ ہم سے راضی خدائے غفور

بخاری میں ہے کہ ماہ صفر میں بیماری، بدشگونی، شیطانی گرفت اور نحوست کے اثر میں کوئی چیز نہیں ہیں۔ مسلم شریف میں ہے کہ بیماری، شیطانی گرفت، ستاروں کے گردش اور نحوست کا ماہ صفر سے

کوئی تعلق نہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی اور بتاؤ کہ پہلے والے کو خارش کیسے ہوئی۔ بیماری کی چھوت اور بدشگونی کوئی چیز نہیں اللہ نے ہر جاندار کو پیدا کر کے اس کی زندگی، رزق اور مشکلات لکھ دی ہیں۔ ابن اثیر نے اپنی کتاب نہایہ میں لکھا ہے کہ اہل عرب کے نزدیک (صفر) کے معنی پیٹ کے اندر کے سانپ کے ہیں جو انسان کو بھوک کی حالت میں ڈستا ہے اور ستاتا ہے اور مرض متعدی کہلاتا ہے۔ حالانکہ اسلام نے اسے باطل قرار دیا ہے۔

اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں ☆ خبردار اسرار و ناظر نہیں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس ماہ میں بکثرت مصیبتیں، آفتیں نازل ہوتی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ماہ صفر میں شریعت اسلامیہ نے نزول آفات کا انکار کیا ہے۔

بتایئے کوئی کس کس پہ اب عمل کیجیے
زمانہ روز جنم اک رواج دینے لگا
(قیصر افغانی)

مثال کے طور پر کوئی بیمار جب کسی دوسرے کو کہتے سنے اے پانے والے، تو اس سننے والے کو گمان ہو جاتا ہے کہ بیماری سے شفا ہو جائے گی اور گم شدہ چیز مجھے حاصل ہو جائے گی۔ اس کے حوالہ سے یہ حدیث لکھی ہے جو شخص شگون کے لیے پیش گوئی یا جادو کرے کرائے تو ایسا شخص امت محمد ﷺ کا فرد نہیں ہے۔ امام احمدؒ نے لکھا ہے شگون لینا شرک ہے۔

پڑا جس کی گردن میں زنار شرک ☆ نہیں اس پہ اطلاق اسلام کا

ترمذی میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا مرض متعدی و بدشگونی کوئی چیز نہیں، البتہ گھوڑا، عورت اور گھر میں نحوست ہو سکتی ہے ایک روایت میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دربار رسالت مآب ﷺ میں نحوست کا تذکرہ کیا تو ارشاد عالی ہوا۔ اگر نحوست ہو سکتی ہے تو گھوڑے عورت اور گھر میں نحوست ہو سکتی ہے۔ بخاری:

ذہن سے یاد کا آسیب نکالا جائے ☆ اپنے اعصاب سے اک بوجھ اُتارا جائے
آں یکے چوں نیست با اخیار یار ☆ لاجرم شد پہلوئی فجار جار
(مثنوی)

جب آدمی نیکیوں کو چھوڑتا ہے، فجار و فساق کے پہلو میں بیٹھتا ہے تو غلط اعتقادات گھیر لیتے ہیں۔
سعد بن مالک نے اپنے والد کی زبانی بیان کیا رسول اکرم ﷺ کو فرماتے میں نے سنا ہے کہ عیافہ (پرندے سے فال لینا) شگون اور طرق (پتھر سے فال لینا) یہ سب بت پرستی ہے۔ (ابوداؤد)

قدم رکھ شریعت پہ بے خوف و بیم ☆ کہ بے شک ہے یہ جادہ مستقیم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ عورت، گھر اور گھوڑے میں نحوست ہو سکتی ہے اس روایت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے دو آدمیوں نے بتایا تو یہ سن کر آپ بے حد غضبناک ہوئیں اور کہا حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان چیزوں کو زمانہ جاہلیت میں لوگ منحوس سمجھتے تھے (ابن جرید) ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نہایت شدت سے کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے کبھی بھی نحوست کا وجود مکان، عورت اور گھوڑے میں نہیں بتایا اور میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتا ہوں کہ اگر تمہارے دل میں کسی چیز کی نحوست کا شک پیدا ہو جائے تو اس چیز کو الگ کر دو فروخت کر دو یا آزاد کر دو (ابن جریر)

فوائد معلوم ہوا کہ شگون مرض متعدی نحوست ستاروں کے اثرات چھوت کوئی چیز نہیں۔ رہی وہ حدیث کہ (جذامی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو) (مسند احمد و بخاری) کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے وہم کو دور کرنے کے لیے فرمایا کہ کمزور یقین والا بھی سمجھے گا کہ بیماری چھوت کی وجہ سے لگی اس لیے وہ دور رہے ورنہ بیماری کا لگنا بھی تقدیر الٰہی میں لکھا تھا باقی وہ حدیث کہ اگر نحوست ہوتی تو گھوڑے، مکان، عورت میں ہوتی یعنی بالفرض اگر نحوست ہوتی تو ان چیزوں میں ہوتی جب ان میں نحوست نہیں تو اور بھی کسی چیز میں نہیں یعنی ان چیزوں میں بھی نحوست نہیں بعض کہتے ہیں کہ نحوست سے مراد یہاں یہ ہے کہ وہ عورت بانجھ ہو شوہر کی نافرمان ہو اور شوہر کی نظر میں ناپسند و بدصورت ہو گھر کی نحوست یہ ہے کہ وہ تنگ اور چھوٹا ہو، اس میں کھلی آب وہوا نہ آتی ہو، گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ وہ سرکش ہو اور قیمتی ہو اور مالک کی مصلحت کے موافق نہ ہو وغیرہ وغیرہ بہر حال اصل یہی ہے کہ سب اعتقادات توہمات وخرافات ہیں اور یقین و توکل واعتماد علی اللہ سے کمزوری کی دلیل ہیں اور بعض احادیث کے مطابق شرک ہیں۔ نیز نحوست کو مجازی طور پر مانا جا رہا ہے اور نحوست کی وجہ دراصل وہ ناپسندیدگی ہے جو شریعت وطبیعت کی مخالفت پر محمول ہے یعنی جو شریعت وانسانی طبیعت کے خلاف اثر انداز ہو وہ نحوست کہلاتی ہے جس کی تائید (شرح السنۃ) میں مرقوم ہے گویا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اگر کسی مکان کے باشندے اپنے اس مکان کی رہائش پسند نہ کرتے ہوں یا کوئی شوہر اپنی بیوی سے صحبت ناپسند کرتا ہو یا گھوڑا پسندیدہ نہ ہو تو اس صورت میں مکان چھوڑ دیا جائے بیوی کو طلاق دے دی جائے اور گھوڑا فروخت کر دیا جائے تاکہ نحوست کی یہ کھٹک دل سے نکل جائے جیسا کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم جس گھر میں رہتے بستے تھے وہاں ہماری تعداد زیادہ تھی جس کے جواب میں ارشاد عالی ہوا کہ اس گھر کو چھوڑ دو اور کسی گھر میں منتقل ہو جاؤ تاکہ دل میں جو ناپسندیدگی بس گئی ہے وہ دور ہو جائے۔

جس نے زندگی دی ہے وہ بھی سوچتا ہوگا
زندگی کے بارے میں اس قدر نہ سوچا کرو
(محسن بھوپالی)

مرض متعدی، اعتراض:

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ چھوت کی نفی کے بعد رسول اکرم ﷺ کی یہ احادیث کہ
(کوڑی، جذامی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو)
''بیمار اونٹ تندرست اونٹوں میں جانے نہ پائے''
''کوئی بیمار کسی تندرست کے پاس آمد و رفت نہ کرے''
''بیمار اونٹ کا مالک بھی بیمار تندرست اونٹ کا مالک بھی تندرست ہوتا ہے۔''

جواب نمبر ۱ کرمانی نے شرح بخاری میں چھوت کوئی چیز نہیں کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بلحاظ طبیعت وخلقت کوئی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی اور جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ دراصل اللہ کے حکم ومنشاء سے ہوتا ہے اور اسی لیے رسالت مآب ﷺ نے بیمار اونٹ کو تندرست اونٹ کے پاس جانے کی ممانعت فرمائی اور ارشاد فرمایا جذامی سے دور بھاگو۔ تاکہ اگر بیماری لگ بھی جائے تو یہ خیال نہ کیا جائے کہ نزدیک ہونے کی بنا پر لگی۔

اسی کے نظارے نظر آرہے ہیں ☆ جدھر بھی اٹھا کر نظر دیکھتا ہوں

جواب نمبر ۲ ''چھوت کوئی چیز نہیں'' کی حدیث سے نفس چھوت کا بطلان باطل ہونا ناکارہ پن مراد نہیں ہے بلکہ جذامی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو اور تندرست کے پاس بیمار آمد و رفت نہ کریں ان دونوں حدیثوں سے رسول اکرم ﷺ کی مراد یہ ہے کہ کمزور طبائع جو اس امر کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ امراض ایک دوسرے کو لگتے یا لازمی طور پر اثر انداز ہوتے ہیں وہ با خبر ہو جائیں کہ ان کے وہم گمان کی حد تک ہے ورنہ اصلیت یہ ہے کہ اس قسم کے امراض بھی مشیت الٰہی کے تابع ہیں وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے اور جس کام کو وہ نہیں چاہتا وہ معرض وجود میں نہیں آتا اور اسی کی جانب رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان بتا رہا ہے کہ بتاؤ پہلے کو کس نے بیمار کیا؟ اور رسول اکرم ﷺ کا یہ حکم کہ جذامی سے بھاگو اور بیمار کسی تندرست کے پاس آمد و رفت نہ کرے گویا بالکل ویسا ہی ہے جیسے ٹیڑھی دیوار یا شکستہ کشتی سے بچنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

اگرچہ لذت ایمان سے بے خبر ☆ نہ کہہ کہ رحمت یزداں سے بے خبر ہوں
ہوں میں جہاں دیکھتا ہوں جدھر دیکھتا ہوں ☆ میں اللہ ہی کو میں جلوہ گر دیکھتا ہوں

(طالب)

جواب نمبر۳ جذامی یا بیمار کے پاس جانے کی ممانعت بطور شفقت ورافت ہے کہ اگر یہ بیمار ہو جائے یا اونٹوں میں بیماری پھیل جائے تو لوگ یہ اعتقاد نہ کر بیٹھیں کہ چھوت کی بیماری لگتی ہے اور یہ حق ہے حالانکہ چھوت کوئی چیز نہیں ہے اور ہمارے اس بیان کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ایک جذامی جو بغرض بیعت حاضر ہوا تھا آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری بیعت ہم نے قبول کی بس اب جاؤ اور ایک دوسرے جذامی کا ہاتھ لے کر آپ ﷺ نے ایک بڑے پیالے میں رکھا اور فرمایا اللہ پر اعتماد و بھروسہ کر کے کھاؤ پہلی حدیث میں بطور اسباب پرہیز کرنے کا حکم ہے کہ ایسی صورت میں پرہیز کرنا چاہیے اور دوسری حدیث میں اسباب کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد بھروسہ کا بین ثبوت ہے اور یہی سنت نبوی ﷺ کہ تمام کی موجودگی میں اللہ اور صرف اللہ پر اعتماد کیا جائے۔

اگر تجھ کو حاصل رضا و تسلیم ہے ☆ تو مٹی ترے ہاتھ میں سیم ہے

(تقویۃ الایمان)

جواب نمبر۴ طیبیؒ نے عمر بن شدید سے روایت کی ہے کہ بنو ثقیف کے وفد میں جو شخص جذامی تھا اس کے ہاتھ رسول اکرم ﷺ نے کہلا بھیجا کہ ہم نے تمہاری بیعت قبول کر لی اور اے جذامی اب لوٹ جاؤ مسلم نے یہ حدیث لکھ کر تحریر کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی اجازت وہی اس کے لیے جو توکل کی منزل پہ نہ پہنچا ہو اور آپ ﷺ کا منشاء یہ ہے کہ اسباب کو بھی پیش نظر رکھو کیونکہ موجودات عالم کو اللہ تعالیٰ نے خواص و اثرات ودیعت فرمائے ہیں۔

اگر بوئے ایمان سے کچھ کار ہے ☆ تیرا دل ضلالت سے بیزار ہے

تو پی ساغر صاف توحید کو نہ کر کور چشمان اُمید کو

(تقویۃ الایمان)

توکل علی اللہ:

اگر اللہ پر توکل واعتماد ہو تو انسان کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ [سورۃ الطلاق پارہ ۲۸ آیت ۳]

ترجمہ: ''جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اس کو کافی ہے۔''

آدمی کے اعتقادات کمزور ہوتے ہیں تو ہر چیز سے ڈرتا ہے لیکن جب یقین پکا ہوا اعتماد توکل

علی اللہ ہو تو پھر کوئی فکر نہیں ہوتی۔

گلشن میں پھروں کہ سیر صحرا دیکھوں ☆ یا معدن و کوہ دشت و دریا دیکھوں
ہر جا تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے ☆ حیران ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا دیکھوں
(میر انیس)

توحید تو یہ کہ اللہ حشر میں کہہ دے ☆ یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے
(جوہر)

جناب سید المرسلین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالی نے میرے سامنے اُمتیں پیش کیں میں نے اپنی اُمت کو دیکھا کہ وہ کوہ وبیاباں میں بھری پڑی ہے اس کی کثرت دیکھ کر متعجب ہوا اور خوش ہوا حق تعالی نے مجھ سے پوچھا کہ تم خوش ہوئے؟ میں نے عرض کیا باری تعالی! میں خوش ہوا ہوں۔ پھر رحمت حق تعالی نے ارشاد فرمایا کہ ان میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ جو فقرا اور راغ اور فال پر یقین نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کرتے تھے۔ اس وقت حضرت عکاشہ ؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! دعا فرمائیے کہ حق تعالی مجھے بھی ان ستر ہزار میں سے کرے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ بار خدایا اسے ان لوگوں میں سے کردے پھر ایک اور صحابی ؓ نے اٹھ کر اس دعا کی درخواست کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (سبقت بھا عکاشۃ) یعنی عکاشہ ؓ اس امر میں سبقت لے گیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم لوگ اللہ تعالی پر ایسا توکل رکھو جیسا کہ توکل رکھنے کا حق ہے تو حق تعالی تمہیں اس طرح روزی پہنچائے جس طرح پرندوں کو پہنچاتا ہے جو صبح کو بھوکے ہوتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر آتے ہیں۔

وصف اور درگفت چوں آید مرا ☆ چوں عرق از شرم خود آید مرا
(عطار)

اور فرمایا جو شخص اللہ کی پناہ چاہتا ہے اللہ تعالی اس کے سب کاموں کی نگرانی کرتے ہیں اور اس کے لیے کافی ہو جاتے ہیں اور ایسی جگہ سے روزی پہنچاتے ہیں جہاں سے اس کا وہم وگماں بھی نہیں ہوتا اور جو شخص دنیا کی پناہ لیتا ہے اللہ تعالی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم ؑ کو جب کافروں نے آگ میں ڈالنا چاہا تو آپ نے فرمایا: (حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل) جب آپ ہوا میں تھے تو حضرت جبریل ؑ نے آپ سے پوچھا کوئی حاجت! فرمایا کچھ نہیں چونکہ انہوں نے کہا تھا اس لیے اسے وفا کرنے کی غرض سے حضرت جبریل ؑ کو یہ جواب دیا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے

اس عنوان سے ان کا تعارف کرایا اور فرمایا: ﴿وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى﴾

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا توکل:

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا کہ میں نے ایک راہب سے اس کی روزی کے بارے میں پوچھا اس نے کہا مجھے معلوم نہیں دینے والے سے پوچھو لوگوں نے ایک شخص سے پوچھا تو ہمیشہ عبادت میں مصروف رہتا ہے روزی کہاں سے کھاتا ہے اس نے دانتوں کی طرف اشارہ کیا جس نے یہ چکی بنائی وہ روزی بھی دیتا ہے۔

اللہ کی رحمت ہے اور ایمان کا ثمرہ ہے۔ آدمی اپنی طرف سے جائز و حلال محنت و کوشش کرے پھر اللہ پر بھروسہ کرے اسباب کا اختیار کرنا بھی اللہ کی طرف سے سمجھے۔

تیرا کچھ پتہ بھی جو پا گیا وہ تمام جہاں پر چھا گیا
اس لیے اب نہ کسی سے اُمید ہے نہ کسی سے خوف و ہراس

خطبہ دوم

ہجرت کا بیان

ماہ صفر کے آخر میں ہجرت کا پہلا مرحلہ مکہ مکرمہ سے غار ثور تک کا پیش آیا تین دن غار ثور میں آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رہے اس کے بعد مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا دوسرا مرحلہ پیش آیا۔ کفار و مشرکین ناکام ہوئے ارشاد باری ہے:۔

﴿وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾ [سورۃ الانفال پارہ ۹ آیت ۳۰]

ترجمہ: ''اور جب تدبیریں سازشیں کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے بارے میں کفار مکہ کہ آپ ﷺ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں اور وہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ ان کی تدبیروں کو توڑ رہے تھے اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والے ہیں۔''

یعنی وہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ ان کے قتل و مغلوب کرنے کی تدبیر کر رہے تھے پھر اللہ ہی غالب رہا اور اسی کا حکم نافذ ہوا تھوڑے ہی عرصے میں سارے دشمن ہلاک ہوئے اور حضور ﷺ کا بول بالا ہوا۔ یہ آیت شریف مدینہ میں نازل ہوئی اور واقعہ ہجرت مکہ میں پیش آیا۔ اتنے عرصے کے بعد یہ احسان اور نعمت آپ ﷺ کو اس لیے یاد دلائی گئی تاکہ مدینہ کے منافق

اور یہودی لوگ جان لیں کہ ان کو حضور ﷺ کی اذیت کے لیے ہماری تدبیریں ہماری ہی ہلاکت و بربادی کا باعث ہوں گی۔

مستغنی ہر عیش وطرب، آزاد و کش رنج و تعب ☆ پرسوز وگداز و تاب و تب، رندانہ مقاس بےادب
جنگ است باو بز بولہب ☆ زکی النسب الی الحسب، کل العرب فی خدمتہ ہادی الامم بشریعت (خالد)

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز ☆ چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی (اقبالؔ)

ہجرت کے راز اور نکات:

۱) اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے وطن کیوں چھڑایا ہر ایک انسان کی طبیعت وطن اور پیدائش کی جگہ سے زیادہ مانوس ہوتی ہے مشہور ہے "حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيْمَانِ" "حب وطن از ملک سلیمان خوشتر۔ وطن کے گڑھے بھی پردیس کے خوش نما محلوں سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں۔ پھر وطن بھی خانہ کعبہ رب جلیل کا گھر تو ایسے گھر سے محبت کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر اللہ کا ☆ ہم ہیں پاسباں اس کے وہ پاسباں ہمارا (اقبالؔ)

وہ خانہ خدا جس کی تعمیر کرنے والے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اللہ کے گھر سے ایک مسلمان کو کتنی محبت ہوتی ہے پھر خانہ کعبہ کا تو کہنا ہی کیا پھر جناب سید المرسلین رحمۃ اللعالمین محبوب رب العالمین سرور کونین فخر موجودات جناب نبی کریم ﷺ کی محبت تو کون اندازہ کرسکتا ہے۔ ہجرت کے وقت جب رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کو چھوڑ رہے تھے تو بار بار مڑ کر دیکھتے تھے اور فرماتے تھے: "مَا أَحْسَنَ بَيْتُ رَبِّيْ" "میرے رب کا گھر کیسا خوبصورت ہے؟ اگر قوم چھوڑنے پر مجبور نہ کرتی تو میں کبھی چھوڑ کر نہ جاتا ادھر حضور ﷺ کو خانہ کعبہ سے یوں محبت تھی اور اُدھر حضور ﷺ کو صرف اپنی محبت کے لیے خاص کرنا چاہتے تھے اور حضور ﷺ کے دل میں سوائے اپنے عشق و محبت کے کسی دوسری چیز کی محبت کو باقی رکھنا نہیں چاہتے تھے اس لیے حضور ﷺ سے آپ کے محبوب کو چھڑایا اور ہجرت کا حکم دیا کیونکہ ایک دل میں دو عشق ایک قلب میں دو محبوب نہیں سما سکتے ارشاد ربانی ہے:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ﴾ [سورۃ الاحزاب پارہ ۲۱ آیت ۴]

اللہ نے کسی انسان کے دو دل نہیں بنائے کہ اس میں دو چیزیں سمائیں بلکہ ایک دل بنایا تاکہ

ایک چیز کی محبت وعشق سمائے دو چیزوں کی محبت ایک دل میں نہیں رہ سکتی۔ ایک کی جانب میلان زیادہ ایک کی طرف کم ہونا لازمی بات ہے ایک کا باقی ہونا دوسرے کا فنا ہونا لازمی بات ہے اس لیے فانی کی محبت کو فنا کیا گیا چنانچہ ہجرت کا حکم دیا اس راز کو سرور کونین ﷺ نے وفات مبارک کے وقت اپنی زبان مبارک سے کھولا تھا فرمایا:

((لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا))

یعنی "اگر میں سوائے اللہ کے کسی کو دوست و ولی بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا مگر میں نے صرف اور صرف اللہ کو اپنا دوست اور محبوب بنالیا۔"

اس حدیث نے صاف ظاہر کردیا تمہارے مبارک رسول ﷺ نے سارے محبوبوں، سارے علاقوں، سارے دوستوں کے مقابلہ میں صرف اور صرف ایک کو محبوب حقیقی بنایا حضور ﷺ نے کعبہ کو چھوڑا اور صرف اللہ سے تعلق کو جوڑا۔ لوگو! عشق حقیقی کی پہلی سیڑھی ترک وطن ترک احباب ہے خدائے پاک کی محبت کے ساتھ کسی دوسرے کی محبت رکھنا ضدین کا جمع کرنا ہے اور یہ عقل مندوں کے نزدیک محال ہے دو بادشاہ در یک اقلیم نہ گنجد کا معاملہ ہے۔

نکتہ نمبر۲ عزت دو قسم کی ہوتی ہے ایک عزت خاندان، ملک، مال، عہدے کی وجہ سے ہوتی ہے یہ عارضی وفانی ہوتی ہے دوسری عزت اصلی دائمی وباقی ہوتی ہے یہ عزت محض اللہ کا خالص ہونے سے ہوتی ہے اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ سے عارضی وفانی عزت کے سارے اسباب چھڑا کر اصلی عزت فرمائی تھی۔ اس لیے ملک وطن، محبوب خانہ خدا برادری کنبہ سب چھڑا کر اصلی و دائمی عزت سے سرفراز فرمایا۔ عارضی وفانی سہارے چھڑا کر اصلی و دائمی سہارا صرف اپنی ذات حقیقی کا عطا فرمایا۔ آپ ﷺ کو ایک نہایت غریب گھرانے میں پیدا فرمایا۔ آپ ﷺ کو فقیری میں رکھا، والدین کا ایسے وقت میں انتقال ہوا جب آپ ﷺ کو ان کی مدد کی ضرورت تھی، قوم کو سخت مخالف بنایا، وطن چھڑایا، ایسے وطن ہجرت کا حکم دیا جہاں کی آب وہوا موافق نہ تھی اس کے باوجود وہ عزت دی جس کا کوئی اندازہ نہ کرسکے۔

وصلی اللہ علیٰ نور کزوہ شد نورہا پیدا ☆ زمین در عشق او ساکن فلک در حب او شیدا

نکتہ نمبر۳ جیسے اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برکت سے مکہ کی وادی غیر ذی زرع سنگلاخ وادی کو آباد وشاد کر کے دکھادیا اور برکتوں، رحمتوں کی سرزمین بنادیا اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی برکت سے مدینہ منورہ کی سرزمین کو سرسبز وشاداب بابرکت ورحمت بنانا تھا اس لیے ہجرت کا حکم دیا تاکہ دنیا دیکھ لے کہ مکہ اپنے خلیل کی وجہ سے بابرکت بنا اور مدینہ کو اپنے محبوب ﷺ کی وجہ سے بابرکت بنایا، چنانچہ مدینہ

منورہ آپ ﷺ کی آمد سے قبل بیماریوں پریشانیوں اور وباؤں کا گھر تھا جس کا نام یثرب تھا یثرب کا معنی بھی کچھ ایسا ہی ہے مگر آپ ﷺ کے تشریف لانے کے بعد مکہ کی طرح متبرک جگہ بن گئی۔ آپ ﷺ نے دعا مانگی تھی۔ اے اللہ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ نے مکہ کے لیے برکت کی دعا کی تھی میں مدینہ کی برکت کی دعا کرتا ہوں۔ الٰہی! اس کی زمین سے وبا کو نکال دے اس میں باغات، زراعت عطا فرما اس بستی کے اہل ایمان کے دلوں میں محبت دے۔ اب حضور ﷺ کی دعا اور آپ ﷺ کے قدموں کا طفیل ہے جو مدینہ طیبہ کئی باتوں میں مکہ پر فوقیت رکھتا ہے۔ آئمہ مجتہدین کا ایک بات میں اختلاف ہے کہ مکہ معظمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ بعض کے نزدیک مکہ مکرمہ افضل ہے بعض کے نزدیک مدینہ منورہ۔ مولانا محمد ابراہیم دہلویؒ فرماتے ہیں کہ فقیر کے نزدیک عابدوں کے لیے مکہ افضل ہے اور عاشقوں کے لیے مدینہ طیبہ بہتر اور افضل ہے۔ اکثر مجتہدین اور فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبر شریف کی وہ مبارک زمین جو حضور ﷺ کے نورانی جسم مبارک سے ملی ہوئی ہے وہ خانہ کعبہ بلکہ عرش سے افضل ہے۔

رسائی روز ہو وقت سحر مدینے میں ☆ اگر ملے تو مقدر ملے صبا کی طرح
جگہ اگر تیرے قدموں میں مجھ کو مل جاتی! ☆ تو چومتا نعلین نقش پا کی طرح
(سغیر)

ہجرت کا واقعہ:

اللہ کے فضل و کرم سے جب توحید کی روشنی سے دل منور ہوئے اور توحید خداوندی کے نعرے خانہ کعبہ کے پاس گونجنے لگے مکہ کے بچوں اور عورتوں میں اسلام کے اثرات ظاہر ہونے لگے تو مکہ کے کافر پریشان ہو گئے اور حضور ﷺ کو معاذ اللہ ختم کرنے کی کوشش کرنے لگے لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن ☆ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

خطبہ نمبر ۲ کفار کو جب اپنے منصوبے بے کار ہوتے نظر آئے تو مجبور ہو کر بڑے بڑے پنڈت کا فر جمع ہوئے اور مکان کے دروازے بند کر کے مشورے کرنے لگے۔ شیطان بھی اس موقع کو غنیمت جان کر انسان بزرگ کی شکل میں آ گیا کیونکہ مثل مشہور ہے "حق کا راضی رحمان بدی کا ساتھی شیطان" شیطان نے آ کر دروازہ پر دستک دی کہ لوگو! دروازہ کھولو! ابوجہل نے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئے اور کیوں آئے ہو شیطان لعین نے کہا میں ایک ضعیف بوڑھا تجربہ کار آدمی ہوں دور کے شہر سے آیا ہوں اور تمہارے اس مبارک مشورہ میں شامل ہونے آیا ہوں ایک تو مکہ کے سارے گروہ کا فر پھر اس میں ابلیس بھی شامل ہو گیا اور بھی زہر بلا مل سے بڑھ گیا جب مجلس مشاورت شروع ہوئی یہ نالائق حضور ﷺ کو

اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہ جانتے نہیں ہیں ایک مشرک کافر ابوالبختری نامی نے مشورہ دیا کہ اس شخص یعنی حضور انور ﷺ کو ایک تاریک مکان میں بند کر دیا جائے صرف ایک چھوٹا سا روشن دان باقی رکھا جائے تھوڑا سا روز کھانا دانہ دیا جائے چند روز کے بعد یہ خود بخود مر جائیں گے (معاذ اللہ) شیطان بولا اس رائے کو رد کرتے ہوئے اور کہا تیری رائے انتہائی ناقص ہے تمہیں معلوم نہیں یہ (یعنی رسول کریم ﷺ) وہ شخص ہے کہ اسے سات قفلوں میں بھی بند کر کے رکھو گے تو بھی اس کی خوشبو باہر نکل آئے گی اور پھر ان کے ماننے والے مکان توڑ دیں گے اور اپنے امام و رہبر کو نکال کر لے جائیں گے تمام اہل مجلس نے ابلیس کو شاباش دی کہ بہت اچھا آپ نے کہا ہے پھر عمرو بن ہشام مشرک و کافر نے کہا کہ اگر وہ رائے غلط ہے تو پھر کیا کیا جائے ایک نے کہا کہ ان کو (یعنی حضور ﷺ) کو ایک اونٹ کی کمر پر رسیوں سے باندھ کر اس اونٹ کو ملک حجاز سے باہر نکالا جائے۔ اس صورت میں مکہ کے لوگ نہایت آرام سے رہیں گے اور آسانی سے پیچھا چھوٹ جائے گا۔ شیطان نے سن کر کہا کہ یہ رائے پہلی رائے سے بھی زیادہ خراب ہے کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ محمد بن عبداللہ (ﷺ) کا کلام شیریں ہے اخلاق ایسا دلوں کو مسخر کرنے والا ہے کہ چند روز میں ہزاروں مرید و معتقد آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گے اور ایک دن مکہ پر چڑھائی کر کے تمہارے بچہ بچہ کو قتل کر دیں گے اس کے علاوہ کوئی اور رائے پیش کر دیں یہ سن کر ابوجہل نے کہا میری رائے یہ ہے کہ اس وقت مکہ میں پندرہ بیس خاندان ہیں جو محمد بن عبداللہ (ﷺ) سے نالاں ہیں صرف بنی ہاشم ان کا طرف دار ہے اس لیے بنی ہاشم کو چھوڑ کر ہر ایک قوم سے ایک ایک نوجوان ہتھیاروں سے مسلح کیا جائے اور وہ سب رات کو محمد ﷺ کے گھر میں کود کر سب کے سب دفعتہً مار دیں۔ صبح کو جب بنی ہاشم کو اطلاع ہوگی تو وہ اتنے لوگوں میں سے کس کس کے ساتھ لڑیں گے۔ آخر مجبور ہو کر خون بہا یعنی سو اونٹ لے کر فیصلہ ہو جائے گا۔ افسوس ان لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ حضور ﷺ کے خون کا ایک ایک قطرہ ساری کائنات اس کی قیمت ادا نہ کر سکیں چہ جائیکہ سو اونٹ چہ نسبت خاک را بعالم پاک۔ دین کی خاطر کیا کیا قربانیاں دینی پڑتی ہیں اس کا اندازہ اسی سے کریں۔ ابوجہل کی یہ رائے سن کر تمام حاضرین مجلس کی باچھیں کھل گئیں اور سب خوش ہو گئے کہ یہ تجویز بہت اعلیٰ اور اچھی ہے۔

مشرکین کی تدبیریں خاک میں مل گئیں:

ادھر حضرت جبریل علیہ السلام حضور انور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور بحکم رب العالمین سارا ماجرا سنایا

اور حکم ربی بتایا کہ آج رات اپنے بستر پر نہ سوئیں بلکہ یہاں سے ہجرت کریں اور آپ ﷺ کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کریں گے یہ سن کر آپ ﷺ خوش ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر جا کر سارا حال ان کو سنایا اور وہ پوری طرح تیار تھے آپ ﷺ کے ساتھ جانے کے لیے کیونکہ صدیق ان کا لقب تھا۔

پروانے کو چراغ بلبل کو پھول بس ☆ صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے ہے اللہ کا رسول ﷺ بس

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے ہی سے ہجرت کا سامان تیار کر چکے تھے اور وجہ اس کی یہ تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت سے پہلے خواب دیکھا تھا جس میں اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سارے حالات ظاہر کر دیئے تھے، کھول دیئے تھے (تاریخ الخمیس) خواب اس طرح دیکھا کہ چودھویں رات کا چاند آسمان سے اتر کر مکہ معظمہ کی زمین پر نازل ہوا سارا مکہ کا میدان اس کے نور سے روشن ہوا پھر وہ چاند زمین سے آسمان پر گیا پھر دوبارہ وہاں سے اتر کر مکہ معظمہ کے بجائے مدینہ منورہ کی زمین پر نازل ہوا اور بہت سے ستارے بھی چاند کے ساتھ ساتھ مدینہ منورہ کی زمین پر اترے پھر وہ چاند نہایت روشن اور چمک کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ واپس آیا اور وہ ستارے بھی چاند کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آئے اس کے بعد دوبارہ وہ چاند اپنے ستاروں کو لے کر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ واپس آیا اور بی بی عائشہؓ کے حجرہ میں داخل ہوا حجرے کی زمین شق ہوئی وہ ماہتاب اس زمین میں چھپ گیا خواب کی تعبیر خود صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہی فرمائی کہ وہ چاند سید المرسلین ﷺ ہیں جو مکہ سے مدینہ منورہ جائیں گے پھر مدینہ سے مکہ مکرمہ فاتحانہ آئیں گے اور واپس مدینہ منورہ اقامت فرمائیں گے۔ وہیں وفات ہوگی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں دفن مبارک ہوگا۔ آسمان پر مکہ سے چاند کا جانا معراج شریف کی خوش خبری تھی یہ خواب جس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تھا اسی طرح پورا ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فراست ایمانی سے معلوم کر چکے تھے کہ ہجرت ضرور ہوگی۔ اسی بناء پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کا سامان پہلے ہی سے تیار فرما چکے تھے پھر جب حضرت جبریل روح الامین علیہ السلام نے آ کر بتایا کہ آپ ﷺ پر آج رات کفار مشرکین مکہ میں حملہ کا پروگرام بنا چکے ہیں اس لیے آج رات آپ ﷺ اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلائیں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے جائیں یہ سن کر آپ ﷺ اپنے یار جانثار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر فرمایا ایک راز کی بات ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ اگر گھر میں کوئی غیر ہو تو اس کو ایک طرف کر دیں مگر گھر میں سوائے وفاداروں جانثاروں کے کون ہوتا۔ آپ ﷺ نے پورا ماجرا سنایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں بھی ساتھ چلوں آپ ﷺ نے فرمایا آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو اللہ کا حکم ہے کہ ساتھ

چلیں یہ سن کر خوشی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل ☆ نسیم صبح یہ تیری مہربانی

اس کے بعد جناب فخر موجودات ﷺ اپنے دوسرے جانثار غلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور ان کو بھی ماجرا سنایا اور اپنے بستر پر رات کو سونے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب تک میری چادر اوڑھ کر سوئے رہے گا تمہیں کوئی نقصان نہ دے سکے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی خوشی سے تیار ہو گئے رات کو جب خوب اندھیرا ہوا تو کافر تلواریں لیے آ گئے اور باتیں کر رہے تھے کہ دیکھو یہ شخص یعنی حضور ﷺ کیسی جھوٹی باتیں کہتا ہے (معاذ اللہ) اور کہتا ہے کہ اے مکہ والو تم میری اطاعت کرلو تو خداوند عالم تمہیں عرب وعجم کا شاہ بنا دے گا اور آخرت میں ایسے ایسے میوے عطا کرے گا جس کے پھلوں کا ایک دانہ ساری کائنات کی قیمت ادا نہ کر سکے اگر میری اطاعت نہ کرو مسلمان نہ ہو گے تو آخرت میں عذاب دردناک اور دنیا میں بھی رسوائی ہو گی۔ حضور ﷺ یہ باتیں سن کر فرما رہے تھے نادانو جو کچھ میں کہتا ہوں وہ سچ ہے کیونکہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾ آپ ﷺ بغیر وحی الٰہی کلام نہ فرماتے تھے زبان ہے میری بات ان کی حضور ﷺ نے جو کچھ فرمایا تھا وہ سچ ہوا آپ ﷺ کو ماننے والے تھوڑے ہی عرصہ میں عرب وعجم کے حکمران بن گئے اور نہ ماننے والے ذلیل ورسوا ہوئے اور مارے گئے۔ رات کافی ہو گئی تھی حکم ہوا اب آپ ﷺ جائیں یہ پڑھتے ہوئے۔

﴿وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ﴾

[سورۃ یٰسین رکوع ۱ پارہ ۲۲ آیت ۹]

یعنی ''ہم نے ان کافروں کے سامنے آگے پیچھے دیواریں پردے حائل کر دیئے یہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔''

آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر مٹی پر دم کر کے ان کافروں کی طرف پھینک دی۔ ایک مٹی خاک سب کو پہنچ گئی اور ان پر غفلت طاری ہوئی۔ آپ ﷺ سب کے سامنے سلامت وعافیت کے ساتھ یہ کہتے ہوئے ''شاھت الوجوہ'' (چہرے بگڑ جائیں گے) یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا کہ مٹی بھر خاک سب کی طرف پہنچ گئی حالانکہ وہ چاروں طرف کھڑے تھے اور خاک آپ ﷺ نے ایک طرف پھینکی تھی مولانا رومی فرماتے ہیں۔

بر زند از جان کامل معجزات ☆ معجزہ از بہر قہر دشمن است

بوئے جنسیت سوئے دل بردفست ☆ ازسبب می رسد بر خیر و شر

حضرت انبیاء علیہم السلام کے معجزات طالبین حق کے لیے مثل آب حیات ہیں اور کافروں کے لیے قہر الٰہی ہیں۔ مسلمان فرماں بردار معجزات کی وجہ سے انبیاء سے محبت کرتے ہیں اور کافر جلتے ہیں یہ معجزات اللہ کی طرف سے ہیں اسباب کا ان میں کوئی دخل نہیں۔ حضور ﷺ ان کافروں کے سامنے گزر گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر اپنی چادر دے کر سلایا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی جان قربانی کے لیے پیش کردی اور حضور ﷺ کی جگہ پر حضور ﷺ کی چادر اوڑھ کر سو گئے۔ حضور ﷺ کافروں کے منہ پر خاک ڈالتے ہوئے گزر گئے اور سیدھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جلالت شان:

سبحان اللہ کیا شان ہے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کہ نبوت والا خود صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر جا رہا ہے کہ کون ہے جو نبوت سے صداقت کو دور کر سکے۔ حضرت ﷺ اپنے یار غار ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لے کر ویرانے کی طرف چلے گئے ایک کافر نے ادھر حضور ﷺ کے مکان پر جمع شدہ کافروں سے کہا کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ حضور ﷺ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے کہیں چلے گئے میں نے خود دیکھا ہے لوگ نہ مانے آخر مکان میں کود گئے تو دیکھا کہ حضور ﷺ کے بستر مبارک پر تو حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا حضور ﷺ کہاں ہے انہوں نے جواب دیا کہ مجھے کیا خبر ہے ان کو لے جانے والا کہیں لے گیا ہے ناچار کافر آپ ﷺ کو تلاش کرنے نکل پڑے جب کہیں بھی نہ ملے تو صبح کو کھوجی تلاش کرنے والے جمع کیے اور ان کو تلاش کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ شیطان لعین نے کہا اے ابو جہل میں جانتا ہوں کہ حضور ﷺ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ کی طرف بھاگے ہیں تم لوگ جلدی تعاقب کرو ورنہ وہ نکل جائیں گے۔ آپ ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مکہ کی نشیبی سمت چار میل کے فاصلہ پر کوہ ثور کے ایک غار میں جو غار ثور کے نام سے مشہور ہے چھپ کر بیٹھ رہے۔ تواریخ میں یہ بھی آتا ہے کہ کافر آپ ﷺ کے مکان کو گھیرے ہوئے رات بھر کھڑے رہے تاکہ حضور ﷺ جب باہر نماز کے لیے نکلیں گے تو اس وقت قتل کر دیں گے (معاذ اللہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کے بستر پر سوتا ہوا دیکھ کر یہ سمجھتے رہے کہ حضور ﷺ سوئے ہوئے ہیں جب صبح کی نماز کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو کفار نے پوچھا کہ حضور ﷺ کہاں ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے کیا خبر تمہیں خبر ہونا چاہیے کیونکہ تم لوگ رات بھر پہرہ دیتے رہے۔ میں تو رات بھر سوتا رہا ہوں۔ کفار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور ان کو مارا تھوڑی دیر گرفتار رکھ کر بالآخر چھوڑ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے کفار کی امانتیں بھی دی تھیں کہ یہ کافروں کو واپس کر کے تم بھی مدینہ منورہ چلے آنا باوجود اس کے کفار آپ ﷺ کے مخالف تھے مگر اس کے باوجود آپ ﷺ پر اتنا اعتماد

تھا کہ امانتیں آپ ﷺ کے پاس ہی رکھتے تھے نادان یہ نہ سمجھتے کہ جو ذات دنیا کے معاملہ میں جھوٹی وغلط نہیں وہ دین وآخرت کے معاملہ میں کیسے غلط ہو سکتی ہے۔ کفار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر پر آئے دروازے پر آواز دی۔

حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ کی وفاداری وجانثاری:

حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا باہر نکلیں تو ابو جہل نے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے جواب دیا مجھے خبر نہیں ابو جہل نے اس زور سے تھپڑ مارا اس معصوم بچی کو کہ کان کی بالی نیچے گر گئی منہ لال ہو گیا مگر اس معصوم بچی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وفادار باپ کی بیٹی نے راز نہیں بتایا۔ آخر کار تلاش بسیار کے بعد کفار نے اعلان کر دیا کہ جو شخص حضور ﷺ کو زندہ یا مردہ گرفتار کر کے لائے گا اس کو سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے دنیا کے بھوکے کافر ومشرک ہر طرف بھاگ پڑے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے راستہ میں حضور ﷺ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا باوجود یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کمزور تھے مگر حضور ﷺ سے محبت کا اندازہ کون کرے کہ باوجود نقاہت وضعف کے حضور ﷺ کو کندھوں پر اٹھایا محبت ہو تو ایسی ہو محبت میں آدمی سب کچھ کر گزرتا ہے مگر اس محبت کا تو کیا کہنا جو حقیقی ہو جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ سے تھی۔

وہی تو باخبر ہیں اس جہاں میں ☆ کہ جو عشق نبی ﷺ میں کھو گئے ہیں
نہ اپنا یا جنہوں نے دین تیرا ☆ وہ اپنی راہ میں کانٹے بو گئے ہیں
(طالب)

کوہ ثور پر پہنچ کر جس وقت غار ثور پر پہنچے حضور ﷺ کو غار کے باہر چھوڑا خود اندھیرے تنگ اور تاریک غار میں کالی رات میں بچھوؤں کے گھر گھس کر ہاتھوں سے غار کی زمین صاف کی جس قدر سوراخ نظر آئے سب میں اپنے کپڑے پھاڑ کر بند کیے صرف ایک سوراخ باقی رہا اور کپڑا ختم ہوا اس میں اپنے قدم کی ایڑی رکھ کر حضور ﷺ کو اندر بلایا اور عرض کیا کہ آپ ﷺ میرے زانوں پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمائیں کیونکہ آپ ﷺ ساری رات جاگے اور تکلیف سے راستہ چلتے رہے ہیں محبوب ﷺ محب رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔

جان تائب فدا اس کے اعزاز پر اس کے اکرام پر ☆ ثانی اثنین ہے اول السابقین بالیقین بالیقین
(تائب)

سانپ کا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ڈسنا:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جس سوراخ پر اپنی ایڑی رکھی ہوئی تھی ایک زہریلے سانپ نے ابو بکر

ہے کی ایڑی پر ڈنگ مارا جس کی وجہ سے ابوبکر ﷜ کو سخت تکلیف ہوئی روتے رہے مگر زانو کو حرکت نہ دی کہیں اپنے محبوب ﷺ کے آرام میں خلل نہ آئے چاہے اپنی جان نکل جائے مگر جان جہاں کو کسی طرح اذیت نہ ہو جائے واہ رے عشق اسے کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق ﷜ کی جان سخت بے چین تھی مگر حرکت نہ تھی تکلیف کی وجہ سے آپ ﷜ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے وہ آنسو جب حضور ﷺ کے چہرہ مبارک پر گرے حضور ﷺ کی آنکھ کھلی فرمایا کیا تمہیں کوئی سخت تکلیف ہے عرض کیا حضور ﷺ کوئی زہر یلا سانپ مجھے کاٹ رہا ہے۔ حضور ﷺ نے اس سانپ کے کاٹنے پر اپنا لعاب مبارک لگایا اور دم کیا فوراً تکلیف دور ہوگئی۔

جن کے پلکوں سے، سہ کے تلوؤں پہ ☆ رہ پہ غار کو کرے ہموار

سب سے پہلا خلیفہ راشد ☆ خواجہ خواجگان باستقرار

(خالد)

یہ غار کے واقعات تھے ادھر مشرکین و کفار کا مجمع جناب رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلا پیروں کے نشانات کو دیکھتے ہوئے غار ثور تک پہنچے سراغ رسانوں نے کہا کہ بس آگے ایک پیر کا نقش ہے اور دوسرا غائب ہے ابوبکر ﷜ کے پیر کا نقش یہ ہے محمد ﷺ کا نقش غائب ہے ہمارے نزدیک سوائے اس غار کے اور کہیں نہیں گئے اسی غار میں تلاش کرو دوسرے کافر بولے کہ تم بے وقوف ہو بھلا غار کے اندر کوئی کس طرح جا سکتا ہے۔ غار کے منہ پر ببول کا درخت اُگا ہوا ہے بالفرض اگر اس میں چھپے بھی ہوں تو غار کے منہ پر یہ مکڑی کا جالا کس طرح ثابت رہ سکتا ہے اور پھر یہ وحشی جنگلی کبوتر جو اطمینان سے انڈے دیئے ہوئے بیٹھے ہوئے یہ کس طرح یہاں رہ سکتے ہیں اس لیے یہ غلط ہے کہ وہ یہاں چھپے ہوئے بیٹھے ہیں یہ کس طرح یہاں رہ سکتے ہیں اس لیے یہ غلط ہے کہ وہ یہاں چھپے ہوئے ہیں اس قیل وقال اور جھگڑے کو سن کر صدیق اکبر ﷜ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر یہ کافر غار کے اندر ذرا بھی منہ نیچے کر کے جھانکیں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ((یا ابا بکر ﷜ ماظنک باثنین اللّٰہ ثالثہما)) اے ابوبکر ﷜ کیا خیال ہے تمہارا اُن دو کے بارے میں جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔ حضور ﷺ اور ابوبکر ﷜ دونوں اللہ کے تھے اللہ ان کے ساتھ تھا۔

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے ☆ وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

جن کا محافظ اللہ ان کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔ وہ حفاظت کرنے پر آئے تو ایک مکڑی کا جالا حفاظت کا ذریعہ بنا دے کمزور کبوتر سے حفاظت کرالے پکڑنے پر آئے تو بڑے بڑے اونچے محفوظ قلعے نہ

بچا سکیں۔ جب وہ اللہ پکڑنے پر آئے تو ابابیلوں سے ابرہہ کا لشکر ہاتھیوں کو تباہ کرادے نمرود کو مچھر سے مروادے اور یہاں اپنے محبوب کی حفاظت کا ذریعہ مکڑی کا جالا اور کبوتر کا گھونسلا بنادے۔

حضور ﷺ کی گرفتاری کے لیے ابوجہل لعین کا اعلان:

ابوجہل کا یہ اعلان سن کر جو حضور ﷺ کو گرفتار کرکے پتہ دے گا اس کو سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے بہت سے بھوکے مشرک و کافر اس لالچ میں حضور ﷺ کی تلاش میں سرگرداں ہوگئے۔ تین دن تک حضور ﷺ و ابوبکر رضی اللہ عنہ اس غار میں رہے۔ غار کے اندر تینوں دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے سے اپنے بیٹے عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہدایت کردی تھی کہ کفار کے تمام حالات اور دن بھر کی تمام کارروائیوں سے رات کے وقت آکر مطلع کردیا کریں پھر اسی طرح اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو حکم دیا تھا کہ بکریوں کا ریوڑ دن بھر اِدھر اُدھر چراتے پھرا کریں اور رات کے وقت اس ریوڑ کو غار ثور کے قریب چراتے ہوئے لے آیا کریں۔ اسماءؓ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سپرد یہ خدمت تھی کہ کھانا تیار کرکے رات کے وقت احتیاط کے ساتھ غار میں پہنچادیا کریں۔ قربان جائیں صدیق رضی اللہ عنہ کی جانثاری سارا گھرانہ حضور ﷺ کی خدمت میں لگا رکھا تھا اس وفاداری و جانثاری کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

پروانے کو چراغ بلبل کو پھول بس ☆ صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ہے اللہ کا رسول ﷺ بس
(اقبال)

حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اسما بنت ابوبکرؓ دونوں بھائی بہن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے بیٹی اپنے اپنے فرائض انجام دے کر واپس چلے جاتے تو عامر بن فہیرہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام بکریوں کا دودھ دوھ کر غار نشینوں کو پلا کر بکریوں کا ریوڑ رات کو واپس مکہ لے جاتے اور اسی طرح عبداللہ اور حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قدموں کے نشانات ریوڑ سے مٹ جاتے جب یہ معلوم ہوگیا کہ مکہ والوں کا جوش و خروش سرد پڑ گیا تو عبداللہ بن اریقط کے پاس خبر بھیجی گئی کہ حسب وعدہ اونٹنیاں لے کر کوہ ثور کے دامن میں آجاؤ عبداللہ بن اریقط مسلمان بھی نہ تھا محض ایک اجیر تھا مگر اس شخص کی رازداری ضبط و تحمل اور پاس عہد کا تصور کرنے سے اہل عرب کی حمیت اور قومی شرافت کی بے اختیار داد دینی پڑتی ہے۔
عبداللہ بن اریقط دونوں اونٹنیاں اور اپنا ایک اونٹ لے کر غارِ ثور کے نزدیک دامن ثور میں رات کے وقت ماہ ربیع الاول کی چاندنی رات آپہنچا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اسماءؓ اور صاحبزادے عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی سفر کے لیے ستو اور کھانا وغیرہ لے کر آگئے۔

غار پر خدائی حفاظتی انتظامات:

جناب رسول اللہ ﷺ جب غار میں تشریف لے گئے تو ادھر اللہ کے حکم سے ایک درخت ببول کا بہت دور کے فاصلہ سے آیا اور غار کے منہ پر چھا گیا ادھر مکڑی آئی اس نے غار کے منہ پر اور درخت ببول پر بہت جلد جالا بنایا اور راستہ بند کر دیا اسی طرح سے رات ہی رات میں جنگلی کبوتر کو حکم ہوا اس نے غار کے منہ پر گھونسلا بنا کر انڈے دیئے۔

اشارات ونکات:

۱) غار کے منہ پر ببول کے درخت کا آنا کافروں کو نصیحت کرنا مقصود تھا کہ غار والوں کو یعنی حضور ﷺ اور حضور ﷺ کے ساتھیوں کو تکلیف دینا اپنے لیے کانٹے بونا اور عذاب کا سامنا پیدا کرنا ہے ہوشیار ہو جاؤ حضور ﷺ اور حضور ﷺ کے اصحاب ؓ پر سب وشتم وتنقید کرنے والو یہ کانٹوں بھرا راستہ ہے۔

۲) مکڑی کا جالا بننا اعلان تھا کہ مکہ والو مشرکو، کافرو تمہارے منصوبے اور پلان ہمارے سامنے مکڑی کے جالے سے زیادہ بودے اور کمزور ہیں دیکھو ہماری مکڑی کے جالے کو تم نہیں توڑ سکتے۔

۳) کبوتر کا انڈے دینا اس میں اعلان تھا کہ تم ہمارے نبی ﷺ کو ختم نہیں کر سکتے ان کی نسل ان کی امت اولاد ہمیشہ اور ہر جگہ شہروں، جنگلوں، پہاڑوں میں پرندوں کی مانند باقی رہے گی شہر اور جنگل ان سے آباد ہوں گے کبوتروں کا انڈے دینے سے یہ بھی اشارہ تھا کہ حضور ﷺ کی نسل امت باقی رہے گی۔

غار سے سفر کا دوسرا مرحلہ مدینہ کی طرف روانگی:

حضرت رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ غار ثور سے نکلے ایک اونٹنی پر آنحضور ﷺ سوار ہوئے اس اونٹنی کا نام القصوی تھا دوسری پر حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور ان کے خادم عامر بن فہیرہ دونوں سوار ہوئے۔ عبداللہ بن اریقط جو دلیل راہ تھا اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور یہ چار آدمیوں کا مختصر قافلہ مدینہ کی طرف عام راستہ چھوڑ کر روانہ ہوا (آج کل اس راستہ کو طریق ہجرت کہتے ہیں) کیونکہ ابھی تک تعاقب کا اندیشہ باقی تھا۔

اسماء بنت ابوبکرؓ کی قربانی وذہانت:

روانگی کے وقت ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ جو گھر سے ستو کا تھیلا لائی تھیں اس کے لٹکانے کا تسمہ بھول آئیں جب یہ تھیلا اونٹ کے کجاوے سے باندھ کر لٹکانا چاہا تو کوئی تسمہ یا ڈوری اس وقت موجود نہ تھی۔ حضرت اسماءؓ نے فوراً اپنا نطاق (کمر سے باندھنے کی ڈوری یا کمر بند)

نکال کر آدھا اپنی کمر سے باندھا اور آدھا کاٹ کر اس سے ستو کا تھیلا لٹکایا اس بروقت و باکل تدبیر کو دیکھ کر آپ ﷺ خوش ہوئے اور ان کو ذات النطاقین کہا چنانچہ حضرت اسماء ذات النطاقین کے لقب سے مشہور ہوئیں یہی حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ ہیں جن کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیر تھے۔

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کی دوسری جانثاری وذہانت:

دوسری بڑی قربانی حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روانگی کے وقت اپنا تمام زرنقد جو پانچ چھ ہزار درہم تھے ساتھ لے کر روانہ ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باپ ابوقحافہ جو ابھی تک کفر میں تھے نابینا تھے گھر میں آئے اور اپنی دونوں پوتیوں سے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خود بھی چلا گیا اور سارا مال وزر بھی لے گیا۔ حضرت اسماءؓ بولیں دادا جان وہ ہمارے لیے بہت روپیہ چھوڑ گئے ہیں یہ کہہ کر انہوں نے ایک کپڑے میں بہت سے سنگریزے لپیٹ کر اس جگہ لے جا کر رکھے جہاں روپیہ کی تھیلی رکھی رہتی تھی اور دادا کا ہاتھ پکڑ کر لے گئیں۔ انہوں نے ہاتھ سے ٹٹول کر دیکھ لیا اور سمجھا کہ روپیہ موجود ہے پوتیوں سے کہا کہ اب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جانے کا غم نہیں ہے۔

بوقت روانگی حضور ﷺ کا غم:

آنحضرت ﷺ نے اونٹنی پر سوار ہو کر روانگی سے قبل مکہ کی طرف دیکھا اور حسرت کے ساتھ فرمایا "ماحسن بیت ربی" "میرے رب کا گھر کتنا خوبصورت ہے مکہ! تو مجھے تمام شہروں سے زیادہ عزیز ہے، مگر تیرے رہنے والوں نے مجھے یہاں رہنے نہیں دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب ان لوگوں کے ہلاک ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ یہ مختصر قافلہ رات کے پہلے حصہ میں روانہ ہو گیا اور اگلے دن یکم ربیع الاول ۱۴ نبوی ﷺ کے سہ پہر سرگرم سفر رہا سہ پہر کے قریب خیمہ ام معبد پر پہنچے یہ بوڑھی عورت قوم خزاعہ سے تھی اس صالحہ عورت نے راستہ میں ڈیرہ لگایا ہوا تھا کہ آنے جانے والے مسافروں کی خدمت کر سکے۔ اس عورت سے آپ ﷺ نے کچھ خورد ونوش کا سامان خریدنا چاہا چونکہ قحط کا زمانہ تھا اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک بکری لاغر دبلی خیمہ میں کھڑی ہوئی ہے حضور ﷺ نے فرمایا چلو اس کا دودھ پلا دو! بڑھیا نے عرض کیا کہ حضور ﷺ یہ بیمار لاغر بکری ہے اس کے دودھ کا نام ونشان نہیں نہ یہ چرنے جاتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا میرے پاس لاؤ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں لائیں حضور ﷺ کا بکری کو ہاتھ لگانا ہی تھا کہ بکری کے تھن دودھ سے بھر گئے دودھ جوش مارنے لگا حضور ﷺ نے برتن منگوا کر خود دودھ نکالنا شروع فرمایا گھر کے سارے برتن بھر گئے آپ ﷺ نے فرمایا

اے ابوبکر ؓ پہلے ام معبد کو دودھ پلاؤ۔ حضرت صدیق اکبر ؓ نے بوڑھیا کو دودھ پلایا اور پھر سب ساتھیوں نے دودھ پیا سب سے آخر میں خود سرکار ﷺ نے پیا سبحان اللہ کیا ایثار ہے سب کے دودھ پینے کے بعد بھی کافی بچ رہا حضور ﷺ نے فرمایا یہ گھر میں رکھو پھر کام آئے گا۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی اس گھر کو برکتوں سے مالا مال کر کے روانہ ہوئے رات کو ام معبد کے شوہر گھر آئے تو ام معبد نے آج کی ساری روداد سنائی میاں ساری حالت کا بیان سن کر مشتاق ہوا کہ وہ ضرور ان سے ملے گا بالآخر وہ بعد میں آپ ﷺ کے حضور میں آکر مسلمان ہو گیا گویا دنیا میں آپ ﷺ کی خدمت کا بدلہ خیر و برکت سے حاصل کیا اور آخرت میں ابدی کامیابی کے ساتھ حاصل کیا۔

قدم قدم پہ برکتیں، نفس نفس پہ رحمتیں ☆ جہاں جہاں سے وہ شفیع عاصیان گزر گیا

جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک ☆ وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا

در فیض محمدی ﷺ وا ہے آئے جس کا جی چاہے ☆ جو نہ آئے وہ آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

مریضان گناہ کو دو خبر فیض پیغمبر ﷺ کی ☆ بلا قیمت دوا ملتی ہے آئے جس کا جی چاہے

سراقہ کا تعاقب اور گرفت خداوندی:

ام معبد کے خیمے سے جب آپ ﷺ اگلی منزل پر روانہ ہوئے تو حضرت صدیق اکبر ؓ نے دیکھا کہ سراقہ آپ ﷺ کے تعاقب میں سرپٹ گھوڑا دوڑائے آرہا ہے جب حضور ﷺ کے قریب آیا آپ ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے فوراً سراقہ کا گھوڑا نصف قد تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ گھبرایا اور حضور ﷺ سے سلامتی کی درخواست کی۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی فوراً گھوڑا زمین سے باہر نکل آیا پھر دوبارہ بڑھنے کی کوشش کی پھر اسی طرح دھنسا پھر سہ بارہ کوشش کی اور پھر دھنسا بالآخر سراقہ نے کہا میں تو آپ ﷺ کو گرفتار کرنے آیا تھا مگر اب خود گرفتار ہو گیا۔ آپ ﷺ کا متوالا بن گیا ہوں۔

شکار کرنے آئے تھے شکار ہو کے چلے

سراقہ نے معافی چاہی آپ ﷺ نے معافی دی آپ ﷺ نے اس کی درخواست پر امان نامہ عامر بن فہیرہ کے ہاتھ سے لکھوا دیا وہ اس تحریر کو لے کر مکہ کی طرف واپس ہوا راستہ میں اور بھی لوگ جو اس مہم پر آرہے تھے سراقہ نے سب کو واپس کر دیا یہ کہہ کر کہ اس راستہ میں نہیں ہیں۔ سراقہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہو گیا اور اسی تحریر کو اس نے سند نامہ بنایا۔ سراقہ کو جب آپ ﷺ نے معافی دی تھی تعاقب کے وقت تو یہ پیشن گوئی بھی فرمائی تھی اے سراقہ ایک دن ایسا بھی ہوگا کہ تو کسریٰ شاہ فارس کے ہاتھوں کنگن

جواہرات کے بنے ہوئے پہنے گا۔ یَا اَیُّھَا الْمُشْتَاقُوْنَ بِنُوْرِ جَمَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اسی طرح برکتوں کی بارش برساتے معجزات دکھاتے ہوئے مکہ سے مدینہ کی طرف آپ ﷺ کا قافلہ رواں دواں تھا۔ جب مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے ایک شخص بریدہ نامی ستر جوانوں کے ہمراہ حضور ﷺ کو شہید کرنے کے لیے ابوجہل کے انعام کی لالچ میں سامنے آیا حضور ﷺ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے کہا بریدہ، بریدہ کا معنی ٹھنڈا ہونے کا ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کس قبیلہ سے ہو کہا کہ قبیلہ اسلم سے آپ ﷺ نے فرمایا اسلم دو قبیلے ہیں تم کس سے ہو کہا بنی ہاشم سے فرمایا نیک قرعہ فال نکلی ہے مراد یہ ہے کہ نام کا ذات میں اثر ہوتا ہے اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا نام اچھے رکھو ورنہ برے نام کے اثرات اس ذات وشخصیت میں آجاتے ہیں اس کے بعد بریدہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا آپ کون ہیں فرمایا محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب رسول اللہ ﷺ ہوں یہ سن کر بریدہ جو قتل کے ارادے سے آیا تھا وہیں کلمہ پڑھا ﴿اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ﴾ اس کے بعد وہ بھی حضور ﷺ کے ہمراہ چل پڑا اہل مدینہ آپ ﷺ کے آنے کا بے چینی سے انتظار کررہے تھے کئی دن کے انتظار کے بعد راستہ میں کئی ایک جگہ پر ایسے لوگ ملے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہچانتے تھے کیونکہ وہ تجارت کرتے تھے جب وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھتے کہ تمہارے ساتھ یہ کون شخص ہے جو آگے آگے جارہا ہے ایک جگہ سخت مخالفین نے بھی یہی پوچھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو جواب دیا وہ الفاظ تاریخ، وفاداری کے یادگار الفاظ ہیں جو سنہری الفاظ سے لکھے جائیں تو بھی حق صدیق رضی اللہ عنہ ادا نہ ہو فرمایا: "ھُوَ رَجُلٌ یَھْدِیْنِیْ السَّبِیْلَ" "یہ وہ ہستی ہے جو مجھے راستہ بتارہے ہیں لوگ سمجھتے شاید یہی ظاہر راستہ مراد ہے مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ راہ ہدایت بتاتے ہیں۔

سب سے پہلے قبا میں تشریف آوری:

حضور ﷺ سب سے پہلے قبا میں پہنچے اور اس وقت سخت دوپہر کی گرمی تھی اس لیے اہل قبا انتظار بسیار کے بعد اپنے گھروں کو چلے گئے تھے ایک یہودی جو مسلمانوں کو روزانہ انتظار کرتے دیکھتا وہ اتفاقاً اس وقت اپنی گڑھی یا مکان کی چھت پر چڑھا ہوا تھا اس نے آنحضور ﷺ کو آتے دیکھا اور آواز دی "یَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ یَا بَنِیْ قَیْلَۃَ ھٰذَا جَدُّکُمْ قَدْ جَاءَ" "اے اہل عرب تمہارا مطلوب آگیا تمام لوگ دوڑے آئے خوشی کے سمندر اچھل پڑے۔ انصار نے دیکھا کہ آپ ﷺ کھجوروں کے ایک باغ کی طرف سے آرہے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ خیال کرکے کہ کہیں لوگ کہ رسول اللہ ﷺ کے پہچانے

میں شبہ نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ کون ہیں فوراً آپ ﷺ کے پیچھے آ کر اپنی چادر سے سایہ کیا جس سے پتہ لگ گیا کہ آقا کون ہے اور خادم کون ہے قبا میں انصار کی چھوٹی چھوٹی بچیاں یہ ترانہ پڑھ رہی تھیں:

''طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ'' (چودھویں رات کا چاند ہم پر ثنیات الوداع کی پہاڑیوں سے طلوع ہوا ہم پر شکر واجب ہے اے وہ ذات جو ہماری طرف مبعوث کیے گئے) آپ ﷺ کی بات ماننا ضروری وواجب ہے تقریباً ایک ہفتہ قبا میں رہے اور یہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھی جو مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں امانتیں واپس کر کے وہ بھی مدینہ آ گئے چونکہ پیدل آئے اس لیے تین چار دن بعد قبا پہنچے جمعہ کے دن آپ ﷺ اہل قبا سے رخصت ہوئے اور بنو سالم بن عوف کے محلہ میں نماز جمعہ کا وقت آ گیا تو آپ ﷺ نے وہیں سب سے پہلا جمعہ پڑھایا۔ نماز جمعہ کے بعد جب آپ ﷺ روانہ ہوئے تو ہر محلہ وقبیلہ کے لوگوں کی خواہش تھی کہ حضور ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائیں حضور انور ﷺ نے فرمایا اونٹنی کو چھوڑ دو جہاں اللہ کا حکم ہوگا وہیں رک جائے گی، چنانچہ یہ سعادت حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھی تھی اونٹنی نے بیٹھ کر جھر جھری لی، گردن نیچے ڈال دی اور دم ہلانے لگی آپ ﷺ نیچے اُتر آئے یہاں قریب ہی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان تھا وہ خوشی سے آنحضور ﷺ کا سامان اُٹھا کر لے گئے اور آپ ﷺ نے انہی کے ہاں قیام فرمایا یہاں پڑی ہوئی ایک خالی زمین دو یتیم لڑکے سہل وسہیل کی تھی آپ ﷺ نے وہ زمین خرید کر مسجد کی بنیاد رکھ دی مسجد کی زمین کی قیمت اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نقد ادا کر دی۔ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا۔ آنحضور ﷺ بھی بنفس نفیس مسجد کی تعمیر میں خود کام کر رہے تھے۔ مسجد کی دیواریں پتھر اور گارے کی بنائی گئیں چھت کھجور کی لکڑی اور کھجور کے پتوں سے بنائی گئی۔ آنحضرت ﷺ گیارہ ماہ اور چند روز حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر مقیم رہے۔ جب مسجد نبوی ﷺ کے برابر آپ ﷺ کے کچے حجرے بن گئے تو آپ ﷺ وہیں تشریف لائے اور قیام فرمایا۔ مسجد کی کتنی اہمیت ہے کہ آپ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد کی بنیاد رکھی اس لیے مسلمانو! مسجدوں کو آباد کرو اللہ تمہیں آباد کرے گا ورنہ بربادی ہے۔

وہ زمانہ میں معزز تھے عامل قرآن ہو کر ☆ ہم خوار وذلیل ہوئے تارک قرآں ہو کر
(اقبالؒ)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے ☆ وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

حیات دو روزہ کا کیا عیش و غم ☆ مسافر رہے جیسے تیسے رہے
(سید سلیمان ندویؒ)

خیر مجسم علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام:

اللہ کے محبوب سرکار دو جہاں فخر رسولاں حضور رسول اکرم ﷺ پیدا ہوئے تو ظلمت کے چراغ بجھ گئے اور ہدایت کے چراغ روشن ہو گئے۔ حبیب خدا سب کے شفیق ہیں مہربان و انیس ہیں اور حبیب کائنات ہیں، دشمنوں نے راستے میں کانٹے بچھائے اور پتھر برسائے تو بدلے میں آپ ﷺ نے ہدایت کی دعاؤں کے پھول برسائے، زہر کے بدلے آب حیات پلایا، طعنے سنے اور دعائیں دیں، زخم سہے اور مرہم دیا۔ آپ ﷺ کی شان یہ ہے کہ ہزاروں طور کے جلوے آپ ﷺ کے ذکر جمیل کے آگے قربان ہیں۔

بھٹکتے پھرتے تھے جو قافلے راتوں کو راہوں میں
اب ان کے دن پھریں گے رہنما کی آمد ہے
ہمدم کی راہ لو تو کہہ دو فساد و فتنہ شر سے
یہاں خیر البشر خیر الورا کی آمد آمد ہے

حضور ﷺ آئے تو کائنات میں غلغلہ ہوا، دنیا کے اندھیروں کو اپنے جمال آرا سے روشن کر دیا اور تمام دنیا کی کایا پلٹ دی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اعلیٰ خوبیاں وصفات آپ ﷺ کی ذات میں سمو دیں۔ آپ ﷺ پوری کائنات کے امام ہیں اپ ﷺ سے دنیا کی رونق ہے اور انسان کی عظمت ہے آپ ﷺ اپنے ساتھ برکتیں لے کر آئے اور آپ ﷺ نے دنیا کو علم و ایمان اور انصاف عطا کیا۔

بزم توحید سے نافع کارنامہ آیا ☆ کوئی پہنے ہوئے قرآن کا جامہ آیا
(عزیز لکھنوی)

خطبہ س

مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم

ماہ صفر کو لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی منحوس خیال کرتے تھے اب بھی کئی لوگ یہی عقیدہ غلط رکھتے ہیں۔ صفر کے ماہ میں جو خاص واقعات پیش آئے ہیں وہ یہ ہیں: ۶ صفر ہجری میں ہلاکو خان تاتاری نے بغداد پر حملہ کیا۔ ۱۰ صفر میں واقعہ صفین یعنی جنگ صفین حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے

درمیان ہوئی واقعہ تحکیم پیش آیا۔ ۲۷ صفر وفات سلطان صلاح الدین ایوبی کی ہوئی، ۲۸ صفر حضرت مجدد الف ثانی ؒ کی وفات کا دن ہے۔ واقعہ ہجرت نبی ﷺ آخر صفر میں پیش آیا۔ ہجرت کے بعد آپ حضور ﷺ نے مسجد قبا و مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر فرمائی اور پہلا جمعہ مدینہ کے قریب محلہ بنی سالم میں پڑھایا۔ ماہ صفر میں جلیل القدر صحابی حضرت زید رضی اللہ عنہ و عاصم رضی اللہ عنہ و خبیب رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے۔ ماہ صفر میں ہی حضور ﷺ نے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے روانہ کرنے کا حکم دیا کہ روم کا مقابلہ کیا جائے ماہ صفر میں آپ حضور ﷺ بیمار ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کرنے کا حکم فرمایا تو اس بیان کا موضوع ہم عدل صحابہ رضی اللہ عنہم و مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کریں گے کیونکہ بہت سے لوگوں نے جنگ صفین و معاملہ تحکیم حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کیے اور ان پر طعن و تشنیع کی بعض لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تنقید کا نشانہ بنایا یہ رافضی گروہ شیعہ ہے اہل سنت کے نزدیک دونوں صحابی حق پر ہیں اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم حدیث نبوی ﷺ کے اعتبار سے عادل ہیں۔ ہدایت کے ستارے ہیں ان کے درمیان لڑائیاں باعتبار اجتہاد کے ہیں اور حدیث کی رو سے مجتہد کو ہر حال میں خواہ اس کا اجتہاد صحیح ہو خواہ غلط ہو ثواب و اجر ملتا ہے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی نیت پر شبہ کرنا اپنا ایمان ضائع کرنا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت و احوال کو پرکھنے کے لیے تاریخ کو معیار نہ بنایا جائے بلکہ یہ دیکھا جائے کہ قرآن پاک و حدیث رسول ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق کیا کہا ہے قرآن میں ان کو کہیں "حزب اللہ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کی جماعت ہیں" کہا گیا ہے کہیں فرمایا وہی ہدایت یافتہ ہیں، کہیں فرمایا وہی کامیاب ہیں کہیں فرمایا وہی پکے مؤمن ہیں، اسی طرح حدیث میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہدایت کے ستارے، عادل، منتخب و پسندیدہ لوگ کہا گیا ہے اس لیے جو تاریخ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کچھ اور کہتی ہے وہ رد ہے بے اعتبار ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ ☆ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ
علم دین فقہ است و تفسیر و حدیث ☆ ہر کہ خواند غیر ازیں گردد خبیث

(رومی)

جیسے انبیاء کرام علیہم السلام پر طعن و تشنیع اللہ تعالیٰ پر طعن و تشنیع ہوگی اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع دراصل حضور ﷺ پر طعن و تشنیع ہوگی اللہ کا انتخاب بھی صحیح اور حضور ﷺ کی تربیت بھی صحیح۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا

ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ [سورۃ توبہ پارہ ۱۱ آیت ۱۰۰]

ترجمہ: ''اور پہلے ایمان لانے والے مہاجرین وانصار میں سے اور وہ لوگ جنہوں نے ان کا نیکی واخلاص میں اتباع کیا اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور ان کے لیے تیار کیے ہیں باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بھی بڑی کامیابی ہے۔''

اس آیت میں صحابہ ؓ وتابعین کی بخشش ورضاءالٰہی کا ذکر ہے وہ لوگ جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا اور ان کے لیے جنت کا اعلان بھی فرمایا افسوس کہ بہت سے لوگ اب بھی صحابہ ؓ سے ناراض ہیں دراصل وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا رہے ہیں۔ (اعاذنا اللّٰہ)

ہر آنکہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت ☆ دماغ بیہدہ بخت و خیال باطل بست

صحابہ ؓ کو برا کہنا ایمان ضائع کرنا ہے حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اللہ نے میرے لیے میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پسند فرمایا ہے ان میں سے بعض کو میرا وزیر اور بعض کو میرا خسر بنایا ہے جو ان کو برا کہے اس پر اللہ کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

((عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَاتَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَابَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ)) [متفق علیہ]

حضرت ابوسعید خدری ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برا نہ کہو پس اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ بھی سونا (راہ خدا میں) خرچ کر دے تو میرے صحابہ ؓ کے ایک مد یا آدھے مد کے ثواب کے برابر نہیں پہنچ سکتا (مد ایک سیر بھر تقریبا)''۔ حضرت ابن عمر ؓ کی روایت ہے:

((لَاتَسُبُّوْا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ فَلَمَقَامُ اَحَدِھِمْ سَاعَۃً خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِ اَحَدِکُمْ عُمُرَہٗ))

ابن عمر ؓ کی روایت ہے کہ اصحاب محمد ﷺ کو برا نہ کہو ان کی تھوڑی دیر کی عبادت تمہاری زندگی بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

عقیلی نے ضعفاء میں نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَابًا وَاَنْصَارًا وَاَصْھَارًا وَسَیَاْتِیْ قَوْمٌ یَسُبُّوْنَھُمْ فَلَا تُجَالِسُوْھُمْ وَلَا تُشَارِبُوْھُمْ وَلَا تُوَاکِلُوْھُمْ وَلَاتُنَاکِحُوْھُمْ))

حضور ﷺ فرماتے ہیں بے شک اللہ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لیے میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو منتخب فرمایا ان کو میرے اصحاب میرے انصار میرے قرابت دار تجویز کیا عنقریب لوگ

آئیں گے جوان صحابہ ؓ کو برا کہیں گے اور ان میں نقص نکالیں گے تم ان لوگوں سے میل ملاپ نہ رکھنا نہ ان کے ساتھ کھانا پینا اور نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا۔ (مظاہر حق ص نمبر ۶۲۹ جلد ۵)

صحابہ کرام ؓ کامل الایمان ہیں:

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْآ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾

[سورۃ انفال پارہ ۱۰ آیت ۷۴]

ترجمہ: "اور جو لوگ اوّل مسلمان ہوئے اور انہوں نے ہجرت نبویہ کے زمانہ میں ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے ان مہاجرین کو اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں ان کے لیے (آخرت میں) بڑی مغفرت اور جنت میں بڑی معزز روزی ہے۔"

کوثر کے تقاضے ہیں تسنیم کے وعدے ہیں
ہر روز یہی چرچے ہر روز یہی باتیں ہیں
(جوہر)

صحابہ کرام ؓ کا ایمان معیاری ایمان ہے جیسے کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ﴾

[سورۃ بقرۃ پارہ ۱ آیت ۱۳۶]

ترجمہ: "سو اگر وہ بھی اسی طریق سے ایمان لے آویں جس طریق سے تم اہل اسلام ایمان لائے ہو تب وہ بھی راہ حق پر لگ جاویں گے اور اگر روگردانی کریں تو وہ لوگ ہمیشہ سے برسر مخالفت ہیں ہی۔"

اس آیت میں یہود سے کہا گیا ہے کہ وہ اگر صحابہ کی طرح ایمان لاویں جو پکا اور ٹھیک ایمان ہے تو وہ ہدایت پر ہوں گے ورنہ وہ گمراہ ہیں۔

فضیلت وشان صدیق اکبر ؓ

حضور اکرم ﷺ پر جب مرض کی شدت ہوئی تو حکم فرمایا کہ ابوبکر ؓ کو کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ ؓ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ! ان کا دل نہایت نرم ہے وہ رنج وغم کی وجہ سے شاید نماز نہ پڑھا سکیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں انہی کو بولو نماز پڑھائیں۔ یہ اس بات کی تصدیق تھی کہ دین کے احکامات میں نماز کو اولیت حاصل ہے۔ لہٰذا جس کو حضور ﷺ اپنے مصلی پر کھڑا کر رہے ہیں خلافت بلا

فصل کے حقدار بھی وہی ہوں گے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک بوڑھی ضعیف بیوہ کے گھر جا کر اس کے گھر کی صفائی وغیرہ کرتے بکری کا دودھ دوہ دیتے جب خلیفہ بنائے گئے تو اس بیوہ کی لڑکی نے افسوس میں کہا اب ہماری بکریاں کون دوہے گا آپ نے سن کر فرمایا یہی خلافت مجھے خدمت خلق سے کبھی باز نہ رکھ سکے گی۔

تیرے دیکھنے کی جو آس ہے ☆ یہی زندگی کی اساس ہے
میں ہزار تجھ سے بعید ہوں ☆ یہ عجب کہ تو میرے پاس ہے

حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جنتی ہونے کی بشارت دی بلکہ ایک روایت میں اہل جنت کا سردار بتایا اور فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جنت کے سب دروازوں سے پکارا جائے گا کہ یہاں سے داخل ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سب سے پہلے جنت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہوں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر خوف الٰہی طاری رہتا تھا کبھی فرماتے کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا کبھی فرماتے کاش! میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے کبھی فرماتے کاش! میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے ایک جانور کو بیٹھا ہوا دیکھا تو ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ تو کس قدر لطف میں ہے کہ کھاتا ہے پیتا ہے درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب و کتاب نہیں کاش ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔

کل تک یہی گلشن تھا صیاد بھی بجلی بھی ☆ دنیا ہی بدل دی ہے تعمیر نشیمن نے
ہر شام شام گور ہے ہر صبح صبح حشر ☆ یا دن دکھائے گردش لیل ونہار نے
(اقبال)

شان حضرت علی رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں جو اسلام لائے۔ آٹھ برس کی عمر میں مسلمان ہوئے جب قریش قحط میں مبتلا ہوئے ابوطالب چونکہ کثیر العیال تھے تو حضور ﷺ نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ابوطالب کے بوجھ کو کم کریں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حامی بھری چونکہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی کفالت میں لے لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے اپنے ساتھ ملا لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت بیت اللہ خانہ کعبہ میں ہوئی یہ بہت بڑا شرف ہے۔

اے کف دوست و ساعد و بازو ☆ ہمہ تو دریغ یکدگر بکنید
(رومی)

آپ کی ولادت ماہ رجب میں ہوئی محب طبری کا بیان ہے کہ ایک دن حضور ﷺ کو نبوت ملی دوسرے دن حضرت علی ؓ ایمان لائے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے علی تمہاری مثال حضرت عیسیٰ ؑ کی سی ہے کہ یہود نے ان سے عداوت ودشمنی رکھی اور ان کی والدہ صدیقہ پر اتہامات لگائے اور نصاریٰ نے ان سے محبت میں اتنا غلو کیا کہ اللہ کا بیٹا کہہ دیا اور وہ دونوں گمراہ ہو گئے یعنی غلو وحد سے تجاوز نقصان دہ ہے خوارج نے حضرت علی ؓ سے عداوت رکھی اور روافض نے ان سے محبت میں غلو کیا دونوں گمراہ ہو گئے جب حضور ﷺ غزوہ تبوک میں تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت علی ؓ کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا تا کہ عورتوں وبچوں کی نگرانی کریں حضرت علی ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں مجھے جہاد میں ساتھ لے جاتے تو بہتر تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے علی ؓ! کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ میں تمہیں مدینہ میں اپنا نائب بنا کر چھوڑے جا رہا ہوں جیسے حضرت موسیٰ ؑ اپنے بھائی حضرت ہارون ؑ کو چھوڑ کر گئے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ایک شخص نے حضرت علی ؓ سے سوال کیا کہ اگر کسی شخص کو بالکل تنہا مکان میں بالکل بند کر دیا جائے تو اس کے پاس روزی کیسے پہنچے گی؟ آپ ؓ نے فرمایا جیسے موت یعنی جیسے موت ہر حال میں وقت پر آتی ہے اسی طرح روزی مقدر بھی ہر حال میں ملتی ہے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا لکھتے ہیں کمیل ؓ ایک شخص ہیں کہتے ہیں کہ میں حضرت علی ؓ کے ساتھ ایک مرتبہ جا رہا تھا وہ جنگل میں پہنچے پھر ایک مقبرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے مقبرہ والو، اے بوسیدگی والو، اے وحشت والو وتنہائی والو! کیا خبر ہے کیا حال ہے پھر ارشاد فرمایا کہ ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہارے بعد اموال تقسیم ہو گئے اولادیں یتیم ہو گئیں بیویوں نے دوسرے خاوند کر لیے یہ تو ہماری خبر ہے کچھ اپنی بھی کہو۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کمیل ؓ! اگر ان لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوتی اور یہ بول سکتے تو یہ لوگ یہ جواب دیتے کہ بہترین توشہ تقویٰ ہے یہ فرمایا اور پھر رونے لگے اور فرمایا اے کمیل ؓ! قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت بات معلوم ہو جاتی ہے۔

اے خنک چشمیکہ او گریان اوست ☆ وے ہمایوں دلکہ او بریان اوست
چونکہ غم بینی تو استغفار کن ☆ غم بامر خالق آمد کار کن
(رومیؒ)

حضرت علی ؓ اکثر مسجد میں رہتے تھے ایک دن حضور ﷺ فاطمہ ؓ کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ علی ؓ گھر میں نہیں دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ مسجد میں ہیں کہ حضرت فاطمہ ؓ اور ان کے

درمیان کچھ تلخ کلامی ہوگئی تھی۔ حضور ﷺ مسجد تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ مسجد کی دیوار سے لگ کر زمین پر بغیر کسی بچھونے کے لیٹے ہوئے ہیں چادر کندھے سے کھسک کر الگ ہوگئی تھی اور پہلو پر مٹی لگی ہوئی تھی سبحان اللہ حضور ﷺ ان کے جسم سے مٹی صاف کر رہے تھے اور فرمارہے تھے۔ قم یا ابا تُراب یعنی مٹی کے باپ اٹھو۔ یہ بطور محبت کے فرمایا: ''عَنْ سَعْدِ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ '' حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دنیاو آخرت میں قرابت و مرتبہ میں اور دینی مددگار ہونے کے اعتبار سے تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام تھے بس فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے شیعہ دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد خلیفہ حضرت علی ہیں حالانکہ الفاظ حدیث سے صراحۃ جو بات مفہوم ہوتی ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ محض اس عرصہ کے لیے بنایا تھا جو غزوۂ تبوک کے سلسلہ میں آپ ﷺ نے مدینہ سے باہر گذارا تھا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو اس عرصہ کے لیے اپنی قوم پر خلیفہ بنایا تھا جو انہوں نے چلہ کے لیے کوہ طور پر گذارا تھا اگر اس عرصہ کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنانے سے آنحضرت ﷺ کا مقصد اس بات کی وصیت کرنا یا اس طرف اشارہ کرنا ہوتا کہ اسی طرح میرے وصال کے بعد بھی پہلے خلیفہ علی رضی اللہ عنہ ہوں گے تو آپ ﷺ اس موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ ہرگز نہ دیتے کیونکہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ نہیں بنے تھے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال سے چالیس سال پہلے ہی وفات پاچکے تھے۔ علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں اپنی عدم موجودگی کے اسی عرصہ میں امامت نماز کے لیے اپنا خلیفہ ایک دوسرے صحابی حضرت ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا چنانچہ اس عرصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے اہل وعیال کی خبر گیری اور حفاظت کے فرائض انجام دیتے تھے اور حضرت ام مکتوم رضی اللہ عنہ نماز میں لوگوں کی امامت کرتے تھے اگر خلافت مطلق ہوتی تو اصول کے مطابق آنحضرت ﷺ امامت نماز کی ذمہ داری بھی یقیناً حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کو سونپ کر جاتے اس کے لیے ایک دوسرے آدمی کو نامزد نہ کرتے۔ (مظاہر حق)

فضائل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ:

چونکہ اس خطبہ کے موضوع اصل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ

صفین و فیصلہ تحکیم کی نسبت سے حضرات صحابہ ؓ کے فضائل و مناقب بیان کرنا مقصود ہیں تو حضرت علی ؓ کے فضائل بیان کرنے کے بعد حضرت معاویہ ؓ کے فضائل بتائے جاتے ہیں دونوں صحابی رسول ﷺ ہیں دونوں سے محبت ایمان کی علامت ہے اور کسی ایک سے بغض ایمان ضائع کرنے کی علامت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت معاویہ ؓ جلیل القدر شخصیت ہیں کہ ان کے عہد میں اسلام نے فقید المثال ترقی کی ہے۔

پرچم اسلام دنیا میں کیا ان نے بلند ☆ دین وملت کے لیے سب کچھ کیا اس نے نثار

آپ ؓ نے اسلام کی عظمت وشوکت رفتہ کو وہ سہارا دیا کہ جس سے آپ ؓ کی سیاست و تدبر اور فطری صلاحیتوں کی داد دینی پڑتی ہے اس کے دور حکومت میں ایک طرف اندلس، ہسپانیہ میں اسلام کا پرچم لہرانے لگا دوسری طرف اسلامی سرحد سندھ تک پہنچ گئی۔ حضرت معاویہ ؓ کی ان فتوحات وکامرانیوں کا سلسلہ حضرت فاروق اعظم ؓ کے نقش قدم پر چلنے کی وجہ سے ہوا۔

روم و ایران کے علم سب ہو گئے پھر سرنگوں ☆ برسر میداں جب آئی ان کی تیغ ابدار

ہرگز نمیرد آں کے دلش زندہ شد بہ علم ☆ ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

خاندان بنی ہاشم و بنی اُمیہ میں قرابت داریاں تھیں جنگ صفین وکربلا کے بعد بھی رشتہ داریاں قائم کی گئیں۔ مثلاً حضرت حسین ؓ کی بیٹی فاطمہ کا حضرت عثمان ؓ کے پڑپوتے عبداللہ سے نکاح ہوا اور حضرت حسین ؓ کی پانچ پوتیوں کے نکاح ہوئے۔ سیدہ نفیسہ کا نکاح ولید بن عبدالملک سے، خدیجہ بنت حسین ؓ کا اسماعیل بن عبدالملک سے، حمادہ بنت حسن مثنیٰ کا نکاح اسماعیل بن عبدالملک سے، ام قاسم بن حسن مثنیٰ کا نکاح مروان بن حضرت عثمان ؓ سے وغیرہ (رسالہ بجالہ نافعہ صفحہ ۱۰)۔ حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت اُم حبیبہ ؓ حضرت معاویہ ؓ کی بہن تھیں۔ حضرت معاویہ ؓ وہ جلیل القدر صحابی ؓ ہیں کہ اسلام لانے سے پہلے بھی مسلمانوں کے خلاف کبھی سرگرمی سے حصہ نہیں لیا اگر کہیں کچھ قدرے لیا بھی ہو تو اسلام لانے سے سب گناہ جھڑ گئے۔ آپ ؓ کاتب وحی تھے اسی طرح اسلام کی اشاعت میں پوری سرگرمی سے بھرپور حصہ لیا۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے ان کو شام کی گورنری پر مامور فرمایا، چنانچہ بیس برس تک نہایت خیر خوبی سے فرائض انجام دیتے رہے۔

تبلیغ حق میں کوشاں دن رات وہ رہے یوں ☆ پھیلی جہاں میں شہرت حضرت معاویہ ؓ کی

حضرت معاویہ ؓ کو ان کی والدہ نے جب وہ حاکم بنائے گئے وصیت کی کہ بیٹا!! اگرچہ تجھ سا آزاد آج تک کسی ماں نے نہیں جنا مگر تجھ کو حضرت عمر ؓ کی موافقت میں کام کرنا لازم ہے خواہ ان کا حکم

تجھے اچھا لگے یا برا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیث کی کتابوں میں ایک سو تریسٹھ حدیثیں مروی ہیں۔
حضور ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دعا دی۔
(اے اللہ معاویہ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا بنادے) جس شخص کے لیے حضور ﷺ دعا مانگیں اس کے ہدایت یافتہ ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے اور ایک دعا بھی حضور ﷺ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں مانگی (الٰہی معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب وحساب سکھا اور عذاب سے بچا) تو یقینی بات ہے کہ حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے عذاب سے بچ گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باوجود حکومت کے حلیم الطبع تھے ان کا حوصلہ ضرب المثل بن گیا تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حوصلہ:

ایک مرتبہ کسی آدمی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ ہم تمہیں ذرا سی دیر میں سیدھا کردیں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انتہائی نرمی سے کہا کس چیز سے سیدھا کرو گے۔ اس شخص نے کہا (غصہ میں) لکڑی سے مار مار کر۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بولے پھر تو بے شک مجھ کو سیدھا کردو گے۔ ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے جبلہ ابن تیم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے دنوں میں ان کے پاس گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے گلے میں رسی باندھی ہوئی ہے اور ایک بچہ اس کو کھینچ رہا ہے میں حیران ہوا اور کہا اے امیر المومنین اتنی بڑی زیادتی آپ برداشت کررہے ہیں وہ بولے خاموش! میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جس کو اللہ بچہ دے تو اس کو چاہیے کہ اس کی دل جوئی کرے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ جب جنگ یرموک میں مسلمانوں کے قدم ڈگمگائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہندؓ نے دوسری عورتوں کو ساتھ لے کر کافروں کو خیموں کی چوبوں سے مار مار کر اور غیرت دلانے والے کلمات کہہ کر پھر جنگ کا جوش بھردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو فتح اور کافروں کو شکست ہوئی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ابوسفیان فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اسلام لانے کے بعد اسلامی جنگوں میں برابر شریک رہے چنانچہ غزوہ حنین میں بھی شریک تھے طائف کی لڑائی میں آپ کی ایک آنکھ پھوٹ گئی تھی اور جنگ یرموک میں دوسری آنکھ بھی صدمہ سے جاتی رہی آپ بالکل نابینا ہوگئے۔ آخر مدینہ منورہ میں ۳۲ھ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے بدبخت ہیں جو ان پر طعن کرتے ہیں۔

ایں سلسلہ از طلائے ناب است ☆ ایں خانہ تمام آفتاب است

(رومی)

اہل عرب کا مقولہ ہے ہمارے چار آدمی عقل وتدبر میں سب سے زیادہ ہیں اور چار آدمی عدل وانصاف میں چار آدمی جو عقل وتدبیر میں زیادہ ہیں نمبر ا معاویہ رضی اللہ عنہ نمبر ۲ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نمبر ۳ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نمبر ۴ زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ۔ چار آدمی قوت فیصلہ وانصاف میں زیادہ ہیں نمبر ا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ نمبر ۲ حضرت علی رضی اللہ عنہ نمبر ۳ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نمبر ۴ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ ایک دن کسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اوصاف پوچھے تو فرمایا (ان کا علم وحوصلہ غصہ کے لیے وبال جان تھا ان کی سخاوت زبانوں کا قفل تھی، ان کو دلوں کا جوڑنا خوب آتا تھا اور یہی وجہ ان کی حکومت کے استحکام کی تھی) یہ بات آج کے حکمرانوں کے لیے بھی سبق ہے کہ نرمی خلق خدا پر کریں ظلم سے باز آئیں سخی ہوں بخل سے تباہی آتی ہے اور دلوں میں جوڑ پیدا کریں نہ کہ توڑ جیسا کہ انگریز کا قول ہے (لڑاؤ اور حکومت کرو) اسی نظریہ کے تحت اس نے ہندوستان پر سو سال حکومت کی، بڑے نوابوں، جاگیرداروں کو خرید لیا اور درباری مذہبی لوگوں کو خریدا ان درباری ملاؤں نے فتوے اہل حق کے خلاف دیئے اور مفاد حاصل کیے۔

خندہ زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جن دنوں لڑائی چل رہی تھی تو ایک عیسائی بادشاہ نے یہ موقعہ غنیمت جان کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ میں نے سنا ہے تمہارے ساتھ علی رضی اللہ عنہ لڑ رہے ہیں اگر کہیں تو میں آپ کا ساتھ دینے کے لیے اپنی فوج روانہ کروں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا او رومی کتے! ہماری آپس کی لڑائی سے تیرے اندر طمع پیدا ہو گیا یاد رکھو ہم بے شک آپس میں لڑ رہے ہیں مگر کفر کے مقابلہ میں ایک ہیں آج بھی تیرے خلاف لڑنے کا حکم اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ دے دیں تو ان کی طرف سے لڑنے والا تیرے خلاف پہلا سپاہی میں ہوں گا۔

کتنے بے تاب ہیں جوہر میرے آئینے میں ☆ کس قدر جلوے تڑپتے ہیں میرے سینے میں
فکر آں باشد کہ بکشاید رہے ☆ راہ آں باشد کہ پیش آید شہے
(رومی)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف کے بارے میں مسلک اہلسنت:

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل حق اللہ کی جماعت کامیاب، ہدایت یافتہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد وجانثار ہیں ان کے بارے میں ادب کو ملحوظ رکھا جائے کسی صحابی کو غلط نہ کہا جائے وہ ہمارے مقتدا تھے ان

کے آپس کے اختلاف میں بھی خلوص تھا ان کے اختلاف کے بارے میں ہمیں فیصلہ کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ زبان روکنے کا حکم ہے ان کا ذکر خیر سے کریں، کیونکہ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور قرآن میں اپنی رضامندی کا اعلان فرمادیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور حضور ﷺ نے فرمایا تھا گویا پہلے سے پیش گوئی فرمادی تھی (بے شک طلحہ شہید ہیں کہ زمین پر چل رہے ہیں) تو معلوم ہوا کہ اگر ان کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑنا گناہ تھا تو وہ شہید کیسے ہو گئے اسی طرح وہ صحابی رضی اللہ عنہ جو آپس کی لڑائیوں میں شریک نہ ہوئے ان کے خلاف بھی کچھ نہیں کہنا چاہیے بعض علماء سے جب پوچھا گیا ان لڑائیوں کے متعلق جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان ہوئی تو فرمایا:

﴿تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [سورۃ بقرہ پارہ۱ آیت ۱۴۱]

''یہ ایک امت تھی جو گزر گئی ان کے اعمال ان کے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے اور تم سے وہ جو کچھ کرتے رہے نہ پوچھا جائے گا۔''

کسی اور بزرگ سے جب اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا جب اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو ان کے خون کے رنگنے سے بچالیا تو اب ہم اپنی زبانیں کیوں آلودہ کریں۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی لڑائی ایسی تھی کہ ہم اس وقت موجود نہ تھے جب ان میں اختلاف تھا تو ہمیں کچھ کہنے کی اجازت نہیں ہے ہاں جس پر ان کا اتفاق ہے اس پر عمل کرنے کا ہمیں حکم ہے باقی اختلاف کے بارے میں سکوت اختیار کریں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تمام گناہوں سے سخت گناہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے عداوت کا ہونا ہے ایسا گناہ ہے جس کی قیامت کے دن بخشش نہ ہوگی۔ حضور انور ﷺ فرماتے ہیں میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ سے ڈرو جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ میرے محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے عداوت رکھتا ہے وہ میری عداوت کی وجہ سے ان سے عداوت رکھتا ہے۔ جس نے ان کو ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ کو ستایا، جس نے اللہ کو ستایا قریب ہے کہ وہ اسے پکڑے (بحوالہ نزہۃ المجالس)۔ عبدالرحیم بن زید کا بیان ہے کہ تابعین میں سے چالیس شیخ کو میں نے پایا سب نے مجھ سے بروایت اصحاب رسول اللہ ﷺ یہ حضور ﷺ کا ارشاد سنایا کہ جس نے میرے تمام اصحاب سے محبت کی ان کو دوست رکھا ان کے لیے استغفار کی اللہ اس کو قیامت کے دن جنت میں میرے ساتھ رکھے گا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی ایسی زمین میں

انتقال کیا جس میں میرے صحابی رضی اللہ عنہ ہوں تو اس صحابی کا نور ان کا راہبر ہوگا صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمنا کی کہ اے اللہ مجھے اس امت میں داخل فرما کیونکہ امت میں سب سے اعلیٰ طبقہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا ولی، قطب، ابدال، غوث، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے کہ وہ آنکھیں کہاں سے لائے گا جن آنکھوں سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کو دیکھا، وہ کان کہاں سے لائے گا جن کانوں سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے براہ راست حضور ﷺ کے ارشادات سنے صحابہ رضی اللہ عنہم عادل، پاک و مطہر اور ہماری تنقید سے بالاتر ہیں ہمیں ادب کرنا ہوگا ادب سے کچھ حاصل ہوگا ورنہ بے ادبی تباہی و بربادی ہے۔ یا اللہ ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ادب و محبت نصیب فرما۔ آمین!

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور انور ﷺ کے فیض صحبت کے اثر سے سراپا ہدایت بن گئے دل نور ایمان سے منور ہو گئے، عظیم اخلاق کے حامل بن گئے دنیا سے کفر کی ظلمت مٹا کر نور حق سے دلوں کو روشن کر دیا، جہاں جہاں ان کے قدم پڑے انقلاب آ گئے اور باطل حکومتیں تہ و بالا ہو گئیں ان کا عروج واقتدار پوری دنیا کے اندر پھیل گیا، آدھی دُنیا پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا پچاس سال کے اندر نصف دنیا کے اوپر اسلام کی حکومت قائم ہو گئی۔ یہ سب حضور اکرم ﷺ کی تربیت اور قرآن پاک پر عمل کا ثمرہ و نتیجہ تھا پہلے جو ایک پیسہ پر جان دیتے تھے لوٹ مار کا مزاج بن چکا تھا اب اسلام و قرآن کی برکت سے دنیا کے خزانے ان کے قدموں میں گرے، جو لینے والے تھے اب دینے والے بن گئے، دنیا کی حقارت ان کے دلوں میں آ گئی دل غنا سے پر ہو گئے تھے یہی اثرات صحابیات رضی اللہ عنہن میں بھی بطریق اتم موجود تھے۔

اس کو دین و دنیا کی ہر خوشی میسر ہوئی ☆ جس نے عشق احمد ﷺ کو اپنے دل میں پالا ہے
ان کی اک نظر سے قبل، ان کی اک نظر کے بعد ☆ ہر طرف اندھیرا تھا، ہر طرف اُجالا ہے
اک نظر کرم کی ہو حال زار کیفی پر ☆ آپ ﷺ نے تو ذروں کو کہکشاں میں ڈھالا ہے

باب چہارم:

توکل کا بیان

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ [سورۃ احزاب پارہ ۲۱ آیت ۳]

ترجمہ: ''اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور کافی ہے اللہ نگہبان''۔

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ [سورۃ طلاق پارہ ۲۸ آیت ۳]

ترجمہ: ''اور جو اللہ پر توکل کرے گا تو وہ اس کو کافی ہے۔''

ماہ صفر میں کوئی نحوست نہیں ہوتی کسی کو کسی سے کوئی بیماری نہیں لگتی اگر توکل واعتماد علی اللہ ہو نیز ماہ صفر میں صلاح الدین ایوبی ؒ نے فتوحات کیں ہجرت کا آغاز بھی آخر ماہ صفر میں ہوا جو کہ اعتماد علی اللہ کی دلیل ہے ماہ صفر میں حضرت زید وخبیب وعاصم ؓ شہید کیے گئے یہ بھی اللہ کی ذات پر اعتماد وتوکل ویقین کی نشانی ہے۔ حضور ﷺ نے اللہ کے سہارے پر ماہ صفر میں حضرت اُسامہ ؓ کے لشکر روانہ کرنے کا حکم دیا روم کے خلاف:

((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ))

''عمران بن حصین ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں فرمایا جو تعویذ گنڈے نہیں کرتے (شرکیہ تعویذ گنڈے) اور فال نہیں نکلواتے اور داغ نہیں لگواتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔''

دوسری روایت میں ہے کہ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے اور ان سے کسی قسم کا حساب وعذاب نہ ہوگا۔ یہ ستر ہزار کی تعداد بھی ابتداءً تھی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی دعا سے اس میں بھی اضافہ ہو گیا چنانچہ حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایت میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے رب تعالیٰ سے درخواست کی کہ اس میں اضافہ فرمایا جائے تو حق تعالیٰ نے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار کا اضافہ کر دیا۔ نیز ترمذی شریف میں حضرت ابو امامہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''مجھ سے میرے پروردگار نے وعدہ فرمایا ہے کہ میری اُمت کے ستر ہزار آدمی جنت میں جائیں گے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے جن پر نہ کوئی حساب ہوگا اور نہ عذاب ان کے (علاوہ) پروردگار کی لپوں میں سے تین لپ کا اضافہ ہوگا (جن کی مقدار اللہ ہی جان سکتا ہے) پروردگار کی تین لپوں کی مقدار بے شمار ہوگی لیکن جنت میں بلا حساب جانے والے وہ لوگ ہوں گے جو کامل اعتقاد والے ہوں گے مشرکانہ، جاہلانہ رسوم ادا نہ کرنے والے ہوں گے کیونکہ عقیدے کی خرابی انسان کو جہنم میں لے جائے گی مصیبتوں پریشانیوں میں جائز طریقے اختیار کرنا دوا دارو کرنا قرآن پاک واحادیث کی

دعائیں پڑھنا صلوٰۃ الحاجت نوافل پڑھنا صدقہ وخیرات کرنا یہ وہ تدابیر ہیں جن سے عذاب وبلا دور ہوتے استغفار وتوبہ کرنا بھی مصائب وآفات کوختم کرتا ہے حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اس بات کا یقین راسخ ہو کہ منافع کا حصول اور مضرتوں کا دفعیہ سب حق سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے ہے اسباب وتدبیر محض ذرائع اور آلات ہیں پس جن اسباب اور تدابیر کوبھی شریعت کے اتباع میں اختیار کیا جائے ان کو مؤثر جان کران پر اعتماد وبھروسہ نہ کرے اور اسباب وتدابیر کے باوجود اعتماد وبھروسہ ہمیشہ حق سبحانہ وتعالیٰ پر رہے جو مسبب اور مؤثر حقیقی ہے (معارف السلفیہ)

رزق ہر چند بیگماں برسد ☆ شرط عقل است جستن از درہا

حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اپنے گھر میں یا مسجد میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ میں کوئی کام نہ کروں گا میرا رزق خود میرے پاس آئے گا۔ آپؒ نے فرمایا یہ شخص بہت نادان ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا رزق میرے نیزہ کے سایہ تلے رکھا ہے (یعنی جہاد سے حاصل شدہ مال غنیمت کو میرا ذریعہ معاش بنایا ہے) اور ارشاد فرمایا! اگر تم اللہ تعالیٰ پر پورا توکل کرو تو تمہیں اس طرح رزق عطا فرمائے جس طرح پرندوں کو رزق عطا فرماتا ہے کہ گھونسلے سے صبح کو بھوکا نکلتا ہے اور شام کو پیٹ بھرا لوٹتا ہے جب پرندہ بھی رزق کی جستجو اور طلب کرتا ہے تو انسان بے طلب وجستجو کے کس طرح رزق حاصل کرسکتا ہے پھر صحابہ کرامؓ سب کے سب طلب معاش کرتے تھے کوئی تجارت کرتا تھا کوئی باغبانی وغیرہ اور انہی کی اقتدا واتباع ہمارے لیے ضروری ہے اسی بنا پر جمہور صوفیاء فرماتے ہیں کہ توکل اس وقت کامل ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے وعدے پر پورا وثوق حاصل ہو جائے اور اس امر کا پورا یقین ہو جائے کہ قضائے الٰہی لامحالہ واقع ہونے والی ہے اور طلب رزق اور ظاہری امور میں شریعت وسنت کے اتباع وپیروی ترک نہ کرے۔ البتہ اسباب کے ساتھ دل مطمئن نہ ہو اور یقین رکھتا ہو کہ یہ اسباب محض اسباب ہیں بذاتہ کوئی نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے نفع ونقصان سب حق تعالیٰ کی قدرت اور مشیت میں ہے اگر ان اسباب وتدابیر کو ذرا بھی مؤثر جانا تو یہ توکل کا نقصان ہے۔

آستانِ حق پہ جب اپنی جبیں گھستا تھا ☆ چومتا تھا غیر اقبال پیشانی تیری
(اقبالؒ)

اللہ پاک جب مہربانی فرماتے ہیں اسباب بھی خود پیدا فرماتے ہیں اور اسباب کی طرف رہنمائی بھی خود فرماتے ہیں انسان کو چاہیے کہ اعمال کی اصلاح کرے اور ہر عمل اپنے اندر ایک اثر رکھتا ہے جیسا کرے گا ویسا بھرے گا اگر آدمی دوسروں کے ظلم سے بچنا چاہتا ہے تو دوسروں پر ظلم کرنا چھوڑ دے

دوسروں پر رحم کرے نیکوں کی صحبت ومجلس اختیار کرے حال کی فکر کرے کل کی فکر نہ کرے۔

حضور ﷺ کا ارشاد مطلب بن حنطب ؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ہر ہر چیز کرنے نہ کرنے کی تم تک پہنچادی ہے اور سن لو حضرت جبریل ؑ نے میرے جی میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی انسان اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اپنی روزی پوری نہ کرلے جو اس کے لیے لکھی گئی ہے اگر کسی چیز کے ملنے میں دیر ہو جائے تو اچھے طریقے سے طلب کرے تم اللہ سے اچھے طریقے طاعت کے ذریعے ہی کچھ لے سکتے ہو حضرت عیسیٰ ؑ کی وصیت کا مفہوم یہ ہے کہ کل کی فکر نہ کرو دیکھو چیونٹی کو بھی اللہ روزی پہنچاتا ہے تم اگر کہو کہ وہ تو چھوٹی سی ہے اس کی خوراک ہی کیا ہے تو پرندوں کو دیکھو اگر تم کہو کہ وہ تو اڑتے ہیں تو وحشی جانوروں کو دیکھو کہ بعض کتنے جسامت والے ہیں اور ان کی خوراک کتنی زیادہ ہے جب ان کو بھی اللہ تعالیٰ دیتا ہے تو تمہیں کیسے بھلادے گا۔ حضرت ابن عباس ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے جو سب لوگوں میں سے زیادہ معزز بننا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ توکل کرے اور جو چاہتا ہے کہ سب لوگوں میں سے زیادہ قوت والا ہو تو تقویٰ اختیار کرے اور جو یہ پسند کرتا ہے کہ سب لوگوں سے زیادہ غنی ہو تو اپنی چیزوں سے زیادہ اللہ کے خزانوں پر اعتماد کرنا چاہیے۔

حضرت علی ؓ کا توکل:

یعلیٰ بن مرہ حضرت علی ؓ کے رفقاء میں سے تھے کہتے ہیں کہ ہم نے باہم مشورہ کیا کہ حالات ناساز ہیں ہمیں حضرت علی ؓ امیر المؤمنین کی حفاظت کرنی چاہیے مبادا کوئی نقصان پہنچائے اسی غرض سے ہم ان کے دروازے پر پہرہ دینے لگے کہ آپ ؓ نماز کے لئے باہر تشریف لائے اور پوچھا کیسے کھڑے ہو۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ ؓ کی حفاظت کے لیے پہرہ دے رہے ہیں کیونکہ حالات خراب ہیں۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا بتاؤ کہ آسمان والوں سے میری حفاظت کروگے یا زمین والوں سے ہم نے جواب دیا کہ ظاہر ہے زمین والوں سے حفاظت کریں گے فرمایا جاؤ اس لیے کہ زمین والے کچھ کرہی نہیں سکتے جب تک آسمان سے اللہ تعالیٰ فیصلہ نہ فرمادیں اور ہر شخص پر دو محافظ فرشتے موجود ہیں جو حفاظت کرتے رہتے ہیں لیکن جب تقدیر نازل ہوتی ہے تو وہ دونوں الگ ہو جاتے ہیں۔

عطارؔ ہو رومیؔ ہو رازیؔ ہو غزالیؔ ہو ☆ کچھ ہاتھ آتا نہیں بے آہ سحر گاہی
(اقبالؔ)

بعض لوگ ہر حال میں اللہ سے راضی رہتے ہیں رضا بالقضا کے مقام پر فائز ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا نوراللہ مرقدہ لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک غلام خریدا جب میں اس کو لایا تو اس سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ کہنے لگا جو نام آقا رکھیں میں نے پوچھا تم کیا کرو گے؟ کہنے لگا جو آقا حکم دیں گے میں نے پوچھا تم کیا کھانا چاہتے ہو (تا کہ میں تمہاری خاطر اس کی فکر کروں) کہنے لگا میرے آقا جو آپ کھلائیں گے میں نے پوچھا کہ تمہارا بھی کسی چیز کے کھانے کو دل چاہتا ہے؟ کہنے لگا آقا کے سامنے غلام کی خواہش کیا چیز ہے جو آقا کی مرضی ہے وہی غلام کی خواہش ہے اس کا یہ جواب سن کر مجھے رونا آ گیا اور مجھے یہ خیال آیا کہ میرا بھی تو اللہ جل شانہٗ کے ساتھ بھی معاملہ ہونا چاہیے میں نے اس سے کہا کہ تم نے مجھے اپنے آقا (تعالیٰ ذکرہ) کے ساتھ ادب کرنا سکھا دیا ہے اس نے اس پر دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تیرے کسی بندے کی خدمت مجھ سے پوری پوری ادا ہو جائے تو اس سے بڑھ کر میرے لیے اور کیا نعمت ہو سکتی ہے پس تو محض اپنے فضل سے میری کوتاہی اور غفلت کو معاف کر اس لیے کہ میں تجھے بڑا محسن اور بڑا رحیم سمجھتا ہوں۔ ایک حدیث میں ہے کہ تم کو تمہارے رب کے طفیل (اکثر) روزی دی جاتی ہے اپنے سے غریبوں پر چھوٹوں پر کمزوروں پر رحم کرو روزی میں بھی برکت ہوگی اور اللہ کی طرف سے بھی رحم ہوگا۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے ☆ کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

عمر را ضائع مکن در گفتگو ☆ جستجو کن جستجو کن جستجو

(حضرت مرزا مظہرؒ)

ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ روزانہ ہمیشہ جب آفتاب نکلتا ہے تو ملک الموت اعلان کرتا ہے کہ جو نیک کام کرنا ہے کر لے آج کا دن تیری عمر میں کبھی نہیں آئے گا اس لیے اس دن میں جو تیری نیکیاں لکھی جا سکتی ہوں لکھوا لے اور دو فرشتے آسمان سے اعلان کرتے ہیں جن میں سے ایک کہتا ہے یا اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدل دے اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ مال کو روک کر رکھنے والے کے مال کو برباد کر ایمان والوں کی صفات اللہ رب العزت نے یوں بیان فرمائی ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ [سورۃ انفال پارہ ۹ آیت ۲ تا ۴]

"اس کے سوا دوسری بات ہی نہیں کہ ایمان والے تو ایسے لوگ ہوتے ہیں جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو اس کی عظمت اور خوف سے ان کے دل ڈر جاتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کی

آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جائیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو مضبوط کردیں اور وہ صرف اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں بس ایمان والے حقیقتاً یہی لوگ ہیں ان کے لیے بڑے بڑے درجے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور ان کے لیے ان کے گناہوں سے معافی ہے اور عزت کی روزی ہے۔"

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ پر توکل کا مطلب یہ ہے کہ اس کے غیر سے کوئی اُمید نہ رکھی جائے۔ حضرت سعد بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ پر توکل ایمان کا مجموعہ ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں اگر قرآن پاک میں صرف ایک ہی آیت اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کے متعلق نازل ہوتی تب بھی بہت کافی تھی لیکن قرآن پاک میں اس کثرت سے اللہ پر اعتماد اور صرف اسی پاک ذات پر اعتماد کرنا اور مصائب اور حاجات میں صرف اسی کو پکارنا اور اسی سے مدد چاہنا اسی پر نظر رکھنا وارد ہوا ہے کہ بہت کم دوسرے مضامین اتنی کثرت سے وارد ہوئے ہوں گے بار بار اسی کا حکم ہے اور نیک اور پسندیدہ لوگوں کے احوال میں اسی کا ذکر ہے اسی کی ترغیب ہے اور ہونا بھی چاہیے کہ حقیقت میں توکل توحید کا ثمرہ ہے جو شخص توحید میں جتنا زیادہ پختہ ہوگا اتنا ہی اس کا توکل بڑھا ہوا ہوگا اور چونکہ توحید ہی اسلام کی بنیاد ہے، ایمان کی جڑ ہے بغیر توحید کے کوئی چیز بھی معتبر نہیں سارے مذاہب اور ساری شریعتوں کا دارومدار توحید ہی پر ہے اس لیے جتنا بھی اس کا اہتمام وارد ہو ظاہر ہے اور پھر اللہ جل شانہٗ نے قرآن پاک میں اتنا اونچا پروانۂ رضا توکل پر ارشاد فرمایا کہ مر مٹنے کے قابل ہے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ اللہ توکل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے صفت محبوبیت کے برابر کوئی صفت دنیا میں ہوسکتی ہے؟ کوئی شخص مالک الملک، شہنشاہ عالم کا محبوب بن جائے اس سے بڑھ کر کون سا عزت و افتخار دنیا یا آخرت میں ہوسکتا ہے پھر اس کی ذمہ داری کا بھی اللہ پاک کا وعدہ ہے کہ جو شخص اللہ پر توکل کرے تو وہ اس کو کافی ہے۔ پھر ایسے شخص کی کسی ضرورت کے لیے کسی اور کی کیا حاجت باقی رہے گی اسی لیے حضور ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ اگر تم لوگ اللہ پر ایسا توکل کرو جیسا کہ اس کا حق ہے تو تم کو ایسی طرح روزی عطا کرے جیسا کہ پرندوں کو عطا کرتا ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف بالکلیہ منقطع ہوجائے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی ہر مشقت کی کفایت کرتا ہے اور اسی طرح اس کو روزی عطا کرتا ہے جس کا اس کو گمان بھی نہ ہو توحید کا ثمرہ توکل ہے جس کو جتنا توحید میں رسوخ اور کمال ہوگا اتنا ہی توکل اور اللہ پر اعتماد اس کے ماسوا سے بے نیازی ہوگی چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب آگ میں ڈالا جارہا تھا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر درخواست کی کہ

میرے قابل کوئی خدمت ہو تو حکم فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں تم سے میری کوئی حاجت وابستہ نہیں اللہ کے وعدے پر یقین ہو اور اس کی کوشش کی جائے کہ صرف حق تعالیٰ شانہٗ وتقدس پر ہماری نگاہ ہو اسی پر اعتماد ہو اسی پاک ذات سے اپنا سوال ہو اسی سے بھیک مانگی جائے اس کے علاوہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلے بلکہ دل میں بھی کسی دوسرے کا خیال نہ آئے بلکہ وہی پاک ذات اور صرف وہی پاک ذات اپنا سہارا ہو وہی نفع اور نقصان کا مالک ہے دل سے سمجھا جائے زبان سے کہتے رہنا تو ہماری عادت ہے لیکن اصل کارآمد یہ چیز ہے کہ ہمارے دل میں یہ بات اچھی طرح جم جائے کہ بغیر اس کے ارادہ کے کوئی حاکم کوئی دولت مند نہ کسی قسم کی مضرت پہنچا سکتا ہے نہ کسی قسم کا نفع پہنچا سکتا ہے۔

کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے ☆ نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے
اسی پہ ہمیشہ بھروسہ کرو تم ☆ اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
(حالیؒ)

اور تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو بہت ہی کھلی ہوئی بات ہے کہ تمام دنیا کے قلوب صرف اسی کے قبضہ میں ہیں ہم لاکھ کسی شخص کی منت سماجت کریں گے مگر جب اس کا اپنا دل دوسرے کے قبضہ میں ہے تو جب تک دلوں کا مالک کرے ہماری سماجت سے اس کے دل پر کیا اثر ہو سکتا ہے اور جب دلوں کا مالک کسی کام کو کرنا چاہے تو وہ بات خود بخود دوسروں کے دلوں میں پڑے گی ہم لاکھ بے نیازی برتیں اس کا دل اس کو خود مجبور کرے گا بار بار اس کے دل میں خیال آئے گا بغیر تحریک کے خیال آئے گا اس لیے اگر اپنی حاجات مانگنے کا محل ہے تو صرف وہی پاک ذات ہے اگر عاجزی اور منت سماجت کرنے کی جگہ ہے تو اسی کا دربار ہے ساری دنیا اس کے ارادہ کے تابع ہے ساری دنیا کے خزانے اس کی ملک ہیں (فضائل صدقات)

غیب سے روزی کا سامان:

((عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَزَلَتْ بِہٖ فَاقَۃٌ فَاَنْزَلَھَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُہٗ مَنْ نَزَلَتْ بِہٖ فَاقَۃٌ فَاَنْزَلَھَا بِاللّٰہِ فَیُوْشِکُ اللّٰہُ لَہٗ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ اَوْ اٰجِلٍ)) [ترمذی حاکم ابی داؤد مشکوٰۃ]

ابن مسعودؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو فاقہ کی نوبت آجائے اور وہ اس کو لوگوں کے سامنے پیش کرے اس کا فاقہ بند نہ ہوگا اور جو شخص اپنے فاقہ کو اللہ تعالیٰ پر پیش کرے (اور اس سے درخواست کرے) تو حق تعالیٰ شانہٗ جلد اس کو روزی عطا فرماتے ہیں فوراً ہو جائے یا کچھ تاخیر سے مل جائے۔

فوائد جو شخص لوگوں سے سوال کرتا پھرے اس کا فاقہ بند نہ ہوگا مطلب یہ ہے کہ احتیاج پوری نہ ہوگی آج اگر ایک ضرورت کے واسطے بھیک مانگی ہے اور وہ صورت کے اعتبار سے پوری ہوگئی تو کل اس سے اہم کوئی ضرورت پیش آجائے گی اور احتیاج بدستور باقی رہے گی اور اگر اللہ جل شانہ کی پاک بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے تو یہ ضرورت تو پوری ہوگی ہی دوسری ضرورت پیش نہ آئے گی اور اگر آئی تو اس کا انتظام مالک ساتھ ہی کردے گا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے جس میں حضور اقدس ﷺ نے قسم کھا کر چند باتیں ارشاد فرمائیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ جو شخص لوگوں سے مانگنے کا دروازہ کھولے گا حق تعالیٰ شانہ اس پر فقر کا دروازہ کھولتے ہیں یہی وجہ ہے کہ در بدر بھیک مانگنے والے ہمیشہ فقیر اور تنگ دست ہی رہتے ہیں۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرم ہائے سیاہ کو ترے عفو بندہ نواز میں

حکایت • کرد قبیلہ کا ایک مشہور ڈاکو اپنا قصہ بیان کرتا ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ڈاکہ کے لیے جا رہا تھا راستہ میں ہم ایک جگہ بیٹھے تھے وہاں ہم نے دیکھا کہ کھجور کے تین درخت ہیں دو پر تو خوب پھل آرہا ہے اور ایک بالکل خشک ہے اور ایک چڑیا بار بار آتی ہے اور پھل دار درختوں پر سے تر و تازہ کھجور اپنی چونچ میں لے کر اس خشک درخت پر جاتی ہے ہمیں یہ دیکھ کر تعجب ہوا میں نے دس مرتبہ اس چڑیا کو لے جاتے دیکھا تو مجھے یہ خیال ہوا کہ اس پر چڑھ کر دیکھوں کہ یہ چڑیا اس کھجور کو کیا کرتی ہے میں نے درخت کی چوٹی پر جا کر دیکھا کہ وہاں ایک اندھا سانپ منہ کھولے پڑا ہے اور یہ چڑیا وہ تر و تازہ کھجور اس کے منہ میں ڈال دیتی ہے مجھے یہ دیکھ کر اس قدر عبرت ہوئی کہ میں رونے لگا میں نے کہا میرے مولا یہ سانپ جس کے مارنے کا حکم میرے نبی ﷺ نے دیا تو نے جب یہ اندھا ہوگیا تو اس کو روزی پہنچانے کے لیے چڑیا کو مقرر کر دیا اور میں تیرا بندہ تیری توحید کا اقرار کرنے والا تو نے مجھے لوگوں کے لوٹنے پر لگا دیا؟ اس کہنے پر میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ میرا دروازہ توبہ کے لیے کھلا ہوا ہے میں نے اس وقت اپنی تلوار توڑ ڈالی جو لوگوں کے لوٹنے میں کام دیتی تھی اور اپنے سر پر خاک ڈالا اَلْاِقَالَةَ اَلْاِقَالَةَ (درگزر، درگزر) چلانے لگا مجھے غیب سے آواز آئی کہ ہم نے درگزر کر دیا درگزر کر دیا۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا وہ کہنے لگے تجھے کیا ہوگیا میں نے کہا میں مہجور تھا اب میں نے صلح کر لی۔ یہ کہہ کر میں نے سارا قصہ ان کو سنایا وہ کہنے لگے ہم بھی صلح کرتے ہیں یہ کہہ کر سب نے اپنی اپنی تلواریں توڑ ڈالیں اور سب لوٹ کا سامان چھوڑ کر ہم احرام باندھ کر مکہ مکرمہ کے ارادے سے چلے تین دن چل کر ایک گاؤں

میں پہنچے تو ایک نابینا بڑھیا ملی اس نے ہم سے ہمارا نام لے کر پوچھا کہ تم میں اس نام کا کوئی کردی ہے لوگوں نے کہا ہے اس نے کچھ کپڑے نکالے اور یہ کہا کہ تین دن ہوئے میرا لڑکا مر گیا اس نے یہ کپڑے چھوڑے میں تین دن سے روزانہ حضور اقدس ﷺ کو خواب میں دیکھ رہی ہوں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے کپڑے فلاں کردی کو دے دو۔ وہ کردی کہتے ہیں کہ وہ کپڑے میں نے لے لیے اور ہم سب نے ان کو پہنا۔ اس قصہ میں دونوں چیزیں قابل عبرت ہیں اندھے سانپ کی اللہ جل شانہٗ کی طرف سے روزی اور حضور ﷺ کی طرف سے کپڑوں کا عطیہ۔ (فضائل صدقات)

لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ ☆ جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ
(حالیؔ)

جب اللہ جل شانہٗ کسی شخص کی مدد کرنا چاہے تو اس کے لیے اسباب پیدا کرنا کیا مشکل ہے سارے اسباب غنا اور فقر کے وہی پیدا کرتا ہے اور سچی توبہ کی برکت سے حضور ﷺ کی طرف سے کپڑوں کا اعزاز خود ایک قابل فخر چیز ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص بھوکا یا محتاج ہو اور لوگوں سے اس کو چھپائے اور اللہ جل شانہٗ سے مانگے تو اللہ تعالیٰ ایک سال کے لیے حلال روزی کا دروازہ اس پر کھول دیتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے غنا طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو غنا عطا فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے عفت مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عفت عطا فرماتے ہیں اور اوپر کا ہاتھ (یعنی عطا کرنے والا) بہتر ہے نیچے کے ہاتھ سے (یعنی مانگنے والے ہاتھ سے) اور کوئی شخص ایسا نہیں جو سوال کا دروازہ کھولے مگر حق تعالیٰ شانہٗ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کی آواز سنی جو عرفات کے میدان میں لوگوں سے سوال کر رہا تھا انہوں نے درے سے اس کی خبر لی کہ ایسے دن میں اور ایسی جگہ اللہ کے غیر سے سوال کرتا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی دعا ہے: "اَللّٰهُمَّ كَمَا صُنْتَ وَجْهِيْ عَنْ سُجُوْدِ غَيْرِكَ فَصُنْ وَجْهِيْ عَنْ مَسْئَلَةِ غَيْرِكَ" ترجمہ: اے اللہ جیسا تو نے میرے سر کو اپنے غیر کے سامنے سجدہ کرنے سے محفوظ رکھا اسی طرح میری زبان کو اپنے غیر سے سوال کرنے سے محفوظ فرما۔

حکایت نزہۃ البساتین میں ہے کتاب کے حوالے سے کہ کسی عارف نے ایک شخص کو گھوڑے پر خراماں خراماں جاتے ہوئے دیکھا اس سے حال پوچھا تو اس نے کہا کہ میں بادشاہ کا غلام ہوں عارف نے کہا اچھا بادشاہ سے تیرا کتنا قرب ہے اس نے کہا جب وہ تنہا بیٹھتا ہے تو میں اس کا انیس بنتا ہوں اور جب وہ سوتا ہے تو میں پہرہ دیتا ہوں اور بھوکا ہوتا ہے تو اسے کھلاتا ہوں اور جب وہ پیاسا ہوتا ہے تو اسے

پانی پلاتا ہوں اور وہ روزانہ تین بار میری طرف نظر (خاص) کرتا ہے پھر اس بزرگ نے پوچھا کہ جب تو بے پروائی کرتا ہے تو تیرے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے؟ اس نے کہا مجھ کو مارتا ہے اور کہا جب تو غلطی کرتا ہے تو کیا کرتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ سزا دیتا ہے۔ بزرگ شیخ نے کہا کہ میں تجھ سے زیادہ فخر کے قابل ہوں اس لیے کہ میرا مولی مجھے کھلاتا ہے پلاتا ہے اور تنہائی میں میرا مونس ہوتا ہے اور جب میں سوتا ہوں تو میری حفاظت کرتا ہے اور جب گناہ کرتا ہوں تو مجھے بخش دیتا ہے اور اگر تیرا مولا تیری طرف روزانہ تین مرتبہ نظر (خاص) کرتا ہے تو میرا مولی میری طرف روزانہ تین سو ساٹھ نظریں کرتا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا میں ایسے ہی مولا کی خدمت گزاری میں رجوع کروں گا۔ پھر وہ گھوڑے پر سے اتر پڑا اور اپنے عمدہ کپڑے اُتار ڈالے اور سلطان کی خدمت چھوڑ کر خدائے واحد منان کی خدمت میں مشغول ہو گیا۔ تفسیر قرطبیؒ میں بروایت نبی کریم ﷺ مذکور ہے کہ زراعت زمین پر نہ کوئی پھل درختوں پر نہ کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں ایسا ہے جس پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فلاں بن فلاں کا رزق نہ لکھا ہوا ہو۔

حکایت کتاب الحقائق میں ہے کہ اہل بصرہ میں سے ایک شخص پر بہت سا قرضہ ہو گیا اس کے قرض خواہوں نے مطالبہ کیا تو اس کو قرضہ دینے والا ابھی نہ ملا اس لیے وہ کوفہ بھاگ گیا اور وہاں جامع مسجد میں داخل ہوا اور کہنے لگا اے میرے رب کے فرشتو! میرا قصہ خدا کے پاس پہنچاؤ میں غریب الوطن ہوں اور قرض دار ہوں۔ پھر اس کی آنکھ لگی اور وہ سو گیا اتنے میں ایک شخص نے آکر اسے سوتے سے جگایا اور کہا اے قصہ والے بیٹھ یہ تین ہزار اشرفیاں ہیں اس نے ان کی نسبت دریافت کیا تو وہ کہنے لگا کہ میں سو رہا تھا میں نے مسجد میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ مسجد میں ایک غریب الوطن ہے قرض دار ہے اس کا قصہ ہمارے پاس پہنچا ہے اس کو جا کر تین ہزار اشرفیاں دے دے چنانچہ میں تمہارے پاس لے آیا ہوں اور جب یہ خرچ ہو جائیں تو پھر میرے پاس آنا میں فلاں بن فلاں ہوں اس نے جواب دیا اللہ کی پناہ جو میں اپنا قصہ سوائے اس کے جس نے تمہیں میرے پاس بھیجا ہے کسی اور تک پہنچاؤں پھر ان کو لے کر اُلٹے پاؤں اپنی راہ لی اور ہزار قرض خواہوں کو دیا اور دو ہزار سے کاروبار کرنے لگا اللہ نے دو ہزار میں اتنی برکت دی کہ مرتے دم تک اس کے کام آئے اور وہ اپنے نفس کو سوائے اللہ کی عبادت کے کسی کام میں مشغول نہ رکھتا تھا۔ روض الریاحین میں ہے کہ ہارون الرشیدؒ نے ایک اہل توکل کو سزا دینا چاہا لیکن نہ دے سکا لہٰذا اس کو قید کا حکم دیا اس کے بعد کسی نے کہا وہ قید خانہ سے نکل کر فلاں باغ میں پہنچ گیا ہے اس کو حاضر کرایا گیا اس سے پوچھا تجھے قید خانہ سے کس نے نکالا؟ وہ بولا جس نے مجھے اس میں داخل کیا تھا اس نے کہا تجھے کس نے داخل کیا تھا اس نے کہا جس نے مجھے نکالا (یعنی اللہ تعالی) اس کے بعد اس کو

خاص گھوڑے پر سوار کر کے منادی کو حکم دیا گیا کہ اس کے سامنے پکارتا چلے یہ اس بندہ کی جزا ہے جس کی اہانت کا ہارون رشید نے ارادہ کیا تھا اللہ نے اس کو عزت بخشی اور یہ اشعار پڑھے۔

إِذَا أَكْرَمَ الرَّحْمٰنُ عَبْدًا لِعِزِّهِ ☆ فَلَنْ يَقْدِرَ لِمَخْلُوقٍ يَوْمًا يُهِينَهُ
وَمَنْ كَانَ مَوْلَاهُ الْعَزِيزُ أَهَانَهُ ☆ فَلَا لِأَحَدٍ بِالْعِزِّ يَوْمًا يُعِينَهُ

ترجمہ: جب خدائے برتر کسی بندہ کو اپنے کرم سے عزت دیتا ہے تو ہرگز کوئی مخلوق کبھی اس کی اہانت نہیں کر سکتی اور مولائے عزیز جس کی اہانت کرتا ہے تو پھر کوئی کبھی اس کی مدد نہیں کر سکتا۔

شیخ احمد زین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی سو رہا ہے اور اس کے سینہ پر سانپ بیٹھا ہے اور اپنا منہ اس کے منہ پر رکھا ہوا ہے میں نے اس کو بیدار کر دیا جب اس نے سانپ دیکھا تو دوبارہ سو رہا یہاں تک کہ خراٹے کی آواز آنے لگی پھر مجھے غیب سے ہوا میں سے آواز آئی کہ اے سونے والے فرشتوں کو تیرے توکل سے تعجب ہوا اس کے بعد وہ سانپ چلا گیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام ایک بار سمندر کے کنارے پر گئے وہاں پر ایک چیونٹی دیکھی جس کے منہ میں ایک سبز پتی دبی تھی، جب وہ پانی کے قریب پہنچی تو ایک مینڈک نے نکل کر اپنی پیٹھ پر اسے سوار کر لیا اور تھوڑا سا غوطہ لگایا پھر مع اس کے نکل آیا۔ سلیمان علیہ السلام نے اس سے ماجرا دریافت کیا اس نے کہا یا نبی اللہ! سمندر میں ایک بڑا بھاری سخت پتھر ہے اس کے اندر ایک کیڑا ہے اللہ نے مجھے دن میں دو بار اس کی رزق رسانی پر مقرر کیا ہے اور فرشتے کو مینڈک کی صورت پر پیدا کیا ہے وہ مجھے سوار کر کے پتھر تک پہنچا دیتا ہے پتھر پھٹ جاتا ہے اور کیڑا مجھ سے پتی لے لیتا ہے اور کہتا ہے وہ پاک ہے جس نے مجھے پیدا کر کے سمندر کے اندر سکونت پذیر بنایا ہے اور جس نے میرا رزق کبھی فراموش نہیں فرمایا۔ اے اللہ جیسے آپ نے میرا رزق کبھی فراموش نہیں کیا اسی طرح اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رحمت سے کبھی فراموش نہ فرمائیے گا۔ نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی سے کہا کہ سال بھر میں تیری کتنی روزی ہوتی ہے اس نے کہا ایک دانہ۔ انہوں نے اس کو ایک شیشی میں بند کر دیا اور ایک دانہ ڈال دیا جب سال ختم ہوا تو اسے دیکھا کہ اس نے آدھا دانہ کھایا تھا اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے بیان کیا کہ پہلے میرا اللہ پر بھروسہ تھا اور اب مجھے خوف ہوا اس بات کا کہ کہیں آپ بھول نہ جائیں اس لیے میں نے آدھا کھایا اور آدھا آئندہ سال کے لیے رہنے دیا (یعنی اللہ تو نہیں بھولتا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بھول جانے کا خوف تھا اس لیے آدھا دانہ رکھ دیا) عوارف المعارف میں ہے حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ میں رزق کی تلاش میں نکلا تو میری ایک اندھے پرندہ پر نظر پڑی میں متفکر ہوا کہ اس کو

کیسے رزق پہنچتا ہوگا اتنے میں دیکھتا ہوں کہ زمین پھٹ گئی اور اس میں اس کا رزق نکل آیا اس نے اپنا رزق کھا پی لیا اور پھر زمین جڑ گئی۔

پہنچتا ہے ہر اک مے کش کے آگے دور جام اس کا
کسی کو تشنہ لب رکھتا نہیں لطف عام اس کا
گواہی دے رہی ہے اس کی یکتائی پہ ذات اس کی
دوئی کے نقش سب جھوٹے ہیں سچا ایک نام اس کا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک بار میں حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ کہیں چلا دیکھا کہ ایک اندھا پرندہ درخت پر اپنی چونچ مار رہا ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا کہتا ہے میں نے عرض کیا اللہ اور رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا وہ کہتا ہے کہ اے اللہ آپ عادل ہیں آپ نے مجھے بینائی سے محروم کیا ہے اب مجھے بھوک لگی ہے اتنے میں ایک ٹڈی آئی اور اس کے منہ میں گھس گئی پھر اپنی چونچ درخت پر مارنے لگا۔ حضرت ﷺ نے فرمایا جانتے ہو اب کیا کہتا ہے عرض کیا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہتا ہے جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کو کافی ہوتا ہے۔

ہر اک ذرہ فضا کا داستاں اس کی سناتا ہے
ہر اک جھونکا ہوا کا آکے دیتا ہے پیام اس کا
میری افتادگی بھی میرے حق میں اس کی رحمت ہے
کہ گرتے گرتے بھی میں نے لیا دامن ہے تھام اس کا
(ظفر علی خانؒ)

مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ میں ایک بار حج کے لیے نکلا میں نے ایک پرندہ دیکھا کہ اس کے منہ میں ایک روٹی دبی ہے میں اس کے پیچھے ہوگیا وہ ایک بڈھے کے پاس پہنچا جو بندھا پڑا تھا وہ روٹی اس کو کھلانے لگا پھر اڑ گیا اس کے لیے پانی لایا اور اس بڈھے کے منہ میں انڈیل دیا میں نے اس سے پوچھا تو کون ہے اس نے کہا میں حاجی ہوں مجھے چوروں نے پکڑ کر یہاں باندھ کر ڈال دیا ہے پانچ روز تک بھوک پر صبر کرتا رہا پھر میں نے یَامَنْ یُجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ میں مضطر ہوں مجھ پر رحم کیجیے کہا۔ اس کے بعد اللہ نے اس پرندے کو بھیج دیا۔ مالکؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بند کھول دیئے پھر ہم چل دیئے سچ ہے کہ جب انسان کسی ایسی مصیبت میں پھنس جائے کہ کوئی صورت حال کی نہ نکلے پھر ایسے وقت انسان جب خالص اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی غائبانہ اس کی مدد فرماتے ہیں

کہ انسان کی عقل بھی حیران ہو جاتی ہے انسان کو چاہیے کہ اپنی مقدور بھر کوشش کرے اور اللہ کی طرف رجوع کرے پھر اللہ کی مدد دیکھے۔

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا ☆ تو ہی نظر آیا جدھر دیکھا
ثنا خواں ترا دہر کا ذرہ ذرہ ☆ سبھی کی زبان پر گفتگو تیری ہے
طاعت و توفیق طاعت ہم زتو ☆ ہم دعا از تو اجابت ہم زتو

الٰہی عمل کی توفیق نصیب فرما۔ آمین!

جنت حاصل کرنے کے لیے پانچ چیزوں کی پابندی:

فقیہہ ابواللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ جو شخص جنت کی نعمتیں حاصل کرنا چاہے اسے پانچ چیزوں کی پابندی لازمی ہے۔

۱) اپنے نفس کو تمام گناہوں سے باز رکھے جیسے ارشاد باری ہے:

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى﴾

[سورۃ النازعات پارہ ۳۰ آیت ۴۰]

''جس نے اپنے اپنے نفس کو خواہش سے روکا جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔''

۲) دوسری یہ کہ دنیا کی تھوڑی سی مقدار پر راضی ہو جائے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جنت کی قیمت ترک دنیا ہے۔

۳) تیسری یہ کہ ہر نیک کام کی خواہش رکھے اور طاعت کے کسی کام کو نہ چھوڑے نا معلوم کون سی طاعت گناہوں کی بخشش اور جنت کے حصول کا سبب بن جائے ارشاد رب العزت ہے:

﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

[سورۃ الزخرف پارہ ۲۵ آیت ۷۲]

''یہ جنت وہ ہے جس کا تمہیں مالک بنایا گیا تمہارے اعمال کی بنا پر بدلہ ہے اس کا جو وہ نیک عمل کرتے ہیں۔'' اہل جنت کو یہ انعامات طاعات کی بنا پر ملیں گے۔

۴) چوتھی بات یہ کہ نیک لوگوں سے محبت رکھے اور ان کی ہم نشینی اختیار کرے کیونکہ ان میں سے جب کسی کی بخشش ہوگی تو وہ اپنے بھائیوں اور احباب کی سفارش کرے گا جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ آپس میں بھائی چارہ خوب پیدا کرو کیونکہ قیامت میں ہر بھائی کو سفارش کا موقع ملے گا۔

۵) پانچویں چیز یہ ہے کہ بکثرت دعا کیا کرو اور اللہ سے جنت اور خاتمہ بالخیر کی بہت زیادہ درخواست کرتے رہو۔ (تنبیہ الغافلین)

دنیا ہے اک رین بسیرا ☆ آج میرا کل تیرا ڈیرا
(کیفی)

جہان فکر و نظر ☆ متاع اہل خیر
زہے نصیب یہ دولت اگر مجھے مل ☆ ہو لب پہ شام و سحر لا الہ الا اللہ
جائے ساماں بقا کر لے فنا ہونے سے پہلے ☆ اے قطرہ ناچیز سمندر کی طرف چل
پھر منزل مقصد نہ ملے تو میرا ذمہ ☆ دو چار قدم راہ پیغمبر ﷺ کی طرف چل

باب پنجم:

مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب

ماہ صفر کے مختلف اوقات میں ایسے واقعات پیش آئے جن کا تعلق مسلمانوں کے عروج و زوال سے ہے۔ مثلاً واقعہ صفین و جنگ صفین جو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین ہوئی۔ اپنے وقت میں ۱۰ صفر میں ہوئی۔ ۲۷ صفر کو مجاہد وغازی اسلام سلطان صلاح الدینؒ نے وفات پائی۔ مورخہ ۶ صفر بغداد پر ہلاکو خان تاتاری نے شبخون مارا اور سقوط بغداد ہوا۔

۲۸ صفر کو حضرت مجدد الف ثانی محسن ہندؒ نے وفات پائی۔ ہجرت نبوی ﷺ آخر ماہ صفر میں ہوئی۔ ماہ صفر میں عظیم وجلیل القدر صحابی حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو بے دردی سے شہید کیا گیا۔ ماہ صفر میں آنحضرت ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روم کی سرحد کی طرف اسلامی لشکر روانہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اسی طرح کے اور بھی کئی ایک اہم واقعات و معاملات اس ماہ میں پیش آئے جن کا مسلمانوں کی تاریخ عروج وزوال کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ کاش مسلمان سمجھتے کہ وہ کیا اسباب تھے جن کی وجہ سے مسلمانوں کو عروج حاصل ہوا اور کیا اسباب تھے، جن کی وجہ سے مسلمانوں پر زوال آیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں عظیم صحابی ہیں۔ ان کے اخلاص للہیت میں کوئی شک نہیں اور ان کے بارے میں طعن و تشنیع کی قطعاً قرآن و حدیث کے اعتبار سے اجازت نہیں ہے وہ دونوں ہدایت کے ستارے ہیں اللہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے راضی ہوئے اور اس کا اعلان قرآن میں فرمادیا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنا ہمارا ایمان ہے اور ان میں سے کسی ایک کے بارے بغض و کدورت رکھنا

ایمان کو ضائع کرتا ہے۔ سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس ایک عظیم مردمؤمن واسلامی جرنیل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بیت المقدس کو عیسائیوں سے آزاد کرانے میں کامیاب ہوا کیونکہ اللہ کی نصرت وتائید اس کے ساتھ شامل حال تھی۔ آج پھر یہودیوں کے قبضہ سے بیت المقدس کو آزاد کرانے کی صرف یہی صورت ہے کہ مسلمان اپنے اندر غیرت وحمیت ایوبی پیدا کریں۔ اللہ ورسول ﷺ کی اتباع کریں، شریعت مطہرہ کو اپنا شعار بنائیں۔ یہود ونصاریٰ کی نقالی کرنا چھوڑ دیں، مسلمان جب شریعت مطہرہ کو چھوڑ کر نافرمانی کرنے پر آگئے تو بغداد جیسا اسلامی مرکز اللہ نے تاتاریوں کے قبضہ میں دے دیا، جس کی وجہ سے مسلمانوں پر کفار کا رعب طاری ہوا اور لاکھوں مسلمانوں کا خون بہایا گیا، اسلامی کتب خانے جلا دیئے گئے یا دریا برد کر دیئے گئے۔ اتباع شریعت وسنت کی برکت حضرت مجدد الف ثانی ؒ جیسے بزرگوں کے ذریعہ ہزاروں لوگوں کو ہدایت ملی اور مسلمان کامیاب ہوئے خلاصہ اس تقریر و بیان کا یہ ہے کہ اگر اللہ کے احکامات پر حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق عمل کیا جائے گا تو کامیابی وکامرانی وعروج حاصل ہوگا اور اگر اللہ کی نافرمانی ہوگی حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے روگردانی واعراض ہوگا تو چاہے مسلمان تعداد میں زیادہ ہوں چاہے ان کے پاس جدید ٹیکنالوجی وہتھیار ہوں، فوجوں کی کثرت، مال کی بہتات ہو، تب بھی ناکامی وزوال ہوگا۔ آخری خطبہ حج میں آقائے نامدار سرور کائنات ﷺ نے فرمایا:

''یاد رکھنا! تم سب کا رب ایک ہے اور تم سب ایک باپ کی اولاد ہو، عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر فوقیت نہیں ہے اور نہ گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر فوقیت ہے (فوقیت کی چیز صرف تقویٰ ہے، لہٰذا اگر کوئی فائق ہے تو) بس متقی غیر متقی پر فائق ہے (کسی حسب ونسب پر نہیں اترانا چاہیے) ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، مسلمان کی جان اور مسلمان کا مال اور مسلمان کی عزت وآبرو تا قیام قیامت اسی طرح قابل احترام ہے جس طرح یہ مہینہ، یہ دن اور یہ شہر محترم ہے میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ مسلمان، مسلمان کا گلا کاٹنے لگے۔ تمہیں اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اور تم سب سے تمہارے ایک ایک عمل کی باز پرس کی جائے گی، میں تم میں اللہ کی کتاب چھوڑتا ہوں اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو گمراہ نہیں ہوگے۔''

پہلے قرآن وسنت پر لوگ عمل کرتے تھے۔ جب قرآن پاک کی تلاوت ہوتی تھی تو اس کی سحر بانی سے رقت طاری ہو جاتی تھی اور گردنیں فرط عقیدت سے جھک جاتی تھیں نومولود بچے کے کانوں میں اسی کے پاک کلمات سنائے جاتے تھے تاکہ اس جہان رنگ وبو میں سب سے پہلے وہی اس کے کان میں پڑیں اسی کی برکت سے وہ کامیاب وکامران تھے۔ چنانچہ اس کے بعد مسلمانوں پر ادبار چھا گیا

آہستہ آہستہ وہ تمام عصبیتیں اور غیر اسلامی رجحانات عود کر آئے جن کو اسلام ختم کرنے آیا تھا اس کی پاکیزہ تعلیمات کو چھوڑ کر اغیار کے قوانین کو سینے سے لگا کر مطمئن ہو کر بیٹھ گئے۔

یہ میری عقیدت کے دعوے قانون پر راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ایسے بھی ستایا جاتا ہوں

یہ غیروں کے قانون سے صرف راضی نہیں ہوئے بلکہ المیہ یہ ہے کہ قرآنی احکام کو جانتے بوجھتے نظر انداز کر کے دوسروں کے قانون، رسم ورواج اور روایات کو اپنالیا، چنانچہ دین کی وہ روح جس نے بکریاں چرانے والے گڈریوں کو عرب وعجم کا حکمران بنا دیا تھا آہستہ آہستہ مفقود ہو گئی۔

کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر
جہاں میں تھے کیا کر چلے

نسل اور رنگ و وطن قوم کے جھگڑے مٹ جائیں
راگ بیٹھا تری عظمت کا سبھی مل کر گائیں

اطاعت خداوندی واتباع سنت سے زندگی خوشگوار و پرسکون ہو جاتی ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [سورۃ النحل پارہ ۱۴ آیت ۹۷]

ترجمہ: جو کوئی بھی نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت ہم ضرور اس کو خوشگوار و پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم ضرور بدلہ دیں گے ان کو جنہوں نے صبر کیا ان کے عمل سے بہتر۔"

دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾

[سورۃ الجاثیہ پارہ ۲۵ آیت ۱۵]

ترجمہ: "جو نیک عمل کرے تو اپنے فائدے کے لیے کرے گا اور جو برا کرے گا تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔" نیک وبد اعمال کا بدلہ ضرور ملتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

((قَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيُّ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ دُلَّنِيْ عَلٰى اَمْرٍ اَعْمَلُهٗ يُدْنِيْنِيْ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَتَصِلُ ذَاتَ رَحِمِكَ فَلَمَّا اَدْبَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنْ تَمَسَّكَ

بِمَا أُمِرَ بِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ)) [صحیح مسلم]

ترجمہ: ”حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میری اس عمل کی جانب رہنمائی فرمایئے جس کو میں کروں تاکہ وہ عمل مجھے جنت سے قریب اور جہنم سے دور کردے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ عمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح بندگی اور عبادت کر کہ کسی چیز کو اس کا شریک نہ بنا اور نماز کو قائم کر اور وں کے ساتھ حسن سلوک رکھ۔ پھر جب وہ شخص واپس ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر یہ شخص ان ارشاد پر مضبوطی سے عمل پیرا رہا تو جنت میں داخل ہوگا۔“

تشریح اس نوع کے اور بھی سوالات ہیں جن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اصلی جذبات اور باطنی رجحانات کا قدرے اندازہ ہوتا ہے ان کو نہ دنیاوی عزت وحشمت کی خواہش تھی اور نہ دولت وثروت کی پرواہ۔ ان کی اصلی تمنا صرف نعمائے آخرت سے سرفرازی اور سزائے آخرت سے رستگاری تھی اور جنت کا شوق اور جہنم کا خوف یہی ان کا دائمی فکر تھا اس لیے وہی عمل دریافت کیا گیا جو جنت کی طرف رہنمائی کرے اور عذاب جہنم سے نجات کا ذریعہ بنے۔ اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے وہ عمل تلقین فرمایا جو مختصر ہونے کے باوجود انتہائی جامع ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اس طرح عبادت اور بندگی کرے کہ کسی غیر کو اس میں شریک نہ کرے ہر کام جو اللہ کے لیے اس کے حکم کے مطابق کیا جائے عین عبادت اور حقیقی بندگی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ پوری زندگی اس طرح گزارے کہ ہر کام اللہ کے لیے ہو اس میں ذرہ برابر غیر اللہ کی شرکت اور شمولیت نہ ہو، اغراض وخواہشات کی آمیزش سے بالکل پاک ہو۔ یہی بندگی کا اصلی مقام ہے بندہ کہ جس کام میں بھی رضائے الٰہی کے علاوہ کوئی دوسری غرض شامل ہوگی وہ عبادت ہرگز شمار نہ ہوگا اس لیے کہ بارگاہ خداوندی میں شرکت کسی حال میں بھی برداشت اور گوارا نہیں: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ (الحدیث) میں تمام شریکوں سے غنی تر ہوں (حدیث قدسی) اللہ رب العالمین بے نیاز ہے اس کو کسی مشترک عمل کی حاجت نہیں اسی لیے مشترک عمل قابل پذیرائی اور لائق باریابی نہیں ہوسکتا اس کے بعد حقوق اللہ کی پابندی اور حقوق العباد کی نگرانی میں مصروف رہے۔ حقوق اللہ کے اہم امور فرائض خداوندی اور حقوق العباد میں سب سے اہم قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک ہے اور یہی وہ امور ہیں جن پر استوار رہنا نجات کی راہ ہے (معارف السنۃ)

توحید حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے علاوہ کسی اور کو اپنی اُمیدوں کا مرکز بناتا ہے تو میں اس کی اُمید کو نااُمیدی سے بدل دیتا ہوں اور اس کی

اُمیدوں کو ناکام کر دیتا ہوں اور ایسے شخص کو اپنے قرب و وصل سے دور کر دیتا ہوں کیا سختیوں میں میرا بندہ میرے غیر سے اُمید قائم کرتا ہے حالانکہ سختیاں میرے ہاتھ میں ہیں میں زندہ کرتا ہوں اور کریم ہوں کیا میرے غیر سے اُمید کرتا ہے حالانکہ ہر قسم کے دروازے کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہیں اور میرا دروازہ ہر وقت کھلا ہے وہ کون شخص ہے جس نے اپنی بڑی سے بڑی مصیبت میں مجھ سے اُمید قائم کی اور مجھ کو پکارا اور میں نے اس کی اُمید کو منقطع کر دیا کون ہے وہ شخص جس نے بڑے سے بڑے گناہ کی معافی کے متعلق مجھ سے اُمید کی اور میں نے اس کی اُمید کو منقطع کر دیا میں نے بندوں کی اُمیدوں کو اپنے سے قریب کر رکھا ہے اور جو قوم میری پاکی بیان کرنے سے تھکتی نہیں اس سے آسمانوں کو پر کر رکھا ہے وائے افسوس ان پر جو مجھ سے نا اُمید ہوتے ہیں اور وائے بدبختی ان کی جو میری نافرمانی کرتے ہیں اور میرے حقوق کی رعایت نہیں کرتے۔ (دیلمی)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرا اور انسانوں و جنات کا عجیب معاملہ ہے میں ان کو پیدا کرتا ہوں اور وہ میرے علاوہ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں میں ان کو رزق دیتا ہوں اور یہ شکر یہ دوسروں کا ادا کرتے ہیں۔ (جامع صغیر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کلمہ توحید میرا کلام ہے اور میں وہی ہوں پس جس شخص نے اس کلمہ کو پڑھا میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میری پکڑ اور گرفت سے محفوظ ہو گیا۔ (ابن النجار)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ توحید پر پختہ ایمان اور عمل سے اس کی تصدیق انسان کے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے اگر توحید میں خلل آ گیا شرک وغیرہ میں مبتلا ہو گیا تو ناکامی و نامرادی میں پڑ گیا آج ہمارا پورا معاشرہ شرک و بدعت و نفاق کا شکار ہے اگر کامیابی مطلوب ہے تو عقیدہ توحید اختیار کرنا پڑے گا۔

خوف اللہ:

اللہ کا ڈر اور خوف ایسی چیز ہے جو انسان کو نیکی پر ابھارتا ہے اور گناہوں سے روکتا ہے دنیا کی حکومتیں خواہ کتنے قوانین و پلان منصوبے بنالیں کہ انسان جرائم نہ کریں تو بھی جرائم کو نہیں روک سکتے اس لیے کہ وہ ہر وقت ہر ایک کے ساتھ نہیں رہ سکتے اور ہر وقت ہر انسان کی نگرانی نہیں کر سکتے مگر اللہ کی ذات ہر وقت ہر انسان کے ساتھ ہے اس کو انسان کی ہر ہر حرکت و عمل کا علم ہے اس لیے جب خوف اللہ ہوگا تو انسان جرائم و گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور اس کی سزا دنیا یا آخرت میں مجھے ملے گی اور میں اللہ کی گرفت و پکڑ سے نہیں بچ سکتا۔ آج ہم گناہ قتل، چوری، رشوت

وغیرہ ودیگر تمام گناہ اس لیے کرتے ہیں کہ ہمارے اندر اللہ کا خوف نہیں ہے اگر اللہ کا خوف پیدا ہو جائے تو جرائم خود بخود ختم ہو جائیں لہٰذا ہم سب کا فریضہ ہے کہ مخلوق اللہ کے اندر خوف پیدا کرنے کی کوشش کریں اور سمجھائیں کہ گناہ ایک زہر ہے جس کی سزا انسان کو فطرۃً دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی گناہ گار کو سکون نہیں ملتا اور وہ اپنے کیے کی سزا بھگتتا ہے خوف اللہ سے دنیا میں بھی کامیابی وراحت وسکون ملتا ہے اور آخرت میں بھی۔ آخرت کی مثال اس حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی جان پر بہت زیادتی کی یعنی بڑا گنہگار تھا جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تم مجھ کو جلا دینا اور پیس ڈالنا پھر میری نصف راکھ کو دریا میں ڈال دینا اور نصف کو ہوا میں اُڑا دینا، اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قابو پالیا اور قدرت حاصل کر لی تو مجھ کو ایسا عذاب کرے گا جو اپنی مخلوق میں سے کسی پر بھی نہ کیا گیا ہوگا، اس شخص کے مرنے کے بعد اس کے متعلقین نے ایسا ہی کیا اور اس کی وصیت پر عمل کیا، اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو جنہوں نے اس کے جسم سے کچھ حاصل کیا تھا حکم دیا کہ اس کے بدن اور جسم کے تمام ذرات حاضر کرو، چنانچہ وہ بندہ حضرت حق کے روبرو حاضر ہو گیا ارشاد ہوا اس حرکت پر تجھ کو کس شے نے آمادہ کیا تھا اس نے عرض کیا الٰہی! تو جانتا ہے الٰہی! تیرے خوف نے مجھ کو اس کارروائی پر مجبور کیا پس اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش کر دی۔ (بخاری ومسلم)

تشریح مطلب یہ ہے کہ گناہوں کی وجہ سے خوف کا غلبہ ہوا دل میں خیال آیا کہ اپنے اجزاء کو منتشر کر دوں تاکہ اجزاء کے جمع کرنے میں دشواری ہو اور جب اجزاء جسم کے جمع نہ ہو سکیں گے تو دوبارہ زندہ نہ ہوں گا اللہ کے عذاب سے بچ جاؤں گا، اللہ تعالیٰ نے آگ پانی ہوا کو حکم دیا کہ اس بندے کے جو اجزاء تمہارے پاس ہیں وہ حاضر کرو دوبارہ زندہ کر کے سوال کیا اگرچہ اس کی حرکت تو بہت ہی نازیبا اور نامناسب تھی (اس لیے کہ اس کی سمجھ اور علم اتنا ہی تھا) لیکن چونکہ اللہ کے خوف اور ڈر سے یہ حرکت ہوئی تھی اس لیے اس کی مغفرت کر دی گئی۔

اصولِ زندگی:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے اور میں نے ظلم کو تمہارے لیے بھی حرام کر دیا ہے تم بھی آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو، اے میرے بندو! تم سب راہ سے بھٹکے ہوئے ہو مگر وہ شخص کہ جس کو میں نے راہ دکھائی تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تم کو راہ دکھاؤں گا اور تمہاری رہنمائی کروں گا، اے

میرے بندو! تم سب کے سب بھوکے ہو مگر وہ شخص جس کو میں کھانا کھلا دوں، تم مجھ سے روزی طلب کیا کرو میں تم کو رزق دوں گا، اے میرے بندو! تم سب برہنہ اور ننگے ہو مگر وہ شخص جس کو میں کپڑے پہنا دوں، تم مجھ سے لباس طلب کیا کرو میں تم کو لباس عطا کروں گا، اے میرے بندو! تم دن رات خطائیں کرتے ہو اور میں تمام گناہ اور خطائیں بخشا کرتا ہوں سو تم مجھ سے ہی بخشش طلب کیا کرو تاکہ میں تم کو معاف کر دیا کروں، اے میرے بندو! تم کو یہ طاقت نہیں کہ تم مجھ کو نفع پہنچا سکو، اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے اور تمہارے انسان اور تمہارے جنات سب کے سب ایک بڑے متقی اور پرہیزگار شخص کے قلب کی طرح ہو جائیں تو میری حکومت اور میرے ملک میں کچھ زیادتی نہ ہو جائے گی، اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے اور تمہارے انسان اور تمہارے جنات سب ایک مقام پر جمع ہو کر مجھ سے اپنی اپنی حاجتیں اور مرادیں طلب کریں اور میں ہر شخص کو اس کی مراد عطا کر دوں اور بیک وقت جملہ کے سوال اور حاجتیں پوری کر دوں تو میرے ان خزانوں میں سے جو میرے پاس ہیں اتنی بھی کمی نہیں ہوتی جیسے کسی سوئی کو سمندر میں ڈبو کر نکال لینے سے سمندر میں کمی ہوتی ہو۔ اے میرے بندو! تمہارے تمام اعمال میں شمار کر کے محفوظ رکھتا ہوں اور ان سب اعمال کا میں پورا پورا بدلہ دوں گا پس جو شخص بدلے کے وقت خیر اور بھلائی پائے تو اللہ تعالیٰ کی خوبیاں بیان کرے اور جو بدلے کے وقت خیر اور بھلائی کے خلاف پائے تو اپنے نفس اور اپنی جان کے علاوہ کسی دوسرے کو ملامت نہ کرے۔ (مسلم) بحوالہ اللہ کی باتیں۔

دوسری روایت میں ہے (اگر تمہارے پہلے اور پچھلے مردے اور زندے تمہارے کمزور اور توانا سب کے سب میرے پرہیزگار بندوں میں سے کسی ایک بندے کے متقی دل کی مانند ہو جائیں تو یہ میری سلطنت اور میری حکومت میں ایک مچھر کے برابر زیادتی نہیں کر سکتے اور اگر تمہارے پہلے اور پچھلے تمہارے مردے اور زندے تمہارے کمزور اور توانا سب کے سب میرے بد بخت اور گناہگار بندوں میں سے ایک بندے کے دل کی مانند ہو جائیں تو میری حکومت و سلطنت میں سے یہ اجتماع ایک مچھر کے برابر کمی نہیں کر سکتا اور اگر تمہارے پہلے اور پچھلے، مردے اور زندے کمزور اور توانا سب کے سب ایک مقام میں جمع ہو کر ہر ایک انسان اپنی اپنی آرزوئیں اور امیدیں مجھ سے مانگے اور میں ہر ایک سائل کی خواہش پوری کر دوں، تو میری سلطنت اور میرے خزانوں میں اتنی کمی نہ ہوگی جیسے تم میں سے کوئی شخص سمندر پر گذرتے ہوئے ایک سوئی سمندر میں ڈبو کر اٹھا لے اور اس پر کچھ نمی یا تری آ جائے یہ اس لیے کہ میں جود وسخا کا مالک ہوں سخاوت کرنے والا ہوں اپنی خدائی میں تنہا اور اکیلا ہوں میری عطا اور میرا دینا صرف میرا ایک حکم کر دینا ہے جب میں کسی چیز کے موجود کرنے کا ارادہ کرتا ہوں تو میرا صرف اسی قدر کہنا کافی ہوتا

ہے کہ ہو جا ... وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔

حاصل کلام: ان دونوں روایتوں کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کے اختیارات، ہر قسم کی حکومت و سلطنت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، یہ جو فرمایا ہے کہ تمہارے انسان اور تمہارے جنات، اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق اپنی اپنی حاجتیں پیش کرے تو اللہ تعالیٰ سب کی حاجتیں اور مرادیں پوری کر دے گا۔ ایک متقی اور ایک گنہگار کے قلب پر جمع ہونے سے مراد یہ ہے کہ سب کے سب متقی اور پرہیزگار ہو جائیں یا سب کے سب گنہگار اور فاسق ہو جائیں تو متقی اللہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور فاسق اس کی حکومت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس حدیث میں عقائد و اعمال کے متعلق بہترین اصول و ہدایات دی گئی ہیں، ان پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت کی سرفرازی و عروج حاصل ہو سکتا ہے۔

تم شوق سے کالج میں پھلو پارک ☆ جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو
بس پھولوں پر اک سخن بندہ عاجز کا رہے یاد ☆ اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

اسباب دنیا:

دنیا فتنہ و آزمائش ہے جتنی کم اور تھوڑی ہو گی اتنی سہولت و عافیت ہو گی جتنی زیادتی ہو گی اتنی مصیبت اور آفت زیادہ ہو گی ایک مرتبہ بصرہ میں آگ لگ گئی مالک بن دینارؒ نے سنا تو وہ جوتا اور موزہ ہاتھ میں لے کر عبادت خانہ کی چھت پر چڑھ گئے وہاں جا کر آگ کی طرف دیکھا تو کچھ لوگ آگ میں جل رہے ہیں اور کچھ کود پھاند رہے ہیں اور کچھ اپنا مال و اسباب نکالنے میں مصروف ہیں یہ دیکھ کر آپؒ نے فرمایا: نَجِيَ الْمُخِفُّوْنَ وَهَلَكَ الْمُثْقَلُوْنَ یعنی جن کے مال و اسباب کم تھے نجات پا گئے جن کے زیادہ تھے ہلاک ہو گئے۔

سود خور کو سزا:

حضرت مالک بن دینارؒ ایک روز بیمار کی عیادت کو گئے آپؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کی موت کا وقت قریب ہے میں نے کلمہ شہادت کی اسے تلقین کی ہر چند کوشش کی اور اس شخص سے کلمہ طیبہ کہلوانا چاہا مگر وہ سوائے اس کے اور کچھ نہ کہتا "دس گیارہ" پھر وہ شخص بولا کہ اے شیخ اے مالک بن دینار میری آنکھوں کے سامنے اس وقت ایک آگ کا پہاڑ ہے جب میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ کلمہ شہادت زبان سے نکالوں تو اسی وقت وہ آگ کا پہاڑ میری طرف جنبش کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ مجھے نگل جائے، حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے ورثاء سے دریافت کیا کہ یہ

شخص کیا عمل کرتا تھا؟ لوگوں نے کہا کہ یہ سود لیتا تھا اور ناپ تول میں کمی کیا کرتا تھا۔

تشریح: جس طرح اس واقعہ میں سود خور کی ذلت ورسوائی وسزا کا بیان کیا گیا ہے اسی طرح ہر گناہ کی کوئی نہ کوئی سزا ضرور ہوتی ہے جو دنیا یا آخرت میں ضرور ملتی ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی نصیحتیں:

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ ایک مرتبہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے حمام میں جانے لگے لوگوں نے آپ کو روکا اسی وقت جذبے میں آ کر فرمایا کہ جب مفلس وبے زر کو سلطان کے گھر میں جانے سے روکا جاتا ہے تو اللہ کے گھر یعنی جنت میں بغیر دین وایمان اور بغیر اعمال صالح کے کیسے جانا ملے گا۔

ایک مرتبہ لوگوں نے آ کر آپ سے شکایت کی کہ جناب! آج کل گوشت بہت مہنگا ہے آپ نے ان کے جواب میں فرمایا خریدنا چھوڑ دو سستا اور بہت سستا خود بخود ہو جائے گا۔

کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کا وقت کیسے گزرتا ہے؟ آپ نے فرمایا سواریاں میرے پاس ہیں جن پر میں ہر وقت چڑھا چڑھا پھرتا ہوں۔

۱) جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نعمت مجھے ملتی ہے تو شکر کی سواری پر سوار ہو کر اس کی حضوری میں جاتا ہوں۔

۲) جب مجھ سے کوئی نیک عمل صادر ہوتا ہے تو اخلاص کی سواری پر سوار ہو کر اس کی جناب میں حاضر ہوتا ہوں۔

۳) جب مجھ پر کوئی مصیبت آتی ہے تو صبر کی سواری پر سوار ہو کر اس کی درگاہ میں حاضر ہوتا ہوں۔

۴) جب مجھ سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو توبہ واستغفار کی سواری پر سوار ہو کر اس کے سامنے حاضر ہوتا ہوں۔

ہر وقت مجھے عیش ہے ہر وقت ہوں مسرور ☆ تکلیف جسے کہتے ہیں وہ مجھ سے بس دور
اللہ کا انعام ہے اکرام ہے ہر دم ☆ یا صبر ہے یا شکر یہی کام ہے ہر دم
ہر آن گزرتی ہے رضائے احدی میں ☆ ہر لحظہ بسر ہے تو حضور صمدی میں

دُعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ ایک روز بصرہ کے بازار سے چلے جا رہے تھے لوگوں نے چاروں طرف سے آ کر گھیر لیا اور کہا اے ابراہیم بن ادھمؒ! ہمیں ایک بڑے اہم اور مشکل مسئلہ کا جواب دیجیے

جس کی وجہ سے ہم نہایت حیرانی اور پریشانی میں ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ ﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾ فرمایا یعنی "یعنی مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا اور ہم سالہا سال سے دعا کرتے ہیں مگر وہ درِ اجابت کو نہیں پہنچتی اور نہیں قبول ہوتی؟

ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا ایک دو نہیں بلکہ دس باتوں کے سبب تمہارے دل مردہ ہو گئے ہیں پھر کیونکر اور کس طرح تمہارے دعائیں قبول ہوں۔

۱) اپنے معبود حقیقی کو تم نے پہچانا مگر اس کا حق عبادت کچھ ادا نہ کیا۔
۲) کلام الٰہی تم نے پڑھا مگر اس پر عمل کرنے کی کوشش کبھی نہ کی۔
۳) رسول اکرم ﷺ کی محبت کا تم نے دعویٰ کیا مگر ان کی سنت سے کچھ سروکار نہ رکھا (یعنی عمل نہ کیا)۔
۴) شیطان کو اپنا دشمن تو سمجھا لیکن ہمیشہ عمل اسی کے کہنے پر ہی کیا
۵) اپنے آپ کو اہل جنت سمجھا مگر اہل جنت کے سے عمل نہیں کیے۔
۶) موت کو برحق جانا لیکن اس کے لیے تیاری کبھی نہیں کی۔
۷) دوزخ سے اپنے کو بری سمجھا مگر اس سے بچنے کے کام نہ کیے۔
۸) دوسروں کے عیب ہمیشہ تلاش کرتے رہے مگر اپنے عیب کبھی نہیں دیکھے۔
۹) اپنے پروردگار کی نعمتیں رات دن استعمال کیں مگر اس کا شکریہ ادا نہ کیا۔
۱۰) ہمیشہ اپنے مردوں کو دفن کرتے گئے لیکن عبرت لے کر کبھی نہ آئے۔

(بستان الاولیاء)

یہ زرّیں اصول ہدایات جن پر عمل کرنے سے مسلمان قوم عروج پا سکتی ہے ان کے ترک سے زوال آیا ہے اللہ ہمیں سمجھنے و عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ دنیا کی زندگی بہت تھوڑی ہے اگر اسلام پر قائم رہ کر مان لیا کہ کچھ تھوڑی سی تکلیف بھی بھگت لی تب بھی مرنے کے ساتھ ہی ایسے عیش اور چین دیکھو گے کہ یہاں کی سب تکلیفیں بھول جاؤ گے اور اگر کسی لالچ سے یا کسی تکلیف سے بچنے کے لیے کوئی شخص خدانخواستہ اسلام سے پھر گیا تو مرنے کے ساتھ ہی ایسی مصیبت سے کبھی بھی نجات نہ ہوگی تو جس کو تھوڑی سی بھی عقل ہوگی وہ ساری دنیا کی بادشاہی کے لالچ میں بھی اسلام کو نہ چھوڑے گا۔ (حیوۃ المسلمین)

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا ☆ خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا
چشم رحمت سے ادھر کو بھی نظر کیجیے گا ☆ اسی امید پہ آیا یہ گنہگار بھی ہے

الٰہ العالمین ہم سب کو اپنا اتباع نصیب فرما، گناہوں سے بچنے کی توفیق نصیب فرما۔

آمین یا رب العالمین

انصاف کی برکت:

امام الحرمین نے اپنی کتاب الشامل میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں زلزلہ آیا اور زمین زوروں کے ساتھ کانپنے لگی اور ہلنے لگی سیدنا امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جلال میں آکر زمین پر ایک درہ مارا اور بلند آواز سے تڑپ کر فرمایا: "قِرِّیْ اَلَمْ اَعْدِلْ عَلَیْکَ" اے زمین ساکن ہو جا کیا میں نے تیرے اوپر عدل نہیں کیا آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان جلالت شان سنتے ہی زمین ساکن ہوگئی اور زلزلہ ختم ہو گیا۔ (قصص الاولیاء)

فوائد اس واقعہ معلوم ہوا کہ زمین پر زلزلوں کا آنا طوفان وآندھیاں، بیماریاں، مہنگائیاں، ڈاکے، قتل وغارت وغیرہ گناہوں کے سبب آتے ہیں۔

لب پہ ذکر اللہ کا تکرار ہو ☆ دل میں ہر دم حق کا استحضار ہو

اس پہ تو کر لے اگر حاصل دوام ☆ پھر تو کچھ دن میں یہ بیڑا پار ہو

(عارفی)

حضرت ابیاروی فرماتے ہیں کہ سچے لوگوں کی زبان پر اللہ تعالیٰ علم وحکمت کا اجرا کر دیتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا آپ کو رزق کہاں سے ملتا ہے؟ فرمایا اس کے ہاں سے جو بغیر استحقاق کے اپنی مرضی کے تنگی وفراخی کرتا ہے۔ فرمایا لالچ کی تاریکی مشاہدہ نور کیلئے حجاب بن جاتی ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء)

☆☆☆

۱: خطبہ اوّل

محسنِ انسانیت ﷺ

ماہ ربیع الاول آتے ہی ہر جگہ سیرت ﷺ کی محافل ومجالس نعت وکانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں میلاد النبی ﷺ کے جلوس نکالے جاتے ہیں، ہر جگہ محسن انسانیت ﷺ کا ذکر ہوتا ہے مگر افسوس کہ اس کے بعد خاموشی ہو جاتی ہے اور پھر سارا سال تقریباً مسلمان بھول جاتے ہیں، ربیع الاول میں بہت سی رسومات غیر شرعیہ منائی جاتی ہیں، کاش ہم محسنِ انسانیت ﷺ کی سیرت مقدسہ پر عمل کرتے رسومات کو چھوڑتے اور پورا سال اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی میں حضور ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرتے تو یہ ہمارے لیے دونوں جہاں کی کامیابی کا ذریعہ بنتا حضور ﷺ پوری کائنات کے محسن بن کر آئے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ [سورۃ الانبیاء، پارہ ۱۷، آیت ۱۰۷]

ترجمہ: ''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت بنا کر تمام کائنات کے لیے۔''

تشریح بعثت محمدی ﷺ ایسے وقت میں ہوئی کہ انسانیت پر نزع کا عالم طاری تھا دنیا اپنے تمام ساز و سامان کے ساتھ ہلاکت کے مہیب و عمیق غار میں گرنے والی تھی عین وقت پر اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو وحی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ اس جاں بلب انسانیت کو نئی زندگی بخشیں اور لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔ آپ ﷺ نے انسانیت کو صرف ایک اللہ کی بندگی کی دعوت دی اور دنیا کی ساری بندگی اور غلامیوں سے نجات دی، زندگی کی حقیقی نعمتیں جن سے انسانوں نے اپنے آپ کو محروم کر دیا تھا دوبارہ ان کو عطا کیں اور وہ طوق وسلاسل ان سے جدا کیے جو انہوں نے بلا ضرورت اپنے اوپر ڈال لیے تھے آپ کی بعثت نے انسانیت کو نئی زندگی، نئی روشنی، نئی طاقت، نئی حرارت، نیا ایمان، نیا یقین، نئی نسل، نیا تمدن، نیا معاشرہ عطا کیا۔ آپ ﷺ کی آمد سے دنیا کی نئی تاریخ اور انسانیت کے کام کی عمر شروع ہوتی ہے کہ خود فراموشی وخودکشی میں جو زمانہ گزرا وہ اعتبار کے قابل نہیں اور بیہودہ ناپید

اور زندہ و مردہ ایک پلڑے میں رکھے نہیں جا سکتے۔ (انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر)

محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے عرب کی حالت:

جہالت نے (عربوں میں) بت پرستی رائج کر دی تھی اور بت پرستی نے انسانی دل و دماغ پر قابض ہو کر ان کو توہم پرست بنا دیا تھا، فطرت کی ہر چیز پتھر، درخت، چاند، سورج، پہاڑ، درخت، دریا وغیرہ کو وہ اپنا معبود سمجھنے لگ گئے تھے اور اس طرح وہ اللہ کی عظمت و جلال کو فراموش کر دینے کے ساتھ ساتھ خود اپنی قدر و قیمت کو بھی بھول چکے تھے اس لیے انسانی حقوق کے لیے نہ کوئی ضابطہ تھا اور نہ ایسے حقوق کو صحیح مرکز پر لانے کے لیے کوئی قانون تھا، قتل انسانی، رہزنی، حبس بے جا، تصرف ناجائز، مداخلت بیجا، عورتوں کو جبر یا پھسلاوٹ سے بھگا لے جانا، بیٹیوں کو زندہ پیوند خاک کر دینا اسی شجر کے ثمر تھے کہ بت پرستی نے ان کی نگاہ میں سب سے زیادہ حقیر ہستی انسان ہی کو بنا دیا تھا ملحد اور دہریئے بھی عرب میں آباد تھے وہ حیات اور موت کو اتفاق وقت سے موسوم کر کے دنیا کے ہر انقلاب کو دور زمانہ سے منسوب کیا کرتے تھے، اللہ کی ہستی کا اقرار اور جزا و سزا کا تصور، نیک و بد فعال پر نیک و بد نتائج مرتب ہونا ان کے نزدیک قابل تمسخر خیال تھا۔ ان پر جملہ عیوب سے عرب گویا جملہ مذاہب باطلہ اور تخیلات کی برائیوں کا مجموعہ تھا۔ (رحمۃ اللعالمین)

اصلاح عالم:

حضور ﷺ نے اصلاح عالم کا کام خوش اسلوبی سے فرمایا صبر و علم، استقامت اور تحمل سے کام لیا، بندوں کو اللہ کے نزدیک اور قوموں کو قوموں سے قریب کر دیا، نفرت و عداوت کی جگہ نصرت و اخوت کو بٹھا دیا، ظلم و جہالت سے نکال کر نور صداقت و علم سے منور کر دیا۔ رنگوں کا اختلاف، زبانوں کا اختلاف، قومیت کا تفرقہ، ملکی خصوصیات کا امتیاز سب کچھ جاتا رہا، حسب و نسب کے امتیاز ختم ہو گئے۔ دین واحد نے سب کو ملت واحد بنا کر ایک ہی تسبیح میں پرو دیا۔ ایک ہی ولولہ دلوں میں، ایک ہی جوش طبیعتوں میں، ایک ہی خیال دماغوں میں، ایک ہی آواز توحید زبانوں پر جاری کر دی۔ دشمن دوست بن گئے، وہی خالد بن ولید جو جنگ اُحد میں بت پرستوں کے رسالہ کی کمانڈ کرتا ہوا مسلمانوں کو تباہ کرنا اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد سمجھتا تھا کچھ عرصہ بعد حاضر ہوتا ہے لات و عزیٰ کے مندروں کو اپنے ہاتھوں سے گراتا ہے اور اسلامی فتوحات میں گرم جوش جنرل کا درجہ پاتا ہے، وہی عمر رضی اللہ عنہ جو تلوار لے کر گھر سے آنحضرت ﷺ کا سر قلم کرنے کے لیے نکلا تھا وفات نبوی ﷺ کے دن شمشیر برہنہ لے کر کہہ رہا ہے کہ جو کوئی کہے گا

آنحضرت ﷺ نے وفات پائی اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ یہ سب کرشمے اس پاک تعلیم کے ساتھ تھے جو آہستہ آہستہ دلوں کو فتح کرتی جاتی ہے۔ اکثر انبیاء علیہم السلام نے معجزے دکھائے۔ لاٹھی، سانپ، پتھر، دریا، آگ کی قلب ماہیت یا سلب خاصیت کا نظارہ دیکھنے والوں کو نظر آیا۔ لیکن نبی ﷺ (فداہ ابی وامی) نے عظیم الشان متحیر معجزہ دکھایا کہ دلوں کو بدل دیا اور روح کو پاکیزہ بنا دیا۔ انسان اور لاٹھی، انسان اور سانپ، انسان اور پتھر میں جتنا تفاوت ہے وہی تفاوت اس معجزہ اور دیگر معجزات میں بھی ہے کاش! مسلمان اس پاکیزہ تعلیم کی قدر کریں۔

کاش! وہ نبی ﷺ کے پاک مقصد سے آگاہی حاصل کریں۔ کاش! وہ اسلام کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھیں کاش! وہ اسلام کی بقا کو اپنی جانوں، اپنے بچوں اپنے باپ پیر بزرگوں کی حیات و بقا سے زیادہ ضروری سمجھنے لگیں۔ آنحضرت ﷺ نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی صادقانہ و ہمدردانہ زندگی کا اثر خونخوار عرب پر پھیلا دیا تھا اور سب کے دلوں میں اپنے لیے عزت و محبت کے ساتھ جگہ بنائی تھی اور اس طرح راست بازوں کے لیے ایک درخشندہ مثال قائم فرمادی تھی کہ کس طرح نیکی اور صداقت کی طاقت ظلم و جہالت کو مغلوب کر سکتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی شان میں جملہ انبیاء کی شان نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ مسیح علیہ السلام کی طرح جھٹلائے گئے اور ستائے گئے پھر بھی صابر و شاکر ہی پائے گئے آپ ﷺ نے یحییٰ علیہ السلام کی طرح بیابانوں اور بستیوں میں اللہ کی آواز کو پہنچایا۔ آپ ﷺ نے عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ کی طرح اللہ کے گھر کی عظمت و حرمت کو از سر نو زندہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے ایوب علیہ السلام کی طرح صبر و شکیبائی کے ساتھ گھاٹی میں تین سال تک محصوری کے دن کاٹے اور پھر آپ ﷺ کا دل اللہ کی شکر گزاری سے لبریز اور زبان ستائش گوئی سے زمزمہ سنج رہی۔ آپ ﷺ نے نوح علیہ السلام کی طرح قوم کے برگشتہ بخت لوگوں کو خفیہ اور اعلانیہ خلوت و جلوت میں میلوں اور جلسوں، گزرگاہوں اور راہوں پر پہاڑوں اور میدانوں میں اسلام کی تبلیغ فرمائی اور لوگوں کو ان کے افعال بد سے نفرت دلائی۔ آپ ﷺ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی مادر وطن کو چھوڑ کر شجرہ طیبہ اسلام کے لگانے کے لیے پاک زمین کی تلاش میں راہ نورد ہوئے آپ ﷺ شب ہجرت کو داؤد علیہ السلام کی طرح دشمنوں کے نرغہ سے نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ آپ ﷺ یونس علیہ السلام کی طرح جنہوں نے تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہ کر پھر نینوئی میں اپنی منادی کو جاری کیا تھا غار ثور کے شکم میں تین دن رہ کر پھر مدینہ طیبہ میں کلمۃ اللہ کی آواز کو بلند فرمایا۔ آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرح جنہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون مصر کی غلامی سے آزاد کرایا تھا شمالی عرب کو شاہ قسطنطنیہ کی بلند ملوکیت سے اور شرقی عرب کو کسریٰ ایران کے حلقہ غلامی اور جنوبی عرب کو

شاہ حبش کے طوق بندگی سے نجات دلائی۔ آپ ﷺ نے سلیمان علیہ السلام کی طرح مدینہ میں اللہ کے لیے ایک گھر بنایا جو ہمیشہ کے لیے اللہ کی یاد کرنے والوں سے معمور اور ضیاء توحید سے پُرنور رہا ہے جسے کوئی بخت نصر جیسا سیاہ بخت ویران نہ کر سکا۔ آپ ﷺ نے یوسف علیہ السلام کی طرح اپنے ایذا رسانی وستم پیشہ برادران مکہ کے لیے نجد سے لے کر اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ کے فرمودہ سے انہیں پابند منت واحسان بنا دیا۔

وقت واحد میں موسیٰ علیہ السلام کی طرح صاحب حکومت تھے اور ہارون علیہ السلام کی طرح صاحب امامت بھی، ذات مبارک میں نوح علیہ السلام کی سی سرگرمی، ابراہیم علیہ السلام کی سی فتوحات، یعقوب علیہ السلام کا سا صبر، سلیمان علیہ السلام کی سطوت، عیسیٰ علیہ السلام کی خاکساری، یحییٰ علیہ السلام کا ساز ہد، داؤد علیہ السلام کی سی فتوحات اسماعیل علیہ السلام کی سی سبک روی کامل ظہور بخش تھی۔

اے کہ بر تخت سیادت زازل جا داری ☆ آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خورشید رسالت مآب ﷺ میں اگرچہ تمام مقدس رنگ موجود تھے لیکن رحمۃ اللعالمین کا وہ دور تھا جس نے تمام رنگوں کو اپنے اندر لے کر دنیا کو ایک برگزیدہ وچیدہ (بیضا ونقیہ) روشنی سے منور کر دیا ہے۔
(بحوالہ رحمت اللعالمین)

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرْ ☆ مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ
لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ ☆ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اے دوست! ہمیں حشر میں پرسش کی نہیں فکر
امت ہیں محمد ﷺ کی محمد ﷺ کا اللہ ہے
(عبدالکریم ثمر)

﴿وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

ارشاد باری تعالیٰ کا مفہوم یہ ہے اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے، جناب نبی اکرم ﷺ انسانیت کے لیے تاقیام قیامت رحمت بن کر آئے۔

وہ ختم رسول مولائے کل جس نے ☆ غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق ومستی میں وہی اول وہی آخر ☆ وہی قرآں، وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ
(اقبالؔ)

آپ ﷺ بادیوں کے ہادی خاتم النبیین ﷺ ساری کائنات کے سردار، مقصود کونین تھے ان کی مدح کوئی کیا کرے گا۔ مولانا جامی فرماتے ہیں۔

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب ☆ ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

یعنی ہزار بار اپنا منہ گلاب وعرق ومشک سے دھو کر بھی آپ ﷺ کا نام لوں تو بھی یہ کمال درجہ کی بے ادبی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

درفشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا ☆ دل کو روشن آنکھوں کو بینا کر دیا
جو نہ تھے خود راہ پر وہ اوروں کے ہادی بن گئے ☆ کیا نظر تھی کہ جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

سید سلیمان ندوی نے اس طرح کیا خوب جوہر افشانی کی ہے فرماتے ہیں عزم، استقلال، شجاعت، صبر، توکل، رضا بہ تقدیر، مصیبتوں کی برداشت، قربانی، قناعت، استغناء، ایثار، جود، تواضع، خاکساری، مسکنت، غرض نشیب وفراز بلند وپست تمام اخلاقی پہلوؤں کے لیے جو مختلف انسانوں کو مختلف حالتوں میں یا ہر انسان کو مختلف صورتوں میں پیش آتے ہیں۔ ہم کو عملی ہدایت اور مثال کی ضرورت ہے مگر وہ کہاں مل سکتی ہے؟ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ہم کو سرگرم شجاعانہ قوتوں کا خزانہ مل سکتا ہے مگر نرم اخلاق کا نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاں نرم اخلاق کی بہتات ہے مگر سرگرم اور خون میں حرکت پیدا کرنے والی قوتوں کا وجود نہیں۔ انسان کو اس دنیا میں ان دونوں قوتوں کی معتدل حالت میں ضرورت ہے اور ان دونوں قوتوں کی جامع اور معتدل مثالیں صرف پیغمبر اسلام ﷺ کی سوانح میں مل سکتی ہیں۔ غرض ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفہ انسانی اور ہر حالت انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے اگر دولت مند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو، اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو، اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر فاتح ہو تو بدر وحنین کے سپہ سالار پر نگاہ دوڑاؤ، اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکہ احد سے عبرت حاصل کرو، اگر تم استاد ومعلم ہو تو صفہ کی درس گاہ کے معلم قدس کو دیکھو، اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ، اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو، اگر تنہائی و بے کسی کے عالم میں حق کے منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار ومددگار نبی ﷺ کا اسوہ حسنہ تمہارے سامنے ہو، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو اگر اپنے کاروبار اور دنیاوی جدوجہد کا نظم ونسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور نظم ونسق کو دیکھو، اگر یتیم ہو تو عبداللہ و آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو، اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے بچے کو دیکھو اگر تم جوان ہو تو مکہ کے ایک

چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر سفری کاروبار میں ہو تو بصریٰ کے کاروان سالار کی مثالیں ڈھونڈو، اگر عدالت کے قاضی اور پنچایتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نور آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجراسود کو کعبہ کے ایک گوشے میں کھڑا کر رہا ہے اور مدینے کی کچی مسجد میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو، جس کی نظر میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہؓ اور عائشہؓ کے مقدس شوہر کی حیات پاک کا مطالعہ کرو، اگر اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ اور حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کے نانا کا حال پوچھو۔ غرض تم جو کوئی ہو اور کسی حال میں بھی ہو تمہاری زندگی کے لیے نمونہ، تمہاری سیرت کی درستی و اصلاح کے لیے بھی سامان تمہارے ظلمت خانہ کے لیے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد ﷺ کی جامعیت کبریٰ کے خزانہ میں ہر وقت مل سکتا ہے اللہ سید صاحبؒ کی قبر پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے بھٹکے ہوئے انسان کو ہدایت کے نور سے منور کر دیا ان پڑھوں کو دنیا کا حکمران بنا دیا۔ حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام لانے سے قبل میرے والد مجھے مارتے تھے کہ تمہیں اونٹ چرانے بھی نہیں آتے اور آج اسلام کی برکت سے جس شخص کو اونٹ چرانے نہیں آتے تھے ہزاروں مربع میل کا حاکم بنا دیا ہماری کامیابی بلند و بانگ دعووں میں نہیں بلکہ اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے میں ہے دعوت لا الہ سے آپ سرکار ﷺ نے دنیا میں دھوم مچا دی سوئی ہوئی خلق خدا کو جگا دیا باطل و کفر کے ایوانوں میں کہرام بپا ہو گیا۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن ☆ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

جہاں جہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہے وہاں وہاں محمد رسول اللہ ﷺ کا نام بھی لیا جاتا ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی شان والا

آپ ﷺ کی تشریف آوری سے غنچے مسکرا اٹھے ذرے جگمگا اٹھے، درختوں نے سلام کیے، پتھروں نے شہادت کے کلمے پڑھے، کائنات کی خزاں پہ بہار آ گئی ان کا مقابلہ نہ حسن یوسف علیہ السلام کرنے نہ عیسیٰ علیہ السلام کی پھونک کرے۔

حسن یوسف علیہ السلام دم عیسیٰ علیہ السلام ید بیضا داری ☆ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شاعر نبی ﷺ نے کس خوبی کے ساتھ نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ ☆ كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

وَأَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي ☆ وَأَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

یعنی آپ ﷺ ہر عیب سے ایسے پاک ہیں جیسے کہ آپ ﷺ خود اپنی مرضی سے پیدا ہوئے ہوں۔ آپ ﷺ سے زیادہ حسین میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ سے زیادہ جمال والا کسی ماں نے جنا نہیں۔ آپ ﷺ نے ساری کائنات سے صرف اللہ کے لیے جنگ لڑی۔

مولانا جوہرؔ نے کیا خوب کہا ہے:

توحید یہ ہے کہ خدا بندے سے حشر میں یہ کہہ دے ☆ یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

۱) جب مشرکین مکہ نے پیشکش کی کہ اگر آپ ﷺ مال چاہتے ہیں تو ہم سب مل کر آپ ﷺ کو اپنا مال دیں گے کہ آپ ﷺ ہم سب سے زیادہ مالدار ہوں گے۔

۲) اگر آپ ﷺ سرداری چاہتے ہیں تو ہم آپ ﷺ کو اپنا سردار بنا دیتے ہیں۔

۳) اگر آپ ﷺ کو خوبصورت رشتہ چاہیے تو آپ ﷺ جہاں فرمائیں انگلی اُٹھائیں ہم آپ ﷺ کا رشتہ وہیں کر دیں۔ قربان جائیں آپ ﷺ نے فرمایا: اے قریش اگر تم میرے ایک ہاتھ پر سورج لا کر رکھ دو، دوسری ہتھیلی پر چاند لا کر رکھ دو تب بھی میں کلمہ حق دین کی اشاعت کرنے سے باز نہ آؤں گا۔ اخلاق آپ ﷺ کے ایسے عالی تھی کہ دشمن بھی اعتراف کرتے جو ایک مرتبہ آپ ﷺ سے مل لیتا آپ ﷺ کا ہو کر رہ جاتا، آپ ﷺ ہر پہلو ہر اعتبار سے کامل تھے، پیدائش وبچپن ۹ ربیع الاول اھ عام الفیل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے دنیا میں تشریف لائے نام دادا نے محمد رکھا والدہ نے احمد نام رکھا سبحان اللہ کیا خوب نام ہے والد کا نام عبداللہ تھا والدہ کا اسم گرامی آمنہ، گویا ان کے شکم میں پرورش پائی حلیمہ نے حلم کا دودھ پلایا۔ والد کا انتقال پیدائش سے پہلے ہو چکا تھا۔ تاجدار کونین دنیا میں یتیمی میں آئے دنیا کے یتیموں کو تسلی ہے کہ فکر نہ کرو کائنات کا تاجدار مقصود کونین بھی یتیم تھا۔ چھ سال کے تھے والدہ فوت ہو گئیں، نو سال میں دادا کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، صرف اللہ کا سایہ ہی سر پر تھا۔ آپ ﷺ اَن پڑھ تھے مکہ میں کوئی مدرسہ وکالج نہ تھا گویا اللہ خود معلم تھا محمد ﷺ شاگرد تھے۔ دنیا کے مکتب میں نہ پڑھنے والے نے اپنے علم وحکمت سے دنیا کے کتب خانہ دھو ڈالے۔

یتیمے کہ نہ کردہ قرآن درست ☆ کتب خانہ چند ملت بشست

<u>نبوت سے پہلے:</u>

نبوت سے پہلے مظلوموں کی دادرسی کے لیے معاہدہ حلف الفضول کرایا نکاح عفت و پاک دامنی دیکھیے ۲۵ سال کی عمر میں چالیس سالہ عورت خدیجہ طاہرہؓ سے شادی کی بیواؤں کے لیے سہارا بنے۔

حجر اسود کا تصفیہ:

جب ۳۵ سال کے تھے اور خانہ کعبہ سیلاب سے بہہ گیا تھا اور دوبارہ تعمیر کی گئی جب حجر اسود کے نصب کرنے کا معاملہ آیا تو قریب تھا کہ لڑائی چھڑ جائے۔ ہر قبیلہ کی خواہش تھی کہ وہ حجر اسود نصب کرے آپ ﷺ نے عدل سے ایک چادر میں حجر اسود رکھ کر ان سب سے اٹھوایا یوں دنیا میں امن قائم کرنے والے نے امن قائم کرا کر دکھایا۔

نبوت نبوت ملنے سے پہلے کئی کئی دن غار حرا میں تنہا گزارتے اور آپ کی عبادت غور و فکر تھی۔ چالیس سال میں تاج نبوت سر پر رکھا گیا مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے آپ ﷺ کے دوست خاص صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ طاہرہؓ، بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ غلاموں میں ایمان کے اعتبار سے پیش قدمی کرنے والے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔

تبلیغ آپ ﷺ کی تین سالہ خفیہ تبلیغ کے نتیجہ میں چالیس (۴۰) مسلمان ہوئے چوتھے سال کوہ فاران پر کھڑے ہو کر توحید حق کی طرف بلایا نتیجتاً ساری قوم دشمن بن گئی۔ چوتھے سال دار ارقم کو مرکز بنایا مشورہ وغیرہ کے لیے پانچویں سال آپ ﷺ کے مشورہ سے گیارہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جن میں آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ زوجہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی تھیں حبشہ کی طرف ہجرت کی شاہ نجاشی نے بڑا اکرام کیا۔ چھٹے سال حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ ساتویں سال کفار نے آپ ﷺ کو وادی شعب ابی طالبؓ میں بمع کنبہ کے محصور کر دیا۔ تین سال اس وادی میں سردار دو جہاں نے اور آپ ﷺ کے ہمراہیوں نے فاقے مصیبتیں جھیلیں جس سے پہاڑوں کے دل دہل جائیں مگر کافروں کو ذرا بھی ترس نہ آیا۔ دسویں سال دیمک نے وہ معاہدہ چاٹ لیا۔ محاصرے سے نکلے کہ چند روز بعد ابو طالب و سیدہ خدیجہ طاہرہؓ انتقال کر گئے۔ اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال کہا جاتا ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے طائف کا سفر کیا، مگر لوگوں نے پتھر برسا کر آپ ﷺ کو لہولہان کر دیا۔ یہ دعا مانگی، الٰہی ان کو چشم بصیرت دے یہی ہیں عقل کے اندھے انہیں نور ہدایت دے۔ سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں۔

گیارہویں سال مدینہ سے حج کے لیے آئے ہوئے قبیلہ خزرج کے چھ آدمی اسلام لائے بارہویں سال مدینہ کے بارہ آدمی اسلام لا کر وادی عقبہ میں بیعت ہوئے تیرھویں سال مزید ستر مرد و عورتوں نے اسلام لا کر بیعت کی۔ اس حالت کو دیکھ کر دار الندوہ میں قریش نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا

منصوبہ بنایا، مگر جس کو رکھے اللہ اس کو چکھے کون آخر آپ ﷺ پیر کے روز ۸ ربیع الاول یثرب ہجرت کر کے تشریف لائے۔ ہجرت کے ایک سال بعد کفر پھر حرکت میں آیا ایک ہزار کیل کانٹے سے مسلح جوان اسلام و مسلمانوں کو ختم کرنے آئے اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ بدر کے مقام پر جسے دُنیا جنگ بدر کے نام سے یاد کرتی ہے۔ کفر مغلوب و ذلیل ہوا۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن ☆ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
کچھ اخلاق نے کرلی کچھ تلوار نے لی ☆ دنیا مسخر شہ ابرار نے کرلی
ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز ☆ چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اسی طرح جنگ احد جنگ خندق ہوئی مگر کفر حق کو نہ مٹا سکا۔ آٹھ (۸) ہجری، ہجرت کے آٹھ سال بعد آپ ﷺ دس ہزار جانثاروں کو لے کر بیت اللہ کو کفر سے پاک کرنے کے لیے آئے مکہ فتح ہوا مشرک مغلوب ہوئے، بتوں کو صاف کیا گیا کفر سرنگوں تھا پرچم اسلام لہرا رہا تھا لیکن آپ ﷺ نے اس فتح کے موقع پر کوئی جشن نہیں منایا نہ دشمنوں کو مارا نہ کشتوں کے پشتے لگائے بلکہ اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَرْحَمَة لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْم فرما کر دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اس کے بعد یہودیوں نے مل کر مسلمانوں کو ختم کرنے کی کوشش کی غزوہ حنین ہوا مگر انجام وہی۔

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں ☆ دبی ہے آگ جگر کی مگر بجھی تو نہیں
جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی ☆ کٹی ہے برسر میدان مگر جھکی تو نہیں
آئین جوانمرداں حق گوئی و بے باکی ☆ اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی
یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند ☆ بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

امن وسلامتی کا مذہب:

مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے یہ اعتراض بالکل غلط ہے کیونکہ جنگ تو ہر مذہب کے لوگوں نے برائی کو ختم کرنے کے لیے لڑی ان کی نیت خیر پھیلانا ہوتی تھی راستہ پر چلتے ہوئے پتھر آجائیں تو ہٹانے ہی پڑتے ہیں پھر یہ کہ جتنی بھی آپ ﷺ نے جنگیں لڑی ہیں وہ سب دفاعی لڑائیاں تھیں پہل ہمیشہ کفر کی ہے۔ زمانہ نبوی کی جنگوں میں مسلمانوں اور کافروں کو ملا کر کل جانیں جو ختم ہوئیں ان کی تعداد ایک ہزار اٹھارہ (۱۰۱۸) ہے اب غور فرمائیں صرف اتنی جانیں گئیں وحشی متمدن بن گئے کافر و مشرک موحد بن گئے، مردے زندہ بن گئے ذلیل معزز بن گئے راہزن راہبر بن گئے چور پاسبان بن گئے، جاہل عالم بن گئے، ظالم سنگدل عادل رحیم بن گئے، دنیا میں انصاف آگیا،

مظلوموں کی دادرسی ہوئی خوف ختم ہوا امن آیا اس لیے آج بھی ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ دین اسلام پر عمل کر کے دنیا میں امن قائم کریں انصاف قائم کریں۔

خطبہ حجۃ الوداع:

دس (۱۰) ہجری میں آپ ﷺ نے آخری حج کیا اور میدان عرفات میں تاریخی خطبہ دیا یہ خطبہ امن عالم کے لیے آخری منشور تھا اس میں آپ ﷺ نے آزادی و مساوات اخوت کا پیغام دیا۔ توکل، صبر، باہمی اخوت و اتحاد اور اللہ کی رضا کا درس دیا سورۃ اذا جاء نصر اللہ اس حج کے بعد نازل ہوئی، لوگوں کے جوق در جوق اسلام میں داخلے کی بشارت دی گئی آپ ﷺ نے بائیس (۲۲) ہزار تین سو (۳) چھ (۶) گھنٹے اس دنیائے فانی میں گزارے آخر تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں پیر کے روز بارہ (۱۲) ربیع الاوّل کو مدینہ میں یہ آفتاب عالم تاب غروب ہوا مسلمانوں کا ماضی جتنا درخشاں ہے اتنا کسی قوم کا نہیں ضرورت اس بات کی ہے ہم صرف رسم کی بجائے حقیقت کے مسلمان بنیں روایات کی بجائے حقیقت پر عمل پیرا ہوں رسوم کو چھوڑ کر سنت پر عمل کریں۔ عاشقان رسول ﷺ ہونے کے بلند و بانگ دعوے کرنے میں کامیابی نہیں بلکہ عمل کرنے میں کامیابی ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی ☆ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

اگر ہم اپنے سینے میں دھڑکتا ہوا دل رکھتے ہیں تو پھر آیئے آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہمارے لیے زندگی کے ہر موڑ پر مشعل راہ ہے وہ سید کونین ہے، محبوب خدا ہے، وہ فخر انبیاء ہے، وہی نور ہدیٰ ہے۔

اشراف ہیں بے شکل تو جمہور میں یکتا ہے ☆ امی ہے، مگر خالق تہذیب و وفا ہے

طائف میں لہو دے کے کیا دیں کو گلرنگ ☆ وہ بدر کے میدان میں مصروف دعا ہے

(ثمر)

نپولین کہتا ہے۔ محمد ﷺ دراصل سردار اعظم تھے۔ انہوں نے اہل عرب کو درس اتحاد دیا اور ان کے باہمی تنازعات اور جھگڑے ختم کیے۔ تھوڑی مدت میں آپ ﷺ کی اُمت نے نصف دنیا فتح کر لی۔ پندرہ سال کے عرصے میں لوگوں کی بہت بڑی تعداد بتوں اور جھوٹے دیوتاؤں کی پرستش سے تائب ہوگئی اور مٹی کے بت اور دیویاں مٹی میں ملادی گئیں۔ یہ حیرت انگیز کارنامہ محض محمد ﷺ کی تعلیمات اور ان پر عمل کرنے کے لیے سب انجام پایا اور وہ بھی صرف پندرہ سال کی قلیل مدت میں جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پندرہ سو سال کی مدت میں بھی اپنی امتوں کو سیدھے راستے پر لانے میں کامیاب نہ ہوئے تھے۔ (نپولین بوناپارٹ)

برنارڈ شا کہتا ہے، میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ محمد ﷺ ایک عظیم ہستی اور صحیح معنوں میں انسانیت کے نجات دہندہ ہیں۔ (جارج برنارڈ شا) افسوس کہ کافروں کو حضور ﷺ کی اتباع میں نجات نظر آتی ہے مگر ہم مسلمانوں کو غیروں کی اتباع کرنے میں فخر ہے یہود ونصاریٰ کی راہ پر چلنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔ آپ ﷺ ایسے کامل انسان تھے آپ ﷺ کی نظیر آج تک دنیا میں نہ آئی ہے نہ آئے گی کوئی رہبر ایسالائحہ عمل نہیں لایا جیسا کہ اسلام ایک مکمل دستور حیات آپ ﷺ لائے ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت پر عمل کرنے سے آخرت بھی سدھر جاتی ہے اور دنیا بھی سدھر جاتی ہے دنیا کا امن وسکون وچین محض اور محض آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے میں ہے دنیا کے جتنے نظام آئے یا اب موجود ہیں وہ دم توڑ گئے یا دم توڑ رہے ہیں وہ وقتی ہیں مگر ایک زندہ مذہب اسلام ہے جو آج بھی اسی طرح تازہ ہے جیسے آج سے چودہ سو برس پہلے تھا اگر آج سے چودہ سو برس پہلے عرب کے بدو گنوار جاہل وحشی عمل کر کے دنیا کے تاجدار بن سکتے ہیں تو کیا آج کا معاشرہ جو پڑھا لکھا ہے اسلام پر عمل کر کے دنیا کو امن وسکون کا گہوارہ نہیں بنا سکتے یقیناً بنا سکتے ہیں مگر بات ساری عمل کی ہے ورنہ کسی نے کیا خوب کہا ہے مسلمان در گور و مسلمانی در کتب۔ یعنی مسلمان اصلی قبروں میں چلے گئے اور مسلمانی کتابوں میں رہ گئی۔ صحابہ کرام ﷺ برملا یہ اعلان کرتے تھے کہ اسلام کو دیکھنا ہو تو ہمیں دیکھو مگر آج ہم کہتے ہیں کہ مسلمانی دیکھنی ہو تو فلاں کتاب دیکھو۔

فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی ☆ رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے ☆ یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے
تیری شریعت عظیم تیری نبوت جلیل ☆ تری ادائیں حدیث تری نگاہیں پیام

آج دنیا کی جتنی مہذب ومتمدن قومیں ہیں وہ مجبور ہیں یہ ماننے پر کہ واقعی محمد ﷺ عظیم رہبر و راہنما تھے۔ آج کا یہ عروج، یہ ثقافت، یہ تہذیب، یہ سائنسی تحقیقات اس محسن انسانیت کی مرہون منت ہیں جن کے صدقے یہ دنیا وجود میں آئی، جو فاران کی چوٹیوں سے آفتاب ہدایت بن کر دنیا پر طلوع ہوا آج بھی وہ سورج روشن وتاباں ہے اس کی روشنائی سے راہ حاصل کی جائے ورنہ اپنا ہی نقصان اور اپنی ہی کم نصیبی ہے۔ آپ ﷺ کے چند موتی جیسے ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

۱) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ایذا سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔
۲) وہ شخص مومن نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کے پاس ہمسائے فاقے سے رہیں۔
۳) مظلوم کی بددعا سے بچو! کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

۴)　جس کی پرورش حرام غذا سے ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

۵)　مسلمان کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے اور قتل کرنا کفر ہے۔

۶)　اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے۔

یا الہ العالمین ہم سب کو اپنے محبوب ﷺ کی اتباع نصیب فرما۔ آمین یا رب العالمین

زمین نازاں، فلک نازاں، بشر نازاں، ملک نازاں
خدائے پاک نازاں اس کی عظمت ناز کرتی ہے
شجر ہو یا حجر ہو چاند ہو، سورج ہو، تارے ہوں
تمہاری ذات پر دنیا کی خلقت ناز کرتی ہے
(محسن اعظم کرمی)

مجلس عالم میں وہ جان بہار آہی گیا
بوٹے بوٹے پتے پتے پر نکھار آ ہی گیا

باب دوم:

حضور ﷺ کے بچپن کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَآوٰى وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى فَأَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾　(سورۃ ضحیٰ پارہ ۳۰)

اس مبارک سورۃ کا شان نزول یہ ہے کہ بعض وجوہ سے کچھ دن وحی آنا بند رہی کفار مکہ نے آپ ﷺ کو طعن دیئے ابولہب کی بیوی ام جمیل نے آپ حضور ﷺ کی سخت توہین کی جبریل امین علیہ السلام کو برا بھلا کہا اور کہا اے محمد ﷺ اب تمہارے اوپر تمہارا وہ شیطان نازل نہیں ہوتا حضور ﷺ یہ سن کر سخت رنجیدہ ہوئے اللہ تعالیٰ کو آپ کا غمگین رہنا منظور نہ تھا فوراً یہ سورۃ نازل ہوئی حضور ﷺ کی غمی کو خوشی سے بدل دیا گیا، اہل مکہ و مشرکین کے خیال ناپاک کو غلط ثابت کیا گیا فرمایا "قسم ہے چڑھتے دن اور اندھیری رات کی۔ چڑھتے دن سے مراد آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ اور اندھیری رات سے

نبوت سے پہلے کا زمانہ مراد ہے۔"

حضور ﷺ کی نبوت کو چڑھتے دن سے تشبیہ دی۔

بصد انداز یکتائی بغایت شان زیبائی ☆ امین بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم ☆ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

وَاَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ ☆ وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ ☆ کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کیا انصاف ہے ☆ اس کے منہ پر چھائیاں مدنی کا چہرہ صاف ہے

اَلصُّبْحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِہٖ ☆ وَاللَّیْلُ دَجٰی مِنْ وَفْرَتِہٖ

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَر ☆ مِنْ وَّجْہِکَ الْمُنِیْرِ وَلَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرُ

لَایُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ ☆ بعد از خدائے بزرگ توئی قصہ مختصر

آمد آمد کی خبر سن کر حسینان جہاں ☆ شرم سے منہ چھپاتے کہ وہ آتے ہیں

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا ☆ اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

حضور انور ﷺ کی نبوت مانند صبح روشن کی طرح یا روز روشن کی طرح ہے اور کفار و مشرکین کو چگادڑ سے تشبیہ دی کیونکہ اہل مکہ حضور ﷺ کو نبوت سے پہلے سچا کہتے، امین کہتے اور محبوب رکھتے تھے نبوت کے بعد مخالف و دشمن بن گئے تو ان کی مثال چگادڑ کی ہوگئی، کیونکہ وہ بھی طلوع آفتاب سے پہلے خوشی خوشی پرواز کرتی رہتی ہے جونہی سورج طلوع ہوا چھپنا شروع ہوگئی پریشان ہوگئی۔ دوسری تفسیر ضحیٰ سے مراد سرکار ﷺ کا چہرہ ہے اور لیل سے مراد حضور ﷺ کی زلفیں ہیں کیونکہ ابولہب کی بیوی نے حضور ﷺ کی توہین کی، چہرہ پر مٹی پھینکی اللہ نے اسی چہرہ کو روشن کہا جیسے آفتاب سے تاریکی دور ہوتی ہے حضور ﷺ نے کفر کی تاریکی دور کردی ایمان کی روشنی پھیلادی یا ضحیٰ سے مراد دن اور لیل سے مراد رات ہے یعنی جس طرح رات دن کا انقلاب ہے اسی طرح یہ حالت بھی بدل جائے گی۔ آپ ﷺ کی بظاہر جو بے عزتی کر رہے ہیں وہ خود بے عزت و ذلیل ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ کی عزت میں مزید اضافے ہوں گے، کیونکہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں نہ آپ ﷺ کو چھوڑا اور نہ آپ ﷺ سے ناراض ہوئے یہ ہے اس آیت کی تفسیر ﴿وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی﴾ اور آپ کی پچھلی گھڑی پہلی سے بہتر ہے، پہلی گھڑی سے مراد نبوت سے پہلے زمانہ ہے اور پچھلی گھڑی سے مراد نبوت ملنے کے بعد کا زمانہ ہے۔ یعنی نبوت سے پہلے مشرکین و کفار آپ ﷺ سے محبت رکھتے تھے نبوت کے ملنے کے بعد مخالف ہوں گے مگر ہم پہلے سے بھی زیادہ درجہ عطا کریں گے

پہلے سے بھی زیادہ محبوب بنائیں گے یا پہلی گھڑی سے مراد مکہ کی سکونت ہے اور آخری گھڑی سے مراد آپ حضور ﷺ کی مدینہ طیبہ کی سکونت مراد ہے اس میں بھی اللہ جل جلالہ کی طرف سے آپ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ مکہ میں جو کچھ آپ ﷺ کو تکلیفیں دی گئی ہیں ان سب کا تدارک مدینہ میں ہو جائے گا۔ مدینہ میں دشمن دوست بن جائیں گے۔ بیگانے جاں نثار بن جائیں گے، مکہ فتح ہوگا بت خانہ خانہ خدا بن جائے گا۔

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا ☆ ہم ہیں پاسباں اس کے وہ ہے پاسباں ہمارا

یا پچھلی گھڑی سے مراد آخرت ہے اور پہلی گھڑی سے مراد دنیا ہے یعنی دنیا میں جو آپ ﷺ کو تکالیف آئی ہیں آپ ﷺ غم نہ کریں۔ آخرت میں آپ ﷺ کو اس کے بڑے درجے ملیں گے اور آپ ﷺ خوش ہوں گے۔

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ اور البتہ دے گا آپ ﷺ کو رب آپ ﷺ کا کہ آپ ﷺ خوش ہو جائیں گے اس عطیہ سے مراد اُمت کی کثرت ہے یا اُمت کی مغفرت اور شفاعت ہے جس کے متعلق آپ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں" کہ جب تک ایک ایک اُمتی کو نہ بخشوالوں گا اپنے رب سے راضی نہ ہوں گا۔"

﴿اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾

[سورۃ الضحیٰ پارہ ۳۰ آیت ۶ تا ۱۱]

"اے نبی آپ ﷺ یتیم تھے اللہ نے آپ ﷺ کو آرام سے رکھا اور آپ ﷺ کو گم کردہ راہ پایا پس اس نے رہنمائی فرمائی پس آپ ﷺ کو غریب پایا پھر غنی کیا۔ پھر یتیم کو نہ جھڑکیں اور کسی سائل کو نہ ڈانٹیں اور اللہ کی نعمتوں کو ظاہر کریں بیان کریں۔"

حضور انور ﷺ یتیم تھے اللہ نے بادشاہوں سے بھی زیادہ آرام سے رکھا اور حضور ﷺ کے قدموں میں دنیا کے خزانے رکھ دیئے اور صحابہ ؓ نے اپنے مال آپ ﷺ کے اشارے پر قربان کر دیئے۔ حضرت خدیجہ ؓ نے اپنا مال آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا جیسے آپ ﷺ یتیم و نادار تھے اللہ نے سہارا دیا اسی طرح آپ بھی یتیم کو سہارا دیں سائل کو نہ جھڑکیں اور اللہ کی نعمتوں کا اظہار کریں۔

(شواہد النبوت، تاریخ الخمیس)

((قَالَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ اِنَّهٗ قَالَ لَيْلَةَ مِيْلَادِ مُحَمَّدٍ ﷺ كُنْتُ فِي الطَّوَافِ فَلَمَّا مَضٰى نِصْفُ اللَّيْلِ رَاَيْتُ الْكَعْبَةَ سَجَدَتْ نَحْوَ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ وَسَمِعْتُ صَوْتَ التَّكْبِيْرِ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْآنَ طَھُرَتْ مِنْ اِنْجَاسِ الْمُشْرِکِیْنَ))

ترجمہ: ''عبدالمطلب جناب سید المرسلین ﷺ کی شب ولادت کا ذکر کرتے ہیں کہ اس رات میں خانہ کعبہ کا طواف کررہا تھا یک میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ مقام ابراہیم کی طرف جھکا اور سجدہ کیا پھر کعبہ سے آواز آئی اللہ اکبر اللہ اکبر آج میں مشرکین کی نجاست شرک سے پاک ہوا ترپن (۵۳) سال کے بعد آپ حضور ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔''

﴿اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا﴾

[سورۃ توبہ پارہ ۱۰ آیت ۲۸)

''بے شک مشرکین ناپاک ہیں اب مسجد حرام کے پاس نہ آئیں۔''

نکتہ: حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت کعبہ کے اندر پڑے ہوئے بت اور سارے جہاں کے بت منہ کے بل سجدہ میں گرے سب نے جھک کر سلام کیا یہ اس بات کی دلیل تھی کہ حضور ﷺ دعوت توحید لے کر آرہے ہیں شرک وکفر کو مٹانے آئے ہیں۔ (شفاء قاضی عیاض، مواہب لدنیہ ابونعیم فی الدلائل)

کسریٰ کے محل کے کنگرے گر گئے آتش پرستوں کی آگ بجھ گئی:

عَنْ ھَانِیِ الْمَخْزُوْمِیِّ وَاَتَتْ لَہٗ مِائَۃٌ وَخَمْسُوْنَ سَنَۃً قَالَ لَمَّا کَانَتِ اللَّیْلَۃُ الَّتِیْ وُلِدَ فِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِرْتَجَفَ اَیْوَانُ کِسْرٰی وَسَقَطَتْ مِنْہُ اَرْبَعَۃَ عَشَرَ شُرْفًا وَخَمِدَتْ نَارُ فَارِسٍ وَلَمْ تَخْمَدْ قَبْلَ ذٰلِکَ بِاَلْفِ عَامٍ الخ.

ترجمہ: ''ہانی مخزومی جن کی عمر پورے ڈیڑھ سو سال کی تھی بیان کرتی ہیں کہ جس رات جناب رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے شاہ فارس کے محل میں زلزلہ آیا اور دیوان خاص کا شہ نشین پھٹ گیا اور چودہ کنگرے اس کے گر گئے، شاہ فارس کے آتش خانہ کی آگ بجھ گئی، جو آج تک پورے ایک ہزار سال سے کبھی نہ بجھی تھی اور ایک چشمہ جس کا نام بحیرہ ساوہ تھا زمین میں اتر گیا وہ جگہ خشک ہوگئی۔ ایک مجوسی عالم نے اسی رات کو خواب دیکھا کہ سرکش اونٹ گھوڑوں کو کھینچے لیے آرہے ہیں پھر دریائے دجلہ سے پار اتر کر سارے ملک فارس میں پھیل گئے، شاہ فارس نے ان واقعات کو عبدالمسیح نامی شخص کے ہاتھ سطیح کاہن کے پاس بھیجا جو جن کے ذریعہ سے غیب کی باتیں بتایا کرتا تھا، جب عبدالمسیح نے سطیح سے واقعات بیان کیے سطیح نے کہا اب چودہ بادشاہ فارس کے ملک میں تخت نشین ہوں گے اس کے بعد عرب کے لوگ فارس کے ملک پر غالب آئیں گے۔ شاہ فارس یہ تعبیر سن کر بے فکر ہوا اور یہ کہا کہ چودہ بادشاہت سے کیا سے کیا ہو جائے گا۔

اشارات شاہ فارس کے محل میں زلزلہ آنا، طاق شاہی پھٹنا، ملک فارس کی بیخ کنی کی طرف اشارہ تھا زلزلہ سے چودہ کنگرے گر جانا چودہ بادشاہوں کے بعد سلطنت کا غارت ہونا مراد تھا، چار برس میں دس بادشاہ ختم ہوئے باقی چار بادشاہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت تک رہے پھر سب کا خاتمہ ہو کر آج تک دنیا بھر میں ان کی سلطنت نصیب نہ ہوئی جو کنگرے گرے ان سے چودہ بادشاہ مراد ہوئے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ فارس کے چودہ بادشاہ ہوں گے مگر بہت شکستہ اور پست حالت میں اور نہایت گرے ہوئے ہوں گے یعنی تخت نشین بادشاہ ایسے ہوں گے جیسے شکستہ کنگرے زمین پر پڑے ہوں۔ ایک ہزار سال سے بادشاہ کے آتش خانہ کی آگ ایک دم کے لیے کبھی نہ بجھی تھی اور صندل اور عنبر و مشک اس میں ہمیشہ کے لیے جلایا جاتا تھا آپ ﷺ کی ولادت کی رات یک بیک بالکل بجھ گئی۔ بحیرہ ساوہ چشمہ زمیں اترا اور آتش خانہ میں کئی سو میل کے فاصلہ سے نکل آیا اس میں اشارہ تھا کہ آج وہ مبارک نبی ﷺ اس جہان میں تشریف لائے جو جہنم کی آگ میں پانی ڈال کر سرد کریں گے اور باطل معبودوں کو غارت کریں گے، شاہ فارس کے آتش خانہ کو سرد کرنے سے یہ مراد تھی کہ لو وہ تمہارا ہزار سالہ خدا ہمارے رسول ﷺ کے قدموں پر نثار ہو کر فنا ہو گیا تم بھی اس کے بعد عنقریب فنا ہو جاؤ گے، ورنہ سچے اللہ اور سچے دین کی پناہ میں آ جاؤ۔ عرب کے ستر سوار فارس میں بادشاہت کریں گے، پھر یہ سب کچھ پورا ہوا شاہ فارس اس کی بیگمات، لونڈیوں کی قطار میں امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوئیں شاہ فارس کی تلوار اور ہاتھ کے کنگن حسب الارشاد جناب رسول اللہ ﷺ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ اعرابی کو عطا ہوئے (فی المواهب) وَسُقِطَتِ الْاَصْنَامُ روئے زمین کے بت اوندھے گرے (احسن المواعظ)

یمن میں ایک عامر نامی شخص اپنے بت خانہ میں بیٹھا تھا، سید المرسلین کی ولادت مبارک کے وقت آپ ﷺ کا نور مشرق سے مغرب، جنوب سے شمال زمین سے آسمان تک محیط تھا حق نے عامر کے سامنے سے پردہ اٹھایا عامر کو دروازے آسمان کے کھلے ہوئے ملائک اترتے ہوئے، پہاڑ اور درخت سجدہ کرتے ہوئے نظر آئے حیران تھا یہ کیا ہو رہا ہے یکایک عامر کا بت اوندھا گرا اور یہ کلام کیا: "وُلِدَ النَّبِيُّ الْمُنْتَظَرُ الَّذِيْ يُخَاطِبُهُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ وَيَنْشَقُّ لَهُ الْقَمَرُ" ترجمہ: "جہاں میں تشریف لائے وہ نبی ﷺ جن کا سینکڑوں برس سے انتظار تھا جن سے درخت اور پتھر کلام کریں گے جن کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوگا۔" یہ سن کر عامر نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تم نے بھی سنا جو میں سنتا ہوں، بی بی نے کہا ہاں عامر ذرا یہ تو پوچھ لو کہ وہ کہاں پیدا ہوں گے اور کیا نام ہے۔ "فَقَالَ يَا اَيُّهَا الْهَاتِفُ مَا اِسْمُ هٰذَا الْمَوْلُوْدِ فَقَالَ اِسْمُهٗ مُحَمَّدٌ مُصْطَفٰى ﷺ" ترجمہ: "اے ہاتف غیبی اس مبارک فرزند

کا نام کیا ہے بت نے کہا کہ آپ ﷺ کا نام محمد مصطفی ﷺ ہے۔ (احسن المواعظ)

رضاعت مبارک کا بیان:

(بحوالہ معارج النبوت دلائل النبوت) ابونعیم حلیمہ بی بی فرماتی ہیں کہ جس سال آپ ﷺ پیدا ہوئے بڑی قحط سالی اور خشکی تھی ہمارا گذارا اس طرح تھا کہ صبح جنگل نکل جاتے اور گھاس پھونس کی جڑیں کھود کر کھاتے کبھی تین دن کا، کبھی زیادہ فاقہ ہوتا اسی بھوک کی تکلیف میں درد زہ لاحق ہوا مگر مجھے بھوک کی ایسی تکلیف تھی کہ اس کے سامنے بچہ ہونے کے دردوں کی کچھ تکلیف معلوم نہ ہوئی تکلیف کے سبب کبھی بے ہوشی ہوتی کبھی ہوشیار ہو جاتی فاقوں سے اس قدر کمزوری ہوئی کہ آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھ سکتی تھی، ایک رات اسی حالت میں سو رہی تھی یک بیک ایک شخص نہایت بزرگ صورت و سیرت میرے پاس آئے اور مجھے اٹھا کر ایک نہر پر لے گئے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ میٹھا تھا فرمایا اے حلیمہ تم اس پانی کو پیو اور مکہ معظمہ جاؤ یعنی حرم شریف وہاں رب العزت نے تمہارے لیے بڑی دولت رکھ چھوڑی ہے۔ حلیمہ فرماتی ہے کہ اس پانی کے پینے سے میری ساری تکلیف بھوک و پیاس و خشکی جاتی رہی دوبارہ زندگی کی امید قائم ہوئی صبح کو چہرے سے خوشی کے آثار نظر آتے تھے اہل مکہ نے کہا کہ حلیمہ آج تجھے خوشی کس بات کی ہے؟ حلیمہ کو خواب میں اس بزرگ نے بات چھپانے کی تاکید فرمائی تھی، اس لیے حلیمہ نے کچھ بات بیان نہیں کی۔

فوائد یہ نہر جو حلیمہ نے خواب میں دیکھی تھی پھر اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ شیریں پی کر دوبارہ زندہ ہوگئیں یہ نہر جنت کی نہر الحیوۃ ہے جس کی ادنیٰ صفت مردوں کا جلانا ہے یہ وہی نہر ہے کہ جب شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین ﷺ اپنی امت کے گناہ گاروں کو جہنم سے نکالیں گے آپ ﷺ کی سفارش سے خداوند کریم نہر الحیوۃ کو حکم دے گا نہر الحیوۃ فوراً جنت سے دوزخ کی طرف آئے گی سارے دوزخی لوگوں کو اس میں ڈالا جائے گا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ کالے سوختے چودھویں رات کے چاند کی صورت روشن ہو کر نہر سے برآمد ہو کر حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ جنت میں جائیں گے۔

نکتہ حلیمہ کو نہر الحیوۃ سے پانی کیوں پلایا گیا؟ اس میں حکمت یہ تھی کہ اب عنقریب حلیمہ کا دودھ حضور اکرم ﷺ نوش فرمائیں گے اور اسی دودھ سے جناب کا جسم اطہر نشوونما پائے گا۔ اس لیے آپ ﷺ کے دودھ پلانے والے کو نہر الحیوۃ کا پانی پلایا گیا تاکہ آنحضرت ﷺ میں مردوں کو زندہ کرنے کا (یعنی مردہ دلوں کو زندہ کرنے کا) اثر پیدا ہو جائے۔

حیات النبی کر کے بھیجا خدا نے ☆ کہ مژدہ ڈالوں کو جلائے محمد ﷺ

دائیوں کی مکہ روانگی:

دلائل النبوۃ ابونعیم دوسرے دن دائیوں کا قافلہ مکہ روانہ ہوا تا کہ وہ بچوں کو لائیں کیونکہ عرب میں یہ رواج تھا کہ شہر کے لوگ اپنے شیر خوار بچوں کو دائیوں کے حوالہ کر دیتے تا کہ وہ دیہات کے ماحول میں پرورش پائیں ان کی صحت بھی اچھی رہے اور زبان بھی فصیح رہے اس لیے کہ دیہات کی زبان خالص زبان ہوتی ہے حلیمہ کی سواری بھی کمزور و لاغر تھی سب سے بعد میں مکہ پہنچیں جب سب دائیاں اچھے کھاتے پیتے گھرانوں کے شیر خوار بچے لے چکیں تھیں حضور ﷺ یتیم تھے اس لیے کسی دائی نے لینا منظور نہ کیا۔ دنیا کے یتیموں فکر نہ کرو کائنات کا سردار یتیم بن کر آیا دائیاں بد قسمت تھیں کہ ایسے در یتیم سے محروم رہیں جن پر ساری دنیا کے سرمایہ داروں کو قربان کر دیا جائے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست ☆ تانہ بخشد خدائے بخشندہ
مبارکباد دنیا میں وہ شاہ مرسلیں آیا ☆ کہ جس سے بڑھ کے پیغمبر نہیں آیا
اللہ کے بعد اس کی شان عالی سب سے برتر ہے ☆ شہنشاہ زماں آیا شہنشاہ زمیں آیا
حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ☆ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حلیمہ بھی گھر گھر گئیں مگر کوئی بچہ نہ ملا آخر عبدالمطلب کے گھر آئی پوچھا کوئی بچہ ہو تو دے دو عبدالمطلب نے کہا بی بی بچہ تو ہے مگر وہ یتیم ہے اگر منظور ہو تو لے جاؤ شاید تیرا نصیب جاگ جائے۔ حلیمہ نے کہا ضرور خوشی سے پالوں گی یہ جواب سن کر عبدالمطلب کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔ عبدالمطلب نے حلیمہ سے پہلے بنی سعد کی سب عورتوں پر آمنہ کے لال کو پیش کیا مگر کسی نے منظور نہیں کیا کیونکہ عورتیں دنیا کی طلب اور تلاش میں تھیں جب حلیمہ نے دنیا کی دولت پر لات ماردی اور لازوال دولت کو منظور کیا اللہ نے اسے دونوں جہاں کی دولت سے مالا مال کر دیا عبدالمطلب دائی حلیمہ کو بی بی آمنہ کے گھر لائے حضرت آمنہ حضور ﷺ کے پاس لائیں۔

((قَالَتْ حَلِیْمَۃُ وَاَدْخَلَتْنِیْ فِی الْبَیْتِ الَّذِیْ فِیْہِ مُحَمَّدٌ ﷺ فَاِذَا ھُوَ مُلَدَّجٌ فِیْ ثَوْبِ صُوْفٍ اَبْیَضَ تَحْتَہٗ حَرِیْرٌ خَضْرَآءُ اِقِدٌ عَلَیْھَا تَفُوْحُ مِنْہُ رَائِحَۃُ الْمِسْکِ فَاَشْفَقْتُ اَنْ اُوْقِظَہٗ مِنْ نَوْمِہٖ وَلِحُسْنِہٖ وَجَمَالِہٖ فَوَضَعْتُ یَدِیْ عَلٰی صَدْرِہٖ فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا اَوْ فَتَحَ عَیْنَہٗ اِلَیَّ فَخَرَجَ مِنْھَا نُوْرٌ حَتّٰی دَخَلَ عَنَانَ السَّمَآءِ وَاَنَا اَنْظُرُ فَقَبَّلْتُہٗ وَحَمَلْتُہٗ))

ترجمہ: "حلیمہ کہتی ہیں۔ بی بی آمنہ مجھے وہاں لے گئیں جس مکان پر حضور ﷺ پر نور سفید اونی

کپڑا اوڑھے اور بستر ریشمی کپڑے کا بچھائے ہوئے تھے جسم مبارک سے مشک کی خوشبوئیں مکان کو مہکا رہی تھیں۔ آپ ﷺ کو یک بیک جگاتے مجھے ڈر لگا، اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر رکھا فوراً آپ ﷺ نے ہنستے ہوئے آنکھیں کھولیں، آپ ﷺ کی آنکھوں سے ایک نور نکلا جو حجرہ مبارک سے نکل کر آسمان تک پہنچا۔ یہ کرامت دیکھ کر بی بی حلیمہ نے آپ ﷺ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور جناب ﷺ کو گود میں اٹھالیا اور داہنی طرف سے دودھ آپ ﷺ کے منہ میں دیا اس سے پہلے میری چھاتی بالکل خشک تھی چھاتی آپ ﷺ کے منہ میں دیتے ہی دودھ سے بھر گئی، دودھ چھاتی سے باہر ٹپکنے لگا۔ آپ ﷺ نے جس قدر چاہا دودھ پی لیا پھر میں نے بائیں جانب کی چھاتی آپ ﷺ کے منہ میں دی جناب ﷺ نے منہ موڑ لیا اور ادھر سے نہ پیا بعض اہل علم نے فرمایا کہ رب العالمین نے آپ ﷺ کے دل میں الہام کیا تھا کہ یہ دودھ آپ کے بھائی کا حصہ ہے یعنی حلیمہ کے حقیقی بچہ کا حصہ ہے آپ ﷺ اسے نہ چکیں پھر آپ ﷺ نے کبھی بائیں جانب سے دودھ نوش نہ کیا۔

نکتہ: جب جناب ﷺ نے بائیں طرف سے دودھ نہ پیا اپنے رضاعی بھائی کا حق چھوڑ دیا یہ کیسے ہوسکتا ہے اگر آپ ﷺ کے بعد خلافت بلافصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کیوں اپنی جگہ نماز پڑھواتے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی امامت کراتے، جب حلیمہ کا دودھ حلیمہ کے فرزند کے لیے بلا تکلف چھوڑ دیا اسی طرح اگر خلافت بلافصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق ہوتی تو ضرور انہیں دیتے۔

نکتہ: اس میں اشارہ تھا کہ نبی ﷺ ہمارے اپنی تعلیم پر پہلے خود عمل کریں گے پھر دوسروں کو ہدایت کریں گے۔ مسلمانو! ہمارے نبی ﷺ جب ایسے منصف مزاج تھے کہ بچپن میں بھی دوسرے کا حق نہ پیا تو اُمت پر کیسے روا ہوگیا کہ پرائے مال ناحق کھاتی ہے دوسرے کی آبرو خراب کرتی ہے دوسروں کا خون بہاتی ہے پھر کس منہ سے قیامت کے دن حضور ﷺ کے سامنے جاؤ گے اگر قیامت کے دن حضور ﷺ نے پوچھ لیا کہ تم کو میری شیر خواری کا انصاف نہ پہنچا تھا پھر کس طرح تم نے ظلم کیے ناحق خون بہائے؟ اس وقت کیا جواب دو گے؟ مسلمانو! حضور ﷺ کی ولادت کی اصل خوشی یہ ہے کہ حضور ﷺ کا اتباع کیا جائے خالی جلسے جلوس کانفرنسیں چراغاں کرنے سے کام نہ چلے گا اگر چلتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم بھی یہی کچھ کر کے مطمئن ہو جاتے۔ بی بی آمنہ نے حلیمہ سے کہا کہ میرے اس یتیم کا خاص خیال رکھنا۔ حلیمہ کا دودھ کسی طرح کم نہ ہوتا تھا حضور ﷺ کے رضاعی بھائی بھی پیٹ بھر کے پیتے۔

حلیمہ کا در یتیم کو لے کر روانہ ہونا:

(سیرت نبویہ) دلائل نبوت ابونعیم (بحوالہ احسن المواعظ) حلیمہ کی دودھ کی اونٹنی انتہائی لاغر

تھی اس کا بچہ مارے بھوک کے مر گیا سواری کا جانور بھی لاغر کمزور تھا بیٹھ کر اُٹھنے کا نام نہ لیتا تھا جس وقت بی بی حلیمہ جناب کرامات مآب ﷺ کو لے کر خیمہ میں آئیں، کمزور اونٹنی فربہ ہوگئی خشک تھنوں میں دودھ بھر آیا حلیمہ نے ایک برتن دو برتن سب برتنوں میں دودھ بھرا مگر دودھ اسی طرح تھنوں میں موجود تھا جس اونٹنی کے تھنوں میں دودھ نہ تھا اس کے دودھ میں آج مشک پانی کی بھر گئی سواری کا گدھا بھی تیزی اور چالاکی سے آنحضرت ﷺ کی خوشی میں اُچھلنے لگا حلیمہ کے شوہر خوش تھے کہ کیا قسمت والا بچہ ملا ہے حلیمہ نے جب حضور ﷺ کو پیچھے بٹھا کر سواری کو چلانا چاہا تو سواری نہیں چل رہی تھی مگر جب حلیمہ نے حضور ﷺ کو آگے سوار کیا تو سواری تیزی سے چلی اشارہ تھا کہ یہ دنیا کا امام ہے اس کو آگے رکھو تو کام چلے گا اس طرح مسلمانو! حضور ﷺ کے دین کو آج ہر معاملے میں آگے رکھو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے ورنہ ناکامی ہی ناکامی ہے۔ سواری ایسی تیز چلی کہ بنی سعد کی دائیاں جو پہلے امیروں کے بچوں کو لے کر چل پڑی تھیں اب سب سے پیچھے رہ گئیں۔ آج اس کی حالت کو دیکھ کر ساری دائیاں اور قافلے والے تعجب سے پوچھتے اور کہتے تھے کہ حلیمہ کیا یہ وہی جانور ہے جس پر تم سوار ہو کر مکہ سے آئی تھیں وہ جانور تو ایک قدم نہ چل سکتا تھا حلیمہ نے کہا ہاں یہ وہی جانور ہے مگر اب سوار بدل گیا ہے یہ سواری کا کمال نہیں سوار کا کمال ہے، جس طرح حلیمہ کی مردہ اونٹنی فربہ ہوگئی اسی طرح حضور ﷺ کی برکت سے مردہ دل زندہ ہو جائیں گے بے جانوں کمزوروں میں اسلام اور ایمان کی برکت سے جان پڑ جائے گی۔ مسلمانو! جس طرح حلیمہ نے دنیا کی دولت کو لات ماری اور کامیاب ہوگئی اسی طرح تم بھی حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر چلتے ہوئے دنیا کے کفر و شرک ظاہری شان و شوکت پر لات مارو پھر دیکھو دنیا کس طرح ذلیل ہو کر تمہارے قدموں میں آتی ہے کفر و شرک مغلوب ہوگا اسلام کا غلبہ ہوگا۔

یا اللہ! ہمیں اسلام پر حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرما۔

آمین ثم آمین برحمتك یا رب العالمین

باب سوم

مساجد کی اہمیت

جناب نبی کریم ﷺ نے ماہ صفر المظفر میں مکہ مکرمہ سے غار ثور میں ہجرت کی اس کے بعد مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی یہ ہجرت کا دوسرا مرحلہ تھا ماہ ربیع الاول میں آپ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے یہاں تشریف لانے کے بعد آپ ﷺ نے سب سے پہلے قبا میں مسجد کی بنیاد رکھی۔ اس مسجد کا نام اب مسجد

قبا ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی بنیاد رکھی اور پہلا جمعہ پڑھایا اس مناسبت سے مسجد کی اسلام میں کیا شان واہمیت ہے اس کو بیان کیا جائے گا۔ اس کے بعد جمعۃ المبارک کی نماز کی فضیلت واہمیت کو بیان کیا جائے گا۔ اسلام میں مسجد کی کتنی اہمیت ہے ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ [سورۃ جن پارہ ۲۹ آیت ۱۸]

ترجمہ: "اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی یاد کے واسطے ہیں سومت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو"

مساجد مسجد کی جمع ہے عموماً جو نمازوں کے لیے جگہ وقف کی جائے وہ مسجد کہلاتی ہے جب مساجد اللہ کی یاد کے لیے ہوئیں تو مطلب آیت کا یہ ہوا کہ مساجد میں اللہ کے علاوہ کسی کو مدد کے لیے نہ پکارو اور نہ کسی کے آگے جھکو جیسے یہود ونصاریٰ کرتے ہیں یعنی اپنے عقیدے اور اعمال صحیح رکھو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ مساجد، مسجد کی جمع ہے فتح وزبر کے ساتھ یعنی صرف اللہ کو سجدہ کرو، غیر اللہ کو سجدہ نہ کرو۔

مسئلہ اس بات پر اجماع اُمت ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے بعض کے نزدیک کفر ہے۔

احترام مساجد:

(از تنبیہ الغافلین) مساجد اللہ کی رضا کا ذریعہ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب مسجد میں داخل ہو تو اسے بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھ لینی چاہیے۔ فقیہ" فرماتے ہیں یہ اس وقت ہے جب نفل پڑھنے کا وقت بھی ہو لیکن اگر عصر یا فجر کی نماز پڑھنے کے بعد داخل ہوا ہے تو پھر نفل نہ پڑھے کیونکہ ان وقتوں میں نفل پڑھنا منع ہے البتہ بیٹھ کر سُبْحَانَ اللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تسبیح کرتا رہے یا درود شریف پڑھتا رہے اس سے بھی وہی فضیلت ہوگی اور مسجد کا حق بھی ادا ہو جائے گا۔ حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ایک خادم خریدا ہے تو اس پر ایک عتاب آمیز خط ان کی طرف لکھا جس میں یہ بھی تھا میرے بھائی عبادت کے لیے فراغت حاصل کرو اس سے پہلے کہ تجھ پر ایسی بلا اور مصیبت آجائے کہ جس میں تجھے عبادت کی ہمت نہ رہے اور کسی مصیبت زدہ مؤمن کی دعا کو غنیمت سمجھ اور یتیم پر رحم کھایا کر اور اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اپنے کھانے سے اسے کھانا کھلا تیری حاجتیں پوری ہوں گی میرے بھائی میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا کہ ایک آدمی نے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے تیرا دل نرم ہو جائے اور تیری حاجتیں پوری ہوں؟ عرض کیا جی ہاں فرمایا کہ یتیم پر رحم کھایا کر اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا کر اپنے کھانے سے اسے کھلایا کر تیرا دل نرم ہو جائے گا اور تیری حاجتیں پوری ہونے لگیں گی۔ میرے بھائی مسجد تیرا گھر ہونا چاہیے میں نے حضور ﷺ سے سنا

ہے کہ مسجد یں متقی لوگوں کے گھر ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے لیے پل صراط پر راحت و آرام سے گزرنے اور دوزخ سے نجات پاکر مقام رضا تک پہنچنے کے ضامن ہیں۔ حضور ﷺ کا یہ حال تھا کہ جب کوئی ناگوار صورت پیش آتی مثلاً سورج یا چاند گرہن ہوتا یا تیز آندھی آتی تو فوراً مسجد کی طرف چل پڑتے اور نوافل پڑھتے اور استغفار کرتے ایک ہم مسلمان ہیں کہ مسجد یں بے آباد ہیں ویران ہیں اور اہل علاقہ کو بدعائیں دے رہی ہیں، مگر ہمیں کچھ پرواہ نہیں ہے۔ بعض مسجدوں میں تالے لگے ہوئے ہیں کیونکہ ان میں قیمتی سامان پڑے ہوئے ہیں حالانکہ یہ سب چیزیں خلاف اسلام ہیں مسجد یں سادہ ہوں نمازیوں سے آباد ہوں تلاوت و ذکر علم کے سکھانے سیکھنے کے حلقے ہور ہے ہوں تو یہ بہتر ہے اور اصل یہی ہے ورنہ خالی خوبصورتی مساجد کی کوئی کام نہ آئے گی۔ اس طرح بعض علاقوں میں مساجد میں کوئی جاتا بھی نہیں ہے جھاڑ کانٹے وغیرہ اُگے ہوئے ہیں جانور سارا دن کتے بلیاں وغیرہ ان مساجد میں پھرتی رہتی ہیں بھلا بتاؤ یہ مساجد ہمیں بددعائیں یا دعائیں دے رہی ہیں جب سے ہم نے مساجد کو آباد کرنا چھوڑ دیا ہے ہم خود ویران ہو گئے ہیں اندر سے کھوکھلے ہو گئے ہیں ہماری اصلی اسلامی شان شوکت جاتی رہی۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

مسجد یں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے ☆ یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

فوائد حضرت حکیم بن عمیر ﷺ کا قول ہے کہ دنیا میں مہمانوں کی طرح رہو مسجدوں کو اپنے ٹھکانے بنالو اپنے قلوب کو رقت کے عادی بناؤ سوچ و بچار اور رونے کی کثرت رکھو۔ اس سے خواہشات نفسانیہ مغلوب ہوں گی یعنی مسافروں کی طرح رہو جیسے مسافر کو اپنے ٹھکانے اور منزل کی طرف جانے کی فکر ہوتی ہے وہ پردیس میں دل نہیں لگاتا، بلکہ اس کا دل ہر وقت اپنے گھر پہنچنے کے لیے بے قرار رہتا ہے اسی طرح مسلمانوں کا اصل گھر اور منزل آخرت ہے اسی کی ہر وقت فکر کرو اسی کی تیاری رکھو زیادہ ساز و سامان جمع کرنے کی فکر میں نہ پڑو۔ حضرت مجذوبؒ فرماتے ہیں۔

تو نے منصب بھی کوئی پایا تو کیا ☆ گنج سیم و زر بھی ہاتھ آیا تو کیا
قصر عالیشان بھی بنوایا تو کیا ☆ دبدبہ بھی اپنا دکھلایا تو کیا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کیسے کیسے گھر اجاڑے موت نے ☆ کھیل کتنوں کے بگاڑے موت نے
چل تن کیا کیا پچھاڑے موت نے ☆ سرو قد قبروں میں گاڑے موت نے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

فردا کہ پیش گاہ حقیقت شود پدید ☆ شرمندہ رہروے کہ عمل بر مجاز کرد

مسجدوں میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارو حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

حافظ شیرازی فرماتے ہیں:

نفاق و زرق نہ بخشد صفائے دل حافظ ☆ شرمدہ رہروے کہ عمل برمجاز کرد

کل جب کہ حقیقی عدالت قائم ہوگی تو وہ رہرو شرمندہ ہوگا جس نے مجازی راستہ کو طے کیا ہے۔

نفاق اور مکر سے اے حافظ صفائے دل قبل حاصل نہیں ہوسکتی اب تو میں رندی اور عشق کے راستے کو اختیار کروں گا، غور وفکر کرو اس سے مراد مراقبہ ہے یعنی اپنا محاسبہ کرو، حدیث میں آتا ہے:

''اس سے پہلے کہ تمہارا حساب ہو خود اپنا حساب کرلو کہ دنیا میں کیا کرنے آئے تھے کیا کر کے چلے۔ روزانہ سونے سے پہلے یہ حساب کرو کہ آج کے دن کتنے نیک کام کیے کتنے برے کام کیے اگر نیک کام زیادہ کیے ہوں تو شکر کرو اور اللہ سے قبولیت کی دعا کرو اگر برے کام زیادہ کیے ہوں تو استغفار کرو۔'' اس کو تدبر و تفکر کہتے ہیں حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں ایک ساعت کا غور فکر ستر سال کے بے عبادت سے بہتر ہے۔ اس غور وفکر کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ کا پیدا کردہ آسمان و زمین کی مخلوقات میں غور کرے اور اللہ کی صفات پر ایمان کو پختہ کرے دوسرا مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ انسان مراقبہ کرے یعنی اللہ کے احسانات و انعامات کو یاد کرے سوچے اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے معافی مانگے۔

مسجد کے بارے میں اکابر کے اقوال:

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بندے کا مرتبہ اسی وقت ہوتا ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعظیم کرتا ہے اس کے گھروں اور بندوں کا احترام کرتا ہے اور مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں لہٰذا مومن کو ان کی تعظیم کرنی چاہیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ہی تعظیم ہے کسی زاہد کا بیان ہے کہ میں نے مسجد میں کبھی کسی شئے سے ٹیک نہیں لگائی اور نہ ہی کبھی پاؤں پھیلائے اور نہ ہی کبھی کوئی دنیا کی بات کی اور یہ بات اس لیے بتائی ہے کہ لوگ اسے اپنانے کی کوشش کریں۔ حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں منافق مسجد میں یوں ہوتا ہے جیسے پرندہ پنجرہ میں۔ خلف بن ایوبؒ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ان کا غلام کچھ پوچھنے کے لیے آیا مسجد سے اٹھ کر باہر گئے اور اس کی بات کا جواب دیا کسی نے باہر نکلنے کی

وجہ پوچھی تو فرمانے لگے میں نے اتنی سالوں سے مسجد میں کبھی کوئی بات دنیا کی نہیں کی۔ اس لیے آج بھی یہ گوارا نہ ہوا کہ مسجد میں ایسی بات کروں۔ سوچنے کی بات ہے کہ ہم مسجدوں کا کتنا ادب کرتے ہیں۔ مساجد میں سیاسی تقاریر ہوتی ہیں جس میں ذاتی کیچڑ اچھالا جاتا ہے۔

ہاں اگر دینی سیاست کی بات مقصود ہو جیسے کہ بادشاہ حکومت وقت غلط قسم کے احکامات و قوانین ملک میں رائج کر رہی ہے تو اس کے خلاف دین کی نسبت سے تقریر کی جائے تو یہ جہاد ہے کیونکہ کلمہ حق ہے جس کو جہاد کہا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی پانچ چیزوں کا اہتمام کرتے تھے۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں پانچ چیزیں جن پر خود رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی مخلص و پیروکار پابندی سے لگے ہوئے تھے۔

(۱) جماعت کا اہتمام (۲) اتباع سنت (۳) مسجد کی آبادی
(۴) قرآن پاک کی تلاوت (۵) جہاد فی سبیل اللہ

وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہیں:

حضرت حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ تین اشخاص اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتے ہیں۔

۱) وہ شخص جو مسجد میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے داخل ہوا یہ واپس ہونے تک اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے۔

۲) وہ شخص جو اپنے مسلمان بھائی کی ملاقات کے لیے جاتا ہے اور مقصد صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے جب تک واپس نہیں لوٹتا اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والا سمجھا جاتا ہے۔

۳) وہ شخص جو حج یا عمرہ کے لیے گھر سے نکلتا ہے اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا ہی کے لیے نکلتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے دربار کا وفد ہے جب تک گھر واپس نہ آجائے مشہور ہے کہ مومن کے تین قلعے ہیں۔

(۱) مسجد (۲) ذکر اللہ (۳) تلاوت قرآن مجید

جب تک مومن ان میں سے کسی ایک میں مشغول رہتا ہے تو شیطان سے محفوظ اور قلعہ میں رہتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے جو مسجد میں جاتا ہے اس کے ہاتھ میں رحمٰن کا جھنڈا ہوتا ہے جو بازار دل میں جاتا ہے اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہوتا ہے۔

جنت کی حوروں کا مہر:

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مسجد میں جھاڑو دینا اور ان کی دیکھ بھال کرنا جنت کی

حوروں کی مہر ہیں۔

فوائد حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں جو شخص مسجد میں چراغ جلاتا ہے فرشتے اور خصوصاً عرش والے فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں جب تک وہ مسجد میں رہے مسجد میں چراغ جلانے سے مراد جیسے دیہاتوں میں مسجدوں کے اندر بجلی وغیرہ نہیں ہوتی چراغ جلانا بڑا ثواب ہے لیکن چراغ مٹی کے تیل کا نہ ہو کیونکہ اس سے بدبو ہوتی ہے اور مسجد میں بدبو پھیلانا بے ادبی ہے اس لیے حکم ہے کہ کچی پیاز، لہسن وغیرہ کھا کر مسجد میں نہ جاؤ اس سے مسجد کے فرشتوں کو اور نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح سگریٹ حقہ پی کر مسجد میں نہ جائے بلکہ حقہ سگریٹ پینا ویسے بھی مکروہ ہے لیکن اگر کوئی اس بدعادت میں مبتلا ہے تو اس کو چاہیے منہ صاف کر کے مسجد میں جائے بدبو وغیرہ دور کر کے مسجد میں جائے۔ اسی طرح بلاضرورت مسجد میں چراغ جلانا جیسے شب برأت میں موم بتیوں کے ڈھیر مساجد کی چھتوں پر روشن کیے جاتے ہیں اسی طرح شہروں میں مساجد میں بلاضرورت زیادہ بتیاں جلانا چراغاں کرنا اسراف وفضول خرچی ہے جو کہ حرام ہے ضرورت کے مطابق بلب، ٹیوب وغیرہ روشن رکھے جائیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسجدیں زمین پر اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں ان میں نماز پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والا ہے اور جس کی زیارت کی جائے اس پر یہ حق ہوتا ہے کہ وہ اپنے زائر کا اکرام کرے۔

پندرہ باتیں احترام مساجد میں داخل ہیں:

ابواللیثؒ فرماتے ہیں بزرگ کہتے ہیں کہ پندرہ باتیں احترام مساجد میں داخل ہیں۔ پہلی یہ کہ لوگ بیٹھے ہوں تو داخل ہوتے وقت سلام کہے جب کہ کوئی نماز میں مشغول نہ ہو اگر کوئی بھی نہ ہو یا نماز میں ہوں تو یہ کلمات کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَّبِّنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ دوسری یہ کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھے۔ (اگر مکروہ وقت نہ ہو یا جماعت کھڑی نہ ہو چکی ہو تو) آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ہر شئے کا ایک ادب ہے اور مسجد کا ادب دو رکعتیں ہیں تیسری یہ کہ مسجد میں کوئی خرید وفروخت نہ کرے۔ چوتھی یہ کہ مسجد میں تلوار نیام سے نہ نکالے اسی طرح بندوق وغیرہ، پانچویں یہ کہ وہاں پر کسی گم شدہ چیز کا اعلان نہ کرے، چھٹی یہ کہ ذکر اللہ کے بغیر آواز بلند نہ نکالے، ساتویں یہ کہ وہاں پر کوئی دنیوی بات نہ کرے، آٹھویں یہ کہ لوگوں کی گردنوں پر سے نہ گزرے، نویں یہ کہ جگہ کے متعلق کسی سے جھگڑا نہ کرے (یعنی مسجد میں کسی مخصوص جگہ پر بیٹھنے کے لیے جھگڑا نہ کرے) دسویں یہ کہ صف میں تنگی نہ کرے (یعنی صف میں مل کر کھڑا ہونا تو ضروری ہے لیکن ایسے طریق پر نہیں کہ دوسرے کو تکلیف ہو) گیارھویں یہ کہ نمازی کے سامنے سے نہ گزرے، بارھویں یہ کہ وہاں پر تھوکے نہیں، تیرھویں

یہ کہ وہاں پر انگلیاں نہ چٹخائے، چودھویں یہ کہ اسے غلاظت سے دیوانوں بچوں (شرارت کرنے والے بچے) اور حد لگانے (سزا دینے) سے محفوظ رکھے۔ پندرھویں یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر بکثرت کرے۔ ذرا غفلت نہ کرے۔

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا:

حضرت حسن بصریؒ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اُمت پر وہ دور آئے گا کہ مساجد میں ان کی باتیں خالص دنیا کی سی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کی کچھ پروا نہیں اور تم بھی ایسے لوگوں کے پاس مت بیٹھنا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا چار چیزیں دنیا میں اجنبی ہیں:

۱) قرآن پاک ظالم شخص کے سینے میں (جو قرآن کی قدر نہ کرے)

۲) مسجد جو بے نمازیوں کے محلے میں ہو۔

۳) قرآن پاک ایسے گھر میں جہاں اس کی تلاوت نہ ہوتی ہو۔

۴) نیک آدمی برے لوگوں کے مجمع میں۔

باجماعت نماز پڑھنے کا اعزاز اور مسجدوں کی سفارش:

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن مساجد ایسی کشتیوں کی شکل میں لائی جائیں گی جن پر یاقوت اور موتیوں کے ستر سائبان ہوں گے اپنے آباد کرنے والوں کی سفارش کریں گی۔

فوائد: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اسلام کا صرف نام ہی باقی رہ جائے گا اور قرآن پاک کے صرف نقوش۔ وہ اپنی مساجد کا خوب بناؤ سنگھار کریں گے، حالانکہ وہ ذکر اللہ سے خالی اور ویران ہوں گی، اس دور کے بدترین لوگ علماء ہوں گے کہ انہی سے فتنے نمودار ہوں گے اور انہی کی طرف لوٹ آئیں گے۔ (تنبیہ الغافلین)

مسجد بنانے کی فضیلت:

((عَنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَنْ بَنیٰ مَسْجِدًا یَبْتَغِیْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ بَنَی اللّٰهُ لَهٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ)) [رواہ البخاری]

''جو شخص مسجد اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے بنائے گا اللہ اس کے لیے جنت میں محل

تعمیر فرمائے گا۔‘‘

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کی رضا کے لیے بٹیر کے گھونسلے کے برابر بھی مسجد بنائی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں شاندار محل تعمیر کردے گا۔

(بزار طبرانی ابن حبان)(بحوالہ الترغیب والترہیب)

تشریح جو شخص اللہ کا گھر بنائے گا اس کے لیے جنت میں شاندار محل تعمیر کردے گا اور ظاہر ہے کہ ہر ایک اپنی اپنی شان کے مطابق ہی بنائے گا۔ بندہ اپنی بساط کے بقدر بنائے گا اور احکم الحاکمین اپنے شایان شان لہٰذا اس شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ ہر عمل کا ثواب دس گناہ ہوتا ہے تو ایک مسجد کے بدلے دس مکان کیوں نہیں فرمایا گیا اور بٹیر کے گھونسلے کے برابر کا مطلب عام طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مبالغہ مقصود ہے یعنی چھوٹی سے چھوٹی مسجد بھی بنادی تب بھی وہ اس اجر وثواب کا مستحق ہوگا، لیکن اس ناچیز کے خیال میں اس کا مصداق وہ مسجدیں ہیں جو بہت سے لوگوں کی شرکت سے بنتی ہیں جن میں کوئی بے چارہ دس بیس ہی پیسوں سے شرکت کرتا ہے، جس کے حصے میں صرف ایک دو اینٹ آتی ہے یقیناً بٹیر کے گھونسلے کے برابر ہوگی گویا یہ بتانا مقصود ہے کہ جس نے کم سے کم حصہ بھی لیا وہ بھی اجر وثواب کا مستحق ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ مسجدیں ایسی جگہ بنائی جائیں جہاں واقعی ضرورت ہو اور مسجد آباد رہ سکے۔ یعنی دو مسجدیں اس طرح نہ بنائیں کہ ایک سے دوسری کو نقصان پہنچے یعنی دوسری مسجد اگر بنائی جائے تو اتنے فاصلے سے بنائی جائے کہ پہلی مسجد کی جماعت پر اس سے کوئی اثر نہ پڑے۔

(الترغیب والترہیب)

صدقات جاریہ:

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهٖ وَحَسَنَاتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ عِلْمًا عَلَّمَهٗ وَنَشَرَهٗ أَوْ وَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهٗ أَوْ مُصْحَفًا وَرَّثَهٗ أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيْلِ بَنَاهُ أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهٖ فِيْ صِحَّتِهٖ وَحَيَاتِهٖ تَلْحَقُهٗ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ)) [ابن ماجہ وابن خزیمہ (بحوالہ الترغیب والترہیب)]

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جن نیکیوں اور اعمال کا ثواب انسان کو مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے ان میں سے وہ علم ہے جو دوسروں کو سکھایا اور پھیلایا ہو، یا نیک اولاد چھوڑی ہو یا وہ قرآن مجید جو اپنے رشتہ داریا اور لوگوں کے پڑھنے کے لیے چھوڑا ہو، یا مسجد کی تعمیر ہو، یا مسافروں کے لیے کوئی مسافر خانہ تعمیر کیا ہو، یا کوئی نہر کھدوائی ہو، یا خیرات اس نے

اپنی زندگی میں زمانہ صحت میں اپنے مال میں سے نکال دی تھی۔ ان تمام اعمال کا ثواب اسے مرنے کے بعد پہنچتا رہے گا۔“

صدقہ جاریہ وہ اعمال کہلاتے ہیں جس کا فائدہ دیرپا ہو اور ایک عرصہ تک لوگ اس سے دینی یا دنیاوی فائدے حاصل کرتے رہیں۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک سیاہ فام عورت (ام محجن) مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں جب معلومات کیں تو کسی نے بتایا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگوں نے مجھے کیوں نہ خبر کی پھر آپ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ صحابہ کرام ؓ کی معیت میں باجماعت ادا کی تھی۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس نیک خاتون کی وفات کی خبر اس لیے نہیں دی گئی تھی کہ ان کا انتقال رات میں کسی وقت ہو گیا تھا۔ (یہ عورت یا بوڑھی ضعیفہ ہوں گی یا پردہ کے حکم نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہوگا) ورنہ عورتوں کو حکم نہیں ہے کہ مسجدوں میں جا کر جھاڑو وغیرہ دیں (کہیں) بے پردگی نہ ہو۔

حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مسجد سے کوئی تکلیف دہ چیز نکال دی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک محل بنائے گا۔ حضرت سمرہ بن جندب ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے محلوں میں مسجدیں بنائیں اور انہیں صاف ستھرا رکھیں۔ مسجد میں خوشبو لگانا اور عطر وغیرہ لگا کر خوشبودار کرنا مستحب ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے جب کعبہ شریف کی تعمیر کی تو اس کی دیواروں پر مشک ملا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا جو شخص کسی کو مسجد میں کھوئی ہوئی چیز کا اعلان کرتا سنے تو یہ کہے کہ اللہ تیری چیز واپس نہ کرے اس لیے کہ مسجدیں ان کاموں کے لیے نہیں بنائی گئیں۔ مولانا رومیؒ نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک امیر آدمی کا غلام تھا جس کا نام سنقر تھا ایک دن وہ امیر آدمی اس کو کسی کام کے لیے ساتھ لے گیا راستہ میں نماز کا وقت آ گیا تو اس غلام نے کہا ذرا میں مسجد میں نماز پڑھ لوں امیر نے کہا ٹھیک ہے تم نماز پڑھو میں باہر اتنی دیر انتظار کرتا ہوں چنانچہ وہ غریب نوکر نماز پڑھنے گیا یہ باہر انتظار کر رہا تھا سب لوگ فارغ ہو کر چلے گئے یہ غریب ابھی تک عبادت میں مصروف تھا اس امیر نے کہا کہ جلد باہر آؤ اتنی دیر کیوں لگا دی غریب نے کہا کوئی مجھے باہر آنے نہیں دیتا امیر نے دیکھا کہ کوئی آدمی بھی نہیں جو اس کو روک رہا ہو اس نے کہا جھوٹ کہتے ہو کون ہے جو تجھے نہیں آنے دیتا نوکر نے کہا وہی ہے جو تجھے اندر نہیں آنے دیتا وہ مجھے باہر نہیں آنے دیتا یعنی اللہ۔

گفت آنکہ بستہ استت ازبروں ☆ بستہ است اوہم مرا از اندروں

اے امیر تجھ کو جو اندر نہیں آنے دیتا وہ مجھے باہر نہیں آنے دیتا یعنی اس غلام کو اس وقت حق تعالیٰ کا خاص قرب عطا ہو رہا تھا اور وہ مناجات اور ذکر میں مصروف تھا۔

ماہیاں رابحر نگزار د بروں ☆ خاکیاں رابحر نگزارد دروں

مچھلیوں کو سمندر سے باہر نہیں آنے دیتا اور خاکیوں کو سمندر میں نہیں آنے دیتا۔

اصل ماہی زآب و حیواں ازگل است ☆ حیلہ و تدبیر ایں جا باطل است

مچھلی کی اصل پانی سے ہے اور دوسرے جانوروں کی اصل خاکی ہے پس پانی غیر کو کیسے قبول کرے یہاں حیلہ وتدبیر باطل ہے۔

قفل زفت است و کشائندہ خدا ☆ دست در تسلیم زن و اندر رضا

گمراہی کا تالا مضبوط ہے اللہ تعالیٰ کھولنے والا ہے اس لیے اس کی فرمانبرداری ورضا حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ گناہوں سے اپنے راستے بند کرو۔ اللہ تعالیٰ بڑی شان وشوکت والے ہیں ان کی شان اس کے عرش عظیم سے لگایئے کہ عرش الٰہی کے اوپر اٹھارہ ہزار برج ہیں اور ہر برج میں اٹھارہ ہزار ستون ہیں اور ہر ستون کے اوپر اٹھارہ ہزار کنگرے ہیں اور ایک کنگرے سے دوسرے کنگرے تک کا فاصلہ سات برس کا ہے اور ہر کنگرے پر اٹھارہ ہزار قندیل ہیں ہر ایک ایسا بڑا کہ سات طبق زمین میں آسمان اور جو کچھ اس کے بیچ میں ہے اس میں اس طرح سما جائے جیسے ایک انگشتری بڑے میدان میں ڈال رکھی ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ مسجد شعائر اللہ میں سے ہے مسجد نماز کی جگہ ہے عابدین کے اعتکاف کا مقام ہے رحمت الٰہی کے نازل ہونے کی جگہ ہے اور ایک طرح سے کعبہ سے مشابہ ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جو گھر سے باوضو ہو کر فرض نماز ادا کرنے کے لیے مسجد کی طرف چلے ایسے ہے جیسے احرام باندھ کر حاجی جاتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو خوب چرا کرو صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جنت کے باغ کیا ہیں۔ ارشاد فرمایا (مسجدیں) جو آدمی اپنے کام کاج اور اپنے گھر والوں سے نکل کر صرف اللہ کی عبادت کرنے مسجد جا رہا ہے تو وہ دل کی گہرائیوں سے اپنے خلوص کو ثابت کر رہا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جب ایک آدمی وضو کر کے مسجد کی طرف جاتا ہے تو اس کو ہر ہر قدم پر نیکی ملتی ہے اور ہر ہر قدم پر گناہ معاف ہوتے ہیں اور ہر ہر قدم پر اس کے درجے بلند ہوتے ہیں جب وہ نماز پڑھے گا پھر جب تک اپنی جائے نماز پر بیٹھا رہے گا فرشتے اس کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں (اے اللہ اس پر کرم کر، اے اللہ اس پر رحم کر) جب تک وہ نماز کا انتظار کرے گا

اسی طرح دعا کرتے رہتے ہیں اور مسجد تعمیر کرنا دراصل کلمۂ حق بلند کرنا ہے ایسے مقامات کو آباد کرنا دراصل شعائر الٰہی کی تعظیم اور اللہ کا کلمہ بلند کرنا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو کوئی آدمی مسجد میں کسی کو گمشدہ چیز کا اعلان کرتے سنے تو کہے اللہ تعالیٰ نہ واپس کرے اس لیے کہ مسجدیں اس کام کے لیے نہیں بنائی گئیں۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے مجھ پر میری اُمت کے ثواب پیش کیے گئے حتیٰ کہ اس کوڑے کچرے کا اجر بھی جو ایک آدمی مسجد سے نکالتا ہے مکروہ اور قابل نفرت اشیاء سے مسجد کو پاک رکھے۔ حضور نبی ﷺ نے مسجد بنانے اور اسے صاف اور خوشبودار رکھنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے۔ جب تم اس شخص کو دیکھو جو مسجد میں خرید وفروخت کر رہا ہے تو کہو اللہ تجھے تیری تجارت میں برکت نہ دے۔ آپ ﷺ نے مسجد میں اشعار گانے اور مسجد میں شکار کرنے اور حدود قائم کرنے سے منع فرمایا۔ مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان نہ کرے ہاں اگر کوئی مسجد میں گم ہو جائے تو اس کا اعلان کرنے کی گنجائش ہے جب مسجد میں داخل ہو تو کہے: اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ جب مسجد سے باہر نکلے تو کہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ (الحدیث) حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو بھی کوئی شخص وضو کرتا ہے اور اچھی طرح کرتا ہے اور تمام ضروری (حصوں پر) پانی پہنچاتا ہے پھر صرف نماز ہی کے ارادے سے مسجد میں آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے کسی دور گئے ہوئے آدمی کے آنے سے اس کے گھر والے خوش ہوتے ہیں۔ (ابن خزیمہ)

بفراغ دل زمانے نظرے بماہ روئے ☆ ازاں بہ کہ چتر شاہی ہمہ روز ہائے ہوئے
قطرہ اشک ندامت در سجود ☆ ہمسری خون شہادت می نمود
اور ہی ہے اب میرے دن رات کا عالم ☆ ہر وقت اب ان سے مناجات کا عالم
(مجذوب)

یا اللہ! ہمیں مسجدیں آباد کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین!

مسجدیں آباد کرنے والے:

اب کچھ ان اللہ والوں کے حالات ذکر کرتے ہیں جو مسجدیں آباد کرتے تھے محمد بن سماعہؒ ایک بزرگ عالم ہیں جو امام یوسفؒ وامام محمدؒ کے شاگرد ہیں۔ ایک سو تین برس کی عمر میں انتقال ہوا اس وقت دو سو رکعات نفل روزانہ پڑھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ مسلسل چالیس برس تک میری ایک مرتبہ کے علاوہ تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ صرف ایک مرتبہ جس دن میری والدہ کا انتقال ہوا تھا اس کی مشغولی کی وجہ سے تکبیر اولیٰ فوت ہو گئی تھی۔

سلیمان بن ابی حثمہؒ جلیل القدر لوگوں میں تھے حضور ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے مگر حضور ﷺ سے روایت سننے کی نوبت کم عمری کی وجہ سے نہیں آئی۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بازار کا نگران بنا رکھا تھا۔ ایک دن اتفاق سے صبح کی نماز میں موجود نہ تھے۔ حضرت عمرؓ اس طرف تشریف لے گئے تو ان کی والدہ سے پوچھا کہ سلیمان آج صبح کی نماز میں نہیں تھے والدہ نے کہا کہ رات بھر نفلوں میں مشغول رہا۔ نیند کے غلبہ سے آنکھ لگ گئی۔ آپؓ نے فرمایا میں صبح کی جماعت میں شریک ہوں۔ یہ مجھے اس سے پسندیدہ ہے کہ رات بھر نفلیں پڑھوں۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے کہ میرے پڑوسی کہاں ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے کہ آپ کے پڑوسی کون ہیں؟ ارشاد ہوگا کہ مسجدوں کو آباد کرنے والے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب مسجدیں ہیں اور سب میں زیادہ ناپسند بازار ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مسجدیں جنت کے باغ ہیں۔ ایک حدیث میں ہے حضرت ابوسعیدؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں جس شخص کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے تو اس کے ایماندار ہونے کی گواہی دو اس کے بعد ﴿اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ...... ﴾ یہ آیت تلاوت فرمائی یعنی ”مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔“ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان حال ہوگا اور آفتاب نہایت تیزی پر ہوگا سات آدمی ایسے ہوں گے جو اللہ کے سایہ میں ہوں گے۔ ان میں ایک شخص وہ بھی ہوگا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے کہ جب کسی ضرورت سے باہر آئے تو پھر مسجد میں جانے کی خواہش ہو۔ ایک حدیث میں ہے جو شخص مسجد سے اُلفت رکھتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ اس سے اُلفت رکھتے ہیں۔ (فضائل اعمال)

باب چہارم

ختم نبوت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۝

[سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲ آیت ۴۰]

اس آیت میں مسئلہ ختم نبوت کو بیان کیا ہے۔ ترجمہ آیت: ”نہیں ہیں محمد ﷺ کسی کے باپ

تمہارے مردوں میں سے لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں۔"

یعنی جیسے باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اس کا جانشین و والی ہوتا ہے بادشاہ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا اس کی جگہ پر بادشاہ بن جاتا ہے اسی طرح یہ شبہ بھی ہوسکتا ہے کہ شاید آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے بیٹے آپ ﷺ کی جگہ پر نبی بنتے مگر اللہ نے آپ ﷺ کی اولاد کو بچپن ہی میں فوت کر کے ہمیشہ کے لیے یہ شبہ دور کر دیا کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہوگیا۔ آپ ﷺ آخری نبی ورسول ہیں۔

مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں وہ خاتم النبیین ہیں۔ امام راغب نے مفردات القرآن میں فرمایا:

وَخَاتَمَ النُّبُوَّةِ وَتَمَّمَهَا بِمَجِيْئِهِ (مفردات القرآن) یعنی آپ ﷺ کو خاتم نبوت اسی لیے کہا گیا کہ آپ ﷺ نے نبوت کو اپنے تشریف لانے سے ختم اور مکمل کر دیا ہے اور محکم ابن سیدہ میں ہے۔ وَخَاتِمُ كُلِّ شَيْئٍ وَخَاتِمَتُهُ وَعَاقِبَتُهُ وَاٰخِرُهُ یعنی ہر چیز کا خاتم اس کا انجام اور آخر کو کہا جاتا ہے۔ خلاصہ معنی کا دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ آپ ﷺ ختم کرنے والے ہیں انبیاء کے یعنی سب کے آخر اور بعد میں مبعوث ہوئے ہیں۔

صفت خاتم الانبیاء ﷺ:

صفت خاتم الانبیاء ایک ایسی صفت ہے جو تمام کمالات نبوت ورسالت میں آپ ﷺ کی اعلیٰ فضیلت اور خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے کیونکہ عموماً ہر چیز میں تدریجی ترقی ہوتی ہے اور انتہاء پر پہنچ کر اسی کی تکمیل ہوتی ہے اور جو آخری نتیجہ ہوتا ہے وہی اصل مقصود ہوتا ہے قرآن کریم نے خود واضح کر دیا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ﴾

[سورۃ المائدۃ پارہ ۶ آیت ۳]

یعنی "آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے۔"

انبیائے سابقین کے دین بھی اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے مکمل تھے لیکن کمال مطلق اسی دین مصطفوی ﷺ کو حاصل ہوا جو اولین وآخرین کے لیے حجت اور قیامت تک چلنے والا دین ہے اس جگہ صفت خاتم النبیین کے اضافہ سے اس مضمون کی اور بھی زیادہ وضاحت اور تکمیل ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ کو مقطوع النسل کہنا جاہلیت ہے جبکہ ساری اُمت کے باپ ہونے کی حیثیت سے آپ ﷺ متصف ہیں کیونکہ لفظ خاتم النبیین نے یہ بھی بتلا دیا کہ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک آنے والی سب نسلیں اور قومیں آپ ﷺ ہی کی اُمت میں شامل ہوں گی اس وجہ سے آپ ﷺ کی اُمت کی تعداد بھی دوسری اُمتوں سے

زیادہ ہوگی اور آپ ﷺ کی روحانی اولاد دوسرے انبیاء کی نسبت زیادہ ہوگی۔ صفت خاتم النبیین نے یہ بھی بتلادیا کہ آنحضرت ﷺ کی شفقت اپنی اولاد روحانی پر پوری اُمت کے دوسرے تمام انبیاء سے زائد ہوگی اور آپ ﷺ قیامت تک پیش آنے والی ضرورتوں کو واضح کرنے کا پورا اہتمام فرمائیں گے کیونکہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی اور کوئی وحی دنیا میں آنے والی نہیں۔ بخلاف انبیاء سابقین کے کہ ان کو اس کی فکر نہ تھی وہ جانتے تھے کہ جب قوم میں گمراہی پھیلے گی تو ہمارے بعد دوسرے انبیاء آکر اس کی اصلاح کردیں گے، مگر خاتم الانبیاء ﷺ کو یہ فکر لاحق تھی کہ قیامت تک اُمت کو جن حالات سے سابقہ پڑے گا ان سب حالات کے متعلق ہدایات اُمت کو دے کر جائیں جن پر رسول اللہ ﷺ کی احادیث شاہد ہیں آپ ﷺ کے بعد لوگ قابل اقتدا آنے والے تھے اکثر ان کے نام لے کر بتلادیا ہے اسی طرح جتنے گمراہی کے علم بردار ہیں ان کے حالات اور پتے ایسے کھول کر بتلادیئے کہ ذرا غور کرنے والے کو کوئی اشتباہ باقی نہ رہ جائے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (میں نے تم کو ایسے روشن راستے پر چھوڑا ہے جس میں رات دن برابر ہیں کسی وقت بھی گمراہی کا خطرہ نہیں) اس آیت میں یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ اوپر آنحضرت ﷺ کا ذکر بصفت رسول آیا ہے اس کے لیے بظاہر مناسب یہ تھا کہ آگے خاتم الرسول یا خاتم المرسلین ﷺ کا لفظ ہوتا مگر قرآن حکیم نے اس کے بجائے خاتم النبیین کا لفظ استعمال فرمایا وجہ یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک نبی اور رسول ﷺ میں ایک فرق ہے وہ یہ کہ نبی تو ہر اس شخص کہا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اصلاح خلق کے لیے مخاطب فرمائیں اور اپنی وحی سے مشرف فرمائیں خواہ اس کے لیے کوئی مستقل کتاب اور مستقل شریعت تجویز کریں یا پہلے ہی کسی نبی کی کتاب و شریعت کے تابع لوگوں کو ہدایت کرنے پر مامور کریں جیسے حضرت ہارون ؑ حضرت موسیٰ ؑ کی کتاب و شریعت تابع ہدایت کرنے پر مامور تھے اور لفظ رسول خاص اس نبی کے لیے بولا جاتا ہے جس کو مستقل کتاب و شریعت دی گئی ہو۔ اسی طرح لفظ نبی کے مفہوم میں بہ نسبت لفظ رسول کے عموم زیادہ ہے تو آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ آپ ﷺ انبیاء کے ختم کرنے والے اور سب سے آخر میں ہیں خواہ وہ صاحب شریعت نبی ہوں یا صرف پہلے نبی کے تابع اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کی جتنی قسمیں اللہ کے نزدیک ہوسکتی ہیں وہ سب آپ ﷺ پر ختم ہوگئیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا (یعنی یہ آیت صریح ہے، اس عقیدہ کے لیے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب نبی نہیں تو بدرجہ اولیٰ رسول بھی نہیں کیونکہ لفظ نبی عام اور لفظ رسول خاص ہے اور یہ وہ عقیدہ ہے جس پر احادیث متواتر شاہد ہیں) جو صحابہ کرام ؓ کی ایک بڑی جماعت سے ہم تک پہنچی ہیں اس آیت کو لفظی تشریح میں کسی قدر تفصیل سے بتایا جائے گا ہمارے ملک میں مرزا

قادیانی مدعی نبوت نے اس آیت کو اپنے راستہ کی رکاوٹ سمجھ کر اس کی تفسیر میں طرح طرح کی تحریفات اور احتمالات پیدا کیے۔ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان میں اُٹھایا جانا اور پھر آخر زمانہ میں تشریف لانا جو قرآن وسنت کی بے شمار نصوص سے ثابت ہیں ان کا انکار کر کے خود مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور استدلال میں یہ پیش کیا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نبی اسرائیل کا پھر دنیا میں آنا تسلیم کیا جائے تو یہ آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ہوگا۔

جواب بالکل واضح ہے کہ خاتم النبیین اور آخر النبیین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص عہدہ نبوت پر فائز نہ ہوگا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ سے پہلے جس کو نبوت عطا ہو چکی ہے اس کی نبوت سلب ہو جائے گی یا ان میں سے کوئی پھر اس عالم میں نہیں آ سکتا۔ البتہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو بھی آپ ﷺ کی اُمت میں اصلاح وتبلیغ کے لیے آئے گا وہ اپنے منصب نبوت پر قائم ہوتے ہوئے اس اُمت میں اصلاح کی خدمت آنحضرت ﷺ کی تعلیمات ہی کے تابع انجام دے گا۔ جیسا کہ احادیث صحیح میں تصریح ہے۔ امام ابن کثیرؒ نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا (یعنی رسول اللہ ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے سے یہ مراد ہے کہ وصف نبوت آپ ﷺ کے بعد منقطع ہو گیا) اس سے اس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا جس پر اُمت کا اجماع ہے اور قرآن اس پر ناطق ہے اور حدیث رسول ﷺ جو تقریباً درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اس پر شاہد ہیں وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں نازل ہوں گے کیونکہ ان کو نبوت اس دنیا میں ہمارے نبی ﷺ سے پہلے مل چکی تھی۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کا فتویٰ:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں جو شخص کسی مدعی نبوت سے دلیل نبوت مانگے وہ کافر ہو گیا یعنی مسئلہ ختم نبوت اس قدر واضح ہے کہ اس پر مدعی نبوت سے دلیل مانگنا بھی کفر ہے۔ مدعی نبوت اور اس پر ایمان لانے والے صرف کافر ہی نہیں بلکہ مرتد ہیں جن کو اسلامی حکومت میں بعد از مہلت نہ ماننے کی صورت میں قتل کیا جانا واجب ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مدعیان نبوت اور ان کے ماننے والوں کے خلاف قتال:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسوۂ حسنہ اُمت کے لیے مشعل راہ ہے جنہوں نے خلافت کا حلف اُٹھاتے ہی پہلے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب جو نبوت کا دعویدار تھا کے خلاف جہاد کیا یوں سب سے پہلے مدعیان نبوت اور ان کے ماننے والوں کے خلاف جہاد کرنے والے حضرت صدیق اکبر

چکے ہیں اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے اسلامی حکومتوں کے لیے آج بھی یہی طریقہ ہے یہی راستہ ہے ورنہ یہ فتنہ گرگٹ کی طرح کئی رنگ بدلتا رہا ہے اور مستقبل میں بھی بدلتا رہے گا۔

مسئلہ: ختم نبوت تکمیل اسلام وانسانیت کی دلیل ہے:

ارشاد باری ہے:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾

[سورۃ المائدۃ پارہ ۶ آیت ۳]

ترجمہ: ''آج کے دن میں نے مکمل کر دیا تمہارے لیے تمہارے دین کو اور میں نے پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور پسند کر لیا میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین کے۔''

دین کامل ہو چکا جیسے قرآن کے بعد کوئی ظلی، بروزی کتاب نہیں یعنی قرآن نہیں کعبہ کے بعد کوئی ظلی بروزی کعبہ نہیں کہ اس کا طواف کیا جائے۔ اُمت بھی آخری ہے، اس امت محمدیہ ﷺ کے بعد کوئی ظلی بروزی اُمت نہیں آئے گی۔ اسی طرح نبوت بھی آپ سرور کائنات ﷺ پر مکمل ہو چکی۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی ظلی بروزی نبی ورسول نہیں تو کتاب بھی آخری، اُمت بھی آخری، کعبہ بھی آخری، رسول و نبی بھی آخری پھر جس طرح جو شخص قرآن پاک کے علاوہ کوئی اور کتاب پیش کرے تو کافر، کعبہ کے علاوہ کوئی اور کعبہ تجویز کرے تو کافر اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی اور دعویٰ نبوت کرنے والے کو نبی مانے تو وہ بھی کافر ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی بشارت:

سورۃ صف پ ۲۸ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان فرمایا۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے کی بشارت سنائی قرآن پاک میں ہے:

﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ﴾

یعنی ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بشارت دینے والا ہوں ایک نبی کی جن کا نام نامی اسم گرامی احمد ہوگا۔''

حضور اکرم ﷺ کے اسماء مبارک میں آپ ﷺ کا نام حامد ﷺ بھی ہے۔ محمود ﷺ بھی ہے، احمد ﷺ بھی ہے۔ خود آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی بھی ہے کہ میں دعائے ابراہیمی و نوید مسیحا ہوں۔

ایک اور آیت قرآنی متعلق ختم نبوت: دلیل ثانی:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعَاْ الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ۚ﴾ [سورہ اعراف پارہ ۹ آیت ۱۵۸]

"اے تمام لوگو میں بے شک اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف یہ آیت صاف صاف ختم نبوت پر دلالت کر رہی ہے۔"

یعنی جیسے پہلے علاقے علاقے، محلے، بستی بستی، چک، شہر شہر کے لیے نبی آتے تھے اب میں آخری نبی ہوں۔ جمیعا کا لفظ بتا رہا ہے کہ میں تمام کائنات کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نبی و رسول ہوں۔

دلیل ثالث:

﴿وَالَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ‌ۚ﴾

[سورہ بقرہ پارہ ۱ آیت ۴]

ترجمہ: "وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا۔"

یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ صحیح مومن وہ ہے جو آپ ﷺ پر نازل شدہ پر بھی ایمان لائے اور آپ ﷺ سے قبل جو نازل ہوا اس پر بھی ایمان لائے، اگر آپ ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی ہوتا اور اس پر کچھ نازل ہونا ہوتا تو فرمایا جاتا: وَمَا انزل من قبلك وما انزل من بعدك یعنی مومن وہ ہیں جو آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ سے پہلے اور آپ ﷺ کے بعد کے نازل ہونے والے پر ایمان رکھتے ہیں۔

چونکہ آپ ﷺ آخری نبی ﷺ تھے اس لیے صرف فرمایا:

﴿وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ......﴾

"وَمَا اُنۡزِلَ مِنۡ بَعۡدِكَ نہیں فرمایا"

دلیل رابع:

﴿اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا‌ ؕ﴾

ترجمہ: "آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور پسند کیا میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین کے۔"

یعنی دین ہر اعتبار سے مکمل ہو چکا ہے۔ یعنی جس طرح دین مکمل ہے اسی طرح دین لانے

والے نبی ﷺ بھی کامل ہیں مکمل ہیں جیسے اسلام کے بعد کوئی دین نہیں اسی طرح سرکار ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں فرائض کو کوئی نہیں بدل سکتا جیسے پانچ نمازوں کو کوئی تین یا چھ نہیں کرسکتا زکوۃ چالیسویں حصے کی بجائے بیسواں یا تیسواں حصہ نہیں کرسکتا۔ حج خانہ کعبہ کے بجائے کسی اور جگہ نہیں کرسکتا روزہ دن کی بجائے رات نہیں کرسکتا تو شریعت تا قیام قیامت تک کیلئے مکمل ہو چکی ہے لہٰذا کسی اور نبی کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ نئی شریعت لے کر آئے۔

دلیل خامس:

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ [سورۃ نور پارہ ۱۸ آیت ۵۵)

ترجمہ: "وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے تم میں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے کہ وہ (اللہ) ضرور ان کو اپنا زمین میں جانشین بنائیں گے جیسے اس نے تم سے پہلوؤں کو اپنا جانشین بنایا۔"

یہ آیت صحابہ کرام ﷺ کے متعلق نازل ہوئی جو سراپا اطاعت تھے ان کو بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خلیفہ بنائے گا اگر نبوت جاری رہی ہوتی تو اللہ فرماتے کہ وہ آپ کو بھی نبی بنائے گا، لیکن خلافت کا ذکر کرنا اور نبوت کا ذکر کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو گیا اب کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضرت مولانا دوست محمد قریشی" فرماتے ہیں (حضور ﷺ کے بعد خلیفہ تو بن سکے لیکن نبی نہ بن سکے) تفصیلاً یہ کہ سیدنا ابوبکر، صدیق تو بن سکے، سیدنا عمر، فاروق اعظم تو بن سکے، حضرت عثمان، ذوالنورین تو بن سکے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حیدر کرار تو بن سکے، حضرت خالد، سیف اللہ تو بن سکے، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، امیر امت تو بن سکے، حضرت عبداللہ بن مسعود، رئیس الفقہاء تو بن سکے، حضرت ابوہریرہ، حافظ الحدیث تو بن سکے، حضرت بلال، مؤذن مسجد نبوی تو بن سکے مگر درس نبوت کے تلامذہ آپ ﷺ کی اتباع سے نبی و رسول نہ بن سکے۔ نہ تشریعی نہ غیر تشریعی نہ ظلی نہ بروزی۔ (مخزن افکار ۲۸۱)

دلیل سادس:

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ

ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ [پارہ ۷، سورۃ الانعام آیت: ۸۳ تا ۸۷]

ترجمہ: ''اور یہ ہماری دلیل و حجت ہے جو ہم نے ابراہیم کو عطا کی۔ بلند کرتے ہیں ہم جس کے چاہیں درجے بے شک تیرا رب حکیم وعلیم ہے اور بخشا ہم نے (ابراہیم) کو اسحاق اور یعقوب ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی اور نوح کو اس سے پہلے ہم نے دی ہدایت اور اس کی (نوح) اولاد میں سے حضرت داؤد و سلیمان اور ایوب اور یوسف و موسیٰ و ہارون علیہم السلام کو ہدایت دی اور اس طرح ہم نیکی کرنے والوں کو ہدایت بدلہ دیتے ہیں اور زکریا علیہ السلام و یحییٰ و عیسیٰ والیاس علیہم السلام ہر ایک ان میں صالحین سے تھے اسماعیل و یسع و یونس علیہم السلام و لوط علیہ السلام ہر ایک کو ہم نے جہان والوں پر برتری عطا کی اور ان کے آباؤ اولاد اور ان کے بھائیوں کو ہم نے چنا ہدایت دی راہ سیدھی کی۔''

مولانا دوست محمد قریشیؒ ان آیات کی تفصیل میں فرماتے ہیں۔

(ان آیات سے روز روشن کی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ نبوت کے درجے پر ان کو فائز کیا جاتا رہا جن کے رتبے بلند تھے، ہدایت یافتہ تھے، نیکوکار تھے، بدکار نہ تھے، مراتب عالیہ پر فائز تھے، گنہگار نہ تھے، چنے ہوئے لوگ تھے، عام قسم کے بازاری آدمی نہ تھے، صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ پر چلنے والے تھے گمراہ نہیں تھے) اس کے مقابل مرزا قادیانی کو دیکھیں کہ بلند درجہ اتنا کہ سکول میں فیل ہوتے رہے مرغا بنتے رہے پھر عہدہ عالی پٹواری گیری پر فائز ہوئے، ہدایت یافتہ یوں تھے کہ غیر محرم عورتوں سے دلواتے تھے یعنی مٹھی چاپی کراتے تھے زبان مخالفین کے لیے بازاری استعمال کرتے اپنے مخالفین کو سوروں کنجریوں کی اولاد کہا۔ صراط مستقیم پر یوں تھے کہ دعویٰ نبوت انگریز کے اشارے پر کیا۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مرزا قادیانی بزبان خود کافر:

مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت سے پہلے خود مدعی نبوت کو کافر قرار دیا اور خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی کہا ہے لیکن بعد میں برطانیہ کے اشارے پر دعویٰ نبوت کیا اور خاتم النبیین کے معنی میں قلابازیاں کھائیں، مرزا کہتا ہے حدیث لَانَبِيَّ بَعْدِيْ ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا کتاب البریہ ۱۸۴۔ قرآن مجید میں ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا

شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے۔ ایام الصلح ۱۴۶ جس کا مطلب یہ ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خاتم الانبیاء فرمایا ہے۔ تحفہ بغداد ص:۲۸ مُسَمَّى نَبِيُّنَا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ (ہمارے نبی کو خاتم النبیین کا نام دیا گیا) حمامۃ البشریٰ ص: ۳۴ طبع اولی ۱۳۱۱ھ۔ چنانچہ یہ امر مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ آپ نبی ﷺ آخر الزماں تھے اور ۱۲۰ ص میں ہے (اگر چہ آپ ﷺ سب نبیوں کے بعد آئے) (جو دیوار نبوت کی آخری اینٹ ہے وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں) ملفوظات احمدیہ ص:۸۲ ما کان لی ان ادعی النبوة واخرج من الاسلام والحق بقوم الكافرون (ملفوظات احمدیہ) ترجمہ: "مجھے کوئی حق نہیں کہ نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے نکل جاؤں اور کافر قوم کے ساتھ مل جاؤں۔" ان سب حوالہ جات مذکورہ میں مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کو تسلیم کیا ہے اس کے کچھ عرصہ بعد پھر نبوت کا دعویٰ کیا تو بزبان خود حسب حوالہ جات بالا مذکورہ مرزا قادیانی کافر و مرتد دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔

دعویٰ نبوت:

پہلے مرزا قادیانی نے ختم نبوت کو تسلیم کیا اور منکر ختم نبوت کو کافر و مرتد کہا۔ پھر خود نبوت کا دعویٰ کیا لہٰذا وہ کافر و مرتد خود اپنی زبانی ہے پہلے وہ حوالے تھے جہاں مرزا نے خاتم النبوت آنحضرت ﷺ کو تسلیم کیا اب دیکھیں کہ اس نے خود دعویٰ نبوت کیسے کیا کہتا ہے (ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا یا محمد ﷺ کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے) (کلمۃ الفصل) ص:۱۱۰ مسیح موعود (مرزا قادیانی) خود محمد رسول اللہ ہیں جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے، اس لیے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں ہاں! اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی (کلمۃ الفصل) ص:۱۵۸۔

ختم نبوت کی مثال:

جناب سرور کونین ﷺ سے پہلے انبیاء کی مثال آسمان نبوت پر ستاروں کی سی اور چاند کی سی ہے اور جناب نبی کریم ﷺ کی مثال سورج کی طرح ہے جیسے سورج کے طلوع سے پہلے تارے جگمگاتے رہتے ہیں مگر سورج طلوع ہونے کے بعد ماند پڑ جاتے ہیں اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لاتے رہے اپنے اپنے وقت میں مگر جب جناب نبی کونین سرور عالم ﷺ تشریف لائے تو اب کسی نبی یعنی

تارے کی ضرورت نہیں ہے۔

دلیل سابع:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ﴾ [سورۃ آل عمران پارہ ۳ آیت ۸۱]

ترجمہ: ''اور جب لیا اللہ نے پختہ وعدہ تمام نبیوں سے کہ جب میں تم کو دوں کتاب و حکمت پھر آئیں تمہارے پاس ایک رسول جو تصدیق کرے تمہاری آسمانی کتابوں کی تو تم ضرور بالضرور اس پر ایمان لاؤ اور ضرور بالضرور اس کی مدد کرو۔''

اس آیت سے بھی مسئلہ ختم نبوت کی تصدیق ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت نے تمام انبیاء سابقین سے نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی تائید و نصرت کا وعدہ لیا معلوم ہوا کہ بعد میں کوئی نبی نہیں آنے والا تھا اگر ہوتا تو پھر آنحضرت ﷺ سے بھی اس کی تائید و نصرت کا اقرار و وعدہ کرایا جاتا۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ تمام انبیاء سابقین نے جناب نبی کریم ﷺ کی تصدیق اپنے اپنے وقت میں کی اور آپ ﷺ کی تشریف لانے کی بشارت دی حتی کہ بعض نبیوں نے جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کے اُمتی بننے کی آرزو کی۔

دوسرا نکتہ: اس آیت میں یہ بھی کہا گیا کہ وہ نبی آخر الزمان مصدق تصدیق کرنے والا ہوگا شریعت انبیاء سابقین کی اس سے معلوم ہوا کہ تصدیق جب ہوگی جب پہلے شریعتیں آچکی ہوں ورنہ تصدیق چہ معنی اگر تو وہ شریعتیں پہلے کی تھیں ان کی تصدیق آپ ﷺ نے فرمائی بعد آپ ﷺ کی شریعت کے کوئی شریعت نہیں، کوئی نبوت نہیں، لہٰذا مدعی نبوت خواہ مسیلمہ کذاب ہو یا مسیلمہ پنجاب ہو یا کوئی اور وہ جھوٹا کذاب، دجال دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

قرب قیامت سے نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کا ثبوت:

ارشاد رب العزت ہے:

﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الْقَمَرُ﴾ [سورۃ القمر پارہ ۲۷ آیت ۱]

ترجمہ: ''قریب ہے قیامت اور پھٹ گیا چاند۔''

مقصد یہ ہے کہ تمام شرائع سابقہ قیامت کی جزا و سزا کے لیے آئیں تھیں جب جناب نبی کریم ﷺ آخری نبی و رسول کی حیثیت سے آخری شریعت لا چکے تو اب قیامت قائم ہوگی اور جزا و سزا کا عمل شروع ہوگا۔ مشکوۃ میں ارشاد نبی کریم ﷺ ہے:

((بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ))

ارشاد فرمایا: میں اور قیامت (شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی ملا کر) اس طرح ملے ہوئے ہیں۔"

غلبہ دین محمد ﷺ سے ثبوت ختم نبوت:

ارشاد ربانی ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾　[سورۃ صف پارہ ۲۸ آیت ۹]

ترجمہ: "اللہ وہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کرے اس کو تمام دینوں پر۔"

اس آیت میں اللہ نے حضور حق ﷺ کی شان اقدس اور آپ ﷺ کی شریعت حقہ کی برتری و عظمت کو بیان فرمایا کہ اللہ حضور ﷺ کے دین کو تمام دینوں پر غلبہ عطا فرمائیں گے تو باقی دینوں پر غلبہ جبھی ہوگا جب وہ پہلے سے موجود ہوں اگر پہلے سے موجود نہ ہوں تو غلبہ کس پر ہوگا تو معلوم ہوا آپ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے کی شریعتیں حق تھیں اور وہ بھی آپ ﷺ کے تشریف لانے کے بعد منسوخ ہوگئیں لہٰذا جو شریعت و نبوت آپ ﷺ کے بعد آئے گی وہ جھوٹی خرافات کا پلندہ ہوگی شریعت نہ ہوگی۔ اس آیت کی تشریح فرماتے ہوئے جناب نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک وقت آئے گا اسلام ہر کچے پکے مکان میں پہنچ جائے گا جیسے فرمایا:

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾　[سورۃ الم نشرح پارہ ۳۰ آیت ۴]

"اور آپ کے ذکر کو ہم نے بلند کیا۔"

آج دنیا کے ہر خطے و کونے میں مصطفی ﷺ کے نام لیوا امتی موجود ہیں یہ ہے کمال نبوت و شریعت۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن ☆ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

عالمی نبی:

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾　[سورۃ الانبیاء پارہ ۱۷ آیت ۱۰۷]

"اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔"

یہ آیت بھی سرکار ﷺ کی ختم نبوت صاف بتا رہی ہے جیسے اللہ نے اپنی بیان فرمائی۔ رب

العالمین تمام جہانوں کا رب تو جہانوں میں مکان شامل ہے یعنی ہر جگہ ہر زمانے کا رب ہے اسی طرح جناب نبی کریم ﷺ تمام جہانوں کے لیے ہر زمانے ہر مکان کے لیے رحمت ہیں۔ العالمین، مصطفیٰ رحمۃ اللعالمین اللہ کے علاوہ ... کوئی رب العالمین نہیں۔ مصطفیٰ ﷺ کے علاوہ کوئی رحمۃ اللعالمین نہیں ہے۔

کافی عالم ﷺ:

ارشاد رب العزت ہے:

﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ﴾ [سورۃ سبا پارہ ۲۲ آیت ۲۸]

ترجمہ: ''اور نہیں بھیجا آپ کو ہم نے مگر تمام جہانوں کے لوگوں کے لیے۔''

یعنی قیامت تک آنے والے جہان کے تمام لوگوں کے آپ رسول ﷺ ہیں بقول حضرت قاسم الخیر مولانا نانوتویؒ کے آپ ﷺ کی ختم نبوت زمانی ومکانی ہے، اگر مرزا قادیانی دجال کو نعوذ باللہ نبی مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ کچھ لوگوں کے کچھ وقت کے لیے نبی ہوئے اور کچھ کے نبی نہ ہوئے جو سراسر تحریف قرآنی ہے۔

عالمی نذیر:

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا﴾

[سورۃ الفرقان پارہ ۱۸ آیت ۱]

ترجمہ: ''بابرکت ہے وہ ذات جس نے فرقان (قرآن) نازل کیا اپنے بندے (محمد ﷺ) پر تا کہ تمام جہان والوں کو ڈر سنائے۔''

جیسے قرآن عالمی ہے نبی ﷺ بھی عالمی قرآن بھی آخری رسول ﷺ بھی آخری ایک قرآن ناطق ہے ایک قرآن ساکت ایک قرآن جو الماریوں میں سجایا جاتا ہے ایک قرآن وہ جو چلتا پھرتا تھا مکہ و مدینہ و طائف کی گلیوں پہاڑوں ریگزاروں میں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ خلق ﷺ کے اخلاق کے بارے جب پوچھا گیا تو فرمایا: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن آپ ﷺ کا خلق قرآن ہے۔ یعنی اگر آپ ﷺ کے اخلاق دیکھنے ہوں تو قرآن کو دیکھو جو کچھ قرآن میں ہے وہ عملاً آپ ﷺ کی زندگی میں ہے۔

نبوت کاملہ:

مولانا یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں دو سو سے زیادہ احادیث ایسی ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے مختلف عنوانات سے مختلف طریقوں سے، مختلف اسلوبوں سے، مختلف انداز سے ختم نبوت کا مسئلہ سمجھایا۔

بخاری کی حدیث ہے سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں۔

((مَثَلِی وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَیَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ)). [متفق علیہ]

ترجمہ: "میری اور پہلے انبیاء کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے کوئی مکان خوبصورت و جمیل بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ چکر لگاتے دیکھتے خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کیوں نہ یہ ایک اینٹ بھی لگائی گئی ہوتی فرمایا آپ ﷺ نے وہ اینٹ میں ہوں اور میں آخری نبی ﷺ ہوں۔"

اس مثال میں آپ ﷺ نے نبوت کو خوبصورت سے محل سے تشبیہ دی جس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی مگر اس محل کے مکمل ہونے میں ایک اینٹ کی جگہ باقی تھی فرمایا وہ اینٹ میں ہوں اب یہ محل مکمل ہو چکا ہے اب مزید کوئی گنجائش نہیں لہٰذا یہ محل مکمل ہو چکا ہے اب مزید کوئی نبی نہیں آئے گا۔ چور اور ڈاکو تو آسکتے ہیں نبی نہیں۔

آخری نبی ﷺ اور آخری اُمت:

حجۃ الوداع کے آخری خطبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَنَا آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ)).

"میں آخری نبی ہوں اور تم آخری اُمت ہو۔"

پیدائش آدم سے پہلے تاج ختم نبوت:

((اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِهٖ)). [مشکوٰۃ]

"میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین اس وقت لکھا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی مٹی ہی میں تھے یعنی (خمیر میں)"

قائد انبیاء:

ایک اور حدیث میں تاجدار دو جہاں فخر رسل ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَمُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ)). [رواہ الدارمی مشکوٰۃ]

میں تمام انبیاء کا قائد ہوں اور اس پر فخر نہیں کرتا اور میں آخری نبی ﷺ ہوں اور فخر نہیں کرتا

اور قیامت میں پہلا سفارشی ہوں گا اور فخر نہیں اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی اور اس پر مجھے فخر نہیں۔

یعنی یہ سب اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں میرا کوئی ذاتی کمال نہیں۔ حضرت امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: ھذہ اکبر نعم اللہ تعالیٰ علیٰ ھذہ الامۃ حیث اکمل تعالیٰ لھم دینھم فلا یحتاجون الی دین غیرہ ولا الی نبی غیرھم وصلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ ولھذا جعلہ خاتم الانبیاء وبعثہ الی الانس والجن (ابن کثیر) ماخوذ خطبات قاسمی) خلاصہ اس کا یہ ہے کہ دین ونبوت کا مکمل ہونا اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے اُمت محمدیہ ﷺ پر اب ان کو کسی شریعت و نبی کی ضرورت نہیں اللہ کی آنحضرت ﷺ پر رحمت وسلامتی ہو اسی لیے اللہ نے آپ ﷺ کو تمام جن والنس کا نبی بنا کر بھیجا۔ اسی طرح آپ سرکار ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

((انا رسول من ادرکہ حیا ومن یولد بعدی)).

یعنی" میں ان لوگوں کا بھی جو اس وقت میرے سامنے موجود ہیں نبی ہوں اور ان لوگوں کا بھی نبی ہوں جو میرے بعد پیدا ہوں گے۔"

حضرت سید نفیسی مد ظلہ فرماتے ہیں:

تاج ہے ختم نبوت کا سر اقدس پر ☆ گرد انوار ہی انوار نظر آتے ہیں
حلق ناموس محمد ﷺ پہ کٹانے والے ☆ کچھ جو ہیں تو بھی احرار نظر آتے ہیں

ختم نبوت اللہ کی رحمت تامہ ہے:

حضور انور ﷺ کے تشریف لانے سے قبل کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے لیکن وہ محدود وقت، محدود قوم، محدود شریعت لے کر آئے اور مخلوق کو خدا کی طرف بلایا اور اللہ کی رحمت میں شامل کیا مخلوق کی غلامی چھڑا کر اللہ کی غلامی پر لائے باطل ادیان سے ہٹا کر دین حق کی طرف لائے۔ معصیت وعذاب کی زندگی سے نکال کر سکون واطمینان رحمت ومغفرت کی زندگی کی طرف لائے۔ سلام ہو ان پاکیزہ ہستیوں پر جنھوں نے تکلیفیں جھیل کر اللہ کے پیغام توحید کو پہنچایا آخر میں جناب نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور سارے عالم کے لیے قیامت تک کے لیے کامل ومکمل اور قیامت تک کے لیے جمیع ضروریات زندگی پر حاوی شریعت لے کر آئے قیامت تک کے لیے آپ ﷺ کی شریعت میں رہبری ورہنمائی موجود ہے نجات بھی اسی میں ہوگی کامیابی بھی اسی سے ہوگی گویا اللہ کی رحمت کا دریا پورے جوش سے رواں ہے ہدایت کا سورج پوری آب وتاب کے ساتھ منور وتاباں ہے سمندر

کے سامنے چھوٹے چھوٹے حوض ندیاں کچھ نہیں رحمت اللعالمین ﷺ کی شریعت کاملہ حقہ کے بعد کسی شریعت وطریقت کی ضرورت نہیں اس سورج کی طرح نیرو تاباں شریعت کے سامنے پہلی شریعتیں تاروں کی طرح چھپ گئی ہیں۔ بدقسمت ہے جو سورج کو چھوڑ کر چھوٹی چھوٹی قندیلوں کی طرف جائے محروم ہے جو بحر زخار سے فائدہ نہ اٹھائے اس زمانہ میں علاقوں وملکوں کے فاصلے سمٹ گئے ہیں لاسکی ریڈیائی لہروں کا زمانہ ہے اوقات کے فاصلے سمٹ گئے ہیں عقل بھی، فطرت بھی متقاضی ہے کہ ایک شریعت ہوتا کہ مشکلات نہ آئیں مثلاً آج کے دور میں کئی شریعتیں مانی جائیں تو صبح کو آدمی پاکستان میں ہوتا ہے شام کو لندن پہنچ جاتا ہے وہاں جاکے پوچھتا پھرے میاں بتاؤ لندن کی شریعت کیسی ہے یہاں نماز کیسے پڑھی جاتی ہے اگلے دن فرانس جا پہنچتا ہے تو وہاں پوچھتا پھرے کہ یہاں کی شریعت کس طرح کی ہے نماز ومعاملات کے یہاں کیا احکام ہیں تو اتنی تکلیفیں دینا عقل ونقل وفطرت کے بھی خلاف ہے ختم نبوت کا انکار انسان کو پھر اسی سابقہ محدودیت میں بند کرنا زمانہ اور اوقات اور علاقوں میں محدود کرنا ہے اور اللہ کی رحمت واسعہ کو محدود کرنا انسانیت کے عروج کو زوال میں ملانا ترقی کو انحطاط میں لانا جب ترقیاتی دور فاصلے ختم ہوگئے دوریاں ختم ہوگئیں انسان پورے پورے عالم کے جڑ گئے ہیں آدمی ایک جگہ پر بیٹھے ہوئے دنیا کے آخری کونے کے حالات دیکھ لیتا ہے سن لیتا ہے ٹیلی ویژن اور ریڈیوں کے ذریعہ وائرلیس کے ذریعہ تو دنیا کے اعتبار سے مادی اعتبار سے دنیا کو توڑنا بگاڑنا کا شاکون سی عقل مندی، دانش مندی ہے اس لیے جو لوگ حضور ﷺ کے دامن نبوت ورحمت سے کٹ کر چھوٹے چھوٹے الگ دائرے بنا رہے ہیں وہ محروم وبدقسمت ہیں اللہ عقل وسمجھ نصیب فرمائیں اور ہدایت عطا فرمائیں۔

بمصطفی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ☆ گر باونہ رسیدی تمام بولہبیت

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ☆ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اکسلت لکھ پڑھ کے زبان عربی میں ☆ ظلی و بروزی کی نبوت سناروں

ہے جن کو محمد ﷺ کی مساوات کا دعویٰ ☆ مشواہ جہنم کی وعید ان کو سنا دوں

پنجاب کے ارباب نبوت کی شریعت کہتی ہے کہ یہ مؤمن پارینہ ہے کافر۔ (مولانا ظفر علیؒ)

آوازہ حق اٹھتا ہے کب اور کدھر سے ☆ مسکین و لم ماندہ دریں کشمکش

فتنہ ملت بیضا ہے امامت اس کی ☆ جو مسلمان کو سلاطیں کا پرستار کرے

وہ نبوت ہے مسلماں کے لیے برگ حشیش ☆ جس نبوت میں نہیں قوت وشوکت کا پیام

(اقبالؒ)

بن تو ہوئی ہے ان کی دید نصیب ☆ ان کے ایسے نصیب ہوئے ہیں

غبار راہ طیبہ میرے سر پر ہو تو کیا کہنا ☆ یہی مٹی مری آنکھوں کے اندر ہو تو کیا کہنا

کسی پتھر کے نیچے میری تربت ہو مدینے میں ☆ وہ پتھر بھی انہی کے در کا پتھر ہو تو کیا کہنا

جو اس پتھر پر نقش پائے سرور ہو تو کیا کہنا ☆ طواف روضۂ شہ کا رہے سودا میرے سر میں

اسی گردش میں روز و شب سراسر ہو تو کیا کہنا ☆ یہی چکر مری قسمت کا چکر ہو تو کیا کہنا

فرما گئے یہ ہادی......لا نبی بعدی......

تاریک ترین فتنہ:

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں اس صدی کا سب سے تاریک اور سب سے بدتر فتنہ قادیانیت ہے جس کے دو پہلو ہیں ایک اعتقادی و دینیاتی اور دوسرا سیاسی، اعتقادی لحاظ سے قادیانیت اسلام کے متوازی ایک دین ہے۔ نبوت محمدیہ ﷺ کے متوازی ایک نئی نبوت ہے قرآن کریم کے متوازی نئی وحی، اسلامی شعائر کے متوازی قادیانی شعارہ امت محمدیہ ﷺ کے متوازی ایک نئی اُمت، مسلمانوں کے مکہ کے مقابلہ میں نیا مکۃ المسیح، مدینہ کے مقابلہ میں مدینۃ المسیح، اسلامی حج کے مقابلے میں ظلی حج، اسلامی خلافت کے مقابلہ میں قادیانی خلافت، امہات المومنین کے مقابلہ میں قادیانی امہات المومنین۔ (ختم نبوت ستمبر ۱۹۸۲ء)

قریہ قریہ، خطہ خطہ، یم بہ یم اونچا رہا ☆ میرے آقا کی نبوت کا علم اونچا رہا

لگائی تھی جس نے قصر دین احمد میں نقب ☆ جو ہوا تھا انتشار خیر اُمت کا سبب

اس نے پایا منکر ختم نبوت کا لقب ☆ دین اور دنیا میں ٹھہرا وہ سزا وار غضب

(علم بخاری)

اللہ اس فتنہ سے مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔ آمین!

باب پنجم:

فضائل نماز جمعہ

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ

وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾　　[سورۃ جمعہ پارہ ۲۸ آیت ۹]

ترجمہ: "اے ایمان والو جب جمعہ کے روز نماز جمعہ کے لیے اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی یاد (یعنی نماز و خطبہ) کی طرف فوراً چل پڑو اور خرید و فروخت اور اسی طرح دوسرے مشاغل جو چلنے سے مانع ہوں چھوڑ دیا کرو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو سمجھ ہو (کیونکہ اس کا نفع باقی ہے)"

حضرات! یہ ماہ ربیع الاول ہے ہجرت کا سفر جس کا آغاز ماہ صفر المظفر ۸ سے شروع ہوا جناب نبی کریم ﷺ ربیع الاول مدینہ منورہ پہنچے اور سب سے پہلے دوشنبہ ۸ ربیع الاول سن ا ہجری بمطابق ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء کو قبا میں فروکش ہوئے اسلام کی سب سے پہلے مسجد قبا کی تعمیر ہوئی قبا میں چند روز قیام فرمانے کے بعد آپ ﷺ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں آپ ﷺ نے بنی سالم کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھائی یہ آپ ﷺ کی پہلی نماز جمعہ تھی اور پہلا خطبہ جمعہ کا تھا۔ اس مناسبت سے اس خطبہ و بیان کا موضوع فضائل نماز جمعہ ہے۔ آیت مذکورہ بالا کے متعلق تفسیر میں حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں (اے دعوت ایمانی کے قبول کرنے والو جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے اذان دی جائے تو تم اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے بلا تاخیر چل کھڑے ہوا کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت بالکل چھوڑ دیا کرو یہ کاروبار کو چھوڑ کر نماز کی طرف تیز گامی سے چلنا تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو ندا اذان کے معنی میں استعمال ہوا ہے مطلب یہ ہے کہ جب جمعہ کی اذان ہو تو کاروبار چھوڑ کر نماز کی طرف اور اللہ کے ذکر کی طرف چل پڑو سعی سے مراد بھاگنا یا دوڑنا نہیں ہے بلکہ لین دین بیع و شرا کو چھوڑ کر چل کھڑے ہو۔ اذان سے مراد خطبے کی اذان ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی ہے کیونکہ یہ دوسری اذان باجماع صحابہ ﷺ حضرت عثمان ذی النورین ؓ کے زمانہ میں مقرر ہوئی ہے لیکن حرمت بیع اس پہلی اذان کے بعد بھی ہے جیسا کہ اشتراک علت کی وجہ سے حکم میں بھی اشتراک ہوتا ہے ہاں امام کے سامنے والی اذان میں یہ حکم قطعی اور منصوص ہے اور پہلی اذان میں یہ حکم ظنی ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا میں اگرچہ عام خطاب ہے لیکن جن لوگوں پر جمعہ فرض نہیں مثلاً عورت، مریض، مسافر وغیرہ عام حکم میں نہیں ہوں گے حضرت شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں (یہود کے ہاں عبادت کا دن ہفتہ تھا سارے دن سودا منع تھا اس واسطے فرمایا کہ تم روزی کی تلاش کرو اور روزی کی تلاش میں بھی اللہ کی یاد نہ بھولو خلاصہ یہ کہ یہود کے ہاں ہفتہ اور نصاریٰ کے ہاں اتوار کا دن عبادت کے لیے مقرر تھا اُمت محمدی ﷺ کے لیے جمعہ کا دن مقرر فرمایا احادیث میں جمعہ کی بہت فضیلت آئی ہے ایک روایت میں ہے جو شخص جمعہ کے دن مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے شہید کا اجر لکھتا ہے اور اس کو قبر کے فتنے سے محفوظ رکھتا ہے جمعہ کے دن

صرف خطبے اور نماز کے لیے خرید و فروخت بند کرنے کا حکم دیا اور نماز کے بعد اجازت دی گئی اور کاروبار کی اجازت دی گئی۔ تلاش معاش اور روزی کی جستجو کو اپنا فضل فرمایا جیسا کہ قرآن کا عام قاعدہ ہے کہ رحمت روحانی ترقی کے لیے اور فضل مالی ترقی کے لیے عام طور پر استعمال کرتا ہے اگرچہ کبھی کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ پھر تاکید فرمائی کہ تلاش روزگار یا کاروبار اور تجارت کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی یاد یا اس کے ذکر سے بالکل غافل ہو جاؤ کوئی شغل بھی ہو اللہ تعالیٰ کو ہر حال میں یاد کرتے رہو خواہ ذکر لسانی ہو یا ذکر قلبی ہو اللہ تعالیٰ کا ذکر حقیقی زندگی ہے ورنہ غافل میں زندگی کہاں۔ (تفسیر کشف الرحمن)

سید الایام:

جمعہ کے دن کو سید الایام کہا گیا ہے حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن چھ لاکھ انسان دوزخ سے آزاد کرتا ہے۔

چشم رحمت سے ادھر کو بھی نظر کیجیے گا ☆ اسی اُمید پہ آیا یہ گنہگار بھی ہے
ملک راہگزار و مالک راہگیر ☆ تاکہ صدہا مالک یابی اے فقیر
(اختر)

جمعہ کو جمعہ اس لیے کہتے ہیں کہ اسی دن حضرت آدم ﷺ کی تخلیق جمع اور پوری کی گئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ اس لیے کہتے ہیں کہ حضرت آدم ﷺ جنت سے جب اُتارے گئے تو دنیا میں اسی دن زمین پر حضرت حوا کے ساتھ جمع ہوئے تھے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ اس دن چونکہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور نماز کے لیے جمع ہوتے ہیں اس لیے اسے یوم الجمعہ کہا جاتا ہے جمعہ اسلامی نام ہے زمانہ جاہلیت میں اس دن کو عروبہ کہا جاتا تھا۔ جمعہ کا روز آنحضرت ﷺ کی بعثت سے زمانہ جاہلیت میں بھی ایک امتیازی شرف وفضیلت کا دن مانا جاتا تھا مگر اسلام نے اس دن کو اس کی حقیقی عظمت وفضیلت کے پیش نظر بہت ہی زیادہ باعظمت و بافضیلت دن قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کو نماز سے زیادہ اور کوئی عبادت پسند نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ بندوں پر اللہ جل شانہ کی طرف سے جو بے انتہا نعمتوں کی بارش ہوتی ہے اور جن کا سلسلہ انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک ہے بلکہ پیدائش سے قبل اور موت کے بعد بھی انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ہم کنار رہتا ہے اس کے ادائے شکر کے لیے ہر دن میں پانچ وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا پھر یہ کہ جتنی بڑی جماعت ہوگی اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا اور اس کے علاوہ فوائد ظاہر ہوں گے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب کہ محلوں کے لوگ جمع ہو کر ایک جگہ نماز پڑھیں چونکہ ہر روز ایک

محلہ میں پانچ وقت اتنے لوگوں کا جمع ہونا پریشانی کا باعث بن سکتا تھا اس لیے ہفتے میں ایک دن بہت سے محلوں کے لوگوں کو ایک جگہ جمع ہو کر نماز جمعہ اکٹھے پڑھنے کا حکم دیا گیا اگلی امتوں کو بھی خدائے تعالی نے اس دن عبادت کا حکم فرمایا تھا مگر انہوں نے غرور سرکشی اور بدنصیبی کی بنا پر اس میں اختلاف کیا اور ان کی سرکشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس عظیم سعادت سے محروم رہے اور یہ فضیلت وسعادت بھی اسی اُمت مرحومہ کے حصہ میں پڑی۔ یہود نے سنیچر کا دن مقرر کرلیا اس خیال سے کہ اس دن میں اللہ تعالی تمام مخلوقات کو پیدا کرنے سے فارغ ہوا تھا عیسائیوں نے اتوار کا دن مقرر کیا اس خیال سے کہ یہ دن ابتدائے آفرینش کا ہے۔ (مظاہر حق) چنانچہ اب تک یہ دونوں فرقے ان دنوں میں عبادت کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں اپنے تمام کام کاج چھوڑ کر اس دن چرچ وعبادت گاہوں میں ضرور جاتے ہیں عیسائی حکومتوں میں اتوار کے دن اسی سبب سے تمام دفاتر وتعلیم گاہوں میں تعطیل ہوتی ہے بعض مسلم ممالک حکومتوں کی یہ مرعوبیت اور بدنصیبی ہے کہ وہ بھی عیسائی حکومتوں کے اس خالص مذہبی طرز عمل کو بدل نہ سکیں اور اپنے ملکوں میں بجائے جمعہ کے اتوار کے دن عام تعطیل کرنے پر مجبور ہیں۔

نماز جمعہ کی فضیلت:

نماز جمعہ فرض عین ہے قرآن مجید، احادیث متواترہ اور اجماع اُمت سے ثابت ہے اور اسلام کے شعائر اعظم میں ہے، نماز جمعہ کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر اور اس کو بلا عذر چھوڑنے والا فاسق ہے۔ نماز جمعہ کی فرضیت آنحضرت ﷺ کو مکہ ہی میں معلوم ہوگئی تھی مگر غلبہ کفر کے سبب سے اس کے ادا کرنے کا موقعہ نہیں ملتا تھا۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ تشریف لاتے ہی آپ ﷺ نے نماز جمعہ شروع کر دی (مظاہر حق) مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد صائب اور کشف صادق سے جمعہ کی نماز شروع کر دی تھی۔ علم الفقہ (بحوالہ مظاہر حق)

جمعہ کے دن کی فضیلت:

((وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيْهِ أُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ إِلَّا فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ)). [رواہ مسلم]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرتاج دوعالم ﷺ نے فرمایا ان دنوں کا جن میں آفتاب طلوع ہوتا ہے سب سے بہتر دن جسے اگر کوئی بندہ مؤمن پالے تو وہ جمعہ ہے اسی دن حضرت آدم

علیہ السلام پیدا کیے گئے (یعنی ان کی تخلیق مکمل ہوئی) اور اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن انہیں بہشت سے نکالا گیا (اور زمین پر اتارا گیا) اور قیامت بھی جمعہ کے روز قائم ہوگی۔ (متفق علیہ)

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا دن ہونے کی وجہ سے جمعہ کے دن کی فضیلت تو ظاہر ہے لیکن بہشت میں سے نکلنے کا دن ہونے کی وجہ سے جمعہ کی فضیلت اس لیے ہے کہ دراصل حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے نکل کر زمین پر آنا انبیاء و اولیاء کی پیدائش کا سبب اور ان کی مقدس زندگیوں سے بے شمار حسنات کے ظہور کا باعث ہوا ایسے ہی حضرت آدم علیہ السلام کی موت بارگاہ رب العزت میں ان کی حاضری کا سبب ہوئی اسی طرح قیامت کا قائم ہونا جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے جس میں پرہیزگاروں اور نیکوکاروں سے اللہ تعالیٰ کے کیے گئے وعدے ظاہر ہوں گے۔ ابن مسیبؒ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ نفل حج سے زیادہ محبوب ہے۔ جامع الصغیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مرفوعاً منقول ہے کہ (جمعہ حج المساکین) ہے۔

جمعہ کے دن ساعت قبولیت:

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ فِی الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا یُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ یَسْأَلُ اللّٰهَ فِیْهَا خَیْرًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِیَّاهُ)). [بخاری ومسلم]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرتاج دوعالم ﷺ نے فرمایا: ”جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت آتی ہے کہ اس میں جو کوئی مسلمان بندہ اللہ سے بھلائی کا سوال کرے تو اللہ اس کو وہ بھلائی عطا کر دیتا ہے۔“ (یعنی اس ساعت میں مانگی جانے والی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔)

تشریح: جمعہ کے روز ایک خاص ساعت (وقت گھڑی) ہے جس میں بندہ کی جانب سے پروردگار سے پیش کی جانے والی ہر درخواست منظور ہوتی ہے، مگر وہ ساعت متعین اور ظاہر نہیں ہے بلکہ اسے پوشیدہ رکھا گیا ہے یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ ساعت کب آتی ہے اور اسے پوشیدہ رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ لوگ اس ساعت کی اُمید میں پورے دن مشغول رہیں اور جب وہ ساعت آئے تو ان کی عبادت و دعا اس خاص ساعت میں واقع ہو۔ اس مقبولیت کی ساعت میں بندہ جو دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا فوراً قبول کرتا ہے بایں طور کہ اس کا مقصد دنیا ہی میں پورا کر دیتا ہے یا قبولیت دعا کی یہ صورت ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ کسی مصلحت اور بندہ کی بہتری ہی کے لیے دنیا میں تو اس کی دعا کا کوئی اجر ظاہر نہیں فرماتا بلکہ وہ اس کے لیے ذخیرہ آخرت ہو جاتی ہے کہ وہاں اس کا ثواب اسے دیا جائے گا۔

((وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ بِنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ فِیْ شَانِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ مَابَیْنَ اَنْ یَجْلِسَ الْاِمَامُ اِلٰی اَنْ تُقْضَی الصَّلٰوةُ)). [صحیح مسلم]

حضرت ابی بردہ بن ابی موسیٰ راوی ہیں کہ میں نے اپنے والد مکرم (حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ) سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے سرتاج دوعالم ﷺ کو جمعہ (کے دن) کی ساعت قبولیت کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ ساعت (جمعہ کے لیے) امام کے منبر پر بیٹھنے اور نماز پڑھی جانے تک کا درمیانی عرصہ ہے۔ (مسلم)

روز جمعہ قبولیت دعا کی ساعت منقول ہے اور اس کی حقیقت میں کوئی کسی کو شبہ نہیں ہے، لیکن علماء کے یہاں اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ ساعت کون سا وقت ہے جس میں ساعت قبولیت آجاتی ہے، چنانچہ بعض کا قول تو یہ ہے کہ شب قدر کی ساعت کی طرح اور اسم اعظم کی طرح جمعہ کے روز کی ساعت قبولیت بھی مبہم یعنی غیر معلوم ہے جن کے نزدیک وہ ساعت قبولیت معین اور معلوم ہے تو کون سی ساعت ہے اور وہ کون سا وقت ہے جس میں یہ عظیم ومقدس ساعت پوشیدہ ہے اس بارہ میں پینتیس (۳۵) اقوال منقول ہیں۔ منقول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت فاطمہ زہراؓ اور تمام اہل بیت نبوت رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے خادموں کو متعین کرتے تھے کہ وہ ہر جمعہ کے روز آخری گھڑی کا خیال رکھیں اور اس وقت سب کو یاد دلائیں تاکہ وہ سب اس گھڑی میں پروردگار کی عبادت، اس کے ذکر اور اس سے دعا مانگنے میں مشغول ہو جائیں۔ حضور انور ﷺ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن تم لوگ مجھ پر زیادہ درود بھیجو کیونکہ تمہارے درود میرے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے درود آپ ﷺ کے سامنے کس طرح پیش کیے جائیں گے جبکہ (ہمارے درود بھیجنے کے وقت) آپ ﷺ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آنحضرت ﷺ (اللہ تعالیٰ نے زمین کے لیے انبیاء کے جسم حرام کر دیئے) یعنی انبیاء کے جسم زمین فنا نہیں کرتی۔ (مشکوۃ شریف بحوالہ مظاہر حق)

ہر حال میں رہا جو تیرا آسرا مجھے ☆ مایوس کر سکا نہ ہجوم بلا مجھے

جمعہ کے دن بہت زیادہ درود بھیجنے کے لیے آپ ﷺ نے اس لیے حکم دیا ہے کہ درود افضل عبادات سے ہے اور چونکہ جمعہ کے دن ہر نیکی کا ثواب ستر درجے زیادہ ملتا ہے اس لیے جمعہ کے دن درود پڑھنا اولیٰ ہوگا۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح زمین دوسرے مردوں کے ساتھ معاملہ کرتی ہے کہ چند ہی دنوں کے بعد ان کے اجسام زمین کی نذر ہو جاتے ہیں اور گل سڑ جاتے

ہیں ایسا معاملہ انبیاء کے مبارک اجسام کے ساتھ نہیں ہوتا نہ تو ان کے اجسام فنا ہوتے ہیں نہ گلتے سڑتے ہیں بلکہ وہ جوں کے توں قبروں میں دنیا کی طرح زندہ رہتے ہیں۔

جمعہ کو مرنے والے مؤمن کے لیے بشارت:

((وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ)). [احمد ترمذی]

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرتاج عالم ﷺ نے فرمایا "ایسا کوئی مسلمان نہیں ہے جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں انتقال کرے اور اللہ تعالیٰ اسے فتنہ (یعنی قبر کے سوا اور قبر کے عذاب) سے نہ بچائے۔

مطلب یہ ہے کہ کسی خوش قسمت مسلمان کا جمعہ کے روز یا جمعہ کی شب میں انتقال کرنا درحقیقت اس کی سعادت اور آخرت کی بھلائی ہے۔

جمعہ مسلمانوں کے لیے عید کا دن ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے (ایک دن) یہ آیت پڑھی: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ (سورۃ المائدۃ پارہ ۶ آیت ۳) جس کا مضمون یہ ہے کہ آج کے دن ہم نے تمہارے لیے دین مکمل کر دیا تمہارے اوپر اپنی تمام نعمتیں پوری کر دیں اور ہم نے تمہارے لیے از روئے دین اسلام کو پسند کیا ہے ان کے پاس (اس وقت) ایک یہودی بیٹھا ہوا تھا اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ آیت سن کر کہا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس کو یعنی اس دن کو جس میں یہ آیت نازل ہوئی تھی عید قرار دیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا (یہ آیت دو عیدوں کے دن یعنی حجۃ الوداع کے موقعہ پر، جمعہ اور عرفہ کے دن نازل ہوئی ہے) یہودی کا مطلب یہ تھا کہ اگر یہ آیت ہم پر اترتی تو اتنی عظیم الشان نعمت کی خوشی اور اس کی شکرانے کے طور پر بڑی عید مناتے مگر تعجب ہے کہ مسلمانوں نے اس دن کو یادگار دن اور عید کا دن قرار نہیں دیا؟ اس کے جواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود اس آیت کو ایک ایسے دن نازل فرمایا جو ایک نہیں دو عیدوں پر حاوی تھا تو پھر ہمیں اس دن کو یادگار دن قرار دینے کی کیا ضرورت تھی، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے جو آخری حج ادا فرمایا تھا وہ جمعہ کے دن تھا گویا ایک تو جمعہ ہونے کی وجہ سے خود وہ دن افضل واشرف تھا دوسرے دن عرفہ یعنی (حج) ہونے کے سبب سے اس کی فضیلت وعظمت کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا اور اسی دن یہ آیت نازل ہوئی اور ظاہر ہے کہ اپنی

عظمت وفضیلت کے اعتبار سے مسلمانوں کے لیے اس سے بڑا عید کا دن اور کون سا ہوسکتا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن چمکتا دن ہے یعنی جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات نورانیت معنوی یا تو بالذات ہوتی ہے یا پھر یہ کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں جو عبادت کی جاتی ہے اس کی برکت اور اس کے سبب سے معنوی نورانیت پیدا ہوتی ہے۔

یہ بحر بے کراں ہے تاریکیوں سے بھرپور ☆ یہاں غوطہ لگائے وہی ہے جو باکمال ہوگا (چشتی)

جمعہ کے فرض ہونے کا بیان:

جمعہ کی نماز فرض عین ہے علامہ یحییٰ فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ فریضہ محکم ہے جو قرآن کریم، احادیث رسول ﷺ اور اجماع امت سے ثابت ہے نماز جمعہ کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے قرآن کریم کی جس آیت سے جمعہ کی فرضیت ثابت ہے اس کے الفاظ ﴿فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ﴾ میں ذکر سے مراد جمعہ کی نماز اور اس کا خطبہ ہے۔

نماز جمعہ ترک کرنے کی وعید:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ عَلٰی اَعْوَادِ مِنْبَرِهٖ لَیَنْتَهِیَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَیَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَیَکُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِیْنَ)).

(مسلم بحوالہ مشکوۃ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ہم نے سرتاج دو عالم ﷺ کو اپنے منبر کی لکڑی یعنی اس کی سیڑھیوں پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ لوگ نماز جمعہ کو چھوڑنے سے باز رہیں ورنہ تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا وہ غافلوں میں شمار ہونے لگیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں میں سے ایک چیز مقرر ہے یا تو نماز جمعہ کو نہ چھوڑنا یا دلوں پر مہر لگ جانا اگر لوگ نماز جمعہ نہیں چھوڑیں گے تو ان کے دلوں پر مہر نہ لگے گی اور اگر چھوڑ دیں گے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی جائے گی۔ ''دلوں پر مہر لگانا'' اس بات سے کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے بدبخت لوگوں کے دلوں کو انتہائی غفلت میں مبتلا کر دے گا اور انہیں نصیحت و بھلائی قبول کرنے سے باز رکھے گا، جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ان کے حق میں یہی نکلے گا کہ ایسے لوگ اللہ کے عذاب سخت میں مبتلا کیے جائیں گے۔

وہ لوگ جن پر جمعہ واجب نہیں:

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرتاج دو عالم ﷺ نے فرمایا جمعہ حق ہے اور جماعت کے ساتھ ہر مسلمان پر واجب ہے۔ علاوہ چار آدمیوں کے: (۱) غلام جو کسی کی ملک میں ہو۔ (۲) عورت (۳) بچہ (۴) مریض (کہ ان پر جمعہ واجب نہیں) غلام چونکہ دوسرے کی ملکیت اور تصرف میں ہوتا ہے اس لیے اس پر جمعہ فرض نہیں کیا گیا عورت پر جمعہ اس لیے فرض نہیں ہے کہ نہ صرف یہ کہ اس کے ذمہ خاوند کے حقوق اتنے زیادہ متعلق ہیں کہ نماز جمعہ میں شمولیت ان کی ادائیگی سے مانع ہوگی، جمعہ کی نماز میں چونکہ مردوں کا ہجوم زیادہ ہوتا ہے اس لیے نماز جمعہ میں عورتوں کی شمولیت بہت سے فتنہ و فساد کا موجب بن سکتی ہے۔ بچہ چونکہ غیر مکلف ہے اس لیے اس پر جمعہ فرض نہیں ہے اسی طرح بیمار و مریض پر اس کے ضعف و ناتوانی اور دفع ضرر کے سبب جمعہ فرض نہیں لیکن مریض سے مراد وہ مریض ہے جو کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جس کی وجہ سے جمعہ میں حاضر ہونا دشوار و مشکل ہو ایسے ہی مسافر، نابینا اور لنگڑے پر بھی جمعہ فرض نہیں۔

تارک جمعہ کے لیے وعید:

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لِقَوْمٍ یَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلًا یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحَرِّقَ عَلٰی رِجَالٍ یَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُیُوْتَهُمْ)).

[مسلم بحوالہ مشکوۃ]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ان لوگوں کے بارہ میں جو نماز جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں (یعنی نماز جمعہ نہیں پڑھتے) فرمایا کہ میں سوچتا ہوں کہ میں کسی شخص سے کہوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور پھر میں (جا کر) ان لوگوں کے گھر بار جلادوں جو (بغیر عذر کے جمعہ چھوڑ دیتے ہیں)

اس حدیث میں ان لوگوں کیلئے بڑی سخت وعید ہے جو بلا عذر اور مجبوری کے نماز جمعہ نہیں پڑھتے ایسے لوگوں کو چاہیے کہ اس حدیث سے عبرت حاصل کریں اور نماز جمعہ کبھی نہ چھوڑیں۔

((وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَیْرِ ضَرُوْرَةٍ كُتِبَ مُنَافِقًا فِیْ كِتَابٍ لَا یُمْحٰی وَلَا یُبَدَّلُ وَفِیْ بَعْضِ الرِّوَایَاتِ ثَلَاثًا)).

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سردار دو عالم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص بغیر کسی عذر کے نماز جمعہ چھوڑ دیتا ہے وہ ایسی کتاب میں منافق لکھا جاتا ہے جو نہ کبھی مٹائی جاتی ہے نہ کبھی

تبدیل کی جاتی ہے۔"

اور بعض روایات میں یہ ہے کہ جو شخص تین جمعے چھوڑ دے یہ وعید اس کے لیے ہے۔ (شافعی)

تشریح مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ کا مطلب یہ ہے کہ ترک جماعت کے جو عذر ہیں مثلاً ظالم اور دشمن کا خوف، پانی برسنا، برف پڑنا یا راستہ میں کیچڑ وغیرہ کا ہونا وغیرہ وغیرہ اگر ان میں سے کسی عذر کی بناء پر کوئی جمعہ کی نماز میں نہ جائے تو وہ منافق نہیں لکھا جائے گا ہاں بغیر کسی عذر اور مجبوری کے جمعہ چھوڑنے والا منافق لکھا جائے گا۔ فِي كِتَابٍ لَا يُمْحٰى وَلَا يُبَدَّلُ میں کتاب سے مراد "نامہ اعمال" ہے۔ حاصل یہ ہے کہ نماز جمعہ چھوڑنے والا اپنے نامہ اعمال میں کہ جس میں نہ تنسیخ ممکن ہے اور نہ تغیر و تبدل، منافق لکھ دیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ نفاق جیسی ملعون صفت ہمیشہ کے لیے چپک کر رہ جاتی ہے تا آنکہ آخرت میں یا تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اسے عذاب میں مبتلا کر دے یا اپنے فضل و کرم سے درگزر فرماتے ہوئے اسے بخش دے غور و فکر کا مقام ہے کہ نماز چھوڑنے کی کتنی شدید وعید ہے؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے عذاب سے محفوظ فرمائے۔

جمعہ کے دن یہ چیزیں سنت ہیں:

غسل کرنا، لبوں مونچھوں کا کتروانا، ناخن کٹوانا، زیر ناف بال صاف کرنا، بغل کے بال دور کرنا، کپڑوں کا پاک کرنا، خوشبو استعمال کرنا، جمعہ کے لیے سویرے جانا یعنی جب مسجد میں یا جہاں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہو وہاں نماز کے لیے اول وقت پہنچ جانا۔ امام غزالیؒ نے بعض علماء سلف کا یہ معمول نقل کیا ہے کہ وہ عبادت کی طرف پیش روی اختیار کرنے کے جذبہ سے نماز جمعہ کے لیے جمعہ کے دن صبح ہی سے مسجد پہنچ جایا کرتے تھے۔

فضیلت جمعہ:

((وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلّٰى مَا قُدِّرَ لَهُ ثُمَّ اَنْصَتَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهٖ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَعَهُ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى وَفَضْلُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ)). [مسلم]

حضرت ابو ہریرہ ؓ راوی ہیں کہ سرتاج دو عالم ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے غسل کیا پھر جمعہ میں آیا اور جس قدر اس کے نصیب میں تھی نماز پڑھی پھر امام کے خطبہ سے فارغ ہونے تک خاموش رہا اور اس کے ساتھ نماز پڑھی تو اس جمعہ گزشتہ جمعہ تک بلکہ اس سے تین دن زیادہ کے اس کے گناہ بخش

دیئے جائیں گے۔"

تین دن کی زیادتی اس لیے ہے کہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا زیادہ ہوتا ہے لہٰذا جمعہ سے جمعہ تک تو سات دن ہوئے اور تین دن اضافہ کر دیا گیا کہ دہائی پوری ہو جائے۔

جمعہ میں اوّل وقت آنے والے کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرتاج دو عالم ﷺ نے فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر آ کھڑے ہو جاتے ہیں، چنانچہ جو شخص مسجد میں اوّل وقت آتا ہے پہلے وہ اس کا نام لکھتے ہیں پھر اس کے بعد پہلے آنے والوں کا نام لکھتے ہیں اور جو شخص مسجد میں اوّل (وقت) جمعہ میں آتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی شخص مکہ میں قربانی کے لیے اونٹ بھیجتا ہے (کہ جس کا بہت زیادہ ثواب ہوتا ہے) پھر اس کے بعد جو شخص جمعہ میں آتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی شخص مکہ میں قربانی کے لیے گائے بھیجتا ہے، پھر اس کے بعد جو شخص آتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی شخص دنبہ بھیجتا ہے۔ پھر اس کے بعد جو شخص آتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی شخص صدقہ میں مرغی دیتا ہے پھر اس کے بعد جو شخص آتا ہے وہ صدقہ میں انڈا دینے والے کی مانند ہوتا ہے اور جب امام خطبہ کے لیے منبر پر آتا ہے تو وہ اپنے صحیفے (رجسٹر) لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے لگ جاتے ہیں۔ (بخاری ومسلم بحوالہ مشکوٰۃ مظاہر حق)

گردنوں کو پھلانگنے کی وعید:

حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ اپنے والد مکرم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن (مسجد میں جگہ) حاصل کرنے کے لیے لوگوں کی گردنیں پھلانگے گا وہ جہنم کی طرف پل بنایا جائے گا یعنی قیامت کے دن ایسے شخص کو اپنے فعل کی مثل بدلہ ملے گا یعنی جس طرح اس نے گردنوں کو پھلانگ کر لوگوں کو اپنی گزرگاہ بنایا اسی طرح اس کو جہنم کی طرف پل بنا کر لوگوں کے لیے گزرگاہ بنایا جائے گا۔

حکایات متعلقہ نماز جمعہ:

ایک سمرقندی شخص کا بیان ہے کہ میں جو اپنے بارے میں آبپاشی کے اہتمام سے غافل رہا کرتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ ایک بار جمعہ کی نماز کا وقت آ پہنچا اور میرا گدھا جنگل کو بھاگ گیا تھا اور اس وقت مجھے اپنے باغ میں آب پاشی کرنے کی سخت ضرورت تھی۔ میرا پڑوسی کہنے لگا کہ اگر اس وقت تم

اپنے باغ میں آب پاشی نہ کرلو گے تو پھر تمہاری باری مدت دراز کے بعد آئے گی اور اسی وقت چکی میں آٹا پیسنے کے لیے اناج بھی پڑا ہوا تھا میں نے ان سب چیزوں پر نماز کو مقدم رکھا اور اس میں مشغول رہا اس کے بعد دیکھتا کیا ہوں کہ میرے باغ کی طرف پانی جاری ہے جس سے وہ خوب سیراب ہو رہا ہے میرے گدھے کے پیچھے بھیڑیے دوڑے تھے جس کی وجہ سے وہ بھی بھاگ آیا تھا آنے کا یہ قصہ گزرا کہ ایک شخص اپنا آٹا پسنے لیے جاتا تھا اس نے میرا آٹا پیس دیا جب میرے گھر کی طرف آیا تو میری زوجہ نے بوری کو پہچان کر آٹا لے لیا خلاصہ یہ کہ سب کچھ نماز جمعہ کی برکت سے ظہور میں آیا۔

حکایت مطرف تابعیؒ شب جمعہ کو اپنے گھوڑے پر جامع مسجد کی طرف جایا کرتے تھے اور ان کا کوڑا (لاٹھی) روشن ہو جایا کرتا تھا۔ ایک روز دیکھتے کیا ہیں کہ اپنی اپنی قبروں پر کچھ مردے نظر آرہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مطرف ہیں جمعہ پڑھنے کے لیے جامع مسجد جا رہے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ کیا تم جمعہ کو پہچانتے ہو بولے ہاں اور پرندے جو کچھ اس دن کہا کرتے ہیں ہم خوب پہچانتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا کہتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہتے ہیں سَلَامٌ بِسَلَامٍ مِنْ یَوْمٍ صَالِحٍ ۔ حضرت نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ پر جمعہ کے روز اسی بار درود پڑھتا ہے اللہ اس کے اسی برس کے گناہ بخش دیتا ہے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر کیسے درود پڑھیں آپ ﷺ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَنَبِیِّکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ ۔ نزہۃ المجالس میں ہے جمعہ کے روز عمامہ باندھنا مستحب ہے کیونکہ حضرت نبی ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے جمعہ کے روز عمامہ باندھنے والوں پر درود بھیجتے ہیں (یعنی ان کے لیے دعا کرتے ہیں) اور ابن عماد کی کتاب الذریعہ میں ان کے ہاتھ کی تحریر کی ہوئی دوسری حدیث میں نے دیکھی ہے کہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا بے عمامہ کی نماز سے پچیس حصہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے اور عمامہ کے ساتھ جمعہ پڑھنا بے عمامہ کے جمعہ سے ستر حصہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عمامے عرب کے تاج ہیں اور بدر کے روز فرشتوں کے عمامے سفید تھے اور حنین کے روز سرخ۔ عمامہ کی سنت تقریباً چھوڑی جا چکی ہے اور نہیں تو کم از کم نماز ہی عمامہ کے ساتھ پڑھی جائے تا کہ سنت کسی حد تک ادا ہو۔

اپنی ملت کو قیاس اقوام مغرب پر نہ کر ☆ خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

جس کے غلاموں کی ٹھوکر میں تاج قیصرو کسریٰ ہے

اس کے فقیروں کی جھولی میں ہیں فہم و ادراک کے موتی

جمعہ کے روز سفید کپڑے پہننا سب سے افضل ہے کیونکہ حضرت نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ تم

سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ وہ نہایت پاکیزہ اور ستھرا لباس ہے اور اس میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔

در ختم رسل تک جو گئے ہوں ☆ گو اگر وہ سلطان ہو گئے ہیں

یا اللہ تمام مسلمانوں کو نماز جمعہ اہتمام کے ساتھ پڑھنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین!

حضرت نبی ﷺ سے مروی ہے جو شخص جمعہ کے روز سورۃ کہف پڑھتا ہے تو جہاں وہ پڑھتا ہے وہاں سے لے کر مکہ مکرمہ تک اللہ اس کو نور عنایت کرتا ہے اور دوسرے جمعہ تک اس کی مغفرت فرماتا ہے اور اس کے لیے ستر ہزار فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں اور مرض اور ذات الجنب اور برص اور جزام اور فتنہ دجال سے عافیت میں رہتا ہے اور حضرت نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص سورۃ کہف پڑھتا ہے آخر روز تک ہر فتنہ سے بچا رہتا ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیام قیامت تک کی مدت کے مابین دجال سے بڑھ کر کوئی فتنہ اللہ نے نہیں پیدا کیا (نزہۃ المجالس) بعض سلف کا قول ہے جو شخص جمعہ کے روز کسی مسکین کو کھانا کھلائے پھر سویرے ہی سے مسجد جامع کو چلا جائے اور جب امام سلام پھیرے تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ اَسْئَلُكَ اَنْ تَغْفِرَلِيْ وَتَرْحَمَنِيْ وَاَنْ تُعَافِيَنِيْ مِنَ النَّارِ پڑھ کر جو اس کے جی میں آئے دعا کرے تو وہ دعا مقبول ہوتی ہے بروایت ابن عباسؓ حضرت نبی ﷺ سے روایت ہے کہ جو شخص بعد ادائے جمعہ کے سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ سو بار پڑھتا ہے اللہ اس کے لاکھ گناہ اور اس کے والدین کے چوبیس ہزار گناہ بخش دیتا ہے۔ حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا اے عمرؓ! نماز جمعہ اپنے اوپر لازم کرلو وہ خطاؤں کو ایسے منہدم کر دیتی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھر کی مٹی کو منہدم کر دیتا ہے۔ اے عمرؓ! کوئی ایسا بندہ نہیں جو جمعہ کے روز نماز کے لیے غسل کرتا ہو اور پھر بھی وہ گناہوں سے ایسے نہ نکل آتا ہو گویا کہ وہ آج اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اے عمرؓ! کوئی بندہ ایسا نہیں کہ جو نماز جمعہ کے لیے اپنے گھر سے نکلے اور پھر بھی اس کے لیے تمام کنکر پتھر شہادت نہ دیں اور تمام کنکر پتھر اور خاک جس پر سے نماز جمعہ کے لیے اس کا گزر ہو اس کے لیے استغفار نہ کریں اور کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو پاک کپڑے پہن کر نماز جمعہ کے لیے نکلے اور پھر بھی اللہ اس کی طرف نظر نہ کرے اور اس کی تمام حاجتیں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی ہوں پوری نہ کردے۔ اسی طرح فضائل کی لمبی حدیث ہے جس کا جی چاہے نزہۃ المجالس ص: ۲۵۷، جلد نمبر ا میں دیکھے۔

لطیفہ: ایک لطیفہ و کہاوت مشہور ہے کہ نمازی چار قسم کے ہیں ٹھاٹھ کے، کھاٹ کے، آٹھ کے، تین سو ساٹھ کے، ٹھاٹھ کے نمازی جو پانچ وقت پابندی سے باجماعت نماز پڑھیں، کھاٹ کے نمازی یعنی جو صرف نماز جنازہ میں شرکت کرتے ہیں، آٹھ کے نمازی جو صرف جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں۔ تین سو ساٹھ

کے نمازی جو صرف عید کی نماز میں سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیتے ہیں تو صرف جمعہ کی نماز پڑھ کر چھٹی نہ کر لی جائے بلکہ پانچوں نمازیں باجماعت پڑھیں ورنہ ترک نماز کا وبال اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اللہ سب مسلمانوں کو تمام نمازیں اہتمام و شوق سے پڑھنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

آمین یا رب العالمین!

دل میں اگر حضور ﷺ ہو سر تیرا خم ضرور ہو ☆ جس کا نہ کچھ ظہور ہو عشق وہ عشق ہی نہیں

حلاوت ایمانی کی پانچ علامات:

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں حلاوت ایمانی کی پانچ نشانیاں بتائی گئی ہیں:

۱) عبادت میں لذت پانا۔

۲) فرمانبرداری اور اطاعت کو گناہوں کی فانی لذت پر ترجیح دینا۔

۳) اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں ہر مشقت اور تکلیف کو برداشت کرنا

۴) مصائب پر صبر کرنا اور تدبیر و دعا کے ساتھ رحمت کا انتظار کرنا

۵) رضا بالقضاء یعنی فیصلہ خداوندی پر رضامند رہنا۔

☆☆☆☆☆

۱ : خطبہ اوّل

اخلاقِ نبوی ﷺ

اللہ رب العزت نے جناب نبی اکرم ﷺ کو مقام رفیع عطا فرمایا اس رفعت و بلندی کا اندازہ کرنا انسانی اختیار سے باہر ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی صفات و عادات آپ ﷺ کے اخلاق و تعلیمات کی خوبی کا اندازہ کرنا بھی انسانی بس میں نہیں آپ ﷺ اخلاق کے عظیم مرتبہ پر تھے اسی طرح عدل وانصاف، بہادری، سخاوت وکرم، عفو و درگزر، عبادت و ریاضت ہر ہر صفت میں سب سے عظیم بلکہ سب میں معلم ومربی تھے۔
اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ احسان ہے کہ حضور ﷺ جیسے نبی ﷺ جو معلم ومزکی ومربی تھے ارشاد ربانی ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

[سورۃ آل عمران پارہ ۴ آیت ۱۶۴]

ترجمہ: ”بے شک ایمان والوں پر اللہ نے احسان فرمایا کہ ان میں رسول بھیجا انہی میں سے جو پڑھتا ہے ان پر آیات (قرآنیہ) اس کی اور ان کی تربیت کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے اگرچہ اس سے پہلے وہ لوگ گمراہی واضح میں تھے۔“

قدم قدم پہ برکتیں نفس نفس پہ رحمتیں ☆ جہاں جہاں سے وہ شفیع عاصیاں گزر گیا
جہاں نظر نہیں پڑی وہیں ہے رات آج تک ☆ وہاں وہاں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا
ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم ☆ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

اور دوسری جگہ ارشاد رب العزت ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ [سورۃ نون پارہ ۲۹ آیت ۴]

”اور بے شک آپ (ﷺ) خلق عظیم پر ہیں۔“

یعنی آپ ﷺ کے اخلاق عظیم ہیں۔ حدیث میں ہے کہ لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ حضور ﷺ کا اخلاق قرآن ہے یعنی جو کچھ فرمان الٰہی تھا اس پر آپ ﷺ کا عمل تھا۔ قاضی عیاضؒ شفاء میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ذات کے لیے کبھی غصہ نہیں فرمایا اور نہ کبھی آپ ﷺ نے اپنے نفس کا کسی سے بدلہ لیا جب بھی آپ ﷺ کو غصہ آیا تو اللہ کی مرضی کے خلاف کام کرنے پر یا شریعت کی مخالفت کرنے پر غصہ آیا۔

قیامت کے دن آنحضرت ﷺ کی سرداری:

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ اَوَّلُ مَنْ یَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ)). [مسلم]

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے قبر سے میں ہی اٹھوں گا نیز سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی۔''

تشریح مطلب یہ کہ قیامت کے دن تمام انسانی کمالات وصفات اور تمام تر عظمتوں اور ان کا مظہر آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہوگی۔ اس دن مخلوقات میں سے نہ کسی کا درجہ آپ ﷺ سے بڑا ہوگا اور نہ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی اور ذات سرداری وسربراہی کی قرار پائے گی۔ واضح ہو کہ محمد عربی ﷺ دنیا و آخرت دونوں جہاں میں تمام لوگوں کے سردار و آقا ہیں لیکن یہاں ''قیامت کے دن'' کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ اس دن آنحضرت ﷺ کی سرداری و برتری کا ظہور کسی بھی شخص کے اختلاف وعناد کے اظہار کے بغیر ہوگا جبکہ اس دنیا میں کفر و شرک اور نفاق کی طاقتیں نہ صرف حیات مبارک میں آپ ﷺ کی سرداری و برتری کی مخالفت و معاندر ہیں بلکہ بعد میں بھی ان کا اختلاف و عناد ظاہر رہا۔ اس حدیث کے بین السطور سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ فرشتوں پر بھی فضیلت و برتری رکھتے ہیں اور آپ ﷺ کی ذات افضل المخلوقات واکمل الموجودات ہے۔

سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم:

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا قَدْ اُعْطِیَ مِنَ الْاٰیَاتِ مَا مِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَیْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا کَانَ الَّذِیْ اُوْتِیْتُ وَحْیًا اَوْحَی اللّٰهُ اِلَیَّ فَاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَهُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ)). [متفق علیہ]

ترجمہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انبیاء میں سے ہر ایک نبی کو معجزات میں سے صرف اتنا دیا گیا جس پر انسان ایمان لا سکے اور جو معجزہ مجھ کو ملا وہ اللہ کی وحی ہے جو اس نے میری طرف بھیجی اور جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اس کی بناء پر مجھے یقین ہے کہ قیامت کے دن میرے ماننے والوں کی تعداد تمام انبیاء کے ماننے والوں سے زیادہ ہوگی۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام چونکہ مخلوق کے سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسالت ونبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ ان کو کچھ ایسے معجزے عطا فرماتا ہے جس کو وہ اپنے دعوے کی دلیل وبرہان کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کرسکیں، چنانچہ جتنے بھی نبی ورسول اس زمین پر آئے ان کو کسی نہ کسی نوعیت کا ایسا معجزہ دیا گیا جس کو دیکھ کر عقل سلیم رکھنے والا انسان اسی نبی کی تصدیق کر سکے اور اس پر ایمان لا سکے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس نبی کو جو بھی معجزہ دیا گیا وہ اس نبی کے زمانہ اور اس کی حیات تک مخصوص اور باقی رہا اس نبی کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے ساتھ اس کا معجزہ بھی ختم ہو گیا۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر اور جادو کا زبردست چرچا تھا بڑے بڑے جادوگر اپنے فن کا کمال دکھایا کرتے تھے اور لوگ اُن کے فنی کمال سے متاثر ہوتے تھے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا اور عصا کا معجزہ دیا گیا ان کے دونوں معجزوں نے تمام چھوٹے بڑے جادوگروں کا چراغ گل کر دیا اور نہ صرف عام لوگوں کو بلکہ خود ان جادوگروں کو موسیٰ علیہ السلام کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں حکمت وطب کا بڑا زور تھا اس وقت ایسے ایسے قابل اور ماہر فن طبیب اور حکیم موجود تھے جو پیچیدہ سے پیچیدہ دکھ اور بیماری کو جڑ سے اکھیڑ دیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا ہوا کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ کوڑھی کو تندرست اور اندھے کو بینا بنا دیتے تھے اس طرح ان کا یہ معجزہ اپنے زمانے کے نہایت ترقی یافتہ طب وحکمت پر غالب رہا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ان کے بعد باقی رہا نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو دائمی حیثیت حاصل ہوئی۔ تمام انبیاء کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کی صورت میں جو سب سے بڑا معجزہ عطا ہوا اس کو دائمی حیثیت حاصل ہوئی! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فصاحت وبلاغت کا زور تھا عرب فصحاء کا دعویٰ تھا کہ ان کی فصاحت وبلاغت کے سامنے دنیا کے تمام لوگ گونگے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل کیا گیا جس کی فصاحت وبلاغت کے آگے عرب کے بڑے بڑے فصیح مل کر بھی قرآن کی ایک چھوٹی سی سورۃ جیسا کلام بھی پیش نہ کر سکے، اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس عظیم معجزہ کو قیامت کے لیے باقی رکھا جو ہر زمانے اور ہر طبقہ میں سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی صداقت پر پوری حقانیت اور

یقین کے ساتھ گواہی پیش کرتا رہا ہے اور پیش کرتا رہے گا اور لوگ برابر اس پر ایمان لاتے رہیں گے اس لیے قیامت کے دن اکثریت ان اہل ایمان کی ہوگی جو میری نبوت و رسالت پر عقیدہ رکھنے والے اور میرے معجزے قرآن کریم کو ماننے والے ہوں گے۔ (مظاہر حق)

حضور ﷺ کا معجزہ قرآن پاک ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ کا اخلاق بھی قرآن ہے اس لیے پوری دنیا کے لیے یہ پیغام ہدایت ہے جو لوگ اس پیغام ہدایت پر لبیک کہیں گے کامیاب ہوں گے جو مخالفت کریں گے ناکام ہوں گے۔ حضور ﷺ اس پیغام حق کو کبھی مکہ کے بازاروں میں سناتے کبھی خلوتوں میں کبھی مجلسوں میں کبھی گھروں میں کبھی دن میں کبھی رات میں اور قرآن کا یہ پیغام دیتے کہ لوگو اللہ کو مان لو اور اللہ کی مان لو کلمہ پڑھ لو کامیاب ہو جاؤ گے۔

حضرت حمید بن سلمۃ اسلمی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

اِنَّ الَّذِیْ سَمَکَ السَّمَاءَ بِقُدْرَةٍ ☆ حَتّٰی عَلٰی فِیْ مُلْکِہٖ فَتَوَحَّدَا
بَعَثَ الَّذِیْ مَا مِثْلَہٗ فِیْ مَضٰی ☆ یَدْعُوْ الرَّحْمَةَ النَّبِیَّ مُحَمَّدًا ﷺ

اس کے لیے آپ ﷺ کو بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑیں۔ آپ ﷺ جب لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے آپ ﷺ کے چچا ابولہب آپ ﷺ کے پیچھے چلتے اور آپ ﷺ کو پتھر مارتے اور لوگوں سے کہتے کہ اس پاگل جادوگر کی (العیاذ باللہ) بات نہ ماننا اور اپنے بزرگوں کے دین کو نہ چھوڑنا حضور ﷺ پتھر کھاتے اور مڑ کر بھی نہ دیکھتے آپ ﷺ کے موزے (جوتے) خون سے تر ہو جاتے۔ اللہ اللہ! کیا اپنی اُمت کا حضور ﷺ کو فکر تھا کہ پتھر کھا کر لہولہان ہو کر بھی ان کو کامیابی کی طرف بلاتے اور پھر رات کو کھڑے ہو کر نماز میں سجدہ میں رو رو کر اُمت کے لیے دعائیں مانگتے۔ یہ حضور ﷺ کے اخلاق عالیہ تھے ایک دن حضور ﷺ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے حضور ﷺ کے گلے میں چادر ڈال کر اس طرح زور سے کھینچا کہ تکلیف کی شدت سے حضور ﷺ کا سانس گھٹ گیا اور آنکھیں باہر نکل آئیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو اس وقت وہاں موجود تھے ان سے یہ منظر نہ دیکھا گیا فوراً دوڑے ہوئے آئے اور کہا اے ظالمو! کیا تم ایسے خیر خواہ انسان کو قتل کرتے ہو جو تمہیں دوزخ سے بچانا چاہتے ہیں اور اللہ کی طرف بلاتے ہیں تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ ان ظالموں نے حضور ﷺ کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مارنا شروع کر دیا اس قدر مارا کہ جناب رضی اللہ عنہ کے سر کے بال اکھڑ گئے سانس آنا بند ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے گھر والے بے ہوشی کی حالت میں مردہ سمجھ کر گھر اُٹھا لائے کافی دیر کے بعد جب آپ رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا تو سب سے پہلے سوال کیا کہ میرے آقا محبوب ﷺ کیسے ہیں لوگوں نے کہا کہ ٹھیک ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا جب

تک میں آپ ﷺ کو دیکھ نہ لوں مجھے یقین نہیں آئے گا اور مجھے چین نہ آئے گا جب حضور ﷺ کی زیارت ہوئی تو حضرت ابوبکر ؓ کو اطمینان ہوا۔ سبحان اللہ کیا محبت ہے کیا تعلق ہے ابوبکر ؓ کا حضور ﷺ سے ایک تو ایسے مشکل وقت حق بات کہنا اور پھر اتنی تکلیف اٹھانے کے بعد بھی حضور ﷺ کی زیارت کے بغیر بے چین ہونا۔ ایک دن حضور ﷺ خانہ کعبہ کے سامنے نماز پڑھ رہے تھے کہ کفار نے آپ ﷺ کی کمر پر اونٹ کی اوجڑی، خون اور گوبر ڈال دیا، وزن کی وجہ سے آپ حضور ﷺ سجدہ سے اُٹھ نہ سکے تو کافر و مشرک لوگ قہقہے لگا کر خوش ہو رہے تھے یہ شان اللہ کی تھی کہ خانہ کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ یہاں بت پرستی پر تو خوشی ہو اور جب اللہ کا رسول ﷺ اللہ کی عبادت کرے تو نجاست ڈالی جائے۔

مَا رَأَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهِ ☆ فِي النَّاسِ كُلِّهِمْ بِمِثْلِ مُحَمَّدٍ ﷺ

(انصری ؓ)

حضرت حمزہ ؓ کا اسلام لانا:

ایک دن حضور ﷺ لوگوں کو تبلیغ فرما رہے تھے کہ وہاں ابوجہل اور اس کے دوست وغلام سب ہی موجود تھے حضور ﷺ نے حسب عادت ابوجہل کو اسلام کی دعوت دی جواب میں ابوجہل لعین نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہا اور آپ ﷺ کا سر زخمی کر دیا۔ پھر آپ ﷺ کی گردن پر پیر رکھ کر کھڑا ہو گیا اور سخت تکلیف دی۔ حضور ﷺ نہایت غمگین اداس گھر واپس آئے اس ماجرہ کو حضرت حمزہ ؓ کی خادمہ دیکھ رہی تھی اس نے حضرت حمزہ ؓ کی بیوی سے سارا واقعہ ذکر کر دیا حضور ﷺ کی چچی حضرت حمزہ ؓ کی اہلیہ کو بھی بڑا صدمہ ہوا۔ جب حضرت حمزہ ؓ گھر آئے تو دیکھا گھر والے پریشان ہیں۔ بیوی نے کہا کہ آج ہمارے یتیم فرزند محمد ﷺ بن عبداللہ کو ابوجہل نے اتنا سخت مارا ہے کہ دشمن کا بھی کلیجہ پھٹتا تھا یہ سن کر حضرت حمزہ ؓ کو بہت غصہ آیا کھانا پینا چھوڑ کر سیدھا خانہ کعبہ میں گئے اور ابوجہل کو اس قدر مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور یہ کہا کہ کیا تم نے محمد ﷺ کو لاوارث سمجھا ہے، خبردار حمزہ بھی اس کا حامی ہے حضرت حمزہ ؓ نے حضور ﷺ کا بدلہ لے کر ابوجہل کو مار کر حضور ﷺ سے گھر آ کر کہا آپ ﷺ خوش ہو جائیں کہ میں نے آپ ﷺ کا بدلہ لے لیا ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ چچا میرا دل اس سے خوش نہیں ہے کہ آپ ؓ نے ابوجہل سے بدلہ لے لیا ہے میں تو اس وقت خوش ہوں گا جب آپ مسلمان ہو جائیں گے یہ سن کر حضرت حمزہ ؓ نے فوراً پڑھا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور پھر حضور ﷺ کے ساتھ سفر و حضر میں شریک ہوتے رہے حتیٰ کہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کو سید ل وتمغہ دیا کہ حمزہ ؓ سید الشہداء یعنی شہیدوں کا سردار حمزہ ؓ ہے۔

یہ اخلاق تھے جناب نبی کریم ﷺ کے کہ اپنی تکلیف کے بدلے میں دشمن کو تکلیف دینا آپ ﷺ کو منظور نہ تھا بلکہ دشمن کی جان کو بھی آخرت و دوزخ کی تکلیف سے بچانا آپ ﷺ کا فکر تھا چ فرمایا اللہ نے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (سورۃ الانبیاء، پارہ ۱۷، آیت ۱۰۷)

ترجمہ ''کہ ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام لوگوں کے لیے قیامت تک رحمت بنا کر۔''

ابوجہل کی انتہائی عداوت:

ابوجہل آپ ﷺ کی عداوت و دشمنی میں بڑھ رہا تھا اس لیے کہ اس کو اپنی جھوٹی سرداری ختم ہوتی نظر آتی تھی اس نے آپ ﷺ کو جان سے مار دینے کا پروگرام بنایا کہ اپنے گھر کے راستہ میں ایک گڑھا کھود کر اس پر معمولی لکڑیاں اوپر سے ڈال دیں بظاہر فرش بنا دیا اور خود بیمار بن کر گھر میں لیٹ گیا اس کو معلوم تھا کہ حضور ﷺ عیادت کرنے ضرور آئیں گے جب آپ ﷺ نے اس کے بیمار ہونے کی خبر سنی تو باوجود اس کے وہ آپ ﷺ کا ازلی دشمن تھا آپ ﷺ پھر بھی اس کی عیادت کرنے تشریف لے گئے اسی کو تو اخلاق عالیہ کہتے ہیں۔ اسی پر شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں اگرچہ وہ اللہ کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

دوستاں را کجا کنی محروم ☆ تو کہ با دشمناں نظر داری

یعنی جب آپ ﷺ کو دشمنوں کا بھی اس قدر خیال ہے تو دوستوں کو کیسے محروم فرمائیں گے؟

ابوجہل کا خیال تھا کہ حضور ﷺ بے خبری میں راستہ سمجھ کر جب اس جگہ سے گزریں گے تو گر پڑیں گے۔ مگر حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو اس سازش کی اطلاع دے دی اور حضور ﷺ کو آگے جانے سے روکا ابوجہل جو مکروفریب سے مریض بنا ہوا تھا حضور ﷺ کو واپس جاتا دیکھ کر گھبرا کر آپ ﷺ کو بلانے کے لیے دوڑا اس گھبراہٹ میں اس کو وہ گڑھا یاد نہ رہا فوراً اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں خود گر گیا اور ''چاہ کندرا چاہ درپیش'' کا مقولہ صادق ہوا۔ ابوجہل کے گھر والے رسیاں ڈورے لیے دوڑے ہوئے آئے مگر جو رسی ڈالتے وہی چھوٹی ہو جاتی یا ٹوٹ جاتی۔ ابوجہل نے کہا کہ میں اس گڑھے سے اس وقت تک نہ نکل سکوں گا جب تک کہ محمد بن عبداللہ آ کر مجھے نہ نکالیں۔ لوگوں نے حضور ﷺ کو پورا ماجرا سنایا حضور ﷺ چونکہ مجسم رحمت تھے اخلاق عالیہ کے مالک تھے تشریف لائے اور فرمایا اگر میں تجھے اس کنویں سے نکال دوں تو ایمان لائے گا۔ ابوجہل نے وعدہ کیا کہ وہ ایمان لائے گا مگر جب حضور ﷺ نے اس کو باہر نکالا تو فوراً کہا مجھے معلوم ہو گیا کہ واقعی تو بڑا جادوگر ہے (معاذ اللہ) جب اللہ نے دل پر مہر لگا دی تو ایمان کی توفیق کیسے حاصل ہو۔

جنگ اُحد میں حضور ﷺ کا زخمی ہو کر دعائے ہدایت مانگنا:

جنگ اُحد میں جب مسلمانوں کو بظاہر شکست ہوئی اور کافروں کو وقتی غلبہ ہوا حضور ﷺ خود بھی زخمی ہو گئے عتبہ بن ابی وقاص نے تیر مار کر حضور ﷺ کا دانت مبارک شہید کر دیا ہونٹ مبارک زخمی ہوا عبداللہ بن شہاب کافر نے چہرہ مبارک پر تیر مار کر چہرہ انور لہولہان کر دیا ابن قمیہ کافر نے سر مبارک پر پتھر مارا جس کے سبب دو کڑیاں لوہے کے خود کی حضور ﷺ کے سر مبارک میں گھس گئیں۔ایک کافر نے آپ ﷺ کے داہنے ہاتھ پر تلوار ماری۔ابن قمیہ کافر نے شور مچایا کہ مسلمانو بھاگ جاؤ تمہارے سردار محمد قتل ہو گئے (معاذ اللہ) حضور انور ﷺ کے چہرہ انور سے خون جاری تھا۔حضرت علی ؓ آپ ﷺ کے چہرے مبارک سے خون صاف کر رہے تھے مگر خون بند نہیں ہو رہا تھا بالآخر بوریا جلا کر زخم میں بھرا جب خون بند ہوا تو صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جن لوگوں نے آپ ﷺ کو زخمی کیا آپ ﷺ ان کے خلاف بددعا کیوں نہیں فرماتے مگر قربان جائیں حضور ﷺ کے اخلاق عظیم پر کہ ایسے موقعہ پر بھی جو دعا مانگی یہ تھی: اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ "اے اللہ میری قوم کو ہدایت نصیب فرما یہ جانتے نہیں" کتنا بڑا فرق ہے کہ جب قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو زخمی کیا تو آخر ایک موقعہ پر بددعا کر ہی بیٹھے۔اے اللہ زمین پر ایک بھی کافر زندہ نہ چھوڑ مگر یہاں مجسم رحمت ہدایت کی دعا مانگ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ مجھے بددعا کرنے والا لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

سوتے ہوئے ایک کافر کا آپ ﷺ پر حملہ:

حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی جب غزوہ ذات الرقاع سے واپس آ رہے تھے راستہ میں ایک جگہ دوپہر کو آرام کرنے کی غرض سے لشکر ٹھہرا صحابہ کرام ؓ ایک درخت کے نیچے سو گئے حضور ﷺ دوسرے درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے بعض کفار و مشرکین نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور غورث بن حارث کافر کو جو بہت بڑا طاقتور پہلوان تھا لالچ دے کر حضور ﷺ کو شہید کرنے کا پروگرام بنالیا۔حضور ﷺ آرام فرما رہے تھے غورث کافر تلوار لے کر آپ ﷺ کو شہید کرنے کے لیے قریب آیا کہ بے خبری میں آپ ﷺ کو مار دے اتنے میں جناب ﷺ کی آنکھ کھل گئی دیکھا کافر تلوار اُٹھائے کھڑا ہے اور کہتا ہے آج میری تلوار سے آپ ﷺ کو کون بچائے گا؟ حضور ﷺ نے پورے اعتماد و اطمینان سے فرمایا اللہ۔اس کہنے پر سے اس کافر پر دہشت طاری ہوئی اور کانپنے لگا کہ تلوار بھی اس کے ہاتھ سے گر گئی۔حضور ﷺ اُٹھے اور تلوار اُٹھا کر فرمایا اب تو بتا تجھے میرے ہاتھ سے آج کون بچائے گا؟ کافر نے کہا کہ مجھے آپ کا اخلاق و

حسن سلوک بچائے گا۔ حضور ﷺ نے اس کو معاف فرمادیا اور تلوار بھی اس کو واپس کر دی۔ غورث واپس جب اپنی قوم میں پہنچا تو حضور ﷺ کے اخلاق عالی کا داعی بن کر گیا لوگوں سے کہا کہ میں نے حضور ﷺ جیسا مہربان وشفیق آج تک نہیں دیکھا۔

زہر کا آنحضرت ﷺ سے بات کرنا:

خیبر کی لڑائی کے موقعہ پر جب خیبر فتح ہوا تو ایک یہودی عورت نے گوشت میں زہر ملا کر حضور ﷺ کو دعوت دی آپ ﷺ نے اس عورت کی دلجوئی کی خاطر دعوت قبول فرمائی اور جب کھانا کھانے لگے ایک لقمہ کھایا ہی تھا کہ اس گوشت سے آواز آئی یا رسول اللہ ﷺ! میرے اندر زہر ملا ہوا ہے آپ ﷺ مجھے نوش نہ فرمائیں حضور ﷺ نے اس عورت سے ذکر کیا کہ تو نے ایسی حرکت کی وہ عورت حیران ہو کر پوچھنے لگی کہ آپ ﷺ کو کیسے علم ہوا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے خود اس گوشت نے خبر دی ہے عورت شرمندہ ہوئی اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا مگر اس اقرار جرم کے باوجود بھی حضور ﷺ نے اس کو معاف فرمادیا اور پوچھا کہ یہ حرکت تو نے کس لیے کی؟ یہودیہ نے کہا کہ اس خیال سے ایسا کیا کہ واقعی اگر آپ ﷺ سچے نبی ﷺ ہیں تو آپ ﷺ کو کچھ نقصان نہ ہوگا اور اگر آپ ﷺ سچے نہیں تو ہمارا پیچھا بآسانی چھوٹ جائے گا حضور ﷺ نے اس کو معاف فرمادیا حالانکہ اس ایک لقمہ کھانے کی وجہ سے ساری زندگی وفات تک آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی رہی اور حضور ﷺ کو ہمیشہ کمر مبارک پر پچھنے لگوانے کی ضرورت محسوس ہوتی رہی اور وفات مبارک کے وقت بھی فرماتے تھے کہ اس وقت وہ زہر میری شہ رگ کو کاٹ رہا ہے۔ مسلمانو! غور وفکر کا مقام ہے کہ ہم بھی اس عظیم نبی کریم ﷺ کے اُمتی ہیں مگر کیا ہم بھی اپنے دشمن کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں۔ دشمن تو درکنار ہم تو دوسرے مسلمان بھائیوں پر بھی ظلم کرنے سے نہیں چوکتے۔ آج مسلمان مسلمان کا خون بہا رہا ہے کہیں قومیت کا جھگڑا ہے کہیں صوبائیت کے جھگڑے ہیں کہیں لسانی جھگڑے ہیں۔ بتاؤ کیا یہی اطوار ہیں مسلمانوں کے کیا ہم اب بھی اپنی بربادی کی تیاری نہیں کر رہے تو اور کیا کر رہے ہیں۔ حضور ﷺ کی سیرت ہمارے لیے مشعل راہ ہے آیئے حضور ﷺ کے اخلاق حسنہ پر عمل کریں تاکہ غیر قومیں ہمارے اخلاق دیکھ کر جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں مگر افسوس ہم اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے خود بھی دولت اسلام سے فائدہ نہیں اٹھا رہے اور ساتھ ہی غیر مسلموں کے اسلام میں داخلے کے لیے رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

خدا در انتظار حمد ما نیست ☆ محمد چشم بر راہ ثنا نیست

محمد ﷺ از تو می خواہم خدا را ☆ الٰہی از تو حب مصطفیٰ ﷺ را

(حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ)

حضور ﷺ کا جادوگر کو معاف کرنا:

صلح حدیبیہ سے جب آپ حضور ﷺ واپس تشریف لائے تو مدینہ کے یہودی مشہور جادوگر لبید بن اعصم کے پاس گئے اور کہا کہ محمد ﷺ نے ہمیں بہت پریشان کیا ہے تو کوئی ایسا سخت جادو ڈال کر دے ہم تجھے بہت سا مال دیں گے اس جادوگر نے حضور ﷺ کی استعمال شدہ کنگھی اور آپ ﷺ کے سر مبارک کے اُترے ہوئے بال منگوائے اور ان بالوں میں چند گرہ لگا کر کھجور کے گابھہ میں رکھ کر ایک پرانے کنویں کی تہہ میں ایک بھاری پتھر کے نیچے اس جادو کے پتلے کو دبا دیا اس جادو کا حضور ﷺ پر یہ اثر ہوا کہ دنیاوی کاموں میں آپ ﷺ سے بھول ہو جاتی اور آپ ﷺ کو بخار بھی ہو گیا چالیس دن تک اسی طرح آپ ﷺ کو تکلیف رہی آپ ﷺ برابر پُر اثر دعا مانگتے رہے۔ ایک دن حضور ﷺ جب رات کو سوئے تو خواب میں دیکھا کہ دو شخص آسمان سے اُترے ایک آپ ﷺ کے سرہانے دوسرا پیروں کی جانب کھڑا ہوا ایک نے دوسرے سے پوچھا حضور ﷺ کا مزاج کیسا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ آپ ﷺ پر جادو ہوا ہے اس نے پوچھا کہ کس نے جادو کیا ہے دوسرے نے جواب دیا کہ لبید بن اعصم نے پوچھا کہ کس چیز پر جادو کیا ہے دوسرے نے جواب دیا کہ حضور ﷺ کے سر مبارک کے بال اور پرانی کنگھی اور کھجور کے گابھہ پر پھر پوچھا کہ وہ کس جگہ رکھا ہے جواب دیا کہ ذی اوان نامی کنویں میں صبح کو جب حضور ﷺ بیدار ہوئے تو حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے ہمارے مرض کے متعلق خبر دی ہے چند صحابہ ؓ کے ہمراہ حضور ﷺ اس کنویں پر پہنچے اور اس جادو شدہ اشیاء کو نکلوایا جادو کا پتلا تھا جس میں حضور ﷺ کے سر مبارک کے بال تھے۔ ایک کنگھی تھی کھجور کے گابھہ میں رکھی ہوئی گابھہ تانت سے بندھا ہوا تھا اور گیارہ گرہ اس پر لگی ہوئی تھیں جب حضور ﷺ نے ان کو کھولنا چاہا تو نہ کھلیں اس وقت حضرت جبریل ؑ تشریف لائے اور فرمایا اللہ نے یہ دو سورتیں ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ نازل فرمائیں ہیں۔ حضور ﷺ نے یہ سورتیں پڑھنا شروع فرمائیں ہر آیت کے ساتھ خود بخود ایک گرہ کھل جاتی تھی ادھر گرہ کھلتی ادھر حضور ﷺ کے مزاج مبارک میں صحت کے آثار پیدا ہوتے جاتے تھے جب آپ ﷺ تندرست ہو گئے تو صحابہ ؓ نے عرض کیا کہ اس ظالم جادوگر کو سزا دی جائے مگر حضور ﷺ نے معاف فرما دیا۔ کیا ہم بھی اپنے دشمن کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں ذرا سوچنے کی بات ہے اگر ہم معاف کریں تو اصلاح واتحاد ہو جائے۔

مشہور منافق کے ساتھ حضور ﷺ کا حسنِ سلوک:

عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار جو ہر موقعہ پر حضور ﷺ و اہل اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے ایسے خطرناک دشمن مار آستین کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا اس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی اور اس میں ہمارے لیے تعلیم ہے کہ تم بھی حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے ورنہ تباہی و بربادی ہوگی اس عبداللہ بن ابی نے مسجد تقویٰ قبا کے مقابلہ میں مسجد بنوائی جس کو قرآن پاک میں مسجد ضرار و تفریق کہا گیا ہے یہ بظاہر مسجد تھی مگر در اصل سازشوں کا گڑھ و کمین گاہ تھی اس مسجد میں حضور ﷺ کو دعوت دی گئی مگر خفیہ منصوبہ آپ ﷺ کو معاذ اللہ قتل کرنے کا تھا اللہ تعالیٰ نے یہ ساری خفیہ سازش اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کو بتا دی آپ ﷺ نے اس مسجد ضرار کو منہدم کرا دیا اور جڑ بنیاد سے اکھڑوا دیا اس منافق سردار نے کئی مرتبہ سفر میں آپ ﷺ کو اندھیری رات میں موقعہ پا کر قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ حتیٰ کہ آپ حضور ﷺ کی آبرو پر بہتان لگایا حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائی جس کی وجہ سے حضور ﷺ چالیس دن انتہائی غمگین رہے۔ اللہ نے سورۃ نور میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی پاک دامنی کا اعلان فرمایا اور منافقین اپنی مکروہ سازش میں ناکام ہوئے کچھ سادہ لوح مسلمان بھی اس منافق کے پروپیگنڈے میں آگئے تھے۔ ایسے خطرناک دشمن کے ساتھ بھی حسن سلوک رکھنا ایک پیغمبر عظیم ﷺ کا کارنامہ ہو سکتا ہے۔ جب یہ منافق بیمار ہوا تو آپ ﷺ اس کی بیمار پرسی کرنے تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے اس کو صدق دل سے مسلمان ہونے کی دعوت دی تو اس نے کہا کہ فلاں شخص بھی مسلمان ہوا تھا کیا وہ موت سے بچ گیا۔ گویا موت سے بچنا ایمان کی صداقت سمجھتا تھا حالانکہ موت تو سچے ایمان والے کے لیے تحفہ ہے اور دنیا اس کے لیے جیل خانہ ہے۔ جب عبداللہ بن اُبی منافق مر گیا تو اس کا بیٹا اس کا نام بھی عبداللہ تھا وہ مخلص وفادار سچا مسلمان تھا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے باپ کی موت کی خبر دی حضور ﷺ نے اپنا کرتہ پیرہن شریف اس کو دیا کہ یہ سب سے نیچے کفن میں اپنے باپ کو پہنا دینا۔ اللہ اللہ کیا اخلاق عظیم ہیں حضور ﷺ کے حضور ﷺ نے فرمایا جب جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا جنازہ جب تیار ہوا حضور ﷺ کو اطلاع دی گئی حضور ﷺ اس منافق دشمن کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ ایسے منافق شخص کی آپ ﷺ جنازہ پڑھاتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ ﷺ کو منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اگر آپ ﷺ ایسے منافقوں کے لیے ستر بار بھی استغفار کریں گے تو بھی ہم نہیں بخشیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرؓ! اگر ستر بار

سے زیادہ اس کے لیے مغفرت کی دعا کروں گا شاید یہ بخشا جائے۔ حضور ﷺ نے اس منافق کی عیادت کی اپنا کرتہ کفن کے لیے دیا نماز جنازہ پڑھی دعائے مغفرت فرمائی اور پھر اس کو قبر میں بھی اُتارا یہ حضور ﷺ کے اخلاق عالی تھے۔ ایسے نبی ﷺ کے ہم اُمتی ہو کر بھی نافرمانیاں کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کا دل دکھاتے ہیں۔ حضور ﷺ کی اتنی شفقت کے باوجود بھی اس منافق کی بخشش نہ ہوئی اس سے اندازہ کریں کہ کفر وشرک ونفاق کتنا نقصان دہ ہے آج بہت سے نام کے مسلمان ہیں مگر وہ مشرکانہ ومنافقانہ، کافرانہ کام کرتے ہیں ذرا اپنا انجام سوچ لیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میری نماز وتبرکات سے اس منافق کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا وہ سارے تبرکات اس سے چھین لیے گئے قبر میں اور پھر اس کی قبر میں آگ بھڑکائی گئی۔ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ گاڑھے کی موٹی چادر اوڑھے ہوئے تھے ایک گنوار اعرابی دیہاتی آیا اور حضور ﷺ کی چادر کو زور سے پکڑ کر گستاخی سے جھٹکا مارا جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو سخت تکلیف ہوئی بعض روایات کے مطابق آپ ﷺ زمین پر گر گئے اور چادر کا کنارہ گردن مبارک پر اُترا۔ پھر بے ادبی کے ساتھ اس دیہاتی نے کہا کہ یہ میرے دو اونٹ غلہ سے بھر دے۔ یہ بیت المال نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا ہے (العیاذ باللہ) حضور ﷺ نے فرمایا کہ واقعی یہ مال نہ میرا ہے اور میرے باپ کا ہے بلکہ یہ اللہ کا مال ہے اور میں اللہ کا بندہ ہوں (جو اس پر نگران ہوں) حضور ﷺ نے فرمایا اے دیہاتی میں تجھ سے اپنا بدلہ لوں؟ دیہاتی نے کہا نہیں فرمایا کیوں! عرض کیا کہ آپ ﷺ ہمیشہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا کرتے ہیں یہ سن کر حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور حکم دیا کہ ایک اونٹ غلے کا اور دوسرا اونٹ کھجور کا بھرا ہوا اس کو دے دو۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی حضور ﷺ کو اپنی ذات کے لیے بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا ہے (افضل المواعظ) حضور ﷺ کے پاس اخلاق عظیم کا خزانہ تھا وہ اہل مکہ جنہوں نے ہر قسم کے ظلم کیے آپ ﷺ کے گھر والوں کو ستایا آپ ﷺ کے صحابہ ؓ پر ظلم کے پہاڑ گرائے، وطن سے نکالا قتل کی تدبیریں کیں آپ ﷺ کے ساتھ وہ سلوک کیا جو کسی ادنی آدمی کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا مگر جب حضور ﷺ کا لشکر جرار مکہ میں فاتح بن کر داخل ہوا تو مکہ کے لوگ کانپ رہے تھے کہ نامعلوم آج ہمارا کیا حشر ہوگا اور پریشان حال ہو کر حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آج آپ ﷺ ہمارے ساتھ کیا معاملہ فرمائیں گے۔ فرمایا میں تمہارے ساتھ وہی معاملہ کروں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا "لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ" آج تمہارا قصور معاف کیا اور اب کسی طرح کا بدلہ تم سے نہ لیا جائے گا مکہ والو جاؤ تم سب آزاد ہو۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ☆ اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضور ﷺ کی تعریف فرماتے ہوئے نذرانہ عقیدت یوں پیش کیا۔

لنا شمس وللافاق شمس ☆ وشمسی خیر من شمس السماء

فان الشمس تطلع بعد فجر ☆ وشمسی طالع بعد العشاء

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا ☆ پر رسول اللہ ﷺ کا دین حسن رہ جائے گا

ہم صفیر و باغ میں ہے کوئی دم چہچہا ☆ بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

(کافی شہید)

الٰہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرما۔

آمین یا رب العالمین!

سات آدمی عرش کے سایہ میں:

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے دن سات آدمی اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا:

۱) امام عادل یعنی بادشاہ عادل۔

۲) وہ جوان جس نے جوانی عبادت میں صرف کی۔

۳) وہ شخص جس کا دل مسجد سے اٹکا رہے۔

۴) وہ دو بندے جو اللہ کے لیے آپس میں محبت رکھیں اسی پر جمع ہوں اس پر جدا ہوں۔

۵) وہ شخص جس کو حسین و جمیل عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (یعنی گناہ نہ کرے)۔

۶) وہ شخص جو اپنے ہاتھ سے اس طرح صدقہ دے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔

۷) وہ آدمی جو خلوت میں اللہ کو یاد کرے اور اس کے آنسو بہہ آئیں۔ (بخاری شریف)

خطبہ دوم:

اتباع سنت

﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾ [پارہ ۳، سورۃ آل عمران، آیت ۳۲]

ترجمہ۔ "آپ ﷺ کہہ دیجیے تم اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو پھر اگر وہ لوگ روگردانی کریں تو یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ ایسے منکروں کو پسند نہیں کرتا۔"

حضرات گرامی! یہ ماہ ربیع الآخر کا مہینہ ہے۔ ۱۷ ربیع الثانی حضرت سید قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی کی وفات کا دن ہے اور اس مہینہ میں انہیں کے نام کی گیارہویں کی بدعت لوگوں میں منائی جاتی ہے حالانکہ حضرت محبوب سبحانی "بہت بڑے موحد توحید کے علم بردار تھے وہ حنبلی مسلک کے تھے ان کی تعلیم وتبلیغ توحید تھی مگر افسوس ہم مسلمان توحید وسنت کا راستہ چھوڑ کر بدعات ورسوم جاہلیت شرک وغیرہ میں مبتلا ہوگئے اور یہ بڑا خطرناک تباہی وبربادی کا راستہ ہے۔ مندرجہ بالا آیت میں اتباع خداوندی واتباع نبوی ﷺ کا حکم ہے اس کے علاوہ کو چھوڑنے کا حکم ہے اس آیت سے پہلے بھی محبت واطاعت الٰہی کا حکم ہے اور اللہ کی محبت حضور ﷺ کی اطاعت میں پوشیدہ ہے فرمایا جو لوگ محبت خداوندی کے مدعی ہیں ان کو میرا اتباع لازم ہے اگر وہ میرا اتباع نہیں کریں گے تو وہ اپنے دعوؤں میں جھوٹے ہیں اور کذاب ہیں کیونکہ محبت کا سب سے بڑا کام رضائے مولیٰ اور اس کی ناراضگی سے بچنا ہے اور یہ بات بغیر حضور ﷺ کی اطاعت کے نہیں ہوسکتی۔

حضور ﷺ کی اطاعت اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ پیغمبر کوئی از خود نہیں آتا بلکہ وہ اللہ کا فرستادہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کی تعمیل بعینہٖ اللہ کی تعمیل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری اُمت تمام جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے انکار کیا لوگوں نے دریافت کیا وہ انکار کرنے والے کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میرا کہنا مانا اور میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے نافرمانی کی اس نے انکار کیا دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ عزاسمہ ہے:

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ [پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۷۱]

ترجمہ۔ "اور جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو وہ بہت بڑی کامیابی کو پہنچا۔"

حضور ﷺ کے طریقہ کو چھوڑنا تباہی ہے ارشاد ربانی:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ [سورۃ نساء پارہ ۵، آیت ۱۱۵]

ترجمہ۔ "اور جو مخالفت کرے گا رسول ﷺ کی بعد اس کے کہ امر حق واضح ہو چکا ہے اور مسلمان کی راہ یعنی اعتقاد وعمل کو چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کرے گا تو ہم اس کو اس کی اختیار کردہ راہ کے سپرد کردیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ دوزخ بہت بری بازگشت ہے۔"

حضرت شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے" اللہ کا ہاتھ مسلمانوں کی جماعت پر ہے جس نے جدی راہ پکڑی وہ جاپڑا دوزخ میں بس جس بات پر اجماع اُمت ہو وہی اللہ کی مرضی ہے اور منکر ہوا سو دوزخی ہو" (موضح القرآن بحوالہ تفسیر کشف الرحمن) ہمارے اس دور میں تو ہر طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آتی ہے کفر وطغیان بدعات ورسوم شرکیہ کا ہر جانب غلبہ اور عروج ہے۔ اتباع شریعت یہ ہے کہ انسان کا ہر کام امر خداوندی کے تابع ہو اور زندگی کا ہر لمحہ اللہ ورسول کی اطاعت وفرمانبرداری میں گزرتا ہو اور عبادت کی حقیقت بھی یہی ہے کہ امر خداوندی کی پابندی اور اللہ ورسول کی فرمانبرداری پس ہر وہ کام جو اللہ ورسول کی رضا کے لیے شریعت کے موافق کیا جائے عین عبادت اور سراسر بندگی ہے۔

وہ ایمان جس سے جنت میں داخل ہو:

((قَالَ أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِي جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ دُلَّنِيْ عَلَى أَمْرٍ أَعْمَلُهُ يُدْنِيْنِي مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكْ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَتَصِلُ ذَاتَ رَحِمِكَ فَلَمَّا أَدْبَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنْ تَمَسَّكَ بِمَا أُمِرَ بِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ)). [معارف السنن]

ترجمہ (محبوب اللہ ﷺ کا ارشاد ہے) حضرت ایوب انصاری ؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! میری ایسے عمل کی طرف رہنمائی فرمائیں کہ جو جنت کے مجھے قریب کردے اور دوزخ سے دور کردے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو۔ پھر جب وہ شخص واپس جانے لگا حضور ﷺ نے فرمایا اگر یہ ان امور پر مضبوطی سے عمل پیرا رہا تو جنت میں جائے گا۔

صحابہ کرام ؓ نہ دنیا کے طالب تھے نہ حکومت وسطوت کے ان کی دلی مراد صرف اللہ کی رضا اور آخرت کی طلب تھی جنت کا شوق اور دوزخ کا خوف اس کے جواب میں حضور ﷺ نے سب سے پہلے فرمایا کہ شرک سے پرہیز کرو اللہ کی عبادت خالص اس کی رضاجوئی کی خاطر کرو کسی قسم کی غرض دنیاوی نہ ہو۔

روتو زنگار از زخ اور پاک کن ☆ بعد ازاں آں نور را ادراک کن

دین میں نئی باتیں پیدا کرنا:

جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی بات پیدا کرے جس کا اس دین سے تعلق نہیں تو وہ بات مردود ہے (بخاری، مسلم ومشکوۃ) یعنی اس بات کا کوئی اعتبار نہیں اور نئی

بات سے یہ مراد ہے کہ وہ بات شریعت کی کسی دلیل سے ثابت نہ ہو اور ایسی باتوں کا دین میں داخل کرنا شریعت کی اصطلاح میں بدعت کہلاتا ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ جو شخص ایسا کام کرتا ہے وہ گویا حق تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے اس لیے کہ شریعت حق تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہے اس میں کمی و بیشی کرنے کا کسی کو حق نہیں پس جس نے اس شریعت میں کسی ایسی بات کو شامل کیا جو اس دین سے خارج ہے تو اس نے شریعت کو ناکافی سمجھا پس اوّل تو یہی بہت بڑا جرم ہے کہ حق تعالیٰ کی تجویز کی ہوئی شریعت کو ناکافی سمجھا پھر اور باتیں جو داخل کیں تو ایک نئی شریعت خود گھڑی یہ دوسرا جرم ہے۔ سو حاصل یہ ہوا کہ بدعتی حق تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے اور اس کی برابری کا مدعی ہے۔ لہٰذا سخت گمراہ ہے اگرچہ بظاہر اپنا مطیع و فرمانبردار ہونا ظاہر کرتا ہے پھر چونکہ عبادت کا رنگ لیے ہوئے ہے یعنی بدعت کا مرتکب اس کو عبادت سمجھتا ہے اور ذریعہ قرب خداوندی خیال کرتا ہے اس لیے ایسے شخص کو توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی کیونکہ توبہ تو گنہگار کیا کرتا ہے اور بدعتی اپنے کو گنہگار نہیں سمجھتا بلکہ وہ اپنے کو تابعدار سمجھتا ہے پھر وہ توبہ کیوں کرے۔ پس یہ گناہ نہایت خطرناک ہے حق تعالیٰ پناہ دے اور سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق دے آمین۔ بدعت کے علاوہ اور جتنے گناہ ہیں ان کا ارتکاب کرنے والا اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے اور ذلیل نافرمان سمجھتا ہے اور یہ ایسی چیز ہے یعنی ندامت کہ اس سے توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے اس لیے مسلمانوں کو بدعات و رسومات سے پرہیز کرنا چاہیے اگرچہ بدعات میں بظاہر چمک دمک اور کشش ہوتی ہے مگر اس سے بچنا ضروری ہے۔

ایک عبرتناک واقعہ:

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ جو صاحب کشف تھے کہ ان کا ایک قبرستان پر گزر ہوا اور انہوں نے دو مردوں کو عذاب میں مبتلا پایا پس ان کے لیے مغفرت کی دعا کی جب اپنی جگہ جا کر وہاں سے پھر اسی راستے سے لوٹے تو دیکھا کہ وہ دعا ایک مردے کے حق میں کافی ہوگئی اور اس کا عذاب موقوف ہوگیا اور دوسرے شخص کا عذاب موقوف نہ ہوا حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ اس کی کیا وجہ ہوئی ہے کہ ایک مسلمان کے حق میں میری دعا قبول ہوئی اور دوسرے کے حق میں قبول نہ ہوئی۔ الہام ہوا کہ یہ شخص بدعتی ہے ایک حدیث میں کہ حق تعالیٰ کا غصہ تین شخصوں پر زیادہ ہوتا ہے ان میں سے ایک شخص وہ ہے جو اسلام میں جاہلیت کا طریقہ اختیار کرے (بخاری) یعنی جو رسمیں جناب رسول اللہ ﷺ کے نبی ہونے سے پہلے عرب میں برتی جاتی تھیں ان کا برتنے والا اور اسی طرح تمام واہیات رسمیں اور غیر رسموں کے طریقے اختیار کرنے والے پر حق تعالیٰ کا سخت غصہ نازل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کے ادنیٰ

غضب کی بھی تاب نہیں ہو سکتی تو اعلیٰ درجہ کا غصہ اور عذاب کون برداشت کر سکتا ہے۔ اس زمانہ میں بہت سی رسمیں پھیل گئی ہیں ان میں سے گیارہویں کی رسم بھی ہے جن کو لالچ اور طمع کی وجہ سے لوگ عبادت کے رنگ میں ادا کرتے ہیں ان سب سے بہت ہی پرہیز کرنا چاہیے اور ان کے جاری ہونے میں جو کچھ لوگوں کو منافع ہیں حق تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ان سب کو چھوڑنا چاہیے جس کی حق تعالیٰ پر نظر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ خود اس کی حاجت روائی کر دیتے ہیں۔

حدیث حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہدایت کی جانب بلائے یعنی نیک کام کی راہ بتلائے تو اس کو ان سب لوگوں کے عمل کے برابر ثواب ملے گا جو اس کے کہنے سے وہ نیک عمل کریں گے اور ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ کی جائے گی اور جو گمراہی کا راستہ بتلا دے تو اس پر ان سب لوگوں کے اعمال کا وبال پڑے گا جو اس کے کہنے سے اور بتلانے سے برا کام کریں گے اور خود ان لوگوں کے گناہوں میں کمی نہ کی جائے گی۔ یعنی نیک اعمال کا ثواب جتنا کرنے والے کو ملے گا اتنا ہی ہدایت کرنے والے کو ملے گا اسی طرح گمراہی کا گناہ اور وبال جتنا کرنے والے کو ملے گا اتنا ہی اس کو پڑے گا جو گمراہی کا راستہ بتلانے والا ہے۔ اس لیے ایسی رسموں کو کبھی رواج نہ دینا چاہیے جن سے اپنے کرنے کا بھی گناہ ہو اور اپنی دیکھا دیکھی اور جو لوگ عمل کریں گے ان کا وبال بھی بھگتنا پڑے۔ ہاں نیک کام خود بھی کرو اور دوسروں کو بھی رغبت دلاؤ اپنے کرنے کا ثواب تو ملے گا ہی دوسرے لوگوں کے رغبت دلانے کا بھی بہت بڑا ثواب ملے گا۔

اے درد کر تو آئینہ دل کو پاک و صاف ☆ پھر ہر طرف نظارہ حسن و جمال کر

حضور ﷺ کا رقت آمیز وعظ:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم کو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہم کو ایسی نصیحت فرمائی جس نے اثر کیا (یعنی بہت عمدہ طریق سے وعظ فرمایا جو مؤثر ہوا اور جس سے بہت رقت ہوئی اور کثرت سے آنسو جاری ہوئے اور دلوں پر خوف طاری ہوا) پھر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ نصیحت تو ایسی ہے جیسے کہ کوئی رخصت کرنے والا (رخصت ہونے والوں کو) نصیحت کرتا ہے ایسی حالت میں جہاں تک ہو سکتا ہے خوب اچھی طرح نصیحت کرتا ہے کہ اللہ جانے اب ملنا میسر ہو یا نہ ہو۔ ان صاحب کو یہ خیال ہو کہ شاید آپ ﷺ عالم آخرت میں عنقریب تشریف لے جاتے والے ہیں اور اسی وجہ سے اس قدر اہتمام سے نصیحت فرماتے ہیں تو اور بھی جو مفید باتیں ہوں معلوم ہو جائیں تو اچھا ہے کیونکہ پھر تو اس مقصود کے

حاصل کی اُمید نہیں۔ سو اس وجہ سے ان صاحب نے کہا کہ ہم کو اور بھی کچھ وصیت فرمایئے۔ (جو آپ ﷺ کے بعد دارین میں کام آئے کیونکہ پھر ایسا بتلانے والا کہاں میسر ہوگا) آپ ﷺ نے فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں اور حکم دیتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا (جو ساری نیکیوں اور فلاح دارین کی جڑ ہے) اور حکم سننے اور اطاعت کرنے خلفاء کا (یعنی جو تم پر مسلمان حاکم اور بادشاہ ہوں ان کی اطاعت کرنا جب تک شریعت کے موافق حکم کریں) اگرچہ وہ حاکم حبشی غلام ہی ہو اور ان امور کے اہتمام کی وصیت اس لیے کرتا ہوں کہ جو شخص میرے بعد تم میں سے زندہ رہے گا تو بہت سے اختلاف دیکھے گا (یعنی لوگوں کی حالت بدل جائے گی نئی نئی باتیں پیدا ہو جائیں گی اور فتنے برپا ہوں گے تو ایسے وقت میں تقویٰ اور اتحاد کی نہایت ضرورت ہے کہ جب خدائے تعالیٰ کا خوف ہوگا تو ناحق پر عمل کرنے سے بچے گا اور اتحاد کی وجہ سے باہم مسلمانوں میں پھوٹ نہ پڑے گی اور جب بادشاہ کی مخالفت کی جاتی ہے تو باہم مسلمانوں میں اتحاد نہیں رہتا پس صورت اتحاد کی یہ ہے کہ حاکم (نیک صالح) کی اطاعت کی جائے اب تقویٰ کا طریق فرماتے ہیں: پس تم لازم رکھنا اپنے اور میرے طریقہ کی تابعداری اور خلفاء راشدین کے طریقہ کی تابعداری کو اور خوب مضبوط پکڑے رہنا اس طریقہ کو اور بچتے رہنا دین کی نئی باتوں کے (جاری کرنے سے) اس لیے کہ ہر نئی بات دین میں پیدا کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی (احمد ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ مشکوۃ) (بحوالہ بہشتی زیور) اس حدیث میں بدعت سے بچنے کی تاکید کس قدر اہتمام سے کی گئی ہے اور صحابہ کرام خلفاء راشدین کے اتباع کی تاکید کی گئی ہے لہٰذا مسلمانو! ہر کام میں خواہ دنیا کا ہو یا دین کا بدعات و رسومات سے احتراز کرو مخلوق و برادری کو خوش کرنے کے لیے اللہ کو ناراض نہ کرے، اگر اللہ راضی ہو تو سب کچھ ٹھیک ہے اگر اللہ ناراض ہو تو کنبہ برادری کیا کام دے گا۔ امام احمد نے عمدہ سند سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے جب کوئی قوم کسی بدعت کو جاری کرتی ہے تو ویسی ہی ایک سنت (پر عمل کی توفیق) جاتی رہتی ہے بدعت چاہے جتنی بڑی ہو سنت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ایک حدیث میں ہے فرمایا حضور ﷺ نے کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرے تو وہ اسلام کے گرانے میں مدد کرتا ہے کیونکہ بدعتی اللہ کا دشمن ہے اور اللہ کے دشمن کی تعظیم کرنا اللہ کے عذاب کو دعوت دیتا ہے۔

حدیث: حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص میری سنت پر عمل کرے اس زمانے میں جبکہ میری اُمت میں فساد پھیلے (یعنی بدعتیں جاری ہوں اور جہالت پھیل جائے) تو اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے عمدہ عمل سے ہرگز نہ رکنا چاہیے تاکہ اس قدر

ثواب عظیم سے محروم نہ رہے اور چونکہ اس زمانہ میں سخت مخالفت سنت کی ہورہی ہے پس اس ثواب کو ضرور حاصل کرنا چاہیے اس طرح کہ خود بھی سنت پر عمل کرے اور دوسروں کو بھی رغبت دلائے مگر لڑائی جھگڑے سے بہت بچنا چاہیے جہاں فتنہ کا احتمال ہو وہاں فقط خود عمل کرے اور دوسروں سے کچھ نہ کہے اور جہاں کوئی فتنہ نہ ہو دوسروں کو بھی خوب رغبت دلادے۔ (بہشتی زیور حصہ ششم)

شرک کی مذمت:

شرک ایسا گناہ ہے جس کی بخشش بھی نہیں ہے۔ ایک آیت کا مفہوم یہ ہے" بے شک اللہ شرک کو معاف نہیں کریں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کردیں گے۔" اس لیے مسلمانو! شرک سے بچو آج ہمارے اندر شرک سرایت کیے ہوئے ہے خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی پرستش کی جارہی ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بہشتی زیور حصہ اول میں کفر وشرک کی چند باتوں وکاموں کی نشاندہی کی ہے جو یہ ہیں: کفر کو پسند کرنا، کفر کی باتوں کو اچھا جاننا، کسی دوسرے سے کفر کی بات کرانا کسی وجہ سے اپنے ایمان پر پشیمان ہونا کہ اگر مسلمان نہ ہوتے تو فلانی بات نہ ہوتی، اولاد وغیرہ کسی کے مرجانے پر رنج میں اس قسم کی باتیں کہنا اللہ کو بس اسی کو مارنا تھا۔ دنیا بھر میں مارنے کے لیے بس یہی تھا اللہ کو ایسا نہ چاہیے تھا، ایسا ظلم کوئی نہیں کرتا جیسا تو نے کیا، اللہ اور رسول ﷺ کے کسی حکم کو برا ماننا اس میں عیب نکالنا کسی نبی یا فرشتے کی حقارت کرنا، ان کو عیب لگانا، کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ہر وقت ضرور خبر رہتی ہے نجومی پنڈت یا جس پر جن چڑھا اس سے غیب کی خبریں پوچھنا یا فال کھلوانا پھر اس کو سچ جاننا، کسی بزرگ کے کلام سے فال دیکھ کر اس کو یقینی سمجھنا کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگی، کسی کو نفع نقصان کا مختار سمجھنا، کسی سے مرادیں مانگنا، اولاد مانگنا کسی کے نام کا روزہ رکھنا، کسی کو سجدہ کرنا، کسی کے نام کا جانور چھوڑنا یا چڑھاوا چڑھانا کسی کے نام کی منت ماننا، کسی قبر یا مکان کا طواف کرنا، اللہ کے مقابلہ میں کسی دوسری بات یا رسم کو مقدم رکھنا، کسی کے سامنے جھکنا یا تصویر کی طرح کھڑا رہنا، توپ پر بکرا چڑھانا، کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا، جن بھوت پریت وغیرہ چھوڑ دینے کے لیے ان کی بھینٹ دینا بکرا وغیرہ ذبح کرنا، بچے کے جینے کے لیے اس کے نال نار کا پوجنا، کسی کی دہائی دینا کسی جگہ کا کعبہ کے برابر ادب وتعظیم کرنا، کسی کے نام پر بچے کے کان ناک چھیدنا کسی کے نام کا بازو پر پیسہ باندھنا یا گلے میں تاڑ ڈالنا چوٹی رکھنا، بدھی پہنانا، فقیر بنانا کسی کے نام کا علی بخش حسین بخش عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا کسی جانور پر کسی بزرگ کا نام لگا کر اس کا ادب کرنا جہاں وعالم کے کاروبار کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھنا، اچھی بری تاریخ اور دن کا پوچھنا شگون لینا کسی

مہینے یا تاریخ کو منحوس سمجھنا کسی بزرگ کا نام بطور وظیفہ کے جپنا، یوں کہنا کہ اللہ اور رسول ﷺ اگر چاہے تو فلاں کام ہو جائے گا کسی کے نام یا سر کی قسم کھانا تصویر رکھنا خصوصاً کسی بزرگ کی تصویر برکت کے لیے رکھنا اور اس کی تعظیم کرنا۔

بدعتوں اور بری رسموں اور بری باتوں کا بیان:

قبروں پر دھوم دھام سے میلے کرنا، چراغ جلانا، عورتوں کا وہاں جانا، چادریں ڈالنا، پختہ قبریں بنانا، بزرگوں کے راضی کرنے کو قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا تعزیہ یا قبر کو چومنا چاٹنا، خاک ملنا طواف اور سجدہ سے قبر پر کرنا، قبروں کی طرف نماز پڑھنا مٹھائی چاول گلگلے وغیرہ چڑھانا تعزیہ علم وغیرہ رکھنا اس پر حلوہ مالیدہ چڑھانا یا اس کو سلام کرنا۔ محرم کے مہینے میں پان نہ کھانا مہندی مسی نہ لگانا مرد کے پاس نہ رہنا تیجا چالیسواں وغیرہ کو ضروری سمجھ کر کرنا۔ باوجود ضرورت کے عورت کے دوسرے نکاح کو معیوب سمجھنا نکاح ختنہ بسم اللہ وغیرہ میں اگرچہ وسعت نہ ہو مگر خاندانی رسمیں کرنا خصوصاً قرض لے کر ناچ رنگ وغیرہ کرنا ہولی دیوالی کی رسمیں کرنا سلام کی جگہ بندگی وغیرہ کرنا یا صرف سر پر ہاتھ رکھ کر جھک جانا، راگ باجا گانا سننا، نسب پر فخر کرنا، یا کسی بزرگ سے منسوب ہونے کو نجات کے لیے کافی سمجھنا، شادیوں میں فضول خرچی اور خرافات کرنا ہندوؤں کی رسمیں کرنا، دولہا کو خلاف شرع پوشاک پہنانا (ویڈیو یا مووی بنانا) تصویر اُتارنا، آتش بازی وغیرہ کرنا شیخی سے زیادہ حق مہر مقرر کرنا، غمی میں چلا کر رونا اور سینہ پیٹنا بین کر کے رونا مخصوص تاریخوں میں پھر غم کا تازہ کرنا، سالگرہ منانا مکان میں تصاویر لگانا، بہت باریک کپڑے پہننا، مردوں کے مجمع میں جانا، خصوصاً تعزیہ دیکھنے اور میلوں میں جانا اور مردوں کی وضع اختیار کرنا، خدائی رات منانا، بچے کو کم رونے کے لیے افیون کھلانا اسی طرح کی بہت سی باتیں بری و بدعت وغیرہ ہیں۔

بعض بڑے گناہ جن پر بہت سختی آئی ہے:

اللہ سے شرک کرنا، ناحق خون کرنا، ماں باپ کو ستانا، زنا کرنا، یتیموں کا مال کھانا، جیسے اکثر عورتیں خاوند کے تمام مال و جائیداد پر قبضہ کر کے چھوٹے بچوں کا حصہ اڑاتی ہیں، لڑکیوں کو میراث وراثت کا حصہ نہ دینا، کسی عورت کو ذرا سے شبہ میں زنا کی تہمت لگانا، ظلم کرنا، عیب جوئی کرنا، اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا، وعدہ کر کے پورا نہ کرنا، امانت میں خیانت کرنا، نماز روزہ و حج زکوٰۃ چھوڑنا، قرآن شریف پڑھ کر بھلا دینا، جھوٹ بولنا، جھوٹی قسم کھانا، اللہ کے سوا کسی کی قسم کھانا یا اسی طرح قسم کھانا کہ مرتے وقت

کلمہ نصیب نہ ہو، ایمان پر خاتمہ نہ ہو، اللہ کے سوا کسی اور سجدہ کرنا بلا عذر نماز قضا کر دینا، کسی کو کافر یا بے ایمان یا اللہ کی مار اللہ کی پھٹکار اللہ کا دشمن وغیرہ کہنا، کسی کا گلہ وشکوہ سننا، چوری کرنا، بیاج لینا، اناج کی گرانی سے خوش ہونا، مصنوعی گرانی کرنا، مول چکا کر بعد میں زبردستی کم دینا، غیر محرم کے پاس تنہائی میں بیٹھنا، جوا کھیلنا، کافروں کے طور طریقے رسمیں پسند کرنا، کھانے کو برا کہنا، ناچ دیکھنا، راگ باجا سننا، قدرت ہونے پر نصیحت نہ کرنا، کسی سے مسخرہ پن کر کے بے حرمت اور شرمندہ کرنا، کسی کا عیب ڈھونڈنا۔

گناہوں سے بعض دنیا کے نقصانوں کا بیان:

بہشتی زیور (حصہ اول) علم صحیح سے محروم رہنا روزی کم ہو جانا، اللہ کی یاد سے وحشت ہونا، آدمیوں سے وحشت ہو جانا، خاص کر نیک آدمیوں سے، اکثر کاموں میں مشکل میں پڑ جانا، دل میں صفائی نہ رہنا، دل میں اور بعض دفعہ تمام بدن میں کمزوری ہو جانا طاعت سے محروم رہنا، عمر گھٹ جانا، توبہ کی توفیق نہ ہونا، کچھ دنوں میں گناہ کی برائی دل سے جاتی رہنا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہو جانا، دوسری مخلوق کو اس کا نقصان پہنچنا اور اس وجہ سے اس پر لعنت کرنا، عقل میں فتور ہو جانا، دوسری مخلوق کو اس کا نقصان پہنچنا اور اس وجہ سے اس پر لعنت کرنا، عقل میں فتور ہو جانا، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس پر لعنت ہونا، فرشتوں کی دعا سے محروم رہنا، پیداوار میں کم ہونا، شرم اور غیرت کا جاتا رہنا، اللہ تعالیٰ کی بڑائی اس کے دل سے نکل جانا، نعمتوں کا چھن جانا، بلاؤں کا ہجوم ہونا، اس پر شیطان کا مقرر ہو جانا، دل کا پریشان رہنا مرتے وقت منہ سے کلمہ نہ نکلنا، اللہ کی رحمت سے مایوس اور اس وجہ سے بے توبہ مر جانا۔

عبادت سے بعض دنیا کے فوائد کا بیان:

بہشتی زیور (حصہ اوّل) روزی ورزق کا بڑھنا، طرح طرح کی برکت ہونا، تکلیف اور پریشانی دور ہونا، تکلیف کے پورے ہونے میں آسانی ہونا، لطف کی زندگی ہونا، بارش ہونا، ہر قسم کی بلا کا ٹل جانا، اللہ تعالیٰ کا مہربان ومددگار ہونا، فرشتوں کو حکم ہونا کہ اس کا دل مضبوط رکھو، سچی عزت و آبرو ملنا، مرتبے بلند ہونا، سب کے دلوں میں اس کی محبت ہو جانا، قرآن کا اس کے حق میں شفا، مال کا نقصان ہو جائے تو اس سے اچھا بدلہ ملنا، دن بدن نعمت میں ترقی ہونا، مال بڑھنا، دل میں راحت اور تسلی رہنا آئندہ نسل میں یہ نفع پہنچنا، زندگی میں غیبی بشارتیں نصیب ہونا، مرتے وقت فرشتوں کا خوشخبری سنانا، مبارکباد دینا، عمر بڑھنا، افلاس اور فاقہ سے بچے رہنا، تھوڑی چیز میں زیادہ برکت ہونا اللہ تعالیٰ کا غصہ جاتا رہنا۔

حضرت محبوب سبحانی السید عبدالقادر جیلانی ؒ:

حضرت شیخ جیلانی ؒ کو دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے والدہ نے بغداد ایک قافلہ کے ساتھ بھیجا ماں بھی ولیہ تھیں ۸۰ دینار جو کہ ورثاء کے تھے ان میں سے چالیس دینار اپنے بیٹے کو ضروریات کے خرچ کے لیے دیئے اور رخصت کرتے وقت نصیحت فرمائی کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا جھوٹ نہ بولنا اس لیے کہ جناب رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

((اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِکُ))

ترجمہ: ''انسان کو سچ بچاتا ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔''

اس نصیحت کو غور سے فرمانبردار بیٹے نے سنا اور قافلے کے ساتھ بغداد کی طرف چل دیئے راستہ میں ڈاکو نے حملہ کر دیا مال لوٹنے لگے آپ سے پوچھا لڑکے تمہارے پاس کتنے پیسے ہیں فرمایا کہ چالیس دینار ڈاکوؤں کو یقین نہ آیا کیونکہ شاید باقی اہل قافلہ غلط بیانی کر رہے ہوں گے پکڑ کر اپنے سردار احمد کے پاس لے گئے سردار نے بھی رقم کے بارے میں پوچھا تو اس کو بھی اسی طرح سچ سچ بتا دیا۔ سردار نے پوچھا کہ وہ رقم کہاں ہے؟ آپ نے گدڑی میں سے نکال کر دے دیئے احمد نے کہا کہ یہ تو ایسی جگہ چھپے ہوئے تھے کہ تلاشی کے باوجود بھی نہ ملتے تم نے از خود سچ کیسے بتا دیا؟ فرمایا کہ میری ماں نے سچ بولنے کی نصیحت کی تھی۔ سنگدل سردار کی اس سچائی کو دیکھ کر دل کی دنیا بدل گئی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور سوچا کہ ہم نے اللہ کے کتنے فرمان حضور ﷺ کے کتنے ارشادات سنے اور نافرمانی کی اس بچے نے ایک ارشاد سنا اور اس پر عمل کر لیا اس کی رقت بڑھی اور توبہ تائب ہوگیا اسی کے ساتھ باقی ڈاکوؤں نے بھی توبہ کر لی۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء ☆ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
(رومیؒ)

گر تو سنگ خارہ و مرر شوی ☆ چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

ان ڈاکوؤں نے سارا لوٹا ہوا مال واپس کر دیا۔

حضرت محبوب سبحانی کا وعظ توحید و اتباع شریعت پر ہوتا ہے۔ آپ کا وعظ ایک یہ ہے:

((اِتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَلَا تَمْرُقُوْا وَصْبِرُوْا وَلَا تَجْزَاعُوْ وَانْتَظِرُوْا وَلَا تَیَاسُوْا وَاجْتَمِعُوْا عَلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَلَا تَفَرَّقُوْا وَتَطَهَّرُوْا بِالتَّوْبَةِ عَنِ الذُّنُوْبِ وَلَا

تَلْطُخُوا عَنْ بَابِ مَوْلَاكُمْ فَلَاتَبْرَحُوْا)).

ترجمہ ''اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کرو اور بدعات نہ کرو اور اطاعت کرو مانو نافرمانی نہ کرو صبر کرو، بے صبری نہ کرو، فراخی کا انتظار کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ رہو، اللہ کے ذکر کے لیے جمع رہو اور تفرقہ نہ اختیار کرو گناہوں سے توبہ کر کے پاک رہو گناہوں کی گندگی سے ناپاک نہ بنو اور اپنے آقا واللہ کے ذر سے منہ نہ موڑو۔''

ایک مرتبہ فرمایا اگر تمام دنیا کی دولت مجھے مل جاتی تو میں فقراء مساکین کو کھلا دیتا کاش آج کے سرمایہ دار جاگیردار مال دار بھی حضرت شیخ کے اس عزم پر غور کرتے اور اپنے مال میں سے غریبوں و مسکینوں کے حصے نکالتے تو ان کے مال میں بھی برکت ہوتی۔

چند ملفوظات گرامی:

حضرت غوث ہمدانی محبوب ربانی حضرت شیخ جیلانیؒ فرماتے ہیں اللہ کے ہو جاؤ تقویٰ ضرور سمجھو، اپنے نفس کا ساتھ نہ دو، طرح طرح کی غذا کھاؤ مگر زہد کے ہاتھ سے نہ کہ رغبت کے ہاتھ سے قسم قسم کا کھانا کھا کر تمہارے دل کس قدر سخت ہو گئے، تم امانت کھو بیٹھے تمہارے درمیان سے رحمت وشفقت اُٹھ گئی، شریعت کے احکام تمہارے پاس امانت تھے جن کو تم نے چھوڑ دیا افسوس اگر تو امانت کی حفاظت کو ضروری نہ سمجھے گا تو عنقریب تیری آنکھ میں پانی اتر آئے گا حق تعالیٰ اپنی رحمت کا دروازہ تجھ پر بند کر دے گا اپنے سروں کو اللہ کے سوا دوسروں کے سامنے جھکانے سے محفوظ رکھو، بہت لوگ ہیں جو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تمام نیک کام مخلوق کے لیے کرتے ہیں خالق کے لیے نہیں کرتے اس دنیا کا بڑا حصہ مخلوق ہی مخلوق بن گیا ہے، تم سب مردہ دل ہو زندہ نفس ہو، زندہ خواہش والے ہو، طالب دنیا ہو، دل کی زندگی اس میں ہے کہ مخلوق کے خیال سے نکل جائے اور باطنی طور پر اللہ سے وابستہ ہو جائے، یہاں صورت کا اعتبار نہیں قلب کی زندگی حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ممانعت پر پابند رہنے اور مصائب پر صبر رکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ بندو کے دل کی آبادی اسلام ہے تم نفس کے دنیا کے اور خواہش کے بندے ہو تمہارے اقوال ہیں افعال نہیں اور اعمال ہیں تو ان میں توحید واخلاص نہیں۔ (غنیۃ الطالبین)

بدعت دراصل مخلوق پرستی ہے اور اس میں تکلفات ہوتے ہیں۔ فضول خرچی ہوتی ہے مال خرچ ہوتا ہے تکلیف وتصنع وبناوٹ ہوتی ہے نمود ونمائش ہوتی ہے اور مہنگی ہوتی ہے اس کے مقابل میں سنت سادہ اور آسان ہوتی ہے اس میں تکلیف وبناوٹ وتصنع نہیں ہوتا اس میں فضول خرچی نہیں ہوتی

اس میں نمود و نمائش نہیں ہوتی اور بظاہر کشش نہیں ہوتی، سنت پر آدمی با سانی عمل کر سکتا ہے جبکہ بدعت پر ہر آدمی عمل نہیں کر سکتا سنت کی حیثیت عالمگیر ہوتی ہے جبکہ بدعت علاقائی ہوتی ہے کسی علاقے کی بدعت کچھ اور ہے تو دوسرے علاقے کی بدعت کچھ اور ہے اس کے مقابل سنت سب کے لیے یکساں پورے عالم کے لیے ہوتی ہے۔ سنت پر عمل کرنے کے بعد سکون و طمینان اور روح کو تازگی و قوت ملتی ہے جبکہ بدعت پر عمل کرنے کے بعد بھی پریشانی و فکر ہوتی ہے اس لیے مسلمانو! سنتوں کو زندہ کرو حضور ﷺ خوش ہوں گے ورنہ حشر میں حضور ﷺ کے سامنے شرمندگی و رسوائی ہوگی۔ مگر بات یہ ہے جیسے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ہر شخص حق بات سننے کی تاب نہیں رکھتا فرماتے ہیں۔

برساغ راست ہر کس چیز نیس ☆ طعمہ ہر مرغلے انجیر نیست

حق بات ہر شخص نہیں سن سکتا جیسے انجیر ہر پرندے کی خوراک نہیں بن سکتا۔

بدعات و شرکیات و مخلوقات کی پرستش چھوڑ کر ایک اللہ کی اطاعت کرو فرماتے ہیں۔

بند بگسل باش آزاد اے پسر ☆ چند باشی بند سیم و بند زر

غلامی کی قید توڑ آزاد بن اے بیٹے کب تک سونے و چاندی کے غلام بنے رہو گے۔

اللہ و رسول ﷺ کی محبت کو دل میں راسخ کرو غیروں کی محبت کو دل سے خارج کرو۔

ہر کراجامہ زعشقے چاک شد ☆ وز حرص و عیب کلی پاک شد

جس کا جامہ عشق خداوندی سے چاک ہو گیا وہ حرص و ہوس سے یکسر پاک ہو گیا۔

اس عاصی کی اب ہے یہ تجھ سے دعا ☆ کہ ظاہر ہے تجھ پر مرا مدعا

بحق نبی شاہ خیر الوریٰ ☆ دلا اپنے در سے وہ مجھ کو اللہ

میں ناچار اُمید تجھ پر دھری ☆ مری بار کیوں اتنی دیر کری

یا اللہ ہم تمام مسلمانوں کو سردار دو عالم ﷺ کا سچا محب و اطاعت گذار بننے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین!

خطبہ سوم:

عدل و احسان

سن ہجری و سن ۱۴ نبوت حضور اکرم ﷺ مدینہ ہجرت کر کے تشریف لائے یہ ماہ ربیع الاول تھا۔

مدینہ تشریف لاتے ہی آپ ﷺ نے مسجد نبوی ﷺ کی بنیاد رکھی دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں اور چھت پر

کھجور کے پیچھے ڈالے گئے مسجد کی جگہ دو یتیم لڑکوں کی ملکیت تھی جس میں چند درخت کھجور کے کھڑے تھے اور چوپائیوں کا ریوڑ بھی اس جگہ آ کر بیٹھا کرتا تھا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ جگہ کس کی ملکیت ہے؟ معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے رشتہ دار دو یتیم لڑکے اس زمین کے مالک ہیں اور میرے ہی ہاتھ پرورش پا رہے ہیں میں ان کو رضامند کرلوں گا۔ آپ ﷺ یہاں شوق سے مسجد بنائیں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں ہم اس کو قیمت کے ساتھ خریدیں گے بلا قیمت نہ لیں گے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اس زمین کی قیمت ادا کردی اور آنحضرت ﷺ کے حکم کے موافق کھجور کے درخت کاٹ دیئے گئے۔ قبریں مشرکین کی ہموار کردی گئیں اور مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہوگیا آپ ﷺ نے اس موقعہ پر کیا عدل وانصاف فرمایا کہ یتیموں کی زمین پر باوجود ان کی ولی کی اجازت کے بغیر قیمت مسجد نہیں بنائی۔ یہ آپ کا عدل وانصاف ہے دوسرے نمبر پر مساوات محمدی ﷺ کا بے مثال سبق ہے کہ جب مسجد کی تعمیر شروع ہوئی تو خود حضور سردار دو عالم ﷺ بھی بہ نفس نفیس مسجد کی تعمیر کے کام میں مصروف تھے اور مہاجرین وانصار بڑی خوشی اور جوش وشوق کے ساتھ اس کام میں لگے ہوئے تھے اس مناسبت سے اس خطبہ کا عنوان عدل وانصاف تجویز کیا گیا۔ حضور ﷺ چونکہ امام کائنات تھے آپ ﷺ کا ہر عمل ہمارے لیے اسوہ حسنہ ہے اس لیے قیامت تک کے تمام حاکموں کے لیے سبق ہے کہ وہ عدل وانصاف قائم رکھیں اپنے ماتحوں کا خیال رکھیں مساوات قائم رکھیں، ظلم نہ کریں غریبوں مسکینوں کی خبر گیری رکھیں، اسی کے ذریعے ملک برقرار رہے گا ورنہ جہاں ان محاسن خوبیوں کو نظر انداز کیا جائے گا وہ ملک برباد ہوگا وہ محلے گاؤں گھرانے برباد وویران وتباہ ہو جائیں گے تقریباً چھوٹے سے چھوٹے آدمی سے لے کر ایک بادشاہ وزیر اعظم تک سبھی حاکم کسی نہ کسی درجہ میں ہیں۔ مثلاً خاوند گھر کے لیے بیوی کے لیے، بڑا بھائی چھوٹے بھائی کے لیے بیوی بچوں کے لیے محلّہ کا بڑا بستی کا بڑا شہر کا بڑا پھر ہر محکمہ میں کوئی چھوٹا ہے کوئی بڑا ہے لہٰذا پورا معاشرہ جب انصاف وعدل ومساوات پر عمل پیرا ہوگا تو پورے ملک پر رحمتیں نازل ہوں گی۔ امن وامان ہوگا، تحفظ ہوگا، برکت وخیر ہوگی، مہنگائی ختم ہوگی یہ زرّین اصول ہیں جن پر عمل کر کے ہم مسلمان ایک مثالی معاشرہ قائم کر سکتے ہیں ورنہ جو آج خستہ وزبوں حالی ہم مسلمانوں کی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اپنے آقا وسردار محبوب دو عالم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو چھوڑ کر یہود ونصاریٰ روس، امریکہ، چائنا، فرانس، برطانیہ وبے دینوں کے اصولوں پر چل رہے ہیں اس لیے ہم پریشان ہیں قرآن پاک وحدیث میں ہمیں عدل وانصاف ومساوات کا حکم دیا گیا ہے مگر وہ مساوات نہیں جس کا دعویٰ روس، چائنا کر رہے ہیں وہ مساوات نہیں بلکہ وہ تو ظلم ہے ایک پارٹی کی حکومت ہے جہاں نہ زبان کی آزادی نہ انکار کی آزادی نہ

کاروبار کی آزادی نہ عبادت کی آزادی نہ چلنے پھرنے کی آزادی بلکہ سنگینوں کے زور پر ظلم کی حکومت آزادی اظہار رائے نہیں ہے تو یہ کیسے مساوات ہے جہاں ہر شخص کو جبری ملازم بنایا گیا ہے جو انقلاب لاکھوں کروڑوں انسانوں کو قتل کرنے کے بعد لایا گیا اور ہر طرح کی آزادی سلب کی گئی اس کو کون عقل مند مساوات کہہ سکتا ہے عدل وانصاف کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ [سورۃ نحل پارہ ۱۴ آیت ۹۰]

ترجمہ بے شک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تم کو اس لیے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو۔"

یعنی ہر کام میں عدل کرو۔ عدل سے مراد اعتدال بھی ہے یعنی عقائد معاملات اعمال ظاہر و باطنہ میں اعتدال رکھو اور نیکی کرو احسان کرو، احسان و نیکی میں سے پہلے زیادہ قریبی کا حق ہے، اور برائی و بے حیائی سے بچو، بے حیائی سے نیکی بھی ضائع ہو جاتی ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ کی اطاعت کرو فرمایا رب العزت نے:

﴿وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾ [سورۃ النساء پارہ ۵ آیت ۶۹]

ترجمہ "اور جو اللہ و رسول ﷺ کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔"

نبی ﷺ ایمان کے سب سے اعلیٰ درجہ پر ہیں اس کے بعد صدیقین کا درجہ اس کے بعد شہداء کا اس کے بعد عام مؤمنین نیک و صالح کا، اطاعت اس وقت ہوگی جب اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے اللہ کے احکامات کو حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق کریں گے، اگر حضور ﷺ کے طریقے کے خلاف کریں گے خواہ وہ نیکی کا جذبہ ہو پھر بھی قبول نہ ہوگی آج کل بہت سے ادارے رفاہی کھلے ہوئے ہیں مگر ان میں رقوم سود کاری کی ہوتی ہیں تو ان سے جتنے بھی رفاہی کام کیے جائیں گے وہ بجائے ثواب کے عذاب کا سبب ہوں گے مثلاً آج کل بیمہ پالیسی، بچت پالیسی، انعامی بانڈ وغیرہ تمام ان کے رفاہی ہیں

مگر طریقہ سنت رسول ﷺ کے خلاف ہے اس لیے ان کی عنداللہ قیمت نہ ہوگی اللہ کے ہاں ہر عمل کی متبولیت کسوٹی سنت رسول ﷺ ہے اگر اس کسوٹی پر پورا اترے تو بہتر ہے ورنہ غلط ہے۔

قسمت سے مل گئی ہے قیادت حضور ﷺ ☆ اللہ کا کرم ہے عنایت حضور ﷺ کی
کیہ دلفگا ہیں خلاصہ عرفان و آگہی ☆ وحدانیت اللہ کی، رسالت حضور ﷺ کی
(زکی کیفی)

غلام وماتحت کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم:

((عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِخْوَانُکُمْ جَعَلَھُمُ اللّٰہُ تَحْتَ اَیْدِیْکُمْ فَمَنْ جَعَلَ اللّٰہُ اَخَاہُ تَحْتَ یَدَیْہِ فَلْیُطْعِمْہُ مِمَّا یَاْکُلُ ولیلبسہ مما یلبس ولا یکلفہ من العمل ما یغلبہ فان کلفہ ما یغلبہ فلیعنہ)). [متفق علیہ، بخاری ومسلم بحوالہ مشکوٰۃ]

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''غلام تمہارے بھائی ہیں اور (دین و خلقت کے اعتبار سے) تمہاری ہی طرح ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے (تمہاری آزمائش کے لیے) تمہارا ماتحت بنایا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ جس شخص کے بھائی کو اس کا ماتحت بنائے (یعنی جو شخص کسی غلام کا مالک بنے) تو اس کو چاہیے کہ وہ جو خود کھائے وہی اس کو بھی کھلائے اور جو خود پہنے وہی اس کو بھی پہنائے نیز اس سے ایسا کوئی کام نہ لے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور اگر ایسا کام اس سے لیا جائے جو اس کی طاقت سے باہر ہو تو اس کام میں خود بھی اس کی مدد کرے۔''

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ذریعہ مالک کو یہ حکم دینا کہ وہ اپنے غلام کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اس کو وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے وجوب کے طور پر نہیں بلکہ استحباب کے طور پر ہے، چنانچہ مالک پر اس کے مملوک کا اسی حیثیت و مقدار کا نفقہ واجب ہے جو عرف عام اور رواج و دستور کے مطابق ہو خواہ وہ مالک کے کھانے کپڑے کے برابر ہو یا اس سے کم و زیادہ ہو یہاں تک کہ اگر مالک خواہ اپنے زہد و تقویٰ کی بنا پر یا از راہ بخل، اپنے کھانے پینے اور پہننے میں اس طرح کی تنگی کرتا ہے جو اس حیثیت کے لوگوں کے معیار کے منافی ہے تو ایسی تنگی مملوک کے حق میں جائز نہیں ہے۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جو کام غلام کے لیے مشکل نظر آئے اور وہ اس کو پورا کرنے میں دقت محسوس کرے تو اس کام کی تکمیل میں غلام کی مدد کرو خواہ خود اس کا ہاتھ بٹاؤ یا کسی دوسرے شخص کو اس کی مدد کرنے پر متعین کرو چنانچہ بعض بزرگوں کے بارہ میں منقول ہے کہ وہ چکی پیسنے میں اپنی باندیوں کی مدد

کرتے تھے اس طرح کہ ان کے ساتھ مل کر چکی پیستے تھے۔

غلام وماتحت کا کھانا روکنا گناہ ہے:

((وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ جَاءَهُ قَهْرَمَانٌ لَهُ فَقَالَ لَهُ أَعْطَيْتَ الرَّقِيقَ قُوتَهُمْ قَالَ لَا قَالَ فَانْطَلِقْ فَأَعْطِهِمْ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ كَفَى بِالرَّجُلِ إِثْمًا أَنْ يَحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوتَهُ وَفِي رِوَايَةٍ كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوتُ)). [رواه مسلم]

ترجمہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں منقول ہے کہ ایک دن ان کے پاس ان کا کارندہ آیا تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے غلام اور باندیوں کو ان کا کھانا دے دیا ہے؟ اس نے کہا، نہیں، انہوں نے فرمایا (فوراً) واپس جاؤ اور ان کو ان کا کھانا دو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آدمی کے گناہ کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مملوک کو کھانا نہ دے، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا آدمی کے گناہ کے لیے یہ کافی ہے کہ جس شخص کی روزی اس کے ہاتھ میں ہے یعنی اپنے اہل وعیال (اور غلام لونڈی) اور وہ اس کی روزی کو ضائع کردے۔

غلام کے لیے دوہرا اجر:

((وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهِ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ)). [متفق علیہ]

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی غلام اپنے آقا کی خیر خواہی کرتا ہے (یعنی اس کی دل وجان سے خدمت کرتا ہے) اور پھر اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی اچھی طرح کرتا ہے تو اس کو دوہرا ثواب ملتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح اس کو دوہرا ثواب ملنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک ثواب تو اپنے آقا کی خدمت کی وجہ سے اور ایک ثواب اللہ تعالیٰ کی عبادت کے سبب سے ملتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اپنے آقا کی خیر خواہی یعنی اس کی خدمت کرنا بھی عبادت ہے بلکہ حقیقت میں بھی اللہ کی عبادت ہے کیونکہ عبادت کا مطلب تو ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرنا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ اپنے آقا کی خدمت وخیر خواہی کی جائے اس لیے جو غلام اپنے آقا کی خدمت کرتا ہے درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرتا ہے جیسا کہ ماں باپ کی خدمت وفرمانبرداری کرنے والے کو اسی لیے ثواب ملتا ہے کہ وہ والدین کی خدمت واطاعت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرتا ہے سبحان اللہ! کیا

زریں اصول ہیں حاکم و محکوم میں محبت کرنے کے اگر ان پر عمل ہو جائے تو آج کارخانوں، فیکٹریوں، ملز میں جو ہڑتالیں ہوتی ہیں وہ ختم ہو جائیں اگر سرمایہ کار کارخانے دار و مالک ماتحتوں لیبر کا حق ادا کریں اور لیبر و مزدور و ماتحت اپنے مالکوں کے حق ادا کریں تو دنیا میں ایسا مثالی معاشرہ قائم ہو جائے گا کہ روسی اشتراکی و مغربی سرمایہ داری دونوں نظام دم توڑ دیں گے کیونکہ دونوں نظام آجر و اجیر، سرمایہ کار و مزدور کے درمیان فساد و جھگڑا ڈالتے ہیں۔

امارت و قضا کا بیان:

اسلام دنیا کا یگانہ مذہب بھی ہے اور دنیا کی سب سے بڑی طاقت بھی اسلام جس طرح انسانیت عامہ کی دینی، مذہبی اور اخلاقی، اخروی، فلاح و کامیابی کا سب سے آخری اور مکمل قانون ہدایت ہے اس طرح وہ ایک ایسی لاثانی سیاسی طاقت بھی ہے جو انسانوں کے عام فائدے عام بہتری اور عام تنظیم کے لیے حکومت و سیاست سے اپنے تعلق کو برملا ظاہر کرتی ہے یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اسلام صرف ایک مذہب ہی نہیں بلکہ مذہب کی حیثیت سے کچھ اور بھی ہے اس کو حکومت، سیاست اور سلطنت سے وہی تعلق ہے جو اس کائنات کی کسی بھی بڑی سے بڑی حقیقت سے ہو سکتا ہے اس کو محض ایک ایسا دینی نظام بھی کہنا چاہیے جو خدا ترس و خدا شناس روح کی قوت سے دنیا کے مادی نظام پر عالمگیر غلبہ کا دعویٰ رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم جو اسلامی تصورات و نظریات کا سرچشمہ ہے اور احادیث نبوی ﷺ جو قرآنی ہدایات کی شارح و ترجمان ہیں ان کا ایک بہت بڑا حصہ اسلام اور حکومت و سیاست کے تعلق کو ثابت کرتا ہے کہیں تاریخی انداز میں، کہیں تعلیمات کے پیرایہ میں اور کہیں نعمت الٰہی کو ظاہر کرتے ہوئے ہم پر یہ واضح کیا جاتا ہے کہ اسلام اور حکومت کے درمیان تعلق ہی نہیں ہے بلکہ اسلام کے بنیادی عقیدے و تصور کے مطابق چونکہ یہ زمین اللہ کی ملکیت ہے اور اس زمین پر حکومت اللہ کا حق ہے اس لیے اسلام کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی ہے کہ اس زمین پر اللہ کی حکومت قائم کی جائے اور اس کا اتارا ہوا قانون نافذ کیا جائے۔ ہم میں سے جو کج فکر لوگ، مذہب اور سیاست کے درمیان تفریق کی دیوار حائل کر کے اسلام کو سیاست و حکومت سے بالکل بے تعلق و بے واسطہ رکھنا چاہتے ہیں وہ دراصل مسلم مخالف عناصر کے اس شاطر دماغ کی سازش کا شکار ہیں جو خود تو حقیقی معنی میں آج تک حکومت کو مذہب سے آزاد نہ کر سکا لیکن مسلمانوں کی سیاسی پرواز اور ہمہ گیر پیش قدمی کو مضمحل کرنے کے لیے مذہب اور سیاست و حکومت کی مستقل بحثیں پیدا کر کے مسلمانوں کے چشمہ فکر و عمل میں دین اور دنیا کی علیحدگی کا

زہر گھول رہے ہیں، (مظاہر حق) اسلامی سیاست پاک وصاف ستھری سیاست ہے اور وہ دین کے تابع ہے آج کے دور میں بہت سے لوگ اسلام کا نام استعمال کر کے سیاست کر رہے ہیں انہوں نے سیاست کو اصل اور اسلام و دین کو تابع کر دیا حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ سیاست دین کے تابع ہے اصل دین ہے اسی کے بارے میں علامہ اقبال کہتے ہیں۔

جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو ☆ جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

حضور ﷺ ایسے حاکم تھے کہ جو خود بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ کام میں شریک ہو جاتے تھے یہ نہیں کہ صرف آرڈر دیتے تھے یہ مثال ہے آج کے ہر حاکم کے لیے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو کہ وہ آپ ﷺ سرکار کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرے۔ اس طرح محبت و تعلق بڑھتا ہے ورنہ خالی حکم دیتے رہنا تو جھگڑا پیدا کرتا ہے۔

عدل وانصاف ومساوات محمدی ﷺ:

حضور سرور دو عالم ﷺ نے ایک مرتبہ دوران سفر ایک منزل پر پڑاؤ ڈالا کھانے پکانے کا انتظار ہونے لگا۔ بکری ذبح کرنے کا مشورہ ہوا اصحابہ کرام ﷺ میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے ذمہ کوئی نہ کوئی کام لے لیا۔ ایک نے بکری ذبح کرنے پر آمادگی ظاہر کی دوسرے نے اس کے بنانے اور صاف کرنے کی خواہش ظاہر کی تیسرے نے کہا کہ میں پکاؤں گا چوتھے صحابی ﷺ بولنے لگے ہی تھے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں ایندھن کے لیے جنگل سے لکڑیاں لاؤں گا صحابہ کرام ﷺ نے نہایت ہی ادب سے عرض کیا سرکار ہماری جانیں آپ ﷺ پر قربان ہمارے ہوتے ہوئے آپ ﷺ تکلیف نہ فرمائیں۔ فرمایا: ''میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم لوگوں کو میرے حال پر بڑی عنایت ہے لیکن مجھے منظور نہیں کہ تم میں امتیازی حالت کے ساتھ بیٹھوں رفیق وہ ہے جو رفیقوں کا شریک کار ہو یہ نہیں ہو سکتا کہ تم کام کرو اور میں بیٹھا رہوں مجھے حق رفاقت ادا کرنے دو۔'' چنانچہ آپ ﷺ جنگل سے لکڑیاں جمع کر کے لائے اور ہمیشہ ایسے مواقع پر اپنے رفقاء کے ساتھ برابر کے شریک کار رہتے۔

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر ہوئی تو آپ ﷺ بھی مزدوروں کی صف میں شامل تھے مٹی کھودتے تھے اور ڈھوتے تھے اس قدر بھاری پتھر اٹھاتے کہ جسم مبارک جھک جاتا۔ عقیدت مند جانثار عرض کرتے ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ ﷺ چھوڑ دیں ہم خود اٹھا لے جائیں گے فرماتے بہت اچھا، لیکن ذرا سی دیر میں اسی وزن کا پتھر اٹھاتے اور کام کرنے والوں کی صف میں شامل ہو جاتے جب صحابہ

ﷺ تکان مٹانے کو رجز پڑھتے تو آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ آواز ملاتے ایک دن آپ سرکار ﷺ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا درست فرمانے لگے تو ایک صحابی ؓ نے عرض کیا حضور ﷺ میں درست کرتا ہوں فرمایا: "یہ شخصیت پرستی مجھے پسند نہیں۔"

غزوۂ بدر کے موقع پر سواریاں کم تھیں، تین تین آدمی ایک اونٹ پر نوبت بانوبت سوار ہو رہے تھے۔ حضور ﷺ نے بھی اپنے ساتھ دو آدمی شامل کر لیے ان دونوں نے عرض کیا آپ ﷺ سوار رہیں ہم پیادہ چلیں گے فرمایا: "نہ تم مجھ سے زیادہ پیادہ پا چل سکتے ہو اور نہ میں تم سے کم ثواب کا محتاج ہوں۔"

وہ آئے ہیں جہاں میں رحمۃ اللعالمین ہو کر ☆ پناہ بیکساں بن کر شفیع المذنبیں ہو کر
خرد کیا کر سکے گی رفعتوں کا ان کا اندازہ ☆ فلک بھی رہ گیا جن کے لیے فرش زمین ہو کر
(ذکی کیفی)

نرمی اور معافی کی حکایت:

۱) منقول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جو کہ خلیفہ راشد تھے نے ایک آدمی کو جس نے آپ کو ناراض کیا تھا یوں کہا کہ اگر تو نے مجھے غضبناک نہ کیا ہوتا تو میں تجھے سزا دیتا اس قول میں وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ کی طرف اشارہ ہے۔

۲) کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپؒ نے ایک مدہوش آدمی کو دیکھا ارادہ کیا کہ پکڑ کر نشہ پینے کی سزا دیں کہ اس نے آپ کو گالی دی آپ نے چھوڑ دیا عرض کیا گیا امیر المومنین کیا وجہ ہے کہ اس نے گالی دی اور آپ نے چھوڑ دیا فرمایا اس کی گالی پر مجھے غصہ آ گیا اب اگر میں اسے سزا دوں گا تو میرے ذاتی غصہ کا دخل بھی اس میں شامل ہو گا اور مجھے یہ پسند نہیں کہ کسی مسلمان کو اپنے ذاتی غصہ کی وجہ سے سزا دوں۔

۳) کہتے ہیں کہ میمون بن مہرانؒ کی باندی گرم سالن لے کر آ رہی تھی پاؤں پھسل گیا اور شوربا حضرت میمون بن مہران پر گرا میمون نے اسے مارنا چاہا باندی نے عرض کیا آقا اللہ تعالیٰ کے قول وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ پر عمل فرمائیں۔ حضرت نے کہا بہت اچھا میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ باندی نے عرض کیا اس کے بعد والے کلمہ والعافین عن الناس پر بھی عمل کیجیے۔ فرمایا بہت اچھا میں نے معاف کر دیا۔ باندی نے کہا اس کے بعد والے کلمہ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ پر بھی عمل فرمائیں فرمایا بہت اچھا جاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا۔ سبحان اللہ! ہمارے اکابر بزرگان دین کیسے خدا ترس بامروت ہمدرد خیر خواہ انسانیت دوست تھے افسوس کہ آج ہمارے اسکولز کالجز و یونیورسٹیز میں انگریزوں بے دینوں

گمراہوں کے واقعات اور ڈرامے تو پڑھائے جاتے ہیں مگر اکابر و بزرگان دین کے کارنامے و حالات برائے نام پڑھائے جاتے ہیں جس سے نوجوان نسل دین سے برگشتہ ہو رہی ہے اس کی بڑی جواب دہی ان ارباب اختیار سے ہوگی جو حکومت چلاتے ہیں۔

بدترین لوگ:

• حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں بدترین لوگوں کی نشاندہی نہ کردوں صحابہ ؓ نے عرض کیا ضرور کریں ارشاد فرمایا کہ جو شخص اکیلا کھائے اور اپنی نفع رسانی کو روک لے اور اپنے غلام پر کوڑے برسائے، پھر ارشاد فرمایا کہ ان میں سے بھی بدترین شخص بتاؤں عرض کیا گیا ضرور بتائیں فرمایا وہ شخص جو لوگوں سے بغض رکھے اور لوگ اس سے بغض رکھیں پھر ارشاد فرمایا اس سے بھی بدترین آدمی نہ بتاؤں عرض کیا گیا ضرور بتلایئے ارشاد فرمایا جو شخص کسی لغزش کو معاف نہیں کرتا اور کوئی معذرت قبول نہیں کرتا اور کسی کا کوئی جرم نہیں بخشتا پھر فرمایا اس سے بھی بدترین آدمی بتاؤں عرض کیا بتایئے ارشاد فرمایا کہ جس شخص سے کسی خیر کی اُمید نہ ہو اور اس کے شر سے کسی کو امن نہ ہو۔

جلد بازی اور صبر کا نتیجہ:

فقیہؒ فرماتے ہیں کہ غضب کے وقت حتی الوسع صبر سے کام لو اور جلد بازی سے بچو جلد بازی اور صبر کا نتیجہ تین چیزوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جلد بازی کی صورت میں انجام کار ندامت ہوتی ہے۔ لوگوں میں ملامت ہونے لگتی ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں سزا ہوتی ہے اور صبر کی صورت میں طبیعت از خود مسرت محسوس کرتی ہے لوگوں میں تعریف ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب ملتا ہے یقیناً حلم و بردباری ابتداً کڑوی ہے مگر انجام میٹھا ہے جیسا کہ ایک شاعر نے بھی کہا ہے کہ حلم کا ذائقہ شروع میں کڑوا ہے مگر آخر میں شہد سے بھی میٹھا ہے (تنبیہ الغافلین) شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے وہ ہر وقت اس کو گمراہ کرنے میں لگا ہوا ہے مگر ایمان وعمل والوں پر اس کا تسلط نہیں ہو سکتا۔ شیطان خود بھی اللہ سے دور ہے اور انسانوں کو بھی اللہ سے دور کرتا ہے شیطان جنت سے دور ہے دوزخ کے قریب ہے اللہ نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ اور اس کی اُمت کو شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے تاکہ دوزخ سے دور اور جنت کے قریب ہو جائیں اور جزا و سزا دینے والے بادشاہ کی ذات کی طرف دیکھ سکیں گویا اللہ فرماتا ہے میرے بندے شیطان مجھ سے دور ہے اور تو مجھ سے قریب ہے اس لیے اپنی حالت کی حفاظت اچھی طرح سے کرتا رہ تاکہ شیطان کو تیری طرف راستہ نہ مل سکے واجبات کی ادائیگی اور ممنوعات سے اجتناب بحسن ادب کر،

تقدیر خداوندی جو تیری جان و مال واہل و عیال وتمام مخلوق میں جاری ہے اس پر رضا مندی اختیار کر، اگر بندہ ان چیزوں پر مداومت رکھے اور ان کا التزام کرے ان کا ہمیشہ پابند رہے ان کو ہمیشہ گلے سے چمٹائے رہے تو اس کو نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ شیطان کے فتنوں اور وسوسوں، نفس کے خطرات اور دغدغوں سے قبر کے عذاب اور دباؤ سے قیامت کی شدت اور ہول سے دوزخ کے عذاب اور دم سے ایسا بندہ اللہ کے قرب میں جنت الماویٰ کے اندر پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہوگا اور یہ لوگ اس کے بڑے اچھے ساتھی ہوں گے وہ ہر حال میں ہمیشہ ہمیشہ اللہ کی نعمتوں میں گھومتا پھرے گا۔ اللہ نے فرمایا:

﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ﴾ [سورۃ الاسراء پارہ ۱۵ آیت ۶۵]

ترجمہ: ''میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہ ہوگا۔''

جب بندہ اللہ کی بندگی کا نشان ہو تو کمزور حقیر، ذلیل، شیطان کا نہ اس پر تسلط ہوگا نہ جلوت و خلوت میں وہ اس کو فتنوں میں مبتلا کر سکے گا نہ کسی کام کا ارادہ کرنے کے وقت شیطان اس کے دل پر گناہ کے ذریعہ سے قابو حاصل کر سکے گا نہ اس کے اعضاء پر کہ معصیت کے سبب وہ ہلاک اور تباہ ہو جائیں بلکہ ایسے وقت میں وہ غیبی ندا سنے گا کہ ہم خواہش نفسی کو ترک کرنے والے اور راہ حق پر چلنے والے کی اسی طرح مدد کرتے ہیں اس بندہ کے معاملہ میں عالم بالا کے فرشتے باہم جھگڑتے ہیں اور عالم ملائکہ میں اس کو بزرگ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اللہ عرش بالا پر مستوی ہونے کی حالت میں اپنے اس کلام قدیم کے ساتھ جو بوقت تلاوت قاری ہر شیطان کی آمیزی سے محفوظ کر دیا گیا ہے مذکورہ بالا بندہ پر فخر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ﴾ [پارہ ۱۲، سورۃ یوسف، آیت ۲۴]

ترجمہ: ''ایسا اس لیے کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی کو دفع کر دیں بلاشبہ وہ ہمارے منتخب بندوں میں سے ہے۔''

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ بندہ ظاہر باطن میں اللہ سے ڈرتا ہے پس شیطان مردود اور اس کی دعوت سے بھاگنا بہت ہی ضروری اور اولیٰ ہے چنانچہ اس کا ذکر اللہ کی طرف سے آچکا ہے فرمایا:

﴿إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۚ إِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ أَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ [سورۃ فاطر پارہ ۲۲ آیت ۶]

ترجمہ: ''شیطان تمہارا قطعی دشمن ہے تم اس کو دشمن ہی قرار دو وہ تو اپنے گروہ صرف اسی لیے بلاتا ہے

کہ وہ دوزخی بن جائیں۔ وہ کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا ہے کیا تم اتنا نہیں سمجھتے۔"

غرض شیطان کی پیروی ہر بدبختی اور تکلیف کی جڑ ہے اور شیطان کی مخالفت خوش نصیبی آرام و راحت ہدایت اور لازوال جنت ہے۔

عادل سخی و بہادر حاکم:

حسین خان اکبر بادشاہ کی حکومت میں بڑے عہدے پر تھا بڑا بہادر جرنیل سخی منصف عادل تھا کہتے ہیں کہ جن دنوں لاہور میں مستقل حاکم وخود مختار تھے اس کے لیے دسترخوان پر ہر قسم کے کھانے نعمتیں ہوتیں اور اس کے دسترخوان پر بلا تفریق مذہب وملت اور بلا تخصیص خویش وبیگانہ ہر ایک امیر و غریب خاص و عام کھانا کھا سکتا تھا۔ خود لوگوں کے ہاتھ دھلاتا اور پانی پلاتا پھرتا تھا اور کہتا جاتا تھا، بخورید دوستاں بخورید مال مال خدا، جان جان خدا، رزق شما بر خوان ایں خدا، ہاں بخورید، باوجود اس خیال سے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ مزے کے کھانے نہیں کھائے میں کیوں کر کھاؤں پلنگ اور نرم بچھونوں پر نہ سوتا کہ آنحضرت ﷺ نے اس طرح آرام نہیں فرمایا میں کیوں کر ان آراموں سے لطف اُٹھاؤں، ہزار مساجد تعمیر کرائیں۔ اکثر علماء وسادات ومشائخ اس کی صحبت میں رہتے تھے اس لیے سفر میں چارپائی پر نہ سوتا تھا تا کہ ان کی بے ادبی متصور نہ ہو اکثر نفلی روزے رکھتا نماز تہجد اور صلوٰۃ با جماعت کبھی قضا نہیں کی لاکھوں کروڑوں کی جاگیر مگر ایک گھوڑے کے سوا کچھ نہ رکھتا کبھی کوئی ایسا مستحق آجاتا تھا تو وہ بھی اس کو دے دیتا تھا اکثر سفر میں پیادہ ہی رہ جاتا تھا اور نوکر غلام سپاہ گھوڑوں پر سوار چلے جاتے تھے قسم کھائی تھی کہ روپیہ جمع نہ کروں گا کہتا تھا کہ جو روپیہ میرے پاس آتا ہے جب تک مستحقین میں تقسیم نہیں کر لیتا پہلو میں تیر سا کھٹکتا ہے۔ شجاع و بہادر ایسا تھا جب لڑائی کے ہتھیار سجاتا تھا تو دعا کرتا تھا، الٰہی! شہادت یا فتح، بعض لوگوں نے کہا پہلے فتح کیوں نہیں مانگا جواب دیا کہ عزیزان گزشتہ کے دیکھنے کی تمنا مجھ و ماں موجودہ کے دیدار سے زیادہ ہے۔ سخی ایسا تھا کہ اگر جہاں بھر کے خزانے اور تمام روئے زمین کی سلطنت اسے مل جاتی تو بھی بلا مبالغہ وہ پہلے ہی دن قرض دار نظر آتا ایک معرکہ جنگ میں شانے پر شدید زخم کھایا۔ شاہی جراح مرہم پٹی کے لیے بالشت بھر سلائی زخم کے اندر کر دیتے زور سے کریدتے تھے کہ زخم کہاں تک ہے وہ بہادر نیش کو نوش کی طرح پیے جاتا تھا تیوری پر بل نہ لاتا تھا بے تکلف مسکراتا اور باتیں کیے جاتا تھا آخر کار اس زخم کے باعث چوتھے روز انتقال فرمایا جس مرد سخی نے عالم کے خزانے مستحقوں کو بخش دیئے اس کے پاس مرتے وقت کچھ نہ نکلا کہ کفن دفن میں لگائیں۔

یا الٰہی تو ہمیں عامل قرآں کر دے ☆ پھر نئے سرے سے مسلماں کو مسلماں کر دے

وہ پیمبر جسے سرتاج رسل کہتے ہیں ☆ اس کی اُمت کو ذرا تابع فرماں کردے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جذبہ خدمت:

ایک اندھی اپاہج بڑھیا کی رات کے وقت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خبر گیری کیا کرتے تھے جو مدینہ طیبہ کے پاس رہتی تھی مگر کچھ دنوں کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ پہلے ہی سے کوئی آدمی آکر اس کے گھر کا کام کاج کر جاتا ہے آپ سخت حیران تھے کہ کون ایسا مخلص اور خدا ترس آدمی ہے؟ آخر ایک رات یہ دیکھنے کے لیے کہ یہ شخص کون ہے وہاں ٹھہر گئے سبحان اللہ کیا دیکھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ واقعی آپ کے علاوہ کون ایسا ہو سکتا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہونے کے دوسرے دن صبح کچھ کپڑے اٹھائے بازار کی طرف جا رہے تھے راستہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ملے پوچھا کہاں جا رہے ہیں فرمایا بازار کی طرف تاکہ ان کو فروخت کروں دونوں نے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ پر تو بار خلافت ہے فرمایا بچوں کی پرورش تو کرنی ہے یہ دونوں حضرات، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو واپس لائے اور مشورہ دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم سے کیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معمولی وظیفہ ماہانہ مقرر کر دیا جیسا کہ خلافت سے قبل معمولی خرچ ہوتا تھا اتنا ہی مقرر کیا گیا۔ اس کے علاوہ سواری سفر حج وغیرہ کیلئے مقرر کر دی اور دو چادریں کہ جب پرانی ہو جائیں تو دوسری لے لیں۔ مسلمانو! غور کا مقام ہے تاجدار دو عالم ﷺ کے خلیفہ اور اتنی سادگی فقیرانہ زندگی یہ آج کے حکمرانوں بڑوں کے لیے ایک مثال ہے ورنہ حاکم رعایا کے مال کو جاگیر سمجھ کر بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔

کیسہ خالی بارش بہر رفعت یوم الحساب ☆ صفر چوں خالی ست زاں قائم عدد بالا ترست

مطلب جیب خالی یعنی مال کا کم ہونا قیامت کے دن حساب کیلئے بلندی رتبہ کا سبب ہے ورنہ زیادہ مال کا زیادہ خدا کے ہاں حساب دینا ہوگا جیسے صفر خالی ہے اس لیے تمام عدد سے درجہ زیادہ رکھتا ہے۔

محاسبہ سے وہ صبح جزا کے ایمن ہیں ☆ جو آپ روز و شب اپنا حساب لیتے ہیں

یا الٰہ العالمین صدیقی اسوۂ حسنہ پر عمل کی ہم سب کو توفیق نصیب فرما۔ (آمین!)

نکتہ عدالت اس کو کہتے ہیں کہ شہوت و غضب کو محکوم رکھ کر اعتدال و توازن قائم رکھا جائے عدالت تمام فضائل سخاوت، شجاعت، عفت کی جان ہے۔

عدل یہ ہے کہ انسان جو اپنے لیے پسند کرے وہی دوسرے کے لیے بھی پسند کرے۔ وعدے کو پورا کرے۔ حقوق ادا کرے۔ احکام الٰہی امور شرعیہ کو جان و دل سے تسلیم کرے۔ عدل اس

وقت قائم ہوگا جب آدمی خود اس پر عمل کرے اگر خود بدعمل ہے تو دوسرے کے ساتھ کیا انصاف کرے گا۔
ایک دانا کا قول ہے عدالت سراسر فضیلت ہے اور ظلم سراسر ذلت ہے۔ جب زمین پر عدل و انصاف ہوتا ہے تو زمانہ نورانی ہوتا ہے خیر و برکت کا ظہور ہوتا ہے اور جب ظلم کا دور دورہ ہوتا ہے تو شر و فساد سے زمین بھر جاتی ہے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((عَدْلُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَبْعِيْنَ سَنَةً)). [الحدیث]

ترجمہ یعنی "ایک ساعت کا عدل ستر برس کی عبادت سے افضل ہے۔"

کیونکہ ایک ساعت کے عدل کا اثر تمام عباد و بلاد زمین میں پہنچتا ہے اور مدتوں رہتا ہے۔
عبداللہ ابن مبارکؒ کا قول ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ میری ایک دعا قبول ہوگی تو وہ دعا میں بادشاہ کی اصلاح کی کروں گا اس لیے کہ اس کا نفع عام خلائق کو حاصل ہوگا۔ اللہ انصاف کا بول بالا فرما۔ آمین۔

خطبہ چہارم:

فضائل سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

۲۷ ربیع الثانی حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز ہوا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر مدبر سیاست دان، بہترین منتظم، ذی وقار ذی وجاہت صحابی رسول ﷺ ہیں۔ کاتب وحی ہیں حضور ﷺ کے رشتہ دار ہیں سالے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے روم و فارس کی تمام سیاست کو ناکام کر کے اسلام کا کلمہ دور دراز علاقوں میں پہنچا دیا اور اسلام کا جھنڈا لہرا دیا۔ حضور ﷺ کے صحابی ہونے کی نسبت سے آپ رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا مقام ہے قرآن پاک میں اصحاب رسول ﷺ کی تعریف کس انداز میں کی گئی ہے فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾ [سورۃ الفتح پارہ ۲۶، آیت ۲۹]

ترجمہ "محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ ﷺ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾

[سورۃ الحجرات پارہ ۲۶ آیت ۳]

ترجمہ: ''یہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے خالص کر دیا ہے ان لوگوں کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بچپن ہی سے دانائی، خوش تدبیری سلامت روی اور اعتدال پسندی کی خاص طور پر شہرت تھی۔ وہ طویل القامت سرخ وسفید رنگ خوبصورت اور مہیب آدمی تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خوب پڑھے لکھے آدمی تھے فتح مکہ کے روز اپنے باپ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آکر پچیس سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اور پھر وفات نبوی ﷺ تک آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے جنگ حنین اور محاصرہ طائف میں بھی شریک رہے اس کے بعد آنحضرت ﷺ مکہ میں تشریف لاکر عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ مدینہ منورہ میں آئے اور کاتب وحی مقرر ہوئے کاتب وحی کی خدمت کے علاوہ باہر سے آئے ہوئے وفود کی مدارات اور ان کے قیام وطعام کا اہتمام بھی آنحضرت ﷺ کی طرف سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ شام کی طرف بھیجا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی ایک دستہ کا امیر مقرر کیا۔ فتوحات میں انہوں نے اکثر لڑائیوں کے اندر بطور مقدمۃ الجیش کارہائے نمایاں انجام دیئے اور اپنے شجاعت ومردانگی کا سکہ دلوں پر بٹھایا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو علاقہ اردن (جن کو آج کل جورڈن کہتے ہیں انگریزی میں) کا مستقل حاکم مقرر کیا۔ طاعون عمواس جس میں لاکھوں افراد لقمہ اجل بن گئے تھے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابی جب فوت ہو گئے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو ان کے بھائی یزید رضی اللہ عنہ کی جگہ دمشق کا والی مقرر فرمادیا اُردن اور دوسرے علاقے بھی ان کی حکومت میں شامل رہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس تشریف لے گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کا استقبال کیا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہم رکاب رہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا کہ تم نے شاہانہ شان وشوکت کیوں اختیار کیا ہوا ہے اور سنا ہے کہ تم نے دربان بھی مقرر کر رکھے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ملک شام کی سرحدوں پر قیصر کی فوجوں کا اجتماع اور حملہ آوری کا خطرہ ہمیشہ رہتا ہے۔ قیصر کے جاسوس ملک شام میں پھیلے ہوئے ہیں قیصر اور عیسائیوں کو مرعوب رکھنے کے لیے ظاہری شان وشوکت اور قیصر کے جاسوسوں سے محفوظ رہنے کے لیے دربانوں کو ضروری سمجھتا ہوں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس جواب کو معقول سمجھ کر پھر کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقصد اس سے اسلام کی سربلندی تھا اور اخلاص پر مبنی ان کا عمل تھا۔ اس لیے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کوئی تعرض نہیں کیا ورنہ فاروق

اعظم رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت ضرور گرفت فرماتی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسطنطنیہ پر بحری حملہ کی اجازت طلب کی مگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بتقاضائے مصلحت اس کی اجازت نہ دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی ان کے دور خلافت میں اجازت مانگی تو انہوں نے بحری فوج کے تیار کرنے کی بھی اجازت دے دی اور پورے ملک شام کا حاکم بھی مقرر کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمام ملک شام پر قابض و متصرف ہو کر اس ملک میں حکومت اسلامیہ کو خوب مضبوط و مستحکم کیا اور ہمیشہ قیصر روم کو اپنی طرف سے خائف و مرعوب رکھ کر اس امر کا موقع نہیں دیا کہ عیسائی لوگ اسلامی ممالک پر حملہ آوری کی جرأت کر سکیں۔ آج مسلم ممالک کے حکمرانوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو دینی و روحانی اس کے بعد انتظامی امور میں اتنا مضبوط و مستحکم کریں کہ وہ بجائے اس کے کافر ممالک سے ڈریں کافر خود مسلمانوں سے مرعوب ہوں۔ مگر افسوس آج معاملہ برعکس ہے مسلمانوں کے اندر کافروں کے ہتھیاروں ٹیکنالوجی مشینری کا خوف ہے اگر مسلمان صحیح معنی میں مسلمان بن جائیں تو کافروں کے ہتھیار خود انہی کے خلاف استعمال ہوں گے اور وہ مسلمانوں کے محتاج بن جائیں گے مگر افسوس کہ آج امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اقتدا کرنے والے مسلمان نہیں ہیں بلکہ بعض اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شاعر نے خراج عقیدت کس طرح پیش کیا ملاحظہ فرمائیں۔

پرچم اسلام دنیا میں کیا اس نے بلند ☆ دین وملت کے لیے سب کچھ کیا اس نے نثار
کاتب وحی رسالت کا شرف بخشا انہیں ☆ خدمت دین عمر بھر بے شک رہا ان کا شعار
اس قدر تھی الفت حسنین رضی اللہ عنہما ان کے قلب میں ☆ عمر بھر دیتے رہے ان کو وظائف بے شمار
روم و ایراں کے علم سب ہو گئے پھر سرنگوں ☆ برسر میدان جب آئی ان کی تیغ آبدار
صد ہزار رحمتیں ہوں ان کے مرقد پر مدام ☆ جن کی جملہ خدمتیں بس ہیں مقبول کردگار
انور مسکین کیا ان کی منقبت لکھ سکے ☆ کی دعا جن کے لیے ختم الرسل ﷺ نے بار بار

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیس سال تک ملک شام پر حکمرانی عدل سے کی اس کے بعد وہ تمام عالم اسلامی کے خلیفہ ہوئے بیس سال اور زندہ رہے ان کی حکومت کا کل زمانہ چالیس سال ہے۔

فضائل وخصائل سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک سو تریسٹھ حدیثیں مروی ہیں جن کو بعد میں ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، ابوالدرداء رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ اور ابن المسیب وحمید بن عبدالرحمٰن وغیرہ تابعین نے روایت کیا

ہے۔آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت سی روایات ہیں حضور ﷺ نے ایک خصوصی دعا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے فرمائی: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا ...... (ترمذی) "اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا کر دے" دوسری حدیث کا ترجمہ ہے "الٰہی معاویہ رضی اللہ عنہ کو حساب و کتاب سکھا اور عذاب سے بچا۔" خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ مجھ کو خلافت کی اس وقت سے اُمید تھی جب کہ آنحضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تو بادشاہ ہو جائے تو لوگوں سے بحسن سلوک پیش آنا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا علم اوران کی دانائی ضرب المثل کے طور پر مشہور تھی۔قریش میں سے ایک جوان آدمی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اوران کو برا بھلا کہنے لگا۔امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسکی بدزبانی سن کر فرمایا کہ اے میرے بھتیجے اس حرکت سے باز آجا کیونکہ بادشاہ کا غصہ بچے کا سا ہوتا ہے اس کا مواخذہ شیر کا سا۔شعبی کا قول ہے کہ عاقلانِ عرب چار ہیں:(۱) معاویہ رضی اللہ عنہ (۲) عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۳) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (۴) زیاد رضی اللہ عنہ۔معاویہ رضی اللہ عنہ علم وخردمندی کی وجہ سے، عمر بن العاص رضی اللہ عنہ مشکلات پیش آمدہ کی سلجھا لینے کی قابلیت کے سبب مغیرہ رضی اللہ عنہ اوسان خطا نہ ہونے کی وجہ سے اور زیاد رضی اللہ عنہ ہر چھوٹی بڑی بات میں۔نیز قاضی بھی چار ہیں یعنی جمعت کرنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر قرآن اور فقہ کا عالم اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر بغیر سوال کے عطا کرنے والا اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر حلیم و متحمل اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر خاص دوست میں نے نہیں دیکھا۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا ان کا علم غصہ کے لیے تریاق تھا اوران کی سخاوت زبانوں پر قفل لگا دیتی تھی ان کو دلوں کا جوڑنا خوب آتا تھا اور یہی سبب ان کے استحکام حکومت کا ہوا۔ایک روز امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں مجھ کو جو کامیابی حاصل ہوئی اس کے چار سبب ہیں:

۱) یہ کہ میں اپنے راز کو مخفی رکھتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام باتیں لوگوں پر ظاہر کر دیتے تھے۔
۲) یہ کہ میرے پاس فرمانبردار فوج تھی اور علی رضی اللہ عنہ کے پاس نافرمان لوگ تھے۔
۳) یہ کہ میں نے جنگ جمل میں مطلق حصہ نہیں لیا۔
۴) یہ کہ میں قریش میں مقبول تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگ ناراض تھے۔

(تاریخ اسلام شاہ نجیب آبادی)

قسطنطنیہ پر حملہ:

یہ سعادت بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقدر میں تھی کہ اسلام کی پہلی بحری لڑائی انہوں نے لڑی اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تھا ''کہ میری اُمت کے وہ لوگ جو قیصر کے شہر پر حملہ کریں گے وہ بخشے گئے۔'' اس سعادت کو حاصل کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس، حسین بن علی، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس وعدہ مغفرت کے شوق میں آکر شریک لشکر ہوئے اس حملہ کے روح رواں قائد وسپہ سالار و جرنیل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ایک عظیم الشان لشکر مرتب ہوگیا تو سفیان بن عوف کی سپہ سالاری میں قسطنطنیہ کی جانب روانہ کیا۔ سفیان بن عوف کی ماتحتی میں اپنے بیٹے یزید کو بھی جو طائفہ فوج کا افسر تھا ایک حصہ فوج کا سپہ سالار بنا کر روانہ کیا یہ لشکر بحری راستہ سے روانہ ہوا اور ایک حصہ بری راستے سے بھی قسطنطنیہ کی جانب روانہ کیا گیا اس جہاد میں بڑے بڑے جانباز جانثار مسلمان شہید ہوئے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے اور فصیل شہر کے نیچے دفن کیے گئے اس حملہ کے نتائج کے اعتبار سے مسلمانوں کو بڑی کامیابی ہوئی۔

مظاہر حق میں ہے کہ حضور ﷺ نے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائیں یہ اللہ! اللہ اس کو راہ راست دکھانے والا اور راہ راست پایا ہوا بنا اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔ اس میں شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی دعا مستجاب ہے پس جس شخص کے حق میں آپ ﷺ نے یہ مستجاب دعا فرمائی ہو اس کے بارے میں کسی طرح کا شک وشبہ ظاہر کرنا اور کوئی برا خیال قائم کرنا ہرگز روا نہیں ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آنحضرت ﷺ کے کچھ تبرکات محفوظ تھے جن میں آپ ﷺ کی ایک چادر، ایک تہ بند اور کرتا تھا ان مبارک کپڑوں کے علاوہ آپ ﷺ کے کچھ موئے مبارک اور ناخن بھی تھے مرتے وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ آنحضرت ﷺ کے کرتے میں مجھ کو کفنایا جائے۔ آپ ﷺ کی چادر میں مجھ کو لپیٹا جائے۔ آپ ﷺ کے تہ بند کو میرا ازار بنایا جائے اور آپ ﷺ کے جو موئے مبارک اور ناخن ہیں ان میں سے کچھ کو میرے حلق کے گڑھے میں بھر دیا جائے اور کچھ میرے سجدے کی جگہوں پر باندھ دیا جائے اور پھر میرے اور ارحم الراحمین کے درمیان تخلیہ کر دیا جائے یعنی دفن کر کے مجھ کو میرے خدا کے سپرد کر دیا جائے۔ سبحان اللہ عقیدت ومحبت کی بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ سے کتنی محبت وعقیدت تھی۔ اس کا اندازہ مذکورہ بالا وصیتوں سے کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے فرمائیں۔ نیز آپ کاتب وحی تھے تو یہ شرف وسعادت بھی بغیر پاک وطاہر ہونے کے حاصل نہیں ہو سکتی نیز اگر حضور ﷺ کو اپنے اس جانثار صحابی رضی اللہ عنہ پر اعتماد نہ ہوتا تو وحی کتابت جیسا اہم کام ان کے سپرد نہ

کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پاک وطاہر بھی تھے امین بھی تھے کنز العمال میں ہے حضور ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ دعا فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ)). [کنز العمال]

ترجمہ فرمایا: "یا اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب اللہ بھی سکھا اور حساب دانی بھی سکھا اور آخرت کے عذاب سے بھی بچانا۔"

حضور ﷺ کی دو دعائیں جن کا دنیا سے تعلق تھا کتاب وحساب کی تعلیم وہ تو دنیا میں پوری ہوئیں باقی آخرت کے عذاب سے بچنے کی دعا بھی انشاء اللہ پوری ہوگی۔ (بحوالہ منہاج التبلیغ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اکابر اُمت کی رائے:

جس شخص کے بارے میں اہل اللہ و بزرگان دین واولیاء اللہ اچھی رائے رکھتے ہوں وہ یقیناً اچھا ہوتا ہے اس لیے کہ مؤمن کی فراست اللہ کی عطا کردہ ہوتی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

((اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ)). [الحدیث]

ترجمہ یعنی "مؤمن کی فراست سے بچو وہ بے شک اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔"

پھر ایمان کے اعتبار سے بھی کامل ترین افراد خصوصاً صحابہ وتابعین جن کے بارے میں شہادت دیں تو وہ خیر سراپا ہے اس کے بارے میں زبان درازی کرنا درحقیقت ایمان کی بربادی ہے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں: اِنَّ قَتَادَةَ لَوْ اَصْبَحْتُمْ فِيْ مِثْلِ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ اَكْثَرُكُمْ هٰذَا الْمَهْدِيُّ (حاشیہ المنتقی) (بحوالہ منہاج التبلیغ) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اعمال کا ملاحظہ کرو تو تم میں سے اکثر کہیں گے یہ مہدی ہیں۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قَالَ لَوْ اَدْرَكْتُمْ مُعَاوِيَةَ لَقُلْتُمْ هٰذَا الْمَهْدِيُّ مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر تم معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ پالیتے تو کہتے یہ مہدی ہیں۔

رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے:

((قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا رَأَيْتُ لِلْمُلْكِ اَخْلٰى مِنْ مُعَاوِيَةَ)). [تطہیر الجنان]

ترجمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "بادشاہی کے لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ اعلیٰ (بہتر) میں نے نہیں دیکھا۔"

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی نماز:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ نہیں دیکھا۔　　(تفسیر البستان)

بادشاہ روم کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی دھمکی:

جن دنوں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان لڑائی چل رہی تھی تو روم کے بادشاہ نے مسلمانوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھانا چاہا جو کہ یہود ونصاریٰ کی شروع سے پالیسی چلی آرہی ہے ڈیوائڈ اینڈ رول لڑاؤ اور حکومت کرو کے تحت اس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ میں نے سنا ہے تمہاری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی چل رہی ہے اگر اجازت دیں تو میں آپ کی معاونت کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لشکر کشی کروں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قربان جائیں کہ قرآن کے مطابق أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کے فرمان کو سچ کر دکھایا۔ روم کے بادشاہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ تو ہماری لڑائی سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اللہ کی قسم اگر تو اس ارادہ سے باز نہ آیا تو میں اور میرے بھائی علی رضی اللہ عنہ ہم دونوں مل کر تجھ پر حملہ کریں گے۔ ایک قول کے مطابق کہ میں ایک ادنیٰ سپاہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بن کر تیرے خلاف سب سے پہلے لڑوں گا اور عام شہروں سے تجھے نکال دیں گے اور تجھ پر زمین فراخ تنگ کر دیں گے تو سر چھپانے کے لیے بھاگتا پھرے گا پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کر روم کا بادشاہ خوفزدہ ہو گیا اور اپنے اس ارادہ سے باز آیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہتر کوئی قوم نہیں دیکھی۔ (مثنوی شرح مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ) ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر پر آرام فرما رہے تھے کہ اچانک ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ کو بیدار کیا آپ رضی اللہ عنہ نے بیدار ہو کر دیکھا تو وہ شخص پوشیدہ ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دل میں سوچا کہ میرے گھر کے اندر اس وقت تو کوئی آ نہیں سکتا ایسی حرکت کس نے کی ہے پھر آپ نے دیکھا کہ ایک شخص دروازہ کی آڑ میں اپنا منہ چھپائے ہوئے کھڑا ہے آپ نے دریافت کیا تو کون؟ جواب دیا میرا فاش نام ابلیس شقی ہے۔ آپ نے فرمایا ابلیس تو نے مجھے کیوں بیدار کر دیا سچ سچ بتا۔ اس نے کہا نماز کا وقت ختم ہونے کے قریب ہے۔ آپ کو مسجد کی طرف جلد دوڑنا چاہیے آپ نے فرمایا ہرگز نہیں تیری یہ غرض نہیں ہو سکتی تو خیر کی طرف بھی رہنمائی کرے میرے گھر میں تو چور کی طرح گھس آیا اور کہتا ہے میں پاسبانی کرتا ہوں اور خاص کر تجھ جیسا

چور کہ راہزن بھی ہے کس مقصد سے مجھ پر تجھے اس قدر شفقت ہے ابلیس نے جواب دیا۔

گفت ما اول فرشتہ بودہ ایم ☆ راہ طاعت را بجاں پیمودہ ایم

ابلیس نے کہا ہم پہلے فرشتے تھے اور طاعت کے راستے کو اپنی جان سے طے کیا ہے۔

پیشہ اول کجا از دل رود ☆ مہر اول کے ز دل زائل شود

پہلا پیشہ کہیں دل سے نکل سکتا ہے؟ اور پہلی محبت بھلا دل سے زائل ہو سکتی ہے۔

نیکواں را رہنمائی میکنم ☆ مر بداں را پیشوائی میکنم

میں نیکوں کو راستہ نیکی کا دکھاتا ہوں اور بروں کو برے راستے کی پیشوائی کرتا ہوں۔

گر ترا بیدار کردم بہر دیں ☆ خوئے اصل من ہمیں است و ہمیں

اگر آپ کو دین کے لیے میں نے بیدار کر دیا تو یہی ہماری اصل فطرت کا تقاضا ہے۔

گفت امیر اے راہزن حجت مگو ☆ مر ترا رہ نیست در من رہ مجو

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے راہزن (ڈاکو) مجھ سے بحث مت کر تجھ کو میرے اندر گمراہ کرنے کا راستہ نہ مل سکے گا۔ میرے اندر راستہ مت ڈھونڈ سچ سچ بتا کہ تو نے مجھے نماز کے لیے کیوں بیدار کیا کیا تیرا کام تو گمراہ کرنا ہے اس خیر کی دعوت میں کیا راز ہے جلد بتا۔

ابلیس نے کہا حضور بات یہ ہے کہ اگر آپ کی نماز فوت ہو جاتی تو آپ اللہ تعالیٰ کی جناب میں آہ و فغاں کرتے جس سے آپ کا درجہ بہت بلند ہو جاتا اور میں حسد سے جل کر خاک ہوتا اس لیے میں نے سوچا کہ آپ کو بیدار کر دوں تا کہ آپ نماز ادا کریں۔

گر نماز فوت می شد آں زماں ☆ میز دی از درد دل آہ و فغاں

اگر آپ کی نماز فوت ہو جاتی تو آپ اس وقت درد دل سے آہ و فغاں کرتے۔

آں تاسف آں فغاں و آں نیاز ☆ در گزشتے از دو صد رکعت

اور آپ کا وہ افسوس اور رونا اور ندامت و نیاز مندی اور شکستگی آپ کو دو سو رکعت نوافل سے زیادہ مقرب بنا دیتی اس لیے مجھے آپ کے قرب اعلیٰ کے خوف اور حسد نے آپ کو بیدار کرنے کے لیے آمادہ کیا۔

من ترا بیدار کردم از نہیب ☆ تا نسوزاند چناں آہ مجیب

میں نے اسی خوف سے آپ کو بیدار کر دیا تا کہ آپ کی مجیب مجھے نہ جلا دے۔

من حسودم از حسد کردم چنیں ☆ من عدوم و کار من مکر است و کیں

میں انسان کا حاسد ہوں میں نے اسی حسد سے ایسا کیا ہے اور میں انسان کا دشمن ہوں میرا

کام حسد کرنا اور کینہ ہے۔

گفت اکنوں راست گفتی صادقی ☆ از ایں آید ایں را لائقی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب تو نے سچ بات کہی اور حسد و دشمنی جو کچھ تو نے کی ہے تو اسی کے لائق ہے۔

فوائد اس حکایت سے یہ سبق ملتا ہے کہ کوتاہیوں اور خطاؤں پر ندامت اور گریہ وزاری سے شیطان کو کتنا غم ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کی رحمت کس قدر ایسے بندہ پر متوجہ ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں کہ ندامت کے ساتھ حق تعالیٰ کے حضور میں گریہ وزاری کریں آمین۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں کتنا خوف خدا تھا اس حکایت سے اندازہ لگا سکتے ہیں جب ایسے مقرب وجلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ پر بھی شیطان حملہ کرتا ہے اور کتنا خطرناک حملہ کرتا ہے تو ماوشما کی کیا بات ہے اس لیے ہم اپنا تعلق اہل اللہ و بزرگان علماء ربانین سے وابستہ رکھیں تاکہ شیطان کے حملہ وراہزنی سے ان کی صحبت وبرکت ودعاؤں سے بچے رہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ ☆ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ الصَّلَاحَ

میں نیک وصالحین سے محبت کرتا ہوں اگرچہ نیک وصالح نہیں ہوں شاید مجھے اللہ نیکی کی توفیق دے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مختصر خدمات:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مشہور مدبر اور صاحب سیاست بزرگ تھے انہوں نے اسلام کی بڑی شاندار خدمات انجام دیں۔ انہوں نے ہی طرابلس، شام کو فتح کیا اس کے علاوہ شام کے تمام سرحدی علاقوں پر قبضہ کر کے شام کو رومیوں کی دستبرد سے محفوظ بنا دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان سے اجازت لے کر ایک بحری بیڑہ تیار کیا اور بحر روم کے مشہور جزیرہ قبرص (سائپرس) کو فتح کیا یہ بحری بیڑہ اتنا طاقتور تھا اور مضبوط تھا کہ اس کے باعث مسلمان رومیوں کے بحری حملہ سے مامون ہو گئے۔ ان فتوحات کے علاوہ چونکہ اعلیٰ درجہ کے بیدار مغز اور ہوشیار تھے اس لیے تمام اندرونی شورشوں اور سازشوں سے باخبر رہتے تھے اس بناء پر انہوں نے بہت سی سازشوں کو ظاہر ہونے سے پہلے ہی ناکام کر دیا صحابی تھے کاتب وحی تھے آپ کا دل خشیت ربانی اور اسلام کی ترقی وعروج کی ترقی کے لیے بے تاب تھا۔ مسلمانوں کی سیاسی طاقت کو مضبوط اور محفوظ بنانے میں بھی سیاسی تدبر اور دور اندیشی اور موقع شناسی کا ثبوت دیا ہے وہ آپ کے فضائل میں سرفہرست بننے کے لائق ہے۔ شمالی افریقہ کا بڑا حصہ خلافت راشدہ

کے زمانہ میں ہی فتح ہو چکا تھا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس میں بہت کچھ اضافہ کیا یہاں کے بربریوں نے سرکش ہو کر ایک ہنگامہ برپا کر رکھا تھا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بغاوت کا قلع قمع کر کے یہاں مسلمانو ں کی حفاظت کا انتظام کر دیا شام اور مصر بحر روم کی وجہ سے رومیوں کے حملہ سے مامون نہیں تھے امیر با تدبیر نے اس ملک کی سرحدوں پر چھاؤنیاں قائم کیں اور اپنے بحری بیڑہ کے ذریعہ رومیوں کو بحر روم میں شکست فاش دے کر اور بعض اہم جزیروں قبرص اور روڈس اور ارواد پر قبضہ کرنے کے بعد یہاں اپنی چھاؤنیاں قائم کیں اور قلعے تعمیر کرائے جس سے مصر اور شام کے علاقے دشمن کے حملوں سے بڑی حد تک محفوظ ہو گئے۔ جزیرہ کریٹ اور سسلی پر بھی حملہ کیا گیا مگر اس وقت فتح حاصل نہ ہو سکی پھر خود اندرون ملک جو سیاسی پارٹیاں تھیں اور اپنی انقلابی کوششوں کے ذریعہ اسلامی مرکزیت کو تباہ و برباد کرنا چاہتی تھیں ان کو استیصال کیا ان فتوحات کے علاوہ بہت سے تعمیری کام بھی آپ نے ایسے کیے جن کی اس وقت شدید ضرورت تھی اس میں شبہ نہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت جبر و تشدد کی مثالیں بھی کچھ کم نہیں لیکن ان کا یہ تشدد اس جراح کے تشدد کے مماثل ہے جو کسی عضو فاسد کو عمل جراحی کے ذریعہ کاٹتا چھانٹتا ہے تو اس سے دوسرے اعضا اس عضو بریدہ کے متعدی مرض سے محفوظ ہو جاتے ہیں لیکن ساتھ ہی عمل جراحی کے باعث تکلیف واذیت اعضاء فاسدہ وصالحہ سب کو ہی محسوس ہوتی ہے۔ جو شخص اس دور کے حالات پر انصاف کی نگاہ سے غور کرے گا اس کو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ ان حالات پر قابو پانے کے لیے ایسے ہی جبر و تشدد کی ضرورت تھی جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا۔ اس وقت اسلام کی خدمت کا تقاضا یہ تھا جو سب سے بڑا تھا کہ جس طرح بھی اسلام کی سیاسی طاقت کو سنبھال لیا جاتا اور اس کو اندرونی و بیرونی خطروں سے محفوظ و مامون کر دیا جاتا معلوم ہوتا ہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہی چیزیں تھیں چنانچہ انہوں نے بہت سی ناگوار باتیں بھی برداشت کیں مگر اس مقصد کی تکمیل میں کوئی کوتاہی نہ ہونے دی اس کا اثر یہ ہوا کہ اسلام جس رفتار سے پھیل رہا تھا اور جس طرح اس کی فتوحات کا دامن وسیع ہوتا جا رہا تھا اس میں کمی زیادتی ہی ہوتی رہی اور سطحی نظر سے یہ محسوس نہیں ہو سکتا کہ اس وقت اسلام پر یہ انحطاط آیا تھا اس کی ترقی میں جمود پیدا ہوا تھا حافظ ابن تیمیہ منہاج السنہ جلد دوم میں فرماتے ہیں خلافت جب بہت زیادہ ضعیف ہو گئی تو وہ ملوکیت کی شکل میں منتقل ہو گئی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو رحمت اور علم سے قائم رکھا اور اسلام میں کوئی بادشاہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہتر پیدا نہیں ہوا ہے وہ بلاشبہ تمام ملوک اسلام میں سب سے اچھے تھے اور ان کی سیرت بعد میں آنے والے سلاطین کی سیرت سے کہیں زیادہ پسندیدہ ہے۔ بنو امیہ کا سب سے بڑا مخالف خاندان بنو ہاشم تھا لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ذاتی طور پر حلیم

بردبار ہونے کے باعث سر پر خلافت متمکن ہو جانے کے بعد اس خاندان کے ساتھ جبر وتشدد کا معاملہ نہیں کیا بلکہ عطیات اور وظائف کے ذریعہ دل جوئی کرتے رہے۔

(مسلمانوں کا عروج وزوال مصنفہ مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امام حسن رضی اللہ عنہ کو وصیت:

وفات سے پیشتر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ سے فوراً صلح کر لینا اور ان کے امیر المؤمنین ہونے سے کراہیت نہ کرنا کیونکہ اگر تم ان کو بھی گنوا بیٹھے تو اُمت کے تفرقہ کے تلخ ترین نتیجے تمہیں بھی بھگتنے ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت بربنائے تجربہ کی تھی۔ انہیں یہ ثابت ہو گیا تھا کہ خلافت کی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچانے کی اہلیت سب سے زیادہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی بھی تھی کہ میرا بیٹا حسن رضی اللہ عنہ اُمت کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ یہ پیش گوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ضرور معلوم ہو گی اس لیے آپ نے اپنے بیعت سے ماننے والوں کے سامنے فرمایا کہ میں خلافت کے لیے اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو نامزد کرتا ہوں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ میرا صلح پسند فرزند کسی قیمت پر بھی مسلمانوں میں لڑائی گوارا نہیں کرے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق صلح بین المسلمین کا باعث ہو گا، چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے والد بزرگوار کی تدفین (جہاں بھی ہوئی) سے فارغ ہو کر ابن ملجم کو ٹھکانے لگا کر اپنے اشیاع سے فرمایا کہ میں اس شرط پر تم سے بیعت لیتا ہوں کہ تم صلح وجنگ میں میری متابعت کرو گے پھر فرمایا میرے والد علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت (یعنی امیر المؤمنین) سے کراہت نہ کرنا اگر تم نے بھی ان کو ہاتھ سے کھو دیا تو تم دیکھو گے کہ مونڈھوں پر سے سر حظل (کوڑتے) اندرائن کی طرح کٹ کٹ کر ادھر ادھر گریں گے شرح نہج البلاغۃ جلد نمبر ۳ (۸۳۶) ابن ابی الحدید وازالۃ الخفاء جلد نمبر ۲ (۲۸۳) البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸ (۱۳۱) (بحوالہ رسالہ ع ال ناظمہ مصنفہ مولانا غلام دستگیر نامیؒ)

حضرات گرامی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت اللہ کی جماعت تھی ان کے بارے میں بدگوئی کرنا یا طعن وتشنیع کرنا یا ان کے خلاف فیصلہ کرنا ہمارے لیے ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ ان کی تعریف کرنا ان کی اتباع کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو آپؒ نے جواب دیا کہ ابوحنیفہؒ سے قیامت کے دن یہ سوال نہیں ہو گا لہٰذا میں ان کے متعلق غلجان میں کیوں پڑوں۔

وہ لوگ جو بدگوئی میں وقت ضائع کرتے ہیں وہ وقت ذکر الٰہی میں صرف کریں جو آخرت میں بھی کام آئے گا۔

سب وشتم سے حضور ﷺ نے اور حضرت علی ؓ نے بھی منع فرمایا ہے ایسی باتوں سے سوائے اس کے نفاق بڑھے اور اعمال نامہ سیاہ ہو اور کچھ حاصل نہیں اللہ کے لیے بچھ جاؤ اور تبری سے باز آؤ۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ.

یا اللہ صحابہ کرام ؓ اور بزرگان دین علماء ربانیین کا ادب ومحبت واحترام اور ان کا اتباع نصیب فرما۔ آمین!

صحابہ کرام ؓ کا مقام:

صحابہ کرام ؓ کا مقام اتنا عظیم ورفیع ہے کہ ان پر طعن وتشنیع کرنا برا ہے نیز اللہ اور رسول ﷺ پر تنقید کرنا ہے اس لیے کہ قرآن وحدیث میں ان کے حق میں مخلص ہونے کا اعلان بار بار فرمایا گیا ہے اگر صحابہ کرام ؓ پر زد پڑتی ہے تو پورے دین پر زد واثر پڑے گا۔ منافقین ومفسدین نے ایک پلان کے تحت صحابہ کرام ؓ پر تنقید کی تاکہ جب وہ بے اعتبار ہو جائیں گے تو دین کہاں سے قابل اعتبار رہے گا اس لیے کہ وہ اولین مخاطب اور براہ راست حضور ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اور انہیں کے ذریعے ہم تک دین پہنچا جب وہی غلط ہو گئے تو معاذ اللہ دین بھی غلط ہو گیا۔

ایک محقق فرماتے ہیں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مورخین نے خواہ کتنی ہی ضخیم ضخیم کتابیں لکھی ہوں لیکن ان کی رطب ویابس روایات کا یہ درجہ نہیں ہے کہ ان کی بناء پر صحابہ کرام ؓ کو مجروح قرار دیا جائے کہ سیدنا عثمان غنی ؓ اور سیدنا امیر معاویہ ؓ تو خیر بڑی چیز ہیں ایک ادنیٰ صحابی ؓ کا بھی یہ درجہ ہے کہ اس کی ثقاہت وعدالت کو ہزاروں طبری وجزری اور لاکھوں واقدی مجروح نہیں کر سکتے۔

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے ☆ پیدا کیے فلک نے جو تھے خاک چھان کر
ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ☆ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

خطبہ پنجم:

مقام حدیث

ماہ ربیع الاول وربیع الآخر دونوں ماہ زیادہ تر حضور ﷺ کی سیرت طیبہ سے متعلق ہیں حضور ﷺ کا وجود مسعود حضور ﷺ کا دنیا میں تشریف لانا حضور ﷺ کا بچپن، حضور ﷺ کی جوانی، حضور ﷺ کی تعلیم

اخلاق وتربیت، حضور ﷺ کی نبوت وختم نبوت، حضور ﷺ کی احادیث سب ہی رحمت ہیں افسوس کہ بعض لوگ بقول ان کے قرآن کو مانتے ہیں مگر حدیث کو نہیں مانتے حالانکہ جیسے قرآن حضور ﷺ لائے ہیں اسی طرح حدیث بھی درحقیقت منشاء خداوندی کے مطابق آپ ﷺ کا فرمان وعمل ہے جو قرآن کی طرح حجت ہے اس مضمون کا زیادہ تر حصہ ہم نے نصرۃ القرآن مصنف مولانا عبدالحمید خان صاحب ارشد کی کتاب سے لیا ہے اللہ تعالیٰ مولانا عبدالحمید وعبدالمجید صدیق صاحب دونوں کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائیں۔

اطاعتِ رسول ﷺ یعنی اطاعتِ حدیث کا ثبوت قرآن پاک سے:

ویسے تو پورا قرآن حضور ﷺ کی حدیث کی حجت پر شاہد ہے مگر بعض آیات خاص طور پر اسی کے بارے میں ہیں ارشادِ ربانی ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾

ترجمہ ''اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال برباد مت کرو۔'' (سورۃ محمد ﷺ پارہ ۲۶ آیت ۳۳)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾

ترجمہ ''اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔'' (القرآن سورۃ محمد ﷺ پارہ ۲۶، آیت: ۷)

ان دونوں آیات میں حضور ﷺ کی اطاعت کا حکم ہے اور حدیث فرمان وعمل رسول نام ہے اگر حضور ﷺ کی حدیث کا انکار کیا جائے تو اطاعت رسول قرآنی حکم کی نافرمانی وانکار ہوگا تو قرآن کا انکار کفر ہے آج کل فتنہ انکار حدیث پورے زوروں پر ہے اور شریعت اسلامیہ کی حقیقی وفطری پابندیوں سے چھٹکارا حاصل کرنے والے اس فتنہ ضالہ کی پوری سرپرستی کر رہے ہیں۔

شعراء نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں کس طرح نذرانہ عقیدت پیش کیا:

چہ غم دیوار امت را کہ باشد چوں تو پشتی باں ☆ چہ باک از موج بحر آں را کہ باشد نوح کشتی باں

(سعدیؒ)

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا ﷺ بِمَقَالَتِیْ ☆ بَلْ اِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

(حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

الصلوٰۃ اے ہادی کل صاحب ام الکتاب ☆ السلام اے خلق تو تفسیر قرآن جلیل
الصلوٰۃ اے ساقی تسنیم و کوثر الصلوٰۃ ☆ السلام اے تشنگان شوق راچوں سلسبیل
(عبدالمجید صدیقی مرحوم)

محمد ﷺ پیشوا اور رہنمائے خلق و عالم ہیں ☆ معزز، مقدس ہیں، مکرم ہیں، معظم ہیں
فروغ منزل ہستی میں نور عرش اعظم ہیں ☆ حبیب حق ہیں ممدوح ملک ہیں فخر آدم ہیں
انہی کے رنگ سے رنگ گل ہستی کی زینت ہے
انہی کی بو سے عطر آگیں بنی آدم کی طینت ہے

إغْتِمَادِيْ وَرَجَائِيْ بِشَفِيْعِ الْأُمَمِ ☆ حِيْنَ يُبْلِيْ كَفَنِيْ فَوْقَ عِظَامِ الرِّمَمِ
بَلِّغِ اللّٰهُ صَلَاتِيْ وَسَلَامِيْ أَبَدًا ☆ لِنَبِيٍّ عَرَبِيٍّ مَكِّيٍّ حَرَمِيٍّ
شَمْسُ فَضْلٍ وَضِيَاءٍ وَسَنَاءٍ اسنی ☆ نُوْرُ بَدْرٍ وَبَهَاءٍ وَسَمَاءِ الْكَرَمِ
مَظْهَرُ الْحَقِّ تَعَالٰى وَتَقَدَّسَ حَقًّا ☆ مَفْخَرُ الْخَلْقِ كَمَالًا بِكَلَامِ الْقَلَمِ
أَكْرَمُ الْخَلْقِ وَجُوْدًا وَسُجُوْدًا جُوْدًا ☆ أَحْسَنُ النَّاسِ سَخَاءً بِعَطَاءِ النِّعَمِ
يَمُّ لُطْفٍ وَوَفَاءٍ وَسَحَابٌ مُطْلَقٌ ☆ طَوْرُ حِلْمٍ وَوَقَارٍ وَخُمُوْلُ الْأُمَمِ

مپندار سعدی کہ راہ صفا ☆ تواں یافت جز درپے مصطفیٰ
خلاف پیمبر کسے رہ گزید ☆ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

باطل فرقے:

اسلام کے مقابلے میں یہود ونصاریٰ، مشرکین ومنافقین، برہمن، ملاحدہ، زنادقہ، مرتدین، باطنی، نیچری، قادیانی، چکڑالوی نے طرح طرح کے فتنے برپا کیے کسی نے اسلام کے پاکیزہ اصول میں الحاد وزندقہ کے جراثیم داخل کرنے اور اس طرح اسے بگاڑنے کی ناکام کوشش کی کسی نے تعلیمی اصلاح و ترقی کے بہانے سے اپنے عقائد باطلہ کی ترویج چاہی، کسی نے خانہ ساز نبوت کا ڈھونگ رچا کر اپنے لیے پیسے روپے کی فراہمی کی صورت نکالی کوئی صحابہ کرام ﷺ پر طعن وتشنیع کرکے اپنے نظریات کا پرچار کر رہا ہے کسی نے بظاہر قرآن قرآن کی رٹ لگا کر درحقیقت قرآن کی ہی تکذیب کرنے کی ٹھانی یہ فتنہ انکار حدیث ہے العیاذ باللہ ان میں سے بعض فتنے اسلام کی صداقتوں کی تاب نہ لا کر نامرادی کی موت مرگئے یا عالم نزع میں عنقریب مرنے کو ہیں، ان مردہ فتنوں کے کھنڈروں پر، پرویزیوں غلام احمد پرویز اور اس کی پارٹی نے ایک نئے فتنے کی بنیاد رکھی بظاہر اس میں انکار حدیث ہے لیکن درحقیقت اس کی

بنیاد، انکار قرآن پر ہے کیونکہ انہوں نے قرآن بینات میں بیجا اختلاف کر کے اسلامی محکمات کا انکار کیا۔ یہ لوگ قرآن اور اسلام کی وہ تعبیر جو رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرام ؓ تابعین علمائے عربیت فقہاء اور محدثین نے عملی تواتر یا احادیث صحیحہ کی دینی اور علمی شہادتوں (اسناد) کی بنا پر ہم تک پہنچا ہے نہیں مانتے وہ صرف اپنی بات اور اپنی خواہشات کو قرآن اور اسلام کا نام دیتے ہیں اور باقی سب کچھ کو "ملا کا اسلام" ملا کا مطلب '' عجمی اسلام'' بتلاتے ہیں اور اپنے دعوے پر کوئی ٹھوس دلیل قائم کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے۔ انہوں نے کئی ایک کتابیں لکھیں اور کراچی سے طلوع اسلام کے نام سے ایک رسالہ بھی جاری کیا اس باطل فرقے کی چند جزئیات ملاحظہ ہوں:

۱) دین نے ''قیام صلوٰۃ'' کا حکم دیا تھا مذہب میں ہر چیز نماز پڑھنے کے مترادف بن گئی، جون ۱۹۵۰ء (صفحہ ۳۶) پرویز۔

۲) مرکز ملت کو ان میں (جزئیات نماز میں) تغیر و تبدل کا حق ہوگا۔

ایک پرویزی عبداللہ اختر نے طلوع اسلام اگست ۱۹۵۰ء (صفحہ ۲۸) میں کہا میرا دعویٰ تو صرف اتنا ہے کہ فرض صرف دو نمازیں ہیں جن کے اوقات بھی دو ہیں اور رکعات بھی دو ہیں باقی سب نوافل۔

فکر، افرنجی باں ام الکتاب ☆ نیست جز خفاش پیش آفتاب

مزید ان کے خیالات سنیے پھر آج کا مسلمان دو نمازیں پڑھ کر کیوں مسلمان نہیں رہ سکتا، لاہوتی اگست ۱۹۵۰ء (صفحہ ۶۱) پرویز غلام احمد کہتا ہے مذہب میں نماز، روزہ، صدقہ، خیرات اسی خوشامدانہ مسلک (یعنی منافقانہ زندگی کے خوشامدانہ مسلک) کے مظاہر بن جاتے ہیں پرویز طجنوری و فروری ۱۹۵۰ء (صفحہ ۱۰۸) قربانی کے متعلق پرویز کہتا ہے عید کے دن بارہ بجے تک دس کروڑ روپے کا قومی سرمایہ ضائع ہو جاتا ہے اور یہ دس کروڑ ہر سال ضائع ہوتے ہیں عید کی صبح بارہ تک قوم کا کس قدر روپیہ نالیوں میں بہہ جاتا ہے ادارہ طلوع ستمبر ۱۹۵۰ء (صفحہ ۱) پرویز حدیث کو محض تاریخ یا تاریخ دین کہتا ہے (نہ کہ دین قرار دیتا ہے) کہتا ہے الغرض حدیث کا صحیح مقام، دینی تاریخ وغیرہ کا ہے اس سے تاریخی فائدے حاصل کیے جاسکتے ہیں لیکن دین میں حجت کے طور پر نہیں پیش کی جاسکتی اسلم جیراج پوری (۷۳) نومبر ۱۹۵۰ء حدیثوں کی پیروی قرآن کی رو سے منع ہے اسلم جیراج پوری جولائی ۱۹۵۰ء (۷۵) اسلم جیراج پوری پرویزی کہتا ہے بخلاف اس کے نہ حدیث پر ہمارا ایمان نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے اسلم جیراج پوری طا (۱۷) دسمبر ۱۹۵۰ء ان پرویزیوں کا عقیدہ خود قرآن کے بھی خلاف ہے اس

لیے کہ قرآن مجید میں بار بار اطاعت رسول ﷺ اتباع نبی ﷺ اور اسوۂ حسنہ نبویہ ﷺ پر عمل کا حکم دیا ہے معلوم ہوا کہ جیسے قرآن حق وسچ ہے اسی طرح حدیث بھی حق وسچ ہے منکرین حدیث اس چیز کو جدید اسلام کا بانی قرار دیتے ہیں حالانکہ ان کے نظریات دین کا صریح مذاق اڑاتے ہیں۔

قرآن پاک سے اطاعت رسول کا حکم:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾ [سورۃ النساء پارہ ۵ آیت ۵۹]

ترجمہ ''اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول ﷺ کا کہنا مانو اور تم میں سے جو اہل حکومت ہیں ان کا بھی پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول ﷺ کے حوالے کر دیا کرو اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام بہترین ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ [سورۃ النساء پارہ ۵ آیت ۶۵]

ترجمہ ''پس قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ ﷺ سے تصفیہ کرائیں پھر آپ ﷺ کے اس تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور پورے طور پر تسلیم کر لیں۔''

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ [سورۃ النساء پارہ ۵ آیت ۸۰]

ترجمہ: جس شخص نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ﴾

[سورۃ آل عمران پارہ ۳ آیت ۳۱، ۳۲]

ترجمہ آپ ﷺ فرما دیجیے گا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑی عنایت فرمانے والے ہیں اور آپ ﷺ یہ بھی فرما دیجیے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ کی

اور اس کے رسول ﷺ کی پھر اس پر بھی اگر وہ لوگ اعراض کریں سو (سن رکھیں) کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔"

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا﴾ [سورۃ الاحزاب پارہ ۲۱ آیت ۲۱]

ترجمہ: تم لوگوں کے واسطے یعنی ایسے شخص کے واسطے جو اللہ اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو۔"

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۚ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِينًا﴾ [سورۃ الاحزاب پارہ ۲۱ آیت ۳۶]

ترجمہ: "اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں جبکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی کام کا حکم دے دیں کہ پھر ان کو (مؤمنین) کے اس کام میں اختیار (باقی) ہے اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔"

﴿وَمَا آتٰكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ [سورۃ حشر پارہ ۲۸ آیت ۷]

ترجمہ: "اور رسول ﷺ جو کچھ تم کو دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز کے لینے سے تم کو روک دیں تم رک جایا کرو اور اللہ سے ڈرو بے شک مخالفت کرنے پر سخت سزا دینے والا ہے۔"

احادیثِ رسول ﷺ:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَمَنْ يَأْبٰى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبٰى)).

[بخاری]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری تمام اُمت جنت میں جائے گی مگر جو انکار کرے۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اس نے میرا انکار کیا۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ

أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِداً وَطَهُوراً)). [مسلم بخاری]

ترجمہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے سابقین انبیاء علیہم السلام پر چھ فضیلتیں دی گئی ہیں۔

۱) مجھے مختصر کلمات معانی کثیرہ کے حامل دیئے گئے۔
۲) دشمن پر رعب ڈال کر میری مدد کی گئی۔
۳) میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا۔
۴) تمام زمین میرے لیے مسجد اور پاک بنائی گئی ہے۔
۵) تمام مخلوق کی طرف مجھے بھیجا گیا ہے۔
۶) انبیاء کا سلسلہ میری ذات پر ختم کر دیا گیا۔

((عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي خُطْبَةِ يَوْمَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ فَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ وَصُومُوا شَهْرَكُمْ وَأَدُّوا زَكوٰةَ أَمْوَالِكُمْ طَيِّبَةً بِهَا أَنْفُسُكُمْ وَأَطِيعُوا وُلَاةَ أُمُورِكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ)).

[مسند احمد]

ترجمہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور تمہارے بعد کوئی اُمت نہ ہوگی پس اپنے ربّ کی عبادت کرتے رہو اور پانچ نمازیں پڑھتے رہو اور رمضان کے روزے رکھے جاؤ اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ خوشی خوشی دیئے جاؤ اور اپنے حاکموں کی اطاعت کرتے رہو تو اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں اپنے رب کے گھر کا حج کرو۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ)). [شرح السنۃ الحدیث]

ترجمہ فرمایا حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سے کوئی شخص ایمان دار نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع ہو جائے جو میں لایا ہوں۔

یعنی خواہشات نفسانیہ کو مٹانا اتباع نبوت ہے۔

((عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ)). [بخاری و مسلم]

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اپنی اولاد اپنے ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

محکمت محکمات قرآن اور مسلمات دین حق دین اسلام کے بارے ہر مسلمان سے یہ توقع بجا طور کی جاتی ہے کہ ان میں سے اس کی دورائیں نہیں ہوں گی وہ کسی ایسی بات کو جو کتاب وسنت کے خلاف ہوگی ہرگز ہرگز قبول نہیں کرے گا قبول کرنا کیسا سننا بھی گوارا نہیں کرے گا لیکن کچھ عرصہ سے ہو یہ رہا ہے کہ مسلمانوں کے بعض طبقات کی غفلت اور سہل انگاری کی وجہ سے بعض عیار لوگوں کو یہ امید پیدا ہوگئی ہے کہ "قرآن محکمات" کے خلاف بھی مسلمان بن سکتا ہے اور وہ کھلے بندوں اور پورے زور وشور سے "دینی مسلمات" اور صریح قرآن احکامات کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے رہتے ہیں اور یہ توقع رکھتے ہیں کہ مسلمان ان کا ہمنوا بن جائے گا یا کم از کم تذبذب کا شکار ہوگا اور اس طرح انہیں اسلام پر ضرب کاری لگانے میں کامیابی ہوگی۔ (نصرت القرآن)

مسلمانوں کی بے حسی:

ان عیار لوگوں سے تو کوئی گلہ کرنا بے سود ہے کیونکہ ان کا کام اغوا واضلال اور وسوسہ اندازی ہے وہ اگر اسلام پر سامنے سے وار نہیں کر سکتے تو مار آستین بن کر ڈسنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں اور قرآنی آیات میں جب ان کی باطل خواہشات کے لیے کوئی جگہ نہیں نکل سکتی تو زیغ اور الحاد سے من گھڑت اور باطل تاویلات کا سہارا لے کر حق وصداقت کا منہ چڑاتے ہیں اور نہایت ڈھٹائی سے یہ ڈینگ بھی مارتے ہیں کہ ہم لوگوں کو قرآن اور محض قرآن کی طرف بلاتے ہیں اور ہمارا کام دعوت الی القرآن ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن کا نام لے لے کر قرآن پاک کی تکذیب کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ قرآن، قرآن کا ورد کرنے سے مسلمان دھوکہ کھا جائیں گے اور انہیں محب قرآن اور داعی القرآن سمجھنے لگیں گے اور اس طرح ان کی من گھڑت تاویلات کو قبول کر لیں گے حالانکہ ان کی ضلالت اسی ایک بات سے عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال واعمال کو جو قرآن عزیز کی علمی وعملی ہر لحاظ سے ایک مکمل اور معیاری تفسیر ہیں۔ قرآن سے بے دخل کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور جو احادیث

نفوس، عملی شہادتوں یا عملی تواتر سے صحیح ثابت ہوئی ہیں انہیں طرح طرح کے ناروا حیلوں سے جھٹلا کر اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں اگر وہ فی الواقع قرآن پاک کے دلدادہ ہیں تو رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام ﷺ نے عمل بالقرآن کا جو بلند معیار پیش کیا ہے اور جو ائمہ علم کے جم غفیر کے ہاں اصول روایت و درایت اور ثقہ راویوں کی سچی علمی شہادتوں کی بنا پر صحیح مستند لائق وثوق اور قابل اعتماد ہے اسے کیوں جھٹلاتے ہیں؟ اور آپ ﷺ کی سراج منیر اور تابناک زندگی کو کیوں مشعل راہ نہیں بناتے جو قرآن پاک کی عملی تفسیر ہے کیا آپ ﷺ کی نماز، آپ ﷺ کا روزہ، آپ ﷺ کا حج، آپ ﷺ کی زکوۃ، آپ ﷺ کی قربانی، آپ ﷺ کے جملہ عقائد حقہ اور اعمال پاکیزہ اور ارشادات عالیہ صحیح سچی شہادتوں اور لاکھوں مسلمانوں کے عملی تواتر کے ذریعہ دنیا کے کونے کونے میں نہیں پہنچے ہیں؟ اور یقیناً پہنچے ہیں! کیا ان عیاروں کی وسوسہ اندازی سے کہ احادیث کے مجموعے، موضوع ہیں اور قابل التفات نہیں۔ آپ ﷺ کی تابناک زندگی کے تفصیلی انوار پر تاریکی کے پردے ڈالے جاسکتے ہیں؟ اور احادیث صحیحہ کے مصدقہ مجموعوں کو جھٹلانے کا کوئی حق کسی کو پہنچ سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں آپ حضور ﷺ کی روشن زندگی کی یہ تمام تر تفصیلات اس قدر واضح ہیں کہ کوئی عقل مند انسان ان کو جھٹلانے یا ان میں تردد و تذبذب کی معمولی گنجائش بھی نہیں پاتا۔ (نصرت القرآن)

قرآن وحدیث کی حفاظت کے غیبی انتظامات:

اسلام چونکہ آخری مکمل دین ہے اس لیے جہاں اللہ رب العزت نے قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے وہاں اپنے آخری نبی ﷺ کی احادیث آپ ﷺ کے اقوال واعمال کی حفاظت کا انتظام بھی خود فرمایا صحابہ کرام ﷺ کے دل میں آپ ﷺ کی بے پناہ محبت پیدا کر دی وہ آپ ﷺ کے ہر ہر قول وعمل کی حفاظت کرتے تھے اس طرح کہ اس پر عمل کرتے تھے حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ کے اشارہ ابرو پر چلتے تھے آپ ﷺ کی منشاء پر چلتے تھے اور آپ ﷺ کا ہر قول وعمل بھی وحی الٰہی کے ذریعہ تھا گو وہ وحی غیر متلو تھی یعنی ایک وحی متلو ہے جو قرآن پاک کی صورت میں ہے ایک وحی غیر متلو ہے جو احادیث کی شکل میں موجود ہے قرآن پاک متن ہے حدیث اس کی شرح ہے۔ حدیث قرآن کی تفسیر ہے۔ حدیث قرآن کا بیان ہے حدیث قرآن کی وضاحت ہے قرآن پاک میں اجمال کے ساتھ فرمایا گیا کہ نماز ادا کرو، زکوۃ ادا کرو، حج کرو، روزے رکھو، قرآن پاک پڑھو، باقی جملہ تفصیلات کہ زکوۃ کس پر واجب ہے کتنی مقدار پر کب واجب ہے اسی طرح نماز کے فرائض وواجبات وشرائط وارکان اسی طرح کے تفصیلی احکامات حج کس پر

کب واجب ہے اس کے فرائض و واجبات کیا ہیں یہ سب تفصیلات احادیث میں ہیں۔ اللہ رب العزت نے جس طرح انسان کی جسمانی تربیت کا انتظام فرمایا ماں باپ کو اس پر مہربان کر دیا خوراک پیدا فرمائی اسی طرح روحانی تربیت کے لیے انبیاء کرام بھیجے تاکہ وہ اللہ کے احکام کو عملاً کر کے دکھائیں اس لیے نبی ﷺ کا قول و عمل دونوں امت کے لیے اسوۂ حسنہ ہیں جو کچھ قرآن پاک میں ہے۔ حضور ﷺ نے عمل کر کے وہ سمجھا دیا اور قرآن پاک کو جس طرح حضور ﷺ نے سمجھایا اور اس کے بعد صحابہ کرام ؓ و تابعین کرام اسی طرح اس کے بعد اکابر و بزرگ وہ اسی طرح ہی حق اور سچ ہے اور اس کا مطلب بھی وہی ہے پرویز اور اس کے ہمنوا نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ کا مطلب اگر کچھ اور لیتے ہیں تو وہ حضور ﷺ کے فرمان و عمل کے بھی خلاف اسی طرح آپ ﷺ صحابہ کرام ؓ و تابعین و تبع تابعین ائمہ کرام کے قول و عمل کے خلاف ہے اس کو رد کر دیا جائے گا۔ جیسے قرآن پاک لکھا گیا پہلے سینوں میں محفوظ کرایا گیا صحابہ کرام ؓ کو قرآن یاد تھا عمل میں بھی اور ذہن میں بھی عربوں کے حافظے بھی بڑے قوی تھے وہ گھوڑوں کی نسلوں تک کے نسب نامے یاد رکھتے تھے تو وہ حضور ﷺ جن کے لیے جان و مال قربان کر رہے تھے آپ ﷺ کے اقوال و اعمال کو کیسے محفوظ نہ کرتے غرض قرآن بھی محفوظ حدیثیں بھی محفوظ قرآن پاک کو صحابہ ؓ نے پہلے سینوں میں محفوظ کیا اس پر عمل کیا پھر اس کو کتابت کے ذریعے بھی محفوظ کیا قرآن سے بے حد لگاؤ تھا اس کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح حدیث بھی پہلے عملاً محفوظ کی گئی اور بعض صحابہ کرام ؓ نے شروع سے بھی کتابت کی اور حضور ﷺ نے بعض صحابہ کرام ؓ کو لکھنے کی اجازت بھی دی حکم بھی دیا اور پھر قرآن پاک کی طرح قدرت نے حدیث کو بھی قیامت تک محفوظ کرنا تھا صحابہ کرام ؓ نے بھی لکھی اور بعد میں تابعین نے بھی لکھی اور اس میں بڑی احتیاط سے کام لیا بعد میں حدیث کی حفاظت کے لیے فن اسماء الرجال مرتب کیا جس میں ہزاروں راویوں کے حالات اول سے لے کر وفات تک ریکارڈ کیے گئے اور حدیث میں پوری احتیاط سے التزام کیا گیا کہ صحیح حدیث کون سی ہے موضوع حدیث کون سی ہے تو احادیث کا ذخیرہ ہمارے پاس پورے کا پورا محفوظ ترین طریقہ پر موجود ہے اگر کچھ موضوع احادیث ہیں تو ان کی بھی نشاندہی کر دی گئی ہے محدثین بڑے متقی پارسا پرہیز گار لوگ تھے تاج الدین سبکی محدث منذری کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کے ذریعے رحمت خداوندی کی اُمید رکھی جاتی ہے اور ان کی دعا کے ذریعہ اللہ کی رضا حاصل کی جاتی ہے۔ حافظ میاںؒ نے حافظ منذریؒ کی پرہیز گاری اور احتیاط کا ایک چشم دید واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک بار وہ حمام سے نکلے اس کی گرمی کی شدت سے چل نہ سکے اور بے بس ہو کر راستہ کے

کنارے ایک دکان کے قریب لیٹ گئے۔ حافظ میاطیؒ کہتے ہیں کہ دکان بند تھی میں نے عرض کیا کہ محترم المقام میں آپ کو اس دکان کے چبوترے پر بٹھا دیتا ہوں تو حافظ منذریؒ نے اسی شدت کی غشی اور کمزوری کے عالم میں جواب دیا کہ مالک دکان کی اجازت کے بغیر یہ کیسے ہو سکتا ہے ان کے حدیث میں انہماک کا یہ عالم تھا کہ درس گاہ کاملہ سے سوائے نماز جمعہ کے اور کسی کام کو نہ نکلتے تھے حتی کہ علامہ سبکیؒ نے لکھا ہے کہ ان کے ایک صاحبزادے جو بڑے محدث اور فاضل تھے ان کا انتقال ہوا تو باپ حافظ منذریؒ نے کاملیہ کے اندر ہی نماز جنازہ پڑھائی اور صرف دروازے تک جنازے کے ساتھ آئے اور وہیں سے رخصت کر کے یہ کہہ کر واپس آ گئے کہ ”جاؤ بیٹا میں نے تمہیں اللہ کے سپرد کیا۔“

دین میں سنت کا مقام:

علم قرآن اگر اسلامی علوم میں دل کی حیثیت رکھتا ہے تو علم حدیث شہ رگ کی یہ شہ رگ اسلامی علوم کے تمام اعضاء جوارح تک خون پہنچا کر ہر آن ان کے لیے تازہ زندگی کا سامان پہنچاتا ہے۔ مسلمانوں نے آغاز اسلام سے آج تک اس چودہ سو سال کی تاریخ میں قرآن پاک کے بعد سب سے زیادہ اہمیت کے ساتھ اس علم حدیث کو اپنے سینے سے لگائے رکھا اور اپنی تمام صلاحیتوں اور پوری عقیدت و اخلاص کے ساتھ اس کی ایسی خدمت کی کہ دنیا کی کوئی قوم اپنی روایات کی حفاظت کی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتی اور ہر دور میں مسلمانوں نے یہی سمجھا ہے کہ:

”کلام اللہ ہے کلام محمد ﷺ“

اور یہ کہ شریعت اسلامیہ کے دو ہی سرچشمے ہیں قرآن کریم اور سنت نبویہ ﷺ مطہرہ۔ مطرف بن عبد بن الشخیر سے کسی نے کہا کہ آپ لوگ ہمارے سامنے سوائے قرآن مجید کے کچھ نہ بیان کریں آپؒ نے فرمایا اللہ کی قسم ہم قرآن مجید کے بدلے میں کوئی چیز پیش نہیں کرتے البتہ ہم اس ذات گرامی کی تشریحات کو پیش کرتے ہیں جو ہم سب سے زیادہ قرآن داں تھے (یعنی رسول اللہ ﷺ)

منکرین حدیث کے بارے میں حضور ﷺ کی پیش گوئی:

حضور ﷺ نے شروع میں بتا دیا تھا کہ حدیث کے انکار کرنے والے بھی آئیں گے جو امت کے لوگوں کے ایمان برباد کریں گے۔ حضور ﷺ کی پیش گوئی پوری ہوئی اور حدیث کے منکرین کو لوگوں نے دیکھا۔ مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی میں ہے۔ سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

((لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ

اَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ مَا وَجَدْنَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ)). [مشکوٰۃ]

فرمایا: ”میں تم میں سے کسی کو ایسا کرتے نہ پاؤں (یعنی ایسا نہ ہو) کہ وہ اپنی مسہری (یا آرام کرسی) پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور جب اس کے سامنے میرے احکامات میں سے کسی بات کا امر یا کسی چیز کی ممانعت آئے تو وہ کہنے لگے کہ میں کچھ نہیں جانتا ہم تو جو قرآن مجید میں پائیں گے اس کو مانیں گے۔“

منکرین اہل حدیث اپنے کو خوش نما لیبل لگا کر اہل قرآن کہتے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ قرآن کے بھی منکر ہیں وہ مغرب زدہ ہیں اور اسلام کے احکامات سے آزادی چاہتے ہیں اور دنیا کے غلام بننا چاہتے ہیں مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچنا چاہیے اور ان کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ ایک دوسری حدیث میں سرکار ﷺ فرماتے ہیں ”ان لوگوں کی باتیں تو بہت اچھی ہوں گی لیکن کرتوت ان کے بڑے گندے ہوں گے وہ قرآن مجید پڑھیں گے اور قرآن ان کے حلق سے نیچے بھی نہیں اترے گا دین سے ایسے صاف نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔“ اسی روایت کے اخیر میں ارشاد ہے ”لوگوں کو قرآن کی طرف دعوت دیں گے حالانکہ قرآن سے ان کا کچھ بھی واسطہ نہ ہوگا۔“ (ابوداؤد) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ آپ ﷺ کی ایک بات کو جان و دل سے عزیز سمجھتے تھے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف ایک بات معلوم کرنے کے لیے برسوں قیام کرتے حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے گناہ و ثواب کی حقیقت دریافت کرنی تھی اس کی خاطر میں نے سال تک قیام کیا اور سوائے یہ بات دریافت کرنے کے میرے قیام کی کوئی اور وجہ نہ تھی اس کے بعد میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو خود تمہارے دل میں کھٹکے اور تم اسے لوگوں کے سامنے لانا پسند نہ کرو۔ ان پاکیزہ نفوس کو رسول اللہ ﷺ کی ہم نشینی اور آپ ﷺ سے انوار نبوت حاصل کرنے کی بے انتہا لگن تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رہائش عوالی میں تھی جو مدینہ منورہ سے کسی قدر فاصلہ پر تھی اس لیے روزانہ حاضری مشکل تھی آپ رضی اللہ عنہ نے یہ معمول بنا رکھا تھا کہ ایک روز خود حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ایک دن اپنے پڑوسی عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھیجتے تھے۔ فرماتے ہیں جس روز میں حاضر خدمت ہوتا تو اس روز کی وحی کی خبریں اپنے ساتھی کو پہنچا دیتا اور جس دن وہ حاضر ہوتے مجھے مطلع کر دیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ خود اپنا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ جب مجھے معلوم ہوتا کہ فلاں شخص کے پاس حضور ﷺ کی کوئی حدیث ہے تو میں اس کے پاس پہنچتا اور اگر اسے دیکھتا کہ وہ دوپہر کے وقت آرام کر رہا ہے تو میں اپنی چادر کو تکیہ بنا کر اس کے دروازے پر پڑ جاتا ہوائیں دھول غبار

اُڑا کر میرے منہ پر ڈالتی رہتیں اور میں اسی حال میں پڑا رہتا یہاں تک کہ وہ صاحب باہر نکل آتے جب وہ باہر نکل کر دیکھتے کہ حضرت ابن عباسؓ ہمارے منتظر ہیں تو حیرت وافسوس کے ساتھ کہتے کہ اے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد (بھائی) کیسے تشریف لانا ہوا؟ حضرت ابن عباسؓ جواب دیتے کہ مجھے معلوم ہوا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث بیان کرتے ہو اس لیے تم سے سننے کے لیے آیا ہوں وہ صاحب جواب دیتے کہ آپ ﷺ نے کسی کے ذریعہ مجھے ہی کیوں نہ کہلا بھیجا؟ میں خود حاضر ہو جاتا۔ حضرت ابن عباسؓ جواب دیتے میں ہی تمہارے پاس حاضر ہونے کا زیادہ حقدار ہوں۔ یا اللہ ہمارے دلوں میں حدیث کا ادب واتباع نصیب فرما۔　　آمین!

حدیث کے بارے میں محنت واحتیاط:

حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کر کے بخاری شریف لکھی ہے جس میں سات ہزار دو سو پچھتر حدیثیں ہیں اور ہر حدیث لکھتے وقت دو رکعت نفل پڑھ کر حدیث لکھی ہے۔ امام مسلمؒ نے چودہ برس کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی اسی میں اخیر تک مشغول رہے خود کہتے ہیں کہ میں نے تین لاکھ احادیث میں سے چھانٹ کر مسلم شریف تصنیف کی ہے جس میں بارہ ہزار حدیثیں ہیں۔ ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ میں نے پانچ لاکھ احادیث سنی ہیں جن میں سے انتخاب کر کے سنن ابوداؤد شریف تصنیف کی ہے جس میں چار ہزار آٹھ سو حدیثیں ہیں اس سے اندازہ کریں کہ یہ علم حدیث جو آج چودہ صدی بعد نہایت آب وتاب سے باقی ہیں وہ کس محنت اور جانفشانی سے باقی رکھا گیا ہے۔ (فضائل اعمال) شعبیؒ ایک مشہور محدث ہیں کوفہ کے رہنے والے ہیں اپنے کسی شاگرد کو ایک مرتبہ حدیث سنائی اور فرمایا لے کر گھر بیٹھے مفت مل گئی ورنہ ہمیں اس سے کم کے لیے بھی مدینہ منورہ کا سفر کرنا پڑتا تھا۔ سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کی خاطر راتوں اور دنوں پیدل چلا ہوں۔ اللہ ان پاکیزہ مقدس ہستیوں کا ادب نصیب فرمائیں۔　　آمین!

☆☆☆☆☆

۱ خطبہ اول:

فضائل علم

۴ جمادی الاول کو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ایک عظیم وجید عالم و بزرگ تھے اسی مناسبت سے اس خطبہ وتقریر کا موضوع فضائل علم رکھا گیا ہے اس کے علاوہ جمادی الاوّل میں بتاریخ ۸ جمادی الاوّل غزوہ موتہ پیش آیا جس میں بڑے جلیل القدر صحابہ ﷺ شہید ہوئے۔ ۱۶ جمادی الاوّل کو حضرت سیدنا زین العابدین ﷺ کی وفات ہوئی جو کہ خاندان رسول ﷺ کے چشم و چراغ زاہدوں عابدوں کے سردار تھے۔ ۲۹ جمادی الاوّل کو وفات ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید ﷺ کی جو کہ اللہ کی تلوار تھے اور یہ لقب ان کو حضور سرور دو عالم ﷺ نے عطا فرمایا تھا۔ بہر حال ایک جید عالم فقیہ و بزرگ حضرت قاسم الخیرات مولانا نانوتویؒ کے انتقال کی وجہ سے اس خطبہ کو فضائل علم کے عنوان سے معنون کیا گیا ہے علم سے مراد علم دین ہے اس لیے کہ وہ اصل علم ہے ورنہ دنیاوی علم کوئی علم نہیں بلکہ باقی فنون کی طرح وہ بھی ایک ہنر وفن ہے۔ افسوس کہ مسلمان علم دین نہیں سیکھتے وہ ناول، ڈائجسٹ، فحاشی وعریانی پر مبنی لٹریچر پڑھتے ہیں، وی سی آر، ٹی وی، فلم، ڈرامے، تھیٹر، سینما دیکھتے ہیں افسوس کہ وہ دین کا ضروری علم بھی نہیں سیکھتے حالانکہ دین کا ضروری علم سیکھنا ہر مسلم مرد وعورت پر فرض ہے تاجر پر فرض ہے کہ وہ تجارت کے مسائل سیکھے ملازم پر ضروری ہے کہ وہ ملازمت سے متعلق مسائل سیکھے کسان پر فرض ہے کہ وہ کھیتی باڑی سے متعلق مسائل سیکھے اسی طرح عورت پر فرض ہے کہ وہ گھریلو مسائل سیکھے حلال وحرام کو پہچانے پھر اس علم دین کے سیکھنے کے فوائد وفضائل بے شمار ہیں جو قرآن وحدیث میں موجود ہیں سب سے پہلے قرآن مجید کو دیکھیے کہ وہ علم کے بارے میں کیا کہتا ہے فرمایا باری تعالیٰ نے:

﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

[پارہ ۲۳ سورۃ الزمر آیت ۹]

فضیلت علم کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

ترجمہ: ''بھلا جو شخص اوقات شب میں سجدہ وقیام یعنی نماز کی حالت میں عبادت کر رہا ہو آخرت سے ڈر رہا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی اُمید کر رہا ہو۔ آپ ﷺ کہیے کیا علم والے اور جہل والے کہیں برابر ہوتے ہیں وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل (سلیم ہیں)''

ایمان والوں اور بے ایمانوں کے حالات بیان فرمائے گئے ہیں ایمان والے وہ ہیں جو اللہ کے سامنے جھکتے ہیں اور آخرت سے ڈرتے ہیں اور اللہ کی رحمت کے اُمیدوار بھی ہیں پھر فرمایا کہ اہل علم اور بے علم برابر نہیں ہو سکتے یعنی اہل علم کو فضیلت و برتری باعتبار مرتبہ کے بے علم و جاہلوں پر ہے صاحب مظاہر حق فرماتے ہیں: علم کیا ہے وہ عظیم وصف ہے جو انسان کو نہ صرف یہ کہ شرافت و تہذیب کا سرمایہ بخشتا ہے، عزت و عظمت کی دولت سے نوازتا ہے، اخلاق و عادات میں جلا پیدا کرتا ہے اور انسانیت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچاتا ہے بلکہ قلب انسانی کو عرفان الٰہی کی مقدس روشنی سے منور کرتا ہے، ذہن و فکر کو صحیح عقیدے کے معراج بخشتا ہے اور دل و دماغ کو خدا پرستی و اطاعت گذاری کی راہ مستقیم پر لگاتا ہے۔ اسلام! جو انسان کے لیے ترقی و عظمت کی راہ میں سب سے عظیم مینار نور ہے وہ اس وصف عظیم کو انسانی برادری کے لیے ضروری قرار دیتا ہے اور اس کے حصول کو دینی و دنیاوی ترقی و کامیابی کا زینہ بناتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اسلام ہر اس علم کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو اسلامی عقیدہ و عمل سے مزاحم ہوئے بغیر انسانی معراج کا ضامن ہو۔ اسلام کسی بھی علم کے حصول کو منع نہیں کرتا لیکن ایسے علم سے وہ بیزاری کا اظہار بھی کرتا ہے جو ذہن و فکر کو گمراہی کی طرف موڑ دے یا انسان اللہ کے رسول ﷺ سے آشنا دیکھ کر الحاد و دہریت کے راستہ پر لگا دے۔ علم دین شریعت کی نظر میں بنیادی اور ضروری حیثیت رکھتا ہے دینی ضروری علم ہر مسلمان پر حاصل کرنا فرض ہے چنانچہ ارشاد منقول ہے۔

((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ)). [الحدیث]

ترجمہ: ''علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔''

ظاہر ہے کہ اسلام جس زندگی کا تقاضا کرتا ہے اور انسان کو عبودیت کی جس معراج پر دیکھنا چاہتا ہے وہ علم دین ہی پر موقوف ہے علم دین کے بناء پر انسان بنتا ہے اور بندہ اپنی حقیقت کو پہچان کر ذات حق کا عرفان حاصل کرتا ہے۔ نیز عقیدہ و عمل کی تمام راہیں اسی سے نکلتی ہیں جس پر چل کر بندہ اپنے پروردگار کا حقیقی اطاعت گزار، رسول ﷺ کا فرمانبردار اور دین شریعت کا پابند بنتا ہے۔ علم دین کا وہ حصہ جو مقاصد میں شامل ہے اس سے عقائد، اعمال و اخلاق بنتے ہیں یہی وہ علم ہے جو ضروری ہے اور اسی کو

حاصل کر کے دین وشریعت کی پابندی کا سید ھا راستہ سامنے آتا ہے ان سب کو عمل معاملت بھی کہا جاتا ہے اسی طرح ایک علم "علم مکاشفہ" بھی ہوتا ہے یہ دراصل وہ نور ہوتا ہے جو علم ظاہر پر عمل کرنے سے قلب میں پیدا ہوتا ہے۔ جس کی مقدس روشنی سے ہر چیز کی حقیقت واشگاف ہو جاتی ہے اور حق تعالی کی ذات وصفات اور احوال کی معرفت پیدا ہوتی ہے اس علم مکاشفہ کو علم حقیقت اور علم وراثت بھی کہتے ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے جس کا مفہوم یہ ہے: "جو شخص علم پر عمل کرتا ہے اللہ تعالی اس چیز کا علم نصیب کرتا ہے جو نہ جانا جاتا ہے اور نہ پڑھا جاتا ہے۔" بہر حال علم ظاہر و باطن دونوں لازم ملزوم ہیں اور دونوں میں بدن وروح و پوست و مغز کی نسبت ہے:

((وَعَنْ مُعَاوِيَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِيْ)). [متفق علیہ]

علم دین کی کیا شان ہے اس حدیث سے اندازہ لگائیں۔

ترجمہ "حضرت معاویہ ؓ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے لیے اللہ تعالی بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور میں علم کو تقسیم کرنے والا ہوں عطا کرنے والا تو اللہ ہی ہے۔" (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے عالم اور علم کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے کہ جس شخص کو خداوند تعالی خیر و بھلائی کے راستہ پر لگانا چاہتا ہے اسے علم کی دولت عنایت فرماتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ وہ کسی شخص کو دینی اور یعنی احکام شریعت اور راہ طریقت و حقیقت کی سمجھ عنایت فرمادے جو ہدایت وراستی اور خیر و بھلائی کی سب سے بڑی شاہراہ ہے۔ حدیث کے دوسرے جز کا مطلب یہ ہے کہ علم کا مبدا حقیقی تو باری تعالی کی ذات ہے میرا کام تو صرف یہ ہے کہ میں دینی مسائل اور شرعی احکام لوگوں تک پہنچادوں اور حدیث بیان کردوں اب آگے اللہ تعالی کی مرضی ہے کہ وہ جسے جتنا چاہے ان پر عمل کرنے کی توفیق دے اور مالک و مختار بھی اللہ تعالی ہے اختیار کل اسی کا ہے پیر و پیغمبر سب اسی کے محتاج ہیں۔

علم دین پڑھنا صدقہ جاریہ ہے:

((وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُّنْتَفَعُ بِهٖ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُوْ لَهٗ)). [رواہ مسلم]

اس حدیث میں خاص طور پر تین چیزوں کو صدقہ جاریہ فرمایا گیا ہے: "اور حضرت ابو ہریرہ ؓ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کے ثواب کا

سلسلہ اس سے منقطع ہوجاتا ہے مگر تین چیزوں کے ثواب کا سلسلہ باقی رہتا ہے (۱) صدقہ جاریہ (۲) علم جس سے نفع حاصل کیا جائے (۳) صالح اولاد جو مرنے کے بعد اس کے لیے دعا کرے۔"

تشریح: ایسے اعمال جن کا تعلق دنیاوی زندگی سے ہوتا ہے ان کے اثرات مرنے کے بعد دنیا ہی میں ختم ہوجاتے ہیں مثلاً نماز و روزہ وغیرہ ایسے اعمال ہیں جو انسان کی زندگی میں ادا ہوتے تھے گو کہ ان کا ثواب بایں طور پر باقی رہتا ہے کہ وہ ذخیرہ آخرت ہوجاتے ہیں اور مرنے کے بعد اس پر جزا ملتی ہے مگر ان کا سلسلہ مرنے کے بعد آئندہ جاری نہیں رہتا کیونکہ زندگی میں جب تک یہ اعمال ہوتے تھے اس کا ثواب ملتا رہتا تھا جب زندگی ختم ہوگئی تو یہ اعمال بھی ختم ہوگئے اور جب یہ اعمال بھی ختم ہوگئے تو اس پر جزا وسزا کا مرتب ہونا بھی ختم ہوگیا لیکن کچھ اعمال ایسے بھی ہیں جن کے ثواب کا سلسلہ نہ صرف یہ کہ زندگی میں ملتا ہے بلکہ مرنے کے بعد باقی و جاری رہتا ہے ایسے ہی اعمال کے بارے میں اس حدیث میں ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ تین اعمال ایسے ہیں کہ زندگی ختم ہوجانے کے بعد بھی ان کے ثواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور مرنے والا برابر اس سے نفع اٹھاتا رہتا ہے۔

پہلی چیز صدقہ جاریہ:

یعنی اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں زمین وقف کر گیا ہے یا کنواں و تالاب بنوا گیا ہے یا ایسے ہی مخلوق خدا کے فائدے کی خاطر کوئی ہسپتال کوئی مسجد کوئی دینی مدرسہ کوئی کتاب دینی اپنے پیچھے چھوڑ گیا ہے تو جب تک یہ چیزیں قائم رہیں گی اور لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اس کو برابر ثواب ملتا رہے گا۔

دوسری چیز علم نافع:

یعنی کسی ایسے عالم نے وفات پائی جو اپنی زندگی میں لوگوں کو اپنے علم سے فائدہ پہنچاتا رہا اور پھر اپنی علم و معارف کو کسی کتاب کے ذریعہ محفوظ کر گیا جو ہمیشہ لوگوں کے لیے فائدہ مند اور رشد و ہدایت کا سبب بنی ہے یا کسی ایسے شخص کو اپنا شاگرد بنا گیا جو اس کے علم کا صحیح وارث ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو یہ چیزیں ایسی ہیں جو زندگی ختم ہونے کے بعد اس کے لیے سرمایہ سعادت ثابت ہوں گی اور جن کا ثواب اسے وہاں برابر ملتا رہے گا۔

تیسری چیز اولاد صالح:

ظاہر ہے کہ کسی انسان کے لیے سب سے بڑی سعادت اور وجہ افتخار اس کی اولاد صالح ہی

ہوتی ہے اس لیے کہ صالح اولاد نہ صرف یہ کہ ماں باپ کے لیے دنیا میں سکون وراحت کا باعث بنتی ہے بلکہ ان کے مرنے کے بعد ان کے لیے وسیلہ نجات اور ذریعہ فلاح بھی بنتی ہے اور وہ اس طرح سے کہ لائق نیک لڑکا اپنے والدین کی قبروں پر جاتا ہے وہاں فاتحہ شریعت کے حکم کے مطابق پڑھتا ہے دعائے مغفرت کرتا ہے قرآن پڑھ کر ان کو بخشتا ہے اور ان کی طرف سے خیرات وصدقات کرتا ہے ظاہر ہے کہ سب چیزیں مردہ کے لیے ثواب کا باعث ہیں جن سے وہ آخرت کی زندگی میں کامیاب ہوتا ہے۔ مسلمانو! اپنی اولاد کو علم دین سکھلاؤ تاکہ تمہارے لیے صدقہ جاریہ وذریعہ نجات بنے ورنہ ڈاکٹر وانجینئر بن کر وہ صرف دنیا کماتے رہے تو آپ کے لیے دنیا میں بھی وبال جان اور آخرت میں بھی وبال جان بن جائیں گے اور آپ سے باز پرس ہوگی۔ (مظاہر حق)

تنبیہ الغافلین میں ہے کہ فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ وہ راوی ہیں کثیر بن قیسؒ سے کہ حضرت ابو درداءؓ کی خدمت میں دمشق کی جامع مسجد میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک صاحب آئے اور کہنے لگے اے ابو درداءؓ میں مدینہ منورہ سے آپؓ کے پاس ایک حدیث سننے کے لیے حاضر ہوا ہوں مجھے معلوم ہوا کہ وہ حدیث بلاواسطہ خود حضور اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کہ صرف یہی مقصد ہے تجارت وغیرہ تو کوئی مقصد نہیں ہے؟ وہ شخص کہنے لگے نہیں میں صرف اسی مقصد کے لیے آیا ہوں حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کہ میں نے سرکار دو عالم ﷺ سے سنا فرماتے ہیں کہ جو شخص طلب علم کے لیے ایک راستہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ آسان فرمادیتے ہیں اور فرشتے طالب علم پر خوش ہو کر اس کے سامنے اپنے پر بچھاتے ہیں اور عالم کے لیے آسمان وزمین کی کل مخلوق استغفار کرتی ہے اور مچھلیاں پانی کی تہہ میں استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر اور علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام نے کوئی درہم ودینار (یعنی مال ودولت) نہیں چھوڑا ہے بلکہ انبیاء کی میراث تو علم ہے سو جس کسی نے اسے حاصل کیا اس نے بہت حصہ وصول کرلیا۔

علم حاصل کرنے کی برکتیں:

حضرت انس بن مالکؓ حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس کسی کو یہ پسند ہو کہ ایسے لوگوں کو دیکھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے آزاد کر رکھا ہے تو وہ علم سیکھنے والوں کو دیکھ لے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے جو طالب علم کسی عالم کے دروازے پر چکر لگاتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے اور ہر حرف کے بدلے ایک سال کی عبادت لکھتے ہیں اور ہر قدم کے عوض اس کے لیے جنت میں ایک شہر بناتے ہیں وہ زمین پر چلتا ہے تو زمین اس کے لیے استغفار کرتی ہے اس کی صبح و شام مغفرت کی حالت میں ہوتی ہے۔ فرشتے اس کے لیے گواہی دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آگ سے رہائی بخشی ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں مجھے میرے آقا نے تین سو درہم میں خریدا اور آزاد کر دیا میں سوچنے لگا کہ اب کیا مشغلہ اختیار کروں بالآخر میں نے سب پیشوں اور مشاغل پر علم کو ترجیح دی ابھی کچھ عرصہ ہی ہوا تھا کہ خلیفہ وقت میری زیارت کے لیے حاضر ہوا اور میں نے اسے ملاقات کی اجازت نہیں دی صالح المری فرماتے ہیں کہ میں امیر المومنین کے پاس گیا اس نے مجھے اپنی مسند پر بٹھایا میں نے کہا حسن ؒ نے سچ فرمایا تھا۔ امیر المومنین نے پوچھا کہ حسن ؒ نے کیا فرمایا تھا۔ صالح نے کہا حسن ؒ نے فرمایا کہ علم آدمی کی شرافت میں اضافہ کرتا ہے اور ایک غلام کو آزاد لوگوں کے مقام پر پہنچا دیتا ہے ورنہ اگر یہ علم نہ ہوتا تو صالح مری کی کیا اوقات تھی کہ امیر المومنین کی مسند پر بیٹھ جاتا۔

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرو اگرچہ چین تک جانا پڑے کہ علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ دین میں بصیرت حاصل کرنے سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں اور ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون فقہ ہے ایک روایت میں ہے کہ اہل بصرہ میں باہم مذاکرہ ہونے لگا بعض نے کہا علم مال سے افضل ہے اور بعض نے کہا مال علم سے افضل ہے بالآخر حضرت ابن عباس ؓ کی طرف آدمی بھیجا اور فیصلہ چاہا آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ علم افضل ہے قاصد بولا اگر ان لوگوں نے دلیل مانگی تو کیا کہوں گا آپؓ نے فرمایا کہہ دینا کہ علم انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے اور مال فرعونوں کی دوسری یہ کہ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تجھے حفاظت کرنی پڑتی ہے تیسری کہ اللہ تعالیٰ علم کی دولت اپنے محبوب بندوں کو دے دیتا ہے اور مال اپنے محبوب بندوں کو بھی دے دیتا ہے اور غیر محبوب لوگوں کو بھی بلکہ جن سے محبت نہیں ہوتی انہیں مال بہت دیتا ہے جیسے قرآن پاک میں ہے:

ترجمہ: ''اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقے پر ہو جائیں تو جو لوگ اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کے لیے ان کے گھروں کی چھتیں ہم چاندی کی کر دیتے ہیں اور زینے بھی جن پر وہ چڑھا (اترا) کرتے ہیں۔'' چوتھی یہ کہ علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا اور مال کم ہوتا ہے۔ پانچویں کہ مال دار مر جاتا ہے تو اس کا تذکرہ بھی ساتھ ختم ہو جاتا ہے اور عالم فوت ہو جاتا ہے تو اس کا تذکرہ باقی رہتا ہے

چھٹی یہ کہ مال والا مرجاتا ہے اور صاحب علم زندہ جاوید ہے ساتویں یہ کہ صاحب مال سے ایک ایک درہم کا سوال ہوگا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں پر لگایا اور صاحب علم کو ایک ایک حدیث پر جنت میں درجہ ملے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی گھر سے نکلتا ہے تو اس کے ذمہ تہامہ وادی پہاڑوں کے برابر گناہ ہوتے ہیں پھر جب وہ علم کی کوئی بات سن لیتا ہے اور اللہ کا خوف محسوس ہوتا ہے گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے تو اس حال میں گھر لوٹتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا لہٰذا کبھی بھی علماء کی مجلس سے علیحدہ نہ رہو کہ اللہ تعالیٰ نے علماء کی مجلس سے زیادہ کوئی قطعہ (ٹکڑا) بھی روئے زمین پر شرافت والا نہیں بنایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے اور لوگوں سے فرمانے لگے تم یہاں مشغول ہو اور مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے لوگ بازار چھوڑ کر مسجد کی طرف چلے گئے واپس آکر کہنے لگے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہم نے تو وہاں کوئی میراث تقسیم ہوتے نہیں دیکھی آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آخر کیا دیکھا وہ بولے کچھ لوگ تھے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قرآن پاک کی تلاوت میں لگے ہوئے تھے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تو یہی ہے:

لو جان بیچ کر بھی جو علم و ہنر ملے ☆ جس سے ملے جہاں ملے، جس قدر ملے

کسی کا قول ہے، اگر تم نے اپنی اولاد کے لیے فقط اولاد چھوڑی ہے تو مانو کہ انہیں گمراہی اور سستی کی قید میں پھنسا دیا لیکن اگر خالی علم و نیک چلنی سکھا دی ہے تو گویا ان کو تمام قیدوں سے آزاد کر دیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے: نَوْمُ الْعَالِمِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الْجَاهِلِ عالم کی نیند عابد کی عبادت سے افضل ہے۔

ہو علم اگر نصیب تعلیم بھی کر ☆ دولت جو ملے تو اس کو تقسیم بھی کر
اللہ عطا کرے جو عظمت تجھ کو ☆ جو اہل ہیں اس کے ان کی تعظیم بھی کر

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" جس نے مجھے ایک حرف کی بھی تعلیم دی اس نے مجھے اپنا غلام بنالیا۔"

ہمارے اکابر کس طرح علم و اخلاق سیکھنے کے لیے محنت و مشقت اٹھاتے تھے اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں۔ عبدالرحمٰن بن قاسم فرماتے ہیں میں نے بیس سال تک امام مالکؒ کی خدمت کی ان میں اٹھارہ سال آداب و اخلاق کی تعلیم میں خرچ ہوئے اور صرف دو سال علم کی تحصیل میں۔

عالم بے عمل گدھ کی مثال ہے جو آسمان پر اڑتا ہے مگر زمین پر مردار کھاتا ہے۔

ناول وڈائجسٹ بے ہودہ فحاشی و عریانی کا لٹریچر لکھنے والو! قوم کے بچوں پر رحم کرو انہیں گند میں زہر ملا کر مت دو کیونکہ بچے ہر ایک رنگ کو فوراً قبول کر لیتے ہیں لوح سادہ برائے ہر نقش آمادہ

نوجوانوں کے اخلاق بگڑ رہے ہیں مگر اخبار و رسائل و میگزین میں غلط چیزیں لکھنے والے اپنی دولت بنانے کی خاطر لکھتے چھاپتے رہتے ہیں یاد رکھو یہ جہنم کا ایندھن بنا رہے ہو عارضی دولت کی خاطر اپنی آخرت برباد کر رہے ہو۔ جو آدمی فحش لٹریچر کا مطالعہ کرتا ہے اس سے وہ اچھا ہے جو مطالعہ ہی نہیں کرتا۔ نیز صرف تفریح طبع کے لیے مطالعہ کرنا ذہنی عیاشی ہے۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

کسی دانا کا فرمان ہے طرح طرح کی عام کتابوں کے پڑھنے سے معلومات تو بے شک بڑھ جاتی ہیں مگر مذاق بگڑ جاتا ہے۔ خیالات پراگندہ ہو جاتے ہیں حق بات پر دل نہیں جمتا، عمل کی طاقت گھٹ جاتی ہے۔ ایسی ہی بے سروپا واقفیت کی نسبت کہا گیا ہے۔ اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَکْبَرِ۔

بے دینوں بے مرشدوں کی کتابیں پڑھنا خطرناک ہے، نقصان دہ ہے۔

حکایت ایک عالم و فاضل بے روزگاری کی وجہ سے پریشان تھے شہر شہر چکر لگاتے ایک مرتبہ ایک شہر میں گئے جس کے دروازے بند تھے وہاں ایک بڑی عمر کے بزرگ موجود تھے۔ ان سے دریافت کیا شہر کے دروازے بند تھے وہاں ایک بڑی عمر کے بزرگ موجود تھے۔ ان سے دریافت کیا شہر کے دروازے کیوں بند ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ بادشاہ کا شکرہ باز اُڑ گیا ہے اس وجہ سے دروازے بند کیے ہیں تاکہ نکل نہ جائے اس عالم نے کہا کہ باز تو اُڑنے والی چیز ہے دروازے بند کرنے کا کیا فائدہ پھر کہا کہ افسوس کہ ایسے شخص کو بادشاہ بنایا گیا ہے جس کو اتنی عقل نہیں ہے کہ ایک اُڑنے والی چیز کو پکڑنے کے لیے دروازے بند کیے ہوئے ہیں آخر کار اس عالم نے کہا سبحان اللہ یہ شان خداوندی ہے کہ ایک کسی کو بادشاہت دی اور بے وقوفی بھی اور ہم باوجود علم و ہنر کے روزی کے لیے مارے مارے پھر رہے ہیں اس دانا معمر نے کہا کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ تمہارا علم و ہنر تو اسی بادشاہ کو دیا جائے اور اس کی بادشاہی و بے وقوفی تمہیں دی جائے۔ عالم نے کہا یہ منظور نہیں ہے۔ اس دانا نے کہا کہ دولت علم اور دولت دنیا بہت کم ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”علم اللہ کا نور ہے اور وہ گناہ گار کو نہیں ملتا۔“

حکایت پہلے زمانہ میں لوگ کس قدر تحصیل علم کے لیے اپنی اولاد کو وقف کرتے تھے اور خود بھی راہ خدا میں تبلیغ و دعوت کا کام کرتے تھے اس کا اندازہ اس حکایت سے لگائیں۔ حضرت ربیعۃ الرائے وہ عالم و بزرگ تھے کہ جن کے شاگرد امام مالک و حضرت حسن بصری رحمہ اللہ جیسے باکمال لوگ تھے۔ آپ کے والد فوج میں ملازم تھے یعنی مجاہد فی سبیل اللہ تھے پورے ستائیس سال بعد جب واپس آئے تو مسجد میں

گئے وہاں دیکھا کہ ایک نوجوان خوبصورت درس قرآن دے رہا ہے اس کا درس سنا اور دل میں تمنا ہوئی کاش کہ میرا بھی کوئی بیٹا ایسا ہوتا جو قرآن کی خدمت کرتا۔ گھر میں آئے اور بیوی سے پوچھا کہ تیس ہزار اشرفیاں کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بالکل محفوظ رکھی ہوئی ہیں اتنے میں ان کے صاحبزادے حضرت ربیعۃ الرائے گھر تشریف لائے تو بیوی نے کہا کہ وہ تمہارے تیس ہزار اشرفیاں آگئی ہیں جو میں نے اس بیٹے کی تعلیم پر صرف کردی ہیں۔ باپ سن کر حیران ہوا کہ مسجد میں درس دینے والا نوجوان اس کا ہی بیٹا ہے اور میری بیوی نے اس بچے کی تعلیم پر وہ رقم خرچ کی ہے اس نے اپنی بیوی کو مبارک باد دی۔

فوائد اندازہ کریں کہ باپ ستائیس سال تک جہاد میں مصروف رہے اور گھر نہیں آئے بیوی بچے کو علم دین سکھاتی رہی۔ پھر جب باپ واپس آیا تو گھر جانے سے پہلے مسجد میں گیا مسجد سے مسلمانوں کے لگاؤ کا اندازہ اسی سے لگائیں۔ افسوس آج مسلمان کہتے ہیں کہ اولاد کو اگر مدرسہ دینی میں پڑھائیں گے تو وہ فاقے کاٹے گا خرچ کہاں سے لائے گا۔ حالانکہ تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ اسکول و کالجز کے پڑھے ہوئے ہاتھوں میں ڈگریاں اٹھائے دن بھر دفتروں کے چکر لگاتے رہتے ہیں ایک ایک کے در پر جا کر سفارشیں کراتے رہتے ہیں۔ پھر بھی روزگار نہیں ملتا۔ اس کے مقابل میں ایک قرآن پڑھا ہوا صرف اگر کسی جنگل میں بھی بیٹھا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہاں بھی روزی عزت کے ساتھ دے رہا ہے۔ ہم اس بات سے نہیں روکتے کہ آپ اپنے بچوں کو سکول و کالج میں نہ پڑھائیں بے شک پڑھائیں مگر ان کو دین کی تربیت بھی ضرور دیں دینی علم بھی سکھائیں پھر انشاء اللہ وہ آپ کے لیے دین و دنیا کی کامیابیوں کا ذریعہ بنیں گے۔

بعالم علم شوبہ علم و کمال ☆ کہ مال است بے سود بہر مآل
اگر علم سیکھا ہے دکھلاؤ حلم ☆ نہیں حلم گر تو ہے گنوار علم
جب میں کہتا ہوں کہ یا اللہ میرا حال دیکھ ☆ حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ

مختصر حالات قاسم الخیرات والعلم حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ:

زباں پر بار خدایا یہ کس کا نام آیا ☆ کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیے

(بحوالہ معارف نانوتویؒ مولفہ مولانا محمد اقبال قریشی مدظلہ) حضرت نانوتویؒ حضرت سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے بیعت تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں تھانہ بھون و شاملی کے محاذ پر انگریز سے لڑتے رہے۔

اتباع سنت:

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جب گورنمنٹ کی طرف سے گرفتاریاں شروع ہوئیں تو آپ صرف تین دن روپوش رہے اس کے بعد لوگوں کے اصرار پر انکار فرمادیا کہ تین دن سے زیادہ روپوشی خلاف سنت ہے کیونکہ حضور ﷺ بھی غار ثور میں صرف تین دن ہی مقیم رہے تھے۔

کرامت حج کے دوران کوئی حافظ نہ تھا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا آپ روزانہ ایک پارہ حفظ کر کے شام کو تراویح میں سنا دیتے اور آہستہ آہستہ یاد فرماتے تھے کسی کو پتہ بھی نہ چلا قرآن پاک حفظ کرلیا۔ آپ کی کرامت ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ''جو آدمی اس فقیر (حضرت حاجی صاحبؒ) سے محبت و عقیدت اور ارادت رکھتا ہے اسے چاہیے کہ مولوی محمد قاسم اور مولوی رشید احمد صاحب جو کہ تمام ظاہری اور باطنی کمالات کے جامع ہیں میری طرح بلکہ مجھ سے بڑھ کر شمار کرے۔ اگرچہ معاملہ برعکس ہے وہ میری جگہ اور میں ان کی جگہ ہوں ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کیونکہ ان جیسے آدمی زمانہ میں نایاب ہیں۔'' (یہ ان کے پیر و مرشد کے دل میں اپنے مرید کا احترام تھا)

نرمی سے نصیحت:

فرمایا مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا واقعہ ہے کہ ایک خان صاحب مولانا کے بڑے دوست تھے مگر لباس ان کا خلاف شریعت تھا اور وہ جمعہ کے روز مولاناؒ ہی کے پاس آکر غسل کرتے کپڑے بدلتے اور جمعہ پڑھتے اور انداز سے معلوم تھا کہ پکے آدمی ہیں کہنے سے نہ مانیں گے۔ مولانا نے ایک جمعہ کو ان سے فرمایا کہ میاں آج دو جوڑے لیتے آیئے ہم بھی تمہاری وضع کا لباس پہنیں گے۔ وہ صاحب بے حد متاثر ہوئے اور عرض کیا کہ خدا نہ کرے کہ آپ مجھ خبیث کی وضع پر رہیں آپ ہی مجھ کو ایک جوڑا دیجیے میں اس کو پہنوں گا اور ہمیشہ کے لیے اس لباس سے توبہ کرلی حق تعالیٰ نے نرمی میں خاصہ رکھا ہے جذب کا۔ (الافاضات الیومیہ) (بحوالہ معارف نانوتویؒ)

اہل اللہ کو دنیا عزت سے ملتی ہے:

فرمایا حضرت مولانا محمد قاسمؒ کا فرمان یاد آگیا کہ دنیا ہمیں بھی ملتی ہے اور امراء کو بھی مگر اتنا فرق ہے کہ ہم کو عزت کے ساتھ ملتی ہے اور ان کو ذلت کے ساتھ مگر اس استغناء کا حاصل اپنی عزت کی حفاظت ہے نہ کہ امراء کی تحقیر کیونکہ کسی کی تحقیر بہت بری بات ہے۔ (الافاضات الیومیہ)

حضرت مولانا محمد قاسمؒ کی ایک غریب مدرسہ کے طالب نے دعوت کی آپ نے فرمایا کہ ایک شرط سے منظور ہے کہ خود کچھ مت پکانا۔ گھروں سے جو تمہاری روٹیاں مقرر ہیں وہی ہم کو بھی کھلا دینا اس نے منظور کرلیا یہ ہے شان مسکنت اور غربت اور انکساری اور عاجزی کی کہ اتنا بڑا شخص اور اس طرح اپنے کو مٹائے ہوئے تھا۔

آج کل بڑے بڑے علماء بزرگ ہیں مگر ان میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ جو خود بہت بڑے عالم ہوتے ہیں مگر اپنی اولاد کی اصلاح سے لاتعلق رہتے ہیں اور ان کی اولاد خود ان کے لیے بھی بدنامی کا باعث ہوتی ہے اور دین کے لیے بھی بدنامی کا باعث ہوتی ہے۔

بیٹے کی اصلاح:

فرمایا ہمارے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے پاس بھی کوئی کپڑوں کی گٹھڑی نہ تھی۔ نہ کوئی ٹرنک بکس تھا۔ ایک مرتبہ کسی نے مولانا کی خدمت میں چند ٹوپیاں بھیجیں آپ نے ان کو تقسیم کرنا شروع کردیا۔ صاحبزادہ نے والدہ صاحبہ کی وساطت سے ایک ٹوپی مانگ لی۔ خود نہیں کہا فرمایا ہاں تو بھی ایسی ٹوپی پہنے گا ایسا دماغ بگڑا ہے اب یہ تکلف سوجھے گا۔ دیکھوں تو میں کیسی ٹوپی پہناتا ہوں اور ان کے کپڑوں کی گٹھڑی دیکھی تقدیر سے صاحبزادہ کی گٹھڑی بھڑکدار نکلی۔ آگ بگولہ ہوگئے کہ اوہو! اس بھڑکدار گٹھڑی میں آپ کا لباس رکھا جاتا ہے۔ کپڑے تہہ ہوتے ہیں یہ اچکن بھی تہ رکھا ہوا ہے۔ غرض سب کپڑوں کو کھول کھول کر صحن میں پھینک دیا۔ جب متبعین کی یہ حالت ہے تو مقتداؤں (حضرت صحابہ ؓ کی حالت سے کیا تعجب)۔ (دستور سہارن پور بحوالہ معارف نانوتویؒ)

(یا اللہ ہمیں علم دین حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین!)

علم نور ہے:

علم ایک کامل و مکمل نور ہے جس سے اندھے صحیح راستہ پر لگ جاتے ہیں اور جاہل تمام عمر جہالت اور اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے۔ علم ایک بلند چوٹی ہے جو شخص اس کی پناہ میں آگیا تو علم اس کی ایسی حفاظت کرے گا۔ جیسے پہاڑ کی چوٹیوں پر پناہ لینے والا ہلاکتوں اور مصیبتوں سے محفوظ ہوجاتا ہے اور وہ ہر قسم کی دشوار گزار راہوں میں بے خوف وخطر گھومتا رہتا ہے۔ شیخ الاسلام برہان الدینؒ فرماتے ہیں کہ عالم کا درجہ تمام مراتب میں سب سے زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ وہ تمام دنیائے عالم کی تمام رفعتیں اور بلندیاں اور اعزاز واکرام علماء کے مقابلہ میں ہیچ ہیں، کیونکہ عالم کی عزت ورفعت مرنے

کے بعد بھی باقی رہتی ہے بلکہ بہشت کی نعمتوں اور آخرت کی سعادتوں کی وجہ سے اضافہ ہی ہوگا اور بڑے بڑے لشکروں کے حاکم اور بڑی بڑی سلطنتوں کے بادشاہ بھی علماء اور صلحاء کی عزت کو نہیں پا سکتے۔ عالم اپنے اعمال صالح اور حسنات کے ذریعے ایک گنہگار کی نجات کا ذریعہ یقینی ہو سکتا ہے اور عالم کی شفاعت سے اسکی مغفرت اور بخشش ہو سکتی ہے۔ زندگی اور موت دونوں وقتوں میں کام آنے والی چیز علم ہے۔

حَیَاۃُ الْقَلْبِ عِلْمٌ فَاغْتَنِمْہُ ☆ وَمَوْتُ الْقَلْبِ جَھْلٌ فَاجْتَنِبْہُ

دل کی زندگی علم ہے سو اس کو غنیمت سمجھو اور دل کی موت جہالت ہے سو اس سے پرہیز کر۔

(فضائل علم)

خطبہ (۵):

صحابہ کرام ﷺ کی جانثاری

۸ ہجری ماہ جمادی الاول بتاریخ ۸، غزوہ موتہ پیش آیا صحابہ کرام ﷺ جو حضور اکرم ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اپنی سے کئی گنا زیادہ تعداد کی فوج سے لڑے اور مردانہ وار جانیں قربان کیں ہمارے لیے سبق ہے کہ صحابہ کرام ﷺ کی زندگی کو نمونہ بنا کر اپنی زندگی گزاریں۔ جس طرح صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ اللہ کی مدد شامل حال تھی اس طرح ہمارے ساتھ بھی شامل ہوگی پھر ہمیں کوئی ضرورت نہیں آج کی کفر کی طاقتوں کے سامنے جھکنے کی بلکہ وہ مسلمانوں کے آگے جھکیں گے۔ مجاہدین کی فضیلت کیا ہے اللہ رب العزت قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ﴾

[پارہ ۱۰ سورۃ التوبۃ آیت ۲۰، ۲۱، ۲۲]

اس آیت میں ہجرت و جہاد فی سبیل اللہ اور مجاہدین کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔

ترجمہ: "جو لوگ ایمان لائے اور (اللہ کے واسطے) انہوں نے ترک وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کیا۔ وہ درجہ میں اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رضامندی اور (جنت کے) ایسے باغوں کی کہ ان کے لیے ان (باغوں) میں دائمی نعمت ہوگی (اور) ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے بلاشبہ اللہ کے پاس

بڑا اجر ہے۔"

تشریح: دُنیا کمانے کی خاطر تو لوگ اکثر طور پر گھر بار چھوڑ کر چلے جاتے ہیں مگر یہ لوگ اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر ملک و وطن چھوڑتے ہیں۔ پھر راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں کفار و مشرکین و مرتدین سے لڑتے ہیں اپنے مال و جان راہ خدا میں قربان کرتے ہیں فرمایا ان کا اللہ کے نزدیک بڑا درجہ ہے۔ مالک الملک کے ہاں بڑا عہدہ و منصب درجہ مل جائے تو کتنی بڑی سعادت ہے آج لوگ معمولی حاکم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا پاپڑ بیلتے ہیں پھر فرمایا یہ مہاجر و مجاہد کامیاب ہیں یعنی اصل کامیابی یہی ہے کہ اللہ ان کو رحمت کی بشارت سنا رہے ہیں اور اپنی رضامندی کا میڈل و تمغہ دے رہے ہیں چونکہ انہوں نے گھربار چھوڑ کر آرام و آسائش کو قربان کیا اس لیے اللہ تعالیٰ ان کو آخرت کے ابدی و دائمی آرام بہترین محلات و باغات نعمتیں عطا فرمائیں گے۔ دنیا کی کامیابی و آخرت کی کامیابی کا مدار مال و جان کی قربانی پر ہے۔

شرح ترغیب میں ہے شریعت کی اصطلاح میں جہاد مسلمانوں کی اس اجتماعی جدوجہد کے لیے بولا جاتا ہے جو انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے خداتعالیٰ کے بھیجے ہوئے قوانین کو دنیا میں قائم کرنے اور بلند کرنے کے لیے کیا جائے اور اس میں جس چیز کی بھی قربانی کی ضرورت پیش آئے اسے بے دریغ قربان کر دیا جائے یہاں تک کہ اس کے لیے اپنا تمام مال و دولت اور اپنی جان قربان کرنے کی نوبت آئے تو بزار مسرت و شوق کے ساتھ اسے بھی راہ خدا میں قربان کر دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاد سے تعلق رکھنے والے کاموں پر جتنا ثواب ہے اتنا کسی اور نیکی پر نہیں۔ ظاہر ہے کسی مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے کوشش اور جدوجہد کے بہت سارے درجات ہوتے ہیں ضروری نہیں کہ ہر جدوجہد کے اخیر میں گردن کٹانے کی نوبت آ ہی جائے لیکن اسلام کا سپاہی اور اللہ کا غازی چونکہ آخر تک اس کے لیے تیار رہتا ہے اس لیے اس کی جدوجہد کا ہر قدم جان نثار کر دینے اور گردن کٹا دینے کے راستہ میں ہوتا ہے۔ اس لیے ہر قدم کی قیمت اسی جذبے کے لحاظ سے مقرر کی جاتی ہے خواہ عمر بھر ایک تیر بھی جسم لگنے کی نوبت نہ آئے۔ دنیا کی ہر حکومت اپنی فوج کی خدمات کو جو درجہ اور اہمیت دیتی ہے۔ عام خدمت گاران ملکوں کو وہ درجہ نہیں دیتی اگرچہ ہر خدمت اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہے اسی طرح اسلام میں بھی جو مرتبہ غازی کا ہے کسی دوسرے کا نہیں۔

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی فضیلت:

((عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ ﷺ قَالَ اَتٰی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ اَیُّ النَّاسِ

اَفْضَلُ؟ قَالَ مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ بِنَفْسِهٖ وَبِمَالِهٖ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ مُؤْمِنٌ فِي شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ اللّٰهَ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ)) [رواہ البخاری ومسلم]

اس حدیث میں اولیت جہاد کو دی گئی ہے بصورت دیگر خاموشی وعزلت کو بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ ”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا سب سے اچھا آدمی کون ہے؟ فرمایا: وہ مؤمن جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کررہا ہو پوچھا پھر کون؟ ارشاد ہوا پھر وہ مؤمن ہے جو کسی گھاٹے میں رہ کر خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر وفساد سے بچائے ہوئے ہیں۔“

تشریح سب سے بلند مرتبہ انسان وہی ہے جو اپنے سینے کو اسلام کے لیے محافظ دیوار بنائے رکھتا ہے اور اسلام واہل اسلام کی حفاظت میں اپنی جان کی بازی لگا دیتا ہے اور اس کے بعد کے درجہ میں وہ آدمی بھی اللہ کا محبوب ہے اگرچہ دوسروں کے کام نہیں آسکتا لیکن دوسروں کی تکلیف کا باعث بھی نہیں بنتا اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگا رہتا ہے۔ یہ بھی بہت بڑی بات ہے کہ آدمی اپنے شر سے دوسروں کو محفوظ رکھے ورنہ بہت سے نمازی وحاجی عالم بھی دوسروں کے لیے نقصان سوچتے رہتے ہیں۔ اسلام کے اصول کیسے زریں واعلیٰ ہیں اسلام کتنا پیارا اور سچا مذہب ہے دین فطرت ہے اس لیے کہ اللہ کا بنایا ہوا ہے اللہ کی بنائی ہوئی ہر چیز حسین واعلیٰ ہے قاضی سلیمان منصور پوریؒ فرماتے ہیں آیت قرآنی کا ترجمہ ہے جتنی چیزیں بھی زمین پر ہیں ہم نے ان کو زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ انسان کا امتحان لیں کہ ان میں سے کون کون اچھے اعمال والا ہے۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں۔ ہر شے کا زمین کے لیے زینت وجمال ہونا اسلام ہی کی نگاہ نے معلوم کیا ہے۔ زمین پر بچھا ہوا سبزہ زمین کے لیے اپنی خوش نمائی سے زینت ہے اور آسمان کی طرف بلند ہونے والے درخت ان کے جھومنے والی ڈالیاں ان کی سایہ گستر شاخیں اپنے طور پر زمین کی رونق بن رہی ہیں۔ شوخ وشنگ رنگ رکھنے والے پھول، بھانت بھانت کا مزہ دینے والے پھل، عجیب وغریب اشکال کے اوراق (پتے) مختلف تاثیرات وخواص رکھنے والے پہاڑ پہاڑی کی چوٹیوں پر سفید سفید خیمے کھڑے کرنے والی برف اور میدانوں کی چٹیل زمین پر نرم نرم فرش بچھانے والی ریت آبشاریں، غار، مرغزار اور جنگل وادی، بامون آبادیوں اور ویرانے اپنی اپنی حالت، اپنی اپنی وضع اپنے اپنے محل وقوع کے لحاظ سے تمام کرۂ ارضی کے حسن کو بڑھانے والے جمال کو ترقی دینے والے ہیں۔ یہ سب زمین کا سنگھار ہیں یہ سب زمین کی زینت اور زیور ہیں، ان کی خوبصورتی کو دکھلانے والا یہی دین اسلام ہے جو دین الحسن والجمال ہے۔

آیت بالا میں صفت ربانی کے حسن و جمال کے بیان کے بعد ایک تقابل بھی موجود ہے اور وہ بندہ کا حسن عمل ہے۔

وہ قدرت ربانیہ جس نے خود انسان کو صاحب الجمال پیدا کیا، جس نے ہر شے کو حسن و زینت کا خزینہ دار بنایا کیا اس کا یہ حق نہیں کہ وہ انسان سے احسن اعمال کی توقع کرے۔ ہاں ضرور ہے۔

اگر کوئی شخص قصر سلطانی میں داخل ہوتا ہے۔ وہاں کی بیش بہا اور قیمتی اشیاء کو ملاحظہ کرتا ہے۔ وہاں کی اعلیٰ زیبائش و آرائش کو دیکھتا ہے تو اس شخص سے اس کی قوت ضمیر سے یہی اُمید ہو سکتی ہے کہ وہ وہاں جا کر نہ نقصان کرے گا، نہ چیزوں کو بگاڑے گا نہ خس و خاشاک پھیلائے گا یہی وہ توقع ہے جو انسان سے اس داوری (الٰہی) کا وہ عالم میں کی گئی ہے۔ جب خود انسان بہترین جمال والا ہے اور جس کون و مکان میں وہ رہتا ہے وہ بھی سراپا حسن و جمال ہے تو پھر انسان کا احسن اعمال کو پیش نہ کرنا اور دنیاوی حسنہ اخروی حسنہ کا طالب نہ ہونا اس کی عقل و فہم سے بہت ہی بعید ہے۔

جملہ مخلوق کا اپنی بناوٹ کے لحاظ سے حسین تر ہونا:

ہر شئے کو اس کی اپنی خلقت اپنی بناوٹ میں بہت خوشنما اور بہت ہی خوب بنایا ہے۔ ہزاروں قسم کے پرندے ہیں، ہزاروں قسم کے پھول ہیں، ہزاروں قسم کے درخت ہیں، ہر قسم کے جاندار زمین کے اندر رہنے والے ہیں، پیٹ کے بل چلنے والے، پاؤں پر دوڑنے والے، سمندروں کے اندر رہنے والے موجود ہیں، اپنے اپنے رنگ اپنی اپنی وضع، اپنے اپنے خواص، اپنی اپنی آواز، اپنے اپنے افعال میں اس قدر حسین و جمیل خوش منظر اور زیبا پیکر واقع ہوئے ہیں کہ چشم انتخاب کو ترجیح دینا دشوار ہے۔

(رحمۃ للعالمین جلد سوم)

جنگِ موتہ:

منافقین مدینہ، یہودان خیبر، مشرکین مکہ، تینوں دشمن ابھی تک اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے میں لگے ہوئے تھے اگرچہ سن ۸ ہجری کا زمانہ ایسا تھا کہ اسلام اور اہل اسلام کافی مضبوط ہو چکے تھے اور پہلے کے سے خطرات اندرونی و بیرونی کافی حد تک ختم ہو چکے تھے اسلام خود ایک بہت بڑی طاقت بن چکا تھا فتنہ و فساد کافی حد تک زور توڑ چکے تھے مگر یہ تینوں مذکورہ بالا دشمن اب بیرونی ممالک ایران و روم کے سرداروں کو مسلمانوں کے خلاف اُبھار رہے تھے۔ حضور ﷺ نے بھی بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط روانہ فرمادیئے تھے اور ان خطوط کے اچھے اثرات ظاہر ہوئے مگر بعض بیرونی طاقتیں

آپ کے مخالفت میں اور بھی زیادہ بڑھ گئیں۔ مسلمانوں کے لیے لازمی ہو گیا کہ وہ بیرونی طاقتوں کے شر سے بچنے کے لیے تدابیر و حکمتیں اختیار کریں کیونکہ حالات یہ تھے کہ اگر کوئی بیرونی طاقت مسلمانوں کے خلاف حملہ کرتی تو یہ تینوں دشمن یہود و مشرکین و منافقین مدینہ بھی ان کے ساتھ مل جاتے۔ حضور ﷺ نے جو خطوط بادشاہوں کے نام روانہ فرمائے ان میں سے ایک خط حاکم بصریٰ کے نام عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ حضور ﷺ کے یہ سفیر ابھی شام کی سرحد کے قریب مقام موتہ پر پہنچے ہی تھے کہ وہاں کے فرمانروا و شرحبیل بن عمر غسانی جو قیصر روم کی طرف سے یہاں کا گورنر تھا یہ معلوم کر کے کہ یہ حضور ﷺ کا قاصد ہے اس کو گرفتار کروا کے شہید کروا دیا اس سفیر کی شہادت کی خبر سن کر مسلمانوں کو بڑا صدمہ ہوا۔ حضور ﷺ نے اس غسانی سرکش کی سرکوبی کے لیے ایک لشکر موضع عرق میں جمع فرمایا چنانچہ تین ہزار جانباز اسلامی لشکر کے جمع ہو گئے۔

تین کمانڈر اسلامی فوج کے:

اس فوج کی سپہ سالاری و کمانڈر کے لیے پہلے آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کو مقرر فرمایا اس کے بعد فرمایا اگر یہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالب کو کمانڈر انچیف بنایا جائے اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو سالار اعظم بنایا جائے اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان آپس کے مشورہ سے اپنا کسی کو کمانڈر انچیف جنرل بنایا جائے۔ سبحان اللہ کیا خوش قسمت تھے وہ لوگ جن کو حضور ﷺ عہدے دے رہے تھے۔ حضور ﷺ اس فوج کو روانہ کرتے وقت خود بھی تھوڑی دور تک گئے۔ حضرت زید بن حارث اسی فوج کو لے کر مقام معان تک بڑھتے چلے گئے اس مقام پر پہنچ کر اطلاع ملی انٹیلی جنس کے ذریعے کہ حاکم موتہ شرحبیل بن عمر مسلمانوں کے لیے ایک لاکھ فوج کیل کانٹوں سے مسلح مقابلے کے لیے لا رہا ہے اور مزید ایک لاکھ فوج کے ساتھ خود قیصر روم موتہ سے تھوڑی دور پیچھے وادی بلقاء میں موجود ہے۔ گویا تین ہزار اسلامی لشکر کے مقابلہ میں کفر کی دو لاکھ فوج آئی ہوئی تھی اس خبر کو سن کر مسلمانوں نے مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے حضور ﷺ کو اطلاع کی جائے تا کہ مزید کمک روانہ فرمائیں یہ مشورے ہو رہے تھے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے بڑے جرأت مندانہ کلمات فرمائے۔

فرمایا تم لوگ شہادت کی جستجو میں نکلے ہو کفار سے ہم گنتی یعنی اعداد و شمار اور قوت کے ذریعے سے نہیں لڑتے بلکہ ہم اس دین کے ذریعے لڑتے ہیں جس سے اللہ نے ہم کو عزت شرف بخشا ہے پس مقام موتہ اور لشکر ہرقل کی طرف پیش قدمی کرو اور اپنے لشکر کا میمنہ اور میسرہ درست کر کے کفار کا مقابلہ

کر واس کا نتیجہ ان دو نیکیوں سے خالی نہ ہوگا یا تو ہم کو فتح حاصل ہوگی یا شہادت کی موت میسر ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہ بہادرانہ کلام سن کر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایک ہاتھ میں نیزہ دوسرے میں جھنڈا لے کر کھڑے ہوئے اس وقت مسلمانوں میں شوق شہادت کا سمندر موجزن ہوگیا۔ لشکر اسلام معادن سے بڑھا مشارف نامی گاؤں کے قریب دشمن کی کثیر جمعیت نظر آئی۔ مگر محل وقوع کے لحاظ سے مسلمانوں نے وہاں مقابلہ مناسب نہ سمجھا۔ وہاں سے نکل کر مقام موتہ کی طرف پیش قدمی جاری رکھی تاکہ جنگ کے لیے اچھا مقام ہاتھ آئے۔ بالآخر دونوں لشکروں کا میدان موتہ میں مقابلہ ہوا ایک طرف کفر کا لشکر عظیم تھا دوسری طرف نازیان اسلام کا صرف تین ہزار کا لشکر۔ اس لشکر کے سپاہیوں میں اسلام کے جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ان کو اسلامی لشکر کی طرف سے پہلی مرتبہ اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملا تھا۔ قیصر روم اور اہل اسلام کی یہ پہلی لڑائی تھی۔ اس لڑائی کو مسلمانوں اور عیسائیوں کی پہلی لڑائی بھی کہا جا سکتا ہے اگرچہ سرحد شام کے قریب اور بھی کئی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہو چکی تھیں مگر قابل تذکرہ لڑائیوں میں سے پہلی لڑائی تھی جو مسلمانوں نے ملک شام کی حدود میں لڑی۔ (تاریخ اسلام شاہ نجیب آبادی) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جھنڈا اسلام کا ہاتھ میں لیے قلب لشکر کے سامنے سے آگے آگے تھے۔ میمنہ حصہ حضرت قطبہ بن قتادہ رضی اللہ عنہ عذری کے سپرد تھا اور میسرہ حصہ حضرت عبایہ بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ زید بن حارثہ لڑتے اور کفار کو قتل کرتے ہوئے بہت آگے بڑھ گئے۔ کفار نے چاروں طرف سے ان کو گھیر لیا۔ یہاں تک کہ وہ شہید ہوگئے ان کے شہید ہوتے ہی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بہت کفار کو قتل کیا آخر ان کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا اور وہ پیادہ دشمنوں سے لڑتے رہے دشمنوں نے ان کو بھی اپنے نرغہ میں لے لیا بالآخر ان کا دایاں ہاتھ کٹ کر الگ جا پڑا مگر انہوں نے بائیں ہاتھ سے جھنڈے کو سنبھال رکھا۔ جب بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو گردن سے علم کو سینے سے لگا کر سنبھالے رکھا۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں شہید ہوگئے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر علم کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھوڑی دیر لڑ کر یہ بھی شہید ہوگئے اور علم اسلام گر گیا۔ مسلمانوں میں آثار پریشانی ہویدا ہوئے۔ حضرت ثابت بن ارقم رضی اللہ عنہ نے جھٹ آگے بڑھ کر علم اٹھا لیا اور بلند آواز سے کہا۔

مسلمانو! کسی ایک شخص کے امیر بنانے میں موافقت کرلو۔

اسلامی فوج کی طرف سے متفقہ آواز بلند ہوئی کہ رَضِيْنَا بِكَ (ہم لوگ تمہاری امامت

سے راضی ہیں)

ثابت بن ارقم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ مَا اَنَا بِفَاعِلٍ فَاتَّفِقُوْا عَلٰی خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ۔

فرمایا کہ میں یہ کام نہ کر سکوں گا تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر اتفاق کرلو۔ لشکر اسلام کی طرف سے فوراً آواز بلند ہوئی کہ ہم کو خالد بن ولید کی سپہ سالاری منظور ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بحیثیت کمانڈر:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر اتفاق کرنے کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کمانڈ ہاتھ میں لی اور فوراً آگے بڑھ کر ثابت بن ارقم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اسلام کا جھنڈا ہاتھ میں لے لیا اور رومی لشکر پر یہ شیر حملہ آور ہوا ابھی تک رومی لشکر غالب اور مسلمان مغلوب نظر آتے تھے۔ بعض مسلمانوں کی ہمتیں یہ رنگ دیکھ کر پست ہو چکی تھیں لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا ہاتھ میں لیتے ہی مسلمانوں کو للکار کر لڑائی پر آمادہ کیا اور ہمت دلا کر مردانہ وار لڑنے پر از سر نو تازہ کر دیا۔ پھر اس خوبی سے دشمنوں کے لشکر عظیم پر پے در پے حملے کیے کہ رومیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہی نہیں کیا کہ خود بے جگری سے لڑے بلکہ انہوں نے لشکر اسلام کی تربیت اور نقل و حرکت کو بڑی خوبی سے اپنے قابو میں رکھا۔ انہوں نے کبھی میسرہ کو آگے بڑھایا کبھی میمنہ حصہ لشکر کا دایاں طرف آگے بڑھایا۔ کبھی میمنہ کو پیچھے ہٹا کر خود بھی حملہ آور ہوتے تھے اور اپنے لشکر کے مختلف حصوں سے دشمنوں کو مضروب کرتے تھے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بجلی کی طرح میدان جنگ میں کوندرہے تھے اور لشکر کے ہر حصے کو خود مدد پہنچاتے تھے۔ غرض صبح سے شام تک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے تین ہزار غازیوں کو رومیوں کے ایک لاکھ لشکر جرار سے لڑایا۔ جب شام ہونے کو آئی تو رومیوں نے مسلمانوں کے مقابلے سے فرار ہونے کی شرم و عار گوارا کی اور بے اوسان ہو کر بھاگے۔ مسلمانوں نے تھوڑی دور تک ان کا تعاقب کیا اور کچھ مال غنیمت بھی اس تعاقب میں مسلمانوں کے ہاتھ میں آیا۔ اس لڑائی میں کل بارہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جام شہادت نوش کیا۔ کفار کے مقتولوں کی تعداد صحیح معلوم نہ ہو سکی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ کا تمغہ و میڈل ملا:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جنگی قابلیت کا سب نے اعتراف کیا لیکن سب سے بڑا اعتراف یہ تھا کہ خود خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو سیف اللہ کا لقب ملا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ جس روز میدان موتہ میں غازیان اسلام مدینہ سے سینکڑوں کوس کے فاصلے پر مصروف جنگ تھے اسی روز

آنحضرت ﷺ کو مدینہ منورہ بذریعہ وحی الٰہی تمام حالات جنگ کی اطلاع ہوئی۔ آپ ﷺ نے تمام صحابہ ؓ کو اسی وقت جمع کیا اور منبر پر چڑھ کر فرمایا۔ تمہارے لشکر کی خبر یہ ہے کہ انہوں نے دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ زید ؓ شہید ہوئے اللہ نے ان کو بخش دیا اس کے بعد جعفر بن ابی طالب ؓ نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا دشمنوں نے ان کو ہر چہار طرف سے گھیر لیا یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہوئے۔ اللہ نے ان کو بھی بخش دیا۔ پھر عبداللہ بن رواحہ ؓ نے اسلامی جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیا وہ بھی دشمنوں سے لڑ کر شہید ہوئے۔ یہ سب کے سب جنت میں اُٹھا لیے گئے اور تخت زریں پر متمکن ہیں۔ ان تینوں کے بعد اسلامی جھنڈے کو **سیف من سیوف اللہ** یعنی خالد بن ولید نے لیا اور لڑائی کی بگڑتی ہوئی حالت کو سنبھالا۔

سیف من سیوف اللہ کا معنی اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار۔

اسی روز سے حضرت خالد بن لید ؓ سیف اللہ کے لقب سے پکارے جانے لگے۔ حضرت جعفر ؓ کی شہادت کی خبر سن کر ان کے گھر کے آدمی فرطِ غم سے رونے لگے۔ آپ ﷺ نے اپنے گھر سے کھانا پکوا کر جعفر بن ابی طالب ؓ کے گھر بھجوایا۔ جب حضرت خالد بن ولید ؓ اپنا فتح مند لشکر لیے ہوئے مدینہ کے قریب پہنچے تو آنحضرت ﷺ مدینے سے نکل کر کچھ دور تک بطریق استقبال تشریف لے گئے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ کو سیف اللہ کی خوشخبری سنائی۔ ایک صحابی ؓ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت جعفر ؓ جنت میں دو بازوؤں سے اُڑتے پھر رہے ہیں۔ اسی روز سے ان کا لقب حضرت جعفر طیار مشہور ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ خود حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جعفر ؓ کو خدائے تعالیٰ نے دو بازو مرحمت فرمائے ہیں جن سے وہ جنت میں اُڑتے پھرتے ہیں اسی روز سے وہ ذوالجناحین اور طیار کے لقب سے موسوم ہوئے۔ (تاریخ اسلام شاہ نجیب آبادیؒ)

اس جہاد میں کئی ایک درس ہیں۔ پہلا یہ کہ مسلمانوں کو حضور ﷺ کے فرمان سنت کے آگے سر تسلیم خم کرنا چاہیے۔ اعتراضات کرنا اسلام کے احکامات میں رخنے نکالنا مسلمان کے تقاضائے ایمانی کے خلاف ہے۔ نیز مسلمانوں کو اپنے حاکم اسلامی کی اطاعت کرنی چاہیے۔ اگر وہ کتاب وسنت پر عمل کر رہا ہو اگر قرآن وسنت کے خلاف چل رہا ہو تو پھر اس کے خلاف حق بات کہنا بہت بڑا جہاد ہے۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں کو اپنے اندر جذبہ جہاد بیدار کرنا چاہیے۔ شوق شہادت ہونا چاہیے بجائے بزدلی کی موت کے شہادت کی عزت کی موت حاصل کرنا چاہیے۔ تیسرے یہ کہ صحابہ ؓ نے جس طرح جام شہادت نوش کیا مگر زندگی تک اسلام اور حضور ﷺ کا جھنڈا نہیں گرنے دیا۔ پھر حضرت جعفر بن ابی طالب

ﷺ نے کتنی بہادری کا ثبوت دیا کہ دایاں ہاتھ کٹ کر گر گیا تو بائیں ہاتھ سے اسلام کا جھنڈا سنبھال لیا۔ جب وہ بھی کٹ گیا تو گردن سے جھنڈے کو لگا کر سینے سے سنبھالے رکھا یہاں تک کہ اسی حالت میں شہید ہو گئے۔ افسوس آج مسلمان ہٹلر، آئزن ہاور، نپولین، مسولینی کی بہادریاں بیان کرتے ہیں مگر اپنے اسلاف کی ہسٹری (تاریخ) سے ناواقف ہیں۔ پھر اسلام کے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولید ﷺ کی بہادری حکمت عملی کا اندازہ فرمائیں کہ چھوٹی سی جماعت کو اتنی بڑی فوج کے ساتھ لڑاتے رہے اور بالآخر ان کو پسپا کر دیا۔ ان لوگوں کے اعزاز کیسے ہوئے کہ دنیا ہی میں آقائے نامدار سرکار دوعالم ﷺ کی زبانی ان کو جنت کی بشارتیں مل گئیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو خدا اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات پر کامل یقین تھا اس لیے کہ انہوں نے دین کی خاطر مال و جان قربان کیا تھا اللہ کی مدد ان کے ساتھ تھی اگر ہم بھی دین کی خاطر کچھ اپنا وقت جان و مال لگائیں ہمارے ساتھ بھی اللہ کی مدد ہوگی۔

بنی آدم پر شیطانی حملہ:

اللہ رب العزت فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ الشَّيْطَٰنَ كَانَ لِلْإِنسَٰنِ عَدُوًّا مُّبِينًا﴾۔

[سورۃ الاسراء پارہ ۱۵ آیت ۵۳]

ترجمہ "بے شک شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

انسان کو شیطان ڈراتا ہے۔ وسوسے ڈالتا ہے اور نیکی و فرمانبرداری سے روکتا ہے۔ شیطان کا حملہ انسان پر کس طرح ہوتا ہے ایک حدیث حضرت سبرہ بن فاکہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ شیطان اولاد آدم کی اسلام کی راہ میں (روڑا بن کر) بیٹھا (تاکہ انہیں بہلائے پھسلائے) اور کہنے لگا۔ تم اسلام قبول کرتے ہو اور اپنے دادا کا مذہب چھوڑتے ہو؟ مگر اولاد آدم نے اس کی بات نہ مانی اور اسلام قبول کر لیا اور ان کی بخشش ہوگئی۔ پھر وہ ہجرت کے راستے میں بیٹھا اور کہنے لگا۔ تم ہجرت کرتے ہو اپنا گھر بار اور اپنے زمین و آسمان اپنا وطن چھوڑتے ہو مگر انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی اور ہجرت کر گئے۔ پھر وہ جہاد کے راستے میں بیٹھا اور بولا کہ تم جہاد کرتے ہو اور جہاد کرنا اپنی جان و مال کو مشقت میں ڈالنا ہے۔ تم جنگ کرو گے اور قتل ہو جاؤ گے تمہاری بیوی سے کوئی دوسرا شادی رچالے گا اور مال کے حصے بخرے ہو جائیں گے مگر اولاد آدم اس کے بہکانے میں نہ آئی اور جہاد بھی کیا۔ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں جس نے یہ سب کیا اور مر گیا تو اللہ کے ذمے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اس بندے کو جنت میں داخل کر کے رہے اور اگر وہ کہیں پانی میں ڈوب کر مر جائے تب بھی اللہ کے ذمے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کر کے رہے اور اگر اسے کوئی جانور حملہ کر کے مار ڈالے

تب بھی اللہ کے ذمہ یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کر کے رہے۔

تشریح شیطان یہ تمام حربے کام میں لا چکا ہے اور لاتا رہتا ہے اور خدا کے محبوب بندے ان تمام کو ناکام بنا چکے ہیں اور ناکام بناتے رہتے ہیں لیکن ایسے انسانوں کی بھی دنیا میں کمی نہیں ہے جو شیطان کے ڈر میں آ جاتے ہیں اور چند گھڑی آرام اور چند کوڑیوں کے بدلے ذلت و نکبت اور آخرت کی رسوائی اور عذاب مول لیتے ہیں۔ (شرح ترغیب و ترہیب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت میں سو (یعنی سینکڑوں) درجے (اور منزلیں) ہیں جو اللہ تعالیٰ نے راہ خدا کے مجاہدوں کے لیے تیار کیے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کی دوری کے برابر فاصلہ ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابوبکر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو بیان کرتے ہوئے سنا جبکہ وہ دشمن کے سامنے (یعنی کسی میدان جنگ میں) تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت کے دروازے تلواروں کی چھاؤں تلے ہیں یہ سن کر فوراً ایک خستہ حالت آدمی کھڑے ہوئے اور بولے۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کیا خود تم نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں! پس یہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہا میرا تم سب کو سلام پھر اپنی تلوار کا نیام توڑ پھینکا اور تلوار لے کر دشمن کی طرف گیا اور تلوار چلاتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔

تشریح اللہ اکبر! کیا قوت ایمانی تھی۔ فرمان رسول اللہ ﷺ سنا اور اسی لمحہ گردن کٹا کر اس کی تعمیل کی۔

جینا انہی کا جینا، مرنا انہی کا مرنا ☆ اک بانکپن سے جینا ایک بانکپن سے مرنا

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (خدا اُن سے راضی ہوا وہ خدا سے راضی ہوئے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "راہ خدا کے مجاہد کی مثال اس عبادت گذار کی سی ہے جو (بیچ میں ٹھہرے بغیر) مسلسل روزہ رکھ رہا ہو اور نماز پڑھ رہا ہو (یعنی اسی کو اتنا ثواب ملتا رہتا ہے) یہاں تک کہ وہ یا تو اجر و ثواب یا مال غنیمت لے کر اپنے گھر لوٹ آئے یا اللہ تعالیٰ اس کا کام تمام کر دے تو اسے جنت میں داخل کر دے۔

تشریح امام ابن حبان اپنے استاد عمرو بن سعید بن سنانؒ کے متعلق جن سے انہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے بیان فرماتے ہیں کہ ان کا معمول اسی برس تک یہ رہا کہ دن بھر روزہ رکھنا اور رات بھر نفل پڑھنا اور اسی کے ساتھ مسلسل وہ یا تو جہاد میں رہتے تھے یا سرحد پر (شرح ترغیب) مجاہدین کے عزائم از: زکی کیفی

وہ سنگ گراں جو حائل ہیں رستے سے ہٹا کر دم لیں گے
ہم راہ وفا کے رہبر ہیں منزل ہی پہ جا کر دم لیں گے
یہ بات عیاں ہے دنیا پر ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی
یا بزم جہاں مہکائیں گے یا خوں میں نہا کر دم لیں گے
ہم ایک خدا کے قائل ہیں پندار کا ہر بت توڑ دیں گے
ہم حق کا نشان ہیں دنیا میں باطل کو مٹا کر دم لیں گے
اب آگ نہ جلنے پائے گی نمرود صفت عیاروں کی
ہم رحمت حق سے شعلوں کو گلزار بنا کر دم لیں گے
فرعون بنے جو پھرتے ہیں ڈھاتے ہیں ستم کمزوروں پر
ان سرکش و جابر لوگوں کو قدموں پہ جھکا کر دم لیں گے
ہر ازم کے بت کو توڑیں گے اسلام سے رشتہ جوڑیں گے
باطل کو مٹا کر چھوڑیں گے اسلام کو لا کر دم لیں گے

یہ حیات چند روز جاوداں کرتے چلو ☆ ملک و ملت پر فدا عمر رواں کرتے چلو
خون کے چھینٹوں سے وہ گل کاریاں کرتے چلو ☆ عالم حیرت میں رہ جائیں بہاریں دیکھ کر
اپنا ہر نقش قدم منزل نشاں کرتے چلو ☆ آنے والوں کے لیے بن کر چراغ آگہی
بادہ خوار و بیعت پیر مغاں کر چکے لو ☆ ساغر توحید سے توڑو خمار آذری
خطاب معاف یہ حسن بیاں کا وقت نہیں ☆ زمانہ ڈھونڈ رہا ہے عمل کے شیدائی
خدا کا نام لو یار بتاں کا وقت نہیں ☆ وہ نبض ڈوب چلی ہے، وہ آنکھ پتھرائی
(زکی کیفی)

شہادت کی موت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ترجمہ:''ان ایمان والوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھایا پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور کچھ وہ ہیں جو (شہادت کے) مشتاق ہیں۔'' (الاحزاب ۲۳)

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شہداء کی روحوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا تمہاری اور خواہش ہے؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم جنت کے میوے کھاتے ہیں اور بہشت میں جہاں چاہیں پھرتے ہیں۔ہم کو اور کس چیز کی خواہش ہو سکتی ہے۔اللہ تعالیٰ تین بار اسی طرح دریافت کرے گا تو پھر وہ روحیں عرض کریں گی کہ اے ہمارے پروردگار! ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہماری جانوں کو ہمارے بدنوں میں

واپس کر دیں اور دنیا میں واپس بھیج دیں تاکہ ہم ایک دفعہ پھر آپ کی راہ میں مارے جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ تو میں پہلے مقدر کر چکا ہوں کہ خواہ شہید ہو یا کوئی اور ہو اس کو دنیا میں دوبارہ واپس نہیں کیا جائے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص دنیا میں لوٹنے کی خواہش نہیں کرے گا لیکن شہید اس بزرگی کی وجہ سے جو اس کو حاصل ہوگی یہ خواہش کرے گا کہ اس کو دنیا میں لوٹایا جائے اور دس مرتبہ راہ خدا میں قتل کیا جائے۔ (بخاری و مسلم)

الٰہ العالمین تمام مسلمانوں کو اپنی راہ میں جان و مال قربان کرنے کی توفیق نصیب فرما۔

آمین یا رب العالمین!

خطبہ سوم:

سعادتِ انسانی

۱۶ جمادی الاوّل حضرت زین العابدین ؓ کا یوم ولادت ہے۔ حضرت زین العابدین ؓ حضرت حسین ؓ کے صاحبزادے ہیں میدان کربلا میں حضرت حسین ؓ کی شہادت کے وقت چھوٹے تھے اور بیمار تھے ان کا نام علی ہے۔ بچپن ہی سے بہادر، حاضر جواب اور سعید تھے۔ اس عنوان سے ماہ جمادی الاوّل کے تیسرے خطبے کا عنوان سعادت انسانی سے موسوم کیا گیا ہے۔ انسان کو اللہ نے اشرف المخلوقات بنایا لیکن اگر یہ راہ سعادت و اطاعت کو چھوڑ کر شقاوت و نافرمانی اختیار کرے تو پھر ارذل المخلوقات سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

ارشاد ربّ العالمین ہے:

﴿فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۖ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ﴾

[پارہ ۱۲ سورۃ ہود آیت ۱۰۶ تا ۱۰۸]

سعادت مند و بد بخت لوگوں کے انجام و نتائج ان آیات میں بیان کیے گئے ہیں۔

ترجمہ ''سو جو لوگ شقی ہیں بد بخت ہیں تو وہ دوزخ میں ایسے حال میں ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ و پکار پڑی رہے گی اور ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں۔ ہاں اگر خدا ہی کو نکالنا منظور ہو تو دوسری بات ہے (کیونکہ) آپ کا رب جو کچھ چاہے اس کو پورے طور سے کر سکتا

ہے اور رہ گئے وہ لوگ جو سعید ہیں سو وہ جنت میں ہوں گے (اور) وہ اس میں (داخل ہونے کے بعد) ہمیشہ کو رہیں گے۔ جب تک آسمان وزمین قائم ہیں ہاں اگر خدا کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے وہ نہ ختم ہونے والا عطیہ ہوگا۔ اس آیت سے پہلی آیت میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن دو گروہ ہوں گے ایک جماعت اہل سعادت کی ہوگی دوسری جماعت اہل شقاوت کی ہوگی۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم ایک جنازہ کے ساتھ نکلے بقیع قبرستان میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ بھی سامنے سے چھڑی ہاتھ میں لیے ہوئے نظر آئے۔ آپ ﷺ تشریف لا کر بیٹھ گئے کچھ چھڑی سے زمین کریدتے رہے پھر فرمایا کوئی جان (کسی بدن میں پھونکی ہو) ایسی نہیں کہ جنت یا دوزخ میں اس کی جگہ (پہلے سے) لکھ نہ دی گئی ہو یا اس کا شقی وسعید ہونا نہ لکھ دیا گیا ہو۔ یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تو پھر (اپنے مقدر میں لکھے پر بھروسہ کیا نہ کروں اور عمل کو ترک کیوں نہ کر دوں) فرمایا نہیں عمل کیے جاؤ ہر ایک کو تقدیر میں لکھے ہوئے عمل کی توفیق دی جاتی ہے شقاوت والوں کو اہل شقاوت کے عمل کی توفیق دی جاتی ہے اہل سعادت کو سعادت مندوں کے عمل کی توفیق دی جاتی ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے آیت ﴿فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی الخ﴾ تلاوت فرمائی (بغوی، بخاری ومسلم) (بحوالہ تفسیر مظہری جلد نمبر ٦) بدبختوں کے متعلق فرمایا کہ دوزخ میں ان کی چیخ وپکار ہوگی زفیر وشہیق۔ ضحاکؒ کہتے ہیں کہ گدھے کی آواز کی ابتدائی حالت کو زفیر کہتے ہیں اور آواز کی آخری حالت کو شہیق کہتے ہیں گویا دوزخی دوزخ میں گدھے کی طرح آوازیں ماریں گے (العیاذ باللہ) آگے فرمایا کہ دوزخ میں رہیں گے۔ جب تک آسمان وزمین قائم ہیں۔

ضحاکؒ نے کہا ہے کہ آسمان وزمین سے جنت ودوزخ کے آسمان وزمین مراد ہیں۔ جو چیز سر کے اوپر کی جانب ہو وہ سماء ہے اور جس پر قدم ٹکے ہوں وہ ارض ہے یعنی لازماً قدموں کے نیچے بھی کوئی چیز ہوگی اور سر کے اوپر بھی کوئی چیز لازمی ہوگی۔ طبرانی وابن مردویہؒ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر دوزخیوں سے کہہ دیا جائے کہ تم کو دوزخ میں اتنے برسوں رہنا ہے جتنی سنگریزوں کی تعداد ہے تو وہ اس کو سن کر خوش ہو جائیں گے اور اہل جنت سے کہا جائے کہ تم کو جنت میں اس قدر (مدت) رہنا ہے۔ جتنی کائنات میں سنگریزوں کی تعداد ہے تو ان کو یہ سن کر غم پیدا ہو جائے گا مگر ایسا نہ ہوگا بلکہ ان سب دوزخیوں اور جنتیوں کے لیے وہاں دائمی رہنا ہوگا۔ طبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن (کا حاکم بنا کر) بھیجا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو (ایک تقریر میں) فرمایا لوگو! میں اللہ کے رسول ﷺ کا قاصد ہوں مجھے تمہارے پاس یہ اطلاع دینے کے لیے بھیجا گیا ہے کہ لوٹ کر اللہ کی طرف جانا ہے۔ جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف وہاں دوامی قیام ہوگا (دوامی زندگی ہوگی) بغیر موت کے، اور قیام ہوگا بغیر کوچ کے (یعنی کبھی وہاں سے کوچ نہیں کیا جائے گا) اور ایسے جسموں کے اندر ہوگا جو کبھی نہیں مریں گے بخاری و مسلم میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے پھر ایک منادی دونوں فریقوں کے درمیان ندا کرے گا اے دوزخ والو (آئندہ) موت نہیں اور اے جنت والو (آئندہ) موت نہیں ہر شخص جس حالت میں ہے ہمیشہ اسی میں رہے گا۔ بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہا جائے گا اے اہل جنت (تمہارے لیے) دوام و ہمیشگی ہے موت نہیں ہے اور اہل نار (دوزخ میں تمہارے لیے) دوام و ہمیشگی ہے موت نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ جہنم پر ایک ایسا وقت آئے گا جب اس کے اندر کوئی اہل ایمان میں سے نہیں رہے گا۔ (بغوی بحوالہ مظہری) کفار ہمیشہ جہنم میں رہیں گے مگر جب ان کو بھڑکتی آگ سے نکال کر کھولتے پانی میں لے جا کر ڈالنا ہوگا تو جحیم سے کھینچ کر حمیم میں ڈالا جائے گا اور اس طرح ہمیشہ ہوتا رہے گا (جحیم آگ کو کہتے ہیں اور حمیم کھولتے ہوئے پانی کو کہتے ہیں) علامہ بغوی نے آیت: ﴿يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ﴾ ان کی تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ حمیم و جحیم کے درمیان چکر لگاتے رہیں گے۔ آگ کی شدت کی وجہ سے فریاد کریں گے تو گرم ابلتا ہوا پانی جو پگھلے ہوئے تانبے یا تیل کی طرح ہوگا انکو پلایا جائے گا۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ﴾ [آیت ۲۹ سورۃ الکہف پارہ ۱۵]

یا آگ اور زمہریر کے درمیان (سخت ترین سردی) کے عذاب میں چکر لگاتے رہیں گے۔ شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی اور عرض کیا اے میرے رب میرے ایک حصے کو شدید گرمی کی وجہ سے دوسرا حصہ کھائے جاتا ہے اللہ نے اس کو (سال میں) دو سانسیں لینے کی اجازت دے دی۔ ایک سردی کے موسم میں اور دوسرا موسم گرما میں جو لوگ سخت ترین گرمی محسوس کرتے ہیں وہ دوزخ کے سانس لینے کی وجہ سے ہوتا ہے اور سخت ترین سردی جو محسوس کرتے ہیں وہ بھی دوزخ کے سانس کے سبب سے ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں

کہ رسول ﷺ نے فرمایا کچھ لوگوں کو گناہوں کی سزا میں دوزخ کی لپٹ لگے گی۔ پھر اللہ اپنی رحمت سے ان کو جنت میں داخل فرمادے گا اور ان کو (اہل جنت کی طرف سے) جہنمی کہا جائے گا کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے دوزخ سے نکال دیئے جائیں گے۔ پھر ان کو جنت میں داخل کرلیا جائے گا لوگ ان کو جہنم والے کہیں گے (بخاری) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہ لوگ اللہ سے دعا کریں گے کہ جہنمی کا نام اللہ ان سے مٹا دے ان کی دعا پر اللہ یہ نام ان سے مٹا دے گا (طبرانی) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا اور جتنی مدت اللہ چاہے گا وہ دوزخ میں رہیں گے (دوزخ میں) مشرک ان کو عار دلائیں گے کہ تم کو تمہارے ایمان نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا (ہماری طرح تم بھی دوزخ میں ہو) اس پر اللہ ہر موحد (اہل توحید) کو دوزخ سے نکال لے گا وہاں کوئی باقی نہیں رہے گا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ﴾ (یعنی کافر یہ منظر دیکھ کر آہ بھریں گے اور کہیں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے)۔

اہل سعادت جنت میں:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اہل جنت اپنے عشق میں ہوں گے کہ اچانک اوپر سے ایک نور ان پر نمودار ہوگا وہ سر اٹھا کر دیکھیں گے تو اللہ تبارک وتعالی اوپر سے ان کو جھانکتے دکھائی دیں گے اور خطاب فرمائیں گے اے اہل جنت تم پر سلام ہو غرض اللہ ان کی طرف دیکھے گا وہ اللہ کی طرف دیکھیں گے۔ اللہ کے دیدار کے وقت وہ کسی اور نعمت کی طرف توجہ بھی نہ کریں گے۔ یہاں تک کہ حجاب ہو جائے گا اور اس کی چمک وبرکت اہل جنت کی گردن میں رہ جائے گی۔ (ابن ماجہ بحوالہ مظہری)

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوب نمبر ۱۰۰ جلد سوئم میں یعقوب علیہ السلام کی یوسف علیہ السلام کے ساتھ دلآویزی کی حقیقت کی تشریح میں لکھا ہے کہ اللہ کے اسماء میں سے جس کا مبداء تعین (مرکز ظہور) میں ہوتا ہے اس اسم کا ظہور (کسی جسم کے اندر) اس شخص کی جنت میں ہوتا ہے اور اس اسم کا ظہور تجلی درختوں، نہروں، شاندار محلات اور حور وغلمان کی شکل میں ہوگا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت کی مٹی پاکیزہ ہے اور پانی شیریں ہے وہاں میدان ہیں اور اس کے پودے یہی ہیں یعنی:

﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ﴾

"جنت کے پودے ہیں۔"

حضرت مجددؒ نے فرمایا کبھی یہ درخت اور نہریں چمکدار روشن نہ جاتی اجسام (جیسے مینک کے

آئینے) کی شکل اختیار کرلیں گی اور اللہ کے بے کیف دیدار کے حصول کا ذریعہ ہو جائیں گے۔ انہی کے ذریعہ سے اللہ کا دیدار حاصل ہو جائے گا مگر یہ رویت ہر کیفیت سے پاک ہوگی پھر اپنی اصلی (شجری یا نہری) شکل کی طرف لوٹ آئیں گی اور مومن پھر انہیں سے (اسی شجری یا نہری شکل میں) تفریح کرے گا اور اس طرح ہمیشہ ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

یعنی اللہ کا دیدار و وصال ایک عطیہ خداوندی ہوگا۔ جس کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ یوں تو جنت کی ہر نعمت لازوال ہوگی لیکن اللہ کا وجود اصلی اور حقیقی ہے اور دوسری چیزوں کا وجود ظلی ہے۔ اللہ کے وجود سے کمر بستہ بلکہ اس کا پرتو پس بذات اور خود بخود موجود صرف اللہ ہے باقی ہر چیز فانی و ہالک (اور معدوم الاصل ہے) جیسے مانگے کپڑے اپنے نہیں ہوتے مالک کے ہوتے ہیں۔ پس اللہ جو اہل جنت کو اپنا بے کیف وصل عنایت کرے گا اور بے حجاب دیدار دکھائے گا۔ وہی اصل، حقیقی اور غیر منقطع عطا ہوگی۔ باقی دوسری نعمتیں اصل ذات کے مقابلے ذیلی، ظلی اور اصلاً معدوم ہوں گی۔ (واللہ اعلم)

حضرت زین العابدینؒ:

حضرت زین العابدینؒ ان اہل سعادت میں سے ہیں جن کا اتباع کیا جائے اور اہل سعادت میں سے بننے کی کوشش کی جائے۔ اللہ رب العزت اہل سعادت بزرگان و اہل اللہ کو جو مقام و مرتبہ نصیب فرماتے ہیں اس کے مقابلے میں دنیا کی جاہ و عزت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

حضرت زین العابدینؒ کے مقام و مرتبہ و عظمت کا اندازہ اس واقعہ سے کریں جو مولانا زکریا صاحبؒ نے فضائل حج میں لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہشام بن عبدالملک جبکہ وہ شہزادہ تھا اور خود اس وقت تک بادشاہ نہیں بنا تھا۔ حج کو گیا اور طواف کرتے ہوئے اس نے حجر اسود کو بوسہ دینے کا ارادہ کیا اور انتہائی کوشش کے باوجود ہجوم کی کثرت سے اس پر قدرت نہ ہوئی۔ اتنے میں حضرت زین العابدینؒ علی بن الامام حسین رضی اللہ عنہ طواف کرتے ہوئے حجر اسود پر پہنچے تو ایک دم سارا مجمع ٹھہر گیا اور ان کے راستہ سے ادھر ادھر ہو گیا وہ اطمینان سے بوسہ دے کر چل دیئے کسی نے ہشام سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہیں (جن کا اعزاز شہزادہ سے بھی زیادہ ہے) ہشام نے کہہ دیا میں نہیں جانتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ وہ جان بوجھ کر انجان بن کر انکار کرتا تھا کہ اس کے مصاحبین وغیرہ جو شام سے آئے ہوئے تھے ان کے دل میں حضرت زین العابدینؒ کی وقعت زیادہ پیدا نہ ہو اور یہ بنو امیہ اہل بیت کی وقعت گوارا نہ کرتے تھے۔ فرزدق جو عرب کا مشہور شاعر ہے وہ بھی وہاں کھڑا تھا۔ اس نے کہا میں ان کو جانتا ہوں پھر اس نے چند شعر پڑھے

جن کا ترجمہ یہ ہے۔

۱) یہ اللہ کے بندوں میں سے بہترین کی اولاد ہے یہ متقی پاک صاف اور سردار ہے۔

۲) یہ وہ شخص ہے جس کے قدم کو سارا مکہ جانتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کو بیت اللہ جانتا ہے اس کو حل وحرم پہچانتے ہیں۔

۳) یہ وہ شخص ہے کہ جب حجر اسود کا بوسہ دینے کے لیے اس کے قریب جائے تو اس کے ہاتھوں کو پہچان کر قریب ہے حجر اسود کا کونہ اس کے ہاتھوں کو پکڑ لے اس صورت میں ہاتھوں کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ حجر اسود کے بوسہ کے وقت دونوں ہاتھ اس کے کونے پر رکھے جاتے ہیں۔ اس مطلب کے موافق رکن الحطیم سے مجازاً رکن کعبہ مراد ہوگا اور ہوسکتا ہے کہ یہ ترجمہ کیا جائے کہ جب یہ شخص طواف کرتے ہوئے حطیم کی طرف پہنچتا ہے تو قریب ہے کہ حطیم والا کونہ اس کے ہاتھوں کو پہچان کر ان کو چومنے کے لیے پکڑ لے۔ اس مطلب کے موافق رکن الحطیم اپنے ظاہر پر ہوگا اور ہاتھوں کو پہچاننے کی خصوصیت معطاء وجود کی کثرت کی طرف اشارہ ہوگا۔

۴) یہ وہ شخص ہے جس نے کبھی لا نہیں کہا لا کے معنی نہیں کے ہیں یعنی کبھی کسی مانگنے والے کو انکار نہیں کیا اور بجز کلمہ طیبہ کے کہ اس میں لا الٰہ میں لا کہنا پڑتا ہے۔ اس کی مجبوری ہے اور یہ بر التحیات میں پڑھا جاتا ہے اگر یہ مجبوری نہ ہوتی تو اس کی زبان سے لا کبھی نہ نکلتا۔

۵) جب قبیلہ قریش جو کرم میں مشہور قبیلہ ہے اس کو دیکھتا ہے تو کہنے والا بے ساختہ کہہ دیتا ہے کہ اس کے اخلاق پر کرم منتہا ہے یعنی اس سے زیادہ کریم نہیں ہے۔

۶) اور جب کہیں اہل تقویٰ کا شمار ہونے لگے تو یہی لوگ اس میں بھی مقتداہوں کے اور جب یہ پوچھا جائے کہ دنیا کی بہترین ہستیاں کون ہیں تو انہی لوگوں کی طرف انگلیاں اٹھیں گی۔

۷) او ہشام! اگر تو اس سے جاہل ہے تو سن یہ فاطمہ کی اولاد ہے اور اسی کے دادا (ﷺ) پر نبوت ختم کردی گئی تیرا یہ کہنا یہ کون ہے اس کو عیب نہیں لگاتا۔ جس کے پہچاننے سے تو نے انکار کردیا اس کو عرب جانتا ہے عجم جانتا ہے۔

۸) یہ وہ شخص ہے جو شرم کی وجہ سے اپنی آنکھ نیچے رکھتا ہے اور ساری دنیا اس کی عظمت اور ہیبت سے آنکھ نیچے رکھتی ہے کوئی شخص اس کے سامنے اس وقت تک رعب کی وجہ سے بات نہیں کرسکتا۔ جب تک کہ وہ خندہ پیشانی سے پیش نہ آئے۔ در رشید اس قصیدہ کی شرح ہے میں لکھا ہے ہشام نے اس قصیدہ

کو سن کر غصہ میں آ کر فرزدق کو قید کرا دیا۔

درحقیقت حضرت زین العابدینؒ کی عبادت اور جود و کرم اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ ان واقعات کا اختصار بھی دشوار ہے رات دن میں ایک ہزار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے اور جب وضو کرتے تو چہرہ کا رنگ زرد ہو جاتا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن پر کپکپی آ جاتی کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا تمہیں خبر نہیں کہ کس پاک ذات کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ ایک مرتبہ سجدہ میں تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی لوگوں نے شور مچا دیا اے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے آگ لگ گئی آگ آگ مگر یہ اطمینان سے نماز پڑھتے رہے جب فارغ ہوئے تو آگ بجھ گئی تھی کسی نے ان سے پوچھا تو فرمایا کہ اس سے زیادہ سخت آگ (یعنی جہنم کی آگ) کے خوف نے اس طرف متوجہ نہ ہونے دیا۔ آپ کا معمول تھا کہ رات کو اندھیرے میں پوشیدہ لوگوں کے گھروں پر جا کر ان کی اعانت فرمایا کرتے تھے اور بہت سے گھرانے ایسے تھے جن کا گذارہ آپ کی امداد پر تھا اور ان کو یہ بھی پتہ نہ چلتا تھا کہ یہ کون شخص ہے جب آپؒ کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ سو گھر مدینہ طیبہ میں ایسے تھے جن پر آپ خرچ فرمایا کرتے تھے (روض) ایسی حالت میں فرزدق جو کہے وہ صحیح ہے۔

حضرت امام مالک کا ارشاد ہے کہ خاندان نبوت میں حضرت زین العابدینؒ جیسا کوئی شخص بھی نہ تھا (یعنی اپنے زمانہ میں) یحییٰ بن سعیدؒ کہتے ہیں کہ ہاشمی خاندان میں جتنے حضرات کا میں نے زمانہ پایا ہے ان میں آپ افضل ترین شخص تھے۔ سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ آپ سے زیادہ متقی میں نے نہیں دیکھا ان حالات میں جب آپ حج کو تشریف لے گئے اور احرام باندھنے کا وقت آیا تو آپ کا چہرہ زرد ہو گیا اور لبیک نہ کہہ سکے۔ لوگوں نے پوچھا کہ لبیک نہیں پڑھتے تو فرمایا مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں جواب میں لا لبیک نہ کہہ دیا جائے مگر جب لوگوں نے اصرار کیا کہ احرام کے وقت لبیک کہنا ضروری ہے تو آپ نے لبیک پڑھا اور بے ہوش ہو کر سواری پر سے گر پڑے اور حج کے ختم تک یہی صورت رہی۔ بزرگو بھائیو! یہ تھے وہ لوگ جن کی زندگی قابل رشک ہے۔ اصل سعادت انہی کا مقدر ہے انہی کا اتباع کرنا چاہیے اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے اور یہی اصل زندگی ہے۔

ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ آدمی نفس کے پھندے سے اللہ کے ذریعے سے یعنی مدد سے نکل سکتا ہے۔ ان بزرگ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ کے ساتھ راحت پکڑو اللہ کے غیر سے راحت نہ پکڑو جس شخص نے اللہ کے ساتھ راحت پکڑی اس نے نجات پائی اور جس نے اللہ سے علیحدہ ہو کر راحت پکڑی وہ ہلاک ہو گیا۔ اللہ کے ساتھ راحت پکڑنا یہ ہے کہ دل کا اس کے ذکر کے ساتھ معطر ہونا اور بس جانا ہے

اور اللہ سے راحت نہ پکڑ نا دل کا غافل رہنا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب آدمی کی نظر کسی عورت کے حسن پر پڑ جائے اور وہ فوراً اپنی نظر کو اس سے ہٹا لے تو حق تعالیٰ اس کو ایسی عبادت کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی لذت اس کو محسوس ہوتی ہے (مشکوٰۃ) (بحوالہ فضائل حج)

حضرت زین العابدینؒ کی نصیحت:

آپ کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ کی عبادت بعض لوگ اس کے خوف سے کرتے ہیں یہ غلاموں کی عبادت ہے کہ ڈنڈے کے زور سے کام کریں اور بعض لوگ اس کے انعامات کے واسطے کرتے ہیں۔ یہ تاجروں کی عبادت ہے کہ ہر کام میں کمائی کی فکر ہے احرار کی عبادت یہ ہے کہ اس کے شکر میں عبادت کریں۔ آپ کے صاحبزادے حضرت باقر فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد حضرت زین العابدینؒ نے وصیت فرمائی ہے کہ پانچ قسم کے آدمیوں کے پاس مت لگنا حتیٰ کہ راستہ چلتے بھی ان کا رفیق سفر نہ بننا۔

۱) ایک فاسق شخص کو وہ ایک لقمہ کے بدلہ میں تجھے بیچ دے گا بلکہ ایک لقمہ سے کم میں بھی بیچ دے گا میں نے عرض کیا کہ ایک لقمہ سے کم کا کیا مطلب فرمایا کہ محض اس اُمید پر کہ لقمہ کسی سے مل جائے پھر وہ اس کی اُمید بھی پوری نہ ہو۔

۲) دوسرے بخیل کے پاس نہ لگنا کہ وہ تیری سخت حاجت کے وقت بھی تجھ سے کنارہ کشی کرے گا۔

۳) تیسرے جھوٹ بولنے والا شخص کی بمنزلہ اس بالوں کے ہے جو دور سے پانی معلوم ہوتا ہے وہ قریب آنے والوں کو دور بتائے گا۔ دور ہونی والی چیزوں کو قریب کر کے بتائے گا۔

۴) چوتھے بے وقوف احمق سے دور رہنا کہ وہ نفع پہنچانے کا ارادہ کرے گا اور نقصان پہنچائے گا۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ سمجھدار دشمن نادان دوست سے بہتر ہے۔

۵) پانچویں اس سے دور رہنا جو اپنا رشتہ داروں سے قطع رحمی کرتا ہو اس لیے کہ میں نے ایسے شخص کو قرآن پاک میں متعدد جگہ ملعون پایا۔

حضرت زین العابدینؒ کے صاحبزادے پر خوف الٰہی کا اثر:

حضرت زین العابدینؒ کے صاحبزادے حضرت باقر محمد بن علی جب حج کو تشریف لے گئے اور بیت اللہ شریف پر نظر پڑی تو اتنی زور سے روئے کہ چیخیں نکل گئیں سب لوگوں کی نظریں ادھر لگ

گئیں۔ لوگوں نے کہا کہ آپ چیخیں نہ ماریں فرمایا کہ شاید اللہ جل شانہ میرے رونے کی وجہ سے رحمت کی نظر فرمالے۔ جس کی وجہ سے کل قیامت کے دن کامیاب ہوجاؤں اس کے بعد طواف کیا اور طواف کے بعد مقام ابراہیم پر جاکر نفلیں پڑھیں تو سجدہ کی جگہ آنسوؤں کی وجہ سے بھیگ گئی۔ آپ نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا کہ مجھے سخت رنج ہے اور میرا دل سخت فکر میں مشغول ہے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ کو کس چیز کا رنج ہے؟ فرمایا کہ جس دل میں اللہ کا خالص دین داخل ہوجائے وہ اس کو اللہ کے ماسوا سے خالی کردیتا ہے اور دنیا ان چیزوں کے علاوہ اور کیا چیز ہے۔ یہی سواری ہے جس پر سوار ہوکر آئے ہو۔ یہی کپڑا ہے جس کو پہن رکھا ہے۔ یہی بیوی ہے جو مل گئی ہے۔ یہی کھانا ہے جو کھایا ہے (روض)۔

سعادت انسانی:

حضرت امام غزالیؒ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں (مترجم) مولانا سعید الرحمان علوی (اپنے پیارے) اس بات کو سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو لہو ولعب کے واسطے پیدا نہیں کیا ہے بلکہ اس کا مقصد زندگی بہت بلند ہے اور اس کے لیے خطرات بھی بہت ہیں اس لیے اگر انسان ازلی نہیں تو ابدی تو بہر حال ہے۔ یعنی اگر ہمیشہ سے نہیں تو ہمیشہ تک اسے رہنا تو ہے اور اگرچہ جسم مٹی جیسی ناچیز سے بنا ہے لیکن اس کی روح کی حقیقت تو ربانی ہے اور بہت باعزت ہے اور انسان کی اصل اگرچہ چرندوں اور درندوں اور شیاطین کی صفات سے ملی جلتی ہے اور اس میں میل بھری ہوئی ہے لیکن جب مشقت (عبادت) کی بھٹی سے گزرتی ہے تو آلائشوں سے پاک ہوکر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے قربت حاصل ہوجاتی ہے اور اس میں اس کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔ اسفل السافلین سے اعلیٰ علیین تک سب اونچ نیچ کا تعلق اسی سے ہے اگر شیاطین اور چرند وپرند کی طرح خواہش اور غصہ کے پھندے میں پھنس جائے تو گویا اسفل السافلین میں گر پڑا اور جب اس نے خواہش اور غصہ (ناجائز سے) نجات حاصل کرلی تو ملائکہ کے درجہ کو پہنچ گیا اور اعلیٰ علیین مقام حاصل کرلیا۔ مقصد یہ ہے کہ خواہش وغصہ دونوں اس کے ہاتھ میں قیدی ہوں اور یہ ان دونوں کے لیے بمنزلہ بادشاہ ہو۔ پھر جب اسے بادشاہ کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی وعبادت کے قابل ہوجاتا ہے اور بندگی کی قابلیت ملائکہ کی صفت ہے اور اس سے آدمی مرتبہ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے جمال کی محبت کا مزہ انسان کو نصیب ہوجاتا ہے تو اس کے دیدار سے ایک لمحہ صبر نہیں کرسکتا اس کے لازوال جمال کا دیدار اس کی بہشت ہوجاتی ہے اور انسان کی آنکھ، پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کے حصہ میں جو بہشت ہے وہ

اس کے نزدیک ہیچ محض ہو کر رہ جاتی ہے۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہان کو دو قسم پر پیدا فرمایا ایک عالم اجسام اور دوسرا عالم ارواح۔ عالم اجسام آدمیوں کی روح کا مقام و مستقر ہے تا کہ اس سے زاد آخرت حاصل کر سکیں اور ہر شخص کے قیام کی مدت مقرر فرمائی ہے جس کی انتہا اجل ہے۔ بڑھنے گھٹنے کا اس میں قطعاً دخل نہیں۔ اجل آتی ہے تو جان کو پھر انسانی قالب عطا فرمائیں گے اور سب کو اٹھا کر کھڑا کریں گے اور ہر ایک اپنے اپنے کردار کو اعمال نامہ میں دیکھے گا جو کچھ اس نے دنیا میں کیا سب اسے یاد دلایا جائے گا۔ عبادت اور گناہ کی مقدار کو ایسے میزان میں تولیں گے جو اس کے لائق و قابل ہوں گی وہ میزان اس جہان کے میزان کے مشابہ نہیں۔

پُل صراط:

پھر تمام کو پُل صراط پر چلنے کا حکم ہوگا۔ وہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے جو کوئی اس دنیا میں صراط مستقیم یعنی شریعت مطہرہ پر جا رہا ہے وہ پل صراط پر آسانی سے گزر جائے گا اور جس نے اس دنیا میں سیدھی راہ اختیار نہ کی وہ اس پر چل نہ سکے گا۔ بلکہ دوزخ میں جا گرے گا تو تمام لوگوں کو اس پر روک کر اعمال کی پوچھ ہوگی سچے ایمانداروں سے ان کی سچائی کی حقیقت معلوم کریں گے اور منافق و ریاکاروں کو خجالت و شرمندگی سے دوچار ہونا پڑے گا اور فضیحت و رسوائی میں مبتلا ہوں گے۔ کسی جماعت کو تو بے حساب جنت میں داخلہ نصیب ہوگا کسی گروہ کا حساب آسانی سے اور کسی کا مشکل سے ہوگا رہ گئے کافر تو وہ دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے اور انہیں کبھی نجات نہیں ہوگی۔ فرمانبردار مسلمان جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے اور گنہگار مسلمان دوزخ کے سپرد کر دیئے جائیں گے۔ انبیاء و صلحاء ان میں سے جس کی شفاعت کریں گے اسے فرشتے دوزخ میں لے جائیں گے اور اس کے گناہوں کے مطابق اسے سزا و عذاب برداشت کرنا پڑے گا۔ پھر اسے بھی جنت میں جانا ہوگا۔ (کیمیائے سعادت) رہی یہ بات کہ وزن اعمال کیسے ہوگا ہمارے اعمال تو ختم ہو گئے جب ان کا وجود ہی نہ رہا تو قیامت کے دن کس طرح تولے جائیں گے تو صاحبو! آج سائنس کی ترقی نے یہ اشکال ختم کر دیا کیونکہ جدید سائنسی ترقی کے ذریعہ بھی یہ بات معلوم ہوگئی کہ جو کچھ آوازیں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے آج تک بولی گئی ہیں وہ فضا میں موجود ہیں ان کو کیچ بھی کر لیا گیا ہے اور ان کو صاف کرنے کی کوشش ہو رہی ہے تو غرض ہمارے اعمال خواہ ان کا تعلق بولنے سے ہو خواہ چلنے سے، خواہ ہاتھ سے جس طرح بھی ہو وہ موجود ہیں اور ان کا وزن قیامت کے دن ہوگا۔ باقی آج کے دور میں ہوا کا تناسب نمی کا

تا سب گرمی سردی بخار وغیرہ ہر چیز کے تولنے ومقدار معلوم کرنے کے آلات تیار ہو چکے ہیں تو کیا قادر مطلق رب العالمین یہ نہیں کرسکتا کہ ہمارے اعمال تولے۔ رہا پل صراط کہ اتنی باریک چیز کا وجود کیسے ہوگا۔ مگر آج ایٹم کی دریافت نے یہ اشکال بھی ختم کر دیا کہ ایک سوئی کے سرے پر ہزاروں لاکھوں ایٹم آسکتے ہیں ہر ایٹم کا مرکز ہوتا ہے اس کا وجود ہوتا ہے اور جب ایک مخصوص تکنیک کے ذریعہ اس کو توڑا جاتا ہے تو اس سے بے پناہ قوت کا اخراج ہوتا ہے تو کیا قادر مطلق اتنا باریک جسم کا پل نہیں بنا سکتا۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام:

چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات طے فرمادی ہے کہ بندوں کے بعض اعمال ان کی شقاوت و بدبختی کا سبب ہوں گے اور بعض سعادت و نیک بختی کے لیکن آدمی انہیں پہچان نہیں سکتا کہ کون سے اعمال بدبختی کا سبب ہیں اور کون سے باعث سعادت تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے انبیاء علیہم السلام کو پیدا فرمایا (مبعوث فرمایا) اور حکم دیا کہ ازل میں جن لوگوں کے لیے کمال سعادت کا حکم ہو چکا ہے انہیں اس بھید سے آگاہ کریں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو پیغام حق دے کر مخلوق کی طرف بھیجا تا کہ سعادت و شقاوت کی راہ ان کو بتائیں تا کہ کوئی بندہ یہ نہ کہہ سکے کہ اسے علم نہیں ہوسکا اور اس پر خدا کی حجت تمام ہو جائے۔ پھر تمام پیغمبروں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول ﷺ کو بھیجا۔ جو خاتم النبیین اور سید الاولین والآخرین ہیں آپ کو وہ درجہ کمال عطا کیا کہ اس پر زیادہ محال ہے۔ اس واسطے کہ آپ کو خاتم النبیین ﷺ بنایا کہ آپ ﷺ کے بعد پھر کوئی پیغمبر پیدا نہیں ہوگا اور تمام جن وانس کو آپ ﷺ کی اتباع واطاعت کا حکم دیا تا کہ کوئی آپ ﷺ کے حلقہ اطاعت سے باہر نہ رہے اور آپ ﷺ کو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سردار وافسر بنایا اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام کے یاروں اور دوستوں سے ہمارے نبی ﷺ کے اصحاب واحباب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو افضل وبہتر بنایا۔ (کیمیائے سعادت)

الٰہی میں ہوں بس خطاوار تیرا ☆ مجھے بخش دے نام غفار تیرا
الٰہی بتا چھوڑ سرکار تیری ☆ کہاں جاوے اب بندہ ناچار تیرا

(حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ)

یہ دنیائے فانی ہے محبوب تجھ کو ☆ ہوئی واہ کیا چیز مرغوب تجھ کو
نہیں عقل اتنی بھی مجذوب تجھ کو ☆ سمجھ لینا اب چاہیے خوب تجھ کو

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

(حضرت مجذوبؒ)

خطبہ چہارم:

شقاوتِ انسانی

اس خطبے سے پہلے یعنی جمادی الاوّل کے تیسرے خطبے کا موضوع سعادتِ انسانی تھا۔ اب اس چوتھے خطبے کا موضوع شقاوت انسانی ہے۔ اللہ رب العزت نے انسانوں کو عقل عطا فرما کر حیوانوں سے امتیاز بخشا اور ان کو ہدایت و گمراہی دونوں راستے بتا دیئے اور اختیار دیدیا اگر وہ ہدایت کی راہ اختیار کریں گے تو اہل سعادت میں شمار ہوں گے اور دنیا و آخرت کی کامیابیاں حاصل کریں گے اگر گمراہی کی راہ اختیار کی تو اہل شقاوت میں شمار ہوں گے۔ یعنی بدبختوں میں ان کا شمار و حشر ہوگا جس سے دونوں جہاں کی ناکامی و نامرادی ہوگی۔ ارشاد رب العالمین ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ○ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ○ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ○ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا﴾ [سورۃ الکہف پارہ ۱٦ آیت ۱۰۳ تا ۱۰٦]

ترجمہ: ”آپ ان سے کہہ دیجیے کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارے میں ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کی کرائی محنت سب گئی گزری ہوئی اور وہ جہالت کی بناء پر اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو رب کی آیات کا یعنی (آسمانی کتابوں کا) اور اس کے ملنے کا (یعنی قیامت کا) انکار کر رہے ہیں سو (اس لیے) ان کے سارے کام غارت ہوگئے تو قیامت کے روز ہم ان کے نیک اعمال کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے بلکہ ان کی سزا دہی ہوگی یعنی دوزخ اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا تھا اور (یہ کہ) میری آیتوں اور پیغمبروں کا مذاق بنایا تھا۔

تشریح: حضرت ابن عباسؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس آیت میں سب سے زیادہ خسارہ پانے والوں سے مراد عیسائی و یہودی ہیں جو اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان کی شریعت منسوخ ہو چکی۔ بعض علماء کے نزدیک اس سے مراد وہ تارک الدنیا راہب خانقاہ نشین مراد ہیں جو

اپنے خیال میں آخرت کے طالب اور دنیا کی لذتوں سے روگرداں ہیں حالانکہ وہ شریعت اسلامیہ کے منکر ہیں ان کی یہ ساری کوشش خراب اور ناکارہ ثابت ہوگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے مراد حرور والے یعنی خارجی لوگ ہیں یہ گروہی پہلا فرقہ ہے جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رفقاء کے خلاف بغاوت کی اور بغاوت کو حق سمجھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ آیت میں بدعتی امر نفسانی میلانات کے پرستار مراد ہیں جن کے گروہ اور مؤسس خارجی تھے۔ پس معتزلہ روافض اور اہل سنت کے تمام مخالف اسی حکم میں داخل ہیں۔ صاحب مظہری کہتے ہیں اس سے مراد وہ کفار ہیں جو قیامت قائم ہونے اور دوسری جسمانی زندگی پانے کے منکر تھے اور دنیوی فائدہ ہی ان کا مقصود زندگی تھا اس زندگی کے منافع جن طریقوں سے وابستہ ان کو نظر آتے تھے انہی راستوں پر چلتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ اس دنیا کے سوا اور کوئی زندگی نہیں: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور اللہ سے ملنے کا انکار کیا یعنی مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے منکر ہوئے۔ آیت میں (در پردہ) ان لوگوں پر بھی تشنیع ہے جو قیامت اور حشر و نشر کے تو قائل ہیں لیکن اعمال دنیوی کو اعمال اخروی پر ترجیح دیتے ہیں ہمیشہ ساری زندگی دنیا کو سنبھالنے اور سنوارنے میں لگائے رکھتے ہیں آخرت کا ان کو تصور بھی نہیں ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہوشیار و سمجھدار وہ آدمی ہے جو اپنے نفس کو اپنے حکم کا تابع رکھتے اور مرنے کے بعد والی زندگی کے لیے کام کرے اور بے عقل وہ آدمی ہے جو نفس کا پیرو رہا اور اللہ پر اس نے (جھوٹی) آرزو بندگی یعنی اللہ کی قہاریت اور عذاب دینے کی طرف سے غافل رہا اور جو دل چاہا وہ کیا اور یہ خیال کرلیا کہ اللہ رحیم ہے کریم ہے وہ یقیناً معاف کر ہی دے گا۔ فرمایا ایسے لوگوں کی ساری تگ و دو رائیگاں ہوگئی مگر بھول بھلیوں میں رہے کیونکہ شرط ایمان نہ تھے۔ یعنی وہ کام جو دنیا کمانے کے لیے کیے یا آخرت کے ثواب حاصل کرنے کی خاطر کیے سب ضائع ہوگئے ایسے لوگوں کے لیے وزن قائم نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اعمال کی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ بعض طاقت ور مضبوط پر خور آدمیوں کو (قیامت کے دن میزان کے پلڑہ) میں رکھا جائے گا لیکن ان کا وزن جو کے برابر نہ ہوگا۔ فرشتہ ایسے ستر ہزار آدمیوں کو ایک ہی دھکا دے کر پھینک دے گا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول بغویؒ نے نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن لوگ اپنے اعمال لے کر آئیں گے جو انکی نظر میں اتنے بڑے ہوں گے جیسے تہامہ کے پہاڑ لیکن تولنے کے بعد ان کا کوئی وزن ہی نہ ہوگا۔ کفار کو تو سیدھا جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

بعض مسلمان بھی بڑے اعمال لے کر آئیں گے مگر لوگوں کے حقوق اس پر ہوں گے اور محشر میں لوگ اس سے نیکیاں لے جائیں گے اور وہ خالی ہاتھ رہ جائے گا۔ اس لیے آج اپنی دنیا بنانے کے لیے ظلم کرنا لوگوں کے مال لوٹنا آخرت کے اعتبار سے بڑے خسارے کی بات ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اللہ کی رضا جوئی میں اپنے جسم و جان و مال کو لگائے مال صرف اس لیے ہے کہ اس کو صرف اللہ کی رضا میں خرچ کیا جائے اپنے کام صرف وہی آئے گا جو اللہ کے خزانہ میں جمع کر دیا جائے گا کہ اس کے بینک میں جمع کر دینے پر اس کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے نہ بینک فیل ہو جانے کا احتمال ہے اور ایسی ضرورت کے وقت کام آئے گا جس وقت کہ آدمی انتہائی محتاج ہوگا۔ خود حق سبحانہ وتقدس کا ارشاد حضور اکرم ﷺ نقل فرماتے ہیں کہ اے آدمی تو اپنا خزانہ میرے پاس بھیج دے نہ تو اس کو آگ لگ جانے کا خوف رہے گا نہ چوری کا نہ دریا برد ہونے کا اور میں ایسے وقت تجھ کو پورا کا پورا دے دوں گا جب تو بے محتاج ہوگا۔

زکوۃ ادا نہ کرنا شقاوت ہے:

((عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكٰوةَ إِلَّا ابْتَلَاهُمْ بِالسِّنِيْنَ)).
[طبرانی، ترغیب و کنز]

زکوۃ ادا نہ کرنے والوں کے بارے میں حضور سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں جو قوم بھی زکوۃ روک لیتی ہے اللہ تبارک وتعالی ان کو قحط میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔ آج ہم پر قحط مسلط ہے، مہنگائی ہے ہزاروں قوانین بنائے جاتے ہیں کہ گرانی ختم ہو بے روزگاری ختم ہو، مگر لاکھوں تدبیریں کرلیں جو چیز مالک الملک کی طرف سے مسلط ہو تو وہ اسی کے ہٹانے سے ہٹ سکتی ہے۔ نیز اس نے وجہ قحط و بے روزگاری و مہنگائی کی بتادی اگر اس مرض کا علاج نہ کیا جائے تو ہزاروں لاکھوں قوانین بے کار ہو جائیں گے۔ جب تک مال دار زکوۃ ادا نہ کریں گے قحط مہنگائی، بے روزگاری ختم نہ ہوگی۔

شقاوت کے مزید اعمال:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے مہاجرین کی جماعت پانچ چیزیں ایسی ہیں اگر ان میں مبتلا ہو جاؤ اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان میں مبتلا ہو (تو بڑی آفات میں پھنس جاؤ)۔

۱) ایک تو یہ ہے کہ جس قوم میں فحش و بدکاری کھلم کھلا علی الاعلان ہونے لگے تو ان میں ایسی نئی نئی بیماریاں پیدا ہوں گی جو پہلے کبھی سننے میں نہ آئی ہوں۔

۲) جو لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگیں گے ان پر قحط اور مشقت اور بادشاہ کا ظلم مسلط ہو جائے گا۔

۳) اور جو لوگ زکوۃ کو روک لیں گے ان پر بارش روک دی جائے گی اگر جانور نہ ہوں تو ایک قطرہ بھی بارش کا نہ ہو (جانور اللہ کی مخلوق بے قصور ہیں۔ ان کی وجہ سے تھوڑی بہت بارش ہوگی)

۴) اور جو لوگ معاہدوں کی خلاف ورزی کریں گے ان پر دوسری قوموں کا تسلط ہو جائے گا جو ان کے مال و متاع کو لوٹ لیں گے۔

۵) اور جو لوگ اللہ کے قانون کے خلاف حکم جاری کریں گے ان میں خانہ جنگی ہوگی۔

(فضائل صدقات حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا نور اللہ مرقدہ)

آج ہم لوگوں کو بڑے غور سے ان عیوب کو دیکھنا چاہیے کہ ان میں سے کون سا عیب ایسا ہے جس میں ہم مبتلا نہیں ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی غور کر لیں کہ جو آفات ان پر بتائی گئی ہیں کون سی آفت ایسی ہے جو ہم پر مسلط نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں ہیں۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کا کیا مطلب ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو قوم معاہدہ کی خلاف ورزی کرتی ہے اس پر دشمن غالب آجاتا ہے اور جو لوگ اللہ کے قانون کے خلاف حکم کریں گے ان میں اموات کی کثرت ہوگی اور جو لوگ زکوۃ روک لیں گے ان پر بارش بند کر دی جائے گی اور جو لوگ ناپ تول میں کمی کریں گے ان کی پیداوار کم ہو جائے گی اور قحط مسلط ہو جائے گا۔ اس حدیث میں اللہ کے حکم کی خلاف ورزی پر اموات کی کثرت اور پہلی حدیث میں خانہ جنگی ارشاد ہوا ہے۔ دونوں چیزیں علیحدہ علیحدہ بھی ہو سکتی ہیں اور خانہ جنگی سے اموات کی کثرت کا نمونہ آج کل تو آنکھوں کے سامنے ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب زکوۃ کا ادا کرنا تاوان بن جائے (یعنی اس کو ادا کرنا تاوان سمجھا جائے) تو اس وقت سرخ آندھیوں، زلزلوں، زمین میں دھنس جانا، صورتوں (شکلوں) کا مسخ ہو جانا آسمانوں سے پتھر برسنا، ایسے لگاتار مصائب یکے بعد دیگرے نازل ہونے لگیں گے جیسا کہ تسبیح کا تاگہ ٹوٹ جائے اور اس کے دانے ایک ایک کر کے گرنا شروع ہو جائیں۔

ایک حدیث میں حضرت عمرؓ کی روایت سے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو مال کسی جنگل یا دریا میں کہیں بھی ضائع ہوتا ہے وہ زکوۃ کے روکنے سے ضائع ہوتا ہے۔ یعنی آخرت کی سزا تو اس کے علاوہ ہوگی۔ دنیا میں بھی اس کا وبال یہ ہوتا ہے کہ وہ مال ضائع ہوتا ہے۔

حیرت انگیز واقعہ:

فضائل صدقات میں ہے۔ حضرت عبادہ بن الصامت ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں حطیم کے سایہ میں تشریف فرماتے کہ کسی نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فلاں گھرانہ کا سامان سمندر کے کنارے پڑا ہوا تھا۔ وہ ہلاک ہو گیا۔ (سمندر کی موج سے بظاہر ہوا) حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مال بر و بحر میں (یعنی خشکی میں ہو یا سمندر میں، مطلب ہے کہ ساری دنیا میں) اس کے بغیر ضائع نہیں ہوتا کہ اس کی زکوۃ ادا نہ ہوئی ہو۔ اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرنے کے ذریعہ حفاظت کیا کرو اور اپنے بیماروں کا صدقہ کے ذریعہ سے علاج کیا کرو اور ناگہانی مصیبتوں کو دعا کے ذریعہ سے ہٹایا کرو کہ دعا اس مصیبت کو زائل کر دیتی ہے جو آن پڑی ہو اور اس کو روک لیتی ہے جو ابھی تک نہ آئی ہو اور حضور ﷺ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اللہ جل شانہ جس قوم کی بڑھوتری اور بقاء کا ارادہ فرماتے ہیں ان میں عفت (پاکبازی) اور سماحت یعنی نرمی اور جود و عطا فرماتے ہیں اور جس قوم کے خاتمے اور فنا کا ارادہ فرماتے ہیں اس میں خیانت پیدا فرما دیتے ہیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی: ﴿حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ﴾ مال کی فراوانی کے بعد عذاب کا ذکر ہے۔ یہ آیت شریفہ سورۃ انعام کے پانچویں رکوع آیت ۴۴ کی ہے۔ جس کا شروع ﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ......﴾ سے ہے اور اوپر کی دو آیات سے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے لیے پہلی اُمتوں کی ہلاکت کا ایک دستور ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے پہلی اُمتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے تھیں پیغمبر بھیجے تھے (جب انہوں نے پیغمبروں کا کہنا نہ مانا تو) پھر ہم نے ان کو مصیبتوں اور بیماریوں سے پکڑا۔ (یعنی مصائب اور بیماریوں میں مبتلا کیا) تاکہ وہ عاجزی کریں۔ پس جب ان کو ہماری (طرف سے مصائب کی) سزا پہنچی تھی تو انہوں نے عاجزی کیوں نہ کی (کہ ان پر رحم کیا جاتا اور ان کا قصور معاف کر دیا جاتا) لیکن ان کے دل تو سخت ہو گئے تھے وہ نصیحت کیا قبول کرتے اور شیطان ان کے اعمال کو جن کو وہ پہلے سے کر رہے تھے ان کی نگاہ میں آراستہ کر کے دکھلاتا رہا (جس کی وجہ سے وہ اپنے برے اعمال میں جن کو وہ اچھا سمجھتے رہے پھنسے رہے) پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے (اور ان کی طرف التفات بھی نہ کیا) جن کی ان کو پیغمبروں کی طرف سے نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر (عیش و عشرت راحت و آرام کے) ہر قسم کے دروازے کھول دیے یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں پر (جو ان کو عیش و عشرت کی ملی تھیں اترانے لگے) جس سے ان کی گمراہی اور بھی بڑھ گئی۔ تو ہم نے ان کو (عذاب میں ایسا) دفعتہ

پکڑ لیا (ان کو اس کا گمان بھی نہ تھا) پھر ظالم لوگوں کی جڑیں تک کٹ گئیں۔ یہ آیات شریفہ بڑی عبرت کی آیات ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے باوجود اگر کسی کی سختی کے بجائے عیش و عشرت اور راحت کے سامان ہوتے رہیں تو یہ خطرہ کی چیز ہے۔ ایک حدیث میں ہے حضور اقدس ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ جب تو یہ دیکھے کہ کوئی شخص اپنے گناہوں پر مصر ہے اور اس پر دنیا کی وسعت ہو رہی ہے تو یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل ہے۔ پھر حضور ﷺ نے یہی آیت: ﴿فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ...... ﴾ تلاوت فرمائی۔ حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا کہ جب تو یہ دیکھے کہ تو اللہ کی نافرمانی کر رہا ہے اور اس کی نعمتیں تجھ پر لگاتار ہو رہی ہیں تو اس سے ڈرتا رہ اور وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ شانہ سے قرب پیدا نہ کرے وہ مصیبت ہے۔

آج مہنگائی، بے روزگاری، مال کی حرص و ہوس اسی وجہ سے ہے کہ لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے، صدقہ نہیں دیتے۔ اس لیے بے برکتی ہے۔ پوری دنیا میں مہنگائی و بے روزگاری ہے اس لیے کہ قانونِ قدرت سے انحراف کیا جا رہا ہے۔ کفار سے تو شکوہ نہیں کیونکہ وہ کافر ہیں مگر مسلمانوں کی ابتری کی وجہ سے یہی ہے آج بہت سے گریجویشن، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایم بی ایس کی ڈگریاں لے کر بھی بے روزگار ہیں اور دفتروں آفسوں کے چکر لگاتے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ راہ خدا میں خرچ کرنا چھوڑا جا رہا ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں برکت و اضافہ ہوگا اور آخرت میں بھی اجر و ثواب علیحدہ ملے گا۔ اس کے علاوہ دھماکے، مسلمانوں میں خانہ جنگی، عصبیت، لسانیت، بیماریوں کی کثرت، حادثات میں اضافہ، زلزلوں کا آنا، دشمن و کفار کا رعب اور ان کا تسلط، دعاؤں کا قبول نہ ہونا یہ سب ہمارے برے اعمال کی سزا مل رہی ہے۔ حضور ﷺ نے دنیاوی آفات و مصائب سے بچنے کے لیے کیسے کیسے زریں اصول بتائے ہیں اگر ہم ان کو اپنالیں ان پر عمل کریں تو دنیا کو مصائب سے نجات مل جائے۔ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق فحاشی و عریانی بدکاری ہو جانے کی وجہ سے بیماریاں عام ہو جاتی ہیں اور نئی نئی بیماریاں ظاہر ہوتی ہیں چنانچہ آج دیکھ لیں کہ بڑی ریسرچ ہو رہی ہے، لیبارٹریاں قائم ہو رہی ہیں۔ آپریشنز کے نئے طریقے دریافت ہو رہے ہیں۔ لیزر شعاعیں ایجاد کر لی گئی ہیں ہر جگہ میڈیکل کالج کھل گئے۔ ہسپتال قائم ہو گئے، ڈسپنسریاں قائم ہو رہی ہیں مگر بیماری کم ہونے کی بجائے بڑھ رہی ہے۔ کینسر، سرطان، ایڈز جیسی لاعلاج و مہلک بیماریاں ظاہر ہو چکی ہیں۔ ایڈز کی بیماری یورپی ممالک میں زیادہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں لواطت عام ہو گئی اور یہ صریحاً قانون الٰہی جو کہ قانون فطرت ہے کی مخالفت کی بنا پر ظاہر ہوتی ہے۔ اس لیے مسلمانو! خواہ حاکم ہوں یا محکوم ہوں اگر بیماریوں پر قابو پانا چاہتے ہو تو فحاشی و عریانی

بدکاری ختم کرنے کی فکر کرو۔ وی سی آر، ٹیلی ویژن کی لعنت عام ہوگئی تو بیماریاں بھی عام ہوگئیں۔ بے پردگی کا رواج بڑھ گیا تو بیماریاں بھی بڑھ گئیں۔

ناپ و تول میں کمی کی وجہ سے قحط مشقت اور بادشاہ کا ظلم مسلط ہو جاتا ہے اب غور کریں ہر شخص تقریباً اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے خواہ وہ ملازم خواہ تاجر ہو خواہ مزدور ہو خواہ سرمایہ کار و جاگیردار ہو تو یہ ناپ تول کی کمی ہے۔ جس کی وجہ سے مالی پریشانی آئی ہوئی ہے اور ظالم حکومت کا تسلط رہتا ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے حاکم راشی نہ ہوں انصاف وعدل کرنے والے ہوں قحط گرانی مہنگائی بے روزگاری ختم ہو تو ناپ تول میں کمی کرنا چھوڑ دیں اپنے اپنے فرائض ادا کریں۔ معاہدوں وعدوں کی خلاف ورزی کرنے پر دوسری قوموں یعنی کافر قوموں کا تسلط ہو جاتا ہے ۔آج مسلمانوں پر کہیں یہودی مسلط ہیں کہیں روسی و امریکی مسلط ہیں کہیں ہندوؤں کا خوف ہے تو یہ سب اس لئے ہے کہ ہم معاہدوں وعدوں کا خیال نہیں کرتے نظام اسلامی کے بجائے جب کفر و سوشلزم ،کمیونزم، کیپٹل ازم مغربی برانڈ جمہوریت کو مسلمانوں نے پسند کیا اور قانون اسلام جو کہ ضابطہ حیات کو ترک کی اس لئے آج ہمارے اندر خانہ جنگی عصبیت، صوبائیت، لسانیت کی شکل میں پورے عروج پر ہے۔ اس لیے اگر مسلمان اتفاق و اتحاد چاہتے ہیں تو قوانین اسلامی پر عمل کرنا ہوگا ورنہ لاکھ تدبیریں کرلیں سب بے کار ہوں گی۔

حرام کمائی پر زکوۃ ادا کرنا کوئی فائدہ نہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص طیب (حلال مال) کی زکوۃ ادا نہ کرے تو اس کو خبیث بنا دیتا ہے اور جو شخص حرام مال کی کر زکوۃ ادا کرے تو اس کو پاک نہیں بناتا۔

فوائد کتنی سخت وعید و ڈراوا ہے کہ جس مال کو بڑی محنت و جانفشانی سے جائز و ناجائز کا خیال رکھتے ہوئے کمایا تھا وہ ذرا سا بخل سے کہ اس کی زکوۃ ادا نہ کی سارا مال اللہ تعالیٰ کے نزدیک خبیث بن گیا۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص حرام طریقہ سے مال کمائے اور پھر اس کو صدقہ کرے اس کے لیے اس میں کوئی اجر نہیں ہے اور اس کا وبال اس پر ہے۔ یعنی حرام کمانے کا وبال سر پر رہا اور اس صدقہ کا کوئی ثواب اس کو نہیں ہے۔ (فضائل صدقات) حضرت اسماءؓ کی روایت ہے کہ میں اور میری خالہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ہمارے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے۔ حضور ﷺ نے دریافت کیا کہ ان کی زکوۃ ادا کرتی ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم اس سے نہیں

ڈرتیں کہ اللہ جل شانہ تمہیں آگ کے کنگن پہنائیں ان کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ عورتوں کو اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے کہ جو زیور آج بدن کی زینت بن رہا ہے وہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی صورت میں کل کو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ بن کر بدن کا عذاب بنے گا۔

اللہ کے راستہ میں اچھی وعمدہ چیز خرچ کرنا چاہیے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ الخ﴾ (پارہ ۳ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۶۷) انفاق فی سبیل کی ترغیب، پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے: ''اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے عمدہ مال کو خرچ کیا کرو (نیک کاموں میں اور خرچ کیا کرو عمدہ مال کو) اس چیز میں سے جس کو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کیا۔ (یعنی پھل وغیرہ) اور ردی مال کا ارادہ نہ کیا کرو کہ اس میں سے خرچ کرنے لگو۔ حالانکہ (اگر تم کو ویسی خراب چیز کوئی تمہارے حق واجب میں یا سوغات میں دینے لگے) تم کبھی بھی اس کو لینے والے نہ ہو مگر یہ کہ چشم پوشی کر کے شرمے شرول لے لو اور یہ سمجھ لو کہ حق تعالیٰ شانہ کسی کے محتاج نہیں ہیں (کہ ایسے ردی مال سے خوش ہو جائیں) وہ تعریف کے لائق ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ بعض لوگ بازار سے سستا مال خریدتے اور وہ صدقہ میں دیتے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ یہ آیت شریفہ فرض زکوٰۃ کے بارے میں نازل ہوئی جب لوگ کھجوریں کاٹتے تو اچھا اچھا مال چھانٹ کر علیحدہ کر لیتے جب زکوٰۃ لینے کے لیے آدمی جاتا تو ردی مال اس کے سامنے کر دیتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مساکین کو اس مال میں سے نہ کھلاؤ جس کو خود تم نہ کھا سکو۔ ایک حدیث میں ہے کہ گوشت میں بو ہو گئی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے ارادہ کیا کہ وہ کسی کو اللہ کے واسطے دے دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا ایسی چیز کا صدقہ کرتی ہو جس کو خود نہیں کھاتیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر جب دیا جا رہا ہے تو اچھا مال جہاں تک ممکن ہو دینا چاہیے۔ اگر عمدہ کی توفیق نہ ہو تو گھٹیا ہی دے دے وہ بھی نہ دینے سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ خود طیب ہیں ہر قسم کے عیب سے پاک ہیں۔ اس لیے طیب مال ہی کو قبول فرماتے ہیں اگر آدمی خیال کرے کہ یہ مال جو صدقہ کیا جا رہا ہے حق تعالیٰ شانہ کو دیا جا رہا ہے تو کس قدر گستاخی اور بے ادبی ہے کہ جس پاک ذات کا مال ہے جس کا عطا کیا ہوا ہے اس کی خدمت میں تو گھٹیا قسم کا مال پیش کرے اور خود اپنے لیے عمدہ اور بہتر رکھے اس کی مثال اس نوکر یا خانساماں کی سی ہے جو آقا کے لیے تو باسی روٹی اور دال بودار رکھے اور اپنے لیے قورمہ، بریانی پکائے خود ہی غور کر لو ایسے نوکر کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیے۔ پھر دنیا کے آقاؤں کو تو

ہر ہر چیز کی خبر بھی نہیں ہوتی اور اس علیم و خبیر کے سامنے ہر بات رہتی ہے بلکہ دل کے خیالات بھی ہر وقت سامنے ہیں۔ ایسی حالت میں اسی کے مال میں سے اسی کے لیے گھٹیا اور خراب چیز بھیجنا کس قدر نمک حرامی ہے اور اگر آدمی یہ خیال کرے کہ یہ جو کچھ خرچ کر رہا ہے وہ اپنے ہی نفع کیلئے ہے اس کا بدلہ نہایت سخت احتیاج کے وقت اپنے ہی کو ملتا ہے تو کس قدر حماقت کی بات ہے کہ آدمی اپنے لیے تو سڑیل گھٹیا چیزیں رکھے اور اچھا مال دوسروں کے واسطے چھوڑ جائے۔

اہل علم پر خرچ کرنا زیادہ بہتر ہے:

متقی پرہیزگار اہل علم پر مال خرچ کیا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ متقی آدمی اس صدقہ سے اپنے تقویٰ اور طاعت میں اعانت حاصل کرے گا اور خرچ کرنے والا گویا اس کے تقویٰ میں معین ہوگا اور اس کی عبادت میں شریک ہوگا۔ اہل علم پر خرچ کرے اس لیے کہ اہل علم پر خرچ کرنے سے اس کے علوم حاصل کرنے میں اور پھیلانے میں شمولیت ہو جائے گی اور علم تمام عبادتوں میں اشرف اور اعلیٰ عبادت ہے اور جتنی بھی علمی مشغلہ میں نیت اچھی ہوگی اتنی ہی یہ عبادت اعلیٰ سے اعلیٰ ہو جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک" مشہور محدث اور بزرگ ہیں وہ اپنی عطاؤں کو علماء کے ساتھ مخصوص رکھتے تھے کسی نے عرض کیا کہ اگر غیر عالموں پر بھی آپ کرم فرمائیں تو کیا اچھا ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نبوت کے درجے کے بعد علم کے برابر کسی کا درجہ بھی نہیں پاتا۔

شقاوت کا بڑا سبب مال:

حضور ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ ہر اُمت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے۔ میری امت کا فتنہ مال ہے۔

تشریح: مال کے فتنہ سے اور اس کے زہر سے اپنے کو محفوظ رکھنا بڑی اہم چیز ہے اور یہ سانپ کسی کے پاس ہو تو اس سے اگر تریاق بنالیا جائے تو اپنے لیے بھی مفید ہے دوسروں کو بھی فائدہ ہے ورنہ اس کا زہر اپنے کو بھی ہلاک کرے گا۔ دوسروں کو بھی نقصان پہنچائے گا۔ اسی لیے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ مال سرسبز و شاداب اور میٹھی چیز ہے۔ اگر اس کو حق کے موافق (یعنی شرعی ضابطہ اور طریقہ کے موافق) خرچ کرے تو کام آنے والی مددگار چیز ہے اور جو بغیر حق حاصل کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ آدمی کو جوع البقر کہ آدمی کھاتا رہا اور پیٹ نہ بھرے۔

اصل چیز نیک عمل و ذکر ہے:

حضرت سلیمان علیہ السلام ایک مرتبہ اپنے لشکر کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے پرندے ان پر

سایہ کیے ہوئے تھے اور جن وانس دائیں بائیں تھے ایک عابد پر گزرے اس نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے بہت بڑی سلطنت آپ ﷤ کو عطا فرما رکھی ہے (کہ جن وانس چرند و پرند سب پر آپ کی حکومت ہے) حضرت سلیمان ﷤ نے فرمایا کہ مسلمان کے اعمال نامہ میں ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا سلیمان کے سارے ملک سے زیادہ افضل ہے اس لیے کہ یہ ساری سلطنت بہت جلد ختم ہو جائے گی اور سبحان اللہ کا ثواب ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کا منتہائے مقصد دنیا ہو جائے اس کو اللہ تعالیٰ شانہ سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور اس کو حق تعالیٰ شانہ چار چیزوں میں مبتلا فرماتے ہیں۔ ایک ایسا غم جو کبھی بھی ختم نہ ہو (کہ ہر وقت آمدنی بڑھانے کی فکر میں لگا رہے) دوسرا ایسا شغل جس سے کسی وقت بھی فراغت نہ ہو۔ تیسرا ایسا فقر جو کبھی بھی مستغنی نہ بنائے (کہ جتنی آمدنی بڑھتی جائے اتنا ہی خرچ زیادہ ہو کہ آمدنی کم معلوم ہو) چوتھا، اور ایسی لمبی لمبی اُمیدیں جو کبھی بھی پوری نہ ہوں۔

نماز کو پابندی سے باجماعت ادا کرنا سعادت مندی ہے اور نماز ترک کرنا شقاوت و بدبختی ہے۔

اللہ رب العزت کے ارشاد گرامی کا مفہوم یہ ہے کہ بے شک فلاح حاصل کی اس نے جس نے نماز خشوع سے ادا کی۔ نماز کو قائم رکھنے والوں کو ہدایت یافتہ بھی فرمایا۔ نماز کو قائم رکھنا یہ ہے کہ اس کو اس کے آداب و شرائط کی رعایت رکھتے ہوئے پابندی سے اور اہتمام سے ادا کرے۔ فلاح کو حاصل کرنے سے مراد یہ ہے کہ دین و دنیا کی کامیابی و بہبود حاصل ہو جائے۔ امام راغب اصفہانی ؒ فرماتے ہیں کہ دنیاوی فلاح ان خوبیوں کا حق حاصل کرنا ہے جن سے دنیاوی زندگی بہترین بن جائے اور وہ بقاء اور غنی اور عزت ہیں اور اخروی فلاح چار چیزیں ہیں:

۱) وہ بقاء دوام جس کو کبھی فنا نہ ہو۔

۲) وہ دولت و غنا جس میں فقر و فاقہ کا خوف نہ ہو۔

۳) وہ عزت جس میں کسی قسم کی ذلت نہ ہو

۴) وہ علم جس میں جہل کا دخل نہ ہو۔

اور جب فلاح عام کہا گیا تو اس میں دین و دنیا دونوں کی فلاح آ گئی۔ تو نماز اور ذکر لغو سے اعراض، زکوٰۃ ادا کرنا، اپنی شرمگاہ کی گناہ سے حفاظت، امانت کا پاس رکھنا، حق کی گواہی دینا اس سے دین و دنیا کی کامیابی حاصل ہوگی۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین!

کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے ☆ مجھے خود کر دیا روح المعانی
قید سے شیطان کے یا رب چھڑا ☆ اور شرور نفس سے مجھ کو بچا
تمہارا ہوں تمہارے غیر سے ہی مجھ کو کیا مطلب
محبت آپ سے سرکار ہے لیکن ابھی کم ہے
مجھے اپنا بنائیں گے مجھے جلوہ دکھائیں گے
میں اس قابل نہیں لیکن یقین مجھ کو یہ تاہم ہے
ہے اس دولت پہ ہفت اقلیم کی بھی سلطنت قرباں
غلامی پر ہے جس کی ناز وہ نبیوں کا خاتم ہے
جب زبان پر محمد ﷺ کا نام آگیا ☆ دوستو! زندگی کا پیام آگیا
آگیا! انبیاء کا امام آگیا ☆ لے کے فیضان دارالسلام آگیا
تیرے در پر جو خیر الانام آگیا ☆ اس کے ہاتھوں میں عرفان کا جام آگیا
غلامی اس کی کریں تاج و سلطنت والے ☆ نبی ﷺ کا جو کوئی سچا غلام ہوجائے
کبھی نہ مجھ کو تمنا ہو باغ رضواں کی ☆ اگر مدینہ میں میرا قیام ہوجائے
خدا کو وہ بندے بہت ہی ہیں پیارے ☆ جو سینے سے قرآن لگائے ہوئے ہیں
نہ کیوں ناز قسمت پہ اپنی کریں ہم ☆ محمد ﷺ جو فرمان لائے ہوئے ہیں
(مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

خطبہ پنجم:

فضائل ومناقب

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

انتیس (۲۹) جمادی الاوّل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات کا دن ہے۔ اسلام کی تاریخ ان عظیم انسانوں کی قربانیوں سے بھرپور ہے۔ جنہوں نے اپنے خون سے اس باغ کی آبیاری کی۔ بعض نے شہادت کا عظیم مرتبہ حاصل کیا اور بعض نے شہادت کی تمنا میں بے شمار جہادوں میں شرکت کی تاکہ شہادت کی موت سے سرفراز ہوں۔ ان میں سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جو بڑے بہادر

جرنیل تھے مگر حضور ﷺ کی زبانی ان کو سیف من سیوف اللہ یعنی اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار کا لقب ملا تھا۔ اللہ نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی لاج رکھی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ باوجود تمنا کے کفار کے ہاتھوں شہید نہ ہوئے تاکہ کفار کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ اللہ کی تلوار ہم نے توڑ دی کند کر دی۔ اس خطبہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سیف اللہ کے بہادرانہ سرفروشانہ کارناموں کو بیان کیا جائے گا تاکہ ہمارے اندر بھی جذبہ جہاد قربانی پیدا ہو جو مسلمان کی شان ہے اور جہاد مسلمانوں کا وقار و نشان ہے۔ مجاہد مارا جائے تو شہید ہے، زندہ رہے تو غازی ہے۔ ہر حال میں کامیاب ہے۔ یقیناً حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شہادت کا مرتبہ قیامت کے دن اللہ عطا فرمائیں گے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کیونکہ ان کی نیت و تمنا تھی اور مؤمن کی نیت پر اللہ کے فیصلے ہوتے ہیں۔ مؤمن کامل کی جان و مال سب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے اور اس لیے وہی مسلمان کامیاب ہوں گے جو اللہ کے حکم پر لبیک کہیں گے۔ مال خرچ کرنے کا وقت آئے تو مال خرچ کریں وقت خرچ کرنے کا حکم ہو تو وقت خرچ کریں ملک و وطن چھوڑنے ہجرت کا حکم آئے تو ہجرت کریں اور جان قربان کرنے کا حکم آئے تو جان قربان کریں۔ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے جان و مال ہم نے جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰةِ وَالْإِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۚ وَمَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۚ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [پارہ ۱۱ سورۃ توبہ آیت ۱۱۱]

مجاہدین کو بشارت ہے۔

ترجمہ ”بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔ اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں (بھی) اور انجیل میں (بھی) اور قرآن میں (بھی) اور (یہ مسلم ہے کہ) اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے۔ تو تم لوگ اپنے اس بیع پر جس کا تم نے (اللہ تعالیٰ سے) معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔“

تشریح: محمد بن کعب قرظیؒ کہتے ہیں کہ مکہ میں لیلۃ العقبہ میں ستر انصار نے حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے بڑی عظیم بات کی کہ یا رسول اللہ ﷺ جس طرح آپ ﷺ چاہیں اللہ رسول کے لیے ہم سے عہد لیں۔ جناب حضور سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا اس

بات پر بیعت وعہد کرو کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ بناؤ گے اور میرا ساتھ دو گے جان و مال کے ساتھ لوگوں نے عرض کیا۔ حضور ﷺ اس کا بدلہ ہمیں کیا ملے گا۔ فرمایا جنت تو جانثاروں نے کہا یہ بہت فائدہ مند بیع و معاملہ ہے۔ ہم اس پر قائم رہیں گے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور قیامت تک فیصلہ فرما دیا گیا کہ اس طرح کرنے والوں کو جنت ملے گی۔ یہ اللہ کا کتنا بڑا انعام ہے کہ مال و جان دیا ہوا بھی اسی کا ہے پھر اسی کے لیے قربان کرنے سے اتنے بڑے انعامات عطا فرماتے ہیں۔ بے شک وہ رحمان ورحیم و کریم و جواد ہے۔ یہ مال و جان اگر چہ اللہ ہی کا عطا کردہ ہے مگر اس کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے حیات جاودانی اور سعادت ابدی روحانی حاصل ہوگی۔ اس بات کو خرید و فروخت کے انداز میں بیان فرمایا تاکہ ایمان والے جان و مال کو اپنا نہ سمجھیں بلکہ وہ تو اس کو بیچ چکے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سودا بڑا سستا فائدہ مند ہے کہ یہ:

یہ مال جان فانی کہاں اور حیات جاودانی کہاں
فانی مال کہاں اور اس کا جمال باکمال کہاں
قیمت خود ہر دو عالم گفتہ ☆ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

پھر فرمایا اے مسلمانوں! خوب خوش ہو جاؤ، خوشیاں مناؤ، اس لیے کہ زوال پذیر چیز حقیر کو دے کر تم نے لازوال اعلیٰ نعمت کو حاصل کر لیا۔ اس سے بڑھ کر فائدہ کا سودا اور کیا ہو سکتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ نے تجھ سے خرید و فروخت کی اور دونوں سودوں کا فائدہ تیرے ہی لیے ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ نے ان کو قیمت دی اور بہت زیادہ دی۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا۔ سنو فائدہ مند تجارت کا پیام جس میں اللہ نے ہر مؤمن کے ساتھ خرید و فروخت کر کے اس کو فائدہ پہنچایا ہے۔

یہ بھی حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ اللہ نے تجھے دنیا عطا کی تو کچھ دنیا دے کر جنت خرید لے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے خوب اس سودا کو نبھایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ایک جگہ پر پڑاؤ ڈالا اور حضور ﷺ اپنے خیمہ میں آرام فرما رہے تھے (اور میں باہر تھا) لوگ آپ ﷺ کے خیمہ کے سامنے سے گزرتے (آتے جاتے) حضور ﷺ جب بھی کسی کے گزرنے کی آہٹ سنتے تو پوچھتے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کون شخص گزر رہا ہے۔ اور میں عرض کرتا کہ فلاں شخص ہے۔ پھر آپ ﷺ (اس شخص کا نام سن

کر) فرماتے یہ اللہ کا اچھا بندہ ہے یا (کسی شخص کے بارہ میں) آپ ﷺ دریافت فرماتے کہ یہ کون شخص ہے اور میں عرض کرتا کہ فلاں شخص ہے تو آپ ﷺ (اس کا نام سن کر) فرماتے یہ اللہ کا برا بندہ ہے (یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا) یہاں تک کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گزرے اور آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہے تو میں نے عرض کیا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اللہ کا اچھا بندہ ہے۔ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ (ترمذیؒ)

تشریح: ظاہر ہے کہ وحی کے ذریعہ بتا رہے تھے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کیا سعادت مند ہیں جن کو زبان نبوت سے اچھا ہونے کی تصدیق و سرٹیفکیٹ ملا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شروع ہی سے بہادر جنگجو تھے۔ جب مسلمان نہ ہوئے تھے تو اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو زبردست بظاہر نقصان دینے والے یہی تھے۔ جنگ اُحد میں یہ کافروں و مشرکین کے لشکر کے میمنہ حصہ کے افسر تھے۔ انہوں نے اپنے سو سواروں کے ساتھ ایک میل کا چکر کاٹ کر پہاڑ کے پیچھے ہو کر اسی گھاٹی سے نکل کر یک لخت مسلمانوں پر حملہ کر دیا تھا اور جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا تھا۔ پہلے مسلمانوں کی فتح اب بظاہر شکست میں بدل چکی تھی۔ مگر بعد میں یہ عظیم جرنیل خود مسلمان ہو گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حدیبیہ کے سفر کے دوران مقام عسفان میں رات کے وقت عشاء کی نماز میں حضور اکرم ﷺ کی تلاوت قرآن سن کر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا دل نرم ہو گیا۔ اسی وقت سے دل میں اسلام کی محبت راسخ ہو گئی۔ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے اپنا ارادہ اسلام قبول کرنے کا ظاہر کیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فوراً اسلام لانے پر آمادگی ظاہر کی اس کے بعد دونوں دوست اپنے تیسرے دوست عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ کے پاس گئے اور اپنے ارادے سے ان کو آگاہ کیا وہ بھی فوراً تیار ہو گئے۔ قریش کے یہ تینوں سردار مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ حضور رحمت عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں مسلمان ہونے کے لیے روانہ ہوئے اور مسلمان ہو گئے اور اپنی سابقہ زندگی پر کافی پریشان تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسلام کی وجہ سے سابقہ غلطیاں و کوتاہیاں معاف ہو جاتی ہیں تو ان تینوں کو اس سے بڑی خوشی ہوئی۔

آستانِ حق پہ جب اپنی جبیں گھستا تھا ☆ چومتا تھا نیر اقبال پیشانی تیری
(اقبالؒ)

پھر پیش نظر گنبد خضرا ہے حرم ہے ☆ پھر نام خدا روضہ محبت میں قدم ہے
پھر شکر خدا سامنے محراب نبی ﷺ ہے ☆ پھر سر ہے مرا اور تیرا نقش قدم ہے
پھر بارگاہ سید کونین میں پہنچا ☆ یہ ان کا کرم ان کا کرم ان کا کرم ہے
یہ ذرۂ ناچیز ہے خورشید بداماں ☆ دیکھ ان کے غلاموں کا بھی کیا جاہ چشم ہے
رگ رگ میں محبت ہو رسول ﷺ عربی کی ☆ جنت کے خزائن کی یہی بیع سلم ہے
(حضرت مفتی شفیع صاحبؒ)

مرتدین کے خلاف جہاد:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں طلیحہ اسدی مدعی نبوت کے خلاف جو اسلامی لشکر روانہ کیے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کے سپہ سالار تھے۔ طلیحہ کے لشکر کو شکست ہوئی۔ اس طرح جھوٹی نبیہ سجاح کے لشکر کو بھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شکست دی۔ اس کے بعد مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کے خلاف بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو کمانڈر بنا کر بھیجا۔ مسیلمہ کے فوجیوں کی تعداد چالیس ہزار تھی جبکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر اسلامی کی کل تعداد تیرہ ہزار تھی۔ گھمسان کا مقابلہ مسیلمہ کر رہا تھا۔ مسلمانوں نے نہایت صبر و استقلال کے ساتھ اس حملہ کو روکا اور دشمن پر ببر کے شیروں کی طرح ٹوٹ پڑے تو جھوٹے مسیلمہ کی فوجوں کے قدم اُکھڑ گئے اور وہ بدحواس ہو کر فرار ہونے لگے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جو مسلمان ہو گئے تھے اور وہ بھی اس لشکر اسلام میں شامل تھے انہوں نے اپنا حربہ (مخصوص نیزہ) مسیلمہ کو مارا جو مسیلمہ کی دوہری زرہ کو کاٹ کر اس کے پیٹ کے پار نکل گیا۔ اس لڑائی میں دشمنوں کے ستر ہزار آدمی مارے گئے (کیونکہ بعد میں اور بھی لشکر کفار میں شامل ہو گئے تھے۔ اور ایک ہزار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا مسلمانوں میں زخمیوں کی تعداد بہت تھی۔ شہید ہونے والوں میں حافظ قرآن بہت تھے۔ تین سو ساٹھ انصار اور تین سو ساٹھ تابعین اس لڑائی میں شہید ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بنو حنیفہ قبیلہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ چوتھائی اموال واملاک پر صلح کر لی اور ان کو چھوڑ دیا۔ معاہدے کے تھوڑی دیر بعد ایک صحابی مسیلمہ بن وقش رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک خط لے کر آ گئے اس میں درج تھا کہ اگر تم بنو حنیفہ پر غلبہ پاؤ تو ان کے بالغ مردوں کو قتل کر دو اور ان کی عورتوں و بچوں کو قید کر دو لیکن اس حکم کے پیچھے سے پہلے صلح نامہ لکھا جا چکا تھا اس لیے اس حکم کی تعمیل نہ ہو سکی۔

مسلمانوں کے پاس عہد وایفائے وعدہ کی یہ ایک بڑی مثال ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

نے بنو حنیفہ کے ایک وفد کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا اور ساتھ ہی ایک خط بھی روانہ کیا جس میں فتح اسلام و مسلمین کا حال اور بنو حنیفہ کے دوبارہ اسلام میں داخل ہونے کی خبر درج تھی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس وفد کا کافی اکرام کیا اور محبت کے ساتھ ان کو رخصت کیا۔

جنگ ذات السلاسل:

جنگ ذات السلاسل میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مقابلہ ایک ایرانی گورنر ہرمز نامی سے تھا۔ ہرمز کی بہادری کی دھاک تمام عرب و عراق اور ہندوستان تک پہنچی ہوئی تھی کیونکہ یہ جنگی بیڑہ لے کر ہندوستان کے ساحل تک حملے کرتا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پہلے اتمام حجت کے لئے ہرمز کو اسلام کی دعوت دی۔ ہرمز نے اس کی اطلاع دربار ایران کو دی اور خود مقابلہ کے لئے مسلمان کے خلاف آگے بڑھا۔ مسلمانوں کی کمانڈ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ کی کمان حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو سونپی۔ دوسرے حصے کی کمان قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے کی تیسرے حصے کی کمان اپنے تحت رکھی۔ تینوں کمانڈروں نے داہنے بائیں ایک دن کی مسافت طے کر کے حفیر مقام کی طرف بڑھے اور لشکر ایران کے قریب پہنچ کر تینوں کمانڈر مل گئے اور ایرانی لشکر کے مقابل اسلامی فوج خیمہ زن ہوئی۔ اوّل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی طرف سے میدان میں آئے اور ہرمز کو مقابلہ کے لئے بلایا ہرمز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر میدان میں نکلا دونوں مقابل گھوڑوں سے اتر کر پیادہ ہو گئے۔ پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وار کیا۔ ہرمز نے پینترہ بدل کر وار خالی کر دیا اور نہایت پھرتی سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر وار کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فوراً جھٹک کے ساتھ آگے سمٹ کر اس کی کلائی تھام کر تلوار چھین لی۔ ہرمز فوراً حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لپٹ گیا اور کشتی کی نوبت پہنچی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو کمر سے پکڑ کر زمین پر اس زور سے پٹخا کہ وہ دوبارہ حرکت نہ کر سکا۔ اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھے اور اس کا سر کاٹ کر پھینک دیا۔ ایرانیوں نے اپنے سردار کو اس طرح مرتے ہوئے دیکھ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ ادھر سے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور گھمسان کا معرکہ ہوا تھوڑی دیر میں ایرانی میدان چھوڑ کر فرار ہونے لگے بہت سے مارے گئے۔ ہرمز کے لباس و اسلحہ پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قبضہ کر لیا۔ خالی اس کے تاج کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی۔ اس معرکہ میں ایرانیوں کے ایک فوجی حصہ نے اپنے پاؤں میں زنجیریں باندھ لی تھیں کہ میدان سے بھاگ نہ جائیں اور ڈٹ کر عربوں کا مقابلہ کریں مگر آخر لاچار ہو کر

ان کو زنجیریں توڑ کر پھر بھی بھاگنا پڑا۔ اس لڑائی کا نام اسی وجہ سے ذات السلاسل مشہور ہوا۔ اس لڑائی میں تین ہزار لاشیں چھوڑ کر ایرانی بھاگ گئے۔ بہت سے بھاگتے ہوئے نہر میں ڈوب کر مر گئے۔

اس لڑائی کے بعد اس صوبہ کے لوگ بغیر کوئی اذیت وتکلیف دیئے جزیہ پر آمادہ ہو گئے وہاں اسلامی اہل کار مقرر فرما دیئے۔ ایران کی عوام نے اسلامی رعایا بن کر یہ محسوس کیا کہ وہ دوزخ سے نکل کر جنت میں آ گئے ہیں۔ اس لئے کہ غیر مسلم حکمران وعامل ان پر ظلم کرتے تھے۔

جنگ لیس:

مقام لیس ایرانی میں ایک بار پھر مڈبھیڑ ہوئی اور اس میں عرب عیسائی بھی آ کر ایرانیوں کی حمایت میں لڑائی کے اندر شریک ہوئے۔ کفار کا بہت بڑا لشکر جرار تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ مقام لیس میں پہلے ہی پیش قدمی کر کے میدان میں تنہا آگے بڑھے اور مقابل مبارز طلب کیا کفار کی طرف سے مالک بن قیس مقابلہ کے لئے آیا پلک جھپکتے ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہوئی اور ستر ہزار فوجی دشمن کفار کے مارے گئے۔

فتح حیرہ:

جنگ لیس سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حیرہ مشہور ایرانی شہر کا محاصرہ کیا لیکن وہاں عبدالمسیح نے دو لاکھ روپیہ خراج ادا کرنا قبول کر کے صلح کر لی اس طرح دریائے دجلہ تک کا تمام ایرانی علاقہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا پیغام:

حیرہ سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مزید ایرانی سرداروں کو پیغام بھیجا (بحوالہ تاریخ اسلام شاہ نجیب آبادی) اما بعد تمام تعریف اس خدا کی ہے۔ جس نے تمہارے نظام میں خلل ڈال دیا اور تمہارے مکر (سازش) کو سست کر دیا۔ اگر ہم اس ملک پر حملہ آور نہ ہوتے تو تمہارے لیے برائی ہوتی اب بہتر یہ ہے کہ تم ہماری فرمانبرداری کرو (یعنی اسلام قبول کر دیا جزیہ پر صلح کر لو) ہم تمہارے علاقے چھوڑ دیں گے اور دوسری طرف چلے جائیں گے اگر تم ہمارے مطیع نہ ہوئے تو پھر تم کو ایسے لوگوں سے واسطہ پڑے گا جو موت کو ایسا دوست رکھتے ہیں جیسے تم زندگی کو محبوب رکھتے ہو۔

وہ منشور عام جو عراق کے سرداروں کی طرف روانہ کیا اس کا یہ مضمون تھا:

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے تمہاری شیخی کرکری کر دی (یعنی غرور خاک میں ملا

دیا) اور تمہارے اتفاق کو توڑ دیا اور تمہاری شان و شوکت مٹا دی۔ پس تم اسلام قبول کر لو کہ سلامت رہو گے یا ہماری حفاظت میں آ کر ذمی بن جاؤ اور جزیہ ادا کرو۔ ورنہ میں ایسی قوم تم پر لایا ہوں جو موت کو ایسا عزیز رکھتی ہیں جیسا تم شراب خوری کو محبوب رکھتے ہو۔

فتح انبار یا جنگ ذات العیون:

انبار میں بھی زبردست ایرانی فوج کے ساتھ جنگ ہوئی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فوج اسلامی کا مقابلہ کرنے کے لیے شیرزاد ایرانی سردار نے انبار کی فصیل کے باہر مٹی کا دمدمہ بھی تیار کرایا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب انبار کا محاصرہ کیا تو محصورین نے دمدمہ سے یک دم تیروں کا مینہ برسانا شروع کر دیا اور اسلامی لشکر میں ایک ہزار مجاہدین کی آنکھیں تیروں سے زخمی و بےکار کر دیں۔ لیکن لشکر اسلام اور اس کا شیر دل کمانڈر سپہ سالا ہمت نہ ہارا اور تیروں کی بارش بھی اس کی پیش قدمی کو نہ روک سکی۔ بالآخر شہر کی فصیل تک پہنچ گئے اور خون کے دریا بہا دیئے۔ ایرانیوں نے بڑا مقابلہ کیا بالآخر شکست تسلیم کر لی۔

بالائی عراق:

عین التمر کا حاکم مہران بن بہرام اس پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ قلعہ چھوڑ کر بلا مقابلہ فرار ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمان میں مسلمانوں کی فتوحات کا ذکر ہرقل روم کو بھی تھا جنگ فراض بالائی عراق کا علاقہ یہ مقام دریائے فرات کے کنارے تھا۔ یہاں دریا کے دوسرے کنارے رومی افواج جمع تھیں۔ رومی افواج کے کمانڈر نے پیغام بھیجا کہ یا تو تم دریائے فرات کے اس طرف آ جاؤ یا ہم کو اس طرف عبور کرنے دو تاکہ ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کن معرکہ ہو۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تم ہی اس طرف آ جاؤ چنانچہ رومی لشکر دریا عبور کر کے اسلامی لشکر کے مقابل ہوا۔ اسلامی افواج مسلسل لڑائیوں کی وجہ سے تھکاوٹ سے چور چور تھا۔ رومی افوج بالکل تازہ دم تھیں۔ تعداد کے اعتبار سے بھی وہ آٹھ دس گنا زیادہ تھے۔ لڑائی شروع ہوئی تمام میدان کارزار گرم رہا بالآخر رومی لشکر کو شکست ہوئی اور میدان میں ایک لاکھ لاشیں چھوڑ کر مسلمانوں کے سامنے سے بھاگے اندازہ کریں کہ ایک لاکھ لاشیں چھوڑ کر بھاگے تو کل کتنے زیادہ ہوں گے مگر مسلمان اللہ کی نصرت و تائید پر بھروسہ کر کے میدان میں آتے تھے۔ جب کہ کفر کی افواج اتنی تعداد اسلحہ پر بھروسہ کر کے آئی تھیں۔ اس قلیل مدت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیسوں لڑائیاں لڑیں اور اپنے سے کئی

گنا زیادہ تعداد سے مقابلے ہوئے مگر ان کو فتح نصیب ہوئی۔ کسی موقع پر بھی ان کو شکست نہ ہوئی۔ ایران کی مغرور دشمن قوم پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے قوت بازو حوصلہ ہمت وعزیمت کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس تھوڑے عرصے میں جو انہوں نے فتوحات پائیں اس کی مثال تاریخ میں آسانی سے نہیں ملتی۔ اس میں جہاں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بہادری ہمت وشجاعت لڑائی سے واقفیت اور مسلمانوں کی ہمت بہادری و جان نثاری جہاں معلوم ہوتی ہے۔ وہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انتخاب تربیت اور ہدایات کو بھی سلام کرنا پڑے گا کیونکہ تمام خالدی کارناموں فتوحات کے اندر جو روح ہے وہ صدیقی ہے۔

جنگ یرموک:

ایران پر فتح پانے کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام کا رخ شام وروم کی طرف کیا۔ لشکر اسلام کے چار حصے بنائے اور چار کمانڈر بنائے۔

۱) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل

۲) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

۳) یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

۴) حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

ان چاروں پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار کمانڈر انچیف بنایا کیونکہ ان کی نظر میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی تجربہ کار سپہ سالار نہ تھا۔ ایک تو اس وجہ سے خالد رضی اللہ عنہ نے ایرانی افواج کو مسلسل شکستیں دے کر بہت بڑا علاقہ ایرانی چھین لیا تھا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا کارنامہ موتہ کی لڑائی میں بہترین قیادت اور بہادری تھی اور اسی وقت سے خود حضور ﷺ نے ان کو سیف اللہ کا لقب عطا فرمایا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں یہاں رومی افواج کی کئی لاکھ تعداد سے مسلمانوں کا مقابلہ تھا۔ مسلمانوں کی تعداد چالیس سے چھیالیس ہزار تھی۔ بالآخر لڑائی شروع ہوئی۔ مسلمانوں کے دل میں تعداد کی کمی کا کوئی فکر نہ تھا۔ ان کے قائد سپہ سالار بھی بہادر تھے اور امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تو کہنا ہی کیا جوان کو لڑا رہے تھے۔ اس لڑائی میں مسلمان خواتین نے بھی حصہ لیا۔ ابی سفیان بھی رجز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا: کون ہے جو میرے ہاتھ پر موت کے لیے بیعت کرے؟ اس وقت حضرت ضرار بن ازور اور دوسرے چار سو آدمیوں نے بیعت کی کہ یا تو ہم شہید ہو جائیں گے یا فتح مند ہو کر میدان سے واپس آئیں گے۔ اس کے بعد یہ

دستہ رومی فوج پر بھوکے شیروں کی طرح حملہ آور ہوا۔ حضرت مقداد ؓ بلند آواز سے سورۃ انفال کی تلاوت فرما کر غازیان اسلام کے دلوں میں شوق شہادت پیدا کر رہے تھے۔ حضرت خالد بن ولید، ابوعبیدہ بن جراح، شرحبیل بن حسنہ، یزید بن ابی سفیان، عکرمہ بن ابی جہل قعقاع بن عمرو ؓ نے وہ کارہائے نمایاں کیے کہ چشم فلک نے آج تک نہ دیکھے تھے۔ صبح سے شام تک شمشیر و خنجر اور تیر و سنان کا استعمال بڑی تیزی اور گرمی سے جاری رہا۔ ظہر و عصر کی نمازیں غازیان اسلام نے اشاروں سے میدان جنگ میں لڑتے ہوئے پڑھیں۔ دن ختم ہو گیا مگر لڑائی ختم نہ ہوئی بالآخر رومی دن بھر کی صعوبت کشی سے افسردہ و مضمحل ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ پر نہ جم سکے پیچھے ہٹتے اور ہٹتے ہٹتے دامن کوہ میں پہنچ گئے لیکن مسلمان ان کے ساتھ بڑھتے بڑھتے اور دھکیلتے ہوئے جب پیچھے ہٹے اور بھاگنے کی جگہ نہ ملی تو ادھر اُدھر کو پھوٹ پھوٹ کر ان کا سیلاب نکلا۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا بہت سے پانی میں ڈوب کر غرق ہوئے اور بہت سے خندق میں گر کر ہلاک ہوئے۔ ایک لاکھ تیس ہزار رومی مارے گئے۔ باقی اپنی جان بچا کر بھاگ نکلے۔ ان بھاگنے والوں میں سوار زیادہ تھے۔ پیدل تقریباً سب مارے گئے۔ لڑائی تمام دن جاری رہی اور رات بھر بھی جاری رہی۔ اگلے دن صبح مسلمانوں کی فتح کی شکل میں ختم ہوئی اور رومی سپاہیوں سے میدان بالکل خالی نظر آیا۔ رومیوں کا کمانڈر انچیف تذارق ہرقل بادشاہ کا بھائی بھی مارا گیا اور بھی کئی سردار مارے گئے۔ مسلمانوں کے تین ہزار بہادروں نے جام شہادت نوش کیا۔ جب یرموک میں شکست کھا کر عیسائی فوج حمص میں ہرقل شاہ روم کے پاس پہنچے تو وہ اپنی کئی لاکھ آہن پوش فوج کی مٹھی بھر مسلمان فوج سے شکست سن کر بدحواس ہو گیا اور فوراً حمص سے کسی دوسری طرف چل دیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے سو سے زائد جنگیں لڑیں اور کسی میں بھی شکست نہیں اُٹھائی۔ حضرت خالد بن ولید ؓ صاحب الرائے اصحاب میں سے تھے۔ مال دار اتنے تھے کہ ایک سال تمام قریش مل کر خانہ کعبہ کا غلاف بنواتے تھے اور ایک سال حضرت خالد بن ولید ؓ اکیلے غلاف کعبہ بنواتے۔

شروع سے بہادر جنگجو شہسوار تھے اور فن کشتی میں بھی ماہر تھے۔ حضرت عمر بن خطاب ؓ کے تقریباً ہم عمر تھے۔ خالد کہتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر میں نے کوشش کی کہ حضور ﷺ جب نماز پڑھ رہے تھے تو ان کو نقصان پہنچاؤں لیکن میرا بس نہ چل سکا تو میں نے اندازہ کیا کہ حضور ﷺ کا محافظ خود اللہ ہے اور میں حضور ﷺ کا کچھ نہ بگاڑ سکوں گا۔ اس طرح دل میں اسلام کی صداقت ظاہر ہوئی۔ صلح حدیبیہ کے بعد خالد کا دل بہت زیادہ اسلام کی طرف راغب ہوا اور خالد ؓ کے بھائی ابن الولید بھی مسلمان

ہو چکے تھے۔ حضور ﷺ کو بذریعہ الہام و فراست خالد رضی اللہ عنہ کی اسلام کی طرف رغبت معلوم ہوئی۔ حضور ﷺ نے ان کے بھائی کو فرمایا کہ اسلام خالد رضی اللہ عنہ کے دل میں اثر کر چکا ہے مگر ابھی تک انہوں نے ظاہر نہیں کیا۔ یہ پیغام ان کے بھائی نے خالد رضی اللہ عنہ تک پہنچایا۔ آخر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور عمر بن العاص رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ تینوں نے جب مدینہ کا رخ کیا تاکہ اسلام لائیں ادھر حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ مکہ کے جگر گوشے آرہے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم بے تاب تھے کہ دیکھیں کون آرہے ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے دوست مدینہ منورہ پہنچے تو حضور ﷺ کے دست مبارک پر اسلام لائے اور کلمہ پڑھ لیا۔ حضور ﷺ نے ان کو سابقہ کوتاہیوں کی معافی کی بشارتیں سنائیں اور ان کو خوشی ہوئی۔

اب یہ کفر کی طرف لڑنے والے جانباز اسلام کے خادم بن گئے اور مسلمان کی طرف سے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شہادت کی موت کی تمنا تھی مگر بستر پر موت آئی فرماتے تھے کہ میں نے ایک سو سے زائد جنگوں میں حصہ لیا۔ ہر جنگ میں خواہش تھی کہ شہید ہو جاؤں اور بڑی گھمسان کی لڑائیوں میں میں نے اپنے آپ کو سخت سے سخت جگہ میں ڈالا مگر شہادت شاید میرا مقدر نہ تھی کہ میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں تیر یا تلوار یا نیزے کے زخم کے نشانات موجود نہ ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی موت پر فرمایا کہ خالد جیسے بہادر سے مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا جس وقت جنازہ اُٹھا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت بھی رونے لگی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کتنے مخلص تھے اس کا اندازہ اس سے کریں کہ وہ عموماً فوج میں امیر الجیش رہے مگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب ان کو سپہ سالاری سے معزول کیا گیا تو پھر بھی سپاہی کی حیثیت سے اسی طرح جانفشانی سے لڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بڑے دور رس نگاہ والے تھے ان کا مقصد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عہدہ سپہ سالاری و جرنیلی سے ہٹانے سے یہ تھا کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ اسلام کی فتوحات کسی شخصیت کی بنا پر ہو رہی ہیں بلکہ صرف اور صرف اللہ کی نصرت و تائید اور مدد سے ہو رہی ہیں ورنہ اس زمانہ میں بھی اور آج بھی لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ملتا کہ اسلام کا غلبہ اس لیے ہوا کہ ان کے پاس کمانڈر اور سپہ سالار اچھے تھے۔ نیز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک سپاہی کی حیثیت سے بھی لڑ کر یہ ثابت کر دیا کہ مؤمن کا لڑنا اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے ہے نہ کہ ناموری و شہرت حاصل کرنے کے لیے نیز یہ بھی بتا دیا کہ مسلمان اپنے امیر المؤمنین کی فرمانبرداری کس طرح کرتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک دم معزول نہیں کیا تھا بلکہ اُنکی دلجوئی کے ساتھ خوشی

خوشی عہدہ سپہ سالاری سے علیحدہ کیا اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اس پر بخوشی راضی ہو گئے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ سے سوال کیا گیا کہ کسی شخص کے متعلق کیسے معلوم ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور خاص لوگوں میں سے ہے فرمایا چار باتوں سے:

۱) راحت و آرام کی پرواہ نہ کرے۔
۲) تھوڑا بہت جو کچھ پاس ہو دے دیتا ہو (یعنی کامل متوکل ہو)
۳) مرتبہ کی پستی کو پسند کرتا ہو (یعنی تکبر نہ کرتا ہو)
۴) تعریف اور مذمت اس کے لیے یکساں ہو۔

کاش آج بھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اتباع کرنے والے بہادر جرنیل مسلمانوں میں پیدا ہوں اور مسلمانوں کی کھوئی ہوئی عظمت واپس لائیں ایسے جرنیل جو مخلص ہوں مسلمانوں کے خیر خواہ ہوں پھر بیت المقدس آزاد ہو پھر یہود و نصاریٰ روس ہنود کی غلامی سے نجات ہو کہ اے اللہ العالمین حب صحابہ رضی اللہ عنہم و اتباع صحابہ رضی اللہ عنہم نصیب فرما۔ آمین!

☆☆☆☆☆

۱: خطبہ اول

اِخلاص وعبادت

اِس خطبے کا موضوع یا عنوان اخلاص وعبادت ہے اس لیے کہ اس ماہ جمادی الاخریٰ کی چار تاریخ کو ایک قول کے مطابق امام شافعیؒ کی وفات ہوئی۔ اس کے علاوہ ۹ جمادی الاخریٰ میں حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ ۱۱ جمادی الثانی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ ۱۴ جمادی الاخریٰ کو حضرت امام غزالیؒ کا انتقال ہوا۔

۲۱ جمادی الاخریٰ میں خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ حضرت عمر فاروق اعظم کی خلافت کی ابتداء ہوئی۔

۲۹ جمادی الثانی حضرت امام قرطبی کی وفات ہوئی۔ آپ ان موضوعات پر اس ماہ میں تقریر وبیان کر سکتے ہیں۔ بہر حال سب سے پہلے اس ماہ جمادی الثانی میں حضرت امام شافعیؒ جن کا پورا اسم گرامی محمد بن ادریس تھا کا انتقال ہوا چونکہ حضرت امام شافعیؒ ایک بہت بڑے محدث وفقیہ تھے اور یہ سب اخلاص وریاضت وعبادت الٰہی کی برکت تھی۔ اس لیے اس بیان کا عنوان اخلاص وعبادت رکھا گیا۔ اخلاص واطاعت خداوندی پر اللہ تبارک وتعالیٰ دونوں جہاں کی کامیابی عطا فرماتے ہیں۔ ایمان کے بعد عبادت میں سب سے پہلے اخلاص کا درجہ ہے جتنا اخلاص ہوگا اور پھر عبادت ہوگی اتنا ہی انسان مراتب روحانی وایمانی میں ترقی کرتا جائے گا۔ عبادت میں اخلاص کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ [پارہ ۳۰ آیت ۵ سورۃ البینہ]

ترجمہ: ”حالانکہ ان لوگوں کو (کتب سابقہ میں) یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت اسی کے لیے خاص رکھیں (ادیان باطلہ شرکیہ سے) یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوۃ وہ

دیا کریں اور یہی طریقہ ہے (ان درست مضامین (مذکورہ) کا بتایا ہوا) یعنی اللہ کی عبادت کریں کہ اس میں شرک کی آمیزش نہ ہو۔ پورے اخلاص سے عبادت ہو ریاکاری و نمود کی گرد بھی نہ ہو۔ حنفاء یعنی یک طرف ہو کر کسی باطل اور غلط طریق کی طرف میلان نہ ہو۔ جس کے اصول جھل اور خیالات فاسدہ پر مبنی ہوں۔ حنیف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب بھی ہے۔ اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام رئیس الموحدین تھے۔ تمام خدا پرست فرقوں کے امام ہیں۔ یہود و نصاریٰ بھی ملت ابراہیمی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ پہلے مذاہب میں بھی نماز وزکوۃ تھی تو فرمایا اب حضور ﷺ کی اتباع کر کے نماز زکوۃ کیوں ادا نہیں کرتے۔ دین قیم یہی ہے اس سے اختلاف کرنا تفرقہ بازی ہے اور یہ دین ایک دن انشاء اللہ پوری دنیا میں ہوگا۔

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ شرک اصغر کا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا ریاکاری ہے (احمد بروایت فقیہ ابواللیثؒ)

عمل وعبادت میں اخلاص:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں کہ ان کو بجز بھوکا پیاسا رہنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو سوائے جاگنے اور تھکنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کسی بزرگ ودانا کا قول ہے کہ ریاکاری وشہرت کی غرض سے عمل کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کنکریوں سے بھرا ہوا تھیلہ لے کر بازار سے گزر رہا ہو لوگ دیکھ کر یہ سمجھ رہے ہوں کہ یہ آدمی تو خوب مال خرید کر جا رہا ہے مگر حقیقت میں اس کے پاس سوائے وزن اٹھانے کی مشقت کے کچھ نہیں ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کی کثرت عبادت:

بزرگان دین کے حالات اس لیے لکھے جاتے ہیں تا کہ ہمارے اندر بھی عمل کا جذبہ وشوق پیدا ہو۔ حضرت امام شافعیؒ نے رات کو تین حصوں میں تقسیم فرما رکھا تھا ایک حصہ میں علمی مشغلہ تدریس وغیرہ رہتا تھا۔ ایک حصہ عبادت نماز وغیرہ کے لیے مخصوص رہتا تھا اور ایک حصہ میں آرام کرتے تھے۔ ہمارے بزرگ مخلص وعبادت گذار تھے۔ اس لیے ان کے اوقات میں بھی برکت تھی کہ اس مختصری زندگی میں وہ اتنا زیادہ دینی کام کر گئے کہ ایک بڑی جماعت بھی وہ نہ کر سکے۔ بروایت حضرت ربیعؒ حضرت امام شافعی رمضان المبارک میں ساٹھ قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے اور وہ بھی نماز میں حضرت حسین ترابیؒ

کہتے ہیں کہ کئی راتیں میں نے امام شافعیؒ کے ساتھ گزاریں وہ رات کے ایک حصہ میں نماز پڑھتے، کبھی پچاس آیتیں ایک رکعت میں پڑھتے اور کبھی سو آیات ایک رکعت میں پڑھتے اور آیات رحمت پر پہنچتے تو اللہ کی رحمت کے حاصل ہونے کی اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعائیں مانگتے اور جب آیات عذاب پڑھتے تو مغفرت ونجات کی دعائیں مانگتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ جو آدمی قرآن پاک پڑھتا ہے گویا کہ نبوت کو اپنے پہلوؤں میں لے رہا ہے مگر اس کی طرف وحی نہیں کی جاتی۔ (یعنی وہ نبی نہیں بن سکتا) اور جس شخص نے قرآن پڑھا پھر کسی اور نعمت کو اس سے بڑھ کر کسی کے پاس سمجھا تو گویا اس نے بے قدری وتحقیر کی اس کی جو اللہ کے نزدیک عظمت والی تھی اور جو چیز اللہ کے ہاں حقیر و بے قدر تھی اس کو بڑا سمجھا۔ قرآن والے کو چاہیے کہ جاہل لوگوں سے ان جیسا سلوک نہ کرے اور اہل غصہ کے ساتھ غصہ نہ کرے بلکہ عفوودرگزروالا معاملہ کرے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ فرماتے ہیں کہ حامل قرآن کو چاہیے کہ لوگ سو جائیں تو یہ اپنی رات کی قدر پہچانے یعنی رات کو جاگ کر عبادت کرے۔ عام دنوں میں جب کہ لوگ روزے نہیں رکھتے یہ روزے رکھے۔ لوگ خوشیاں منا رہے ہوں تو یہ فکروغم کا احساس قائم رکھے (یعنی خدا وآخرت کا خوف غم کرے) لوگ مکروفریب کر رہے ہوں تو یہ فرمانبرداری واطاعت کو اپنائے۔ حامل قرآن کے لائق ہے کہ وہ رونے والا (یعنی خوف خدا سے رونے والا) غم والا (آخرت کے غم والا) تحمل وسکون والا، بردبار اور نرم خو ہو یہ مناسب نہیں کہ وہ سنگ دل غافل تندخو اور چیخ وپکار والا ہو۔ (تنبیہ الغافلین)

نقل ہے کہ حضرت امام شافعیؒ نے دس سال کی عمر سے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ اس واسطے کہ غذا بدن کو بوجھل کرتی ہے اور دل کو سخت کرتی ہے اور دینی بصیرت کو ختم کرتی ہے اور نیند کو بڑھاتی ہے اور عبادت الٰہی میں رکاوٹ بنتی ہے۔ غور فرمائیں کہ شکم سیری میں کتنی خرابیاں ہیں اور کم کھانے (یعنی بقدر ضرورت) میں کتنے فائدے ہیں ہم میں سے اکثر لوگوں نے اپنا مقصد زندگی کھانا پینا بنایا ہے حالانکہ یہ چیزیں ضرورت ہیں مقصد زندگی نہیں ہیں۔ مقصد زندگی اطاعت خداوندی آخرت کی تیاری کرنا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ نے کبھی قسم نہیں کھائی، نہ جھوٹی نہ سچی، یعنی اللہ کا نام اس لیے نہیں ہے کہ قسمیں کھائی جائیں جیسے بعض لوگوں نے اپنا مزاج بنالیا ہے قسمیں کھانے کا کاروبار میں اکثر جھوٹی قسمیں کھائی جاتی ہیں۔

حضرت امام شافعیؒ کی احتیاط:

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت امام شافعیؒ سے کوئی مسئلہ پوچھا حضرت نے کچھ خاموشی اختیار فرمائی اس شخص نے کہا آپ جواب کیوں نہیں دیتے آپ نے فرمایا میں سوچ رہا تھا کہ بہتری جواب دینے میں ہے یا خاموشی اختیار کرنے میں یعنی یہ سوچ رہے تھے کہ بے مقصد بات نہ ہو۔ اس لیے کہ فضول بولنا بھی انسان کے لیے وبال ہے۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ نے دوسرے بزرگ کو لکھا کہ جب تجھے علم ملا تو اس کو گناہوں کی ظلمت سے آلودہ مت کرو ورنہ پل صراط کے اندھیرے میں حیرت زدہ ہوگا اور اہل علم (باعمل) علم کے نور سے گزر جائیں گے۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے دل میں حب دنیا ہو اور وہ حب خالق کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کی سخاوت:

حضرت حمیدؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام شافعیؒ یمن بھی تشریف لے گئے (تجارت وغیرہ کے لیے) وہاں سے دس ہزار درہم لے کر مکہ مکرمہ آئے اور مکہ سے باہر ایک خیمہ لگایا اور سب درہم شام تک تقسیم کر دیئے۔

ایک مرتبہ سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے کہ چابک زمین پر گر گیا ایک شخص نے فوراً اٹھا کر آپ کو دیا تو آپ نے اسی وقت اس کو پچاس دینار دیئے بطور انعام کے۔

آپؒ کی سخاوت بہت مشہور ہے اور یہ آپ کے زہد کی دلیل ہے۔ اس لیے کہ دنیا کا محبّ دولت روکتا ہے اور زاہد عابد دنیا سے خوف کو دور رکھتا ہے اور اپنے دل کو پاک رکھتا ہے کیونکہ دنیا اس کی نظر میں حقیر و بے قدر چیز ہے اور جب دنیا کی حقارت دل میں نہ ہوگی۔ آدمی خدا والا نہیں بن سکتا۔ اس لیے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ (الحدیث) دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔

شدتِ خوف:

حضرت امام پر شدت خوف خدا اس درجہ پر تھی کہ حضرت سفیان بن عیینہؒ نے ایک مرتبہ ان کو خوف دلانے والی حدیث سنائی اس کے سنتے ہی حضرت شافعیؒ غش کھا کر گر پڑے۔ لوگوں نے سفیان

بن عیینہ سے کہا تو نے تو امام صاحب کی جان قبض کر لی فرمایا یہ اگر سچ ہے تو میرا یہ زمانہ افضل ہے۔

تشریح: اس لیے کہ حدیث کا اثر دلوں پر اس طرح ہوتا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خوف خدا دلوں میں موجود ہے اور یہ ایمان کامل کی نشانی ہے۔

عبداللہ بن محمد نے روایت ہے کہ میں بغداد میں نہر کے کنارے پر وضو کر رہا تھا۔ اس وقت حضرت امام شافعیؒ تشریف لائے تو فرمایا اے جوان اچھی طرح وضو کرنا کہ آخرت میں تجھے اس کا اجر ملے اور اللہ کا محبوب بن جائے۔ چنانچہ میں وضو سے فارغ ہو کر آپ کے پیچھے چل دیا فرمایا کچھ کہنا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ نے جو آپ کو علم عطا فرمایا ہے مجھے بھی کچھ سکھائیں۔ حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا "جو کوئی سچ بولے گا نجات پائے گا اور جو کوئی دین کے معاملہ میں ڈرے گا وہ سلامتی میں رہے گا اور جس میں یہ تین خصلتیں ہوں گی اس کا دین کامل ہوگا:

۱) جو دوسرے کو نیکی کی ترغیب دے اور خود بھی اس پر عمل کرے۔

۲) جو شخص برائی سے روکے اور خود بھی رکے۔

۳) وہ شخص جو حدود اللہ کی حفاظت کرے (یعنی شرعی حدود کی پابندی کرے) جو دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا طالب رہا اور اللہ کے نزدیک سچا ہے وہ ہلاکت نہ پائے گا۔"

فرمایا: "جو شخص خود بینی میں مبتلا ہوگا اس کو علم کوئی نفع نہ دے گا اور جو کوئی علم پر عمل کرے گا اس پر اسرار الٰہی کھلیں گے۔"

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا اخلاص اس درجہ کا تھا کہ فرمایا کرتے تھے میں چاہتا ہوں کہ لوگ مجھ سے علم سیکھیں لیکن میرا نام نہ ہو۔ اندازہ کریں کہ شہرت و ریاکاری سے اس درجے نفرت تھی کہ سوائے رضائے خداوندی کسی طرف التفات نہ تھا۔

ایک روایت ہے کہ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ علمی تکرار و بحث میں اس لیے کرتا ہوں کہ اس کی وجہ سے میرے گناہ معاف ہوں اور اس لیے کہ صحیح و حق بات ظاہر ہو جائے خواہ میری زبان سے ہو یا دوسرے کی زبان سے ہو اور جو شخص میری حق بات کو قبول کرتا ہے تو اس کی ہیبت میرے دل پر طاری ہوتی ہے اور جو بلا وجہ مباحثہ کرتا ہے تو وہ میری نظروں میں حقیر ہوتا تھا۔ حضرت امام احمد حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں چالیس برس سے حضرت امام شافعیؒ کے لیے دعا مانگتا ہوں۔ ایک روز ان کے بیٹے نے پوچھا ابا جان! امام شافعی کون ہیں جن کے لیے آپ اتنی دعائیں فرماتے ہیں! تو فرمایا بیٹے امام

شافعیؒ کا دل مخلوق خدا کی شفقت سے بھرپور تھا اور جب تک لوگ حدیث وعلم لکھیں گے ان کو یاد کریں گے۔

امام احمد بن حنبلؒ تین لاکھ احادیث کے حافظ تھے اور حضرت امام شافعیؒ کے شاگرد تھے۔ جن کے شاگرد اتنے بڑے محدث ہوں تو استاد کا کیا مقام ہوگا۔

محمد بن حکیم کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ جب مادر شکم میں ودیعت کیے گئے تو آپ کی والدہ ماجدہ نے خواب میں دیکھا کہ ستارہ مشتری ان کے شکم سے نکلا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا پھر اس کے اجزاء ہر شہر میں جاگرے کسی معبر نے تعبیر دی اور کہا کہ تم سے ایک زبردست عالم کی پیدائش ہوگی۔

خواب میں حضور ﷺ کی زیارت:

امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں حضور کی زیارت کی مجھ سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میاں لڑکے تم کون ہو۔ میں نے عرض کیا آپ ﷺ کے خاندان سے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نزدیک آؤ! میں قریب ہوگیا، آپ نے اپنا لعاب دہن دیا میں نے اپنا منہ کھول دیا۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن میرے ہونٹ زبان اور منہ پر پھیر دیا اور فرمایا جاؤ اللہ تمہاری ذات میں برکت عطا فرمائے انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے بچپن میں آنحضرت ﷺ کو (خواب میں) مکہ مکرمہ میں ایک نہایت وجیہ انسان کی شکل میں لوگوں کو مسجد حرام میں نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوگئے تو لوگوں کی طرف رخ کر کے بیٹھ گئے اور ان کو تعلیم دینے لگے قریب ہو کر میں نے کہا آپ مجھے بھی نماز پڑھائیے آپ ﷺ نے اپنی آستین سے ایک ترازو نکالی اور مجھے مرحمت فرمائی اور فرمایا یہ تمہاری ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں وہاں کوئی معبر (خواب کی تعبیر بتانے والے) تھے میں نے اپنا خواب ان کو سنایا تو انہوں نے کہا تم علم کے امام ہوگے اور تم سنت پر قائم ہوگے کیونکہ مسجد حرام کا امام تمام ائمہ سے افضل ہوتا ہے اور میزان کی تعبیر یہ ہے کہ تم اشیاء کی حقیقت واقعی تک رسائی پاؤ گے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں ختم قرآن کے بعد مسجد میں داخل ہوگیا اور علماء کی مجلس میں بیٹھنے لگا حدیثیں اور مسائل یاد کرتا، ہمارا مکان شعب حنیف مکہ میں تھا، میں اس قدر غریب تھا کہ کاغذ نہ خرید سکتا تو میں ہڈی اٹھالیتا اور اس پر لکھ لیتا۔ شروع میں انہوں نے فقہ کی تعلیم مسلم بن خالد سے حاصل کی۔ اسی دوران میں انہیں معلوم ہوا کہ مالک بن انس اس وقت مسلمانوں کے امام اور آقا ہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں بات بیٹھ گئی کہ مجھے ان کے پاس جانا چاہیے۔ چنانچہ میں نے ایک شخص سے مؤطا مانگ لی اس کو زبانی یاد کرلیا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے جس سے دین کا کام لینا ہوتا ہے اس کی تربیت شروع ہی سے خود فرماتے ہیں۔

موطا امام مالک جیسی ضخیم کتاب کا اتنی جلدی زبانی یاد کر لینا خاص عنایت خداوندی کے بغیر ممکن نہیں معلوم ہوتا ہے اللہ نے بے پناہ حافظہ و ذہانت عطا فرمایا تھا یہ بھی خاص اللہ کا کرم ہوتا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت امام مالکؒ کی خدمت میں علم حدیث حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا تو مجھ سے فرمایا محمد! خدا سے ڈرو، گناہوں سے پرہیز کرو اس لیے کہ عنقریب تمہاری شان کا ظہور ہوگا میں نے عرض کیا بہت بہتر بسر و چشم پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلب پر ایک نعمت نقد ودیعت فرمائی ہے۔ اس کو گناہوں سے لد نہ دینا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تم جب آؤ تو اپنے ساتھ کسی ایسے شخص کو لانا جو موطا کی قرأت کرے میں نے عرض کیا میں اس کو زبانی پڑھوں گا پھر ان کی خدمت میں دوسرے دن حاضر ہوا اور میں نے قرأت شروع کی جب ان کے ملول کے خیال سے ختم کرنے کا ارادہ کرتا تو ان کو میری قرأت پسند آتی اور وہ مجھ سے فرماتے کہ میاں صاحبزادے اور پڑھو یہاں تک کہ چند ہی روز میں میں نے موطا کی قرأت مکمل کر لی اس کے بعد امام مالک کی وفات تک مدینہ منورہ میں مقیم رہا۔

ادب واحترام:

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے صالح بن احمد کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ ایک روز میرے والد کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ والد اس وقت بیمار تھے۔ صالح کہتے ہیں کہ والد صاحب اٹھے آنکھیں چوم کر امام شافعیؒ کو اپنی جگہ بٹھایا اور خود سامنے بیٹھ گئے پھر کچھ دیر تک سوال کرتے رہے۔ جب امام شافعیؒ اٹھ کر سوار ہو گئے تو میرے والد نے ان کی رکاب تھام لی اور ان کے ہمراہ پیدل چلتے رہے۔ یحییٰ بن حسین کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے کہا کہ سبحان اللہ! تم بیماری کی حالت میں ان کے ہمراہ کیوں گئے؟ تو والد صاحب نے کہا کہ ابو زکریا! اگر تم دوسرے جانب سے ان کی رکاب تھام لیتے تو تمہیں بھی کچھ فوائد حاصل ہوتے۔ جس شخص کو فقہ کی خواہش ہو اسے اس خچر کی دم کو ضرور سونگھنا ہوگا۔

فوائد واقعی علم دین بغیر استاد کے احترام و ادب کے حاصل نہیں ہوتا استاد کی خدمت کرنا ادب و احترام کرنا یہ لازمی شرط ہے بغیر ادب علم دین حاصل نہیں ہوتا اور علم دین آتا ہے کسی عالم باعمل کو استاد بنانے اور اس کے آگے اپنے کو مٹانے سے صرف اپنے طور پر کتابیں پڑھ لینے سے علم دین نہیں آتا جیسے آج کل بہت سے لوگ مارکیٹ سے کتابیں خرید کر اپنے طور پڑھ کر اپنے آپ کو محقق و مفکر مجتہد سمجھتے ہیں

اور دینی معاملات میں لاف زنیاں کرتے ہیں یاد رکھیں ایسے لوگ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کی گمراہی کا باعث بنتے ہیں اس لئے کہ بہت سے لوگوں نے دین کے نام پر بددینی پھیلائی ہے۔ غلط لٹریچر لکھا خود بھی باقاعدہ علم دین حاصل نہ کیا بلکہ ہر قسم کے رطب و یابس لٹریچر کا مطالعہ کیا پھر خود مفکر و مجتہد بن گئے کسی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا کسی نے حدیث سے انکار کیا۔ کسی نے صحابہؓ پر طعن و تشنیع کی کسی نے بزرگان دین علمائے ربانیین کے خلاف زہر اگلا جماعتیں بنائیں اور ائمہ ضلال و گمراہی بن گئے۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ.

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنی تمام نمازوں کے بعد امام شافعیؒ کے حق میں دعائے خیر کرتا ہوں کہ اے اللہ! میرے اور میرے والدین اور امام محمد بن ادریس شافعیؒ کی مغفرت فرما۔

امام شافعی کا قول ہے کہ جس نے عزت نفس زیادہ کشائش کے ساتھ علم حاصل کیا وہ کبھی کامیاب نہیں ہوا۔ لیکن جس نے تنگ دستی اور ذلت نفس کے ساتھ اور علماء کی خدمت سے حاصل کیا وہ کامیاب رہا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ گفتگو میں قوت پیدا کرنے کے لئے خاموشی کو مددگار بناؤ اور استنباط کی قوت حاصل کرنے کے لئے فکر کو کام میں لاؤ اور یہ بھی فرمایا کہ جس شخص نے اپنے بھائی کو چپکے سے نصیحت کی اس نے اس کے ساتھ اخلاص کا معاملہ کیا اور اس کو آراستہ کر دیا لیکن جو شخص کھلم کھلا نصیحت کرتا ہے اس نے اس کو بدنام کیا اور اس کے ساتھ خیانت کی۔

قرنیؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ سے زیادہ سخی کسی کو نہیں پایا۔ ایک دفعہ میں شب عید میں ان کے ساتھ چلا میں ان سے کسی مسئلہ میں گفتگو کرتے کرتے ان کے مکان کے دروازے تک چلا آیا۔ اس وقت ایک غلام ان کے پاس ایک تھیلی لایا اور امام صاحب سے عرض کیا کہ آقا نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ تھیلی آپ قبول فرمالیں امام صاحب نے وہ تھیلی اُن سے لے لی۔ اسی وقت ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ اے ابوعبداللہ! میرے یہاں بھی ولادت ہوئی ہے اور پاس کچھ بھی نہیں ہے امام صاحب نے وہ تھیلی ان کو دے دی اور خالی ہاتھ مکان میں داخل ہوئے۔

حضرت ربیع کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ کی وفات سے چند روز پہلے خواب میں دیکھا کہ آدم کی وفات ہوگئی اور لوگ آپ کا جنازہ اٹھانے والے ہیں صبح کو میں نے بعض علماء سے اس کی تعبیر دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ یہ دنیا میں سب سے بڑے عالم کی موت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اللہ

تعالیٰ نے آدم ﷺ کو علم اسماء مرحمت فرمایا تھا کچھ دن گزرے تھے کہ امام شافعیؒ کا انتقال ہو گیا۔ ایک قول کے مطابق مصر میں بروز جمعہ تاریخ ۲۰۴ھ عمر ۵۴ سال ماہ رجب کے آخر میں انتقال فرمایا۔

حضرت قرنیؒ کہتے ہیں کہ میں امام شافعیؒ کے پاس آپ کی اس بیماری کے زمانہ میں حاضر ہوا جس میں آپ کی وفات ہوئی۔ میں نے دریافت کیا۔ آج صبح کیسی رہی؟ تو فرمایا میں دُنیا سے کوچ کرنے والا ہوں۔ دوستوں سے جدا ہونے والا ہوں۔ موت کا جام پینے والا ہوں اور اپنی بداعمالی سے ملنے والا ہوں اور اپنے خدا کے پاس پہنچنے والا ہوں اب مجھے معلوم نہیں کہ میری روح جنت کی جانب منتقل ہوتی ہے کہ میں اس کو مبارک باددوں یا دوزخ کی جانب کہ میں اس کی تعریف کردوں۔ پھر ان پر گریہ طاری ہو گیا اور کچھ اشعار پڑھے جس میں اپنی بیچارگی اور اللہ کا خوف واُمید بیان کیا گیا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں امام شافعیؒ کو دیکھا میں نے عرض کیا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو انہوں نے فرمایا میری مغفرت کردی گئی اور ایک تاج میرے سر پر رکھا گیا اور مجھے بیوی عنایت کی گئی اور مجھ سے فرمایا گیا کہ یہ اس بات کا بدلہ ہے کہ تم ان چیزوں پر نہیں اترائے جن سے ہم نے تمہیں سرفراز کیا اور تم نے ہماری دی ہوئی نعمتوں پر تکبر نہیں کیا۔

(مظاہر حق جلد نمبر ۵)

فوائد اگر ہم مسلمان دین حاصل کرنا چاہتے ہیں جس کی وجہ سے دنیا وآخرت کی کامیابی ہوگی تو ہمیں ان مقدس و پاکیزہ ہستیوں کا راستہ اپنانا ہوگا۔ یہ لوگ ہمارے لیے مشعل راہ ہیں یہود ونصاریٰ و بے دینوں کو اپنا آئیڈیل بنانا چھوڑنا ہوگا۔ اہل اللہ وعلماء ربانیین کو اپنا مقتدا بنانا ہوگا۔ ان کی اقتداء واتباع سے ایمان کامل ہوگا اور ایمان کامل ہوگا تو قیامت میں مزے، راحت ہوگی فرماتے ہیں۔ حضور اکرم رحمت دو عالم ﷺ۔

کامل ایمان والے جنت میں بے حساب جائیں گے:

وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُحْشَرُ النَّاسُ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ فَيَقُوْلُ اَيْنَ الَّذِيْنَ كَانَتْ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ فَيَقُوْمُوْنَ وَهُمْ قَلِيْلٌ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ثُمَّ يُؤْمَرُ لِسَائِرِ النَّاسِ اِلَى الْحِسَابِ. (بیہقی)

اہل جنت کے اوصاف یہ ہیں:

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزیدؓ روایت کرتی ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے دن تمام لوگ ایک میدان میں جمع کئے جائیں گے پھر ایک منادی آواز دے گا کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں۔ (یعنی رات کو عبادت کرتے تھے) بس تھوڑے لوگ اہل اسلام میں سے اُٹھیں گے اور بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اس کے بعد حکم ہوگا کہ باقی لوگوں کا حساب کیا جائے۔

فوائد: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کامل الایمان لوگ بغیر حساب و کتاب بہشت میں داخل ہوں گے ان پر کوئی سختی نہ ہوگی نہ ان سے کوئی مواخذہ ہوگا وہ اپنے رب کی بے پناہ عنایتوں رحمتوں میں ہوں گے وہ لوگ بہت تھوڑے ہوں گے کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں ایمان والے اہل کفر سے کم ہوں گے اور پھر برے لوگوں کے مقابلہ میں نیک لوگ کم ہوں گے قرآن کریم سے بھی ثابت ہے کہ اہل حق اور نیکوکار لوگ ہمیشہ اقلیت میں ہوتے ہیں اور اہل باطل بدکار لوگ اکثریت میں ہوتے ہیں جیسا کہ ایک جگہ فرمایا: اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیْلٌ مَّا ھُمْ.

ایمان والوں کی قلت کو بیان فرمایا:

ترجمہ: ”مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔“

دوسری جگہ فرمایا: وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ یعنی میرے شکرگزار بندے تھوڑے ہیں

ترجمہ: اور میرے بندوں میں (طاعت و عبادت کے ذریعہ میرا) شکر ادا کرنے والے کم ہی ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان اور اہل حق کا اقلیت میں ہونا اور اس اقلیت میں ہونے کی وجہ سے ان کا مختلف قسم کے سماجی، معاشرتی اور سیاسی مصائب و آلام میں مبتلا ہونا اور طرح طرح کے ظلم و جور سہنا ان کے لئے کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے وہ تنگی اور مایوسی کا شکار ہوں بلکہ حقیقت میں ان کے خدا کی طرف سے ان کے لئے اعزاز اور ایک سعادت ہے اور مال اس کا صلہ انہیں ابدی راحتوں اور نعمتوں کی صورت میں ملنے والا ہے۔ خدا کے ان کے بندگان خاص یعنی ایمان وعمل کا کمال رکھنے والوں کو حساب و کتاب کے بغیر جنت میں اس لئے داخل کیا جائے گا کہ انہوں نے دنیا میں ہدایت کے راستہ کو اختیار کیا خدا اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی فرمانبرداری کی دین کی راہ پر استقامت و استقلال کے ساتھ چلے خدا کی رضا وخوشنودی کے لیے طاعت و بندگی کی مشقت برداشت کی، دنیا کی لذتوں اور راحتوں کو ترک کیا اور اس طرح انہوں نے صبر کا مقام اختیار کیا تو پھر

ان کو خدا کے یہاں کی سعادتوں اور بے پایاں راحتوں کا مستحق ہوتا ہی ہے۔اس لئے کہ وہ رب ہے تربیت کرنے والا مہربان ہے۔اس کے ہاں انصاف ہے وہ ضرور نیکوکاروں کو ان کے عمل کا بدلہ دے گا۔دنیا میں کیسی کیسی مہربانیوں سے پالا مولانا آزاد" فرماتے ہیں ،ربوبیت کا ایک ناقص نمونہ ہم اس پرورش میں دیکھ سکتے ہیں جس کا جوش ماں کی فطرت میں ودیعت کر دیا گیا ہے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو محض گوشت و پوست کا ایک متحرک لوتھڑا ہوتا ہے اور زندگی اور نمو کی جتنی تو تیں بھی رکھتا ہے سب کی سب پرورش و تربیت کی محتاج ہوتی ہیں یہ پرورش محبت و شفقت ،حفاظت و نگہداشت اور بخشش و اعانت کا ایک طویل سلسلہ ہے اور اسے اس وقت تک جاری رہنا چاہیے جب تک بچہ اپنے جسم و ذہن کے حد بلوغ تک نہ پہنچ جائے۔پھر پرورش کی ضرورتیں ایک دو نہیں بے شمار ہیں ان کی نوعیت ہمیشہ بدلتی رہتی ہے اور ضروری ہے کہ ہر عمر اور ہر حالت کے مطابق محبت کا جوش ،نگرانی کی نگاہ اور زندگی کا سروسامان ملتا رہے حکمت الٰہی نے ماں کی محبت میں ربوبیت کے یہ تمام خدوخال پیدا کر دیے ہیں۔یہ ماں کی ربوبیت ہے جو پیدائش کے دن سے لے کر بلوغ تک بچہ کو پالتی ،سنبھالتی اور بروقت اور ہر حال کے مطابق اس کی ضروریات پرورش کا سروسامان مہیا کرتی رہتی ہے۔جب بچہ کا معدہ دودھ کے سوا کسی غذا کا متحمل نہ تھا تو اسے دودھ ہی پلایا جاتا تھا جب دودھ سے زیادہ قوی غذا کی ضرورت ہوتی تو ویسی ہی غذا دی جانے لگی۔جب اس کے پاؤں میں کھڑے ہونے کی سکت نہ تھی تو ماں اسے گود میں اُٹھائے پھرتی تھی جب کھڑے ہونے کے قابل ہوا تو انگلی پکڑی اور ایک ایک قدم چلنے لگا پس یہ بات کہ ہر حالت اور ضروریات کے مطابق ضروریات مہیا ہوتی رہیں اور نگرانی و حفاظت کا ایک مسلسل اہتمام جاری رہا ،وہ صورت حال ہے جس سے ربوبیت کے مفہوم کا تصور کیا جا سکتا ہے۔(ترجمان القرآن)

رحمتِ خداوندی:

حضرت سعید بن المسیبؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے بنا کر ننانوے حصے اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ زمین پر نازل فرمایا مخلوق کی باہم ایک دوسرے پر شفقتیں اور مہربانیاں اسی ایک حصے کی بدولت ہیں ،حتیٰ کہ گھوڑی جو اپنے بچے پر سے پاؤں ہٹا لیتی ہے کہ مبادا اُسے تکلیف پہنچے۔یہ بھی اسی وجہ سے ہے۔مؤلف تنبیہ الغافلین فرماتے ہیں کہ حسن بصریؒ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں جن میں سے ایک رحمت اہل دنیا پر نازل فرمائی جو ان سب کو گھیرے ہوئے ہے جب تک کہ دنیا

والے رہیں گے اور قیامت کے دن اس رحمت کو بھی دوسرے ننانوے رحمتوں کے ساتھ ملالیں گے اور پوری ان سو رحمتوں کو اپنے اولیاء اور اطاعت گزار بندوں کے لئے خاص فرمائیں گے۔ (تنبیہ الغافلین)

عارفین کے دل اللہ کی باتیں سن کر ایسے آباد ہوتے ہیں خوش تروتازہ ہوتے ہیں جس طرح بارش سے باغات، پھول اور ان کی ٹھنڈک سے تازگی ہوتی ہے۔ گویا وہ بیمار تھے۔ معالج آگیا۔ داغ درد فرقت میں تھے محبوب آگیا۔ دل کی کلی کھل گئی پیاسے کو پانی مل گیا مردے میں جان لوٹ آئی اور جن کا تعلق خدا سے صحیح نہیں ہے وہ اللہ کی سنتے ہیں تو ان کے دلوں میں اور حسرت زیادہ ہوتی ہے۔

چھین لے مجھ سے اے جلوہ خوش روئی دوست
میں کوئی محفل نہ دیکھوں اب تیری محفل کے بعد

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ ☆ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ
(رومیؒ)

علم بنو و غیر علم عاشق ☆ ما بقی تلبیس ابلیس شقی
علم دین فقہ است و تفسیر و حدیث ☆ ہر کہ خواند غیر ازیں گردد خبیث
بارے دنیا رہو غم زدہ یا شاد رہو ☆ ایسا کچھ کرکے چلو تم کہ بہت یاد رہو
(میر تقی میر)

ہاں بھلا کر تیرا بھلا ہو گا ☆ اور فقیر کی صدا کیا ہے
(غالب)

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن اس تو بس ☆ درد آں مباش کہ نشیند یا شنید
(حافظؒ)

(بارالٰہا! توفیق عمل نصیب فرما۔ آمین)

اخلاص کیسے پیدا ہو:

انسان کے دو دشمن ہیں جو کہ خطرناک اور اصلی دشمن ہیں اوّل نفس دوسرا شیطان دونوں کے مکروفریب بے انتہا ہیں۔ ان دونوں دشمنوں کے مکروفریب سے بچنے کے لئے اہل اللہ کی صحبت ومجالس کو لازم پکڑیں تلاوت کلام اللہ وکثرت ذکر اللہ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل پیرا ہوں۔

صحبت صالح ترا صالح کند ☆ صحبت طالح ترا طالح کند

یعنی نیک کی صحبت نیک بناتی ہے اور برے کی صحبت برا بناتی ہے۔ کلام اللہ کا پڑھنا اور معمول بنانا ہر فتنہ و فساد کا بہترین علاج ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں ایک آیت ہے جس کا ترجمہ ہے اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے یہی نجات پانے والے ہیں۔

(پارہ نمبر ۴ رکوع نمبر ۲ سورۃ آل عمران آیت ۱۱۰)

ایک حدیث میں ہے۔ اللہ خاص لوگوں کی بداعمالیوں سے عام لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں فرماتا جب تک عام لوگوں کی یہ حالت نہ ہو جائے کہ اپنے سامنے بری باتیں دیکھیں اور برائی سے منع کرنے پر قدرت کے باوجود منع نہ کریں۔ جب وہ ایسا کرنے لگتے ہیں تو عام و خاص سب پر عذاب آجاتا ہے (مشکوۃ شریف) جب دوسرے کو نیکی کی طرف بلائیں گے تو اللہ ہمیں پہلے نیکی کی توفیق نصیب فرمائیں گے اسی طرح جب دوسروں کو برائی سے منع کریں گے تو ہمیں اللہ پہلے برائی سے محفوظ فرمائیں گے اور اسی طرح اخلاص کی دعوت دیتے رہیں۔ انشاء اللہ اخلاص پیدا ہو جائے گا۔

خطبہ دوم:

سلامتی و کامیابی

جمادی الثانی کی ۹ تاریخ ۳۵ ہجری میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔ تلاش حق کی خاطر بڑے سفر کئے اور بڑی تکالیف برداشت کیں۔ بالآخر دولت اسلام سے مشرف ہوئے جو کہ سلامتی و کامیابی کا راستہ ہے اور سلامتی و کامیابی کی ضمانت ہے۔ اس لئے اس بیان کا موضوع سلامتی و کامیابی تجویز کیا گیا ہے۔ اسلام دین حق دستور حیات سلامتی و کامیابی کا راستہ ہے اس کے علاوہ باقی تمام مذاہب و ادیان ناکامی کے راستے ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ وہ لوگ جن کے پاس دنیا کی سلامتی کا نسخہ موجود ہے وہ دنیا میں آج اس نسخہ کو چھوڑ کر ذلیل ہو رہے ہیں اور در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں در در پر جھک رہے ہیں در در سے مانگ رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ﴾ (سورۃ آل عمران پارہ ۳ آیت ۸۳)

(اصل راستہ دین ہے)

ترجمہ: "کیا یہ لوگ دین خداوندی کے سوا اور کسی طریقہ کو چاہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالی کے سامنے جھکے ہوئے ہیں جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے اور بے اختیار سے اور سب خدا ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔"

دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

(سورۃ آل عمران پارہ ۳ آیت ۸۵)

ترجمہ: "اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔"

تشریح: پہلی آیت میں فرمایا کہ دین اسلام کے علاوہ اب اللہ تعالی کے نزدیک کوئی دین قبول نہیں کیا جائے گا۔ جب آسمانی سابقہ ادیان بھی اب معتبر نہیں تو انسانی ساختہ مذاہب اب کیسے قبول ہوں گے۔ دنیا میں ایسے لوگ جو کہ دین حق اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کریں گے وہ خسارہ ونقصان میں رہیں گے۔ اللہ کی اطاعت کائنات کی ہر چیز کر رہی ہے خوشی سے یا ناخوشی سے مگر انسان کو قدرت نے اختیار دے دیا ہے کہ جو راستہ چاہے اختیار کرے اس کے ساتھ اسی طرح کا معاہدہ کیا جائے گا اور خدا کے منکر و ظالم و ملحد دہری ونیچری مشرکین یہ نہ سمجھیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں ہم سے پوچھنے والا کوئی نہیں ہے۔ فرمایا ایسے نہیں بلکہ ہر ایک نے لوٹ کر واپس اس کی طرف جانا ہے اور اس کو جزاو سزا ملے گی۔ انسان کی سعادت یہ ہے کہ وہ اسلام کو پا کر اس کو تسلیم کرے اور عمل کرے اور بدبختی یہ ہے کہ اسلام کے ہوتے ہوئے کسی اور طرف رجوع کرے۔ حضرت سلمان فارسی ؓ راہ حق کی تلاش میں تھے۔ اللہ نے ان کو اسلام کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ مذہب اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے اور حضرت سلمان فارسی ؓ نے بڑے مراتب ایمانی واخروی حاصل کیے۔

حضرت سلمان فارسی ؓ کی فضیلت:

((وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ نَزَلَتْ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ فَلَمَّا نَزَلَتْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ قَالُوْا مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَفِيْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ قَالَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلٰى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ)) [متفق علیہ، مشکوۃ]

حدیث فضیلت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر مشتمل ہے۔

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک سورۃ جمعہ نازل ہوئی اور جب یہ آیت آئی ﴿وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ "اور ان میں کچھ دوسرے لوگ وہ ہیں جو ابھی ان سے آکر نہیں ملے ہیں (یعنی اہل اسلام سے)"۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت ہمارے درمیان سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا (ستارے) پر بھی ہوتا تو بلاشبہ ان میں کتنے ہیں جو اس کو پالیں اور حاصل کریں۔

تشریح یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جو اہل عرب کے علاوہ تھے ان کا ذکر فرمایا کہ کتنے لوگ دور دراز علاقوں سے بھی اسلام میں داخل ہورہے ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں اور بہت سے بعد میں داخل اسلام ہوں گے۔ اس میں تابعین کی طرف اشارہ ہے اور تابعین بھی وہ جو اہل عرب کے علاوہ ہوں۔ چنانچہ تابعین کی اکثریت کا تعلق عجم سے تھا اور وہ بڑے ذہین وفطین دین حق کے متلاشی اور قربانی دینے والے ہوں گے۔ اگر چہ ایمان دور وبلند ستارے ثریا پر بھی ہو تو وہ اس کو وہاں سے بھی حاصل کریں۔ بہت سے اہل تحقیق کا فرمان ہے کہ خاص طور پر اس حدیث کا مصداق حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ ہیں کہ وہ بڑے ذہین وفطین وفقیہ محدث ومحقق وبزرگ تھے اور انہوں نے قرآن واحادیث سے ایسے گہرے طریق پر استنباط فرمایا کہ دوسرے لوگوں کی وہاں تک رسائی بھی نہیں ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست ☆ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا وطن ایران تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آنحضور ﷺ نے ان کو ایک یہودی سے خریدا تھا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بڑے عظیم مرتبے کے صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فارس کی مشہور نسل "رام ہرمز" سے ہیں جو مذہبا مجوسی تھے اور ابلق گھوڑوں کے پجاری تھے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ شروع ہی سے دین حق کی تلاش میں لگ گئے تھے۔ پہلے انہوں نے اپنے آبائی مذہب کو چھوڑا اور عیسائی مذہب قبول کرلیا اور عیسائیت کی مذہبی کتب کا علم حاصل کیا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے والد واقارب کو ان کا عیسائی بن جانا پسند نہیں آیا۔ چنانچہ ان سب نے ان کو سخت سزائیں دیں مگر انہوں نے ہر اذیت کو برداشت کیا اور عیسائیت کو ترک نہیں کیا پھر یہ اپنا ملک چھوڑ کر شام آگئے اور یہاں عرب سے آئے ہوئے بعض لوگوں کے ہاتھ چڑھ گئے۔ جنہوں نے ان کو مدینہ لاکر ایک یہودی کے

ہاتھ بیچ ڈالا۔ کہا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ یکے بعد دیگرے دس آدمیوں کے ہاتھوں بیچے گئے تھے اور ان سب کی غلامی میں رہے تا آنکہ نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو یہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ سلمان جنتیوں میں سے اور یہ ان خوش نصیبوں میں سے ایک ہے جن کا جنت کو شوق و اشتیاق وانتظار ہے۔ سبحان اللہ کیا سعادت ہے کہ لوگ تو جنت کے مشتاق ہیں اور خود جنت ان کی مشتاق ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بڑی لمبی عمر پائی۔ بعض کہتے ہیں کہ وفات کے وقت ان کی عمر ساڑھے تین سو سال تھی بعض کہتے ہیں کہ اڑھائی سو سال کی عمر میں وفات پائی۔ زیادہ صحیح قول یہی ہے۔ انہوں نے یہ طویل عمر دین حق کی جستجو میں کھپائی یہاں تک کہ آخر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر گوہر مقصود کو پہنچ گئے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ باوجود ضعف و بڑھاپے کے محنت و مشقت کر کے اپنی روزی کماتے تھے اور اپنی کمائی کا زیادہ حصہ راہ خدا میں خرچ کر دیتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اکرم ﷺ نے اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے (خصوصی) محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور یہ فرمایا کہ وہ یعنی اللہ بھی ان سے محبت فرماتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضور ﷺ وہ چار کون ہیں کہ ہم بھی ان سے محبت رکھیں؟ فرمایا ایک تو علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرائے (تاکہ لوگ جان لیں کہ ان چاروں میں سب سے افضل علی رضی اللہ عنہ ہیں یا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ جتنی محبت مجموعی طور پر ان تینوں سے رکھی جائے اتنی تنہا علی رضی اللہ عنہ سے رکھنی چاہئے) دوسرے ابوذر، مقداد اور ایک سلمان رضی اللہ عنہم ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ سلمان ہم میں سے ہے ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ کثرت سے وہ آپ حضور ﷺ کے گھر آمد و رفت رکھتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہمارے لئے مشعل راہ ہیں دین کی خاطر مشقت برداشت کرنا، قربانی دینا، سفر کرنا، وطن چھوڑنا۔ حضور اکرم ﷺ سے محبت کرنا اور آپ ﷺ کے ارشادات پر عمل کرنا کچھ ایسے اعمال کا اب ذکر کیا جاتا ہے۔ جو سلامتی و کامیابی دلانے والے ہیں اگر ہم عمل کریں تو۔

جنت میں داخل کرانے والے اعمال:

فرمایا حضور ﷺ نے وہ دو مسلمان جو آپس میں اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں پھر جب ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں اور مجھ پر درود بھیجتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ معاف ہو جاتے

ہیں۔ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ اللہ کی راہ میں جس شخص کے قدم گرد آلود ہوئے تو خدا اس پر دوزخ حرام کر دیتے ہیں۔

حضرت رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص زوال آفتاب کے بعد چار رکعتیں پڑھتا ہے اور قرا ءت، رکوع و سجدہ اچھی طرح ادا کرتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور رات تک اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ حضرت رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر جائے نماز پر بیٹھا رہے یہاں تک کہ اشراق کی دو رکعتیں پڑھ لے اور سوائے خیر کے کوئی بات نہ کہے تو اللہ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس کی کھال کو آگ چھوئے گی بھی نہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ وہ گناہوں سے ایسا نکل آتا ہے گویا آج شکم مادر سے پیدا ہوا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں بروایت ابن عباسؓ کہ جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی ضرورت کے لئے چلتا ہے تو خدا اس شخص کے درمیان اور دوزخ کے درمیان سات خندقیں حائل کر دیتا ہے۔ ایک خندق کا فاصلہ اتنا ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مل کر کھانے میں شفا ہے۔ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ جب بندہ رکوع میں ایک بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا تہائی بدن دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے اور جب تین بار کہہ چکتا ہے تو خدا اس کا پورا بدن دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ سچے دل سے اخلاص و توبہ کے ساتھ کہ اس کے بعد گناہ نہ کرے تو اس کے لئے یہ انعام ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب بندہ کھانا کھا کر برتن صاف کر لیتا ہے تو وہ برتن اس کے لئے استغفار کرتا ہے کہ اے اللہ اس کو دوزخ سے آزادی مرحمت فرما جیسے اس نے مجھے شیطان سے آزاد کیا (کیونکہ شیطان ایسے برتن کو چاٹتا ہے) حضور نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص رکابی کو کھانا کھا کر چاٹ لیتا ہے اور انگلیوں کو بھی چاٹ لیتا ہے تو اللہ اس کو دنیا و آخرت میں آسودہ و خوشحال رکھتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات سب سے زیادہ محبوب ہے کہ وہ اپنے کسی مؤمن بندے کو بیوی اور بچوں کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھے ہوئے دیکھے کہ وہ سب کھا رہے ہوں۔ کیونکہ جب سب دستر خوان پر جمع ہوتے ہیں تو خدا ان کو رحمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور جدا ہونے سے پہلے ان کو بخش دیتا ہے۔ اسلام فرمانبرداری و تسلیم کا نام ہے یعنی ایمان و عمل صالح ایمان لانے کے بعد۔

اسلام اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت وفرمانبرداری کا نام ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کی مختصر تعریف ایمان وعمل صالح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ فلاح انسانیت اور ارتقائے انسانیت کا دارو مدار دو چیزوں پر ہے (۱) صحیح علم (۲) صحیح عمل۔ یہ دونوں چیزیں انسان کو صرف وحی الٰہی کے ذریعہ میسر آسکتی ہیں۔ قرآن پاک اور حدیث نبویہ میں ایمان وعمل صالح کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

ایمان کے بعد عقائد مطابق اہل سنت والجماعت کے ہوں اور حضور اکرم ﷺ کے طریقے کے مطابق اعمال اللہ کے نزدیک مقبول ہوں گے ورنہ چاہے نیت دین داری کی ہو مگر بدعات وخلاف سنت کئے ہوں گے تو مردود ہیں۔

نیز کلمہ پڑھ لینے کے بعد اعمال حسنہ نہ کرنا اور صرف کلمہ پڑھ لینے کو ہی جنت کے داخلہ کا حق دار سمجھ لینا غلطی ہے۔ اس لئے کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ کلمہ کے قائل کو جنت میں داخلہ ملے گا اس سے مراد صرف پڑھنا نہیں بلکہ ایمان کا دل سے قائل ہونا مراد ہے پھر اگر عمل میں کمزوری ہے تو اول اپنے بداعمال کی سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخلہ ہوگا ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بغیر سزا کے جنت میں داخل فرمادیں تو یہ اس کا فضل وکرم ہے اور اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں مگر ضابطہ وہی ہے کہ بدعمل کو اپنی بدعملی کی سزا ملے گی۔

ایمان، اخلاص اور نیت صالحہ:

۱) جس شخص نے کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا خلوص دل سے اعتراف کیا تو اس کا جنت میں داخل ہونا لازمی ہے۔ اس پر آگ کا عذاب حرام کیا جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

۲) کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جنت کے قفل کی کنجی ہے لیکن ہر کنجی کے لئے دندانوں کا ہونا ضروری ہے اگر کنجی میں دندانے نہ ہوں تو قفل کھل نہیں سکتا۔ اسی طرح اگر کلمہ توحید کے ساتھ اعمال صالحہ نہ ہوں تو جنت کا قفل بھی کھلنا مشکل ہے۔ (بخاری فی ترجمۃ الباب)

۳) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن روانہ کیا گیا تو انہوں نے سرکار دو عالم ﷺ سے وصیت کی درخواست کی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اپنے دین کو خالص کرا گر قلب میں اخلاص پیدا ہو گیا تو تھوڑا سا عمل بھی تجھ کو کافی ہو جائے گا۔ (حاکم)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان:

حدیث قدسی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ابن آدم اگر تیری خطائیں اس کثرت سے ہوں کہ

زمین لبریز ہو جائے (یعنی بھر جائے) لیکن ان گناہوں میں شرک نہ ہو تو میں تجھ سے تیری خطاؤں کے برابر مغفرت لے کر ملاقات کروں گا۔ (ترمذی)

سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی وفات سے تین دن پہلے وصیت فرمائی، دیکھو تم میں سے کسی کو موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ سے اچھا گمان رکھتا ہو۔ (مسلم)

حدیث میں ہے کہ قیامت میں ایک بندے کو ارشاد ہوگا آگ میں داخل ہو جا۔ وہ دوزخ کے کنارے پہنچ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے گا اور کہے گا خدا کی قسم مجھ کو خدا سے اچھی اور بھلائی کا گمان تھا۔ ارشاد ہوگا اسے لاؤ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں۔ (بیہقی)

اتباعِ سنت:

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ فساد کے زمانہ میں میری سنت پر مضبوطی سے عمل کرنے والے کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ (بیہقی)

تشریح: یعنی ایسے زمانے میں جب کہ لوگ حضور ﷺ کی سنت سے بے پروائی کرتے ہوں یا سنت پر عمل کرنے والوں کا مذاق اُڑاتے ہوں اگر ایسے نازک دور میں کوئی شخص لوگوں کے مذاق کا خیال نہ کرتے ہوئے سنت پر عمل کرے تو ایسے شخص کو یہ ثواب ملتا ہے۔

(بحوالہ مفتاح الجنۃ مولفہ سحبان الہند مولانا احمد سعید صاحب دہلوی)

تعلیم و تعلم:

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عنایت کر دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

دوسری حدیث میں آقائے نامدار فخر موجودات حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی مومن کی تکلیف دور کی اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی سختی دور کرے گا۔ جس نے کسی مسلمان کا عیب چھپایا تو اللہ تعالیٰ اس کا دنیا اور آخرت میں عیب چھپائے گا۔ جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی تو اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی کرے گا۔ جب تک کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی اعانت کرتا رہتا ہے۔ جو شخص علم کی بات تلاش کرنے کے لئے کسی راستہ پر چلا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دے گا۔ طالب علم کے لئے فرشتے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ آسمان و زمین کی تمام مخلوق طالب علم کے لئے دعا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ مچھلیاں سمندر میں اور چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں

اہل علم (دینی طالب علم) کی بقاء کے لئے دعا کرتی ہیں۔ عالم کی فضیلت عابد پر (جاہل) ایسی ہے جیسی چاند کی تاروں پر۔ انبیاء علیہم السلام اپنے ورثہ میں روپیہ پیسہ نہیں چھوڑا کرتے ان کا ورثہ تو یہی علم ہوا کرتا ہے جس نے علم حاصل کرلیا وہ بہت بڑے حصہ کا مالک ہوگیا۔ (ابوداؤد)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ صبح کے وقت ایک آیت اگر کوئی سیکھنے نکلے تو سو رکعتوں سے زیادہ ثواب ہے اور اگر کوئی علم کا ایک باب سیکھ لے خواہ وہ اس وقت عمل میں ہو یا نہ ہو تو ہزار رکعتوں سے زیادہ بہتر ہے۔ (ابن ماجہ)

وضو اور اس کے متعلقات:

سلامتی وکامیابی کے اعمال میں سے وضو بھی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے وضو کرنے والے کے تمام گناہ پانی کے ساتھ ٹپک جاتے ہیں (ختم ہو جاتے ہیں) یہاں تک کہ پانی کا آخری قطرہ ہر عضو کے آخری گناہ کو ساتھ لے کر ٹپکتا ہے۔ (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ صغیرہ گناہ وضو کرنے سے تمام کے تمام معاف ہو جاتے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد گرامی ہے کہ کیا میں تم کو ایسے کام کا راستہ نہ بتادوں جس کے کرنے سے گناہ بھی معاف ہوں اور درجات بھی بلند ہوں۔ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا بے شک ایسے عمل کی ضرورت ہے۔ فرمایا تکلیف کے مواقع پر کامل وضو کرنا۔ مسجد کی طرف کثرت سے جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھنا یہ امور رباط کے ہیں۔ (مسلم)

فوائد رباط سے مراد ہے سرحد اسلام پر کفار سے جنگ کرنا اور دارالسلام کو ان سے بچانا۔ گویا ان امور کو بجالانے کا ثواب مثل جہاد کے ہے۔ تکلیف کے موقع پر بھی کامل وضو کرنے سے مراد یہ ہے کہ سخت سردی وغیرہ کے مواقع پر بھی پورا اور کامل وضو کرنا اور سستی نہ کرنا۔ حضور ﷺ نے حضرت بلال ؓ سے دریافت فرمایا کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔ میں نے تمہاری جوتیوں کی آواز جنت میں سنی ہے کہ تم مجھ سے آگے آگے چل رہے ہو۔ بلال ؓ نے عرض کیا دو کام میرے معمول ہیں ایک ہمیشہ باوضو رہتا ہوں۔ جب وضو ٹوٹ جاتا ہے تو فوراً دوسرا وضو کر لیتا ہوں اور دو رکعتیں نفل کی ادا کرلیا کرتا ہوں۔

(ابن خزیمہ)

باوضو رہنا اور تحیۃ الوضو کے نفل پڑھنا دخول جنت کا موجب ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مسواک کرنا پاک کرتا ہے اور پروردگار کو خوش کرتا ہے

(نسائی) اور فرمایا چار چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں: (۱) حیا کرنا، (۲) عطر لگانا، (۳) نکاح، (۴) مسواک کرنا۔ (ترمذی)

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے دو رکعت نماز کہ جس کے وضو میں مسواک کی گئی ہو ایسی ستر رکعتوں سے افضل ہے جس میں مسواک نہ کی گئی ہو۔ (ابونعیم)

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے اور وضو کرنے کے بعد آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یہ کلمات کہتا ہے: ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ﴾ وضو سے فراغت کے بعد کہے تو ایسے شخص کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ (ترمذی)

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے جس نے سورۃ کہف پڑھی تو اس کے لئے قیامت میں ایک نور ہو گا اور اس کی مقدار پڑھنے والے کی جگہ سے لے کر مکہ معظمہ تک ہو گی۔ جس نے دس آیتیں سورۃ کہف کی پڑھ لیں تو وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہے گا۔ (طبرانی)

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے خدا کے واسطے کسی پیاسے کو پانی پلانا، وضو اور غسل کے برتنوں (ٹنکیوں) میں پانی بھر دینا دوزخ سے نجات کا موجب ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ لوگوں کو اذان اور پہلی صف کا ثواب معلوم نہیں ہے اگر معلوم ہو جائے تو اس ثواب کو حاصل کرنے کے لئے لوگ قرعہ اندازی کیا کریں اور اگر نماز کا ثواب لوگوں کو معلوم ہو جائے تو نماز کی طرف لوگ دوڑ کر جایا کریں اور اگر عشاء اور صبح کی نماز کا ثواب لوگوں کو معلوم ہو جائے تو لوگ سینے کے بل چل کر مسجد میں آیا کریں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اذان کہنے اور پہلی صف میں کھڑا ہونے کی کوشش کرے یہاں تک کہ لوگوں میں جھگڑا ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جائے تو لوگ قرعہ اندازی سے فیصلہ کیا کریں اور قرعہ میں جس کا نام نکل آئے وہی مستحق سمجھا جائے۔ سینے کے بل کنایہ ہے کہ انتہائی کوشش اور محنت کے ساتھ مسجد میں پہنچنا۔

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے جو شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد کی طرف جاتا ہے اور اس کے جانے کا مقصد صرف نماز پڑھنا ہوتا ہے تو یہ شخص جو قدم رکھتا ہے ہر ہر قدم پر ایک ایک گناہ معاف اور ہر قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ جب یہ شخص نماز پڑھتا ہے تو اس پر اللہ کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں

جب تک یہ نماز کی جگہ بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس پر رحمت کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ دوسری نماز کے انتظار میں اگر بیٹھتا ہے تو اس وقت میں اس کو نمازی کا ثواب ملتا ہے جب تک کسی کو مسجد میں نہ ستائے فرشتے اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ (بخاری و مسلم مالک)

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے جماعت کے لئے مسجد میں جانے والے کا ہر قدم ایک نیکی کو واجب کرتا ہے اور ایک گناہ مٹاتا ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے۔ صبح و شام مساجد کی طرف جانے والوں کے لئے اللہ تعالی صبح و شام مہمانی کا سامان تیار کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

سید الاستغفار:

ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو شخص شام کو یہ استغفار پڑھتا ہے پھر اگر رات کو اس کی موت آجائے تو یہ شخص جنت میں جاتا ہے اور اگر کوئی صبح کو پڑھ لیتا پھر دن میں مر جاتا تو جنت میں جاتا ہے۔ سید الاستغفار یہ ہے:

((اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّی لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ)) [بخاری]

فوائد یہ اعمال مذکورہ سعادت، سلامتی و کامیابی کی ضمانت ہیں اگر مسلمان تھوڑی سی کوشش کریں تو ان اعمال کا کرنا کوئی مشکل نہیں پھر فائدہ بھی اپنا ہی ہے کسی اور کا نہیں ہے۔ افسوس ہم دنیا کے لئے بڑی تکالیف برداشت کرتے ہیں ذلت اٹھاتے ہیں مگر پھر بھی پریشان رہتے ہیں ان اعمال کے کرنے سے سکون و اطمینان خیر و برکت، عزت و سلامتی و کامیابی حاصل ہوگی۔

حکایت کسی نیک آدمی نے اللہ تعالی سے عہد کیا کہ سوائے خدا کے کسی سے فریاد نہ کروں گا پھر وہ شخص حج کو گیا تو اتفاق سے کسی کنویں میں گر پڑا دو شخص اس کنویں پر گزرے تو ان میں سے ایک نے کہا آؤ اس کنویں کو بند کر دیں کہ راستہ میں ہے۔ بے خبری میں لوگ اس میں گر سکتے ہیں۔ کنویں میں گرے ہوئے نیک شخص نے سوچا کہ دونوں سے فریاد کرے، لیکن اس کو اپنا خدا سے کیا ہوا عہد یاد آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد یکا یک ایک درندہ آیا اور اس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کنویں سے نکال لیا اور اس کے بعد اس نے سنا کہ ہاتف غیب کہہ رہا ہے جو مشکلات میں ہم سے فریاد کرتا ہے ہمارے علاوہ کسی پر بھروسہ نہیں کرتا ہم سے

مناجات کرتا ہے تو ہم اس کو تلف ضائع ہونے سے بچا لیتے ہیں (نزہۃ البساتین)

إِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ مُرْسَلٌ ☆ فَرِيحُ الصَّبَا مِنِّي إِلَيْكَ رَسُولٌ

یعنی جب تیرے اور میرے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو تو صبح کی ہوا قاصد بن جاتا ہے مراد یہ ہے کہ غیبی قدرت کی طرف سے اسباب بن جاتے ہیں۔

حسن خلق سے اصلاح:

حضرت امام ابوحنیفہؒ بڑے محدث وفقیہ و بزرگ تھے۔ آپؒ کا اُمت پر بہت بڑا احسان ہے۔ آپؒ نے قرآن وحدیث کو قانون کی شکل میں مدون فرمایا۔ حضرت ابوحنیفہؒ حق گو بے باک مجاہد تھے۔ ان کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ کے اخلاق عالیہ کا اس واقعہ سے اندازہ کریں۔ کہتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ایک پڑوسی نشہ کا عادی تھا دن بھر موچی کا پیشہ کرتا اور شام کو نشہ آور چیز استعمال کرتا اور ساری رات شور وشغب کرتا اور وہ ایک شعر خاص طور پر پڑھتا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگوں نے مجھے ہاتھوں سے کھو دیا اور کیسے شان والے جوان کو ہاتھوں سے کھو دیا کہ وہ خطرات کے دنوں میں سرحد کی حفاظت کرتا ہے۔ اس شخص کے ساری رات شور مچانے سے ہمسائیوں کو تکلیف ہوتی۔ خصوصاً حضرت ابوحنیفہؒ کو کیونکہ ان کی عبادت میں خلل پڑتا۔ اس شخص کی اس حالت سے تنگ آ کر کسی دوسرے ہمسائے نے تھانے میں اسکے خلاف رپورٹ درج کرادی کہ یہ شخص رات کو لوگوں کو بے آرام کرتا ہے۔ پولیس نے اس کو گرفتار کر لیا۔ جب رات کو حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اس کی آواز نہ سنی لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ تھانے میں گرفتار ہے۔ حضرت ابوحنیفہؒ فوراً تھانے میں گئے۔ تھانہ افسر نے حضرت ابوحنیفہؒ کو دیکھ کر بڑا اعزاز کیا اور آنے کی وجہ دریافت کی۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اس گرفتار پڑوسی کے متعلق بات کی تو اس کو رہا کر دیا گیا۔ حضرت ابوحنیفہؒ اس کو اپنے ساتھ لائے اور اس سے فرمایا بتاؤ کیا ہم نے تجھے ضائع کیا۔ یعنی اس شخص کو اس شعر جو وہ پڑھا کرتا تھا یاد دلایا وہ شخص بہت نادم و پشیمان ہوا اور نشہ آور اشیاء کو استعمال کرنا چھوڑ دیا اور برابر حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حلقہ درس میں حاضری دیتا اور کچھ عرصہ میں وہ خود ایک بڑا عالم بن گیا۔

فوائد یہ خاموش تبلیغ ہے عمل کی تبلیغ ہے کردار کی تبلیغ ہے بگڑے ہوئے انسانوں کو بدلنے کا طریقہ ہے اخلاق عالیہ ہیں جو ہمارے بزرگوں میں موجود تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پاکیزہ ہستیوں کا اتباع نصیب فرمائے۔ آمین!

حضرت خواجہ معصوم سرہندیؒ فرماتے ہیں۔ اتباع سنت میں کوشش کرو بدعت اور اہل بدعت سے دور رہو صحبت صلحاء و فقراء پابند شرع کی طرف راغب رہو۔ جس جگہ خلاف شرع دیکھو وہاں سے گریزاں اور یکسو ہو جاؤ۔

با عاشقاں نشیں و ہمہ عاشقی گزیں ☆ با ہر کہ نیست عاشق ہرگز مشو قریں

اور عاشق صادق وہ ہے جو متابعت پیغمبر ﷺ پر راغب ہے۔

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔ اے بھائی ناجنس اور مخالف طریق کی صحبت سے بچتے رہنا اور بدعتی کی مجلس سے گریزاں رہنا۔ یحییٰ معاذ رازی قدس سرہ کا مقولہ ہے کہ ان تین اصناف سے اجتناب کرو: (۱) علمائے غافلین (۲) قراء مداہنین (۳) متصوفہ جاہلین (یعنی جاہل صوفیاء) حضرت خواجہ معصوم سرہندی حضرت مجدد ثانیؒ کے صاحبزادے ہیں۔

جہانیاں ہمہ گر منع کنند از عشق ☆ من آں کنم کہ خداوندگان فرماید (حافظ)

دنیا والے سب کے سب عشق سے منع کرتے ہیں لیکن میں وہ کرونگا جو کچھ اللہ فرمائیں گے۔

طمع ز فیض کرامت مبر کہ خلق کریم ☆ گنہ ببخشد و بر عاشقاں ببخشاید (حافظ)

اسکے لطف و کرم سے نا امید مت ہو گناہ بخشتا ہے اور عاشقوں پر لطف و کرم فرماتا ہے۔

وہی خالق خلق و معبود ہے ☆ جہاں دیکھئے اس کو موجود ہے

شفیع الامم خاتم الانبیاء ☆ کثیر الثناء و عمیم العطاء

وہ ایسا ہے سلطان اُمت پناہ ☆ کہ ہم ہوں گنہ گار وہ عذر خواہ

بشر کیا کرے اس کا وصف مبین ☆ کہے حق جسے رحمۃ اللعالمین

داویم ترا از گنج مقصود نشاں ☆ گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

یا الٰہی تو ہمیں عامل قرآں کر دے ☆ پھر نئے سرے سے مسلماں کو مسلماں کر دے

وہ پیغمبر جسے سرتاج رسل کہتے ہیں ☆ اس کی امت کو ذرا تابع فرماں کر دے

آمین برحمتک یا رب العالمین

تعلیمات مصطفویہ ﷺ:

فرمایا حضور اکرم ﷺ نے دانا ہے وہ جو اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہے اور وہ کام کرتا ہے جو مرنے

کے بعد کام آئیں۔ نادان وہ ہے جو نفس کا کہنا مانتا ہے اور خدا پر اُمیدیں باندھتا ہے۔ قناعت وہ خزانہ ہے جو کبھی خالی نہیں ہوتا۔ مشورہ بھی امانت ہے جھوٹی صلاح دینا خیانت ہے ایک مومن دوسرے کے لئے آئینہ کی طرح ہے اگر کسی بھائی میں عیب دیکھو تو اسے بتا دو۔ آپس کی محبت اور ہمدردی میں دیوار سے مثال دیکھو۔ جس کی ایک اینٹ دوسری کو مضبوط بناتی ہے۔ سلام کرنا، غریبوں کو کھانا کھلانا، رات کو چھپ کر نماز پڑھنا، اسلام کی اچھی نشانیاں ہیں۔ حکمت و دانائی کو اپنی گمشدہ چیز سمجھو۔ جہاں مل جائے لے لو۔ جس کر ملنا، نیک بات کہنا، بری بات سے ہٹا دینا۔ بھولے بھٹکے کو راستہ بتا دینا۔ تھوڑی نظر والے کو راستہ بتانا۔ راستہ میں کانٹا، پتھر، ہڈی ہٹا دینا۔ کسی کو پانی کا ڈول نکال دینا۔ یہ سب کام صدقہ جیسے ہیں۔ جہالت سے بڑھ کر کوئی تنگی نہیں، عقل سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔ اپنے بھائی کو طعنہ نہ دو۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی اس حال میں پھنس جاؤ۔ سب عملوں سے بہتر نماز کا وقت پر پڑھنا ہے پھر ماں باپ کی اطاعت۔ سب گناہوں سے بڑھ کر شرک ہے اور ماں باپ کی نافرمانی پھر جھوٹی گواہی اور جھوٹ بولنا۔

(مہر نبوت)

اللہ ہم سب کو عمل نصیب فرمائیں۔ (آمین!)

خطبہ سوم:

صداقت اسلام

۱۴ جمادی الاخری ۵۰۵ھ میں حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ کی وفات ہوئی۔ آپ کو حجۃ الاسلام اس لئے کہتے ہیں کہ آپ اسلام کی حقانیت وصداقت کی دلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ علمی وعملی صلاحیتوں سے نوازا تھا بہت بڑے فلسفی تھے مگر بعد میں علم باطن حقیقی تصوف میں معروف ہوئے اور فلسفہ کو خیر باد کہا اور حقیقی علم باطن میں بڑی گہرائی حاصل کی اور وقت کے بہت بڑے بزرگ جید عالم دین اور اسلام کے بہت بڑے داعی تھے۔ بقول فرمان الٰہی اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دیتا ہے اسلام کے لئے اس کا سینہ کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے۔ اسی طرح حدیث نبوی ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دینی بصیرت عطا فرماتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ حضرت امام غزالیؒ کی کتب پڑھیں اور ان کی تعلیمات و تلقینات کی اشاعت کریں، تبلیغ کریں۔ انشاء اللہ امراض روحانی و باطنی کا علاج ہوگا۔ روح وقلب صاف ومنور ہوگا اور انشاء اللہ راہ ہدایت نصیب ہوگی۔

حضرت امام غزالیؒ ان ہستیوں میں سے ہیں جن کی تعریف مسلم و غیر مسلم دونوں کرتے ہیں۔ حضرت امام غزالیؒ کی کتابوں کے ترجمے جرمنی، انگریزی و دیگر کئی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ ایک انگریز کہتا ہے کہ میں اسلام کو حق اس لئے سمجھتا ہوں کہ امام غزالیؒ جیسا آدمی مسلمان ہے اگر اسلام میں کوئی ذرا سی کسی جگہ غلطی و کمزوری ہوتی تو ایسا شخص مسلمان نہ ہوتا۔ بہر حال ہم مسلمانوں کو اپنی ان اعلیٰ و ارفع ہستیوں کی قدر کرنی چاہئے۔ اپنے ان اسلاف کی اطاعت کرنی چاہئے۔ وہ ہمارے لئے مینار نور ہیں۔ مشعل راہ ہیں۔ اپنے اس خطبے کو ہم نے صداقت اسلام کا نام دیا ہے۔ واقعی حضرت امام غزالیؒ صداقت اسلام کی دلیل ونشانی ہیں اور زیادہ تر اس خطبہ میں ان کی کتابوں احیاء العلوم و کیمیائے سعادت سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت امام غزالیؒ پر بے پناہ رحمتیں نازل فرمائیں اور ان کے فیوضات سے ہم سب مسلمانوں کو فیض حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین!

ارشاد رب العزت ہے:

﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ﴾ [سورۃ انعام پارہ ۸ آیت ۱۲۵]

ترجمہ: ”سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں اور جس کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے سینہ کو تنگ کر دیتے ہیں۔ گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔“

تشریح: جب اللہ ہدایت دیتے ہیں تو دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو جاتی ہے (دین والوں سے محبت) پیدا ہوتی ہے اور اللہ کے احکامات حضور رسول کریم ﷺ سے محبت آپ کی سنتوں سے محبت پیدا ہوتی ہے جب گمراہی کسی کے مقدر میں آتی ہے تو اس کے دل میں اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں۔ بزرگان دین، علمائے ربانیین، دین والوں سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ بے دینوں، گمراہوں کی صحبت اچھی لگتی ہے اور اللہ کے احکامات حضور ﷺ کے طریقوں سے نفرت ہونے لگتی ہے تو سمجھ کہ بدبختی اس انسان پر آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اسلام اور اسلام والوں کی محبت پیدا فرمادیں بے دینوں کی صحبت سے محفوظ فرمائیں۔ اسلام یہ ہے کہ آدمی خدا کی فرمانبرداری کرے نافرمانی سے بچے جس نے یہ پالیا اس نے سب کچھ پالیا۔ جس نے یہ نہ پایا اس نے خواہ ساری دنیا پائی پھر بھی اس نے کچھ نہ پایا۔ اسلام جب انسان کے دل میں آتا ہے تو اس کے عمل میں بھی آتا ہے۔ خدا کی صفات بندے میں پیدا ہوتی ہیں۔ انسان میں حوصلہ عفوو درگزر کا جذبہ عدل وانصاف سخاوت وکرم جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں۔

عقیدۂ خدا:

تعارف اسلام میں ہے۔ کائنات کا ایک خدا ہے جو اس کا مالک و خالق ہے اس خدا کے وجود کی سب سے بڑی دلیل خود وہ کائنات ہے جو ہمارے سامنے پھیلی ہوئی ہے۔ کائنات اپنے پورے وجود کے ساتھ پکار رہی ہے کہ ایک خدا عظیم ہے جس نے اس کو بنایا اور جو اس کو اپنی بے پناہ طاقت سے چلا رہا ہے۔ ہم مجبور ہیں کہ ہم کائنات کو مانیں اور اسی لئے ہم مجبور ہیں کہ ہم خدا کو مانیں کیونکہ کائنات کو ماننا اس وقت تک بے معنی ہے جب تک اس کے خالق و مالک کو نہ مانا جائے۔ کائنات اتنی حیرت انگیز ہے کہ وہ کسی بنانے والے کے بغیر بن نہیں سکتی اور اس کا نظام اتنا عجیب ہے کہ وہ کسی چلانے والے کے بغیر چل نہیں سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کو ماننے پر آدمی اسی طرح مجبور ہے جس طرح اپنے آپ کو یا کائنات کو ماننے پر۔ آپ سائیکل کے پہیہ پر ایک کنکری رکھیں اور اس کے بعد پیڈل چلا کر پہیہ کو تیزی سے گھمائیں تو کنکری دور جا گرے گی حالانکہ سائیکل کی رفتار مشکل سے ۲۵ میل فی گھنٹہ ہے۔ ہماری یہ زمین جس پر ہم رہتے ہیں وہ بھی ایک بہت بڑے پہیہ کی مانند ہے زمین اپنے محور پر مسلسل ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ رہی ہے۔ یہ رفتار سواری کے عام جہازوں سے زیادہ ہے ہم اس تیز رفتار زمین پر چلتے پھرتے ہیں گھر اور شہر بناتے ہیں مگر ہمارا وہ حال نہیں ہوتا جو گھومتے ہوئے پہیہ پر رکھی کنکری کا ہوتا ہے۔ یہ کیسا عجیب معجزہ ہے کہا جاتا ہے کہ زمین پر ہماری قائم رہنے کی وجہ یہ ہے کہ نیچے سے زمین بہت بڑی طاقت کے ساتھ کھینچ رہی ہے اور اوپر سے ہوا کا بھاری دباؤ ہم کو زمین کی سطح پر روکے رہتا ہے۔ یہ دو طرفہ عمل ہم کو زمین پر تھامے ہوئے ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم پہیہ کی کنکری کی طرح فضا میں نہیں جاتے مگر یہ جواب صرف یہ بتاتا ہے کہ ہمارے آس پاس ایک اور اس سے بھی زیادہ بڑا معجزہ موجود ہے۔ زمین میں اتنے بڑے پیمانہ پر کھینچنے کی قوت ہونا اور اس کے چاروں طرف ہوا کا پانچ سو میل موٹا غلاف مسلسل لپٹا رہنا صرف معاملہ کی حیرت ناکی کو بڑھاتا ہے وہ کسی بھی درجہ میں اس کو کم نہیں کرتا (یعنی اس سے تو اور بھی زیادہ خدا کی قدرت معلوم ہوتی ہے) حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز معجزہ ہے۔ آدمی مٹی کے اندر ایک چھوٹا سا دانہ ڈالتا ہے اس کے بعد حیرت انگیز طور پر وہ دیکھتا ہے کہ مٹی کے اندر سے ایک ہری اور سفید مولی نکلی چلی آرہی ہے وہ دوسرا دانہ ڈالتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ اس سے میٹھی گاجر نکلی چلی آرہی ہے۔ اسی طرح بے شمار دوسری چیزیں پیدا ہو رہی ہیں کسی دانہ کو مٹی میں ڈالنے سے امرود نکل رہا ہے۔ کسی دانہ کو ڈالنے سے آم، کسی دانہ سے شیشم کا درخت نکلا چلا آرہا ہے اور کسی دانہ سے انار کا، پھر

ان سے ہر ایک کی صورت الگ، ہر ایک کا مزہ الگ، ہر ایک کے فائدے الگ، ہر ایک کی خاصیتیں الگ، ایک ہی مٹی ہے اور نا قابلِ لحاظ چھوٹے بیج ہیں جن کی گنتی نہیں کی جاسکتی۔ حیرت ناک معجزوں کی ایک پوری کائنات ہمارے چاروں طرف پھیلی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ ایک ایسی دنیا جہاں سارے انسان مل کر ایک ذرہ بھی تخلیق نہیں کر سکتے۔ وہاں پر ہر لمحہ بے شمار طرح طرح کی چیزیں پیدا ہوتی چلی جارہی ہیں۔ دنیا کی ہر چیز ایٹم سے بنی ہے۔

ہر چیز اپنے آخری تجزیہ سے ایٹوں کا مجموعہ ہے مگر کیسا عجیب معجزہ ہے کہ کہیں ایٹوں کی ایک مقدار جمع ہوتی تو سورج جیسا روشن کرہ بن جاتا ہے دوسری جگہ یہی ایٹم جمع ہوتے ہیں تو وہ بہتے ہوئے پانی کی صورت میں رواں ہوجاتے ہیں۔ تیسری جگہ ایٹوں کا یہی مجموعہ لطیف ہواؤں کی صورت اختیار کر لیتا ہے کسی اور جگہ یہی ایٹم زرخیز زمین کی صورت میں ڈھل جاتے ہیں اس طرح دنیا میں اَن گنت چیزیں ہیں سب کی ترکیب اسی ایٹم سے ہوئی ہے مگر سب کی نوعیت اور خاصیت جدا جدا ہے۔ اس قسم کی ایک معجزاتی کائنات اپنی بے شمار سرگرمیوں کے ساتھ انسان کی خدمت میں لگی ہوئی ہے۔ کائناتی انتظام کے تحت بے حساب مقدار میں قیمتی رزق پیدا کیا جاتا ہے۔ ہم صرف اتنا کرتے ہیں کہ اپنا ہاتھ اور منہ چلا کر اس کو اپنے پیٹ میں ڈال لیتے ہیں۔ اس کے بعد ہمارے ارادہ کے دخل کے بغیر خودکار فطری نظام کے تحت ہمارے اندر غذا تحلیل ہوتی ہے اور گوشت اور خون اور ہڈی اور ناخن اور بال اور دوسری بہت سی چیزوں کی صورت اختیار کر کے ہمارے جسم کا جزو بن جاتی ہے زمین و آسمان کی بے شمار گردشوں کے بعد وہ حیرت انگیز چیز پیدا ہوتی ہے جس کو تیل کہتے ہیں۔ انسان صرف یہ کرتا ہے کہ اس کو نکال کر اپنی مشینوں میں بھر لیتا ہے اور پھر یہ سیال ایندھن انسانی تہذیب کے پورے نظام کو حیرت انگیز طور پر رواں دواں کر دیتا ہے اسی طرح کائنات کے نظام کے تحت وہ ساری چیزیں بے شمار تعداد اور مقدار میں پیدا کی گئی ہیں۔ جن پر انسان صرف معمولی عمل کرتا ہے اور اس کے بعد وہ کپڑا، مکان، فرنیچر، آلات، مشینوں، سواریوں اور بے شمار تمدنی ساز و سامان کی صورت میں ڈھل جاتی ہیں۔ یہ واقعات اس بات کے ثبوت کے لئے کافی نہیں کہ اس کا ایک بنانے والا اور چلانے والا ہے۔

کائنات کی ہر چیز اپنے کام و خدمت میں لگی ہوئی ہے اور سارا فساد و شر مصائب و آفات انسانوں کے اپنے کرتوتوں اور بدعملیوں کی وجہ سے ظاہر ہورہے ہیں۔ زمین مسلسل دو قسم کی دوڑ میں لگی ہوئی ہے ایک اپنے محور اور دوسری سورج کے گرد اپنے مدار پر مگر وہ کوئی فساد برپا نہیں کرتی۔ درخت ایک

عظیم الشان کارخانہ کی صورت میں کام کرتے ہیں مگر وہ دھواں نہیں بکھیرتے۔ سمندروں میں بے شمار جانور مرتے ہیں مگر وہ پانی خراب نہیں کرتے، کائنات کا نظام کھرب ہا کھرب سال سے چل رہا ہے مگر اس کا منصوبہ اتنا کامل ہے کہ اس کو کبھی اپنے منصوبہ پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی، بے شمار ستارے اور سیارے خلا میں بروقت دوڑ رہے ہیں مگر ان کی رفتار میں بھی کبھی فرق نہیں آتا۔ وہ کبھی آگے پیچھے نہیں آتے۔ یہ تمام معجزوں سے بڑا معجزہ اور تمام کرشموں سے بڑا کرشمہ ہے جو ہر لمحہ ہماری دنیا میں پیش کیا جا رہا ہے۔ کیا اس کے بعد کوئی ثبوت چاہئے کہ اس کائنات کے پیچھے ایک عظیم خدائی طاقت کو تسلیم کرے۔ جو شخص خدا کو پالے اس نے سب کچھ پالیا خدا کو پانے کے بعد کوئی چیز پانے کے لئے باقی نہیں رہتی۔ اس لئے جب کوئی شخص خدا کو پاتا ہے تو اس کی ساری توجہ خدا کی طرف لگ جاتی ہے اس لئے خدا ایسا خزانہ بن جاتا ہے جہاں وہ سب کچھ موجود ہے جو آدمی کو اپنی دنیا و آخرت کے لئے درکار ہے۔ خدا ساری حکمتوں کا خزانہ ہے۔ اس لئے خدا کو پانا آدمی کی پوری شخصیت کو ربانی نور سے جگمگا دیتا ہے خدا تمام طاقتوں کا سر چشمہ ہے اس لئے خدا کو پانا آدمی کو اتنا طاقتور بنا دیتا ہے کہ کوئی سیلاب اس کو غرق نہ کر سکے اور کوئی طوفان اس کے درخت کو اکھاڑنے والا ثابت نہ ہو۔

رسالت:

تعارف اسلام مولانا وحید الدین خان میں ہے کفار نے حضور ﷺ سے آپ ﷺ کے پیغمبر ہونے کا ثبوت مانگا تو حضور ﷺ نے خاموشی سے ان کے سوال کو سنا اور اس کے بعد سورۃ آل عمران کی آخری آیات پڑھیں:

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ [سورۃ آل عمران آیت ۱۹۰]

حضور انور ﷺ کا یہ آیات پڑھ کر سنانا دوسرے لفظوں میں یہ کہنا تھا کہ میری نبوت کا ثبوت وہ پوری کائنات ہے جو تمہارے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ زمین و آسمان کا پورا نظام اپنی خاموش زبان میں رسالت اور پیغام کی تصدیق کر رہا ہے۔ آپ ﷺ آخری داعی پیغمبر تھے اس لیے آپ ﷺ کی تصدیق کے لیے خود قرآن میں عالمی نظام کے پہلوؤں کی نشاندہی کی گئی ہے جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری پیغمبر ہیں اور اب دنیا کی فلاح و بہبود اور کامیابی آپ ﷺ کے اتباع کرنے میں ہے۔

کائنات میں بے شمار چیزیں جن میں نہ کوئی نقص ہے نہ کوئی خلا ہے بلکہ وہ مربوط مستحکم نظام

کے تحت چل رہے ہیں۔ کائنات میں ہم قوس و قزح کا مشاہدہ کرتے ہیں مگر وہ اپنا خالق نہیں دکھاتی حرکت ہے، زندگی ہے روشنائی ہے، تخلیق ہے، مختلف قسم کی طاقتیں ہیں حتیٰ کہ طرح طرح جانداروں کی صورت میں بولنے والی زبانیں بھی ہیں۔ یہ صورت حال پکار رہی ہے کہ کوئی بتانے والا ہو کہ ان کو کس نے بنایا کس لیے بنایا اس کا مقصد کیا ہے اور یہ بتانے والا پیغمبر ہے۔ اسی طرح کائنات کی ہر چیز رواں دواں ہے۔ زمین مسلسل سفر کر رہی ہے۔ نظام شمسی گردش میں ہے پھر کہکشاں ہمارے شمسی نظام اور دوسرے ستاروں کو لیے ہوئے ہر لحہ رواں دواں ہے کائنات کا قافلہ اپنے تمام اجزاء کے ساتھ کسی منزل کی طرف چلا جا رہا ہے مگر کوئی بھی اپنی منزل کے بارے میں اعلان نہیں کرتا کائنات کچھ نہیں بتاتی کہ وہ کہاں سے کہاں چلی ہے اور کہاں چلی جا رہی ہے اور بالآخر اس کا انجام کیا ہونے والا ہے اس قافلہ میں انسان بھی ہے اور مسلسل ایک نامعلوم سفر کی منزلیں طے کر رہا ہے اگر وہ اپنے سفر اور اپنی منزل کے بارے میں نہ جانے تو سارا سفر اندھیرے کا سفر بن جائے گا۔ اس صورت حال کا تقاضا ہے کہ یہاں کوئی بتانے والا ہو جو بتائے کہ انسان اس معاملہ کی حقیقت سے باخبر کرے۔ پھر یہ سوال ہوتا ہے کہ انسان کے سامنے بے شمار معاملات آتے ہیں تو ان میں وہ کیا کرے کیا طریقہ اختیار کرے کیا نہ کرے انسان کے لیے راہ عمل کیا ہو کائنات کی ہر چیز پانی، ہوا، آگ، مٹی، سورج، چاند، ستارے، سمندر ایک نظام کے تحت مربوط اور پابند ہیں مگر انسان کو اختیار ہے کہ وہ کون کیسی راہ اختیار کرے یہ راہ حق انبیاء رسول بتاتے ہیں جو خصوصی رہنما ہیں انسان کو اپنی زندگی با معنی بنانے کے لیے پیغمبر کی ضرورت ہے اور پیغمبر کی تعلیمات بتاتی ہیں کہ وہ واقعی اللہ کا بھیجا ہوا ہے۔ پیغمبرؑ نے ہی بتایا اس کائنات کا مالک ایک خدا ہے اور اپنی بے پناہ قوت کے ساتھ اس نظام کو چلا رہا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے ہمارا وجود ہے ہم دیکھتے ہیں سنتے ہیں سوچتے ہیں چلتے ہیں پکڑتے ہیں منصوبے بناتے ہیں یہ قوتیں محدود طور پر ہمارے اندر ہیں مگر اللہ کی ذات میں تمام کمال کی صفات کامل طور پر موجود ہیں۔ پیغمبر نے یہ بھی بتایا کہ یہ کائنات بغیر مقصد کے نہیں بلکہ اس کا ایک انجام ہے۔ اسی طرح انسانوں کا بھی ایک انجام ہوگا وہ قیامت ہوگی جہاں جزاو سزا کا نظام ہوگا۔

آدمی کو بظاہر اس دنیا میں جو آزادی حاصل ہے وہ صرف امتحان کے لیے خاص مدت کے لیے ہے۔ اس کے بعد یہ موجودہ نظام توڑ دیا جائے گا اور نیا زیادہ کامل اور ابدی نظام دیا جائے گا۔ وہاں خدا اپنی طاقتوں کے ساتھ ظاہر ہوگا جو اس امتحان کی مصلحت سے غیب کے پردہ میں ہے آج کی دنیا میں ہر ایک کو فائدہ اٹھانے کا موقع ہے مگر آخرت میں فائدہ فرمانبرداروں کو ہوگا جنھوں نے بغیر دیکھے اس کی

اطاعت کی تھی۔ پیغمبر کی یہ بات بھی بالکل حقیقت ہے اس لیے کہ وہ خدا جس نے انسان کو دیکھنے اور سننے، سمجھنے والا بنایا کیسی عجیب بات ہوگی کہ انسان یوں ہی پیدا ہو کر مر جائے اور اس کا خدا اس کے سامنے ظاہر نہ ہو کہ وہ اس کو دیکھے اور جانے پھر موجودہ کائنات اتنی باحکمت ہے کہ کسی طرح بھی یہ بات قابل تصور نہیں ہے کہ اس کا کوئی انجام نہ ہو کوئی ایسا دن نہ آئے جہاں ظلم ظلم کی صورت میں اور انصاف انصاف کی صورت میں نمایاں نہ ہو۔ پھر انسان فطرتاً ایک سہارے کا محتاج ہے تو اصلی سہارا اللہ کی ذات ہے جو صرف دینے والا ہو لینے والا نہ ہو جس کے خزانے لامحدود ہوں ورنہ دنیا میں ایک کا مفاد دوسرے کے نقصان پر ہوتا ہے مگر خدا وہ ہے جو سب کو دے اور اس کا کوئی نقصان نہ ہو۔ اس کے علاوہ یہ ہے کہ انسان جتنے بھی قوانین نظام دنیا کو چلانے کے لیے مگر اس سے بچا جا سکتا ہے۔ اس قانون کو توڑنے کے راستے موجود ہیں یہ صرف خدا کی ذات ہے جو ہر وقت ہر ایک کے ساتھ موجود ہے وہ اس کو دیکھتا ہے اس لیے جب خدا کا یقین ہوگا تو آدمی غلط کام نہ کرے گا۔ دنیا میں صحیح نظام چلانے کے لیے قربانی دینی پڑتی ہے۔ کہیں کسی کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ کہیں اپنے کریڈٹ کو دوسرے کے حوالے کرنے پر راضی ہونا پڑتا ہے کہیں اپنے گھر والوں کے مفاد کے مقابلہ میں دوسرے کے مفاد کو ترجیح دینا پڑتی ہے کہیں اپنے کمائے ہوئے مال کو دوسرے کے حوالہ کرنا پڑتا ہے اگر قربانی نہ ہو تو دنیا جاہ و برباد ہو جائے اب قربانی کے لیے جو صحیح نتیجہ و بدلہ ملتا ہے، وہ بھی پیغمبر نے حل کر دیا کہ قربانی کا اصل اور صحیح بدلہ اللہ کے ہاں بہت زیادہ ملے گا۔ اس سے معاشرہ میں ظلم کی جڑ کٹتی ہے اور صالح ماحول بنتا ہے۔

پھر حضور ﷺ جو دین لے کر آئے وہ قیامت تک کے لیے ہے۔ آپ آخری نبی ﷺ ہیں آپ ﷺ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیا۔ آپ ﷺ کے ماننے والے تھوڑے عرصہ میں بڑی دنیا پر چھا گئے اور پھر آپ ﷺ کی آمد کو چودہ سو سال ہو گئے اور آج تک آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین میں کوئی تبدیلی نہ ہو سکی۔ وہ خالص اسی صورت میں محفوظ ہے اس کو کوئی مٹا نہیں سکا مغلوب نہیں کر سکا یہ آپ ﷺ کے دین کے حق و آخری ہونے کی دلیل ہے۔

آخرت آخرت میں انسان کو جو بدلہ ملے گا وہ انسان کے دنیاوی عمل کا ردعمل ہوگا۔ آخرت میں اعمال اپنی اصلی صورتوں میں جزا اور سزا بن کر سامنے آئیں گے۔ مثلاً سونا، مال کی زکوٰۃ نہ دی تو وہ انگارے بن جائیں گے۔ بے نمازیوں کے سر کچلے جائیں گے۔ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو بہت اضافے کے ساتھ بدلہ ملے گا جو نعمتوں کی شکل میں ہوگا۔ جزا و سزا کا معاملہ حضور نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات

میں عالم مثال میں دیکھا مگر وہ آخرت میں حقیقت بن کر ظاہر ہوگا آپ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ بے نمازیوں کے سر کچلے جارہے ہیں۔ مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے جانوروں کی طرح گھاس چر رہے ہیں۔ خیانت کرنے والے اپنے سر پر ناقابل برداشت بوجھ لادے چلے جارہے ہیں۔ زبان کی حفاظت نہ کرنے والوں کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں۔ فتنہ برپا کرنے والے کو بیل کی شکل میں ایک چھوٹے سے سوراخ میں زبردستی داخل کیا جارہا ہے۔ غیبت وطعن کرنے والے اپنے جسم کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھارہے ہیں۔ یتیموں کا مال کھانے والے انگارے کھارہے ہیں۔ سود کھانے والوں کے پیٹ سانپ اور بچھوؤں سے بھرے ہوئے ہیں۔ بدکار مرد و عورتیں اچھا گوشت چھوڑ کر بدبودار گندہ گوشت کھارہے ہیں اسی طرح آپ ﷺ نے اہل جنت کے بدلے اور انعام دیکھے ان کی حوریں ان کے محلات وغیرہ دیکھے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت والے کھائیں گے اور پئیں گے مگر وہ نہ تھوکیں گے اور نہ پیشاب کریں گے اور نہ پاخانہ کریں گے۔ لوگوں نے پوچھا پھر کھانے کا کیا ہوگا۔ فرمایا ڈکار اور پسینہ نکلے گا جو مشک کی طرح خوشبودار ہوگا ان کو حمد اور تسبیح اسی طرح الہام کی جائے گی جس طرح تم سانس لیتے ہو۔

تشریح معلوم ہوا کہ جنت ایک ایسی دنیا ہے جہاں میل اور کثافت بھی خوشبو کی صورت میں خارج ہوتی ہے۔ برے اعمال بغض، حسد، تکبر، ظلم، بخل یہ سب میل کچیل ہے جو لوگ اس سے پاک نہیں ہوتے وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ جنت اللہ کے ان بندوں کے لیے ہے جو نفرت کے موقع پر محبت کریں انتقام کے موقع پر معاف کریں۔ حسد و بغض کے موقع پر خیر خواہی کا ثبوت دیں تکبر کے موقع پر خاکساری کریں۔ ظلم کے موقع پر انصاف کریں یہ گویا اپنے میل اور کثافت کو خوشبو کی صورت میں ظاہر کرتا ہے انہیں اعمال وخصوصیات والے جنت میں بسائے جائیں گے۔

شیطانی طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی ناخوشگوار صورت پیش آئے تو بے خوف ہوکر آدمی جوابی کارروائی کرنے لگے وہ نفرت کا جواب نفرت سے دے غصہ کے مقابلہ میں غصہ کرے اور اعلیٰ صفات یہ ہیں کہ آدمی خدا سے ڈرے نفرت کے مقابلہ میں محبت کرے حضور ﷺ فرماتے ہیں مجھے تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ جو مجھ سے کٹے میں اسے جڑوں جو مجھ کو محروم کرے میں اس کو دوں جو مجھ پر ظلم کرے میں اس کو معاف کردوں۔ اسی طرح کے مختلف احکامات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن سے مطلوب یہ ہے کہ وہ لوگوں کے سلوک سے بالاتر ہوکر ان کے ساتھ معاملہ کرے وہ منفی سلوک کے جواب میں مثبت

سلوک سے پیش آئے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے اِنَّمَا ھِیَ اَعْمَالُکُمْ تُرَدُّ اِلَیْکُمْ (الحدیث) یعنی آدمی کے اپنے اعمال ہیں۔ جو آخرت میں اس کو لوٹائے جائیں گے۔ دنیا میں آدمی کے اخلاق و اعمال آخرت میں مادی نتائج کی صورت اختیار کرلیں گے۔ ہمارے اعمال و اخلاق جب مادی صورت اختیار کرلیں گے تو ایک صورت کا نام ہے اور دوسری کا نام دوزخ ہے۔

عبادت زاہد لوگ شب زندہ دار ہیں یہ لوگ نرم اور گرم بستروں پر سونے کی بجائے راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر یادِ الٰہی میں مصروف رہتے ہیں یعنی وہ زبان حال سے کہتے ہیں۔

وَالنَّاسُ فِیْ سَدَفِ الظَّلَامِ ☆ وَنَحْنُ فِیْ ضَوْءِ النَّھَارِ

لوگ رات کی تاریکیوں میں تاک ٹوئیاں مار رہے ہیں اور ہم دن کی کھلی روشنی میں سانس لے رہے ہیں۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ پہلے ڈاکو تھے پھر اللہ نے توبہ داخلاص کی نعمت سے نوازا نتیجہ یہ ہوا کہ پیشے کا رخ بدل گیا پہلے اگر لوگوں کا مال لوٹتے تھے تو اب انہوں نے خزائن معرفت الٰہی کو لوٹنا شروع کردیا۔ ابوعلی رازیؒ کا کہنا ہے کہ میں ان کی صحبت میں تیس برس تک رہا میں نے انہیں کبھی ہنستے اور تبسم فرماتے نہیں دیکھا کیونکہ طبیعت پر غم کا غلبہ تھا۔ ایک مرتبہ یہ ہنسے اور یہ اس وقت جب ان کا لخت جگر علی فوت ہوا۔ میں نے پوچھا اس پر آپ کیوں ہنسے ہیں ان کا جواب یہ تھا۔ جب میرے مولا و خدا کو میرے بیٹے علی کی موت پسند ہے تو میں کیوں نہ اس پر مسرت کروں۔ دنیا کے بارے میں ان کا نقطہ نظر یہ تھا۔

لَوْ اَنَّ الدُّنْیَا بِھٰذَا فِیْرِھَا عُرِضَتْ عَلَیَّ وَلَا اَنْ یُحَاسِبَ بِھَا لَکُنْتُ اَتَقَذِّرُھَا کَمَا یَتَقَذَّرُ اَحَدُکُمُ الْجِیْفَہ اگر دنیا اپنی تمام دلچسپیوں کے ساتھ مجھے دے دی جائے اور اس پر کسی محاسبہ کا بھی اندیشہ نہ ہو۔ تب بھی میں اسے ایسا ہی ناپاک سمجھوں گا جیسے تم مردار کو ناپاک سمجھتے ہو۔

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے معراج روحانی حاصل ہوا اللہ کی زیارت کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابو یزید! تو اپنے پندار انا سے اسی وقت نکل سکتا ہے (یعنی انانیت کے گھمنڈ سے) جب میرے محبوب محمد رسول ﷺ کی پیروی کرے اور اس مٹی کو جس پر ان کے نقوش قدم پڑے اپنے لیے سرمایہ چشم قرار دے۔

حضرت شقیق بلخیؒ:

کہتے ہیں ان کا پیشہ تجارت تھا ایک مرتبہ قحط پڑا جس سے یہ بہت پریشان ہوئے سوچنے لگے

کہ رزق کی کشادگی کے لیے کیا تدبیریں اختیار کی جائیں۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک غلام رنگ رلیوں میں مصروف ہے اور خوشی وانبساط سے اچھل کود کررہا ہے اس سے پوچھا! قحط وپریشانی کے ان دنوں میں یہ سرمستیاں کیا! کیا تجھے کھانے پینے کی فکر لاحق نہیں۔ اس نے کہا، جناب میرے مالک کا ایک گاؤں ہے جس نے ہم دونوں کو اس احتیاج سے بے نیاز کررکھا ہے۔ یہ اس گفتگو سے بہت متاثر ہوئے دل نے کہا کیا تیرے مولا وآقا کے پاس یہ پوری زمین (یعنی پوری کائنات) اپنی تمام تر شادابیوں کے ساتھ موجود تھیں اور اگر تیرا تعلق اس سے کم ازکم اتنا ہی ہے جتنا کہ اس غلام کا اپنے آقا سے ہے تو پھر اس پر پریشانی واضطراب کے کیا معنی (تعلیمات غزالیؒ)

حضرت ابوسلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں اَلْجُوْعُ مِفْتَاحُ الْاٰخِرَۃِ وَالشِّبَعُ مِفْتَاحُ الدُّنْیَا بھوک آخرت کے خزانوں کی چابی ہے اور شکم سیری دنیا کی کلید ہے۔

حضرت جنیدؒ:

فرماتے ہیں تصوف کی بنیاد کتاب وسنت کی تصریحات پر ہے لہٰذا جو شخص ان نعمتوں سے محروم ہے اس نے تصوف کی بو بھی نہیں سونگھی۔ کرامت کو فضیلت کا معیار نہیں سمجھتے تھے ان کی بزرگی کا چرچا سن کر ان کے ہاں آیا اور کچھ عرصہ تک ان کی حرکات وسکنات کو بغور دیکھتا رہا۔ آخر ایک دن اجازت لے کر جانا چاہا حضرت جنیدؒ! اتنی جلدی کیوں جاتے ہو۔ اس نے کہا میں اس خیالات سے آیا تھا کہ آپ بہت بڑے ولی ہوں گے اور آپ کے ہاں بڑی بڑی کرامتیں دیکھنے کو آئیں گی۔ لیکن افسوس میں نے تو کوئی کرامت ایسی نہیں دیکھی جس سے آپ کی ولایت کا اندازہ ہوسکے۔ جنید مسکرائے۔ انہوں نے کہا، اس عرصہ میں کیا تو نے دیکھا کہ میں نے فرائض چھوڑے ہوں اس نے کہا جی نہیں آپ نے فرمایا کیا تو نے دیکھا کہ میں نے کوئی سنت چھوڑی ہو۔ اس نے کہا نہیں پھر فرمایا کیا مستحبات وآداب کو چھوڑتے ہوئے دیکھا۔ کہا کہ جی نہیں فرمایا یہی تو بڑی کرامت ہے۔

طہارت: حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے بُنِیَ الدِّیْنُ عَلَی النَّظَافَۃِ (الحدیث) دین کی بنیاد پاکیزگی ہے۔ دوسری حدیث ہے۔ اَلطُّھُوْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ۔ پاکیزگی نصف ایمان ہے۔

نماز کی کلید وچابی پاکیزگی ہے نہ ظاہری وباطنی پاکیزگی دونوں ضروری ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پاکیزگی نصف ایمان ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ پانی سے اعضاء جوارح کو تو دھونا چاہیے اور پاک کرنا چاہیے مگر دل باطن کو بدستور نجاستوں اور نتوں سے آلودہ رہنے دیا جائے اور اس کی

پاکیزگی وصفائی کا کوئی اہتمام نہ کیا جائے بلکہ قلب و باطن کی صفائی بھی ضروری کی جائے۔

لیکن آج کے دور میں صفائی اس کو کہا جاتا ہے کہ لوگ رعونت وتکبر تزئین و آرائش ظاہری سجاوٹ بناوٹ کو دین سمجھتے ہیں۔ یہ عروس ودلہن کی طرح یوں بن ٹھن رہے ہیں گویا یہی حاصل حیات ہے۔ ظاہری زینت و بناوٹ ہے مگر دل وقلب کا حال یہ ہے کہ اخلاق رذیلہ سے بھرپور ملوث ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اِنَّ الْوُضُوْ الصَّالِحَ یَطْرُدُ عَنْکَ الشَّیْطَانَ توجہ واہتمام سے کیا ہوا وضو شیطان کو تم سے دور رکھے گا۔

نماز: حدیث نبوی ﷺ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ پانچ وقت نماز پڑھنا یوں ہے جیسے تمہارے مکان کے سامنے ایک نہر بہہ رہی ہو۔ جس میں پانی گہرا کثرت سے ہو اور تم روزانہ پانچ مرتبہ اس میں نہاؤ تو کیا اس صورت میں میل باقی رہے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نماز کا یہی حال ہے جس طرح پانی سے میل دور ہو جاتا ہے اسی طرح اس سے گناہوں کے داغ دھبے دھل جاتے ہیں۔

اور ایک حدیث نبوی ﷺ ہے فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے بال بچوں کو نماز کی تلقین کر کر اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ایسے ایسے طریقوں سے کشائش رزق کا سامان مہیا کرتا ہے جو تمہارے وہم وگمان میں بھی نہ آ سکیں۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا:

شاہ اسماعیل سامانی کی خصائل حمیدہ میں سے ایک یہ تھی کہ ایام برف وباراں میں باہر بیٹھتا یا میدان میں کھڑا رہتا اگر کسی کو کچھ حاجت ہوتی تو اس کی حاجت روائی کرتا اور کوئی مظلوم ہوتا تو اس کی دادرسی کرتا اور ضعیفوں کو صدقہ دیتا اور ان کی فارغ البالی کے لیے پوری کوشش کرتا اور بوقت مراجعت نماز شکرانہ ادا کرتا اور کہتا الحمد اللہ کہ آج کا دن میرا بقدر وسعت وطاقت خدمت خلق میں صرف ہوا لوگوں نے کہا اے برف وباراں کے دن (یعنی جب برف باری ہو رہی ہو۔ بارش ہو رہی ہو سردی میں) امیر و سردار لوگ گھروں سے باہر نکلتے ایسے تکلیف دہ ایام میں امیر گھر میں نہیں بیٹھتا اور رنج وتکلیف اٹھاتا ہے۔ اس کا کیا باعث ہے۔ فرمایا ایسے ایام میں غرباء اور بے کس زیادہ تنگ دل ہوتے ہیں اگر ایسی حالت میں ایک غریب کی بھی توفیق خدمت گذاری مجھے حاصل ہو جائے تو اس کی دعا قبولیت کے نزدیک تر ہوتی ہے۔

مکرم وجنس ۔ ہے یادگیری نیم جانوں کی ☆ خریدا کریں جتنی دعائیں ناتوانوں کی

حکایت: بڑے بڑے مکانات تعمیر کرنا محلات بنانا بالکل بے فائدہ ہے انسان کو چاہیے بقدرِ ضرورت رہائش بنوائے ورنہ چھوڑ کر چلے جائیں گے اور دل میں ہزاروں حسرتیں، ارمان رہ جائیں گے۔ اس واقعہ سے اندازہ لگائیں اور عبرت حاصل کریں۔ کہتے ہیں امیر المؤمنین مہدی نے ایک نیا محل تعمیر کرایا خلیفہ نے فرمایا کسی شخص کو اس محل کے نظارے سے منع نہ کیا جائے۔ دیکھنے والے یا تو دوست ہوں گے یا دشمن اگر دوست ہیں تو خوش وخرم ہوں گے اور ہمیں دوستوں کی خوشی چاہیے اور اگر دشمن ہیں تو تکلیف اٹھائیں گے۔ غم میں پڑیں گے اور دل گرفتہ ہوں گے اور ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ دشمن کو غم پہنچے۔ اس کے علاوہ اس میں عیب نکالیں گے تو ہم اس خلل وعیب کو دور کریں گے۔ یہ بھی ہمارے لیے فائدہ مند ہے۔ ایک فقیر نے کہا اس محل میں دو نقص وخامیاں ہیں ایک یہ کہ آپ اس میں ہمیشہ نہ رہیں گے۔ دوسرا یہ کہ یہ محل ہمیشہ نہ رہے گا۔ خلیفہ اس کلام سے اتنا متاثر ہوا کہ وہ محل غریبوں وفقیروں کے لیے وقف کر دیا۔

ہوئے قصر فنا سے قصر عالی بے نشاں لاکھوں
تیری عبرت کو منعم ایک باقی قصر گردوں ہے
کہہ رہا ہے باغ میں ہر گل زبانِ حال سے
مبتلائے خارِ غم رہتا ہے جو زردار ہے

یا الٰہ العالمین ہم سب کے دلوں میں اسلام کی محبت اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرما۔

آمین

خطبہ چہارم:

عشق وحبِ رسول ﷺ

بعض تواریخ کے اعتبار سے ۲۲ جمادی الثانی اور بعض کے اعتبار سے ۲۱ ماہ جمادی الثانی الاخریٰ ۱۳ ہجری میں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور اس کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز ہوا۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحیح معنی میں محبِ رسول ﷺ تھے ان کی محبت حضور ﷺ سے کس طرح تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حالات وسیرت کا مطالعہ کر کے آج ہم اپنی محبت وعشق رسول ﷺ

کو پرکھیں کہ کیا واقعی آج کے محبت رسول ﷺ کے دعوے دار صحیح معنی میں محب ہیں یا صرف دعوے ہیں اس وجہ سے اس موضوع کا عنوان حب رسول ﷺ قائم کیا گیا۔ اللہ تمام مسلمانوں کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء و اتباع کرتے ہوئے صحیح معنی میں محبت و اطاعت رسول ﷺ نصیب فرمائیں۔ قرآن مجید نے حقیقی محبت رسول ﷺ اس کو کہا ہے جو حضور ﷺ کے اخلاق و اعمال و ارشادات کی پیروی و اتباع کرتا ہے اس کے علاوہ دعویٰ محبت کا بے محبت نہیں ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَانِ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ [سورۃ اعراف پارہ۹ آیت ۱۵۸]

اس آیت میں حضور ﷺ کی عالمی نبوت و اتباع کا بیان ہوا۔

ترجمہ ”آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ اے (دنیا جہان کے) لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا (پیغمبر) ہوں۔ جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ ایسے اللہ پر ایمان لاؤ اس کے سوا ایسے نبی امی پر (بھی) جو کہ (خود) اللہ پر اور ان کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان (نبی) کا اتباع کرو تا کہ تم راہ راست پر آجاؤ۔“

تشریح آیت میں حضور ﷺ کی شان عالی کا بیان فرمایا کہ آپ حضور ﷺ سارے عالم کے نبی ﷺ ہیں یعنی نبوت آپ ﷺ پر ختم ہوگئی اور یہ اعزاز اس خدائے بزرگ و برتر نے عطا فرمایا جس کی بادشاہی تمام کائنات ارض و سماء پر ہے اس لیے اس خدا کی بادشاہی پر ایمان لاؤ۔ توحید پرست بنو مشرک نہ بنو عبادت کے لائق وہی ہے وہی حاجت روا مشکل کشا فریاد رس، عزت و ذلت اسی کے ہاتھ میں ہے نفع و نقصان اسی کے ہاتھ میں ہے۔

موت و حیات اسی کے ہاتھ میں ہے صحت و بیماری اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اس لیے صرف اور صرف اسی خدا کے خالص بندے بن جاؤ اور اس کے رسول ﷺ نبی امی جیسے اس کی اطاعت و بندگی فرمانبرداری کا طریقہ بتائیں جو زندگی گزارنے کا طریقہ بتائیں اسی طرح کرو یعنی اللہ کا حکم مانو اطاعت و فرمانبرداری کرو مگر حضور ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ورنہ حضور ﷺ کے طریقہ کو چھوڑ دیا تو گمراہ ہو جاؤ گے کیونکہ وہ نبی ﷺ امی خود اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اسی کی عبادت کرتے ہیں اور فرمانبرداری کرتے ہیں اگر تم اسی طرح اللہ پر ایمان رکھو گے حضور ﷺ کے طریقہ و سنت سے محبت و

اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے ورنہ گمراہ ہو کر رہ جاؤ گے۔

مپندار سعدی کہ راہ صفا ☆ تواں یافت جز در پے مصطفی ﷺ
خلاف پیمبر ﷺ کسے رہ گزید ☆ کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید
رگ رگ میں محبت ہو رسول ﷺ عربی کی ☆ جنت کے خزائن کی یہی بیع سلم ہے
وہ رحمت عالم ﷺ شہ اسود و احمر ☆ وہ سید کونین ہے آقائے امم ہے
وہ عالم توحید کا مظہر ہے کہ جس میں ☆ مشرق ہے نہ مغرب ہے عرب ہے نہ عجم ہے
دل نعت رسول ﷺ عربی کہنے کو بے چین ہے ☆ عالم ہے تحیر کا زباں ہے نہ قلم ہے

(از کلام مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

اس دور موجودہ میں جبکہ سرور کونین ﷺ کی سنتوں سے مغائرت بڑھتی جا رہی ہے اور مسلمان اپنے دین کی تعلیمات کو چھوڑ کر غیروں کے طور طریقے اختیار کر رہے ہیں۔ اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو بار بار اسلامی تعلیمات اور سرکار دو عالم ﷺ کی سنتوں کی طرف دعوت دی جائے کیونکہ مسلمانوں کی دنیاوی واخروی ہر طرح کی اصلاح وفلاح اتباع سنت ہی میں مضمر ہے۔

محمد ﷺ حمد خدا بس ☆ خدا مدح آفریں مصطفیٰ بس

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ.

خالق کائنات اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام بنی نوع انسانی کو حصول شرف انسانیت وتکمیل عبدیت کے لیے اور اپنے تمام احسانات وانعامات سے مشرف اور بہرہ اندوز ہونے کے لیے جب ایسے خیر البشر نبی الرحمۃ ﷺ کو پیکر مثالی بنا کر مبعوث فرمایا تو ایمان لانے والوں پر ادائے شکر وامتنان کے لیے جس طرح آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا واجب فرمایا ہے اسی طرح ان کو ہر شعبہ زندگی میں آپ ﷺ کی اطاعت واتباع کا بھی مکلف بنایا ہے تصریحات قرآنی میں بالکل واضح ہے جو بھی آپ ﷺ سے جتنا قرب حاصل کرے گا وہ اسی قدر اللہ جل شانہ سے قریب ہوگا اور محبوب بندہ بن جائے گا گویا اتباع سنت ہی روح عبادت ہے اور حاصل بندگی ہے اور بندہ کا ہر فعل سنت کے خلاف ہے وہ عبادت نہیں بلکہ صریحاً گمراہی ہے۔ رسول ﷺ کے تمام مکارم اخلاق انداز اطاعت وعبادت وحالات جلوت وخلوت اور تمام اعمال واقوال اور تعلقات ومعاملات زندگی ہر قوم اور ہر طبقہ وہر جماعت اور ہر فرد کے لیے ہر زمانہ اور ہر وقت میں بہترین نمونہ ومثال ہیں۔ اسی لیے اللہ جل شانہ نے فرمایا۔ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ الخ﴾ [سورۃ احزاب پارہ ۲۱ آیت ۲۱]

ترجمہ "بے شک تمہارے لیے حضور ﷺ کی (زندگی) بہترین نمونہ ہے۔"

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ ☆ وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ ☆ کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

شاعر رسول ﷺ، حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ترجمہ میری آنکھوں نے کبھی آپ ﷺ سے زیادہ کوئی حسین نہیں دیکھا۔ عورتوں نے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی صاحب جمال نہیں جنا۔ آپ ﷺ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا ہے جیسے آپ ﷺ اپنی مرضی کے مطابق پیدا کیے گئے ہوں۔

فراستِ صدیقی رضی اللہ عنہ:

مسجد نبوی کے منبر پر حضور اکرم ﷺ نے یہ آخری خطبہ ارشاد فرمایا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ اپنے مرض وفات میں (ایک دن) اپنے حجرہ سے نکل کر مسجد نبوی میں تشریف لائے جہاں ہم (پہلے سے) بیٹھے ہوئے تھے اس وقت آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک پر کپڑا باندھ رکھا تھا (جیسے کہ دردِ سر کا مریض اپنے سر کو باندھے رکھتا ہے) پھر آپ ﷺ منبر کی طرف چلے اور اس پر کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ہم بھی آگے بڑھ کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس وقت آپ ﷺ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس وقت اپنی جگہ (یعنی اس منبر) پر کھڑا ہوا حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر فرمایا ایک بندہ ہے جس کے سامنے (فانی) دنیا اور دنیا کی (فانی) بہاریں پیش کی گئیں لیکن اس نے (مٹ جانے والی دنیا) پر آخرت کی کبھی نہ مٹنے والی نعمتوں کو ترجیح دی ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس ارشادِ گرامی کے رمز کو سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کوئی نہ سمجھ سکا۔ چنانچہ (زبانِ رسالت ﷺ سے یہ الفاظ سن کر) ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ رونے لگے پھر بولے (نہیں) یا رسول اللہ ﷺ! (نہیں) ایسی غمناک بات نہ فرمائیے۔ ہم اپنے باپوں کو، اپنی ماؤں کو، اپنی جانوں کو اور اپنے مالوں کو آپ ﷺ پر صدقہ کر دیں گے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد آنحضور ﷺ منبر پر سے اُتر کر تشریف لے گئے اور اس وقت تک پھر کبھی اس منبر پر کھڑے نہ ہوئے (یعنی اس دن آپ ﷺ کا منبر پر کھڑا ہونا آخری کھڑا ہونا تھا)

تشریح یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فہم و ادراک کا کمال تھا، انہوں نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد سنتے ہی تاڑ لیا کہ ذاتِ رسالت پناہ ﷺ کی جدائی و مفارقت کا وقت قریب آ گیا ہے اور ہمارے درمیان

آپ ﷺ چند ہی دنوں کے مہمان ہیں۔ انہوں نے یہ حقیقت یا تو آپ ﷺ کی شدید علالت کے قرینہ سے پہچانی تھی یا انہوں نے اس گہرائی میں جا کر ارشاد گرامی ﷺ کے رمز کو تلاش کیا کہ دنیا کی عزت اور پر بہار نعمتوں سے منہ موڑ لینا اور آخرت کی ابدی حقیقتوں کو برضا و رغبت اختیار کر لینا وہ وصف ہے جو صرف اللہ کے نیک ترین اور مقرب ترین بندوں کے مقام تسلیم و رضا اور قرب کو ظاہر کرتا ہے اور وہ جانتے ہی تھے کہ اس دنیا کی نعمتیں مقام سید الانبیاء کے شایان شان نہیں ہیں لہٰذا اُن کا ذہن اس حقیقت کی طرف منتقل ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ ایک بندہ کے ذریعہ دراصل اپنی ذات کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ دنیاوی حیات و بقاء کو چھوڑ کر موت اور بقاء حق کو اختیار کر لینے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ بلاشبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ دانا تھے۔ انہوں نے شروع ہی میں اس رمز کو پہچان لیا کہ جس بندہ کو اختیار دیئے جانے کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ خود آنحضرت ﷺ ہی ہیں۔ یہ ہے حقیقی محبت و تعلق کہ اپنی جان اپنے ماں باپ کی جان اپنا مال آنحضرت ﷺ پر قربان کرنے کے لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تیار ہو گئے۔ ہم مسلمان بھی اپنے گریبانوں میں جھانکیں کہ کیا ہم بھی حضور ﷺ کے ارشادات وسنتوں پر جان و مال قربان کرنے کے لیے تیار ہیں تو خوشی کی بات ہے ورنہ ہمارے ایمان ناقص ہیں اپنے ایمان مضبوط وقوی کرنے کی ضرورت ہے۔ خالی میلاد منا لینا، میلاد کے جلوس نکال لینا، کھانا پکا کر کھا پی لینا، محافل نعت قائم کر لینا اور فضول خرچیاں کر لینا، چراغاں کر کے کانفرسیں و جلسے کر لینا حب رسول ﷺ نہیں بلکہ حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا آپ ﷺ کے ارشادات وسنتوں پر جانیں قربان کرنا بے دینی کا مقابلہ کرنا، اپنے مسلمان ہونے پر خوش ہونا اور اس پر فخر ہونا، یہود و نصاریٰ و ہنود کے طور طریقوں سے نفرت کا ہونا یہ ہے محبت رسول ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کوئی جلوس میلاد کے نہیں نکالے کوئی چراغاں نہیں کیے کوئی کانفرنسیں و جلسے نہیں کیے۔ کوئی محافل نعت نہیں قائم کیں بلکہ حقیقی محبت اطاعت وفرمانبرداری کر کے دکھائی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُمت کو انتہائی نازک حالت میں سہارا دیا:

حضور ﷺ کی وفات کے بعد قریب تھا کہ اُمت میں بڑا اختلاف ہو جائے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم تو حضور ﷺ کی وفات بھی نہیں تسلیم کر رہے تھے۔ پھر حضور ﷺ کی تدفین کا مسئلہ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ مسائل بخوبی نمٹائے پھر اس کے بعد ارتداد کے فتنوں نے سر اُٹھایا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جہاد کر کے ان فتنوں کی سرکوبی کی۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ کا انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ کی تدفین کے

بارے میں صحابہ ﷺ کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے فرمایا میں نے (اس سلسلہ میں) خود رسول کریم ﷺ سے ایک بات سنی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہر نبی ﷺ کی روح اس جگہ قبض کرتا ہے جہاں وہ نبی دفن ہونا پسند کرتا ہے لہٰذا آنحضرت ﷺ کو اس جگہ دفن کرنا چاہیے جہاں آپ ﷺ بستر پر تھے اور جہاں آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔ (ترمذی)

تشریح صحابہ ﷺ کے درمیان اختلاف رائے ہوا" یعنی بعض حضرات کا کہنا تو یہ تھا کہ آپ ﷺ کی تدفین بقیع قبرستان میں ہونی چاہیے اور بعض حضرات یہ کہہ رہے تھے کہ مسجد نبوی ﷺ میں دفن کرنا زیادہ موزوں ہے جبکہ بعض حضرات کی رائے یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ کی تدفین بیت المقدس میں عمل میں آنی چاہیے کیونکہ اکثر انبیاء کی قبریں وہیں ہیں یا یہ کہ سرے سے دفن کرنے ہی کے بارے میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا تھا کہ آیا آپ ﷺ کو دفن کیا جائے یا نہیں؟ چنانچہ ترمذی ہی کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ اس موقع پر صحابہ ﷺ نے حضرت ابوبکر ﷺ سے رجوع کیا اور ان سے پوچھا کہ اے صاحب رسول ﷺ! رسول کریم ﷺ کو دفن کیا جائے یا نہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے کہا۔ اسی جگہ جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح مبارک قبض کی ہے وہ پاک و طاہر جگہ ہے۔ صحابہ ﷺ سمجھ گئے کہ ابوبکر ﷺ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ صحیح ہے اور اسی طرح حجرہ عائشہؓ میں کہ جہاں آپ ﷺ کی وفات ہوئی تدفین عمل میں آئی۔

فوائد حجرہ عائشہ صدیقہؓ میں حضور ﷺ کی قبر اطہر بنی ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابوبکر ﷺ بھی سچے اور پکے عاشق رسول ﷺ تھے اور ان کی صاحبزادی عائشہ صدیقہ ام المومنین بھی حضور ﷺ کی فرمانبردار و جانثار بیوی تھیں۔ اس لیے اللہ نے ہمیشہ کا ساتھ جوڑ دیا قیامت تک حضرت عائشہؓ کے حجرہ کا ذکر بھی ہوگا اور حضرت ابوبکر ﷺ کے مزار کے ساتھ ہونے کا ذکر بھی ہوگا۔ مخالفین روافض کہاں تک ان کو دور کریں گے اور کہاں تک تبرا بازی کر کے اپنے ایمان ضائع کریں گے۔ اللہ مسلمانوں کو ان فتنوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

بحوالہ مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ جاننا چاہیے کہ صحابہ ﷺ کو برا کہنا حرام اور اکبر فواحش سخت بڑے گناہوں میں سے ہے ہمارا اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جو کوئی صحابہ ﷺ کو برا کہے اس کو سزا دی جائے اور بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ اس کو قتل کیا جائے اور ہمارے بعض علماء نے صراحت کی ہے جو شخص شیخین (یعنی ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما کو برا کہے وہ مستوجب قتل ہے۔ لیکن یہ کام اسلامی و شرعی حکومت کر سکتی ہے اپنے طور پر نہیں کیا جا سکتا)

صاحب اشباہ علامہ زین ابن نجیم نے یہ بھی لکھا ہے کہ شیخین (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ) کو برا کہنا یا ان کو لعنت کرنا کفر ہے اسی طرح مناقب کروری میں بھی ہے ان دونوں کی خصوصیت یہ ہے کہ دونوں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت میں آنحضرت ﷺ کی احادیث جس مخصوص طور سے منقول ہیں اس طرح سے کسی اور صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول نہیں۔ یا اس وجہ سے کہ ان دونوں حضرات کی خلافت پر مسلمانوں کا مکمل اجماع تھا ان کی قیادت وسربراہی کو کسی طرف سے بھی چیلنج نہیں کیا گیا ان کے برخلاف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہوں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ دوسرے خلفاء ان کی خلافت پر اس درجہ کا اجماع نہیں تھا بلکہ ان میں سے ہر ایک کے زمانہ میں بغاوت وخروج کا عمل ظاہر ہوا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے لکھا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فرقہ امامیہ کے لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر ہیں اور فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو شخص خلافت صدیق رضی اللہ عنہ کا انکار کرے وہ اجماع قطعی کا منکر قرار پاتا ہے اور اجماع قطعی کا منکر کافر ہو جاتا ہے اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ بحوالہ مظاہر حق جلد نمبر ۵ صفحہ ۶۳۰۔

قرآن میں فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیان:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ [سورۃ توبہ پارہ ۱۰ آیت ۴۰]

واقعہ غار ثور کو اس آیت میں بیان فرمایا:

ترجمہ ''تم لوگ رسول ﷺ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی اس وقت مدد کر چکا ہے جب کہ آپ ﷺ کو کافروں نے جلاوطن کر دیا تھا جبکہ دو آدمیوں میں ایک آپ ﷺ تھے جبکہ آپ ﷺ اپنے ہمراہی سے فرمارہے تھے کہ تم کچھ غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔''

فوائد اللہ تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں جس ہستی کا ذکر اپنے رسول ﷺ کے ساتھی اور جاں نثار کی حیثیت سے کرے اس کو برا کہنے والوں کا انجام کیا ہوگا اس کا اندازہ خود ہی لگا لینا چاہیے۔ قرآن نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صاحب فضیلت کہا ہے۔

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ الخ﴾ [سورۃ نور پارہ ۱۸ آیت ۲۲]

ترجمہ ''اور جو لوگ تم میں (دینی) بزرگی اور (دنیوی) وسعت والے ہیں۔''

جس ہستی کی طرف اشارہ ہے وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ذات ہے جیسا کہ محقق مفسرین وعلماء اسلام نے وضاحت کی ہے پس ان کے "فضل" کا انکار کرنا قرآن کریم کا صریح رد کرنا ہے۔

بڑا پرہیزگار:

قرآن پاک میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بڑا پرہیزگار کہا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اکثر مفسرین کے نزدیک آیت ہذا کا شان نزول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

ترجمہ: "اور اس (دوزخ) سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال (محض) اس غرض سے دیتا ہے کہ (گناہوں) سے پاک ہو جائے اور سوائے اپنے عالیشان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا مقصود ہوتا اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا۔ (یعنی آخرت میں ایسی ایسی نعمتیں ملیں گی)

فوائد: یہ آیات مذکورہ بالا بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہیں مفسرین فرماتے ہیں کہ ان آیتوں کا شان نزول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے بڑی مقدار میں اپنا مال خرچ کر کے حضرت بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ کو کافروں سے خریدا اور آزاد کر دیا۔ پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ بڑا پرہیزگار بتائے وہ رحمت ورضوان کا مستحق ہوگا۔ (مظاہر حق)

یقیناً وہ شخصیت جس کو قرآن نے بڑا پرہیزگار بھی کہا ہو اس کی خوش نصیبی وسعادت کا اندازہ کرنا بھی ناممکن ہے اور بدبخت ہیں وہ لوگ جو ایسی پاکیزہ ہستیوں پر بھی زبان درازی کر کے اپنی عاقبت برباد کرتے ہیں۔

ابن عساکر رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حب ابی بکر و عمر ایمان و بغضھما کفر۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسانوں میں سب سے زیادہ جس شخص نے میرا ساتھ دیا اور میری خدمت میں اور میری خوشنودی میں اپنا وقت اور اپنا مال سب سے زیادہ لگایا وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اگر میں کسی شخص کو اپنا خلیل یعنی (سچا) جانی دوست بناتا تو یقیناً ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایسا دوست بناتا تاہم اسلامی اخوت ومحبت اپنی جگہ (بلند تر) ہے مسجد نبوی میں

ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر کی کھڑکی یا روشندان کے علاوہ اور کوئی کھڑکی یا روشن دان باقی نہ رکھا جائے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اگر میں اللہ کے سوا کسی کو اپنا خلیل بناتا تو یقیناً ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی کو خلیل بناتا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جس لگن اور تندہی کے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے میری خدمت گزاری کی اور جس ایثار و اخلاص کے ساتھ میری ذات پر یا میری رضا و خوشنودی کے لیے دین کی راہ میں اپنا مال بے دریغ خرچ کیا وہ ان کا ایسا امتیازی وصف ہے جو میرے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور میری پوری اُمت میں ان کو سب سے بلند و برتر مقام عطا کرتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میرے لیے روا ہوتا کہ میں مخلوق میں سے کسی کو اس صفت کے ساتھ اپنا سچا جانی دوست بناؤں کہ اس کی محبت میرے دل کے اندر تک سرایت کر جائے اور وہ میرا محرم اسرار بن جائے تو یقیناً میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا اسی طرح کا دوست بناتا کیونکہ وہ دوستی کی اس صفت کی استعداد و اہلیت رکھتے ہیں لیکن اس درجہ وصف کی محبت کا میرا تعلق صرف خدا کے ساتھ ہے کہ اس کی محبت میرے ظاہر پر بھی حکمران ہے اور میرے باطن پر بھی اور وہی میرا محرم اسرار ہے ہاں ظاہر دل کی محبت کا میرا جو تعلق مسلمانوں کے ساتھ ہے اس میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مقام یقیناً سب سے اونچا ہے۔

دوسرا معنی خلة خلة سے ماخوذ ہے۔ اس صورت میں مطلب حدیث کا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر میں کسی کو اپنا ایسا دوست بناتا کہ جس کی طرف میں اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کے وقت رجوع کروں اور اپنے معاملات میں اس پر اعتماد و اعتبار کروں تو یقیناً ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ایسا دوست بناتا لیکن ایسے تمام امور و معاملات میں میرا واحد رجوع اللہ کی طرف ہے اور تمام احوال و مہمات میں میرا واحد سہارا اور ملجا اسی کی ذات ہے۔ ہاں اسلامی اخوت و محبت کا جو میرا ظاہری و قلبی تعلق پوری اُمت کے ساتھ ہے اس میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مقام یقیناً سب سے بلند ہے۔

اس کے بعد فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر کی کھڑکی یا روشن دان کے علاوہ باقی تمام کھڑکیاں یا روشن دان بند کر دیئے جائیں اس سے مراد یہ ہے کہ ابتداء میں مسجد نبوی سے ملے ہوئے جو مکان تھے ان کی کھڑکیاں مسجد شریف کی جانب کھلی ہوئی تھیں جن کے ذریعہ مسجد میں آتے جاتے تھے یا ان کے مکانوں میں مسجد شریف کی جانب ایسے روشن دان کھلے ہوئے تھے جن کے ذریعہ مسجد کا اندرونی حصہ نظر آتا تھا اور ان مکانوں کے مکین اپنے انہی روشندانوں کے ذریعہ دیکھ لیا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے ہیں یا نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں جو آخری خطبہ ارشاد فرمایا اس میں یہ

حکم دیا کہ مسجد کی جانب گھروں کی کھڑکیاں یا روشن دان بند کر دیئے جائیں صرف ابوبکرؓ کے گھر کی کھڑکی یا روشندان کھلا رہے۔ اس حکم کے ذریعہ حضرت ابوبکرؓ کی افضلیت اور ان کی تکریم کا اظہار تو مقصود تھا ہی لیکن اصل میں یہ اس بات سے کنایہ (اشارہ) یہ بھی تھا کہ میرے بعد اُمت کی سربراہی و قیادت اور امامت کبریٰ یعنی خلافت کے لیے ابوبکرؓ کو منتخب کیا جائے اور اس مسئلہ میں بحث وگفتگو اور اختلاف ونزاع کا دروازہ کسی طرف سے نہ کھولا جائے منقول ہے کہ آپ ﷺ کا یہ حکم سن کر جب کچھ لوگوں نے کلام کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہی ہے اور یہ ارشاد گرامی اس آخری زمانے کا ہے جب آنحضرت ﷺ مرض وفات میں تھے اور انتقال سے دو یا تین دن پہلے آپ ﷺ نے یہ حکم صادر فرمایا تھا۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں ابوبکرؓ میرے غار کے رفیق اور مونس ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس نے ہمیں کچھ دیا ہو یا ہماری امداد کی ہو اور ہم نے اس کا (جوں کا توں یا اس سے بھی زیادہ) بدلہ اس کو نہ دے دیا ہو سوائے ابوبکرؓ کے یہ حقیقت ہے کہ ابوبکرؓ نے ہمارے ساتھ عطا امداد کا جو عظیم سلوک کیا ہے اس کا بدلہ (یعنی کامل بدلہ) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی ان کو عطا کرے گا۔ کسی شخص کے مال نے مجھ کو اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابوبکرؓ کے مال نے پہنچایا ہے اگر میں کسی کو اپنا خلیل یعنی جانی دوست بناتا تو یقیناً ابوبکرؓ کو خلیل بناتا۔ یاد رکھو تمہارے صاحب (یعنی رسول اللہ ﷺ) اللہ کے خلیل ہیں (کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی کو حقیقی دوست نہیں رکھتے)

تشریح: اس حدیث میں یسد کے الفاظ ہیں جو مال و دولت جان اور آل اولاد سب کو شامل ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ اور رسول ﷺ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے حضرت ابوبکرؓ نے اپنا یہ سب کچھ اللہ کی راہ میں اور اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا تھا اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ جب ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے اللہ کی راہ میں مالی امداد و تعاون کے لیے کہا تو ہر شخص نے اپنی اپنی حیثیت واستطاعت کے مطابق جو کچھ مناسب سمجھا لا کر دیا اور حضرت ابوبکرؓ گھر کا سارا اثاثہ و سامان سمیٹ کر لے آئے اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی بڑی سے بڑی ضرورت کا بھی کوئی سامان گھر میں نہیں رہنے دیا۔ یہاں تک کہ جب

تمام مال وسامان اللہ کی راہ میں خرچ کردیا اور بدن کے کپڑے کے لیے کچھ نہیں رہا تو کملی کو بدن پر اس طرح لپیٹ لیا کہ کانٹے لگا کر اس کا خرقہ سا بنالیا۔ ریاض الصالحین میں یہ روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا کہ کسی شخص کے مال نے مجھ کو اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے پہنچایا ہے تو (یہ سن کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میری جان اپنی ہے نہ میرا مال اپنا ہے میرے پاس جو کچھ بھی ہے سب آپ ﷺ ہی کی ملکیت ہے موافقات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال میں اس طرح تصرف وخرچ کرتے تھے جس طرح اپنے مال میں تصرف وخرچ کرتے تھے۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے اور وہ سب انہوں نے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں فی سبیل اللہ خرچ کردیے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے (ایک دن) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: **فقال انت عتیق اللّٰہ من النار فیومئذ سُمّی عتیقا۔** (ترمذی)

صدیق کو عتیق کا لقب ملا۔ ترجمہ: ''تم دوزخ کی آگ سے آزاد ہو اللہ کی طرف سے اسی دن سے ان کا نام عتیق پڑ گیا۔'' (ترمذی)

عتیق کا ایک معنی آزاد ہونے کا ہے یعنی دوزخ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ آزاد ہیں۔ دوسرا معنی عتیق کا حسن وجمال شرافت ونجابت اور صاحب خیر کے ہیں اور یہ تمام خوبیاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ذات میں موجود تھیں اس لیے ان کو عتیق کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کا سب سے پہلا شخص میں ہوں گا جو زمین سے برآمد ہوں گے (یعنی قیامت کے دن جب تمام خلقت اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر میدان حشر میں آئے گی تو سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور اپنی قبر سے اٹھنے والا سب سے پہلا شخص میں ہوں گا) میرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے پھر میں بقیع قبرستان کے مدفونوں کے پاس آؤں گا اور ان کو قبروں سے اٹھا کر میرے ساتھ جمع کیا جائے گا اور پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا تاکہ مجھے حرمین یعنی اہل مکہ اور اہل مدینہ کے درمیان حشر میں پہنچایا جائے گا۔ (ترمذی)(بحوالہ مظاہر حق شرح مشکوۃ)

محمد ﷺ کے غلاموں میں سب سے پہلے ابو بکر رضی اللہ عنہ جنت میں داخل ہوں گے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پھر انہوں نے جنت کا دروازہ دکھلایا جس سے میری اُمت کے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے (یہ اشارہ سن کر) عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے دل میں یہ حسرت بھری خواہش مچل رہی ہے کہ کاش اس وقت میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوتا تو مجھے بھی جنت کا دروازہ دیکھنا نصیب ہو جاتا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آگاہ رہو کہ میری اُمت میں سے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے ان میں سب سے پہلے شخص تم ہی ہو گے۔

(ابوداؤد بحوالہ مظاہر حق)

فوائد حدیث میں ہے مجھے جنت کا دروازہ دکھلایا گیا تو یہ سب معراج کا واقعہ ہے جس کا آپ ﷺ نے اس موقعہ پر ذکر فرمایا یا کسی اور وقت کا واقعہ ہے جب آپ ﷺ کو جنت کی سیر کرائی گئی ہو گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ چھڑ گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمانے لگے میری آرزو و تمنا ہے کاش کہ میری ساری زندگی کی نیکیوں کے بدلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دو نیکیاں مل جائیں۔ ایک نیکی جب غار میں ہجرت کے موقع پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سوراخ اپنے تہبند سے بند کیے تھے اور ایک سوراخ بچ گیا تھا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو سانپ نے ڈسا تھا مگر اف نہ کی۔ دوسری نیکی کہ جب مانعین زکوۃ نے انکار کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ جو حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی زکوۃ نہیں دیتے تھے اگر اب نہ دی تو ان کے خلاف جہاد کروں گا۔

پہلی نیکی میں قربانی ہے جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ دوسری نیکی میں فتنہ ارتداد کی بیخ کنی ہے کیونکہ فتنہ ارتداد خطرناک چیز ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دین کی اصلی صورت میں حفاظت فرمائی۔

اللہ العالمین تمام مسلمانوں کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت و اطاعت نصیب فرما۔

آمین یا رب العالمین

خلافت کا پہلا خطبہ:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت پر متمکن ہونے کے بعد پہلا خطبہ یہ ارشاد فرمایا۔

(صداقتی تقریر)

اے لوگو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں، لیکن تم سے بہتر نہیں۔ اگر میں نیک کام کروں تو اس

میں میری مدد کرو اور اگر برا کروں تو مجھے ٹوکو صدق امانت ہے اور کذب خیانت تمہارا کمزور شخص میرے نزدیک قوی ہے۔ جب تک میں اس کا حق نہ دلا دوں اور تمہارا قوی آدمی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اس کے ذمے جو حق ہے وہ اس سے نہ لے لوں۔ جو قوم اللہ کے راستے میں جہاد ترک کر دیتی ہے اس پر اللہ ذلت و خواری مسلط کر دیتا ہے اور اگر اس قوم میں بے حیائی پھیلتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر بلائیں اور عذاب عام کر دیتا ہے تم میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں لیکن اگر مجھ سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کا پہلو نکلتا ہو تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔ اب نماز کے لیے کھڑے ہو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔

آں عتیق اللہ امام المتقین ☆ بود قلب خاشع سلطان دین
پروانے کو ہے چراغ بلبل کو پھول بس ☆ صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ہے خدا کا رسول ﷺ بس
(اقبال)

نسیم صبح گفتار ابوبکر رضی اللہ عنہ ☆ شعاع مہر کردار ابوبکر رضی اللہ عنہ
جہاں پاتا رہے گا نور جن سے ☆ وہ قندیلیں ہیں افکار ابوبکر رضی اللہ عنہ
زہے حلم و یقین ثانی اثنین ☆ خوشا ایمان و ایثار ابوبکر رضی اللہ عنہ
بہر میدان فدا کاری کے جوہر ☆ تھا کتنا تیز رہوار ابوبکر رضی اللہ عنہ
تھے فاروق رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ ان کے حامی ☆ علی رضی اللہ عنہ بھی دل سے تھے یار ابوبکر رضی اللہ عنہ

امین دین و آئین رسالت
نگہدار فرامین رسالت
(حفیظ تائب)

چہ گویم رفعت شان ابی بکر رضی اللہ عنہ ☆ دل و جان ہست قربان ابی بکر رضی اللہ عنہ
دلائے مصطفیٰ جان ابی بکر رضی اللہ عنہ ☆ رضائے اوست ایمان ابی بکر رضی اللہ عنہ
وفا و صدق و اخلاص و امانت ☆ متاع خاص دکان ابی بکر رضی اللہ عنہ
(افق کاظمی امروہی)

لامع النور ساطع الآثار ☆ ثانی اثنین اذھما فی الغار
ایک صادق تھا دوسرا صدیق ☆ ماہ نوار و کوکب زہار
(عبدالعزیز خالد)

اللہ العالمین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اتباع و محبت تمام مسلمانوں کو نصیب فرما۔ آمین!

خطبہ پنجم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اسلام کی شان و شوکت

٢٢ جمادی الثانی ١٣ اگست کو حضرت صدیق اکبر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جاہ و دبدبہ والے تھے۔ ان کا دور خلافت اسلام کی شان و شوکت کا دور ہے۔ اس مناسبت سے اس خطبہ کا عنوان اسلام کی شان و شوکت رکھا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیکر عزم و جلال تھے اسلام کی فتوحات کے دروازے کھول دیئے اور انصاف کا بول بالا قائم کر دیا ہر ہر شعبے میں ہر ہر قدم پر گلستاں کھلا دیئے ہم مسلمانوں کو بھی اسوۂ فاروق رضی اللہ عنہ پر عمل کر کے دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کرنی چاہیے۔

اے عمر رضی اللہ عنہ اے پیکر عزم و جلال بے پناہ
ہے جہاں باتوں میں اونچی سب سے تیری بارگاہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت اسلامی نظام عدل کا بہترین نمونہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کافروں کے لیے ننگی تلوار تھے اور مسلمانوں کے لیے رحیم و شفیق تھے جیسے کہ اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ﴾

[سورۃ فتح پارہ ٢٦ آیت ٢٩]

ترجمہ "محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں، کبھی سجدہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں۔ ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہرے پر نمایاں ہیں۔

تشریح حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص رفیق جانثار ہیں۔ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں کافروں پر سخت تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروق کا لقب و تمغہ عطا فرمایا وہ حق و باطل کے درمیان فرق و فیصلہ کرنے والے تھے اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی خاطر لڑتے تھے اور مسلمانوں پر رحیم و مہربان تھے۔ راتوں کو خدا تعالیٰ کے سامنے سر بسجود رہتے تھے اور مسلمانوں کی نگرانی و حفاظت کے لیے خود پہرہ دیتے

تھے یہ سب کچھ صرف اور صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے تھا۔

وہ شہنشاہ شہیداں وہ امام عاشقاں ☆ سالکان منزل حیرت کا میر کارواں
خود کو شمشیر برہنہ جو رسالت ﷺ کی کہے ☆ وہ پناہ گاہ یتیماں وہ حلیف بے کساں
وہ وزیر اہل زمیں میں سے رسول پاک ﷺ کا ☆ جھک کے دیتے ہیں سلامی جس کو اہل آسمان
مصر و ایران و عراق و شام کا فرمانروا ☆ دشمن اہل جفا اہل وفا کا پاسباں

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (ترمذی) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب ہوتے۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اندر وہ صلاحیت و استعداد جو نبوت کی ہوتی ہے موجود تھی مگر حضور ﷺ آخری نبی ہیں اس لیے آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اگر ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب ہوتے مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی نبی نہ ہوئے تو اور کوئی کیسے نبی بن سکتا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تو ان سے یہ عہد یعنی حلف نامہ لیا۔ یہ ابوبکر بن ابی قحافہ کا عہد ہے جو اس نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اور آخرت میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اس وقت جب کہ کافر بھی ایمان لاتا ہے اور کافر (ملحد) کو بھی یقین آ جاتا ہے۔ میں نے تم پر اپنے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا ہے اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ میں نے اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس کے دین اپنی ذات اور تم سب کی بھلائی کو بھی پیش نظر رکھا ہے اگر وہ عدل و انصاف کرے تو اس سے میری اُمید اور اس کے متعلق میرا علم یہی ہے میں نے تو بھلائی چاہیے لیکن غیب کا علم مجھے نہیں اور ظلم والے جلد ہی معلوم کر لیں گے کہ انہیں واپس کہاں جانا ہے۔

جس وقت حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ اور امیر المومنین بنایا تو بعض لوگوں نے کہا آپ ایسے سخت مزاج کو امیر بنا رہے ہیں خدا کو کیا جواب دیں گے۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عرض کروں گا۔

''اے اللہ! میں تیرے سب سے بڑے پرستار کو نگہبان بنا کے آیا ہوں۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پہلی تقریر جو انہوں نے اس شب میں کی جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا یہ تھی۔ اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا اللہ نے اپنا راستہ واضح فرمایا اور اپنے رسول ﷺ کو بھیج کر ہمارے لیے ہر قسم کی تقویت کا سامان مہیا فرما دیا۔ اب ہمارے کام کی نوعیت واضح ہے ہم اللہ سے مدد طلب کریں اور اس کے پیغمبر حق ﷺ کا اتباع کریں یہ بھی اللہ کا کرم ہے کہ اس

نے مجھے اور اُمت کو ایک دوسرے کے لیے آزمائش قرار دیا ہے۔ یہ بھی خوشی کی بات ہے کہ اللہ نے مجھے اپنے فضل و کرم سے میرے دونوں ساتھیوں حضور اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد کے تمہارے درمیان قائم کیا۔ لغزش اور گمراہیوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں میں ہرگز برداشت نہیں کرسکتا کہ میری وجہ سے اللہ کے نزدیک بندوں کو تکلیف پہنچے اور اللہ کے دشمنوں کو مدد پہنچے۔

سلیمان بن حنظلہ رضی اللہ عنہ نے بھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ منسوب کیے ہیں۔ خداوندا! مجھے غفلت میں مت چھوڑنا اور مجھے دل و نظر کی نصرت عطا فرما اے اللہ ہمیں اپنی حفاظت سے سرفراز فرما اور اپنے احکام پر عمل کرنے میں ثابت قدمی نصیب فرما۔

ارشادات فاروق اعظم رضی اللہ عنہ:

یوم حساب سے پہلے اپنا حساب کرلو اور اس سے پہلے تمہارے اعمال تولے جائیں اپنے کو تول لو اگر آج تم اپنا احتساب کرلو گے تو کل بروز قیامت تم پر حساب کا مرحلہ آسان ہوجائے گا۔ عشرہ الشیبانی کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی بیٹے اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہاری حفاظت کرے گا اللہ کو قرض دو یعنی راہ خدا میں مال خرچ کرو تمہیں اس کی جزا ملے گی شاکر رہو تمہیں زیادہ ملے گا۔

حضرت بدیل کہتے ہیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر آدمی اپنے لیے خود ہی تہمت کا راستہ کھول دے تو اسے تہمت لگانے والوں کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے اپنے مسلمان بھائی کی بات کو حتی الامکان غلط معنی نہ پہناؤ اگر تم نے کسی شخص کی برائی کا بدلہ نیکی سے دیا ہے تو یہ عین اطاعت خداوندی ہے مخلص دوستوں کو تلاش کرو ایسے دوست خوشی میں مسرت کا باعث اور تکلیف میں سہارا ہوتے ہیں۔

احادیث کی روشنی میں فضیلت فاروقی رضی اللہ عنہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں فرمایا رسول اکرم ﷺ نے "پہلی اُمتوں میں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جن کو الہام کیا جاتا تھا میری اُمت میں وہ شخصیت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ بخاری شریف میں اس طرح ہے۔ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ لوگ اگرچہ نبی نہ تھے تاہم وہ کلام الٰہی کے مخاطب ہوتے تھے اُمت محمدیہ میں یہ درجہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا عمر بخدا شیطان تم کو دیکھتے ہی راستہ بدل جاتا ہے۔

سالم نے عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عمرہ کی اجازت مانگی تو حضور ﷺ نے اجازت دے کر فرمایا میرے بھائی! ہمیں اپنی نیک دعاؤں میں شامل کرنا نہ بھولنا۔ ایک

روایت میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا عمر بن خطاب ؓ اہل جنت کے چراغ ہیں۔ ابوذر ؓ نے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے فرمایا۔ اللہ نے عمر ؓ کی زبان پر حق جاری فرمایا ہے جب وہ بولتے ہیں تو گویا حق بولتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں۔ فرمایا رسول کریم ﷺ نے دین کے معاملات میں پوری اُمت میں عمر ؓ سب سے زیادہ سخت گیر ہیں۔ حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ عمر ؓ کو ناراض مت کرو اور اس میں محتاط رہو اس لیے کہ عمر ؓ کی ناراضگی اللہ کے غضب کو اُبھارتی ہے۔ عقبہ بن عامر ؓ کی روایت ہے فرمایا رسول اکرم ﷺ نے اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ؓ ہوتے۔ حضرت ابوسعید ؓ سے مروی ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ آسمانوں پر عمر ؓ کا ذکر خیر کس قدر رہوتا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں آپ کی خدمت میں اتنی بار بھی حاضر ہوں۔ جتنی حضرت نوح علیہ السلام کی عمر تھی (یعنی پچاس کم ہزار سال) تو بھی میں زیادہ سے زیادہ عمر ؓ کے صرف ایک وصف پر روشنی ڈال سکوں گا اور عمر ؓ خود ابوبکر ؓ کا ایک وصف ہیں۔ اسی مضمون کی ایک اور روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا فضائل عمر ؓ بتانے کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کی عمر بھی ناکافی ہے۔

نبوت کے خوابوں سے فضیلت فاروق اعظم ؓ:

حضرت سالم ؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا میں سویا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک دودھ کا پیالہ آیا میں نے اس کو سیر ہو کر پیا اتنا دودھ کہ میرے دہن کے دونوں طرف سے بہہ نکلا چنانچہ میں نے باقی ماندہ دودھ عمر ؓ کے لیے چھوڑ دیا۔ لوگوں نے عرض کیا اس کی کیا تعبیر ہے فرمایا۔ علم (بخاری ومسلم) یعنی حضرت عمر ؓ کا علم بہت زیادہ ہوگا۔

محمد بن منکدر نے روایت کی ہے کہ جابر بن عبداللہ ؓ نے فرمایا حضور ﷺ نے میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک محل دیکھا جس کے اندر سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ محل عمر ؓ کا ہے۔ میرا جی چاہا کہ اس قصر میں داخل ہو جاؤں مگر مجھے عمر ؓ کی غیرت یاد آ گئی۔ اس پر حضرت عمر ؓ رو پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا کبھی آپ ﷺ کے بارے میں غیرت ہوتی۔

عظمت فاروقی ؓ:

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اکرم ﷺ نے ''اہل جنت سب سے

اونچے درجات اور منازل والوں کو یوں دیکھیں گے جیسے اہل دنیا آسمان پر ستارے دیکھتے ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ سب سے اونچے اور عالی رتبہ منزل کے لوگوں میں ہیں اور یہ اس کے مستحق ہیں۔"

علامہ شبلی نعمانی" فرماتے ہیں ان کی شخصیت میں سکندر، ارسطو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، تیمور نوشیرواں، امام ابوحنیفہؒ اور ابراہیم بن ادھمؒ کی شخصیتیں ایک ساتھ اکٹھی ہوگئی تھیں۔

بھرپور عقیدے راہنمائی کی بہترین صلاحیتوں سے مالا مال اور اپنے وقت تک دور عظیم ترین مملکتوں کو فتح کرنے والا اور خلافت ایسے ادارے کو (جس نے تیرہ صدیوں تک) اسلامی اتحاد کے مضبوط بندھن کی حیثیت سے کام کیا۔ قائم کرنے والا عمر رضی اللہ عنہ عرب تاریخ میں دوسرے نمبر پر آتا ہے۔

غیر مسلموں کا خراج عقیدت:

فلپ کے حتی کہتا ہے۔ اسلام میں عمر رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ تھے جنہیں قتل کیا گیا ان کے بعد آنے والے دونوں جانشینوں کا بھی یہی انجام ہوا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے آخری لمحے تک سادگی، کفایت شعاری اور پاکیزگی کو اپنائے رکھا۔ ان کا خدا، محمد ﷺ اور اپنے نفس پر اتنا پختہ یقین تھا کہ ساری زندگی بھی ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ زندگی میں اقتدار کا نشہ کبھی ان کے کردار کو نقصان نہ پہنچا سکا اور موت کے دروازے پر بھی ان کا کردار اسی طرح بے داغ رہا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں وہ عہدہ قاضی القضاۃ پر فائز تھے حکمران کا اثر ان کے عہدے کی نسبت کہیں زیادہ تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے قرآن اکٹھا کرنے کی تجویز پیش کی کیونکہ جنگوں کی وجہ سے حفاظ قرآن مجید کم ہو رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ کو پیغمبر کو کونسل میں بہت اہم حیثیت حاصل تھی۔ انہوں نے شراب پر پابندی لگانے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام کے متعلق علم بہترین تھا وہ انصاف کے تقاضوں کو بہت اچھی طرح سمجھتے تھے۔ انہوں نے اپنے نظریہ انصاف کو بیان کرتے ہوئے ایک مرتبہ کہا تھا۔ خدا کی قسم تم میں سے کمزور ترین میرے نزدیک طاقتور ترین ہے کمزور ترین ہے جب تک میں اس کے حقوق نہ دلا دوں اور طاقت ور ترین کمزور ترین ہے جب تک کہ میں اس سے حقوق واپس نہ حاصل کرلوں۔ انہوں نے انصاف کے اس نظریہ کو عملی جامہ پہنایا شام فتح ہوا تو وہاں کی ایک ریاست کے حکمران نے اسلام قبول کیا اور حج کرنے کے لیے مکہ معظمہ آیا۔ کعبے کے گرد طواف کرتے ہوئے ایک بدو کا پیر اس کے احرام پر آ گیا۔ اس نے غصے سے بدو کو تھپڑ مار دیا۔ خلیفہ نے بدو کو بھی اس طرح تھپڑ مارنے کا حکم دیا۔ سر تھامس آرنول لکھتا ہے۔ بھائی چارے کا منطقی نتیجہ (سماجی) مساوات بھی ہے۔ جس

طرح خدا کے سامنے تمام مسلمان برابر ہیں اسی طرح وہ آپس میں بھی برابر ہیں۔ مؤمنین میں برتر وہ ہے جو اپنے ایمان یا عمل کی بنیاد پر اپنے آپ کو افضل ثابت کرتا ہے تمام آدم ﷺ کی اولاد ہیں اور آدم ﷺ مٹی سے بنے تھے۔ قانون کے سامنے برابری پورے سیاسی اور رسول نظام کی بنیاد ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہا تھا۔ ان سب کو برابر سمجھنا۔ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصاف کے متعلق کہی تھی تاکہ طاقتور انصاف کے راستے میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔ جی ای وان گریون بام لکھتا ہے۔ بلاشبہ عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح اپنے وقت کے عظیم حکمران تھے۔ فورس گاڈ فرائے کہتا ہے۔ پیغمبر کے ساتھیوں نے بھی ان کے بتائے ہوئے طریقوں کی تقلید کی ان طریقوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ نے حکمرانی کی عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بالخصوص روحانی اور مادی اعتبار سے ایک متوازن اور صحت مند مسلم معاشرے کا قیام عمل میں آیا اس طرح ایک عظیم مسلم ریاست کی بنیاد رکھ دی گئی۔ (بحوالہ قومی ڈائجسٹ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نمبر)

حق حق کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محبت اور باطل کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی دشمنی ضرب المثل تھی اس لیے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں زبان وحی ترجمان سے جنتی ہونے کی بشارت پاچکے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شام و فارس میں جنگ و جہاد کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا اسے خلافت فاروقی میں اور بھی وسعت ترقی ہوئی اور اسلامی فتوحات کا سلسلہ پہلے سے بھی کہیں زیادہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ شام اور مصر میں رومی شہنشاہیت کا چراغ گل ہوگیا اور فارق کی شہنشاہیت دنیا کے جغرافیے سے محو ہوگئی۔

آیاتِ قیامت کے اثرات:

اس عروج و اقبال اور شان و شوکت کے باوجود خدا سے بے حد ڈرنے والے تھے پوری زندگی خدا کے خوف اس کی رضا طلبی اور خوف آخرت کا علمی نمونہ تھی۔ خشوع و خضوع کے ساتھ رات بھر نمازیں پڑھتے تھے۔ جب صبح ہونے کو آتی تو گھر والوں کو جگاتے اور یہ آیت پڑھتے ﴿وامر اھلک بالصلوۃ واصطبر علیھا...... ﴾ (سورۃ طٰہٰ پارہ ۱۶ آیت ۱۳۲) اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر جمے رہو اور نماز میں عموماً ایسی آیتیں پڑھتے جن میں قیامت کا ذکر یا خدا کی عظمت جلال کا بیان ہوتا اور اس سے اس قدر متاثر ہوتے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے۔

﴿ان عذاب ربک لواقع ماله من دافع﴾

"بلاشبہ تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہنے والا ہے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔"

یہ پڑھ کر اس قدر روئے کہ آنکھیں سوج گئیں۔

خوف آخرت سے بے ہوش ہو گئے:

ایک بار سورۃ تکویر کی تلاوت کر رہے تھے جب اس آیت تک پہنچے: ﴿واذا الصحف نشرت﴾

(پارہ ۳۰ سورۃ التکویر آیت ۱۰)

جب اعمال نامے کھولے جائیں گے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے اور کئی دن تک ایسی حالت رہی کہ لوگ عیادت کو آتے تھے۔

اسی طرح ایک دفعہ آیت ﴿واذا القوا منها مکانا ضیقا مقرنین دعوا هنالک ثبورا﴾ پارہ نمبر ۱۸ آیت نمبر ۱۳ سورۃ فرقان۔ اور جب انہیں (جہنمیوں کو) زنجیروں میں باندھ کر ایک تنگ جگہ میں ڈال دیا جائے گا تو وہ موت کو پکارنے لگیں گے۔

پڑھی تو اس قدر خشوع وخضوع وخوف طاری ہوا کہ اگر کوئی شخص جوان کے حال سے واقف نہ ہوتا دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ اسی حالت میں روح پرواز ہو جائے گی۔

فکر آخرت:

ایک بار ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا تمہیں پسند ہے کہ ہم جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسلام لائے۔ ہجرت کی، جہاد کیا اور بھی بہت سے نیک اعمال کیے اس کے بدلے ہم صرف دوزخ سے بچ جائیں گے اور عذاب وثواب برابر سرابر ہو جائیں گے۔

انہوں نے کہا، خدا کی قسم ہم نے حضور ﷺ کے بعد بھی جہاد کیا۔ روزہ رکھا، نماز پڑھی بہت سے دوسرے نیک کام کیے اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے ہم کو ان اعمال سے بڑی بڑی توقعات ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ انکے بدلے عذاب الٰہی سے بچ جائیں اور نیکی اور بدی برابر ہو جائیں۔

ذاتی کردار:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت بڑے عادل و منصف تھے وہ ہر نماز کے بعد کچھ دیر مسجد میں بیٹھے رہتے

اور ہر شخص ان سے گفتگو اور فریاد کرسکتا وہ اپنے کو ہر فرد کے سامنے جواب دہ سمجھتے اور ہر شخص ان پر اعتراض یا سوال کرسکتا۔

زندگی اتنی سادہ تھی کہ حیرت ہوتی ہے کہ ایک دن دوپہر کو دورے کے دوران میں غنودگی آئی تو ایک درخت کے نیچے بغیر فرش کے لیٹ کر سو گئے۔ اتفاق سے قیصر روم کا سفیر آیا اور دارالامارہ میں نہ پایا تو پوچھتے پوچھتے وہاں پہنچا جہاں دو سو رہے تھے بے ساختہ کہا۔ میرا آقا ظلم کرتا ہے اور اسی لیے مارے ڈر کے پہرے کے بغیر کہیں نہیں رہ سکتا۔ تم عدل و انصاف کرتے ہو اس لیے اس طرح اطمینان کے ساتھ سو سکتے ہو کہ کسی محافظ کی بھی ضرورت نہ ہو۔

رعایا پروری کے لیے جہاں وہ کاروانی راستوں میں سرکاری اسٹور جابجا رکھواتے تاکہ مسافروں کو بروقت مدد ملے۔ وہیں جانوروں کو بھی نہیں بھولتے۔ فرماتے ان کے منہ پر مار و نہ ان پر طاقت سے زیادہ بوجھ لادو۔

بڑے انصاف پسند تھے اور اپنی تقصیروں کو برملا قبول کرلیا کرتے تھے بلکہ ضرورت سے زیادہ ہی ایک دن نہا دھو کر جمعہ کی نماز کے لیے کپڑے پہن کر آرہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس گزرے تو اس کی اوپر کی منزل کے پرنالے سے ان پر گندہ پانی گرا (حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو چوزے ذبح کیے تھے اور ان کا خون پرنالے سے بہا دیا تھا) وعرف عامہ کے اصول پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پرنالہ اکھڑوا دیا لیکن جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ پرنالہ رسول کریم ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے نصب فرمایا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم دی کہ میرے کندھے پر چڑھ کر نالہ دوبارہ اس کی جگہ نصب کردو۔

عدل ہی احسان ہے بہتر نظام کائنات ☆ ہے اسی معیار پر واردات ہست و بود
معجزات رحمۃ اللعالمین کا شہود ☆ آفتاب عدل ہے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا وجود
(حفیظ جالندھری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ہمیشہ متانت اور سنجیدگی محیط رہتی تھی شاذ مسکراتے تھے قہقہہ لگاتے اور ٹھٹھا کرتے تو کبھی کسی نے دیکھا نہ سنا تھا۔ خود اعتمادی اور عزت نفس کا احساس بھی بدرجہ اتم موجود تھا۔ اس کے لیے ضرورت محسوس کرتے تو قوت بازو سے بھی کام لیتے تھے۔ علاوہ ازیں دوسروں کی بات کو بڑے غور سے سنا کرتے تھے اور اس کی جزئیات کا بھی جائزہ لیا کرتے تھے تاکہ اگر کسی بات کو رد کرنا مقصود ہو تو دلیل و برہان سے کرسکیں۔ جذباتی مسائل میں بھی آپ کی رائے بڑی صائب و درست

ہوتی تھی۔ دوستوں سے کہا کرتے تھے نہ یہ مرد کے شایان شان نہیں کہ ہم ہمہ وقت حسن کی دلجوئی ناز برداری اور تعریف میں گزار دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پورا نام عمر بن الخطاب تھا۔ ابو حفص کنیت تھی۔

بعثت نبوی ﷺ سے پہلے دین ابراہیمی اگر چہ نیست و نابود ہو چکا تھا اور بیت اللہ کے در و دیوار بت پرستی کا مظہر بن گئے تھے تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاندان دعوت ابراہیمی سے نا آشنا تھا۔ زید بن عمر بن نفیل (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابن عم) زمانہ جاہلیت میں پہلے شخص تھے جن کو کفر کی ظلمتوں میں توحید کی روشنی نظر آئی انہوں نے پکار کر کہا۔ اللّٰھم انی اشھدک انی علی دین ابراھیم۔ خداوندا! میں تجھ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں ابراہیم کے مذہب پر ہوں وہ بتوں کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کے مخالف تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہی کے بھائی تھے ان کے کان میں یہ آواز پڑ چکی تھی اور ان کی فطرت سلیمہ نے انکو راہ حق پر ڈال دیا تھا۔ چنانچہ بعض روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نیک کاموں کی طرف راغب اور رضائے الٰہی کے متلاشی رہتے تھے۔ وہ بھی کیا خوب وقت تھا کہ جب حضور ﷺ نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام میں سے ایک کو مسلمان کر دے یہ دعا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی اور وہ عمر جو دار ارقم کی طرف حضور ﷺ کو (معاذ اللہ) قتل کرنے کے ارادے سے چلے تھے۔ آج وہ خود مسلمان ہونے والے تھے۔ شکار کرنے چلے تھے خود شکار ہو کے چلے۔ کفر کمزور ہو رہا تھا اسلام زور پکڑ رہا تھا۔

حضور ﷺ کی اتباع:

حضور ﷺ کی اتباع کا جذبہ کس طرح تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس ایک ریشمی قبا آئی آپ نے اس کو کچھ دیر پہنا پھر طبیعت نے گوارا نہ کیا اس لیے آپ ﷺ نے جلدی اُتار دیا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بطور تحفہ بھجوا دی تھوڑی دیر کے بعد اس کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ روتے ہوئے حضور ﷺ کی بارگاہ میں لائے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ جس چیز کو جناب ﷺ نے پسند نہ فرمایا میں اسے کیسے پہن سکتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز گلو گیر تھی۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے پہننے کے لیے نہیں بھیجی تھی بلکہ اس لیے تا کہ آپ اس کو فروخت کر کے قیمت کو اپنے مصرف میں لائیں یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطمینان ہوا۔

مراد مصطفیٰ ﷺ:

ابتدائے اسلام میں مسلمان مظلوم و کمزور تھے۔ حضور سرور دو عالم ﷺ کو ہر طرف سے تکالیف

پہنچائی جاری تھیں۔ مسلمان بے بس تھے اور کافروں میں دو قد آور اور بڑے سردار تھے۔ ایک ابوجہل دوسرے عمر حضور ﷺ نے اس بے چارگی میں دعا مانگی۔

((اللّٰهم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بعمر بن هشام)).

[الحدیث، ترمذی، سائی]

ترجمہ: اے اللہ! اسلام کو عزت وغلبہ نصیب فرما عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام کے ذریعے۔

محبوب خدا ﷺ کی دعا تھی قبول ہوئی اور حضرت عمر جو قتل کے ارادے سے آ رہے تھے خود مسلمان ہو گئے۔ حضور ﷺ دعائے ابراہیمی کا نتیجہ تھے اور عمر بن خطاب دعا حبیب کا نتیجہ تھے۔ حضور ﷺ محبوب خدا مراد ابراہیم علیہ السلام تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مراد رسول ﷺ حبیب خدا تھے۔

سودے کے لیے بازار گئے ہم ☆ ہاتھ اس کے بکے جس کے خریدار گئے ہم

ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ خود آئے مرید بن کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلائے گئے مطلوب بن کر آئے مراد رسول بن کر آئے۔ مسلمان چونکہ کمزور تھے اس لیے ابھی تک نماز باجماعت نہیں پڑھتے تھے چھپ کر پڑھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام لاتے ہی اعلان کیا کہ ہم کھل کر بیت اللہ میں کفر کے سامنے توحید کا علم لہرائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ننگی تلوار کے ساتھ آئے اور جناب رسول خدا ﷺ نے نماز باجماعت پڑھائی۔ مشرکین پریشان تھے مگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی کی جرأت نہ تھی کہ سامنا کر سکے۔

فاروقی رضی اللہ عنہ ارشادات:

قوی وہ ہے جو آج کا کام کل پر نہ رکھے۔

جب کوئی اہل علم دنیا کی طرف مائل ہو تو وہ دین کے معاملہ میں قابل اعتماد نہیں اس لیے کہ آدمی جب چیز کو چاہتا ہے اسی کی فکر میں ہر وقت لگا رہتا ہے۔

تم نے لوگوں کو کیوں غلام بنایا ہوا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا۔

جج وقاضی کو چاہیے کہ مقدمات کے فیصلے جاری کرے ورنہ کہیں مدعی دیر کی وجہ سے کہیں مجبور ہو کر دعویٰ سے ہی دستبردار نہ ہو جائے۔

عالم کی غلطی کا اثر ایک عالم پر پڑتا ہے۔

جب تک کسی کو غصہ میں نہ دیکھ لے اس کے خلق پر اعتماد نہ کرے۔

کسی کی دینداری پر اعتماد اس وقت کر جب اس کو طمع کے وقت آزما لے۔

سمجھداری کم بولنے میں ہے۔ صحت بدن کم کھانے میں ہے۔ عبادت تھوڑا سونے میں ہے۔ عافیت عام لوگوں سے کم ملنے میں ہے۔

ایمان والے ہی لعین خدا اور رسول ﷺ سے دوستی نہیں رکھتے اگرچہ ماں باپ کیوں نہ ہوں۔

دنیا کی عزت مال سے ہے اور آخرت کی عزت نیک اعمال ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے چند عظیم و نمایاں کارنامے:

مدینہ کی گلیوں میں خود راتوں کو پہرہ دیتے۔ بے کسوں، مظلوموں کی فریاد رسی کرنا۔ ان کے مکتوب مبارک سے دریائے نیل کا بہنا۔ پھیلتی و بڑھتی ہوئی آگ پر چادر پھینکنے سے آگ کا بجھنا۔ سینکڑوں میل دور بیٹھے ہوئے مسلمانوں کے لشکر کو یا ساریۃ الجبل کہہ کر فتح سے ہمکنار کرنا۔ زمین پر قدم مار کر زلزلہ کا روکنا۔ فتوحات اسلامی کو وسیع کرنا۔ بادشاہ ہوتے ہوئے فقیری و مسکنت اختیار کرنا۔ عدل و انصاف کا بول بالا کرنا۔ قرآن پاک کے تفکر نے کا سبب بنا۔

ایک عیسائی محقق کہتا ہے کہ اگر ایک اور عمر رضی اللہ عنہ دنیا میں ہوتا تو پوری روئے زمین پر کوئی بھی خدا کا منکر نہ ملتا۔

وہ دیکھو وہ اسلام کا اعلان ہوا ہے ☆ وہ چھٹنے لگا کفر کی ظلمت کا دھند لکا

وہ پہلی اذاں گونجی ہے محراب حرم میں ☆ وہ بجنے لگا جرأت فاروق رضی اللہ عنہ کا ڈنکا

پر کیوں نہ شیاطین کے جلیں سائے سے تیرے ☆ جب سرحد فرق حق و باطل تو ہی ٹھہرا

تھی فتح فلسطین اسی ذات پر موقوف ☆ پیدل جو ہمارا اونٹ کی پکڑے ہوئے آتا

تو نے کبھی یہ رنگ بھی دیکھا ہے زمانے ☆ بیٹھا ہو غلام اونٹ پہ پیدل چلے آقا

پیوند لگائے ہوئے لیٹا ہے زمیں پر ☆ ایران و حجاز و یمن و مصر کا مولا

سر پر لیے بیواؤں کا ساماں چلا ہے ☆ مزدوروں کا مزدور ہے آقاؤں کا آقا

صدقے تیری دانش پر افلاطون و ارسطو ☆ اسکندر و جمشید تری گرد کف پا

ہوتی نہ اگر ختم محمد ﷺ پہ نبوت ☆ اللہ کی عظمت کی قسم تو نبی ﷺ ہوتا

(حکیم سرو سہارنپوری)

آخری دُعا و تمنا:

۲۳ ہجری میں کرمان، سجستان، مکران اور اصفہان کے علاقے فتح ہو گئے گویا سلطنت اسلامی

لا رہے تھے راستے میں ایک مقام پر ٹھہرے اور بہت سی کنکریاں اکٹھی کر کے ان پر چادر بچھائی اور چت لیٹ کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور دعا کرنے لگے۔

خداوندا! اب میری عمر زیادہ ہو گئی ہے۔ میرے قویٰ کمزور پڑ گئے ہیں اور میری رعایا ہر جگہ پھیل گئی۔ اب تو مجھے اس حالت میں اٹھا لے کہ میرے اعمال برباد نہ ہوں اور میری عمر کا پیمانہ اعتدال سے متجاوز نہ ہو (انسانیت موت کے دروازے پر)

آخری گھڑی میں اپنے صاحبزادے عبداللہ کو بلایا اور فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کہو کہ عمر حضور ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہونے کی آرزو کرتا ہے اگر اجازت ہو تو، حضرت عائشہؓ نے فرمایا میری اپنی خواہش یہی تھی مگر عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں اور اجازت دیتی ہوں آپ رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع دی گئی تو بے حد خوش ہو گئے اور ہزار شکر بجا لانے لگے۔ انتقال سے تھوڑی دیر پہلے اپنے بیٹے عبداللہ کو وصیت کی کہ میرے کفن میں بے جا صرف نہ کرنا اگر میں اللہ کے ہاں اچھا ہوں تو مجھے بہترین لباس مل جائے گا۔ اگر بہتر نہ ہوں تو بہتر کفن بے فائدہ ہے اور بھی وصیتیں فرمائیں اور فرشتہ اجل آیا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی اور آپ رضی اللہ عنہ قیامت تک کے لیے اپنے محبوب کے ساتھ سو گئے۔

یا اللہ ہم سب کو محبت و اتباع فاروقی نصیب فرما۔ آمین!

حکایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک مرتبہ زکوٰۃ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ گم ہو گیا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ خود اس کی تلاش میں نکلے اور ٹھیک دوپہر کے وقت بہت تلاش کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اس اونٹ کو ڈھونڈ کر لا رہے تھے اور دھوپ کی شدت کی وجہ سے پسینے پسینے ہو رہے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں اونٹ لاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے اللہ کے رسول ﷺ کے خلیفہ! اس وقت آپ رضی اللہ عنہ یہ اونٹ کہاں سے لا رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اونٹ گم ہو گیا تھا تلاش کر کے لا رہا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت! آپ رضی اللہ عنہ نے کسی غلام کو حکم دیا ہوتا کہ وہ ڈھونڈ لاتا اسی شدت کی دھوپ میں آپ رضی اللہ عنہ نے خود یہ تکلیف کیوں فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو سچ ہے لیکن اے علی رضی اللہ عنہ! اگر یہ اونٹ نہ ملتا تو عنداللہ اس کا مواخذہ قیامت میں مجھ سے ہوتا میرے غلام سے نہ ہوتا۔

سادگی: حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمانہ خلافت جبکہ عروج و سطوت کا عالم تھا اور شاہ فارس اور روم بھی ڈرتے

تھے۔ اس وقت آپ جنگل میں جا کر کچی اینٹیں تھاپا کرتے تھے جب وہ خشک ہو جاتیں تھیں تو انہیں فروخت کر کے اہل و عیال کا کام چلایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ خطبہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں میں ایک وقت ایسا نادار تھا کہ لوگوں کو پانی بھر کر لا دیا کرتا تھا اور وہ اس کے صلے میں مجھ کو چھوہارے دے دیا کرتے تھے وہی کھا کر بسر کرتا تھا یہ کہہ کر منبر سے اُتر آئے لوگوں کو تعجب ہوا اور عرض کیا کہ منبر پر یہ بات کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری طبیعت میں کچھ غرور آ گیا تھا۔ اس کے علاج کے لیے تھا۔ (بستان الاولیا)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا مانگا کرتے تھے:

"اللّٰھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلک واجعل موتی فی بلد حبیبک"

"اے اللہ مجھے شہادت کی موت اپنے حبیب کے شہر مدینہ میں نصیب فرما۔"

چنانچہ دعا قبول ہوئی اور ابو لولو فیروز آتش پرست غلام نے دو دھاری خنجر سے آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ صبح کی نماز میں تھے اللہ کے گھر میں تھے۔ انہی زخموں سے اللہ کو پیارے ہو گئے مگر قیامت تک کے لیے مینارۂ نور بن گئے اور اسوۂ حسنہ چھوڑ گئے۔ اتباعِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں دونوں جہاں کی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ نصیب فرمائیں۔ (آمین!)

☆☆☆☆☆

۱: خطبہ اول

فضائل صبر وتحمل وشان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان

۹ رجب المرجب غزوہ تبوک کے لئے آپ ﷺ روانہ ہوئے۔ غزوہ تبوک کے بعد آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا۔

۱۳ رجب ۱۲ افراد انصار نے حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی اس کو بیعت اول کہا جاتا ہے کہ ۵ نبوی قبل از ہجرت مدینہ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ۱۳ رجب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ولادت باسعادت ہوئی ۱۶ رجب حضرت مولانا محمد اشرف تھانویؒ کی وفات ہوئی۔ ۱۸ رجب حضرت جعفر صادقؒ کی وفات ہوئی۔ نصف رجب ۲ ہجرت میں تحویل قبلہ کا حکم آیا۔ ۲۱ رجب میں حضرت عمر بن العزیز کی وفات ہوئی۔ ۲۶ رجب ۲۷ ویں شب میں واقعہ معراج النبی ﷺ پیش آیا۔ ۲۷ رجب سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے بیت المقدس پر قبضہ کیا۔ ۲۵ رجب حضرت امام مسلمؒ صاحب مسلم شریف کی وفات ہوئی۔ ماہ رجب میں ۱۶ ہجری میں مدینہ منورہ سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیت المقدس روانہ ہوئے اور عیسائیوں نے بغیر مزاحمت کے بیت المقدس کی چابیاں پیش کر دیں۔ ماہ رجب میں مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور اسی سال ماہ رمضان المبارک میں سورۃ النجم نازل ہوئی۔ سب جن وانس حتی کہ مشرکین بھی سجدہ میں گر گئے۔ رجب میں ہی شاہ حبشہ نجاشی کا انتقال ہوا اور آنحضور ﷺ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔ شب معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ خطباء ائمہ مساجد ان موضوعات پر رجب میں بیان کر سکتے ہیں۔ ۱۳ رجب المرجب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر حضور اکرم ﷺ کے انتہائی قریب رشتہ دار بڑے بہادر بڑے عالم وفقیہ اور بڑے حوصلہ وصبر وتحمل والے تھے ان کا پورا دور خلافت امتحان وآزمائش وتکالیف کا دور تھا اکثر لڑائیاں رہیں مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رویہ ومعاملہ ان حالات میں امت کے لئے

نمونہ اور مشعل راہ ہے اس لئے اس موضوع کا عنوان صبر و تحمل رکھا گیا اور زیادہ تر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حالات بیان کئے جائیں گے۔ چونکہ ۹ رجب المرجب کو آنحضرت ﷺ غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے اور یہ بڑی قربانی و مشقت کا غزوہ تھا۔ اس لئے کچھ اس غزوہ کے بارے میں بھی بیان کیا جائے تاکہ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیوں کے متعلق معلومات ہوں اور ہمارے دل میں بھی اللہ کی رضا وخوشنودی خاطر دین کے لئے قربانی کا جذبہ پیدا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسوۂ حسنہ بھی دعوت دیتا ہے کہ ہم اس دنیا میں اپنی زندگی اللہ رسول ﷺ کی اطاعت میں گزاریں اور اپنی زندگی با مقصد بنائیں خود بھی دین کی خدمت کریں اور دوسروں کے لئے بھی اچھا نمونہ چھوڑ کر جائیں تاکہ مرنے کے بعد ہمیں صدقہ جاریہ کے طور پر ثواب ملتا رہے۔

یاد داری کہ وقت زادن تو ☆ ہمہ خنداں بودند تو گریاں
آنچناں زی کہ بعد مردن تو ☆ ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

شاعر کہتا ہے کہ دنیا میں نیکی وخوبی کر جاؤ کہتا ہے کہ جب تو پیدا ہوا تھا تو لوگ خوشی کر رہے تھے۔ ہنس رہے تھے اور تو رو رہا تھا اب دنیا میں کچھ کر کے جاؤ اور تمہاری موت کے وقت لوگ غم میں رو رہے ہوں اور تو خوشی خوشی موت کا استقبال کر رہا ہو۔ یعنی تو موت کے وقت خوش ہو۔ اس لئے کہ موت مومن کے لئے تحفہ ہے۔ مومن کامل کے لئے دنیا جیل خانہ ہے اور اپنے محبوب خدا تعالیٰ سے ملاقات کے لئے رکاوٹ ہے۔

صبح کو طائران خوش الحان ☆ پڑھتے ہیں کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَان
موت سے کس کو رستگاری ہے ☆ آج وہ کل ہماری باری ہے
بزرگان نہ کردند پروائے مال ☆ کہ اموال راہست رو در زوال

حضرت علی کرم اللہ وجہہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ابتدائے عمر سے کبھی بھی بتوں کی پوجا نہیں کی۔ تاریخ اسلام شاہ نجیب آبادی میں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جب مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ اس لئے چھوڑ گئے تاکہ وہ تمام امانتیں لوگوں کے حوالے کر دیں۔ جو حضور ﷺ کے پاس لوگ رکھتے تھے۔ حضور ﷺ کے اس حکم کی تعمیل کے بعد آپ رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کر گئے۔ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ سوائے جنگ تبوک کے باقی تمام جنگوں میں شریک

ہوئے۔ جنگ تبوک کو جاتے وقت آپ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ مدینہ کا عامل یعنی قائم مقام بنا گئے۔ جنگ اُحد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جسم پر سولہ زخم آئے تھے۔ جنگ خیبر میں حضور ﷺ نے جھنڈا آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا تھا۔ اور پہلے سے فرمادیا تھا کہ خیبر آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح ہوگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خیبر کا دروازہ اپنی پشت پر اُٹھالیا تھا۔ یہ دروازہ جب بعد میں لوگوں نے اُٹھانا چاہا تو بہت سے آدمیوں نے زور لگایا پھر دروازہ اپنی جگہ سے ہلا۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زور کی دلیل تھی نیز کرامت بھی تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہت بڑے عالم، بہادر اور قاضی تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کو اگر کوئی ابوتراب کہتا تو خوش ہوتے کیونکہ یہ لقب حضور ﷺ نے رکھا تھا۔ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک روز آپ رضی اللہ عنہ گھر سے نکل کر مسجد میں آئے اور وہیں پڑ کر سو رہے۔ آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اُٹھایا تو ان کے جسم سے مٹی پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ ابوتراب اُٹھو (یعنی مٹی کے باپ اُٹھو)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر جب آنحضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے عورتوں اور بچوں پر خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ میں تم کو اسی طرح چھوڑے جاتا ہوں۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑا تھا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ جنگ خیبر میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو علم (جھنڈا) دوں گا۔ جس کے ہاتھ پر قلعہ فتح ہوگا اور جس نے خدا اور رسول ﷺ کو خوش کر دیا ہے۔ اگلے روز صبح کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم منتظر تھے کہ دیکھیں کہ وہ کون سا خوش قسمت ہے جس کو یہ سعادت ملتی ہے اور ہر ایک کی تمنا تھی کہ یہ سعادت اس کے حصہ میں ہو۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور جھنڈا سپرد کیا تو وہ قلعہ جو فتح نہیں ہو رہا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فوراً فتح ہوا۔

لگاتا تھا تو جب نعرہ تو خیبر توڑ دیتا تھا ☆ حکم دیتا تھا سمندر کو راستہ چھوڑ جاتا تھا

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس کا میں دوست ہوں اس کے علی رضی اللہ عنہ بھی دوست ہیں۔ پھر فرمایا الٰہی جو شخص علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے

تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ چار آدمی ایسے ہیں جن سے محبت رکھنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ان کے نام بتا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: علی، مقداد، ابوذر، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے ہجرت مدینہ منورہ کے بعد انصار و مہاجرین کے درمیان مواخات (بھائی چارہ) قائم کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رہ گئے اور روتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس آئے۔ عرض کیا آپ ﷺ نے ہر ایک میں مواخات قائم کرا دی لیکن میں رہ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تم میرے بھائی ہو دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو انہوں نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ اب سنت رسول ﷺ کا واقف کوئی نہیں رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ انتہائی سادہ مزاج اور بڑے علوم کے حامل تھے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ دو آدمی بڑے بد بخت ہیں ایک احمر جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں اور دوسرا وہ شخص جو تیرے سر پر تلوار مار کر جسم سے جدا کر دے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پورا دور خلافت بڑی آزمائش و امتحان کا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قضایا (فیصلے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ دین کے معاملہ میں میرا دشمن بھی مجھ سے فتویٰ پوچھتا ہے (یعنی اس کو دین کے معاملہ میں مجھ پر اعتماد ہے)۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب بصرے میں تشریف لے گئے تو ابن اکوع اور قیس بن عبادہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ بنائے جاؤ گے اس معاملہ میں آپ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اور کون ثقہ ہو سکتا ہے۔ ہم آپ رضی اللہ عنہ سے دریافت کرتے ہیں کس طرح بات ہے یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا یہ بات بالکل غلط ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا تھا اگر فی الحقیقت آنحضرت ﷺ نے مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا ہوتا تو میں حضرت ابوبکر و حضرت عمرؓ کو حضور ﷺ کے منبر پر کھڑا ہی نہ ہونے دیتا اور ان کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیتا چاہے ایک آدمی بھی میرا ساتھ نہ دیتا مگر اصل بات یہ ہے کہ جب حضور ﷺ کی بیماری لمبی ہوئی تو ایک روز مؤذن نے

حاضر ہو کر آپ ﷺ کو نماز کے واسطے بلایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو میرا حکم دو کہ وہ میری جگہ نماز پڑھائیں لیکن حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا کہ میرے باپ رقیق دل ہیں وہ آپ ﷺ کی جگہ نماز نہ پڑھا سکیں گے کسی کو حکم فرمائیں کہ وہ نماز پڑھائیں تو آنحضرت ﷺ کو غصہ آیا اور فرمایا کہ تم حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی سی عورتیں ہو ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ جس دن آنحضرت ﷺ نے وفات پائی تو ہم نے اپنی جگہ غور کیا کہ جس شخص کو حضور ﷺ نے ہمارے دین کے واسطے منتخب فرمایا ہے ہم اپنے دنیاوی معاملے میں اسے کیوں نہ قبول کریں۔ اس لئے ہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کے طور پر قبول کر لیا کیونکہ نماز اصل دین ہے اور آپ رضی اللہ عنہ دین کے امیر اور دنیا کے قائم رکھنے والے تھے پس ہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مستحق خلافت سمجھ کر ان سے بیعت کر لی اور اس لئے کسی نے بھی اختلاف نہ کیا اور نہ کسی نے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا نہ کوئی شخص ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیزار ہوا لہٰذا میں نے بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حق ادا کیا۔ ان کی اطاعت کی ان کے لشکر میں شامل ہو کر ان کی طرف سے لڑا اور جو کچھ مجھے وہ دیتے تھے لے لیتا تھا جہاں کہیں مجھے لڑنے کا حکم دیتے تھے میں لڑتا تھا اور ان کے حکم سے حد شرع لگاتا تھا جب ان کا انتقال ہوا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا گئے۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا اور ان کے ساتھ اسی طرح پیش آیا جس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آتا تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میری پیش قدمی اسلام اور قرابت اور دوسری خصوصیات کو دیکھتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ میری خلافت کا حکم دے جائیں گے لیکن وہ ڈرے کہ کہیں ایسے شخص کو انتخاب نہ کر جاؤں جس کا انجام اچھا نہ ہو چنانچہ انہوں نے اپنے نفس کے ساتھ اپنی اولاد کو بھی خلافت سے محروم کر دیا اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بخشش و عطا کے اصول پر چلتے تو اپنے بیٹے سے بڑھ کر کس کو مستحق سمجھتے۔ غرض انتخاب اب قریش کے ہاتھ میں آیا۔ جن میں سے ایک میں بھی تھا۔ جب لوگ انتخاب کے لئے جمع ہوئے تو میں نے خیال کیا کہ وہ مجھ سے تجاوز نہ کریں گے۔ عبدالرحمان بن عوف نے ہم سے وعدے لئے کہ جو کوئی خلیفہ مقرر کیا جائے گا ہم اس کی اطاعت کریں گے۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اب جو میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ مجھ سے جو وعدہ لیا گیا تھا وہ غیر کی اطاعت کے لئے لیا گیا تھا لہٰذا میں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا اور ان سے اسی طرح پیش آیا۔ جس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا جب ان کا بھی انتقال ہو گیا تو میں نے خیال کیا کہ وہ لوگ تو گزر گئے جن کو آنحضرت ﷺ نے ہمارا امام

بنایا تھا اور وہ بھی گزر گئے جن کے لیے مجھ سے وعدہ لیا گیا تھا تو میں بیعت لینے پر آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ اہل حرمین (مکہ و مدینہ) اور کوفہ و بصرہ کے رہنے والے نے مجھ سے بیعت کر لی اب اس معاملہ خلافت میں ایک ایسا شخص میرا مدمقابل ہے۔ جس کی نہ قرابت میری مانند ہے نہ علم نہ سبقت اسلام میں حالانکہ میں مستحق خلافت ہوں۔

حضرت علی کے دل میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت:

ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں فرمایا تھا کہ الٰہی! ہم کو خلفائے راشدین کی طرح صلاحیت عطا فرما تو آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ خلفاء راشدین کون تھے یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمانے لگے وہ میرے دوست ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ دونوں امام الہدیٰ اور شیخ الاسلام تھے۔ قریش نے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں کی پیروی کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی نجات پائی اور جو لوگ ان کے راستے پر پڑ گئے وہی گروہ خدا ہیں۔ اندازہ کریں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں کس طرح محبت صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جھوٹ سے سخت نفرت تھی۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کچھ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ کو جھٹلایا آپ رضی اللہ عنہ نے بددعا کی وہ ابھی مجلس سے اُٹھنے بھی نہ پایا کہ اس کی آنکھیں جاتی رہیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے فریاد کی کہ فلاں شخص یہ کہتا ہے کہ اس نے خواب میں میری ماں سے جماع کیا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس خواب بیان کرنے والے کو دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سایہ کو کوڑے لگاؤ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال حکمیہ:

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو! قبول عمل میں اہتمام بلیغ کرو کیونکہ کوئی عمل بغیر تقویٰ اور خلوص کے قابل قبول نہیں ہے۔ اے عالم قرآن عامل قرآن بھی بن۔ عالم وہی ہے جس نے پڑھ کر اس پر عمل کیا اور اپنے علم و عمل میں موافقت پیدا کی۔ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ عالموں کے علم و عمل میں سخت اختلاف ہوگا وہ لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر و مباہات کریں گے۔ حتیٰ کہ کوئی شخص ان کے پاس آ کر بیٹھے گا تو اس کو الگ بیٹھنے کا حکم دیں گے یاد رکھو کہ اعمال حلقہ و مجلس سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ ذات الٰہی سے حسن خلق آدمی کا جوہر عقل اور اس کا مددگار اور ادب انسان کی میراث ہے دہشت غرور

سے بھی بدتر چیز ہے۔ مانگنے پر کسی کو کچھ دینا بخشش ہے اور بغیر مانگے دینا سخاوت ہے، عبادت میں سستی کا پیدا ہونا معیشت میں تنگی کا ہونا ہے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ نے آخری بار نصیحت کی کہ سب سے بڑی تونگری عقل ہے اور سب سے زیادہ مفلسی حماقت ہے سخت ترین وحشت غرور ہے اور سب سے بڑا کرم حسن خلق ہے احمق کی صحبت سے پرہیز کرو وہ چاہتا تو ہے کہ تمہیں نفع پہنچائے لیکن نقصان پہنچاتا ہے جھوٹے سے پرہیز کرو کیونکہ وہ قریب ترین کو بعید اور بعید ترین کو قریب بتاتا ہے۔ بخیل سے پرہیز کرو کیونکہ وہ تم سے وہ چیز چھڑا دے گا جس کی تم کو سخت احتیاج ہے فاجر کے پاس نہ بیٹھو کیونکہ وہ تمہیں کوڑیوں کے بدلے بیچ ڈالے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہر قول وفرمان انمول ہے اور ان پر عمل کیا جائے تو کامیابی دارین ہے۔

پانچ باتیں یاد رکھو کسی شخص کو سوائے گناہ کے اور کسی چیز سے نہ ڈرنا چاہیے۔ خدا کے سوا کسی سے اُمید نہ رکھنا چاہیے جو شخص کوئی چیز نہ جانتا ہو اس کے سیکھنے میں کوئی شرم نہ کرے۔ کسی عالم سے جب کوئی ایسی بات پوچھی جائے جس کو وہ نہ جانتا ہو تو اسے بلا دریغ کہہ دینا چاہیے کہ خدا بہتر جانتا ہے۔

صبر اور ایمان میں وہی نسبت ہے جو سر اور جسم میں جب صبر جاتا رہا تو سمجھو ایمان جاتا رہا جب سر ہی جاتا رہا تو جسم کیسے بچ سکتا ہے۔

فقیہ اس شخص کو کہنا چاہیے جو لوگوں کو خدا سے نا اُمید نہ کرے اور گناہوں کی رخصت نہ دے اور خدا کے عذاب سے بے خوف نہ کردے قرآن شریف سے اعراض کرا کر کسی اور طرف مائل نہ کردے۔ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ مومن ادنیٰ غلام سے بھی زیادہ ذلیل ہوگا۔

(تاریخ اسلام شاہ نجیب آبادیؒ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جو شروع ہی سے اسلام لائے اور حضور ﷺ کا ہر ہر مقام پر ساتھ دیا ایسے قدسی صفات انسانوں کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں:

﴿لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [پارہ ۱۰ سورۃ التوبۃ آیت ۸۸، ۸۹]

ترجمہ: ''لیکن رسول ﷺ اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے جنہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کیا انہی کے لیے بھلائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہیں۔ تیار کیے ہیں ان کے لیے اللہ نے

باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ہمیشہ رہیں گے۔ ان میں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔ حضور ﷺ کا ہر اعتبار سے ساتھ دیا۔ اطاعت وفرمانبرداری کی اور بڑی کامیابی حاصل کی اور اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اسوۂ علوی رضی اللہ عنہ پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین! ترمذی میں ہے۔

((عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِيَدِ حَسَنٍ وَحُسَيْنٍ فَقَالَ مَنْ اَحَبَّنِيْ وَاَحَبَّ هٰذَيْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِيَ فِيْ دَرَجَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ)).

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ جو مجھ سے اور ان دونوں اور ان کے باپ اور ماں سے محبت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔''

جنگ صفین کے بعد خارجی گروہ جو بظاہر دینی رنگ لیے ہوئے اسلام کے خلاف ایک سازشی گروہ تھا اسی سازشی گروہ نے سازش کی کہ اس وقت اسلام کی اہم شخصیتیں تین ہیں۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

لہٰذا ان تینوں کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے عبدالرحمان بن ملجم تیار ہوا۔ بڑا بد بخت تھا اور بہادر بھی تھا وہ بایں ارادہ مکہ سے چل کر کوفہ آیا اور ایک عورت قطام بنت شجنہ پر عاشق ہوا اس نے شرط لگائی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اگر قتل کرے تو تیرے ساتھ شادی کروں گی۔ روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں آنے والے حادثہ کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ عبدالرحمان بن ملجم کی طرف جب دیکھتے تو محسوس کرتے کہ اس کے ہاتھ خون سے رنگین ہونے والے ہیں۔ ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ فرماتے تھے کہ خدا کی قسم مجھے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری موت قتل سے ہوگی۔ عبدالرحمان ملجم دو مرتبہ بیعت کے لیے آیا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے لوٹا دیا۔ تیسری مرتبہ آیا تو فرمایا۔ سب سے زیادہ بد بخت آدمی کو کون سی چیز روک رہی ہے اللہ یہ چیز ضرور رنگی جانے والی ہے۔ (طبقات ابن سعد) کبھی کبھی اپنے ساتھیوں سے خفا ہوتے تو فرماتے تمہارے سب سے زیادہ بد بخت آدمی کو آنے اور میرے قتل کرنے سے کون سی چیز روک رہی ہے خدایا ان سے بیزار ہو گیا ہوں اور یہ مجھ سے اکتا گئے

ہیں مجھ ان سے راحت دے اور انہیں مجھ سے راحت دے (طبقات ابن سعد ص ۳۴ ج نمبر ۳)
(انسانیت موت کے دروازے پر)

جس وقت لوگوں نے عرض کیا امیر المومنین! ہمیں اس کا نام بتایئے ہم ابھی اس کا فیصلہ کر ڈالیں گے فرمایا تم ایسے آدمی کو قتل کرو گے جس نے ابھی مجھے قتل نہیں کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بعض اصحاب کو بھی اس سازش خارجی کا پتہ چل گیا تھا چنانچہ بنی مراد میں سے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ امیر المومنین! ہوشیار رہیے یہاں کچھ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کا ارادہ کر رہے ہیں۔ (الامامہ والسیاسہ) یہ بھی واضح ہو گیا تھا کہ کون شخص قتل کا ارادہ کر رہا ہے اشعث نے ایک دن ابن ملجم کو تلوار لگاتے دیکھا اور اس سے کہا مجھے اپنی تلوار دکھاؤ اس نے وہ تلوار دکھائی تو وہ بالکل نئی تھی انہوں نے کہا تلوار لگانے کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ یہ زمانہ تو جنگ کا نہیں عبدالرحمان نے کہا میں گاؤں کے اونٹ ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ اشعث سمجھ گئے اور اپنے خچر پر سوار ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے حاضر ہوئے اور کہا آپ ابن ملجم کی جرأت وشجاعت سے واقف ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن اس نے مجھے ابھی تک قتل نہیں کیا ہے۔

صبح شہادت:

اقدام قتل جمعہ کے دن نماز فجر کے وقت ہوا رات بھر ابن ملجم اشعث بن قیس کندی کی مسجد میں اس کے ساتھ باتیں کرتا رہا اس نے کوفہ میں شبیب بن بجرہ نامی ایک خارجی کو اپنا شریک کار بنا لیا تھا۔

دونوں تلوار لے کر چلے اس دروازے کے مقابل بیٹھ گئے جس سے امیر المومنین رضی اللہ عنہ باہر نکلا کرتے تھے۔ اس رات امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو نیند نہیں آئی۔ شاید معلوم ہو گیا تھا کہ اب رخصتی کا وقت آ گیا ہے۔ فراست عظیم تھی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سحر کے وقت میں حاضر ہوا تو فرمایا رات بھر جاگتا رہا ہوں ذرا دیر ہوئی بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی خواب میں رسول ﷺ کی زیارت ہوئی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی امت سے میں نے بڑی تکلیف پائی فرمایا کہ دعا کر کہ خدا تجھے اس سے چھٹکارا دے دے۔ اس پر میں نے دعا کی کہ خدایا مجھے ان سے بہتر رفیق عطا فرما اور انہیں مجھ سے بدتر ساتھی دے (ابن سعد) چنانچہ مؤذن نے نماز کے لیے پکارا آپ رضی اللہ عنہ بمشکل یہ شعر پڑھتے ہوئے مسجد کو چلے جس کا ترجمہ یہ ہے موت کے لے کمر کس لیے کیونکہ موت تجھ سے ضرور ملاقات کرنے والی ہے۔ موت سے نہ ڈر اگر وہ تیرے ہاں نازل ہو جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ جونہی آگے بڑھے دو تلواریں چمکتی ہوئی آئیں اور ایک

آواز بلند ہوئی حکومت خدا کی ہے نہ کہ علی تیری۔ شبیب کی تلوار تو طاق پر پڑی لیکن ابن ملجم کی تلوار آپ ﷺ کی پیشانی پر پڑی اور دماغ پر اتر گئی۔ زخم کھاتے ہی آپ ﷺ نے زور سے فرمایا: فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَة ''رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔'' نیز پکارے کہ قاتل جانے نہ پائے لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے شبیب تو نکل بھاگا عبدالرحمان نے تلوار گھمانا شروع کردی اور مجمع کو چیرتا ہوا آگے آگے بڑھا قریب تھا کہ ہاتھ سے نکل جائے لیکن مغیرہ بن نوفل بن حارث جو اپنے وقت کے پہلوان تھے دوڑے اور بھاری کپڑا اس پر ڈال دیا اور زمین پر دے مارا۔ (الکامل)

قاتل اور مقتول میں گفتگو:

امیر المؤمنین گھر پہنچائے گئے آپ ﷺ نے قاتل کو طلب کیا جب وہ سامنے آیا تو فرمایا اوہ دشمن خدا کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں کیے تھے؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا پھر تو نے یہ حرکت کیوں کی۔ کہنے لگا میں نے اسے (تلوار کو) چالیس دن تیز کیا تھا اور خدا سے دعا کی تھی کہ اس سے اپنی بدترین مخلوق قتل کرائے فرمایا تو ہی خدا کی بدترین مخلوق ہے" میں سمجھتا ہوں تو اسی سے قتل کیا جائے گا۔" طبری بحوالہ انسانیت موت کے دروازے پر یعنی تجھے اسی تلوار سے قصاص میں قتل کیا جائے گا اس لیے تو ہی بدترین ہے۔

امیر المؤمنین ﷺ نے حضرت حسن ﷺ سے فرمایا کہ یہ قیدی ہے اس کی خاطر تواضع کرو۔ اچھا کھانا دو۔ نرم بچھونا دو اور اگر زندہ رہوں گا تو اپنے خون کا سب سے زیادہ دعوے دار میں ہوں گا۔ قصاص لوں گا یا معاف کردوں گا اگر مرجاؤں گا تو اسے بھی میرے پیچھے روانہ کردینا (یعنی قتل کردینا) رب العالمین کے حضور اس سے جواب طلب کروں گا۔ اے بنی عبدالمطلب ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کی خون ریزی شروع کردو اور کہو کہ امیر المؤمنین قتل ہوگئے خبردار میرے قاتل کے سوا دوسرا قتل نہ کیا جائے۔ اے حسن! اگر میں اس کی ضرب سے مرجاؤں تو ایسی ہی ضرب سے اسے بھی مارنا اس کے ناک کان کاٹ کر لاش خراب نہ کرنا کیونکہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خبردار ناک کان نہ کاٹو اگرچہ وہ کتا ہی کیوں نہ ہو دوسری ایک روایت میں ہے کہ فرمایا۔ اگر تم قصاص لینے ہی پر اصرار کرو تو چاہیے کہ اسے اسی طرح ایک ضرب سے مارو جس طرح اس نے مجھے مارا لیکن اگر معاف کردو تو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ دیکھو زیادتی نہ کرنا۔ خدا تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ سبحان اللہ کیا شان کریمی ہے کیا حوصلہ و صبر ہے۔

فوائد پھر اپنے صاحبزادوں حسن ﷺ اور حسین ﷺ کو بلا کر فرمایا میں تم دونوں کو تقویٰ الٰہی کی وصیت

کرتا ہوں اور اس دنیا کا پیچھا نہ کرنا اگر وہ تمہارا پیچھا کرے جو چیز تم سے دور ہو جائے اس پر نہ کڑھنا اور ہمیشہ حق قائم کرنا، یتیم پر رحم کرنا، بے کس کی مدد کرنا، آخرت کے لیے عمل کرنا، ظالم کے دشمن بننا، مظلوم کے حامی بننا، کتاب اللہ پر چلنا، خدا کے بارے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا پھر اپنے تیسرے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ کو فرمایا تم بھی اس پر عمل کرنا نیز اپنے بھائیوں کا عظیم حق ادا کرنا پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں تمہیں اس کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمہارا بھائی ہے تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔

پھر اپنی تمام اولاد کو مخاطب کر کے کہا خدا سے ڈرتے رہو اس کی اطاعت کرو جو تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے اس کا غم نہ کرو اس کی عبادت پر کمربستہ رہو چست وچالاک بنو۔ ذلت قبول نہ کرو۔ خدایا ہم سب کو ہدایت پر جمع کر دے ہمیں اور انہیں دنیا سے بے رغبت کر دے ہمارے اور ان کے لیے آخرت اول سے بہتر کر دے۔ اسی طرح اور بھی وصیتیں فرمائیں اس کے بعد کلمہ پڑھا اور ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ ان کی شہادت کے دن کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اشکبار نہ ہو بالکل وہی منظر جو حضور ﷺ کی وفات کے دن تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم نے ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کو جا کر دیکھا تو ام المومنینؓ غم سے نڈھال اور آنسوؤں سے تر بتر بیٹھی ہیں۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو خاموشی سے لوٹ آئے۔

جہاں والے ستم کو گو تسلیم کرتے ہیں ☆ مگر یہ رسم اتنی عام کیوں ہے ہم نہیں سمجھے
عشق کو حسن کی تزئین کا سامان بنا ☆ زندگانی کسی شوخ کا ارمان بنا
مصلحت کا یہ تقاضا ہے کہ خاموش رہو ☆ جو سخن نکلا زباں سے وہی طوفان بنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر کا پتہ نہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ابن ملجم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مطابق وصیت ایک ہی وار میں بطور قصاص قتل کر دیا۔ اس کے بعد نماز جنازہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی بعض روایتوں کے اعتبار سے مسجد کوفہ میں بعض کے موافق کوفہ سے دس میل کے فاصلے پر دفن کیے گئے بعض روایتوں کے بموجب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے جسد مبارک کو خارجیوں کے خوف سے کہ کہیں آپ رضی اللہ عنہ کی بے حرمتی نہ کریں نکال کر ایک دوسری قبر میں پوشیدہ طور پر دفن کیا ایک اور روایت کے اعتبار سے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے تابوت کو مدینہ منورہ لے جانے لگے کہ آنحضرت ﷺ کے قریب دفن کریں درمیان راستہ میں وہ اونٹ جس پر آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ تھا بھاگ گیا اور پھر اس کا کہیں پتہ نہیں چلا۔ ایک اور روایت کے موافق وہ

اونٹ ملے کی سرزمین میں ملا لوگوں نے اس کو پکڑ کر آپ کا جنازہ وہیں دفن کر دیا۔ غرض آج تک اتنے بڑے اور عظیم الشان شخص کے مزار کا صحیح حال کسی کو معلوم نہ ہوا کہ کہاں ہے اس کی وجہ وہی معلوم ہوتی ہے کہ خارجیوں کے خوف سے آپ رضی اللہ عنہ کو ایسی جگہ دفن کیا گیا جس کا حال عام لوگوں کو معلوم نہ ہو۔ اس میں ایک یہ بھی حکمت الٰہی معلوم ہوتی ہے کہ بعد میں لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خدائی تک کا مرتبہ دینے میں تامل نہیں کیا اگر ان کے مزار کا صحیح علم ہوتا تو اس کو لوگ شرک کی منڈی بنائے بغیر ہرگز نہ رہتے جیسا کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ بزرگوں کی قبر کو لوگوں نے قبلہ اور بت بنا رکھا ہے اور مسلمان کہلا کر مشرکین مکہ سے کسی حالت میں کم نظر نہیں آتے۔ جس کا جی چاہے سالانہ عرسوں کے موقع پر جو بزرگوں اور نیک لوگوں کی قبروں پر ہوتے ہیں مسلم نما مشرکوں کے کرتوتوں کا جا کر تماشا دیکھ آئے۔

(تاریخ اسلام شاہ نجیب آبادی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عدل:

ایک مرتبہ عید کے موقع پر گھر تشریف لے گئے تو اپنی بچی کے گلے میں طلائی ہار دیکھا صاحبزادی سے دریافت فرمایا یہ ہار کہاں سے لیا ہے؟ بچی نے ڈرتے ہوئے جواب دیا کہ ابا جان! عید منانے کے لیے بیت المال کے نگران سے مانگ کر لیا ہے۔ یعنی عاریتہً عید کے لیے پہن لیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب خزانچی سے دریافت کیا تو اس نے بھی یہی کہا کہ مجھ سے صرف عید منانے کے لیے مانگ کر لیا ہے۔ حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مجھے صحیح طور پر معلوم ہو جاتا کہ یہ بیت المال سے چرایا گیا ہے تو آج پہلا دن ہوتا کہ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی بچی کا ہاتھ چوری کے جرم میں کاٹا جاتا۔

تشریح: ہمارے حاکموں کے لیے یہ بڑی عبرت آمیز چیز ہے کہ وہ قانون کو ہر ایک پر نافذ کریں خواہ وہ اپنے ہوں یا پرائے ملک کا نظام صحیح طور پر اس وقت چلتا ہے جب انصاف کا بول بالا ہو اور قانون کا نفاذ سب پر برابر ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آج کل کی طرح کی سیاست کو بالکل غلط سمجھتے تھے کہ جس میں ہر قسم کا دغا فریب منافقت بھی کچھ پایا جاتا ہے۔ وہ بالکل اس قسم کی چالاکی و پالیسی سے قطعاً بری تھے ہمارے لیڈروں، سرداروں، وزیروں کو بھی چاہیے کہ وہ اسوۂ علوی رضی اللہ عنہ پر عمل کریں تاکہ معاشرہ صاف و ستھرا ہو، منافقت و دغا بازی ختم ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پسند و حق پر عمل پیرا تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کیا اور پورا پورا

براعتبار سے ساتھ دیا اور اتحاد بین المسلمین کو برقرار رکھا آج مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ حق پر عمل کریں اپنی انا و دنیاوی اغراض کی خاطر مسلمانوں میں تفرقہ و انتشار پیدا نہ کریں۔ عاجزی و تواضع اختیار کریں تکبر و انا سے دور رہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی سے یہی سبق ملتا ہے علماء کو چاہیے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے بڑے عالم کی سادگی و انکساری سے سبق حاصل کریں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باوجود اپنے عظیم المرتبت ہونے کے مسجد میں مٹی پر جا کر سو جایا کرتے تھے۔ آج علماء و مشائخین کو دیکھیں کہ کتنے تکلفات، بناوٹ کتنے بڑے تکبر کے سامان میں لوگوں میں بجائے دین سے محبت کے الٹا دنیا کی محبت پیدا ہوتی ہے تیز ہمارے علماء کو چاہیے کہ وہ حق گو بنیں دنیاداروں و حاکموں کے درباری و چندہ خور نہ بنیں۔ غرض حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تمام کاموں سے آفتاب نصف النہار کی طرح یہ ثابت ہے کہ وہ جس بات کو حق اور سچ جانتے تھے اس کے حق اور سچ کو کہنے میں کسی مصلحت اور پالیسی کی وجہ سے تامل کرنا ہرگز ضروری نہ جانتے تھے ان کا چہرہ ان کے قلب کی تصویر اور ان کا ظاہر ان کے باطن کا آئینہ تھا۔ وہ ایک شمشیر برہنہ تھے اور حق کو حق کہنے میں کبھی نہ چوکتے تھے۔ کسے راشد ایں سعادت، بکعبہ ولادت، بمسجد شہادت۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اسوۂ علوی رضی اللہ عنہ پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں (آمین!)

حاضر جوابی:

ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اگر کسی شخص کو کسی مکان میں بند کر کے اس کے سارے دروازے بند کر دیئے جائیں تو رزق اس کو کس طرح پہنچے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جہاں سے اس کی اجل آئے گی۔

ایک دفعہ ایک کافر نے عین نماز عصر کے لیے تیار ہونے کے وقت آپ رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا کہ کون کون سے جانور انڈے دیتے ہیں اور کون کون سے بچے؟ اس کی غرض یہ تھی کہ یہ سب جانوروں کی تفصیل بیان کریں گے اور نماز باجماعت کا وقت فوت ہو جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جن جانوروں کے کان اندر ہیں وہ انڈے دیتے ہیں اور جن کے باہر وہ بچے دیتے ہیں۔

خصوصی امتیازات:

آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت عین خانہ کعبہ کے اندر ہوئی آپ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے حقیقی علم بردار تھے۔ پانچ سال کی عمر کے بعد آنحضرت ﷺ ہی نے آپ رضی اللہ عنہ کی پرورش و تربیت فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے دس برس ہی کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے والدین کی ناراضگی اور لوگوں کی مخالفت سے بچنے

کے لیے جنگل میں جا کر آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے آنحضرت ﷺ کا شرف دامادی آپ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ (مخزن اخلاق)

خطبہ دوم:

رجب کے کونڈے اور شرک کی مذمت

ماہ رجب میں بہت سے لوگ حضرت امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ کے کونڈے کی رسم کرتے ہیں یہ قطعی شرک و بدعت ہے یہ رسومات دشمنان اسلام کی سازش ہیں ایسی رسومات کے ذریعہ وہ مسلمانوں کو عمل کی راہ سے ہٹانا چاہتے ہیں اور شریعت مطہرہ کا جو صاف وسیدھا راستہ ہے حضور ﷺ کی سنتوں سے دور کرنا چاہتے ہیں ایسی تمام رسومات شرک و بدعت ہیں جو کہ گمراہی ہیں۔ ایک من گھڑت کہانی کونڈوں کے بارے میں عموماً عورتوں میں پڑھی جاتی ہے وہ بالکل جھوٹ و افتراء ہے اور حضرت جعفر صادق پر سراسر بہتان ہے۔ تمام علماء اہلسنت والجماعت مکتب فکر دیو بند اور مسلک علماء بریلوی اس پر متفق ہیں کہ کونڈوں کا رواج آنحضرت ﷺ یا خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک دور میں ہرگز نہ تھا۔ حدیث شریف میں ہے کہ دین میں ہرنئی پیدا کی ہوئی چیز بدعت اور بدعت گمراہی اور گمراہی کا انجام جہنم ہے کونڈوں کی کتاب جو عورتوں میں خدا اور رسول ﷺ کا حکم سمجھ کر پڑھی جاتی ہے وہ قطعی طور پر جھوٹی اور افتراء پر مبنی ہے۔ (بحوالہ ماہ رجب کے کونڈے)

سوال علماء اہلسنت نے اس سوال کے جواب کو کونڈوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ فرمایا:

جواب حضرت سید السادات جعفر صادق علیہ الرحمۃ والرضوان خانوادہ نبوت کے چشم و چراغ ہیں اکابرین اسلام میں آپ کا بلند مقام ہے تمام مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے خلوص دل کے ساتھ محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اور ان کی محبت و پیروی کو دنیا و آخرت میں نجات کا باعث سمجھتے ہیں۔ اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ ۲۲ رجب باتفاق مورخین نہ موصوف کا یوم ولادت ہے نہ یوم وصال ماہ رجب المرجب درحقیقت معراج النبی ﷺ کا مہینہ ہے۔ امام الانبیاء کی عظمت اور شان کا مہینہ ہے اس کی اس نسبت کو مٹانے اور بدعت یعنی کونڈوں کے ساتھ منسوب کرنے کی ایک ناپاک سازش ہے اگر حضرت موصوف سے ایسی ہی عقیدت و محبت ہے تو کھانا پکا کر مساکین اور مستحقین کو کھلایا جائے۔ قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کر دیا جائے لیکن کونڈوں کو خاص انداز و شرائط کے ساتھ بھرنا اور کھانا کھلانا

قطعی پر اسلام میں ایک نئی چیز پیدا کرنا یا شامل کرنا ہے۔ دین میں کسی چیز کا کم و بیش کرنا۔ نبی ﷺ کا منصب ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتے ہیں۔

قصہ عجیبہ یا کونڈوں کی کتاب میں جو واقعہ تحریر کیا گیا ہے یہ قطعی طور پر جھوٹا، بے بنیاد اور بے اصل ہے۔ اس طرح حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف سے یہ وعدہ ۲۲ رجب کو کونڈے کرو اور میرے توسل سے مراد طلب کرو مراد پوری نہ ہو تو قیامت میں تمہارا ہاتھ اور میرا دامن ہوگا۔ یہ بالکل اختراع ہے اور غلط نسبت ہے۔ حضرت جعفر صادقؒ کی طرف بلا شک وشبہ آپ پر بہتان اور تہمت ہے مسلمانوں کے پاس اللہ کی کتاب قرآن مجید موجود ہے جس میں کوئی تغیر و تبدل تبدیلی یا تحریف نہیں ہے اور آنحضرت ﷺ کی سنت قائمہ بھی محفوظ ہے۔ آنحضرت ﷺ کا اُمت پر احسان عظیم ہے ساری دنیا کے مسلمان تمام عمر بھی آپ ﷺ کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتے اور آپ ﷺ کو اُمت سے اس قدر پیار ہے کہ والدین کو بھی بچوں کے ساتھ اتنی محبت نہیں ہے۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ الآیۃ۔

آپ ﷺ کی شان ہے قیامت کے روز جب جب تمام انبیاء مرسلین نفسی نفسی پکاریں گے آپ ﷺ امتی امتی فرمائیں گے آپ ﷺ نے پیاری اُمت کے مصائب و مشکلات کو حل کرنے کے لیے اس قسم کے کونڈے بھرنے تجویز نہیں کیے نبی ﷺ نے نہیں کیے تو ولی کس طرح تجویز کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔

﴿وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ [سورۃ الانعام پارہ ۷ آیت ۱۷]

نفع و ضرر صرف اور صرف اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

ترجمہ: ''اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو سوائے اس کے کوئی رد نہیں کر سکتا اور اگر تم کو فائدہ پہنچائے تو ہر بات پر قادر ہے۔ اللہ جو چاہتے ہیں وہی کرتے ہیں وہی مالک و مختار قادر قدیر ہے۔''

۱) اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی کسی کی تکلیف دور نہیں کر سکتا۔ حاجت روائی نہیں کر سکتا۔ غیر اللہ کی نذر کرنا شرک ہے۔

۲) جس طرح اس کا کرنے والا گنہگار اور بدعتی ہے اس طرح شرک کرنے والا بھی بدعتی اور گنہگار ہے۔

۳) حضرت سید السادات جعفر صادقؒ تو بڑے درجے کے بزرگ ہیں کوئی ادنیٰ ترین مسلمان بھی اس قسم کی لاف و گزاف نہیں کر سکتا۔ اللہ کے دربار عالی میں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہے۔

۴) ہر مسلمان پانچ وقت نمازوں میں کئی بار ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ (سورہ فاتحہ) پڑھتا ہے جس کا مطلب واضح یہ ہے کہ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں کونڈوں کے عمل سے نماز کی روح باطل ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جو اقرار بار بار کرتے ہیں اس میں جھوٹے ہوگئے۔

۲۲رجب ۶۰ ہجری کو امیر المومنین، امام المتقین، خال المسلمین، مکرم کاتب وحی رسول ﷺ کے خاص معتمد اور عصائے اسلام حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام اور مسلمانوں کی پچاس سال تک خدمت کرنے کے بعد وفات پائی تھی۔ روافض جس طرح امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوشی میں ان کے مجوسی قاتل ابولؤلؤ فیروز کو بابا شجاع کہہ کر عید مناتے اسی طرح وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رحلت کی خوشی میں ۲۲رجب کو یہ تقریب مناتے ہیں لیکن پردہ پوشی کے لئے ایک روایت گھڑ کر حضرت جعفر بن محمد کی طرف منسوب کر دی ہے تاکہ راز فاش نہ ہو اور دشمنان معاویہ رضی اللہ عنہ چپکے سے ایک دوسرے کے یہاں بیٹھ کر یہ شیرینی کھالیں اور یوں اپنی خوشی ایک دوسرے پر ظاہر کریں ان کی تقیہ سازی اور طریقہ کار سے حضرت جعفرؒ کی نیاز کی دعوت میں کئی سال لوح، توہم پرست اور ضعیف الاعتقاد مسلمان بھی لاعلمی کی وجہ سے شریک ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ خلاف شرع اور بے اصل بدعت دراصل مخالفین اسلام اور معاندین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایجاد ہے جو شمالی ہند، اودھ سے شروع ہوئی اور لکھنؤ اور رام پور کے نوابوں نے روافض کو پروان چڑھانے کے لئے اس قسم کی بدعات کو عام کرنے میں حصہ لیا۔ (بحوالہ ماہ رجب کے کونڈے)

غیر اللہ سے سوال کرنے کا سبب:

حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں مخلوقات اور غیر اللہ سے صرف وہ لوگ سوال کرتے ہیں جن کا یقین وایمان ضعیف ہے جن میں صبر وتوکل نابود ہے اور جو توحید الٰہی کی معرفت نہیں رکھتے اور اس کے برعکس غیر اللہ کے سامنے سوال کرنے سے فقط وہی لوگ محفوظ رہ سکتے ہیں جو توحید باری تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہیں۔ جن کا طریق توکل علی اللہ ہے اور جو ذکر وفکر کی سزا ذلت سے حقیقت وصداقت کی بصیرت رکھتے ہیں اور یہ اقتضائے ایمانی اس چیز کی شرم وحیا رکھتے ہیں کہ خدائے حی قیوم کے ہوتے ہوئے مخلوقات میں کسی سے سوال کریں۔ (فتوح الغیب) ایک اور جگہ فرماتے ہیں پس احکام خداوندی سے تجاوز نہ کر کیونکہ اس کے احکام تمام مخلوقات پر طوعاً کرہاً جاری ہورہے ہیں۔ احکم

الحاکمین کے ہوتے کسی امر میں حاکم نہ بن بیٹھ تیرے حاکم کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہیں اگر تیرے دل میں کوئی خیال و وسوسہ گزرے یا ابہام کی کیفیت پائی جائے تو اس کو قرآن واحادیث کے معیار پہ پرکھ لے اگر قرآن واحادیث میں اس کی حرمت وممانعت موجود ہو مثلاً زنا، سود، چوری، غصب، ظلم و عدوان، کذب وفریب اور دیگر اعمال فسق و فجور تو ایسی باتوں کو اپنے قلب و دماغ سے دور کر اور ان پر ہرگز عمل پیرا نہ ہو۔

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق ☆ زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق ☆ اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ ☆ جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ
مبرا ہے شرکت سے اس کی خدائی ☆ نہیں اس کے کسی کی بڑائی
کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر ☆ جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر ☆ کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں ☆ پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبیؐ کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں ☆ اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پر دن رات نذریں چڑھائیں ☆ شہیدوں سے جاجا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے ☆ نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

(مولانا حالیؒ)

حقیقت یہ ہے کہ توحید کے دعوے دار آج شرک و بدعت میں مبتلا ہیں کہیں مزاروں پر سجدے کر رہے ہیں۔ کہیں نذریں نیاز چڑھاوے چڑھا رہے ہیں کہیں مزاروں پر چادریں چڑھا رہے ہیں۔ مزاروں پر دھمالیں اور رقص ہو رہا ہے۔ بعض مزارات پر منشیات فروخت ہو رہی ہیں اب بتائیں کیا یہی اسلام اور مسلمانی ہے ایسے لوگ قیامت کے روز خدا کے سامنے کیا جواب دیں گے۔ اسلام میں سب سے پہلے بنیادی چیز عقیدہ توحید ہے اگر عقیدہ درست نہیں تو انسان جتنے چاہے عمل کر لے خواہ نیت دین کی ہو ہرگز قبول نہ ہوں گے اور اگر عقیدہ درست ہے اور عمل میں کمزوری ہے تو یہ انسان بخشا جائے گا اس لئے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مشرک کی بخشش نہ ہوگی اس کے علاوہ جس کو اللہ چاہے بخش دے گا اور ایک جگہ فرمایا بے شک بڑا ظلم اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے بہت سے لوگ پیروں کو اور پیغمبروں

کو اور اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت برآری کے لئے انکی نذر و نیاز کرتے ہیں اور بلاء مصیبت کے ٹالنے کیلئے اپنے بیٹوں کو انکی طرف نسبت کرتے ہیں کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے کوئی علی بخش کوئی حسین بخش کوئی پیر بخش کوئی سالار بخش کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا یہ کسی کے نام بدھی پہناتا ہے کوئی کسی کے نام کپڑے پہناتا ہے کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے، کوئی مشکل کے وقت کسی کی دہائی دیتا ہے، کوئی اپنی باتوں میں کسی نام کی قسم کھاتا ہے غرض جو کچھ ہندو، بدمت دوسرے کافر و مشرک اپنے بتوں سے کرتے ہیں وہ سو کچھ یہ جھوٹے مسلمان اولیاء اور انبیاء سے اور اماموں اور شہیدوں سے اور فرشتوں اور پریوں سے گزارتے ہیں اور دعویٰ مسلمانی کرتے ہیں۔ سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ اللہ نے سچ فرمایا سورہ یوسف میں ﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ﴾ (سورہ یوسف پارہ ۱۳ آیت ۱۰۶) "اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر شرک کرتے ہیں۔" حضرت شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں یعنی منہ سے سب کہتے ہیں کہ خالق و مالک سب کا وہی ہے پھر اوروں کو پکڑتے ہیں۔

فائدہ یعنی اکثر لوگ جو دعویٰ ایمان رکھتے ہیں وہ شرک میں گرفتار ہیں پھر اگر کوئی سمجھانے والا ان لوگوں سے کہے کہ تم دعویٰ ایمان کا رکھتے ہو اور افعال شرک کے کرتے ہو یہ دونوں راہیں کیوں ملا دیتے ہو تو اس کو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو شرک نہیں کرتے بلکہ اپنی عقیدت انبیاء اولیاء کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں مشرک تو جب ہوتے کہ ہم ان انبیاء اولیاء کو پیروں، شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے یوں تو ہم نہیں سمجھتے بلکہ ان کو ہم اللہ ہی کا بندہ جانتے ہیں اور اسی کو مخلوق اور یہ قدرت و تصرف کی اسی نے ان کو بخشی ہے اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں اور ان کا پکارنا عین اللہ ہی کا پکارنا ہے اور ان سے مدد مانگنی عین اسی سے مدد مانگنی ہے اور وہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں سو کریں اور اس کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں اور وکیل اور ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے اور ان کے پکارنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور جتنا ہم ان کو مانتے ہیں اتنا اللہ سے نزدیک ہوتے ہیں اور اسی طرح کی خرافات باتیں کہتے ہیں اور ان باتوں کا سبب یہ ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کے کلام کو چھوڑ کر اپنی عقل کو دخل دیا اور جھوٹی کہانیوں کے پیچھے پڑے اور غلط غلط رسموں کی سند پکڑی اور اگر اللہ و رسول ﷺ کے کلام کی تحقیق کرتے تو سمجھ لیتے کہ پیغمبر خدا ﷺ کے سامنے بھی کافر لوگ ایسی ہی باتیں کرتے تھے۔ اللہ نے ایک نہ مانی اور ان پر ناراضگی کا اظہار کیا اور ان کو جھوٹا بتایا۔

سورۃ یونس میں فرمایا:

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَاللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ [سورۃ یونس پارہ ۱۱ آیت ۱۸]

ترجمہ: ''اور پوجتے ہیں اللہ کے علاوہ ایسی چیزوں کو نہ کچھ فائدہ دیوے ان کو نہ کچھ نقصان دیوے اور کہتے ہیں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس کہہ دیجیے کہ کیا بتاتے ہو تم اللہ کو جو نہیں جانتا وہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں سو وہ نرالا ہے پاک ہے ان سے جن کو یہ شریک بناتے ہیں۔''

فوائد: یعنی جن کو لوگ پکارتے ہیں ان کو اللہ نے کچھ قدرت نہیں دی۔ نہ فائدہ پہنچانے کی نہ نقصان کر دینے کی اور جو کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس سو یہ بات اللہ نے تو نہیں بتائی پھر کیا تم اللہ سے زیادہ خبردار ہو کہ اس کو وہ بتاتے ہو جو وہ نہیں جانتا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام آسمان و زمین میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں ہے کہ اس کو مانا جائے اور اس کو پکارا جائے تو کچھ فائدہ یا نقصان پہنچے بلکہ انبیاء اولیاء کی سفارش جو ہے سو اللہ کے اختیار میں ہے ان کو پکارنے نہ پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی سفارشی سمجھ کر پوجے وہ بھی نرالا ہو جاتا ہے۔

احادیث میں شرک کی مذمت:

((عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَآءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ وَاَنَا مِنْهُ بَرِيْءٌ)) [مسلم، مشکوۃ باب الریاء]

اس حدیث میں شرک اکبر اور شرک اصغر، ریاء کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرۃ ﷛ نے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا'' میں بڑا بے پرواہ ہوں شریکوں میں شریک سے اور جو کوئی کسی عمل میں میرے ساتھ کسی کسی کو شریک کرے تو میں اس کو اور اس کی شریک کو چھوڑ دیتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں (یعنی شرک سے)۔''

تشریح: جس طرح بادشاہ کا تاج کسی چمار کو پہنا دینا بادشاہ کی توہین ہے اسی طرح شرک کرنا اللہ تعالیٰ کی توہین ہے اور جس طرح اور لوگ اپنی مشترک چیز آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں میں ایسے نہیں کرتا کیونکہ میں بے پرواہ ہوں بلکہ جو کوئی کچھ کام میرے واسطے کرے اور غیر کو بھی اس میں شریک کر دے تو

میں اپنا حصہ بھی نہیں لیتا بلکہ سارے ہی کو چھوڑ دیتا ہوں اور اس سے بیزار ہو جاتا ہوں۔

((عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ﷺ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ)) [احمد]

راوی حضرت معاذ بن جبل ﷺ روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا خواہ تجھے جلا دیا جائے یا قتل کر دیا جائے یعنی توحید کے معاملہ میں اگر مصائب آئیں تو لوگ کنبہ برادری چھوڑ جائے یا جن بھوت وغیرہ تکلیف دیں تو ہر حال میں دامن توحید نہ چھوڑا جائے۔

مشکوٰۃ الکبائر میں ہے حضرت ابن مسعود ﷺ نے روایت کی کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کون سا گناہ بہت بڑا ہے اللہ کے نزدیک فرمایا کہ تو اللہ کا کسی کو شریک بنا کر پکارے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔

تشریح اللہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور اس کے اختیار میں سب کچھ ہے جو شخص کسی غیر کو پکارتا ہے تو یہ اختیار اس میں سمجھ رہا ہے اور یہ شرک ہے پھر یہ کہ اللہ نے ہمیں پیدا کیا تو جس نے پیدا کیا پکارا بھی اسی کو جائے توحید کی برکت سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور شرک کی نحوست سے نیکیاں بھی زائل ہو جاتی ہیں توحید سے آدمی کی روح پاک و صاف ہو جاتی ہے جبکہ شرک سے روح ناپاک ہو جاتی ہے۔ نیز اللہ کی گرفت ہوتی ہے تو کوئی نہیں چھڑا سکتا اور اگر ساری مخلوق کو پکڑنا مارنا چاہے تو اللہ کے حکم کے بغیر بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔ فاسق موحد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے۔

غیب کا علم اللہ کے پاس ہے:

علم غیب صرف خاصہ خداوندی ہے ارشاد ربانی ہے:

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ [سورۃ انعام آیت ۵۹ پارہ ۷]

ترجمہ ”اسی کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی نہیں جانتا ان کو مگر وہی۔“

تشریح یعنی جس طرح اللہ نے بندوں کو اشیاء دریافت کرنے کے لیے کچھ قوتیں اور راہیں دی ہیں جیسے دیکھنے کے لیے آنکھ، سننے کے لیے کان، سونگھنے کے لیے ناک، چکھنے کیلئے زبان، ٹٹولنے کے لیے ہاتھ سمجھنے کے لیے عقل یہ استعدادیں انسان کے اختیار میں ہیں کہ اپنی خواہش کے موافق ان سے کام لیں تو یہ استعدادیں چابیاں ہیں جس کے ہاتھ میں چابی ہوتی ہے قفل اس کے اختیار میں ہوتی ہے۔ اسی طرح ظاہری چیزوں کو دریافت کرنا انسان کے اختیار میں ہے اور غیب کی چیزوں کو دیکھنے سے انسان

عاجز ہے۔ یہ اللہ کے اختیار و قدرت میں ہے کہ غیب کی چیزیں اسے معلوم ہیں وہ دریافت کرسکتا ہے اللہ نے یہ قدرت کسی نبی و فرشتے و جن، پری وغیرہ کو نہیں دی کہ وہ غیب کی چیزیں از خود دریافت کرسکے بلکہ اللہ اپنی مرضی سے جس کو جتنا چاہتا ہے غیب کی خبر دے دیتا ہے مگر اپنے ارادہ کے موافق نہ ان کی خواہش پر، حضور ﷺ کو بہت سی غیب کی چیزوں کے معلوم ہونے کی خواہش ہوئی مگر وہ معلوم نہ ہوئیں پھر جب اللہ نے ارادہ کیا فوراً اطلاع کردی جیسے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر منافقین نے تہمت لگائی تو حضور ﷺ کو معلوم نہ تھا اور آپ پریشان تھے مگر پھر اللہ نے غیب پر اطلاع دی کہ یہ تہمت ہے بی بی عائشہؓ کا دامن پاک ہے۔ اب اگر کوئی شخص دعویٰ غیب دانی کا کرے یا کوئی شخص کسی نبی یا ولی یا فرشتے جن یا نجومی یا رمال یا جفار کو غیب دان سمجھتا ہے تو وہیں شرک ہو جاتا ہے۔

قبروں پر سجدہ کرنا منع ہے:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر لعنت کی بد دعا حضور ﷺ نے اس لیے فرمائی کہ جہاں ان کے انبیاء کی قبریں تھیں۔ ان پر سجدہ کرتے تھے اور ان سے مراد مانگتے تھے جب انبیاء کی قبروں پر سجدہ حرام ہے ان سے مراد مانگنا منع ہے تو اولیاء کی قبروں پر جا کر سجدے کرنا مانگنا کیسے جائز ہوگا۔ اس لیے نبی ﷺ نے دعا مانگی ہے کہ خداوند میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنائیو کہ اس کی پرستش ہوا کرے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی قوم جن بتوں کو پوجا کرتی تھی یہ سب نیک لوگ تھے۔ جب وہ مر گئے تو لوگ ان کی قبروں پر بیٹھنے لگے پھر ان کی صورتوں کے بت بنا لیے جب اس پر ایک زمانہ گزر گیا تو پھر ان کو پوجنے لگے اور یہی بت پرستی کی ابتداء ہے۔

خدا فرما چکا ہے قرآں کے اندر ☆ میرے محتاج ہیں پیر و پیمبر
نہیں طاقت سوا میرے کسی میں ☆ کہ کام آوے تمہارے بے کسی میں
خبر قرآں میں ہے یہ محقق ☆ نہ بخشے گا خدا مشرک کو مطلق
مسلمانو! ذرا سوچو تو دل میں ☆ پھنسے ہو کس طرح آب و گل میں
بہت غفلت میں سوئے اب تو جاگو ☆ خدا کے ہوتے بندوں سے نہ مانگو

مسلمانوں کو اپنا اعتقاد قرآن و حدیث کے مطابق رکھنا چاہیے۔ محض قصوں اور بے سند باتوں پر یقین نہ کیا جائے کہ فلاں بزرگ سے ایسا ہوا ہے اور فلاں پیر صاحب نے ایسا کیا۔ افسوس ایسے مسلمان پر جنہوں نے قرآن و حدیث کو چھوڑ کر واہی تباہی قصوں پر اعتقاد کرلیا۔ اس سے اولیاء کرام کی

کرامات کا انکار نہیں اولیاء کی کرامات حق ہیں اور یہ کرامات حق تعالیٰ شانہ ظاہر کرتے ہیں اولیاء اپنی قدرت واختیار سے ظاہر نہیں کر سکتے کہ کرامات کو دیکھ کر خدا پر زیادہ یقین رکھا جائے نہ کہ شرک کیا جائے۔

خیر خواہی:

بحیثیت مسلمان ہونے کے ہم سب کا فرض ہے کہ مسلمانوں کو شرک سے بچانے کی فکر کریں تاکہ ان کے ایمان ضائع نہ ہوں نرمی اور محبت سے سمجھائیں امید قوی ہے کہ انشاء اللہ وہ توبہ کرلیں گے۔ جس طرح آپ کے سامنے آپ کا دوست زہر کھا رہا ہو تو آپ اس کو منع کرتے ہیں اس طرح شرک زہر سے بھی زیادہ خطرناک ہے اگر آپ مسلمانوں کو ان گمراہیوں سے بچانے کی کوشش کریں گے تو آپ کو صرف اپنی نماز وروزے سے بھی زیادہ اس کا اجر وثواب ملے گا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں: مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ اَجْرٌ مِثْلُ فَاعِلِهٖ.

حضور ﷺ فرماتے ہیں جو آدمی کسی دوسرے کو نیکی کی رہبری کرے تو اس کو اس نیک کام کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔

شریعت کے مطابق فاتحہ کا طریقہ:

شریعت کے مطابق فاتحہ کا طریقہ یہ ہے کہ کھانا پکوا کر غریبوں میں تقسیم کیا جائے اور اللہ سے قبولیت کی دعا کی جائے اور اس کا ثواب جس بزرگ وولی ورشتہ دار کو چاہیں بخش دیں۔ کھانے کا ثواب مخصوص ختم کے دینے پر موقوف نہیں ہے کھانے کے ساتھ پانی وغیرہ رکھنا اور ختم کے لیے تھوڑی چیزیں جمع کر کے رکھنا غلط ہے بعض لوگ پان وحقہ افیون بھی رکھتے ہیں کہ میت ان چیزوں کو استعمال کرتا تھا۔ مسلمان کا فرض ہے کہ ہر ایک معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کا حکم معلوم کیا جائے اپنی ناقص عقل کو دخل نہ دیا جائے کیونکہ اگر صرف ہماری عقل ہی کافی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو حلال وحرام بتانے کے واسطے نہ بھیجتا۔

حضرت بوعلی قلندرؒ اور احترام شریعت:

حضرت بوعلی قلندر حضرت شمس الدین تبریزیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے اور بڑے خدا رسیدہ مجذوب تھے جذب کی حالت طاری رہنے کے باوجود ساری عمر میں بس ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ کچھ مونچھیں بڑھ گئیں کسی کو کاٹنے کی جرأت نہ ہوئی تھی مگر مولانا ضیاء الدین سنامیؒ یہ خلاف شریعت چیز برداشت نہ کر سکے قینچی لی اور آگے بڑھے اور لبیں لے لیں۔ شاہ بوعلی قلندرؒ نے آپ کے اس عمل کی ہمیشہ

قدر کی۔ دیکھو مجذوب ہونے کے باوجود شریعت کے حدود سے کبھی تجاوز نہ ہوسکا۔ بزرگی اسی پابندی سے ملا کرتی ہے اور کھانے کا اس طرح سے خاص کرنا کہ حضرت عباس کی فاتحہ صرف شیر مال اور کباب پر کرنا اور شاہ عبدالحق ؒ کی فاتحہ خاص حلوے پر کرنا اس کے سوا کسی دوسرے کھانے پر نہ کرنا یہ محض نادانی ہے اور اسی طرح تاریخ کی قید لگانا کہ فلاں بزرگ کی فاتحہ جس روز ہے بس اسی روز ہو اور دوسرے دن نہ ہو۔ یہ بھی ایک بے اصل و بے سند بات ہے کھانے اور تاریخ کی تخصیص صرف ہندوستانیوں نے نکالی ہے شریعت اسلام میں اس کی کہیں کچھ اصل نہیں۔

غیب کی خبریں معلوم کرانا:

نجومی پنڈت سے شادی و بیاہ کی تاریخ پوچھنا یا سفر کے واسطے یا حویلی بنانے کے وقت نیک و بد ساعت کا دریافت کرنا ہرگز درست نہیں یہ صاف شرک ہے کیونکہ غیب کی باتیں جب پیغمبر کو معلوم نہیں تو دوسرے کی کیا حقیقت ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں:

((مَنْ اَتٰی کَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ فَقَدْ بَرِیَٔ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ)) [ترمذی]

پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جو غیب کی بات بتانے والے کے پاس گیا پھر اس کی بات کو سچا جانا تو وہ محمد ﷺ پر جو نازل ہوا (قرآن) سے بری ہے۔

چند مشرکانہ رسومات:

یہ رسومات مشرکانہ ہیں سر پر شاہ مدار کی چوٹی رکھنا اور نیزے کھڑے کرنا۔ منت کر کے قبروں پر چادر چڑھانا، چراغ جلانا، پیروں کے واسطے جانوروں کا ذبح کرنا، امام ضامن کا پیسہ بازو پر بندھنا، چوراہے میں صدقہ رکھنا، کسی پیر کی شیرینی ماننا، چیچک کی بیماری میں مالن کو بلوانا، گائے کا گوشت نہ پکوانا، حضرت عباس ؓ کی حاضری، بی بی فاطمہ کی صحنک (چھوٹا طباق مٹی کی رکابی میں کھانا رکھا جانا) شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کی گیارہویں شاہ مدار کا مالیدہ بوعلی قلندر کی سہ منی، شاہ عبدالحق کا اس نیت سے توشہ کرنا کہ یا حضرت تم ہمارا فلاں کام کر دو یہ حرام ہے اور نہایت بڑا اور صاف شرک ہے اور اگر منت نہیں ہے صرف ان کی روح کو ثواب پہنچانا ہے تو درست ہے مگر پہلی نیت سے کرنا درست نہیں۔

کسی پیر وغیرہ کیلئے جانور ذبح کرنا جائز نہیں۔ قرآن میں صاف ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾

[سورۃ مائدہ پارہ ۶ آیت نمبر ۳]

ترجمہ ''تم پر حرام ہوا ہے مردہ جانور اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور بھی جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔''

تشریح نام دو طرح سے پکارا جاتا ہے ایک تو ذبح کرنے سے پہلے نام رکھ دینا کہ یہ بکرا حضرت جیلانی کا ہے یا فلاں کا ہے۔ دوسرے ذبح کرتے وقت نام لینا سو اب لوگ ذبح کے وقت تو حسب عادت اللہ اکبر کہتے ہیں مگر ذبح سے پہلے اللہ کے سوا کسی اور نام سے مشہور کر دیتے ہیں جب پہلے سے نیت بگڑی ہوئی ہے تو اللہ اکبر کے کہنے سے کیا ہوتا ہے علماء کا صحیح مذہب یہی ہے کہ ایسے جانور کا گوشت کھانا جائز نہیں۔

نذر کی تعریف:

نذر و نیاز کا ماننا بھی اللہ کے لیے خاص ہے۔ یعنی یوں کہنا الٰہی اگر اپنے کرم سے تو اس بیمار کو اچھا کر دے تو میں دس فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا یا روزے رکھوں گا یہ درست ہے مگر اسی طرح اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے نذر ماننا یعنی یوں کہنا کہ فلاں بزرگ اگر تو اچھا کر دے تو میں تیرے نام کا بکرا کٹواؤں گا یہ شرک ہے۔ غیر اللہ کی نذر ماننا شرک ہے۔ ایسے مواقع کے لیے شریعت نے صدقہ رکھا ہے۔ حدیث میں ہے:

((عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلصَّدَقَةُ تُطْفِيُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَرْفَعُ عَنْ مَيْتَةِ السُّوْءِ)). [ترمذی]

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ صدقہ پروردگار کے غضب کو ختم کر دیتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔ کی خطاؤں کو بھی مٹا دیتا ہے۔

ابن ماجہ میں اس طرح ہے:

((وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ النَّارَ الْمَآءُ)).

ترجمہ اور صدقہ خطاؤں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

سجدہ کرنا صرف اللہ کے لیے ہے:

ایک مرتبہ حضرت معاذ ؓ کا شام جانا ہوا۔ آپ ؓ نے وہاں لوگوں کو دیکھا کہ اپنے مذہبی پیشواؤں کو سجدہ کرتے ہیں جب واپس آئے تو آپ ؓ نے بھی رسول اللہ ﷺ کو اس طرح سجدہ کرنا چاہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: معاذ یہ کیا؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اہل شام کو اپنے مذہبی پیشواؤں کو

اسی طرح سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ جب وہ ان کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ ﷺ اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو اگر میں کسی کے لیے سجدہ جائز رکھتا تو بیوی کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ اس کے شوہر کے حق کی برتری کا بھی تقاضا ہے لیکن اسلام میں ایسا نہیں۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے۔

حضرت سلیمان فارسی ؓ جب اسلام لائے تو رسول اللہ ﷺ کو مدینہ کی کسی گلی میں آتا دیکھا دیکھتے ہی سجدہ میں گر گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سلیمان! مجھے سجدہ نہ کرنا سجدہ اللہ ہی کو لائق ہے جو حی (زندہ ہے اور زندہ رہے گا زندہ) ہے اور زندہ رہے گا (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص نمبر ۴۹۱) شریعت اسلامیہ میں ہر طرح کا سجدہ خواہ سجدہ تحیہ کا ہو یا تعظیمی یا سجدہ عبادت کا ہو وہ سب اللہ ہی کے لیے جائز ہے اور کسی کے لیے جائز نہیں رسول خدا ﷺ نے اگر ایسا کرتے دیکھا تو صاف ٹوکا اور فوراً ممانعت کر دی۔ پ ۲۴ سورۃ حم السجدہ آیت نمبر ۳۷۔

﴿لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ [سورۃ حم السجدہ پارہ ۲۴ آیت ۳۷]

ترجمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم لوگ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ خدا ہی کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا اگر تم کو اس کی عبادت منظور ہے۔

تشریح سجدہ کے لائق وہی ہے جس کو پیدا کرنے کی قدرت ہو اور جو خود اپنے پیدا ہونے میں دوسرے کا محتاج ہو اس کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اولیاء کی قبروں اور تعزیہ کو سجدہ کرنا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے عقائد قرآن و حدیث کے مطابق بنانے کی توفیق نصیب فرمائیں اور بدعقائد کفریہ ترکیہ بدعیہ سے محفوظ فرمائیں۔ آمین برحمتک یا رب العالمین۔

(تقویۃ الایمان)

ہدایت کا نسخہ:

حضرت امام مالکؒ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں وہ دو عظیم چیزیں چھوڑ جا رہا ہوں۔ جب تک تم انہیں تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور میری سنت۔ حضرت حسن ؓ فرمان نبوی نقل کرتے ہیں کہ سنت کے موافق تھوڑا سا عمل بدعت کے کثیر عمل

سے کہیں اچھا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جاتی ہے۔

ایک روایت میں ہے حضور ﷺ فداہ ابی وامی فرماتے ہیں کہ میری اُمت میں دو قسم کے لوگوں کو میری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ ظالم امام (حاکم) اور دین میں غلو کرنے والا جو نبی ﷺ کی سنت اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق سے تجاوز کرتا ہے۔

اہلسنت والجماعت:

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل (۷۱) اکہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری اُمت میں (۷۲) بہتر فرقے ہو جائیں گے ان میں سے صرف ایک جنت میں جائے گا عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون سا فرقہ ہوگا۔ فرمایا سنت اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق کو اپنانے والا (یعنی اہل سنت والجماعت) ایک حدیث میں ہے کہ فساد اُمت کے وقت میری سنت کو سینے سے لگانے اور اپنانے والے کو سو شہید کا ثواب ملے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ ہر چیز کے لیے آفت ہوتی ہے اور اس دین کی آفت بدعتیں اور خواہشات ہیں۔ (تنبیہ الغافلین)

اللہ صحیح دین پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین!

خطبہ سوم:

معراج شریف کا بیان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ﴾ [سورۃ اسرائیل پارہ ۱۵ رکوع ۱]

اس آیت میں واقعہ معراج بیان فرمایا گیا ہے اور اس کو اللہ کی عظیم قدرت کا مظہر فرمایا گیا ہے۔ اس لیے کہ دنیا اس سے عاجز ہے کہ خود رسائی حاصل کر سکے۔

ترجمہ ''پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا جس کے اردگرد ہم نے برکت دی تاکہ ہم اس کو اپنی نشانیاں دکھائیں بے شک وہ اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔''

شب معراج عروج تو از افلاک ☆ گوشت بہ مقامے کہ رسید نہ رسد ہیچ نبی ﷺ
قریب موسیٰ اور ہے قرب محمد اور ہے ☆ طور سینا اور ہے عرش معلیٰ اور ہے

(باقی)

زمعراجش چہ می پرسی کہ سبحان الذی اسری ☆ زشرح سینہ اش جائی الم نشرح لک برخواں

معراج معراج کا ماخذ عروج ہے جس کا معنی بلندی کا ہے چونکہ آپ ﷺ کو آسمانوں پر بلایا گیا۔ اس لیے اس کو معراج کہتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام اور سیر ملکوت:

جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے ہیں۔ ان کو سیر ملکوتی کرائی گئی۔ اس وقت شرائط رویت کے تمام مادی پردے ان کی آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دیئے جاتے ہیں۔ اسباب سماعت کے دنیاوی قوانین ان کے لیے منسوخ کر دیئے جاتے ہیں۔ قیود زمانی و مکانی کی تمام فرضی بیڑیاں ان کے پاؤں سے کاٹ ڈالی جاتی ہیں۔ آسمان و زمین کے مخفی مناظر بے حجابانہ ان کے سامنے آجاتے ہیں اور وہ اس کے بعد حلۂ بہشتی پہن کر فرشتوں کے روحانی جلوس کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں اور اپنے اپنے رتبہ اور درجہ کے مناسب مقام پر کھڑے ہو کر فیض ربانی سے معمور ہوتے ہیں اور غرق دریائے نور ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ بعض مقربان خاص کو یہ درجہ عطا ہوتا ہے کہ وہ حریم خلوت گاہ قدس میں بار پا کر قاب قوسین دو کمانوں کے فاصلہ سے بھی نزدیک تر ہو جاتے ہیں اور پھر وہاں سے اپنے منصب کا فرمان خاص لے کر اسی کاشانہ آب و خاک میں واپس آجاتے ہیں۔

(سیرۃ النبی مولانا شبلی نعمانی)

تمام انبیاء کرام کو سوائے ہمارے محبوب ﷺ کے معراج روحانی ہوا اور ہمارے آقا و مولا ﷺ کو معراج جسمانی ہوا اور یہ صرف اور صرف آپ ﷺ ہی کو خصوصیت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سیر ملکوتی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی اللہ نے عجائبات قدرت کے نمونے دکھائے ارشاد ربانی ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ﴾

[پارہ ۷ سورۃ الانعام آیت ۷۵]

ترجمہ "اور اس طرح ہم نے دکھائے ابراہیم کو عجائبات آسمانوں اور زمین کے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عجائبات قدرۃ کوہ طور پر دکھلائے گئے۔ ان کے لیے وہی معراج ہے۔ اسی طرح ہر نبی کو قدرت الٰہی کے مشاہدے مختلف انداز میں کرائے گئے اور وہی ان کی معراج ہوئی۔ جب باری ہمارے آقا و مولا محبوب دو عالم ﷺ کی آئی تو جس طرح آپ ﷺ کے باقی معجزات اور انبیاء

کے معجزات سے اعلیٰ وارفع تھے اسی طرح معراج بھی آپ ﷺ کی اعلیٰ وارفع ہوئی۔

کہاں وہ رتبہ کہاں عقل نارسا اپنی ☆ کہاں وہ نور خدا اور کہاں یہ دیدۂ زار
چراغ عقل گل اس کے نور کے آگے ☆ زبان کا منہ نہیں جو مدح میں کرے گفتار
(مولانا نانوتویؒ)

کہاں بلندی طور اور کہاں تری معراج ☆ کہیں ہوئے ہیں زمین آسمان بھی ہموار

بہرحال ہر نبی نے اپنے اپنے مرتبے کے مطابق سیر ملکوت کی اس جہان غیب کا مشاہدہ کیا۔ اسلام نے اس خزانہ کو اتنا عام کیا ہے۔فرمایا آپ ﷺ نے الصلوٰۃ معراج المؤمنین۔ایمان والوں کی معراج نماز ہے۔یعنی نماز سے عروج روحانی حاصل ہوگا۔

معراج نبوی ﷺ:

حضور ﷺ کی شان چونکہ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام سے ارفع تھی اس لیے بارگاہ الہیہ میں آپ کو وہاں تک رسائی حاصل ہوئی جہاں تک کسی فرزند آدم کا قدم پہلے وہاں تک نہ پہنچا تھا اور وہ کچھ مشاہدہ کیا جواب تک دوسرے مقربان بارگاہ الٰہی کی حد نظر سے باہر تھا۔

آیت: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ﴾ کی وضاحت:

ایک رات میں معراج کا ہونا اور وہ بھی رات کے تھوڑے سے حصے میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک جانا اور بیت المقدس سے آسمانوں پر جانا، فرشتوں اور نبیوں سے ملاقاتیں۔ امامت انبیاء، سیر آسمانی و مشاہدات جنت و دوزخ و دیگر مشاہدات غیبی یہ سب چیزیں عقل میں نہیں آتیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے واقعہ معراج کی آیت کو لفظ سبحان سے شروع فرمایا جس کا معنی پاک ہے وہ ذات یعنی جو چیز تمہارے لیے محال و ناممکن ہے۔اللہ اس سے پاک ہے اس کے لیے وہ کوئی مشکل و محال نہیں وہ ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔وہ لفظ کن سے جو چاہے کرسکتا ہے جو قطرہ منی سے انسان جیسی خوبصورت شکل بنا سکتا ہے جو آسمان و زمین پیدا کرنے والا ہے وہ جو چاہے کرسکتا ہے جو کچھ تمہارے لیے ناممکن ہے مشکل ہے اس کے لیے کوئی ناممکن و مشکل نہیں۔ اِنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔وہ عاجز نہیں ہے۔

صاحب قصیدہ بردہ اور معراج شریف:

سَرَیْتَ مِنْ حَرَمٍ لَیْلًا اِلٰی حَرَمٍ کَمَا سَرَی الْبَدْرُ فِیْ دَاجٍ مِنَ الظُّلَمِ وَبِتَّ

تَرقٰی اِلٰی اَنْ بَلِتْ مَنْزِلَه مِنْ قَابَ قَوْسَیْنَ لَمْ تُدْرَکْ وَلَمْ تُرم وَقُدِّمکَ جَمِیْعُ الْاَنْبِیَآءِ بِهَا وَالرُّسُلِ تَقْدِیْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰی خَدَمٍ وَاَنْتَ تَخْرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ فِیْمَوْکِبٍ کُنْتَ فِیْهِ صَاحِبَ الْعِلْمِ حَتّٰی اِذَا لَمْ تَدَعْ شَاءَ الْمُسْتَبِقِیْنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًا لِمُسْتَنِمٍ خَفَضْتَ کُلَّ مَکَانٍ بِالْاِضَافَةِ اِذْ نُوْدِیْتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِکَمَا تَفُوْزُ بِوَصْلٍ اَیِّ مُسْتَتِرٍ عَنِ الْعُیُوْنِ وَسِرٍّ اَیِّ مُکْتَتَمٍ۔

ترجمہ: ''آپ ﷺ بے شک ایک شب میں حرم شریف مکہ سے حرم محترم مسجد اقصیٰ تک باوجودیکہ ان میں فاصلہ چالیس روز کے سفر کا ہے ایسے ظاہر و باہر تیز رو کمال نورانیت و ارتفاع کدورت کے ساتھ تاریکی کے پردہ میں نہایت درخشانی کے ساتھ جاتا ہے اور آپ ﷺ نے وہ رات ترقی میں اس طرح گزاری کہ اس مقام تک (قاب قوسین) پہنچے جس کا دوسرے مقربان خاص سوچ بھی نہیں سکتے اور آپ ﷺ کو بیت المقدس میں تمام انبیاء نے اپنا امام بنایا جیسے خادم مخدوم کو آگے کرتا ہے اور آپ ﷺ سات تہہ بر تہہ آسمانوں کو طے فرما رہے تھے اور فرشتوں کے لشکر ہمراہی کے سردار تھے یہاں تک آگے آپ ﷺ بڑھے کہ کوئی بڑھنے والا نہ بڑھ سکے اور نہ مقام قرب تک پہنچ سکے۔ آپ ﷺ نے اپنے مقام عالی پر سب کے مراتب پست کر دیے جب آپ کو ادن، کہہ کر پکارا گیا یعنی قریب ہو جاتا کہ آپ کو وہ وصل حاصل ہو کہ جہاں کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو اور آپ کو وہ مشاہدات ہوں جو کسی کو نہ ہوئے۔''

واقعہ معراج:

الغرض جب اسلام کے شیدائیوں پر سے مکہ کی مشکلات و امتحانات کی زندگی ختم ہوئی اور ہجرت کے بعد ایک نئے دور کا آغاز ہونے والا تھا تو وہ شب مبارک آئی اور اس شب کی وہ بابرکت ساعت آئی جس میں سرورِ دو عالم ﷺ کو سیر ملکوتی ہوئی تھی۔ جس میں اللہ ربّ العزت کی طرف سے خاص احکام کا نفاذ اور ابراعمل میں آتا تھا۔ رضوان جنت کو حکم ملا کہ آج مہمان سرائے غیب کو نئے ساز و برگ سے آراستہ کیا جائے کہ شاہد عالم یہاں آج مہمان بن کر آئے گا۔ روح الامین کو فرمان پہنچا کہ وہ سواری جو بجلی سے زیادہ تیز گام اور روشنی سے زیادہ تیز ہو اور جو خطہ لاہوت کے مسافروں کے لیے مخصوص ہے حرم کعبہ میں لے کر حاضر ہو کارکنان ارض و سماں کو حکم ملا مملکت آب و خاص کے تمام مادی قوانین تھوڑی دیر کے لیے معطل کر دیے جائیں اور زمان و مکان، سفر و قامت، رویت و سماعت تخاطب و تجوم چیک کرنے کی تمام پابندیاں اُٹھا دی جائیں۔

واقعہ معراج پر قدیم وجدید اعتراضات کے جوابات:

واقعہ معراج پر جو زمانہ قدیم میں اعتراضات ہوئے یا ہو سکتے تھے۔ آج کے سائنسی دور نے وہ سارے اعتراضات ختم کر دیے مثلاً آسمان نہیں تو معراج کیسے ہوئی لیکن آسمان موجود نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں سوائے اس کے کہ کسی نے دیکھا نہیں تو کائنات کی بے شمار اشیاء سمندروں میں، پہاڑ میں، جزیروں میں، جنگلوں میں، حیوانات، حشرات، جمادات کی ایسی ہیں جن کو کسی نے نہیں دیکھا مگر وہ موجود ہیں بہت سی چیزیں پہلے معلوم نہ تھیں جیسے خوردبین کے ذریعہ جرثومے کے وجود کی دریافت خلیے سیلز کی دریافت وغیرہ یہ پہلے معلوم نہ تھیں مگر اب سب مانتے ہیں ایٹم کی دریافت پہلے فلاسفہ اس کو جھٹلاتے تھے مگر اب سب مانتے ہیں اس طرح یہ اعتراض تھا کہ اوپر فضا میں کرہ ناریہ موجود ہے وہاں سے کوئی کیسے گزر سکتا ہے۔ نیز خلا میں تو آدمی سانس نہیں لے سکتا کیونکہ وہاں ہوا موجود نہیں ہے مگر اب چاند، مریخ وزہرہ پر جا کر نیز خلائی سٹیشنوں کے قیام خلانوردوں کے خلا میں قیام سے یہ سب چیزیں جو ناممکن تھیں حل ہو گئیں۔ جب انسان یہ کام کر سکتے ہیں تو خالق کائنات یہ سب کچھ نہیں کر سکتا پہلے کہتے تھے کہ براق جیسی سواری کیسے ہو سکتی ہے مگر اب راکٹ کی ایجاد جس کی رفتار آواز کی رفتار سے بھی زیادہ تیز ہے اور راکٹ سے بھی تیز رفتار خلائی شٹل وغیرہ تیار ہو چکی ہیں اور خلا میں سیاروں پر آجا رہی ہیں تو کیا اللہ خالق جہاں سب کچھ نہیں کر سکتا۔ آج روشنی کی رفتار ناپی جا چکی ہے کہ روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہے اور بعض ایسے ستارے سیارے موجود ہیں جن کی روشنی ابھی تک زمین پر نہیں پہنچی اور وہ مسلسل سفر کر رہی ہے تو جب سیارے وستارے اتنی دوری پر ہیں تو آسمان کتنی دوری کی مسافت پر ہوگا۔ بعض آسمان پر موجود سیاروں کی روشنی کئی سو نوری سال میں سفر کر کے زمین پر پہنچتی ہے نوری سال سے مراد سورج کی روشنی جو فاصلہ سال بھر میں طے کرتی ہے اندازہ کریں جو روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار کا سفر طے کرتی ہے وہ سال میں کتنا فاصلہ طے کرتی ہوتی ہوگی تو جب اتنی بلندی پر تو سیارے ہیں آسمان کی بلندی کا کون اندازہ کر سکتا ہے پھر تمہارے بھیجے ہوئے خلا باز میں کئی کئی ہفتے رہ سکتے ہیں سمندروں میں غوطے خور آکسیجن لگا کر کئی کئی گھنٹے رہ سکتا ہے تو خلاق عالم اپنے محبوب کے لیے یہ سب کچھ نہیں کر سکتا۔

الغرض ریڈیائی لہروں کی دریافت، براڈ کاسٹنگ سسٹم، ٹیلی ویژن کی ایجاد، ٹیلی فون، وائرلیس، ٹیلکس کی ایجاد، حیاتیاتی جین کی دریافت اور بہت سی چیزیں جو پہلے زمانہ میں ناممکن ہوتی تھیں

وہ صرف ممکن ہی نہیں بلکہ وجود میں آ چکی ہیں قربان جائیں آقائے نامدار محبوب دو عالم ﷺ پر کہ آپ ﷺ نے بذریعہ وحی ایسی غیر معقول چیزیں بتائیں جو پہلے زمانہ میں عقل کوتاہ میں نہ آتی تھیں مگر اب وہ سب وجود میں آ گئیں ہیں انہیں میں سے واقعہ معراج بھی ہے جو بالکل حق ہے سچ ہے سلام ہو ہے انجان ان مقدس و پاکیزہ ہستیوں صحابہ کرام ؓ پر جو ان سب ارشادات، مشاہدات نبوی ﷺ پر بغیر دلیل طلب کیے ایمان لائے اگرچہ آج سب ناممکن چیزیں ممکن وجود میں آ چکی ہیں۔ قربان جائیں حضور ﷺ کی ترقی پر اور اعزاز خدائی پر کہ سائنس دان جو کچھ بڑے وسائل دولت و دماغ سوزیاں کر کے ایجاد تیار کر رہے ہیں۔ اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کو وہ سب کچھ اپنی قدرت کاملہ سے عطا فرمایا۔ مثلاً یہ سائنس دان بڑی محنت دولت خرچ کر کے چاند پر پہنچے ہیں مگر اللہ تعالی نے حضور ﷺ کے ایک اشارہ انگلی سے اسی چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ انہوں نے خلا میں جانے کے لیے کتنی محنتیں کیں۔ کیا کیا مصیبتیں اٹھائیں اور پھر پہنچے صرف چاند پر کچھ قریب کے سیاروں تک اور اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو بغیر وسائل مادیات کے بغیر کچھ خرچ کیے آسمانوں سے بھی بالا عرش معلی سدرۃ المنتہیٰ کی سیر کرائی یہ سائنس دان وہاں قیامت تک نہیں پہنچ سکتے۔ اصل ترقی تو اسلام کی اور اہل اسلام کے لیے ہے یہ مادی ترقیات کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔ انہوں نے راکٹ بنائے جہاز بنائے اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوائی تخت ایسا عطا فرمایا تھا کہ اس میں نہ پٹرول ڈالنے کی ضرورت نہ انجن خراب ہونے کا خطرہ نہ ہائی جیکنگ کا خطرہ نہ موسمی خرابی کا خطرہ اور نہ اوور ہالنگ کی ضرورت۔ کیا آج کے جہاز میں یہ سب سہولتیں ہیں؟ اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر لوہا موم کر دیا یہ کتنی مصیبت سے لوہا پگھلاتے ہیں۔ اللہ نے حضور ﷺ کے ایک اشارے سے چاند دو ٹکڑے کر دیا یہ کتنی مصیبت کے بعد بمشکل چاند پر پہنچے ہیں۔ اللہ نے حضور ﷺ کو رات کے تھوڑے حصے میں ساتوں آسمان جنت و دوزخ وغیرہ کی سیر کرا دی اور یہ قیامت تک آسمان پر بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر۔ اللہ تعالی ہم سب مسلمانوں کو یورپ، روس، جاپان کی طرف للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھنے کی بجائے اپنی ذات عالی کی طرف دیکھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ افسوس ہم مسلمان ذہنی احساس کمتری کا شکار ہیں حالانکہ یہ دنیا کے ساز و سامان کچھ وقعت نہیں رکھتے اصل چیز ایمان کی دولت ہے جس کی ہم کو قدر نہیں ہے۔ آج اہل زمانہ کو دعویٰ ہے کہ ہم نے حیرت انگیز دوائیں تیار کر لی ہیں بیماری تشخیص کرنے کی حیرت انگیز مشینری، ایکس ریز، الٹرا ساؤنڈ، برقی لہریں، لیزر شعاعیں، نیز جدید لیبارٹریز کے حیران کن سامان اور علاج کے حیران کن طریقے مگر اسلام کی ترقی پر قربان جائیں جن

چیزوں کا علاج بڑے بڑے آپریشنز کے ذریعہ یہ لوگ کرتے ہیں حضور ﷺ فرماتے ہیں سورۃ فاتحہ ہر بیماری کی شفا ہے۔ سورۃ فاتحہ پڑھو اور شفا حاصل کرو۔ صلوۃ الحاجت پڑھو اور مسائل کا حل کرو۔ شفا حاصل کرو دعا مانگا کرو دعا تقدیر بھی بدل دیتی ہے۔ دعا کے ذریعہ مسائل حل کراؤ۔ صدقہ کرو اور بلائیں آفتیں، مصیبتیں دور کرو اب مسلمانو! بتاؤ یہ اصل ترقی ہے یا مادیات کی ترقی اصل ترقی ہے۔ اصل ترقی اسلام میں ہے قرآن میں ہے دین میں ہے اللہ کی اطاعت میں حضور ﷺ کی محبت و اطاعت میں ہے۔ جب دین ہوگا اللہ کے احکام کی طاعت ہوگی۔ حضور ﷺ کی سنتوں پر عمل ہوگا تو بیماریاں بھی ختم ہوں گی۔ مصائب بھی ختم ہوں گے روزیاں بھی بابرکت ہوں گی۔ مہنگائیاں بھی ختم ہوں گی۔ آپ کو لمبی چوڑی پریشانیاں اٹھانے کی ضرورت بھی پیش نہ آئے گی۔

مدینہ منورہ کے بجائے مکہ مکرمہ میں واقعہ معراج کے پیش آنے کی حکمت:

مدینہ منورہ میں چونکہ آپ ﷺ کی مخالفت اتنی نہ تھی جتنی مکہ مکرمہ میں تھی معراج مکہ میں ہوئی تاکہ دشمن اعتراضات کریں یا دوست حمایت کریں اعتراضات سے ہی کسی چیز کے پوشیدہ وسر حصے ظاہر ہوتے ہیں اس لئے جب معراج کی رات آئی صبح کو آپ ﷺ نے لوگوں کو بتایا تو دشمنوں نے قسم قسم کے اعتراضات کئے اور یہ معجزہ ان کے لئے اور عذاب جان بنا اور ماننے والوں کے لئے اور ذریعہ ہدایت بنا۔ ایمان والوں کے ایمان میں اور بھی اضافہ ہوا۔ دوسرا نکتہ یہ تھا کہ ایک رات میں عجائبات سماوی کا مشاہدہ نا ممکن تھا اور بیت المقدس تک کا راستہ بظاہر بہت سے لوگوں کا دیکھا بھالا ہوا تھا تو جس وقت منکروں نے بیت المقدس کے بارے میں آپ ﷺ سے سوالات کئے اور آپ ﷺ نے پہلے بیت المقدس دیکھا بھی نہ تھا جب مخالفین نے اوچھے سوالات کئے مثلاً اگر آپ ﷺ بیت المقدس تک گئے ہیں پھر بیت المقدس سے آسمانوں پر گئے ہیں تو پہلے بتاؤ کہ مسجد بیت المقدس کے نشانات سیڑھیاں کنگرے صحن کھڑکیاں وغیرہ کتنی اور کیسی ہیں اور آپ ﷺ نے بذریعہ مشاہدہ سب بتا دیئے تو یہ بتا دینا دلیل ہوگا کہ یہ سب کچھ جب سچ ہے جو کچھ آپ ﷺ اس کے علاوہ فرما رہے ہیں وہ بھی سچ ہے۔ واقعہ معراج سے آسمان کے فرشتوں کو حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف کرنا بھی حکمت تھا منجملہ اور حکمتوں کے۔

بخاری شریف و خصائص کبریٰ مصنفہ حضرت جلال الدین سیوطیؒ کے مطابق واقعہ کی تفصیل:

جناب نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ حطیم میں اس طرح سوئے ہوئے تھے کہ آنکھیں سو رہی تھی اور قلب مبارک جاگتا تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے آپ ﷺ کو جگایا اور آپ ﷺ کے سینہ مبارک

کو چاک کیا قلب مطہر کو آب زمزم سے دھویا اور لاکھوں قسم کے انوارات سے پُر فرمایا۔

نکتہ: جب حضور ﷺ جیسی پاک و مطہرات ذات کے قلب مبارک کو دھویا گیا تو ہم مسلمانوں کے دلوں کو بھی غیر اللہ سے پاک کئے بغیر اللہ ہدایت نہ دے گا۔ اس لئے دل کو شرک سے پاک کرنا ضروری ہے جس طرح حضور ﷺ کے قلب مبارک کو تین تین مرتبہ دھویا گیا اسی طرح حکم دیا کہ وضو میں اعضاء تین مرتبہ دھویا کرو۔ اس کے بعد فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں ایک سواری پیش کی گئی جس کو براق کہتے ہیں براق برق سے ہے جس کا معنی بجلی کا ہے وہ بجلی کی طرح تیز رفتار تھی جہاں اس کی نظریں پڑتیں وہیں اس کے قدم پہنچتے۔ جب حضور ﷺ براق پر سوار ہونے لگے تو براق خوشی سے کودنے لگا۔

راہِ خدا میں خرچ کرنے والوں کا بدلہ:

تھوڑی دیر کے بعد آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ کھیتی کرتے ہیں اِدھر ہل چلایا دانہ ڈالا پانی دیا فوراً کھیتی بڑی ہوئی اسی وقت کاٹی گئی اور غلّے کا ڈھیر لگ گیا آپ ﷺ نے پوچھا اے جبریل یہ خوش بخت کون لوگ ہیں جن کو اتنی جلدی اتنا زیادہ بدلہ مل جاتا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا حضور ﷺ یہ لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں کہ ان کو اتنا زیادہ بدلہ اتنی جلدی مل جاتا ہے اور یہ آخرت میں بھی اسی طرح ملے گا۔

بے نمازیوں کا انجام:

کچھ آگے جا کر آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک قوم ہے جن کو زمین پر چت لٹا کر ان کے سروں کو بڑے وزنی پتھروں سے کچلا جاتا ہے پھر وہ سر صحیح سالم ہو جاتے ہیں پھر اسی طرح کچل دیا جاتا ہے آپ ﷺ نے پوچھا جبریل یہ کون لوگ ہیں جن کو ایسی سخت سزا دی جارہی ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا یہ بے نمازی ہیں۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی سزا:

کچھ آگے چل کر آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ جنگل کی گھاس، کانٹے، پتھر، انگارے سب کچھ کھا رہے ہیں مگر پیٹ نہیں بھرتا آپ نبی علیہ السلام نے پوچھا جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا حضور ﷺ! یہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے لوگ ہیں ان کو قیامت تک یہی سزا ملے گی۔

بدکاروں کا انجام:

آگے چلے تو دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے سامنے عمدہ کھانا گوشت موجود ہے مگر وہ اس کو

چھوڑ کر کچا بد بودار گوشت کھا رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جبریل! یہ کون لوگ ہیں عرض کیا حضور ﷺ! یہ وہ لوگ ہیں جو حلال طریقہ نکاح چھوڑ کر حرام کاری، بدکاری کرتے تھے۔ ان کے پاس بیویاں تھیں مگر یہ بدکاری کرتے تھے اب قیامت تک ان کو یہی سزا ملے گی۔ اسی طرح بدکار عورتوں کو بھی یہی سزا ملے گی۔

خائن کی سزا:

تھوڑی دور جا کر آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص انتہائی کمزور لاغر ہے اس کے پاس ایک بڑا بھاری گٹھا لکڑیوں کا ہے جس کو وہ اُٹھانا چاہتا ہے مگر نہیں اُٹھا سکتا جب اس شخص سے وہ وزنی گٹھا نہیں اٹھ سکتا تو بجائے اس کے کہ لکڑیوں کو کچھ کم کرے وہ اور بھی زیادہ کرتا ہے اور پھر اُٹھانا چاہتا ہے مگر بوجہ وزنی ہونے کے نہیں اُٹھا سکتا مگر اس کے باوجود اپنے وزن میں اور اضافہ کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا جبریل! یہ کون شخص ہے عرض کیا حضور ﷺ! یہ خیانت کرنے والا شخص ہے جو تھوڑی سی امانتوں کا بوجھ تو اُٹھا نہیں سکتا مگر پھر بھی امانتوں کے زیادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آخر اسی طرح اس کی موت بغیر توبہ کے ہوئی اب اس کو یہی سزا قیامت تک ملتی رہے گی۔

بے عمل واعظ مقرر، لیڈروں کی سزا:

آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ آگے چلے تو دیکھا کہ بعض لوگوں کے حلق گلے چھریوں سے چیرے جاتے ہیں پھر وہ ٹھیک ہو جاتے ہیں تو دوبارہ اسی طرح چیرے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا، اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں جو اس اذیت ناک سزا میں مبتلا ہیں عرض کیا حضور ﷺ! یہ امت کے بے عمل واعظ، مقرر، لیڈر، مبلغ ہیں جو فتنہ و فساد برپا کرتے تھے۔

سود خوروں کی سزا:

جب آپ ﷺ کی سواری آگے چلی تو آپ ﷺ نے ایک گروہ دیکھا جن کے پیٹ برج کی طرح اونچے اور شیشے کی طرح صاف تھے اور اس کے اندر سانپ، بچھو بھرے ہوئے تھے۔ جب ان میں سے کوئی اٹھنا چاہتا تو فوراً پیٹ کے بوجھ کی وجہ سے گر پڑتا تھوڑی دیر میں ایک ڈراؤنی شکل کا گھوڑا ان کے پیٹوں کو کچلتا ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ چیختے ہیں پوچھا جبریل! یہ کون لوگ ہیں عرض کیا حضور ﷺ! یہ سود خور لوگ ہیں جو قیامت تک اسی عذاب میں گرفتار رہیں گے۔ یہ منظر دیکھ کر افسوس کرتے ہوئے آپ ﷺ آگے تشریف لے گئے۔ تھوڑی دور جا کر دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے منہ اونٹوں کی طرح ہیں اور ملائکہ ان کے منہ چیر کر بڑے بڑے انگارے ان کے منہ میں ڈالتے ہیں وہ انگارے ان

کے حلق سے اتر کر فوراً پاخانے کے راستہ باہر نکل جاتے ہیں اس سے ان کو سخت تکلیف ہوتی ہے اور وہ چیختے ہیں آپ حضور ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے بتایا یہ یتیموں کا مال کھانے والے لوگ ہیں جو اصل میں انگارے کھاتے ہیں۔ ارشاد ہے جب میں آگے چلا تو کچھ عورتوں کو دیکھا جن کو فرشتے چھاتیوں کے بل اور پیروں کے بل اُلٹ اُلٹا کر آگ کے کوڑوں سے مار رہے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ عرض کیا یہ اُمت کی بدکار عورتیں ہیں جو حرام کے بچے جن کر انہیں قتل کر دیتی تھیں انہیں یہی سزا دی جائے گی۔ آگے چل کر حضور ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے ایک شخص کو پکڑ رکھا ہے اور خود اسی پہلو کا گوشت کا ٹکڑا اس کو دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اسے کھا لے اور اسے زبردستی کھلاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون شخص ہے عرض کیا یہ اپنے مسلمان بھائیوں کی غیبت کرنے والے شخص ہیں ان کو قیامت تک یہی سزا ملے گی۔ مسلمانو! سب سزائیں حضور ﷺ نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرمائیں۔ ہم نے نہیں دیکھیں تو حضور ﷺ بینا ہیں ہم نابینا ہیں اس لئے نابینا کو چاہیئے کہ وہ بینا کی بات کو مان کر چلے ورنہ ٹھوکر کھائے گا اور تباہ ہوگا۔ اس لئے اگر ہم اپنے آپ کو ہلاکت و بربادی سے بچانا چاہتے ہیں تو ہمیں حضور ﷺ کی بات ماننا ہوگی ورنہ تباہی و بربادی ہے۔ اعاذنا اللہ منہا۔

دنیا کا دھوکہ:

ان تمام واقعات کو دیکھتے ہوئے جناب سید المرسلین بیت المقدس کی طرف چلے تو یکا یک دیکھا کہ ایک عورت زرق برق لباس و زیور پہنے آپ ﷺ کے سامنے ہوئی مگر آپ ﷺ نے مطلق توجہ نہ فرمائی حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ عورت دنیا تھی جو آپ کو دھوکہ دینا چاہتی تھی اگر آپ ﷺ اس کی بات سن لیتے اور اس کی طرف توجہ کرتے تو آپ ﷺ کی ساری اُمت گمراہ ہو جاتی۔ حضرت جبریل نے ابھی یہ بات ختم کی تھی کہ اچانک ایک بدصورت بڑھیا آپ ﷺ کے سامنے آئی حضور ﷺ نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت جبریل نے عرض کیا یہ بوڑھیا بھی دنیا تھی مگر اب اپنی اصل شکل میں آئی تھی اس طرح یہ خاصان خدا کو دھوکہ دیتی ہے جب وہ اس سے منہ موڑتے ہیں تو مجبوراً اپنی اصل شکل دکھا کر ان کی نفرت کو اور زیادہ کرتی ہے۔ اس کے بعد پھر آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک بڈھا آیا جس نے آپ کو دائیں جانب سے پکارا کہ میری بات سنو، آپ نے اس کی طرف بھی توجہ نہ کی پھر ایک بڈھا بائیں جانب سے آیا اس نے بھی کہا کہ میری بات سن لیں آپ نے اس کی طرف بھی توجہ نہ کی حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا حضور ﷺ! یہ بڈھا جو دائیں طرف سے آیا یہ یہود کے دین کی روح تھی اور جو

بائیں طرف سے آیا وہ نصاریٰ کے دین کی روح تھی اگر آپ ﷺ ان کی طرف توجہ کر لیتے تو اکثر آپ کی اُمت یہود و نصاریٰ ہو جاتی مگر الحمد اللہ خدا نے آپ ﷺ کو محفوظ رکھا۔

اس غیبی معائنہ کے بعد آپ حضور ﷺ کی سواری آگے چلی تو آپ ﷺ نے ایک زبردست شخص کو دیکھا جو جناب ﷺ کی طرف آگ کے شعلے پھینکتا ہوا چلا آتا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا آپ ﷺ اعوذ پڑھ کر اس کی طرف پھونک دیجئے آپ ﷺ کے پھونکتے ہی وہ شعلے بجھ گئے اور لعین غائب ہوا حضرت جبریل نے بتایا حضرت ﷺ! یہ شیطان لعین تھا جو آپ کے خیال کو پریشان کرنا چاہتا تھا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے سرزمین یثرب بھی دیکھی جہاں ہجرت کر کے آپ ﷺ کو آنا تھا پھر آپ نے دختر فرعون کی ایک مسلمان خادمہ کی قبر سے خوشبو سونگھی، شہر مدین دکھایا گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش دیکھی جنت دیکھی اس کی آواز سنی، دوزخ دیکھی اس کی آواز سنی۔

غیبت کرنے والوں کے منہ قینچیوں سے کٹتے ہوئے دیکھے اسی طرح یہی سزا جھوٹے مخبروں کو ملتی ہوئی دیکھی جو بادشاہوں کے ذریعہ عوام پر ظلم کراتے تھے۔ شراب خوروں کا منہ سیاہ، آنکھیں نیلی، لہو و پیپ ان کے منہ سے جاری ہوتے دیکھی، جھوٹی گواہی دینے والوں کی سزا دیکھی کہ ان کے منہ سؤروں سے، زبانیں پشت کی جانب کھینچی گئی تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے دیکھا کہ نوحہ و بین کرنے والی عورتوں کو آگ کے کوڑے مارے جارہے ہیں۔ اس تکلیف سے وہ کتوں کی طرح روتی اور غل مچاتی تھیں۔ یہی سزا خاوند کو ستانے والی عورتوں کی ہے۔ گانے بجانے والے ان کے منہ کالے تھے سینے پر آگ کے طباق تھے۔ رال کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ملائکہ ان کو آگ کے گرز مارتے تھے۔ والدین کے نافرمان آگ میں جل رہے تھے۔ قاتلوں کو فرشتے چھریوں سے ذبح کر رہے تھے۔ ان کے حلق سے سیاہ نہایت بدبودار خون نکل رہا تھا۔ مغروروں کو بڑے پہاڑ کے برابر دو پتھروں کے درمیان پیسا جا رہا تھا۔

بیت المقدس آمد اور امامت:

یہ مناظر دیکھتے ہوئے آپ ﷺ بیت المقدس پہنچے مسجد میں سارے انبیاء موجود تھے۔ حضرت جبریل نے صخرہ بیت المقدس پر اذان دی۔ آسمان سے فرشتے قطار اندر قطار نازل ہو رہے تھے۔ اب امامت کون کرائے حضرت جبریل علیہ السلام نے جناب امام الانبیاء ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر آپ کو امامت کے لئے آگے بڑھا دیا۔

يَا مَنْ تَفَوَّقَ أَمْرُهُ فَوْقَ الْخَلَائِقِ فِي الْعُلَى
حَتَّى لَقَدْ أَثْنَى عَلَيْكَ اللّٰهُ فِي قُرْآنِهِ

ترجمہ ''اے وہ بزرگ برتر ہستی جو پوری کائنات سے بلندی میں فوقیت لے گئی حتیٰ کہ اللہ نے خود قرآن میں ان کی تعریف فرمائی۔''

آسمانوں پر عروج:

عَرَجَ النَّبِيُّ إِلَى السَّمَاءِ. بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ. انبیاء ورسل کی امامت کے بعد آپ حضور ﷺ کا عروج آسمان کی طرف ہوا۔ پھر آپ ﷺ کی خدمت میں دو پیالے پیش کئے گئے، ایک میں دودھ دوسرے میں شراب تھی آپ ﷺ نے دودھ قبول فرمایا اور شراب رد کردی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا لقد اصبت آپ ﷺ نے درست فرمایا اگر خدانخواستہ آپ ﷺ شراب پی لیتے تو آپ ﷺ کی پوری اُمت اس میں پڑ جاتی۔ آپ حضور ﷺ کو لے کر حضرت جبریل علیہ السلام نے آسمانوں کی طرف عروج فرمایا سیڑھی کی ایک پٹڑی سونے کی، ایک چاندی کی تھی اس سیڑھی کی صحیح کیفیت اللہ ہی بخوبی جانتے ہیں اس کی رفتار کی حقیقت کیا تھی مگر آج کے دور میں الیکٹریکل لفٹ آچکے ہیں جو بجلی سے خود اوپر چلتے ہیں اس لئے سیڑھی سے اوپر عروج کرنا کوئی محال نہیں پھر خدائے پاک کی قدرت خصوصیہ سے وہ سیڑھی لائی گئی تھی اس لئے اللہ جو چاہے کرسکتا ہے۔ إِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. ''بیشک وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''

حضرت جبریل علیہ السلام آپ حضور ﷺ کو لے کر پہلے آسمان پر جس کا نام باب الحفظہ ہے پہنچے۔ اس آسمان کے داروغہ نگراں فرشتہ کا نام اسماعیل ہے جو ستر ہزار ملائکہ کا افسر ہے اور ان ستر ہزار میں سے ہر ایک فرشتہ کے ماتحت ستر ہزار فرشتے اور ہیں جب حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا پوچھا کون؟ جواب دیا۔ جبریل پوچھا آپ کیساتھ کون؟ جواب دیا نبی آخر الزمان محمد ﷺ ہیں اللہ نے بلوایا ہے مرحبا مرحبا کے ساتھ آپ کا بے شمار فرشتوں نے استقبال کیا حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب میں پہلے آسمان پر پہنچا تو وہاں ایک بزرگ دراز قد بیٹھے ہوئے ملے ان کی داہنی طرف ایک دروازہ تھا جس میں سے نہایت خوشبو آتی تھی بائیں جانب دوسرا دروازہ تھا جس میں سے بدبو آتی تھی اور کچھ باریک سفید رنگ کے کیڑے، جرثومے اور سیاہ چھوٹے چھوٹے بھنگے آپ کی بائیں طرف تھے۔ جس وقت یہ بزرگ اپنی دائیں طرف دیکھتے تو خوش ہوتے جب بائیں طرف ملاحظہ کرتے تو روتے تھے۔ آنحضور ﷺ نے پوچھا

جبریل! یہ کون بزرگ ہیں اور یہ بھنگے کیا ہیں؟ عرض کیا یہ بزرگ حضرت آدم علیہ السلام اور دائیں طرف سفید جانور جرثومے یہ مسلمانوں کی روحیں ہیں بائیں جانب سیاہ جرثومے کافروں کی روحیں ہیں۔ دائیں طرف خوشبودار جنت کا دروازہ بائیں طرف بدبودار دروازہ جہنم کا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اہل جنت کی طرف دیکھ کر خوش ہوتے ہیں بائیں جانب اہل دوزخ کی طرف دیکھ کر غمگین ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ آگے بڑھ کر حضرت آدم علیہ السلام کو سلام کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام جواب میں مَرْحَباً بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ یعنی صالح نبی اور صالح بیٹے کو سلام ومرحبا آنحضور ﷺ نے پہلے آسمان کے عجائبات ملاحظہ فرمائے۔

دوسرے آسمان کی طرف عروج:

دوسرے آسمان پر پہنچے دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون؟ فرمایا جبریل! پوچھا گیا ساتھ کون ہیں؟ فرمایا محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے ان کو بلایا ہے۔ فرشتے نے دروازہ کھولا فرشتوں نے مرحبا مرحبا کے ساتھ استقبال کیا۔ دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح کے ساتھ استقبال کیا۔ پھر تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ فرمایا میرے بھائی یوسف کی شکل ایسی ہے جیسے چودھویں رات کا چاند اور آپ کے مقابلے میں جہاں بھر کے حسین ایسے ہیں جیسے چاند کے مقابلے میں ستارے۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ان کے اردگرد کچھ بنی اسرائیل کے لوگ ہیں ان کو نصیحت کر رہے ہیں۔ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پھر ساتویں آسمان پر پہنچے فرمایا۔ ساتواں آسمان اس قدر نورانی ہے کہ آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ وہاں ایک بزرگ سونے کی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے نزدیک کچھ لوگ گورے سفید بیٹھے ہوئے ہیں اور دوسرے کچھ لوگ آدھے سفید سیاہ ہیں۔ حضور ﷺ کو دیکھ کر وہ میلے منہ والے لوگ اُٹھے اور تین مرتبہ نہروں میں غسل کیا۔ ہر مرتبہ کے غسل میں ان کی سیاہی کم ہو جاتی تھی۔ تیسری مرتبہ نہانے سے ان کے چہرے بالکل صاف اور روشن ہو گئے۔ آنحضور ﷺ نے پوچھا یہ کیا مکان ہے۔ یہ بزرگ کون ہیں یہ لوگ کون ہیں۔ عرض کیا یہ مکان بیت المعمور ہے۔ آسمانی کعبہ ہے یہ بزرگ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ سفید رنگ کے لوگ نیک ہیں دوسرے لوگ گنہگار ہیں۔ جن نہروں میں انہوں نے غسل کیا پہلی نہر کا نام رحمت الٰہی ہے۔ دوسری کا نام مغفرت الٰہی ہے۔ تیسری کا نام نہر طہور ہے گنہگار لوگ ان نہروں میں غسل کر کے گناہوں سے پاک ہوئے۔

آسمانی کعبہ بیت المعمور:

بیت المعمور آسمانی کعبہ ہے جس کی شان یہ ہے کہ ہر روز ستر ہزار فرشتے اس کی زیارت کرنے آتے ہیں جو ایک دفعہ زیارت کر گئے قیامت تک ان کو دوبارہ آنے کا موقع نہ ملے گا۔ حضور ﷺ نے یہ سب دیکھا بن کر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مبارک بادیوں سے استقبال کیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ بیت المعمور میں داخل ہوئے۔ ایک فرشتہ نے اذان کہی۔ حضور ﷺ نے وہاں فرشتوں کی بھی امامت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو تین لقب ملے ہیں۔ سید المرسلین، امام المتقین، قائد الغر المحجلین اسکے بعد حضور ﷺ فرماتے ہیں میرے سامنے جملہ انبیاء اور ان کی امتیں گزریں کسی نبی کے ساتھ چالیس آدمی تھے کسی کے ساتھ دس کسی کے ساتھ ایک اور دو بھی تھے۔ سب سے زیادہ میری اُمت جنت میں جانے والی تھی۔ حضور ﷺ اپنی اُمت کی کثرت دیکھ کر خوش ہوئے۔

سدرۃ المنتہیٰ:

اس کے بعد آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ کی جانب چلے فرمایا وہ ایک درخت ہے جس کی ٹہنیاں سونے کی ہیں پھل زمرد کے ہیں جیسے بڑے بڑے مٹکے ہوں۔ ملائکہ نے اس کو تھام رکھا ہے یکا یک اس درخت سے تجلی ہوئی حضرت جبریل خوف الٰہی سے ایسے ناچیز ہو گئے جیسے پرانا بوریا اس درخت کی ٹہنیوں پتوں پر فرشتے سنہری ٹڈوں کی صورت بیٹھے ہوئے ہیں جب ہزاروں فرشتوں نے یک آواز تسبیح کہی تو حضور ﷺ فرماتے ہیں مجھ پر ہیبت و خوف طاری ہوا سدرۃ المنتہیٰ طے کرنے کے بعد جب سراپردہ شہنشاہی نظر آیا تو اس وقت حضرت جبریل نے پیچھے قدم ہٹایا حضور ﷺ نے فرمایا اے جبریل تم میرا ساتھ کیوں چھوڑ رہے ہو۔

حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

چوں در دوستی مخلصم یافتی ☆ عنانم نہ صحبت چرا تافتی

جب میں نے آپ کو اپنی دوستی میں مخلص پایا تو اب آپ پیچھے کیوں ہٹ رہے ہیں۔ حضرت جبریل نے جواب دیا:

اگر یکسر از موئے برتر پرم ☆ فروغ تجلی بسوزد پرم

اگر اس مقام سے آگے بال برابر بھی قدم بڑھاؤں تو تجلی الٰہی میرے بال و پر جلا دے۔ اس

کے بعد آپ ﷺ نے ستر ہزار پردے طے کئے جن میں ہر پردہ پانچ سو برس کی مسافت کا تھا۔ اسکے بعد ایک زمردی تخت نمودار ہوا۔ جس کا نام رف رف تھا۔ جس کا نور سورج کی روشنی سے زیادہ تھا۔ اس تخت پر آپ ﷺ سوار ہوئے پھر خدا ہی کو معلوم کہ کس قدر مقامات طے فرمانے کے بعد عرش الٰہی کے قریب پہنچے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں عرش الٰہی کے انوار طاقت بیان سے باہر ہیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد حضور ﷺ سجدہ میں گر پڑے ارشاد ہوا اے محمد ﷺ میرے لئے کیا تحفہ لائے ہو؟ عرض کیا۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ ساری بدنی، مالی، زبانی عبادتیں آپ کے لئے ہیں۔

انعامات الٰہیہ کی بارش:

ارشاد الٰہی ہوا مانگو کیا مانگتے ہو۔ عرض کیا: اِتَّخَذْتَ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا.

اے اللہ تو نے حضرت ابراہیم کو مرتبہ خلعت عطا فرمایا۔ جواب دیا: اِتَّخَذْتُکَ خَلِیْلًا وَحَبِیْبًا: ''اے محمد ﷺ آپ کو میں نے خلیل بھی بنایا اور حبیب بھی بنایا عرض کیا آپ نے حضرت موسیٰ کو کلام کا شرف بخشا۔ فرمایا: کَلَّمْتُهٗ فَوْقَ الطُّوْرِ وَکَلَّمْنَاکَ عَلٰی بِسَاطِ النُّوْرِ موسیٰ سے طور پر کلام کیا اور تم سے عرش پر کلام کیا۔ عرض کیا آپ نے حضرت داؤد کو نبوت عطا کی اور ان کے ہاتھ میں لوہا نرم کیا۔ فرمایا ان کے ہاتھ میں لوہا نرم کیا۔ آپ ﷺ کیلئے سخت دلوں کو نرم کیا۔ عرض کیا آپ نے حضرت سلیمان کو ملک عظیم عطا کیا۔ جنات کو تابع کیا، ہوا کو تابع کیا، ہر چیز کو تابع کیا۔ ارشاد ہوا تمہارا ذکر زمین سے آسمان تک بلند کیا اور آپ کو اپنے عرش کے خزانوں سے بڑا خزانہ سورۃ فاتحہ، سورۃ بقرۃ کی آخری آیات، آیت الکرسی اور خاتمہ سورۃ بقرہ کا عطا کیا۔ عرض کیا الٰہی آپ نے حضرت عیسیٰ کو انجیل عطا فرمائی۔ ان کو اندھوں، جذامیوں کو اچھا کرنا مردوں کو زندہ کرنا دیا۔ ارشاد ہوا تم کو رحمۃ اللعالمین ﷺ بنایا۔ حق تعالیٰ نے اس مقام پر چند باتیں اور فرمائیں۔

اُمت پر انعامات خداوندی کی بارش:

اے نبی ﷺ ہم نے تمہاری اُمت کے گناہوں کو دیکھا اور سوائے بخشنے کے اور کچھ مناسب نہ جانا حضور ﷺ نے عرض کیا، یا اللہ! میری اُمت کا حساب قیامت کے دن میرے سپرد فرمایا جائے تاکہ اور لوگ میری اُمت کے عیب نہ جان سکیں۔ فرمایا، اے نبی ﷺ ہم تمہاری اُمت اور اپنے بندوں کے عیب تمہیں بھی نہیں دکھانا چاہتے پہلے اُمت کے لوگ گناہ کرتے تو ان پر عذاب آجاتا تھا مگر آپ ﷺ کی اُمت پر آپ ﷺ کے طفیل ہم ان پر عذاب نہ بھیجیں گے۔ اُمت کے پوشیدہ گناہ معاف کر دیں گے۔

روزی کے غم میں مبتلا رہتے ہیں۔ اے نبی ﷺ میں آپ کی اُمت سے دو دن کی انکی عبادت نہیں مانگتا مگر وہ مجھ سے سالہا سال کی روزی ایک ہی دن میں مانگتے ہیں۔ اپنی روزی وہ کسی کو نہیں دیتے مگر میری عبادت وہ غیروں کو دیتے ہیں۔ نعمتیں میری کھائیں شکریہ غیروں کا کریں۔ میں اپنے بندوں کا شکوہ فرشتوں تک سے نہیں کرتا مگر وہ میرا شکوہ دن رات کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے عرض کیا اے اللہ کیا اب آپ ان پر عذاب نازل کریں گے؟ فرمایا جب تک وہ شرک نہیں کریں گے ہم سب کو بخش دیں گے اے نبی ﷺ جب تک آپ جنت میں نہیں جائیں گے اور کوئی نبی نہیں جائے گا اور آپ ﷺ کی اُمت سے پہلے کوئی اُمت جنت میں نہ جائے گی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اس وقت میرے کان میں قلم کے لکھنے کی آواز آئی پھر حکم ہوا کہ آپ کی اُمت کو معراج روحانی کے لئے ہم نے پچاس نمازیں فرض کیں۔ آپ بھی پڑھیں اور اُمت بھی پڑھے۔ پھر ارشاد ہوا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

حضور ﷺ نے جواب دیا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ پچاس نمازیں اور بہت کچھ رحمتیں برکتیں لے کر حضور ﷺ واپس تشریف لائے جب چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی آپ نے پچاس نمازوں کی فرضیت بتائی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ حضور ﷺ! میری اُمت پر صرف دو نمازیں فرض تھیں وہ بھی ادا نہ کر سکتے تھے آپ کی اُمت پچاس نمازیں کیسے ادا کرے گی آپ ﷺ باری تعالیٰ سے عرض کریں کہ کم فرمائیں۔ حضور ﷺ دوبارہ حاضر ہوئے سجدہ کیا اور نمازوں کی کمی کی درخواست کی تو پانچ اور کم کر دی گئیں۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملے تو انہوں نے مشورہ دیا کہ اور کچھ کم کرائیں۔ اسی طرح حضور ﷺ بار بار آتے اور کم کراتے۔ بالآخر پانچ بقایا رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اور بھی کم کرانے کا مشورہ دیا مگر حضور ﷺ نے فرمایا اب تو شرم آتی ہے اللہ تعالیٰ کے پاس جاتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان پانچ نمازوں کے پڑھنے کا ثواب بھی پچاس نمازوں کے برابر ہوگا۔ چونکہ حضور ﷺ مقام محبت کے انتہائی درجہ پر تھے اس لئے پہلی دفعہ کم نمازوں کا عرض نہ کیا۔ پھر جب واپس آتے تو وہ قرب نہ ہوتا تجلی سے دور ہوتے اور حجاب ہوتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے تو شریعت کے قریب ہوتے اس لئے کم نمازیں کرانے کی درخواست کرنے دوبارہ جاتے۔ نیز آپ ﷺ کو بار بار اپنا دیدار کرانا تھا اس لئے اسی بہانے آپ ﷺ کو بار بار بلایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے جنت و دوزخ کی سیر کی۔

جنت کی خوبصورتی وشان:

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت کی چار دیواری سونے کی ہے۔ جنت کا دروازہ چالیس برس کے راستے چوڑا ہے۔ جنت میں موتی کے خیمے ہیں زمین کی مٹی خالص مشک کی ہے فرماتے ہیں جنت میں ایک موتی کا قبہ دیکھا۔ جس کے اندر سے جنت کی نہریں دودھ، شراب، شہد، پانی جاری ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے جنت میں سرخ یاقوت کا محل دیکھا جس کے نیچے جاری نہر کے کنارے ایک حور منہ دھو رہی ہے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ عرض کیا یہ عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کا ہے۔ فرمایا: عمر (رضی اللہ عنہ) کی حیا اور غیرت یاد آئی اس لئے میں اس محل میں داخل نہ ہوا۔ جنت کے عجائبات دیکھنے کے بعد دوزخ بھی دیکھی۔ العیاذ باللہ خچر کے برابر بچھو، اونٹوں کے برابر سانپ۔ لوہے کی چکیاں پہاڑوں کے برابر جن میں دوزخیوں کو پیسا جائے گا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے بیت المقدس کی طرف نزول فرمایا۔ براق پر سوار ہو کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ روحا مقام پر ایک قافلہ ملا پھر راستے میں ایک اور قافلہ ملا یہ سب واقعات دیکھ کر صبح صادق کے وقت حضور ﷺ مکہ معظمہ میں ام ہانی کے گھر تشریف لائے اور ام ہانی سے سب ماجرا بیان کیا ام ہانی نے عرض کیا۔ حضور ﷺ قریش سے اس واقعہ کا ذکر نہ فرمائیں وہ آپ کو جھٹلا دیں گے۔

واقعہ معراج سے قریش ومشرکین کا انکار، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصدیق:

صبح حضور ﷺ نے جب معراج کا ذکر کفار ومشرکین سے کیا تو سب نے انکار کیا ابو جہل خوشی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس امید میں کہ وہ بھی انکار کر دیں گے تو کام بن جائے گا۔ مگر جب اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میرے محبوب محمد ﷺ یہ بات کہتے ہیں تو میں تصدیق کرتا ہوں کہ وہ سچ کہتے ہیں۔ قریش نے حضور ﷺ سے طرح طرح کے سوالات کئے اگر آپ آج رات بیت المقدس گئے تو مسجد کا نقشہ بیان کریں۔ مینار کتنے ہیں، برج کتنے، محرابیں کتنی، منبر کیسا۔ حضور ﷺ نے دعا کی اللہ نے سب پردے ہٹا دیئے۔ بیت المقدس سامنے نظر آنے لگا۔ حضور ﷺ نے سب کچھ بتا دیا اور یہ بھی کہا کہ رات راستہ میں یہ قافلے آرہے تھے وہ قافلے بھی آگئے قریش لاجواب ہو گئے۔

مسلمانو! حضور ﷺ نے سب کچھ آنکھوں سے دیکھا اس لئے ہماری کامیابی اسی میں ہے کہ حضور ﷺ کی تصدیق کریں۔ برے اعمال سے بچیں، نیک عمل کریں ورنہ ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ حق تعالیٰ شانہ نے واقعہ معراج کو لفظ سبحان سے فرمایا جس کے معنی پاک کے ہیں یعنی وہ ہر عجز و ناممکن

سے پاک ہے ہر کمزوری سے پاک ہے سب کچھ کر سکتا ہے۔ حضرت جبریل ایک دن میں دس مرتبہ آسکتے ہیں تو وہ محمد ﷺ کو آسمان پر نہیں لے جا سکتا۔ پھر فرمایا: سمیع بصیر کہ وہ سننے والا جاننے والا ہے کہ لوگ یہ واقعہ سن کر کیا کیا اشکالات پیش کریں گے۔ بصیر دیکھ رہا ہے کہ کون تصدیق کر رہا ہے، کون جھٹلا رہا ہے۔

عبدیت کا انعام:

تفسیر کبیر میں ہے کہ شب معراج میں حضور ﷺ سے ارشاد ہوا تھا کہ اے نبی ﷺ آپ کو کون سا لقب دیا جائے؟ حضور ﷺ نے عرض کیا۔ مجھے سرکار کی جانب سے عبد کا لقب خطاب دیا جائے۔ تمام کمالات بشری لفظ عبد کے اندر موجود ہیں۔ اس لئے سورۃ نجم، سورۃ اسرائیل میں لفظ عبد کو ذکر فرمایا نیز لفظ عبد بتاتا ہے کہ معراج جسمانی ہوئی روحانی اس کے علاوہ ہے کیونکہ عبد روح و جسم دونوں کے لئے بولا جاتا ہے نہ کہ صرف جسم پر یا روح پر۔

حضرت چلے معراج کو بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ
سب جگ میں اُجالا ہوا كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ
ان کے خصائل نیک تھے حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ
حور و ملائک سب یوں کہیں صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

معراج کے تحفے نماز سورۃ بقرہ کے خواتیم ہیں اللہ ہم سب کو ان پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں اور حضور ﷺ کی ہر شعبہ زندگی میں اطاعت کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

تیرے پاک نام پہ اے خدا ☆ میرا تن فدا، میرا من فدا
میری روح فدا میری جاں فدا ☆ میرا باپ اور میری ماں فدا
تیری بندگی میری آرزو ☆ اللہ جل جلالہٗ
تو جلال ہے تو جمال ہے ☆ تو کمال ہے لازوال ہے
نہ نگاہ کرم پھیر کبھو کبھو ☆ اللہ جل جلالہٗ
نہ ہی تیرا اہل و عیال ہے ☆ نہ ہی تیرا کوئی مثال ہے
میری شان تو، میری آن تو ☆ میری جان تو ایمان تو
میرے بالا وہم و گماں تو ☆ میری خامشی، اعلان تو
میرا میں بھی تو میرا تو بھی تو ☆ اللہ جل جلالہٗ
صحرا، صحرا، دریا، دریا ☆ کوچہ کوچہ قریہ قریہ

چپہ چپہ حسن کا عالم ☆ صلی اللہ علیہ وسلم
بندہ یزداں نیر تاباں ☆ مہر درخشاں سید خوباں
ہادی دوراں کرم مجسم ☆ صلی اللہ علیہ وسلم
(مولانا حکیم عبداللہؒ)

خطبہ چہارم:

معراج اور نماز

رجب کے مہینے میں ۲۷ ویں شب آنحضرت ﷺ کو معراج نصیب ہوئی اور نمازیں جو پہلے بھی پڑھیں جاتی تھیں مگر اس رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ ۱۶ رجب کو مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی وفات ہوئی۔ ۲۱ رجب کو حضرت امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؒ کو شہادت نصیب ہوئی۔ ۲۷ رجب میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس پر قبضہ کیا اور ماہ رجب میں خلیفۃ المسلمین امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ۱۶ ہجری کو مدینہ منورہ سے بیت المقدس کی طرف سفر کیا اور عیسائیوں نے بغیر لڑائی کے بیت المقدس کی چابیاں آپ رضی اللہ عنہ کے حوالے کردیں۔ نماز کے بیان سے پہلے مختصر طور پر ان محسنین اُمت کے مختصر حالات بیان کریں گے کیونکہ مسلمانوں کی بہت بڑی تاریخ ان سے وابستہ ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کس شان سے بیت المقدس گئے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شام کے علاقے فتح کر رہے تھے۔ اس کے بعد بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ عیسائیوں نے جواب میں مسلمانوں کے آگے ہتھیار ڈال دیئے تھے اور مسلمانوں کے جذبہ ایمان کے آگے جھک گئے تھے اور ان کو سوائے اس کے کہ مسلمانوں سے صلح کی جائے اور کچھ نظر نہ آیا تو انہوں نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم بیت المقدس مسلمانوں کے حوالے کریں گے۔ بشرطیکہ معاہدہ صلح کی شرائط طے کرنے کے لئے خود خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائیں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے فلسطین کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سفر فلسطین:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سادگی آج کے حکمرانوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے آج ہمارے حکمران ظاہری شان وشوکت تصنع و بناوٹ تو بڑی رکھتے ہیں مگر اندر سے کھوکھلے ہیں ان کی روح

بے جان ہے ایمان کمزور ہے دل مردہ ہیں اور احساس کمتری کا شکار ہیں ۔ دیکھیں کہ حضرت عمر ﷜ بیت المقدس فتح کرنے جا رہے ہیں ۔ ان کے پاس سامانِ سفر ستوؤں کا ایک تھیلہ ہے ایک اونٹ ، ایک غلام اور لکڑی کا پیالہ ہمراہ ہے ۔ اپنا قائم مقام حضرت عثمان ﷜ کو بنایا ۔ حضرت عمر ﷜ کے اس سفر کی سادگی و جفاکشی میں بڑی عبرت ہے اور مسلمانوں کے لئے درس ہے ۔ دوران سفر کبھی غلام اونٹ کی مہار پکڑ کر چلتا اور فاروق اعظم ﷜ اونٹ پر سوار ہوتے اور کبھی غلام اونٹ پر سوار ہوتا اور فاروق اعظم ﷜ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے آگے چلتے ۔ یہ اس عظیم الشان شخصیت اور خلیفہ اسلام کا سفر تھا ۔ جس کی فوجیں قیصرو کسریٰ کے محلات اور تاج و تخت کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند چکی تھیں ۔ عزم روانگی کے ساتھ ہی روانگی سے پہلے آپ ﷜ نے دمشق و بیت المقدس کی اسلامی افواج کے سرداروں کو اطلاع دے دی تھی ۔ سب سے پہلے یزید بن ابوسفیان ﷜ ان کے بعد ابوعبیدہ بن جراح ﷜ ان کے بعد حضرت خالد بن ولید ﷜ نے آپ کا استقبال کیا ۔ آپ ﷜ نے ان سرداروں کو خوب صورت اور شان و شوکت کے لباس میں اپنے استقبال کے لئے آتے ہوئے دیکھ کر طیش و غضب کا اظہار کیا اور فرمایا کہ تم لوگوں نے دو ہی برس میں عجمیوں کی عادات اختیار کر لیں ان سرداروں نے اطمینان دلایا کہ ہمارے اندر اسی طرح جفاکشی و ہمت موجود ہے تو آپ ﷜ کو اطمینان ہوا ۔

ایک مرتبہ ایک شخص کو بھیجا کہ وہ مچھلی لائے وہ شخص جلدی سے اونٹنی پر گیا اور مچھلی لایا جلدی کی وجہ سے اونٹنی کو بھگانا پڑا اور اونٹنی پسینے سے شرابور تھی حضرت عمر ﷜ نے جب اونٹنی کو دیکھا تو فرمایا کہ مچھلی نہ کھاؤں گا میری وجہ سے ایک بے زبان جانور کو تکلیف کیوں دی گئی ۔ آپ ﷜ کے دستر خوان پر دو کھانے کبھی نہیں ہوتے تھے ۔ سادہ عام مسلمانوں کی طرح کھاتے تھے ۔

حضرت فاروق اعظم ﷜ پرانے پھٹے کپڑے پہنتے تھے ۔ ایک مرتبہ دیکھا گیا کہ آپ ﷜ کی قمیض اور چادر پر چودہ پیوند لگے ہوئے تھے ۔

غریبوں اور مسکینوں کے لئے آپ ﷜ کندھے پر آٹے کی بوریاں اٹھاتے اگر کوئی کہتا کہ ہم یہ خدمت بجالاتے تو فرماتے کیا قیامت کے دن بھی تم میرا بوجھ اٹھاؤ گے ۔

صحابہ کرام ﷢ کی جماعت کامل ایمان والی تھی اور حضرت فاروق اعظم ﷜ جلیل القدر صحابی ﷜ تھے ۔

صحابہ کرام ﷢ کی جماعت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا

أُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾

ترجمہ "اور جو لوگ (اوّل) مسلمان ہوئے اور انہوں نے ہجرت کی (حضور ﷺ کے زمانے میں) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے (ان مہاجرین کو) اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں۔ ان کے لئے آخرت میں بڑی مغفرت اور (جنت میں) بڑی معزز روزی ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وصف حق گوئی:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ)). [مشکوٰۃ]

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر اور ان کے قلب میں حق وصداقت جاری کر دیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ راشد ہیں انہوں نے بھی حکومت خلفائے راشدین کی طرح کی۔ ایک مجمع میں تقریر کی فرمایا، اموی خلفاء نے ہم لوگوں کو ایسی جاگیریں اور جائدادیں دی ہیں جن کے دینے کا ان کو اور ہم کو ان کے لینے کا کوئی حق نہیں تھا۔ میں ان سب جاگیروں کو ان کے اصل حق داروں کے نام واپس کرتا ہوں اور خود اپنی ذات اور اپنے خاندان سے اس کا آغاز کرتا ہوں۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ بادشاہ کی مثال ایک بازاری کی سی ہے جس میں وہی چیزیں لائی جاتی ہیں جن کی بازار میں مانگ ہوتی ہے اگر بادشاہ خود نیک ہوگا تو رعایا بھی نیک ہوگی اور اگر وہ نیک نہیں ہے تو رعایا بھی نیک نہیں ہوسکتی۔

خوف بندوں کا نہیں خوف خدا رکھتے ہیں ☆ پاس حرمت و احساس وفا رکھتے ہیں
دل کو آمادہ تسلیم و رضا رکھتے ہیں ☆ جان کو سور واندوہ بلا رکھتے ہیں
ضو ایمان کو سینوں میں دبا رکھتے ہیں ☆ نور اسلام کو آنکھوں سے لگا رکھا ہے
تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے ☆ تیرے قرآں کو سینوں سے لگایا ہم نے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ میری اولاد میں سے ایک شخص ہوگا اس کے چہرے پر ایک داغ ہوگا اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے

چہرے پر گھوڑے نے لات ماری تھی ان کے والدین ان کے چہرے سے خون پونچھتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اگر تو وہی (سعید) ہے تو سعادت مند ہے۔

زید بن اسلم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ہم نے سوائے عمر بن عبدالعزیزؒ کے اور کسی شخص کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جو آنحضرت ﷺ کی نماز سے زیادہ مشابہ ہو جب عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بنائے گئے تو بیعت خلافت کے بعد جو انہوں نے تقریر کی یہ تھی۔ حمد و ثناء کے بعد لوگو! قرآن شریف کے بعد ایسی کوئی کتاب نہیں اور آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں کسی چیز کو شروع کرنے والا نہیں بلکہ پورا کرنے والا ہوں میں مبتدع نہیں ہوں بلکہ متبع ہوں میں کسی حال میں تم سے بہتر نہیں ہوں البتہ میرا بوجھ زیادہ ہے۔ جو شخص ظالم بادشاہ سے بھاگ جائے وہ ظالم نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھو کہ احکام الٰہی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

جب آپ اپنے گھر میں بیعت خلافت اور سلیمان کے دفن سے فارغ ہو کر داخل ہوئے تو آپ کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھی۔ آپ کی بیوی نے گھبرا کر پوچھا کہ کیوں خیریت تو ہے آپ نے کہا کہ خیریت کہاں ہے۔ میری گردن میں اُمت محمدی کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ ننگے، بھوکے، بیمار، مظلوم، مسافر، قیدی، بچے، بوڑھے، کم حیثیت، عیال دار وغیرہ کا بوجھ میرے سر پر آن پڑا ہے اسی خوف میں رو رہا ہوں کہ کہیں قیامت میں مجھ سے پرسش ہو اور میں جواب نہ دے سکوں۔

خلیفہ ہونے کے بعد آپ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک سے کہا تم اپنے زیورات بیت المال میں داخل کر دو ورنہ میں تم سے جدائی اختیار کر لوں گا کیونکہ مجھ کو یہ کسی طرح گوارہ نہیں کہ تم اور تمہارے زیورات اور میں ایک گھر میں ہوں انکی بیوی نے فوراً اپنے تمام زیورات جن میں وہ ایک قیمتی موتی بھی تھا جو عبدالملک نے اپنی بیٹی کو دیا تھا سب مسلمانوں کے لئے بیت المال میں بھجوا دیئے۔
(تاریخ اسلام شاہ نجیب آبادیؒ)

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ:

صلاح الدین ایوبیؒ وہ بہادر مسلمان بادشاہ ہے جس نے بیت المقدس کو عیسائیوں سے آزاد کرایا۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ لکھتے ہیں۔ پانچویں صدی ہجری اور گیارہویں صدی ہجری عیسوی کے آخر میں ایسے حالات واسباب پیش آئے کہ یورپ کے صلیبی سپاہیوں نے شام و فلسطین کا رخ کیا اور فوجیں سیلاب اور طوفان کی طرح پھیل گئی صلیبیوں نے داخلہ بیت المقدس کے موقع پر فتح کے نشہ میں

سرشار ہو کر مجبوراً مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک کیا اس کا ذکر ایک ذمہ دار مسیحی مورخ ان الفاظ میں کرتا ہے۔

بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ پر صلیبی (عیسائی) سپاہیوں نے ایسا قتل عام مچایا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان صلیبیوں کے گھوڑے جو مسجد عمر میں سوار ہو کر گئے گھٹنوں گھٹنوں خون کے چشمے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ بچوں کی ٹانگیں پکڑ کر ان کو دیوار سے دے مارا گیا ان کو چکر دے کر فصیل سے پھینک دیا گیا۔ ان عیسائیوں کا مقابلہ بالآخر نور الدین زنگی نے کیا۔

صلاح الدین ایوبی کی قیادت:

نور الدین کے بعد ان کے تربیت یافتہ صلاح الدین ایوبی نے صلیبی دنیا کے مقابلہ میں عالم اسلام کی قیادت سنبھالی۔ بالآخر صلیبیوں کو ایسی شکست دی جس سے ان کی کمر ٹوٹ گئی۔ لین پول اس طرح نقشہ کھینچتا ہے۔

ایک ایک مسلمان مجاہد تیس تیس عیسائیوں کو جنہیں خود اس نے گرفتار کیا تھا خیمے کی رسی میں باندھ لیے جاتے دیکھا گیا ٹوٹی ہوئی صلیبوں اور کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں میں مردوں کے ڈھیر اس طرح لگے ہوئے تھے جیسے پتھر پر پتھر پڑے ہوں اور کٹے ہوئے سر زمین پر اس طرح بکھرے پڑے تھے جیسے خربوزوں کے کھیت میں خربوزے پڑے نظر آتے ہیں۔ مدتوں جنگ کا میدان جس میں یہ خونی لڑائی ہوئی تھی اور جہاں بیان کیا جاتا ہے کہ تیس ہزار آدمی مارے گئے، مشہور رہا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو دوبارہ حاصل کیا اور اس آرزو کی تکمیل کی جو نوے (۹۰) برس سے مسلمانوں کے دلوں کو بے چین کیے ہوئے تھی۔ سلطان کے رفیق و معتمد قاضی ابن شداد لکھتے ہیں۔

ہر طرف دعا و تہلیل و تکبیر کا شور بلند تھا۔ بیت المقدس میں (نوے (۹۰) برس کے بعد) جمعہ کی نماز ہوئی۔ قبہ صخرہ پر جو صلیب نصب تھی وہ اتاری گئی، ایک عجیب منظر تھا اور اسلام کی فتح مندی اور اللہ تعالیٰ کی مدد کھلی نظر آ رہی تھی۔

بیت المقدس اور حطین کی ذلت آمیز شکست سے یورپ میں غیظ و غضب کی آگ بھڑک اٹھی اور سارا یورپ شام کے چھوٹے سے ملک پر امل پڑا ان سب کے مقابلہ میں تن تنہا سلطان صلاح الدین ایوبی تھا اور اس کے اعزاء اور چند حلیف، جو پورے عالم اسلام کی طرف سے مدافعت کر رہے تھے آخر پانچ برس کی مسلسل خونریز آشام جنگوں کے بعد ۱۱۹۲ء میں رملہ پر دونوں حریفوں میں جو تھک کر چور ہو گئے تھے صلح ہوئے۔ بیت المقدس اور مسلمانوں کے مفتوحہ علاقے اور شہر و قلعے بدستور ان کے قبضہ میں

رہے۔ ساحل پر عکہ کی مختصری ریاست عیسائیوں کے قبضہ میں تھی اور سارا ملک صلاح الدین ایوبی کے زیر نگین تھا۔ صلاح الدین نے جو خدمات اپنے ذمہ لی تھی اور صحیح تر الفاظ میں جو کام اللہ تعالیٰ نے اسکے سپرد کیا تھا اس کے ہاتھوں مکمل ہوا اور لین پول لکھتا ہے۔

جنگ مقدس خاتمہ کو پہنچی پانچ برس کی مسلسل لڑائیاں ختم ہوئیں۔ جولائی ۱۱۸۷ء حطین پر مسلمانوں کی فتح سے پہلے دریائے اردن کے مغرب میں مسلمانوں کے پاس ایک انچ زمین بھی نہ تھی۔ ستمبر ۱۱۹۲ء میں جب رملہ پر صلح ہوئی تو صور سے لے کر یافا تک ساحل پر بجز زمین کی ایک پتلی سی پٹی کے سارا ملک مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔ سلطان صلاح الدین اعلیٰ تنظیمی قابلیت اور قائدانہ خصوصیت کا مالک تھا۔ وہ نہ صرف سپہ سالار اور فاتح تھا بلکہ محبوب قائد اور ہر دلعزیز سپاہی بھی تھا اس نے صدیوں کے بعد منتشر و پراگندہ اسلامی ریاستوں اور طاقتوں اور متفرق اور باہم مخالف مسلمان قوموں اور قبائل کو جہاد کے جھنڈے کے نیچے جمع کر دیا۔ عرصہ دراز کے بعد اس کی قیادت میں عالم اسلام نے ایک منظم اور پرخلوص جنگ کی جس کا مقصد اسلام کی حفاظت اور جہاد فی سبیل اللہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ لین پول نے صحیح لکھا۔

تیسری جنگ صلیب میں تمام مسیحی دنیا کی مجموعی طاقت مقابلہ کرنے آئی مگر صلاح الدین کی قوت کو ٹس سے مس نہ کر سکی۔ صلاح الدین کے سپاہ مہینوں کی سخت محنت و جانفشانی اور برسوں کی مخدوش اور خطرناک خدمت کے بعد تھک کر چور ہو چکی تھی مگر کسی کی زبان پر حرف شکایت نہ تھا بھی طلبی پر حاضر ہوتے ہوئے اور ایک نیک کام میں اپنی جانیں قربان کرنے سے کسی نے انکار نہ کیا۔ آگے چل کر لکھتا ہے۔

کرد و ترکمانی، عرب، مصری سب مسلمان اور سلطان کے خادم تھے اور طلبی پر خادموں کی طرح سلطان کی خدمت میں حاضر ہوتے باوجود اس کے کہ ان کی نسل وقوم جدا تھی اور باوجود قومی چشمکوں اور قبائل غرور و تفاخر کے سلطان نے ان کو ایسا شیر و شکر کر رکھا تھا کہ تمام لشکر تن واحد نظر آتا تھا۔

صلاح الدین کے بعد عالم اسلام کو پھر ایسا مخلص قائد اور رہنما نصیب نہ ہوا جو اسلام کی بے غرض خدمت کے لیے بے تاب ہو اور جس کا مقصد جہاد فی سبیل اللہ کے سوا کچھ نہ ہو اور جس پر عالم اسلام کو اس درجہ اعتماد اور اس کی ذات سے ایسا تعلق ہو جیسے صلاح الدین کے ساتھ تھا (انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر) اس کمزوری کے نتیجہ میں فتنہ تاتار ظاہر ہوا اور مسلمانوں کو مغلوب ہونا پڑا مگر وہی تاتاری مصری مسلمانوں سے شکست کھا گئے اور وہی تاتاری مسلمان ہوئے اور اسلام کے خادم بن گئے۔ خدا کرے آج بھی مسلمانوں کو صلاح الدین ایوبی جیسا قائد بے باک بہادر جرنیل

نصیب ہو جو مسلمان کی پراگندہ ومنتشر قوتوں کو جمع کرے۔ بیت المقدس آزاد کرائے مسلمانوں کو عظمت رفتہ بحال کرے جس کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہو ان شاء اللہ مسلمان اگر پھر سے اپنے اندر جذبہ جہاد بیدار کریں قربانی دینے کے لیے تیار ہو جائیں تو پھر اللہ کی نصرت ومدد ان کے ساتھ ہو جائے گی۔ جس طرح آج افغانستان میں روس سپر پاور کا مقابلہ ایک غریب وکمزور قوم مجاہدین نے کیا اور روس کو واپس روس کی طرف دھکیل دیا اور روس اپنی پوری قوت کے ساتھ ذلیل ورسوا ہوا اور بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ اسی طرح مسلمان قوم اگر پوری طرح دین پر عمل پیرا ہو تو امریکہ وروس دیگر کافر اقوام شکست کھا جائیں گے اللہ کی زمین پر اللہ کا جھنڈا لہرائے گا۔

تمہیں سے اے مجاہد! دین کا ثبات ہے ☆ شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
مرے شہید ہو، مارے اگر غازی ہو! ☆ یہ راہ وہ ہے کہ جس میں ہر طرح سرفرازی ہو
شہادت کی حقیقت کو سمجھتے ہیں خدا والے ☆ شہادت خواس کی دے گئے ہیں کربلا والے
مال مانگو تو مال دیں گے جان مانگو تو جان دیں گے ☆ مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا، نبی ﷺ کا جاہ وجلال دیں گے
نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں ☆ نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں
آ گیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز ☆ قبلہ رو ہو کے زمین بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز ☆ نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے ☆ تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے
بات کیا تھی کہ نہ روما اور ایران سے دبے ☆ چند بے ترتیب اونٹوں کے چلانے والے
جن کو کافور پہ ہوتا تھا نمک کا دھوکہ ☆ بن گئے دنیا کو اکسیر بنانے والے
تو کو اتنا مٹا کہ تو نہ رہے ☆ ہستی کا رنگ و بو نہ رہے
ہو میں اتنا کمال پیدا کر ☆ کہ بجز ہو کے غیر ہو نہ رہے
آج بھی ہو جو براہیم کا ایمان پیدا ☆ آگ کر سکتی ہے انداز گلستان پیدا

نماز کا بیان:

نماز ہر مسلمان مرد وعورت بالغ پر فرض ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ﴾ [سورۃ عنکبوت پارہ ۲۱ آیت ۴۵]

جس میں نماز کی تاکید کی ہے۔

ترجمہ: ''جو کتاب آپ ﷺ کو دی گئی ہے آپ اسے پڑھا کیجیے اور نماز کی پابندی رکھیے بے شک نماز (اپنی وضع کے اعتبار سے) بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے اپنے پاک رسول (ﷺ) کو دو حکم ارشاد فرمائے ہیں: ایک قرآن پاک کی تلاوت کرنا، دوسرا نماز قائم کرنا۔ فی الحقیقت نماز اسلام میں بہت بڑا عمل ہے۔

لغوی تشریح:

نماز کو عربی میں صلوٰۃ کہتے ہیں۔ جس کے معنی دعا کرنا تعظیم کرنا، آگ جلانا، آگ میں جانا، آگ سینک کر ٹیڑھی لکڑی کو سیدھا کرنا اور شریعت میں ایک مخصوص عبادت کا نام ہے۔ لغت میں جو صلوٰۃ کے معنی ہیں وہ صلوٰۃ شرعی میں موجود ہیں۔ نماز میں دعا کرنا۔ خدا کی تعظیم کرنا۔ عشق الٰہی کی آگ بھڑکانا، نمازی کے گناہوں کا جلنا، نمازی کے برے ٹیڑھے اخلاق کا درست ہونا۔ یہ سب چیزیں نماز میں موجود ہیں۔ نماز میں آدمی اپنے لیے بھی اور سارے جہاں کے لیے ہدایت کی دعا مانگتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتا تھا اور ساتھ ہی چوری وغیرہ بھی کرتا تھا۔ کسی نے حضور ﷺ سے حال بیان کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب اس کا نماز پڑھنا اس گناہ سے روک دے گا۔ واقعی چند دن کے بعد اس شخص نے چوری سے توبہ کرلی۔

نماز کی فضیلت یہ ہے کہ باقی اسلام کے فرائض زمین پر فرض ہوئے اور نماز معراج کی رات آسمانوں پر فرض ہوئی اللہ نے اپنے پاس بلا کر یہ خصوصی تحفہ وگفٹ عطا فرمایا۔

معراج کی رات حضور ﷺ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی۔ معلوم ہوا کہ نماز بہت بڑی عبادت ہے۔ جس کی امامت کے لیے آپ ﷺ کو منتخب فرمایا گیا اگر نماز سے بڑی اور عبادت ہوتی تو اس وقت اسی کا انتخاب کیا جاتا۔ آسمانی کعبہ جس کا نام بیت المعمور جو ملائکہ کا قبلہ ہے وہاں پہنچ کر بھی آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھی۔ نماز معراج کی رات فرض ہوئی شروع میں پچاس نمازوں کا حکم ہوا پھر بار بار حضور ﷺ کے دربار خداوندی میں جانے سے کم ہوتی گئیں۔ بالآخر پانچ رہ گئیں۔ پانچ دفعہ کی سفارش سے پانچ سے پانچ نمازیں باقی رہیں۔ پینتالیس معاف ہوئیں ہر دفعہ حضور ﷺ کو دیدار الٰہی وہمکلام ہونا نصیب ہوا۔ یہ پانچ مرتبہ جانے سے معافی ہوئی اگر اللہ چاہتے تو ایک مرتبہ میں معاف فرما دیتے پانچ مرتبہ کی حاضری جو نماز میں کمی کرانے کے لیے تھی اس سے حضور ﷺ کو دیدار الٰہی وہمکلامی پانچ مرتبہ میسر آئی اسی طرح جو لوگ پانچ مرتبہ مسجدوں میں با جماعت نماز پڑھیں گے

انہیں بھی روحانی دیدار الٰہی وہمکلامی مرحمت ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ نماز کی نیت باندھتا ہے تو رب العالمین سامنے تشریف لاتے ہیں جب کوئی نمازی نماز کے اندر اپنی نگاہ کسی دوسری طرف لے جاتا ہے تو اللہ فرماتے ہیں کہ بندے! ہم تیرے سامنے ہیں تو ہمیں نہیں دیکھتا کیا کوئی چیز ہم سے بھی زیادہ خوبصورت اور اچھی تجھے نظر آ گئی کہ ہمیں چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہے۔

فضیلت نماز:

جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں پانچ نمازوں کی مثال نہر کی طرح ہے جو کسی کے گھر کے آگے جاری ہو اور وہ اس میں پانچ مرتبہ غسل کرے تو اس کے بدن پر کوئی میل کچیل باقی نہ رہے گا۔ اس طرح جو شخص پانچ نمازیں باجماعت پابندی سے ادا کرے گا اس کے گناہ بھی باقی نہ رہیں گے۔ (بخاری) گویا اس کی روح بھی صاف ہو جائے گی ہر قسم کے گناہوں کی میل وگندگی صاف ہو جائے گی۔

نماز سے آسانی:

دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد مسلمانوں پر پانچ منزلیں ومراحل مشکل کے آتے ہیں۔ اول موت، دوسری قبر، تیسری حشر کا میدان، چوتھی پل صراط، پانچویں جنت کا دروازہ بند ہونا۔ خداوند کریم نے ان مصیبتوں کے دفع کرنے کے لیے پانچ نمازیں فرض فرمائیں۔ زواجر ابن مکی میں ہے:

((مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلٰوةِ اَكْرَمَ اللّٰهُ بِخَمْسٍ يَرْفَعُ عَنْهُ ضِيْقَ الْمَوْتِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ وَيُعْطِيْهُ اللّٰهُ بِيَمِيْنِهٖ وَيَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ)).

[زواجر ابن مکی]

ترجمہ: حضور ﷺ فرماتے ہیں جس شخص نے پانچوں نمازوں کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ اس کو پانچ انعامات نصیب فرمائیں گے: اول اس سے روزی کی تنگی ہٹا دیں گے۔ دوسری اس سے عذاب قبر دور کر دیں گے۔ تیسرے قیامت کے دن اعمال نامہ اس کو داہنے ہاتھ میں دیں گے۔ چوتھے پل صراط سے ایسے گزر جائیں گا جیسے بجلی، پانچویں بغیر حساب کے اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔

نزہۃ المجالس میں ہے۔ ہر روز دوپہر کے وقت دوزخ کی آگ بھڑکائی جاتی ہے اس جوش وخروش میں جہنم سے آواز نکلتی ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ۔

ترجمہ: ”بے شک کامیاب ہوں گے وہ ایمان والے جو اپنی نمازیں خشوع وخضوع سے ادا کرتے ہیں) دوزخ خود اپنے منہ سے اقرار کرتی ہے کہ نمازی میرے اندر نہ آئے گا وہ بالکل مجھ سے دور رہے گا۔“

ترکِ نماز کا وبال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾[الآية]

(آخری پارہ سورۃ ماعون)

ترجمہ: ''(سو ثابت ہوا کہ) ایسے نمازیوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں (یعنی ترک کر دیتے ہیں)۔''

فائدہ: جو شخص نماز چھوڑتا ہے وہ دین کے اور احکام بھی چھوڑتا ہے کیونکہ نماز دین کا ستون ہے۔ جب ایک انسان اللہ کا حق ادا نہیں کرتا۔ وہ بندوں کا حق کیسے ادا کرے گا۔

علامہ شعرانی'' فرماتے ہیں کہ سن لو غور سے مصیبت و بلا ہر اس جگہ محلہ و علاقہ سے ہٹا دی جاتی ہے جہاں لوگ نمازی ہوں اور جہاں نمازی نہ ہوں اس علاقہ پر مصائب و تکالیف آتی ہیں۔ آج مصائب و پریشانیوں، بیماریوں، طوفانوں، زلزلوں، آپس کی خانہ جنگیوں کی وجہ یہی ہے کہ لوگوں نے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہمیں فرمایا دعا مانگو کہ اے اللہ ہمیں بد بخت و محروم نہ کر۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بد بخت و محروم کون ہے فرمایا نماز کا چھوڑنے والا کہ اس کا کوئی حصہ اسلام میں نہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن دس آدمیوں کو خصوصیت سے عذاب ہوگا۔ ان میں سے ایک نماز کا چھوڑنے والا بھی ہے کہ قیامت کے روز اس کے ہاتھ بندھے ہوں گے اور فرشتے اس کے منہ اور پیٹھ پر مار رہے ہوں گے۔ جنت کہے گی کہ میرا تیرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ نہ تو میرے لیے ہے نہ میں تیرے لیے ہوں دوزخ کہے گی تو میرے پاس آجا تو میرے لیے ہے اور میں تیرے لیے ہوں۔

ابن حجر نے زواجر میں ایک دردناک، عبرت ناک واقعہ لکھا ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا۔ اس کا بھائی اسکے دفن میں شریک تھا۔ اتفاق سے دفن کرتے وقت ایک تھیلی قبر میں گر گئی اس وقت اُٹھانے کا خیال نہ آیا بعد میں یاد آئی تو بہت فکر ہوا، چپکے سے جا کر قبر کھول کر نکالنے کا ارادہ کیا۔ قبر کو کھولا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ آگ کے شعلوں سے بھر رہی تھی روتا ہوا واپس اپنی ماں کے پاس گیا اور حال بیان کیا اور پوچھا یہ کیا بات ہے، اس کی ماں نے بتایا کہ وہ نماز میں سستی کرتی تھی۔

مسلمانو! بڑے غور کی بات ہے آج ہمارے پورے گھر کے گھر بے نماز ہیں اور اس کی کوئی فکر نہیں کہ ہمارا انجام کیا ہوگا اگر کوئی گھر میں بے نمازی ہے تو اس کی فکر کرنی چاہیے اور کوشش کرے کہ گھر میں کوئی بے نمازی نہ رہے ورنہ ان کے نماز چھوڑنے کا وبال اس پر بھی آ جائے گا۔ اس لیے کہ دنیا میں وبال سب پر آ جاتا ہے۔

جملہ عالم زیں غلط کردند راہ ☆ کہ عدم ترسند و آں آمد پناہ

تمام عالم نے اس لیے راستہ غلط کرلیا کہ وہ عدم سے ڈرتے ہیں اور وہی پناہ ہے۔

وائی نادانی وقت مرگ یہ ثابت ہوا ☆ خواب تھا جو کچھ دیکھا تھا جو سنا افسانہ تھا

چشم رحمت سے ادھر کو بھی نظر کیجیے گا ☆ اسی اُمید پر آیا یہ گنہگار بھی ہے

اے خالق ہر بلند و پستی ☆ شش چیز عطا بکن زہستی

علم و عمل و فراخ دستی ☆ ایمان و امان و تندرستی

آمین برحمتک یا ربنا ورب العالمین۔

خطبہ پنجم:

نماز کی فضیلت و حقیقت۔

فرضیت نماز:

ارشاد رب العالمین ہے:

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [پارہ ٢١ سورۃ روم آیت ٣١]

ترجمہ: "اور نماز کی پابندی رکھو اور شرک کرنے والوں میں مت رہو۔"

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ [پارہ ١ سورۃ بقرۃ آیت ٤٣]

ترجمہ: "اور قائم کرو تم لوگ نماز کو (یعنی مسلمان ہو کر) اور زکوۃ دو اور عاجزی کرو عاجزی کرنے والوں کے ساتھ۔

نماز بندے اور رب کے درمیان ایسا تعلق ہے جس کی مثال کسی اور تعلق میں مل ہی نہیں سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ جس کو نماز کی حقیقت و لطف میسر آ گیا اس کو اس کے بغیر قرار ہی نہیں آتا اور وہ کسی مشکل سے مشکل حالات میں بھی اس عظیم عبادت کو نہیں چھوڑتا اور جو سکون و اطمینان نماز سے حاصل ہوتا ہے وہ

کسی اور چیز سے ہو ہی نہیں سکتا۔

نماز دین کا ستون ہے ایمان کی محافظ ہے نجات کا ذریعہ ہے قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ تقویٰ و پاکیزگی دل اور روح حاصل کرنے کے لیے بنیادی شرط ہے۔

کائنات کی ہر چیز اللہ کی اطاعت و بندگی میں مصروف ہے اور وہ کسی لمحہ بھی اس سے غافل نہیں انسان کو چونکہ اللہ کی خدمت سونپی گئی اس لیے ہر وقت سجدہ و رکوع یا قیام کی حالت میں رہنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ صرف پانچ وقت کے لیے ایسی عبادت عطا کی گئی جو جامع العبادات ہے اس میں تمام عبادات آجاتی ہیں اور اللہ رب العزت نے جو اس کے اوقات مقرر فرمائے ہیں۔ اس میں بھی حکمتیں و مصالح ہیں اور جو اس کی رکعات کی تعداد مقرر کی گئیں وہ بھی مصلحت و حکمت سے خالی نہیں اور اس کی جو شرائط رکھی گئیں وہ بھی اپنے اندر بے شمار فوائد و مصالح لیے ہوئے ہیں۔ اس لیے نماز کے معاملہ میں کسی شخص کا ذاتی اجتہاد یا اس میں ردو بدل یا ترمیم اور اضافہ کرنا غلط ہے اور گمراہی ہے۔ نماز جس طرح حضور ﷺ نے تعلیم فرمائی ہے اسی طرح ہی وہ نماز ہے اگر کوئی شخص اس کی مخصوص ہیئت و شکل کو چھوڑ کر اس کے معنی کوئی اور لیتا ہے کہ اس سے مراد صرف ڈسپلن یا اوقات کی پابندی ہے جیسے نیچری و پرویزی و ملحد لوگ کہتے ہیں۔ یہ سراسر غلط اور قرآن و سنت کا انکار ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں نماز دراصل اس فطرت انسانی اور تقاضہ بشری کی تسکین اور تکمیل ہے جس کو ہم ضعف و احتیاج، مجبوری و درماندگی، دعاو مناجات اور اس خدائے بزرگ و برتر کی پناہ میں آجانے اور اس کی در پر سر رکھ کر پڑ رہنے کا جذبہ کہہ سکتے ہیں۔ بے نیاز ہے، بخی داتا ہے۔ رحم کرنے والا اور مہربان ہے حفاظت کرنے والا، عطا کرنے والا، جاننے والا اور خبردار رکھنے والا، سننے والا اور دیکھنے والا، در حقیقت شکر و احسان مندی، وفا شعاری اور حب الٰہی، عبودیت، تذلل اور خشوع و خضوع و تواضع کے اس جذبے کی تسکین ہے جو انسان کی سرشت ہے اور اس کی انسانیت کا سب سے بڑا جوہر ہے اس بارہ میں مؤمن مچھلی کی طرح ہے جس کی زندگی پانی کے ساتھ وابستہ ہے اگر اسے زبردستی پانی سے نکال بھی لیا جائے تب بھی وہ پانی کے لیے بے قرار اور پانی کی محتاج رہے گی اور موقع ملتے ہی بے ساختہ اس پر ٹوٹ پڑے گی۔ رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ.)) (نسائی)

ترجمہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

اسی طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ يَا بِلَالُ أَقِمِ الصَّلٰوةَ وَأَرِحْنَا بِهَا

اے بلال ؓ نماز کی تیاری کرو اور اس کے ذریعہ ہم کو آرام دو۔ نماز سے پہلے چونکہ طہارت مسواک وضو کا نمبر آتا ہے اس لیے پہلے ان کے فوائد وفضائل بیان کیے جائیں گے۔ اس کے بعد نماز کا بیان ہوگا۔

یا رب چمن نظم کو گلزار ارم کر ☆ اے ابر کرم خشک زراعت پہ کرم کر
تو نور کا مبدا ہے توجہ کوئی دم کر ☆ گمنام کو اعجاز بیانوں میں رقم کر
کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے ☆ نیاز مند مقدر پہ اپنے کیوں نہ ناز کرے
روح انسان کو تیرے لطف سے مل جائے قرار ☆ اس خزاں دیدہ چمن میں بھی پھر آجائے قرار
نسل اور رنگ، وطن، قوم کے جھگڑے مٹ جائیں ☆ راگ میٹھا تری عظمت کا کبھی مل کر گائیں
ساقی کے اشارے پہ پیا کرتا ہوں ☆ رحمت کے سہارے پہ پیا کرتا ہوں
یہ لب شیریں کا ہے صدقہ نشتر ☆ کوثر کے کنارے پہ پیا کرتا ہوں

وضو کے فضائل:

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے قیامت میں میری اُمت کی علامت یہ ہوگی کہ ان کی پیشانی اور وضو کے اعضا نور سے چمکتے ہوں گے جو شخص اپنے نور کو بڑھانا چاہے وہ بڑھائے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح یعنی وضو کرتے وقت جہاں جہاں وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ وہ حصہ قیامت کے دن روشن ہوگا لہٰذا جو شخص اس نور وچمک کو بڑھانا چاہتا ہے وہ اچھی طرح احتیاط سے وضو کرے فرائض واجبات وضو اور سنن واستحباب کی رعایت کرکے وضو کرے۔

ایک اور حدیث میں سرتاج انبیاء محبوب خدا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ وضو کرتے وقت وضو کرنے والے کے تمام گناہ (صغیرہ) پانی کے ساتھ ٹپک جاتے ہیں یہاں تک کہ پانی کا آخری قطرہ ہر عضو کے آخری گناہ کو ساتھ لے کر ٹپکتا ہے۔ (مسلم)

اور ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے جو شخص پورا وضو کرتا ہے اور وضو کے بعد نماز پڑھتا ہے اور نماز اچھی طرح غور وفکر کے ساتھ ادا کرتا ہے تو نماز کے بعد بالکل ایسا ہوتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہوا ہو۔ (مسلم شریف)

ایک مرتبہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت بلال ؓ سے دریافت فرمایا کہ تم کیا عمل کرتے ہو میں نے (معراج کی رات) تمہاری جوتیوں کی آواز جنت میں سنی ہے کہ تم مجھ سے بھی آگے آگے چل رہے ہو؟ بلال ؓ نے عرض کیا دو کام میرے عمل میں رہتے ہیں۔ اوّل ہمیشہ

باوضو رہتا ہوں دوسرے یہ کہ جب وضو ٹوٹ جاتا ہے تو فوراً دوسرا وضو کر لیتا ہوں اور جب وضو کرتا ہوں تو دو رکعتیں نفل ادا کرتا ہوں (ابن خزیمہ) باوضو رہنا اور تحیۃ الوضو پڑھنا جنت میں داخلے کا سبب ہے۔

مسواک کی فضیلت:

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے مسواک منہ کو پاک کرتی ہے اور مسواک کا کرنا پروردگار کو خوش کرتا ہے۔ (نسائی)

ایک اور حدیث میں ارشاد گرامی ہے چار چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں: (۱) حیا کرنا (۲) عطر لگانا (۳) نکاح کرنا (۴) مسواک کرنا۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے دو رکعت نماز جس کے وضو میں مسواک کی گئی ہو اسکی ستر رکعتوں سے افضل ہے جس میں مسواک نہ کی گئی ہو۔ (ابونعیم)

مسلم شریف کی ایک روایت ہے آپ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے اور وضو کے بعد یہ کلمات طیبات کہتا ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (کلمہ شہادت کہتا ہے) تو ایسے شخص کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (مسلم)

ایک اور حدیث میں ارشاد گرامی ہے پورا وضو کرنے کے بعد جو شخص آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر یہ کلمات مذکورہ بالا کہتا ہے تو اس پر آٹھوں دروازے بہشت کے کھول دیئے جاتے ہیں، چاہے جس دراوزے سے داخل ہو جائے۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث میں ارشاد گرامی ہے خدا کے واسطے کسی پیاسے کو پانی پلانا، وضو اور غسل کے برتنوں میں پانی بھر دینا دوزخ سے نجات دیتا ہے۔

اذان و اقامت اور پہلی صف کی فضیلت:

جناب رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ لوگوں کو اذان اور پہلی صف کا ثواب معلوم نہیں اگر معلوم ہو جائے تو اس کے ثواب کو حاصل کرنے کے لیے لوگ قرعہ اندازی کیا کریں گے اور اگر نماز باجماعت کا ثواب لوگوں کو معلوم ہو جائے تو نماز کی طرف لوگ دوڑ کر جایا کریں اور عشاء اور صبح کی نماز کا ثواب لوگوں کو معلوم ہو جائے اور پہلی صف میں کھڑا ہونے کا ثواب اگر معلوم ہو جائے تو لوگوں میں ثواب حاصل کرنے کے لیے جھگڑے ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جائے اور قرعہ اندازی کریں۔

قرعہ اندازی سے جس کا نام نکل آئے وہی مستحق سمجھا جائے سینہ کے بل چلنا کنایہ ہے انتہائی کوشش اور محنت کے ساتھ مسجد میں پہنچنے سے۔

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے کہ امام ضامن ہے اور مؤذن امانت دار ہے الٰہی اماموں کی صحیح رہنمائی فرما اور مؤذنوں کی مغفرت فرما۔

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے کہ خدا کے بہترین بندے وہ ہیں جو سورج کی دھوپ اور چاند تاروں کی گردش کو دیکھتے رہتے ہیں تاکہ نماز کا وقت فوت نہ ہو جائے۔ (حاکم)

مطلب یہ ہے کہ اوقات نماز کی دیکھ بھال کرتے ہیں تاکہ نماز قضاء نہ ہو جائے۔

اور ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ قیامت کے دن تین آدمی مشک کے ٹیلوں پر بیٹھے ہوں گے میدان حشر کے لوگ ان لوگوں کے اعلیٰ مرتبہ پر رشک کرتے ہوں گے۔

(۱) وہ غلام جس نے اپنے آقا کی خدمت بھی کی اور مولائے حقیقی کا بھی حق ادا کیا۔

(۲) وہ شخص جس نے امامت کی اور اس کے مقتدی اس سے خوش رہے۔

(۳) وہ مؤذن جو اللہ کے واسطے پانچوں وقت اذان دیتا ہے۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث میں ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے اذان سن کر مجھ پر درود بھیجا اور اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ اور مقام محمود کی دعا کی تو اس پر میری شفاعت حلال ہوگئی۔ (مسلم شریف)

ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مؤذن تو اجر میں ہم سے آگے نکل گئے فرمایا جو مؤذن کہتا ہے تو بھی وہی کہا کر اور جب اذان ختم ہو جائے تو خدا سے دعا کیا کر کہ اذان کے بعد جو دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔ (ابوداؤد)

مساجد کی فضیلت:

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے جس نے کنواں کھدوایا اور اس کنویں سے کسی پیاسے نے اپنی پیاس بجھائی تو یہ کنواں کھودنے والا بہت بڑا اجر کا مستحق ہے اور جس نے کوئی مسجد بنوائی تو اس مسجد کی مانند اس کا گھر جنت میں بنایا جائے گا خواہ مسجد کتنی چھوٹی کیوں نہ ہو۔ (ابن خزیمہ)

ابوداؤد میں حدیث نبوی ہے فرمایا آنحضرت ﷺ نے مسجد میں جھاڑو دینا، مسجد کو پاک صاف رکھنا، مسجد کا کوڑا کرکٹ اٹھانا، مسجد میں خوشبو لگانا بالخصوص جمعہ کے دن مسجد کو خوشبو سے معطر کرنا یہ تمام افعال و اعمال موجب جنت ہیں۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ)

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے جس نے پورا وضو کیا اور فرض نماز پڑھنے گھر سے نکلا اور مسجد میں جا کر امام کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے تمام گناہ (صغیرہ) معاف ہو گئے۔ (ابن خزیمہ)

ترمذی کی ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے جس نے وضو کی حفاظت اور ہر تکلیف و مشقت کے موقع پر وضو کامل کیا پھر مسجد کی طرف چلا ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کیا تو ایسا شخص گناہوں سے اس طرح پاک ہوتا ہے جیسے کوئی ماں کے پیٹ سے پیدا ہو یہ شخص خیر کے ساتھ زندہ رہا اور خیر ہی پر اس کا خاتمہ ہوگا۔ (ترمذی)

فضائل نماز:

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے پانچوں نمازیں اپنے درمیانی حصہ کی خطائیں مٹا دیتی ہیں (یعنی ایک نماز پڑھنے کے بعد دوسری نماز تک جو گناہ ہوں وہ نماز پڑھنے سے معاف ہو جاتے ہیں) اور ایک جمعہ کی نماز سے دوسری جمعہ کی نماز اپنے درمیانی حصہ کے گناہ مٹا دیتی ہے (یعنی جمعہ پڑھنے سے سات دن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہ نہ ہوں)۔

اور ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ہر نماز کے وقت ایک فرشتہ پکارتا ہے۔ اے لوگو! اٹھو جو آگ تم نے جلائی ہے اس کو نماز پڑھ کر بجھاؤ۔

مراد یہ ہے کہ گناہوں کی وجہ سے جو جہنم کی آگ جلائی ہے اس کو نماز پڑھ کر بجھا دو۔

ایک مرتبہ جناب رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے صحابہ ؓ کے سامنے ایک خشک ٹہنی کو زور سے ہلایا جو پتے اس میں لگے ہوئے تھے وہ جھڑ گئے۔ پھر فرمایا نماز پڑھنے والوں کے گناہ اسی طرح جھڑتے ہیں۔ جس طرح اس خشک ٹہنی کے پتے جھڑ گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت بطور استدلال تلاوت فرمائی۔

﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ﴾ (نسائی) [پارہ ۱۲ سورۃ ہود آیت ۱۱۴]

ربیعہ بن کعب ؓ نے آپ ﷺ کو وضو کے لیے پانی لا کر دیا تو فرمایا آپ ﷺ نے کہا مانگ کیا مانگتا ہے کوئی حاجت ہو تو بتلاؤ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ایک ہی حاجت ہے کہ جنت میں آپ ﷺ کا ساتھ ہو۔ فرمایا کثرت سے سجدے کیا کرو یہ خواہش پوری ہوگی۔ (مسلم طبرانی)

مراد یہ ہے کہ کثرت سے نوافل ادا کیا کرو تو نوافل کی کثرت سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے

دوسرے یہ کہ فرائض میں جو کمی وکوتاہی ہو جاتی ہے۔ وہ قیامت کے دن نوافل سے پوری کی جائے گی۔

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے کہ صبح اور عصر کے وقت فرشتے بدلتے ہیں یہ فرشتے جب یہاں سے جاتے ہیں تو اللہ رب العزت کے حضور میں نماز پڑھنے والوں کی گواہی دیتے ہیں اور عرض کرتے ہیں الٰہی ہم نے تیرے بندے کو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا ہے۔ (بخاری)

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض فرمائیں ہیں۔ جس شخص نے ان پانچ نمازوں کو ان کے وقت پر اچھی طرح وضو کر کے خشوع وخضوع سے ادا کر لیا تو خدا تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اس بندے کو بخش دے اور جس نے ان نمازوں میں کوتاہی کی تو اللہ پر اس کی بخشش ونجات کی ذمہ داری نہیں ہے چاہے تو عذاب کرے اور چاہے تو بخش دے۔ (موطا مالکؒ)

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر اپنی جگہ بیٹھا رہا اور سوائے کلمات خیر کے کوئی اور بات نہ کی پھر سورج نکلنے کے بعد دو رکعتیں اشراق کی پڑھیں تو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اگر چہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔ (احمد)

ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فرمایا تو کسی مقتدی نے رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ جواب میں کہا۔ تو حضور ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا یہ کلمات کس شخص نے کہے تھے؟ میں نے دیکھا کہ تیس فرشتے ان کلمات کا ثواب لکھنے کے لیے دوڑے ہر فرشتے کی خواہش یہ تھی کہ میں پہلے ان کلمات کا ثواب لکھوں۔ (موطا وبخاری)

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے نماز کی صفوف کا پورا کرنا نماز کا پورا کرنا ہے۔
(بخاری ومسلم)

جس نے نمازوں کی صفوں کو ملایا اللہ تعالیٰ اس کو ملائے گا (ابوداؤد)

جو لوگ صفوں کو ملاتے ہیں (سیدھا رکھتے ہیں) اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل کرتے ہیں اور خدا کے فرشتے ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں۔ (ابن حبان)

سنن ونوافل کی فضیلت:

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے صبح کی دو سنتیں دنیا وما فیہا سے بہتر ہیں۔ (مسلم)

ظہر کے فرضوں سے پہلے جو شخص چار رکعتیں پڑھا کرتا ہے تو اس پر دوزخ کی آگ حرام

کردی جاتی ہے۔ (ابوداؤد ترمذی)

ظہر کی رکعتوں کا ثواب ایسا ہی ہے جیسے تہجد کی نماز کا ثواب۔ (بخاری ومسلم)

ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے صبح کی دو سنتیں مجھے تمام دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں (بخاری ومسلم)

عصر کے فرض سے پہلے چار رکعت پڑھنے والوں کا گھر جنت میں بنایا جاتا ہے۔ (ابو یعلیٰ)

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعتیں نفل (اوابین) پڑھتا ہے تو اس کو بارہ سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے بشرطیکہ درمیان میں کوئی بری بات یا لغو کلام نہ کرے۔ (ابن خزیمہ)

وتر کی نماز کا فائدہ سرخ رنگ کے اونٹوں سے کہیں زیادہ ہے۔ (ابوداؤد)

ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ باوضو سونے والوں کے ساتھ ایک فرشتہ رہتا ہے جب یہ باوضو ہونے والا اپنی نیند سے ہوشیار ہوتا ہے تو یہ فرشتہ اس کی مغفرت کے لیے دعا کرتا ہے۔ (ابن حبان)

وضو کر کے (رات کو) سونے والا جب نیند سے ہوشیار ہوتا ہے تو جو دعا خدا سے مانگتا ہے وہ قبول کر لی جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

جو لوگ رات کی عبادت کے باعث بستروں کو خالی چھوڑ دیتے ہیں وہ بلا حساب جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ (اصحاب دالشق)

جو بندہ رات کی نماز کے لیے نیت کر کے سو جاتا ہے پھر اگر رات کو آنکھ نہ کھلے اور نماز کا موقع بھی نہ ملے تو ثواب لکھا جاتا ہے اور یہ سونا اس بندے پر خدا کا احسان ہوتا ہے۔ (ابن حبان)

مطلب یہ ہے کہ نماز کا ثواب تو نیت کی وجہ سے لکھا ہی جاتا ہے اور یہ سونا اس بندے پر خدا کا احسان ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے صبح اور مغرب کی نماز کے بعد سات مرتبہ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ پڑھ لیا تو دن رات میں کسی وقت بھی مر جائے تو جنت میں جائے گا۔ (نسائی)

ایک حدیث میں ہے ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے والا اگر دوسری نماز کے وقت سے پہلے مر جائے تو جنت میں جائے گا۔

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے کہ انسان کے بدن میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں۔ ہر جوڑ کا

صدقہ ادا کرنا لازم ہے کسی نے عرض کیا یہ کس کی طاقت ہے کہ اس قدر صدقہ کرے۔ فرمایا ہر نیک کام صدقہ ہے اور چاشت کی دو رکعتیں ان سب صدقات کے لیے کافی ہیں۔ (احمد)

ایک حدیث قدسی میں ہے اے ابن آدم تو دن کے شروع میں چار رکعتیں پڑھ لیا کر میں شام تک تیری کفالت کا ذمہ دار ہوں گا۔ (احمد ابو یعلیٰ)

ایک حدیث میں ہے کہ صبح اور شام قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کا پڑھنا ہر ضرورت کے لیے مفید ہے۔ (ابوداؤد)

ایک حدیث میں ہے جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سو بار صبح اور سو بار شام کو پڑھ لیتا ہے تو قیامت میں اس کے برابر کوئی دوسرا شخص ثواب کا مالک نہ ہوگا وہی شخص ہوگا جو اس کلمہ کو سو بار پڑھا کرتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آکر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آج کی رات مجھے بچھو نے بہت تکلیف پہنچائی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا تو نے اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ کیوں نہ پڑھا اگر تو یہ کلمات پڑھ لیتا تو تجھ کو بچھو سے کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ (ترمذی، مسلم)

ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے کہ بستر پر لیٹتے وقت جس نے کہا: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ (استغفار کیا) تو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ وہ گناہ خواہ دریاؤں کے جھاگ کے برابر ہوں اور یا درختوں کے پتوں کے برابر ہوں یا ریت کے ذروں کے برابر یا ان گناہوں کی تعداد دنیا کی مثل ہو۔ (یعنی ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک جتنے دن ہوں گے)۔ (ترمذی)

ایک حدیث میں ہے کہ سوتے وقت جو شخص سورۃ فاتحہ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ لیتا ہے وہ سوائے موت کے باقی سب آفتوں سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ (ترمذی)

ایک حدیث میں ہے ہر نماز کے بعد ۳۳،۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ لیا کرو آخر میں یہ کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ پڑھا کرو جس نے یہ وظیفہ پڑھا اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ (مسلم)

حکایت کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک نیک عورت تھی۔ تنور جلا کر نماز کی نیت باندھ لی۔ اتنے میں شیطان ایک عورت کی صورت میں آیا اور طرح طرح کے وساوس ڈالنے لگا۔ اس نے التفات نہ کیا پھر اس کے لڑکے کو پکڑ کر تنور میں ڈال دیا اس پر بھی اس نے التفات نہ کیا اتنے میں اس کا خاوند آیا اس نے لڑکے کو دیکھا کہ تنور میں چنگاریوں سے کھیل رہا ہے اور خدا نے انگاروں کو سرخ عقیق بنا دیا ہے۔ اس ماجرے کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خبر دی گئی انہوں نے فرمایا۔ اس عورت کو میرے پاس بلا لاؤ چنانچہ وہ بلائی گئی انہوں نے پوچھا کہ تو کیا عمل کرتی ہے وہ بولی یا روح اللہ! میں ہمیشہ باوضو رہتی ہوں اگر کبھی وضو شکست ہو جائے تو فوراً وضو کر کے دو رکعت پڑھ لیا کرتی ہوں اور مخلوق خدا کی خدمت کرتی ہوں اور ان کی طرف سے تکالیف پر صبر کرتی ہوں۔

حضور ﷺ کا تمام رات نماز پڑھنا:

حضرت قطب الاقطاب مولانا زکریا لکھتے ہیں (بحوالہ فضائل اعمال) ایک شخص نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کی کوئی عجیب بات جو آپؓ نے دیکھی ہو وہ سنا دیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی کون سی بات عجیب نہ تھی۔ ہر بات عجیب ہی تھی ایک دن رات کو تشریف لائے اور میرے پاس لیٹ گئے۔ پھر فرمانے لگے۔ لے چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں۔ یہ فرما کر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک تک پہنچنے لگے پھر رکوع فرمایا اس میں بھی اسی طرح روتے رہے پھر سجدہ کیا اس میں اسی طرح روتے رہے پھر سجدہ سے اُٹھے۔ اس میں بھی اسی طرح روتے رہے یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر صبح کی نماز کے لیے آواز دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اتنے روئے حالانکہ آپ ﷺ معصوم ہیں اگلے پچھلے سب گناہوں سے (اگر بالفرض ہوں بھی تو)۔

مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرما رکھا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر اللہ کا شکر گزار نہ بنوں؟ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں ایسا کیوں نہ کرتا حالانکہ آج ہی مجھ پر یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (آل عمران کا آخری رکوع) یہ متعدد روایات میں ہے کہ حضور ﷺ رات کو اس قدر لمبی نماز پڑھا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آ جاتا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اتنی مشقت اُٹھاتے ہیں حالانکہ آپ بخشے بخشائے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

حضرت ابو بکر صدیق و حضرت ابن زبیر و حضرت علی ﷺ وغیرہ کی نمازوں کے حالات

مجاہدؒ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا حال نقل کرتے ہیں کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک لکڑی گڑی ہوئی ہو۔ یعنی بالکل حرکت نہیں ہوتی تھی۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے نماز سیکھی اور انہوں نے حضور ﷺ سے یعنی جس طرح حضور ﷺ نماز پڑھتے تھے اسی طرح ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے اور اسی طرح حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تھے۔ ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی نماز ایسی ہوتی تھی کہ گویا لکڑی ایک جگہ گاڑ دی۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ جب سجدہ کرتے تو اس قدر لمبا اور بے حرکت ہوتا کہ چڑیاں آ کر کمر پر بیٹھ جائیں۔ بعض مرتبہ اتنا لمبا رکوع کرتے کہ تمام رات صبح تک رکوع ہی میں رہتے۔ بعض اوقات سجدہ اتنا ہی لمبا ہوتا کہ پوری رات گزر جاتی۔ جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑائی ہو رہی تھی تو ایک گولہ مسجد کی دیوار پر لگا جس سے دیوار کا ایک ٹکڑا اڑا اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے حلق اور داڑھی کے درمیان سے گذرا مگر نہ ان کو کوئی انتشار ہوا نہ رکوع و سجدہ مختصر کیا۔ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے۔ بیٹا جس کا نام ہاشم تھا پاس سو رہا تھا۔ چھت میں سے ایک سانپ گرا اور بچہ لپٹ گیا اور چلایا گھر والے سب دوڑے ہوئے آئے شور مچ گیا اس سانپ کو مارا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اسی اطمینان سے نماز پڑھتے رہے۔ سلام پھیر کر فرمانے لگے کچھ شور کی سی آواز آئی تھی کیا تھا۔ بیوی نے کہا اللہ تم پر رحم کرے بچہ کی تو جان گئی تھی تمہیں پتہ ہی نہ چلا۔ فرمانے لگے تیرا ناس ہو اگر نماز میں دوسری طرف توجہ کرتا تو نماز باقی رہتی۔ (ہدایہ وغیرہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اخیر زمانہ میں جب ان کے خنجر مارا گیا جس کی وجہ سے ان کا انتقال ہوا تو بروقت خون بہتا تھا اور اکثر غفلت بھی ہو جاتی تھی لیکن اسی حالت میں نماز ادا فرماتے اور ارشاد فرماتے ہیں کہ اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں جو نماز چھوڑ دے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمام رات جاگتے اور ایک رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کر لیتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عادت شریف یہ تھی کہ جب نماز کا وقت آجاتا تو بدن میں کپکپی آجاتی اور چہرہ زرد ہو جاتا۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے فرمایا اس امانت کا وقت ہے۔ جس کو اللہ جل شانہ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر اتارا تو اس کے تحمل سے عاجز ہو گئے اور میں نے اس کا تحمل کیا ہے۔

خلف ابن ایوبؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ کو مکھیاں دق نہیں کرتیں۔ فرمایا کہ فاسق لوگ

حکومت کے کوڑے کھاتے ہیں اور حرکت نہیں کرتے اور اس پر فخر کرتے ہیں اور اپنے صبر وتحمل پر اکڑتے ہیں کہ اتنے کوڑے مارے ہیں۔ بلا نمک نہیں۔ میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کر جاؤں۔

مسلم بن یسار جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے گھر والوں سے کہتے کہ تم بے شک باتیں کرتے رہو مجھے تمہاری بات کا پتہ ہی نہیں چلے گا۔ ایک مرتبہ بصرہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مسجد کا ایک حصہ گرا۔ لوگ اس کے ڈر کی وجہ سے دوڑتے وہاں جمع ہوئے۔ شور وشغب ہوا مگر ان کو پتہ ہی نہ چلا۔ حاتم اصم سے کسی نے ان کی نماز کی کیفیت پوچھی تو کہنے لگے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو وضو کے بعد اس جگہ پہنچ کر جہاں نماز پڑھتا ہوں تھوڑی دیر بیٹھتا ہوں کہ بدن کے تمام حصے میں سکون پیدا ہو جائے پھر نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اس طرح کہ بیت اللہ کو اپنی نگاہ کے سامنے سمجھتا ہوں اور پل صراط کو پاؤں کے نیچے، جنت کو دائیں طرف اور موت کے فرشتے کو اپنے پیچھے کھڑا ہونے کو خیال کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ یہ آخری نماز ہے۔ اس کے بعد پورے خشوع خضوع سے نماز پڑھتا ہوں اور اس کے بعد امید اور ڈر کے درمیان رہتا ہوں کہ نہ معلوم قبول ہوئی یا نہیں۔ (فضائل اعمال)

فلسفہ نماز:

نماز پڑھنے سے جسم پاک رہتا ہے، کپڑے پاک وصاف رہتے ہیں دماغ اور روح صاف رہتی ہے۔ دل پاک ہوتا ہے۔ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ نیک بندوں کی وجہ سے جو کہ مسجد میں موجود ہوتے ہیں دعائیں اور نماز قبول ہوتی ہے۔ فرشتوں کی مجلس نصیب ہوتی ہے کیونکہ مسجد میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنے سے مسلمانوں میں اتفاق واتحاد ہوتا ہے، نماز میں جب ایک صف کے اندر امیر وغریب برابر کھڑے ہوتے ہیں تو مساوات پیدا ہوتی ہے نماز پڑھنے سے مسلمانوں کی شان وشوکت کا اظہار ہوتا ہے، مسجد میں علم وبزرگی والے لوگ بھی آتے ہیں تو آدمی کو ان سے فیض حاصل کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ نماز جماعت پڑھنے سے نظم وضبط وڈسپلن پیدا ہوتی ہے جیسے فوجی بگل بجنے پر فوراً جمع ہو جاتے ہیں اسی طرح نمازی منادی کی اذان جو بگل کی مانند ہے سن کو فوراً مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں نماز عصبیت وجاہلیت کے تفاخر کو ختم کرتی ہے کیونکہ ایک ہی صف میں مختلف زبانوں، علاقوں اور حیثیتوں کے لوگ کھڑے ہوتے ہیں اور ان میں کوئی فرق وانتشار نہیں ہوتا۔

نماز اسلام کا شعار اور مسلمان کی نشانی ہے۔ نماز کی وجہ سے آفات ومصائب ہٹا لیے جاتے

ہیں۔نماز سے روزی کی برکت ہوتی ہے۔نماز کی وجہ سے آدمی غلط رسم و رواج چھوڑ دیتا ہے کیونکہ اس کو صحیح چیز عبادت کے لیے مسجد میں مل جاتی ہے۔نماز جامع العبادات ہے اس لیے کہ بعض فرشتے کھڑے کھڑے ہمیشہ عبادت کرتے ہیں۔بعض ہمیشہ بیٹھ بیٹھ کر کرتے ہیں۔بعض سجدے کی حالت میں عبادت کرتے ہیں اسی طرح باقی مخلوقات کی عبادت بھی اسی طرح ایک ہی طریقہ پر ہے نماز میں قیام بھی رکوع بھی سجود بھی تلاوت بھی بھی عبادات موجود ہیں اس لیے نماز جامع العبادات ہے۔

تیرے جلوے طلسم رنج و کلفت توڑ دیتے ہیں ☆ تیرے لطف و کرم تو نے دلوں کو جوڑ دیتے ہیں
بیاباں کوہ و دشت صحرا موج اور ساحل ☆ تیری تجدید کے تفرید کے توحید کے قائل
بہ درگاہ تو جوئیم ہمہ درکار تو پوئیم ☆ ہمہ توحید تو گوئیم کہ بہ توحید سزائی
تو خداوند یمنی تو خدا دیاری ☆ تو خداوند زمنی تو خداوند سمائی
اذا ما دعا اعکم قمت مسرعا ☆ مجلبا لمولی جل لیس له مثل
اجیب اذا نادی بسمع وطاعة ☆ وبی نشوة لبیک یا من له الفضل

اللہ ہم سب کو نمازیں باجماعت پڑھنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

آمین یا رب العالمین

الٰہ العالمین تمام مسلمانوں کو نماز باجماعت پڑھنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین!

۱ : خطبہ اوّل

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دینی خدمات

شعبان کا مہینہ بڑی خیر و برکت کا مہینہ ہے گویا یہ ماہ رمضان کا استقبالی مہینہ ہے۔ اس ماہ کی تین تاریخ ۵ ہجری میں غزوہ بنی مصطلق پیش آیا اور ۳ یا ۴ تاریخ کو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی وفات ہوئی۔ ۶ شعبان میں آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو دومۃ الجندل کی طرف دعوت و تبلیغ کی غرض سے روانہ فرمایا۔ ۱۴ شعبان کی تاریخ اور پندرہویں شب شعبان کی لیلۃ البراءت ہے یعنی شب براۃ ہے۔ نصف شعبان میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بن حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ۲۲ شعبان میں حضرت امام محمد بن حسن شیبانی کی وفات ہوئی۔ سب سے پہلے ماہ شعبان کی فضیلت بیان کی جاتی ہے۔

ماہ شعبان کی فضیلت:

یہ مہینہ ماہ رمضان کا مقدمہ و استقبال ہے۔ اس ماہ کی پندرہویں شب لیلۃ البراۃ برکت و رحمت کی رات ہے۔ اس رات کو عبادت کرنی چاہیے اور پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا بہتر نہیں ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے شعبان کے چاند کی شمار رکھو رمضان کیلئے (اس لیے کہ جب ماہ شعبان کی تاریخ صحیح معلوم ہوگی تو رمضان شریف کی تاریخ میں اختلاف نہ ہوگا)۔

حضور اکرم ﷺ شعبان کے مہینہ کا جتنا خیال رکھتے ہیں اتنا کسی ماہ کا نہ رکھتے تھے (یعنی چاند دیکھنے کا خاص طور پر اہتمام فرماتے تھے) بعض لوگ اس ماہ میں غلط رسوم و رواج کرتے ہیں۔ خصوصیت سے حلوہ پکاتے ہیں اور غلط روایت بتاتے ہیں کہ آپ ﷺ کا دندان مبارک چونکہ شہید ہوا تھا آپ ﷺ نے حلوہ پکایا تھا۔

بعض اس ماہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی فاتحہ کرتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شب براءت میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور وہ تقاضا کرتی ہیں کہ ان کے لیے کچھ پکایا جائے۔ یہ بھی غلط ہے۔ بعض لوگ مسور کی دال پکانا ضروری سمجھتے ہیں اور بہت سے لوگ آتش بازی کرتے ہیں۔ مسجدوں میں قبروں پر چراغاں کرتے ہیں۔ یہ بھی منع ہے۔ فضول خرچی اور رسم خلاف شریعت ہے، بدعت ہے۔

فقیہ اکبر حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ بہت بڑے محدث فقیہ اور بزرگ تھے۔ اولیاء کے بارے میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

[پارہ ۱۱ سورۃ یونس آیت ٦١]

ترجمہ: "یادرکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ناک واقعہ پڑنے والا ہے) اور نہ ہی وہ (کسی مطلوب کے فوت ہونے پر) مغموم ہوتے ہیں وہ (اللہ کے دوست) ہیں جو ایمان لائے اور (معاصی) سے پرہیز رکھتے ہیں۔ ان کے لیے دنیوی زندگی میں بھی (منجانب اللہ خوف وحزن سے بچنے کی) خوشخبری ہے اور اللہ کی باتوں میں (یعنی وعدوں میں) کچھ فرق ہوا نہیں کرتا یہ بڑی کامیابی ہے۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ مَنْ عَادٰى لِیْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ)). [الحدیث، بخاری]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ "جو میرے ولی سے عداوت باندھے تو میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔"

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نام نعمان ہے اور ابوحنیفہ کنیت ہے کنیت یعنی کسی لقب سے مشہور ہو جانا وہ خواہ کسی طرح کا بھی ہو۔ حضرت امام اعظمؒ فقیہ اکبر فضل وکمال میں بڑا اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔ حضرت امام اعظمؒ کی ذات بابرکات اور انکی علمی فقہی محدثانہ فیض وکارنامے تاقیامت جاری وساری ہیں۔ آپ کے بعد آنے والے اکثر فقہاء آپ کے شاگرد بلاواسطہ یا بالواسطہ ہیں گویا کہ وہ آپ کی روحانی اولاد ہیں اور آپؒ چونکہ ولی کامل تھے اس لیے اولیاء کرام نے بھی آپؒ سے فیض حاصل کیا اور

آپ کی بڑی تعریف کی۔

حضرت سید العارفین حضرت علی ہجویریؒ اپنا خواب بیان فرماتے ہیں کہ میں دمشق میں حضرت بلال ؓ کی قبر کے سرہانے سویا ہوا تھا۔ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی اور دیکھا کہ آپ ﷺ نے ایک بزرگ صورت شخص کو اٹھایا ہوا ہے۔ میں نے تعجب کیا کہ یہ شخص کون ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ ابو حنیفہؒ ہیں جو کہ تم لوگوں کے امام ہیں۔ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں مجھے یہ بات ثابت ہوئی کہ امام اعظمؒ سنت پر چلنے والے ہیں کہ خود ان کو حضور ﷺ لے کر چل رہے ہیں۔ خواب سچا بھی چونکہ نبوت کا حصہ ہے اور پھر جتنا انسان خود سچا ہوگا اس کا خواب بھی سچا ہوگا۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا حضور ﷺ کے نزدیک بڑا مقام ہے اور حضور ﷺ کا قرب حاصل ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ نے قانون اسلامی کو ضابطہ مدون کیا اور باقی ائمہ اس میں آپ کی اقتدا کرنے والے ہیں۔ اصل میں قرآنی و اسلامی قوانین کی تدوین کر کے حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ان لوگوں کا منہ بند کر دیا ہے جو کہتے ہیں اسلامی قوانین مرتب شکل میں نہیں ہیں۔ اسلام چونکہ ایک کامل و مکمل ضابطہ حیات ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ باقاعدہ نافذ ہونے کی شکل میں نہ ہو۔ اللہ رب العزت نے اس کی حفاظت کے غیبی انتظامات فرمائے اور ایسے مردِ حق و خاص پیدا فرمائے جنہوں نے اپنی زندگیاں دین اسلام کی خدمت کرنے میں صرف کر دیں۔

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ ☆ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا

یعنی اللہ کے نیک بندوں سے محبت رکھتا ہوں اگرچہ خود نیک نہیں شاید مجھے بھی نیکی نصیب ہو جائے۔

قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی زندگی ایک قابل رشک مثال ہے کہ ہم بھی اپنی زندگیاں اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیں۔ شاید اللہ بھی ہمیں ان لوگوں کا ساتھ قیامت کے روز نصیب فرمائیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے وقت کے آمروں سے ٹکر لی اگرچہ اس وقت کے حاکم بھی آج کے بڑے بڑوں سے کم نہیں تھے مگر جھکے نہیں۔ آج دینی و اسلامی جماعتوں کے لیے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ مثال ہے جنہوں نے اپنے موقف حقہ سے انحراف نہیں کیا۔ افسوس آج بہت سے دین کے لمبے چوڑے دعوے دار بھی دنیاوی اغراض و سیاسی مصالح کی بناء پر اپنے موقف حق سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔

داستان عہد گل را از نظیری شنو ☆ عندلیب آشفتہ تر می گوید ایں افسانہ را

سن ازبیگا نگاں ہرگز نہ نالم ☆ باسن ہر آنچہ کرد آن آشنا کرد

حضرت امام اعظمؒ نے ذاتی مفادات واغراض پرملی وقومی مفادات کوترجیح دی اورعرصہ طویل گزرنے کے باوجود بھی ان کا نیک نام مشہور ہےاوران کا مشن جاری وساری ہے۔

حضرت امام اعظمؒ کے حالات کا مطالعہ کرنے سے دل میں دین کی خدمت کا جذبہ وشوق پیدا ہوتا ہے کاش آج کے نوجوان جومغربی جمہوریت وسوشلزم وغیرہ کی طرف رخ کررہے ہیں۔حضرت امام اعظمؒ کے حالات ومشن کوسامنے رکھتے تو ٹھوکر نہ کھاتے۔

حضرت امام اعظمؒ بظاہروہ ایک شخص تھے مگر وہ کام اور مشن میں ایک امت کے برابر تھے۔

جس طرح اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم ؑ کے بارے میں فرمایا: اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا۔

ملک را بگذار و مالک راہ گیر ☆ تاکہ صدہا ملک یابی اے فقیر (اختر)

ملک حاصل کرنے کی فکر چھوڑ کر مالک (خدا) کو حاصل کرو تاکہ تمہیں سینکڑوں ملک مل جائیں۔

یارب وہ بستیاں اب کس دیس بستیاں ہیں ☆ کہ جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

انہوں نے اپنی زندگی خدمت دین کے لیے وقف کردی تھی یہی ان کا اخلاص تھا کہ فقہ حنفی جو کہ فقہ محمدی وشرعی ہے۔عباسیوں کے دور میں ساڑھے پانچ سوسال تک عدالتوں میں جاری ونافذ رہی۔

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم ☆ چشمہ آفتاب راچہ گناہ

حضرت امام اعظمؒ نے دین کی خدمت کرتے ہوئے وقت کے آمروں سے ٹکراتے ہوئے اوران کے سامنے نہ جھکتے ہوئے بالآخر جام شہادت نوش کرگئے اوراپنے پیچھے ایک بڑی جماعت مجاہدین وسرفروشان اسلام کی تیار کرگئے جورہتی دنیا تک ان کے مشن جاری وساری رکھے ہوئے ہے۔

کروند خوش رسے بخاک و خون غلطیدن ☆ خدا رحمت کنداین عاشقان پاک طینت را

اصل علم:

حضرت امام زفرؒ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں فرمایا اصل علم وہ ہے جوانسان کوگناہوں سے روک دیتا ہے اگر ایسا نہیں تو وہ علم اس عالم کے لیے وبال ہے۔

اصل ولی:

حضرت ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اصل اولیاء اللہ علماء وفقہاء ہیں کیونکہ ان کو اللہ کی معرفت

دوسروں سے زیادہ ہے۔

تواضع وانکساری:

ابوجعفر راوی ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں پچاس سال سے ہر نماز میں استغفار کرتا ہوں کہ میں نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حق ادا نہیں کیا۔

اندازہ کریں جن لوگوں کی ساری زندگی تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر گزری جن کی زندگی کا مقصد بھی رضائے الٰہی کی خاطر خدمت دین اسلام ہے ان کا جب یہ حال ہے تو آج ہم لوگ بھی اپنے اندر جھانکیں کہ ہم لوگ کتنی دین کی دعوت دیتے ہیں اور منکرات وفواحش کا جو سیلاب آیا ہوا ہے اس کے روکنے کی کتنی تدبیر کرتے ہیں۔

اے کہ تیری نمود ہے غازہ روئے حیات ☆ جلوہ فشاں ہے ہر طرف آپ کی سب تجلیات

خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ امام صاحبؒ نے خواب دیکھا کہ وہ حضور انور ﷺ کی قبر مبارک کھودرہے ہیں اور آپ ﷺ کے جسد اطہر کو اپنے سینے ودل سے لگا رہے ہیں۔ اس کی تعبیر کے لئے وقت کے عظیم معبر حضرت ابن سیرین کی خدمت میں کسی کو بھیجا۔ حضرت ابن سیرین نے تین مرتبہ خواب دیکھنے والے کا نام پوچھا مگر قاصد خاموش رہا تو حضرت ابن سیرینؒ نے فرمایا صَاحِبُ هٰذَا الرُّؤيَا يَنْشُرُ عِلْمًا لَمْ يَسْبِقْهُ اَحَدٌ فرمایا کہ اس خواب کا دیکھنے والا ایسے علم کی نشر واشاعت کرے گا پہلے کسی نے نہیں کیا۔ اس کے بعد حضرت امام ابوحنیفہؒ علم فقہ میں متوجہ ہوئے معلوم ہوا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی پوری پوری نسبت وتعلق حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔

حضرت ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ حضور ﷺ کے اشارہ دینے کے بعد علم فقہ میں مشغول ہوئے۔

میری مشاطگی کو کیا ضرورت ہے حسن معنی کی ☆ قدرت خود بخود کرتی ہے لالہ کی حنا

الخیرات الحسان میں ہے ابو معانی الفضل بن خالدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ابوحنیفہؒ کے علم کے بارے میں آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ یہ ایک ایسا علم ہے جس کی لوگوں کو احتیاج ہے۔

مذہب حنفی سنت کے زیادہ مطابق ہے:

حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو

بتلایا کہ مذہب حنفی ہی وہ عمدہ طریقہ ہے جو دوسرے سب طریقوں سے زیادہ اس سنت نبویہ ﷺ معروفہ کے مطابق ہے۔ (فیوض الحرمین)

حضرت مجدد الف ثانی ؒ فرماتے ہیں کہ سلسلہ فقہ میں امام اعظم ؒ گویا صاحب خانہ ہیں اور دوسرے ائمہ ان کے عیال کثرت علم اور کمال تقویٰ کے باوجود دوسرے (ائمہ) امام صاحب ؒ کے مقابلہ میں طفل مکتب معلوم ہوتے ہیں۔ (دفتر دوم مکتوبات)

ائمہ اربعہ میں حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کو شرف حاصل ہے کہ وہ تابعی ہیں اور ان کو حضور ﷺ کا شاگرد ہونے کا شرف ایک واسطہ سے حاصل ہے۔ حضرت امام اعظم ؒ نے براہ راست چھ صحابہ کرام ؓ سے روایات سماعت کی ہیں۔

عظمت ابوحنیفہ ؒ:

حضرت علی ہجویری ؒ فرماتے ہیں۔ انہی ائمہ میں سے اماموں کے امام اہل سنت کے مقتدیٰ و پیشوا اور علماء کی عزت امام ابوحنیفہ ؒ ہیں آپ ؒ مجاہدات و عبادات میں نہایت ثابت قدم، طریقت کے اصول میں بڑے عظیم المرتبت اور بہت بڑے شان والے عالم مانے گئے ہیں۔ آپ ؒ نے ابتداء عزلت گزینی اور گوشہ نشینی اختیار فرمائی تھی اور مخلوق سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے۔ اس عمل سے آپ کی تمنا اور خواہش یہ تھی کہ اپنے دل کو حب جاہ و ریاست سے بالکل پاک اور منزہ کرلیں اور حقوق تعالیٰ جل مجدہ کی اطاعت و بندگی میں ہمہ تن منہمک رہیں لیکن ایک رات آپ ؒ نے خواب دیکھا کہ حضور سید عالم ﷺ کی مبارک ہڈیوں کو مرقد منور سے جمع کر کے ان میں سے بعض کو پسند فرما رہے ہیں۔ آپ ؒ پر اس خواب سے اتنی دہشت طاری ہوئی کہ سخت عالم اضطراب میں بیدار ہو گئے اور حضرت محمد بن سیرین ؒ کے ایک دوست کے پاس جا کر اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے اس کی تعبیر یہ بیان فرمائی کہ خواب بہت مبارک ہے۔ آپ ؒ سرور دو عالم ﷺ کے علوم حاصل کر کے سنت کے احیاء و محافظت میں بہت بلند مقام کے حامل ہوں گے بلکہ روایات سنت میں نقد و تنقیح کر کے تصرف کے بھی مجاز ہوں گے اور صحیح کو سقیم سے ممتاز کریں گے۔

آپ دوسری مرتبہ عالم خواب میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو دیکھا آپ ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں۔ اے ابوحنیفہ! تجھے حق تعالیٰ نے میری سنت زیادہ کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ گوشہ نشینی چھوڑ دو چنانچہ آپ نے اس کے بعد دین متین کی خدمت شروع فرما دی اور بڑے بڑے مشائخ مثلاً حضرت ابراہیم بن ادہم ؒ، حضرت فضیل بن عیاض ؒ، حضرت داؤد طائی ؒ اور حضرت بشر حافی

رحمۃ اللہ علیہم کے استاد ہوئے علاوہ ازیں علماء میں آپؒ کی پرہیزگاری اور تقویٰ کے بہت سے واقعات مشہور و معروف ہوئے۔ (تاریخ تقلید اور مسلک امام اعظمؒ)

تقلید اور اس کی ضرورت:

تقلید کا معنی ماننا اتباع کرنا اپنے سے زیادہ بہتر جاننے والے کی ماننا ہے۔ اللہ رب العزت کی تقلید و اتباع بالکل کامل و مکمل طریقہ پر حضور اکرم ﷺ نے کی۔ پھر اللہ نے تمام کائنات کے انس و جن کو حکم دیا کہ وہ میرے محبوب سرور کائنات ﷺ کی تقلید و اتباع کریں۔ حضور ﷺ کی تقلید و اتباع مکمل طور پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کی تو حضور ﷺ نے فرمایا بعد میں آنے والے لوگ صحابہ ؓ جو کہ ہدایت کے ستارے اور ہدایت یافتہ ہیں ان کی تقلید و اطاعت کریں تو تابعین نے صحابہ ؓ کی تقلید و اتباع کی۔ اسی طرح یہ آج تک تقلید و اطاعت کا سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ ظاہر ہے ہم نے براہ راست نہ حضور ﷺ کو دیکھا نہ صحابہ کرام ؓ کو دیکھا نہ تابعین و تبع تابعین کرام کو دیکھا بلکہ ہم نے ان کی تقلید و اطاعت کرنے والوں کی بات مانی تو گویا کہ ہم نے براہ راست حضور ﷺ و خدا تعالیٰ کی اطاعت کی اب اگر کوئی عقل کا اندھا کہے کہ میں تو تقلید نہیں کرتا تو ظاہر ہے کہ براہ راست اس کے پاس پیغمبر و صحابہ ؓ تو آئے نہیں تو لازماً اس نے کسی کی مانی یہی تقلید ہے کہ اپنے سے زیادہ عالم و متقی و پرہیزگار اور شریعت پر چلنے والے کی بات مان کر چلو۔ یہی تقلید ہے یہی بندگی و اطاعت ہے اگر صحابہ ؓ کہتے ہیں کہ ہم خدا کی بات نہیں مانتے جب تک ہم خدا کو نہ دیکھ لیں۔ تبع تابعین کہتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی بات کیسے مانیں جب تک خود حضور ﷺ ہم سے براہ راست نہ کہیں تو بتائیں یہ اطاعت و تقلید ہوتی یا انکار و کفر تو ظاہر ہے کہ یہ انکار ہوتا اس لئے وہ لوگ جو تقلید کا انکار کرتے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ ہر کس و ناکس خود مجتہد و محدث بننے کی کوشش نہ کرے۔ اس سے بے دینی گمراہی پھیلتی ہے۔ آدمی آزاد ہو جاتا ہے۔ اس میں بے ادبی آ جاتی ہے اس لئے وہ گمراہی کے گڑھے میں جاتے ہیں محدثین کرام و ائمہ کرامؒ و علماء ربانیین ہم سے زیادہ متقی و پرہیزگار تھے ہم سے زیادہ قرآن و حدیث کو جاننے والے تھے اور وہ زندگی بھر اللہ و رسول ﷺ کی بات بتاتے رہے اس لئے ہم ان میں سے کسی کی مان کر چلیں شتر بے مہار نہ بنیں ورنہ ہر طرف ڈنڈے پڑیں گے۔ چاروں امام، امام ابو حنیفہ و امام مالک و امام شافعی و امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم حق پر ہیں ان میں سے کسی ایک کی اتباع و تقلید حق ہے امام اعظمؒ چونکہ بڑے ہیں تابعی ہیں امام شافعی و امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما ان کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ اس لئے جو لوگ فقہ حنفی پر عمل کرتے ہیں وہ اسی وجہ سے

کرتے ہیں کہ ہمارے امام صاحبؒ کا مسلک زیادہ قرآن وحدیث کے قریب ہے۔ باقی دل میں ادب سارے ائمہ کا کرتے ہیں۔ کسی ایک کی بے ادبی حدیث کی رو سے تباہی و بربادی سمجھتے ہیں باقی جو لوگ تقلید بھی کسی کی نہیں کرتے اور حضرت امام اعظمؒ کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں وہ بڑے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں اور بہت سے کفر اور بے دینی میں چلے جاتے ہیں اور ایمان بھی ضائع کرتے ہیں۔

الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں ☆ جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی

نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں ☆ تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی

یہ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں ☆ نہ پوچھو ان خرقہ پوشوں کی ارادت جو دیکھ انکو

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں ☆ خاموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا

کہ میں خود بھی تو ہوں اقبال اپنے نکتہ چینوں میں ☆ برا سمجھوں انہیں مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی وصیتیں:

اپنے شاگرد خاص حضرت امام ابو یوسفؒ کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے جو وصیتیں فرمائی چند ایک یہ ہیں: بادشاہ کا قرب اختیار کرنے کی کوشش نہ کرو۔ بادشاہ کے مصاحبین سے بھی زیادہ قریب نہ ہو۔ بادشاہ اگر کوئی کام تمہارے حوالے کرے تو جب تک پورا اطمینان (شرعی) نہ ہو وہ کام نہ کرو۔ عوام سے طمع نہ رکھو۔ عوام کے سامنے نہ ہنسو۔ بازاروں میں زیادہ نہ جاؤ اور جولڑکے قریب البلوغ ہوں ان سے بات نہ کرو کیونکہ فتنے کا اندیشہ ہے۔ ہاں چھوٹے بچوں سے بات کرو اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرو۔ راستوں میں نہ بیٹھو اگر بیٹھنا ہو تو مسجد میں بیٹھو اور بازاروں اور مسجدوں میں مت کھانا۔ سادہ لباس پہنو۔ پہلے علم طلب کرو اس کے بعد حلال مال جمع کرو پھر شادی کرو اور تم اللہ سے ڈرنے کو اور امانت ادا کرنے کو اور تمام عوام وخواص کی خیر خواہی کو لازم پکڑو اور ایسا رویہ اختیار نہ کرو جس سے لوگوں کی ذلت ہو، لوگوں کی عزت کرو اور لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا زیادہ نہ کرو اور اگر تم دس سال بھی بغیر خوراک اور بغیر کسب معاش رہ جاؤ تب بھی علم کی جانب سے روگردانی نہ کرنا کیونکہ اگر تم نے علم سے اعراض کیا تو تمہاری روزی تنگ ہو جائے گی اس لئے کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا﴾ اور جس شخص نے میرے ذکر سے اعراض کیا تو اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور عوام میں سے اور بازاری لوگوں میں سے جو شخص تمہارے ساتھ جھگڑا کرے تم اس سے مت جھگڑنا اگر ایسا کرو گے تو تمہاری آبرو جاتی رہے گی اور حق بات بیان کرتے وقت کسی کی جاہ و حشمت کی پرواہ نہ کرنا

اگرچہ بادشاہ ہو۔ ﴿وَ كُنْ لِلّٰهِ فِي سِرِّكَ كَمَا اَنْتَ لَهُ فِي عَلَانِيَتِكَ﴾ اور تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے اسی طرح تعلق رکھو جیسا کہ علانیہ طور پر سب کے سامنے اللہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ﴿وَ اِيَّاكَ اَنْ تُكْثِرَ الضِّحْكَ فَاِنَّهُ يُمِيْتُ الْقَلْبَ﴾ اور زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرنا کیونکہ یہ دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

حضرت امام اعظمؒ کا زہد و ریاضت:

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ عالم، عابد، زاہد، صاحب ورع و تقویٰ کثیر الخشوع دائم التضرع، خوش صورت، خوش سیرت، بڑے کریم مسلمان بھائیوں کے عمدہ مددگار، میانہ قد، گندم گوں، خوش تقریر اور شیریں زبان تھے۔

اسد بن عمرو راوی ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی اور عموماً رات کو تمام قرآن ایک رکعت میں پڑھ لیا کرتے تھے ظہر کے بعد تھوڑی دیر آرام کرتے اور فرماتے کہ سنت نبوی ﷺ کی اتباع میں قیلولہ (ظہر کا آرام) کرتا ہوں۔ ماہ رمضان میں ایک قرآن پاک دن کو ختم کرتے اور ایک قرآن پاک رات کو ختم کرتے تھے (امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات)۔

طحاوی میں سعر بن کدام سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد میں گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے مجھ کو ان کا قرآن پڑھنا بے حد پسند آیا اس نے جب قرآن کا ساتواں حصہ پڑھا تو میں سمجھا کہ اب رکوع کرے گا مگر اس نے رکوع نہیں کیا اور قرآن کا تہائی حصہ پڑھ لیا میں نے سوچا شاید اب رکوع کرے گا مگر رکوع نہیں کیا اور آدھا قرآن پڑھ لیا اور اسی طرح تلاوت قرآن جاری رکھی حتیٰ کہ تمام قرآن ایک رکعت میں مکمل کر لیا۔ جب نماز سے ہم دونوں فارغ ہوئے تو میں نے انہیں اچھی طرح دیکھا تو وہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ تھے۔ رمضان المبارک میں ساٹھ مرتبہ ختم القرآن کا معمول تھا اور زندگی میں پچپن حج کیے۔ جس مکان میں ان کی وفات ہوئی وہاں امام صاحبؒ نے سات ہزار مرتبہ ختم قرآن پاک کیا تھا۔ سعر بن کدام سے خطیب ابو محمد الحارثی اور ابو عبداللہ بن خسرو نے روایت کی ہے کہ امام صاحبؒ کی بے حد عبادت و ریاضت سے متاثر ہو کر میں نے حضرت ابوحنیفہؒ کی خدمت میں رہنے کا فیصلہ کر لیا اور ان کی مسجد میں باقاعدہ مستقل قیام اختیار کر لیا اپنی مدت قیام میں ابوحنیفہ کو دن میں کبھی بے روزہ اور رات بغیر قیام لیل کے گزارتے نہیں دیکھا البتہ ظہر کے وقت آپ قدرے (اتباع سنت کی بناء) پر آرام فرماتے اور عموماً یہی ان کا معمول تھا۔ (امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات) ابوالمؤید نے امام اعظم کی ریاضت و مجاہدہ کی کیفیت دیکھی تو بے اختیار پکار اُٹھے:

نَهَارُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ لِلْاِفَادَةِ ☆ وَلَیْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ لِلْعِبَادَةِ

امام صاحبؒ کا دن درس وتدریس وعامۃ الناس کی خدمت وافادہ کے لیے وقف ہے اور رات اپنے خالق کی عبادت کے لیے وقف ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا تقویٰ اور مجوسی کا قبول اسلام:

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا ایک مجوسی پر کچھ قرضہ ہوگیا تھا ایک روز امام صاحبؒ کی جوتی کو اتفاقاً کچھ نجاست لگ گئی۔ آپؒ نے اسے نجاست دور کرنے کی غرض سے جھاڑا تو کچھ نجاست مجوسی کے گھر کی دیوار سے لگ گئی۔ اس صورتحال سے امام صاحب کو بڑی پریشانی ہوئی اور دل میں کہا کہ اگر میں اس نجاست کو اسی طرح رہنے دیتا ہوں تو اس سے دیوار گندی نظر آئے گی اور اس کو کریدتا ہوں تو اس سے کچھ مٹی گر پڑے گی اور اس سے مالک مکان کا نقصان ہے چنانچہ اس فکر میں آپؒ نے دروازہ کھٹکھٹایا جس پر ایک باندی باہر آئی آپؒ نے اس سے فرمایا کہ مالک سے کہو دروازے پر ابوحنیفہؒ کھڑا ہے وہ گھبرایا کہ قرضہ کا مطالبہ کریں گے جب باہر آیا تو آپ نے اپنی پریشانی کا حل دریافت فرمایا کہ کس طرح دیوار بھی صاف ہو جائے اور تمہارا نقصان بھی نہ ہو۔ مجوسی نے حضرت امام اعظمؒ کا اس قدر تقویٰ واحتیاط دیکھ کر فوراً اسلام قبول کر لیا۔

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور امام ابوحنیفہؒ کا مسلک:

ایک مرتبہ کسی شخص نے امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضرت! آپ حضرت علی وحضرت معاویہؓ کے درمیان لڑائیوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا قیامت کے دن جن باتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا مجھے تو ان کا خوف لگا رہتا ہے۔ ایسے واقعات کے بارے میں قیامت کے دن ہم سے نہ پوچھا جائے گا لہٰذا ان معاملات میں پڑنے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ امام اعظمؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت علقمہ اور اسود دونوں میں سے کون افضل ہے۔ آپؒ نے فرمایا بخدا میری حیثیت یہی ہے کہ میں دونوں کی عزت واحترام کے لیے ان بزرگوں کو دعائے استغفار سے یاد کروں آخر مجھے اس کی کیا پڑی اور میری کیا حیثیت ہے کہ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دوں۔

فائدہ: (دونوں بزرگ مشہور تابعی ہیں)۔

غیبت سے اجتناب:

غیبت آج ایک فیشن بن گیا ہے عوام تو کیا علماء وخواص کی مجالس بھی اس سے خالی نہیں اور

دوسرے کو حقیر بنا کر اپنے کو بڑا بنانا ہمارا مزاج بن گیا ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کو اس سے سخت نفرت و وحشت تھی کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے دوسرے کو جس کی آدمی غیبت کرتا ہے اپنی نیکیاں دیتا ہے امام صاحب ہمیشہ اس سے دور رہتے اور خدا کا شکر کرتے کہ اللہ نے میری زبان کو اس گناہ عظیم سے محفوظ رکھا۔ امام سفیان ثوریؒ سے کسی نے کہا کہ امام اعظمؒ کو میں نے کبھی کسی کی غیبت کرتے نہیں سنا۔ انہوں نے کہا ہاں! ابوحنیفہؒ ایسے بے وقوف نہیں کہ اپنے اعمال صالحہ کو (غیبت کر کے) آپ ہی برباد کر دیں۔

علی بن الحسین المؤذن نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ مناجات میں بڑی عاجزی وانکساری سے اس طرح فریاد کر رہے تھے اے اللہ جو کوئی ذرہ بھر بھی نیکی کرے گا آپ اس کو پوری پوری جزا عطا فرمائیں گے اور جس کسی نے بھی ذرہ بھر بھی بدی کی ہوگی آپ اس کی سزا دیں گے اپنے بندہ ضعیف نعمان کو جہنم کی آگ سے بچایئے اور چھوٹی بڑی ہر برائی سے نجات دلایئے اور اپنی وسعت رحمت میں پناہ عطا فرمایئے۔

سقوط العالم سقوط العالم:

ایک مرتبہ کسی گلی سے گزر گئے دیکھا کہ ایک بچہ کیچڑ میں کھیل رہا ہے۔ امام صاحب نے فرمایا دیکھو تمہیں پھسل نہ جاؤ۔ بچہ بھی سمجھدار تھا کہنے لگا اگر میں پھسل گیا تو کوئی فرق نہ پڑے گا لیکن اگر آپ پھسل گئے تو ایک جہاں پھسل جائے گا۔ بچے کی سمجھداری کی بات ہمیشہ یاد کرتے کسی شخص نے پوچھا حضرت! بیت اللہ پر جب عازم بیت اللہ کی نظر پڑے تو کیا دعا کرے کیونکہ حضور ﷺ فرماتے ہیں عازم بیت اللہ کی خانہ کعبہ پر نظر پڑتے ہی تو جو دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اپنے مستجاب الدعوات ہونے کی دعا کرے کیونکہ پھر بعد میں جو بھی جائز دعا کرے گا قبول ہوگی۔

کفر کا فتویٰ دینے میں احتیاط:

آج بہت سے دین کے دعوے دار ایسے ہیں جو کہ کفر کی مشین لگائے ہوئے ہیں۔ حضرت امام صاحبؒ کا مسلک تھا کہ اگر کسی شخص میں ننانوے وجوہات کفر کی پائی جائیں اور ایک مسلمان ہونے کی ہو تو اس کا اعتبار کیا جائے۔ (امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات)

مدعی نبوت سے دلیل مانگنا کفر ہے:

حضور ﷺ چونکہ آخری نبی ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت جھوٹا ہے۔ امام صاحب کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا لوگوں نے پکڑ لیا۔ اس نے کہا ذرا مجھے مہلت دو کہ میں اپنی

نبوت کی علامات و دلائل دوں۔ لوگوں نے ذرا سوچا حضرت امام صاحبؒ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے بعد کسی مدعی نبوت سے علامات پوچھنا یا دلیل مانگنا بھی کفر ہے۔

حضرت امام اعظمؒ نے آمرانہ قوت سے ٹکر لی اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن سر نہیں جھکایا حتیٰ کہ آپؒ کو کوڑے مارے گئے اور سجدہ کی حالت میں جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ جیل میں آپ کی وفات ہوئی۔

کلیوں کو سینے کا لہو دے کے چلا ہوں ☆ صدیوں مجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

ربّ العزت اہل اللہ و اولیاء اللہ کا ادب و اتباع نصیب فرمائیں۔ آمین!

حضرت امام اعظمؒ کی حق پرستی و حق گوئی بڑھاپے میں انتہا کو پہنچ گئی تھی اور قوت ملکی حاصل ہو گئی تھی کھانے پینے کی طرف توجہ نہ ہوتی رات دن عبادت میں مشغول رہتے اگر کبھی کھانے پینے کی ضرورت محسوس ہوتی تو مسافروں و مساکین کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔ اسی طرح سنت ابراہیمی زندہ کرتے۔ ان کی عبادت ضرب المثل ہو گئی تھی (بستان اولیاء) اللہ تعالیٰ اس سچے امام حق کی محبت و اتباع نصیب فرمائیں۔ آمین!

خطبہ دوم:

فضیلت شب براءت

ماہ شعبان وہ مقدس مہینہ ہے جس میں لیلۃ البراءۃ کی رات ہے۔ قرآن پاک میں اس بابرکت رات کا ذکر اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتے ہیں:

﴿حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ﴾ [سورۃ دخان پارہ ۲۵ آیت ۱ تا ۵]

ترجمہ: ”حم۔ قسم ہے اس کتاب واضح کی ہم نے اس کو (لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر) ایک برکت والی رات میں اُتارا ہے۔ ہم آگاہ کرنے والے تھے۔ اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم ہو کر طے کیا جاتا ہے۔ بے شک ہم آپ ﷺ کو پیغمبر بنانے والے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں برکت والی رات سے مراد شعبان کی پندرہویں رات ہے جس کو لیلۃ البراءۃ کہتے ہیں (عکرمہ رضی اللہ عنہ بروایت ابن جریر رحمہ اللہ) اس آیت سے اس رات کا بابرکت و مقدس ہونا معلوم ہو گیا۔ اس کی چاند کو بہت اہتمام سے دیکھنا چاہیے۔ پندرہویں شب کو عبادت کرنی چاہیے اور

پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا خلاف اولیٰ ہے تا کہ ماہ رمضان کے روزے رکھنے کے لیے ضعف وکمزوری نہ ہو جائے یوم شک میں روزہ رکھنا منع ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ ماہ شعبان کے چاند کی شمار رکھو رمضان کے لیے اس لیے کہ جب ماہ شعبان کی تاریخ صحیح ہوگی تو رمضان کے چاند میں اختلاف نہ ہوگا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ شعبان کے مہینہ کے چاند کا جتنا خیال فرماتے تھے اتنا کسی ماہ (کے چاند کا) خیال نہ فرماتے تھے۔ (ابوداؤد)

فضیلت شب براءت:

حضور سرور دوعالم ﷺ کا ارشاد مقدس ہے کہ شعبان کی پندرھویں رات ہو تو عبادت کے ساتھ بیدار ہو اور اس کے درمیان روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات غروب آفتاب کے وقت ہی سے آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہے کوئی مغفرت وبخشش کا خواستگار کہ میں اس کو بخش دوں، کوئی روزی کا طلبگار کہ میں اس کو روزی دوں، کوئی ہے مصیبت زدہ کہ میں اس کو عافیت دوں (جب وہ عافیت کی دعا مانگے) صبح صادق تک اسی طرح اعلان رحمت ہوتا رہتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس رات حضور اکرم ﷺ کو سجدہ میں یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِعَفْوِکَ مِنْ عِقَابِکَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْکَ جَلَّ وَجْھُکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ)). [بیہقی]

حضور اکرم ﷺ کی دعائیں بھی انتہائی جامع ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تیرے عتاب سے تیری عافیت کی پناہ مانگتا ہوں اور تیری ناراضگی سے تیری رضامندی کی پناہ مانگتا ہوں اور میں تجھ سے پناہ کا خواستگار ہوں تیری شان واضح ہے میں تیری تعریف کا حق ادا نہیں کر سکتا جیسے تو اپنی تعریف خود کر سکتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ صبح کو میں نے آپ ﷺ سے اس دعا کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے عائشہؓ! اس کو سیکھ لے اور دوسروں کو سکھا دے اور اسے سجدہ میں بار بار پڑھو۔

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس رات لکھ لیے جاتے ہیں جتنے اس

سال پیدا ہونے والے ہوتے ہیں اور جو اس سال مرنے والے ہوتے ہیں اسی طرح رزق وغیرہ سے متعلق فیصلے لکھے جاتے ہیں۔ (بیہقی)

تشریح: اگرچہ انسانوں کی موت وحیات صحت وبیماری، عزت وذلت، روزی کی تنگی ووسعت پہلے سے لوح محفوظ میں سب لکھا ہوا ہے مگر اس رات کو لکھ کر ان امور پر مقررہ فرشتوں کے حوالے کیے جاتے ہیں۔

قادر قدرت توداری برکمال ☆ انت ربی انت حسبی ذوالجلال

اے قادر مطلق تو ہر کمال پر قادر ہے تو ہی میرا رب ہے مجھے کافی ہے شان والا ہے۔

اے خدا قربان احسانت شوم ☆ کان احسانی بقربانت روم

اے اللہ تیرے احسانات اور ان احسانات کے خزانوں پر قربان ہو جاؤں۔

معدنی احسان و ابر کرم ☆ فیض تو چوں ابر ریزاں بر سرم

آپ کے انعامات کے خزانے اور آپ کا فیض کرم بادل کی طرح ہمارے سروں پر برس رہے ہیں۔

از عدم داری بہشتی ارتقا ☆ زاں سپس ایمان و نور اہتداء

آپ نے عدم سے ہمیں بہشتی ارتقاء عطا فرمایا اور پھر نور ہدایت بھی بخشا۔

اے خدا احسان تو اندر شمار ☆ کی تنانم بازبان صد ہزار

اے بارالٰہ آپ کے احسانات وانعامات اتنے بے شمار ہیں کہ ایک لاکھ زبانیں ہوں پھر بھی ہم شمار نہیں کر سکتے۔

یا کریم العفو ستار العیوب ☆ انتقام از مکش اندر ذنوب

اے بہترین معاف فرمانے والے عیوب پر پردہ ڈالنے والے ہمارے گناہوں کی وجہ سے گرفت نہ فرما۔

محروم لوگ:

حضور انور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس مبارک رات میں بھی بعض محروم وبدقسمت لوگوں کی بخشش نہیں ہوتی ان میں سے ایک مشرک ہے دوسرا کینہ رکھنے والا آدمی اسی طرح ناحق قتل کرنے والا، قطع رحمی کرنے والا اور متکبر کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، ماں باپ کا نافرمان، شراب پینے والا، علماء فرماتے ہیں کہ اس رات صغیرہ گناہ تو معاف ہو جاتے ہیں مگر کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔

ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ اس رات اللہ تعالیٰ بے شمار لوگوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

شب براءت کی وجہ تسمیہ:

براۃ کا معنی آزادی وخلاصی کے ہیں اس رات کو شب براۃ اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت بے شمار لوگوں کے جہنم سے براۃ وخلاصی کے فیصلے فرماتے ہیں۔ مگر بعض لوگ اس کو بارات کی رات سمجھتے ہیں کہ خوشی ودھوم دھام کی رات چراغاں کرنے، کھانے پینے کی رات ہے یا آتش بازی وغیرہ کی رات ہے۔ یہ بالکل غلط ہے شب براءت میں قبرستان جانا دوسرے اوقات میں جانے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اس لیے اس رات قبرستان میں جا کر اپنے لیے اور مسلمانوں کے لیے مغفرت کی دعا کرو اپنی موت کو یاد کرے اور آخرت کی تیاری کی فکر کرے۔ (تحفہ عالمگیری)

مگر بعض مقامات قبرستانوں میں بھیڑ بھاڑ ہوتی ہیں قبرستان میں چراغاں کیا ہوتا ہے اور قوالیاں وغیرہ ہورہی ہوتی ہیں کھانا پینا جاری ہوتا ہے۔ یہ سب ممنوعات ہیں۔ حضور اقدس ﷺ سے اس قدر ثابت ہے کہ آپ ﷺ اس رات جنت البقیع قبرستان میں تشریف لے گئے اور اہل قبرستان کی مغفرت کی دعا فرمائی۔

ماہ شعبان کی رسومات:

حضرت تھانوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور سرور دو عالم ﷺ کا دندان مبارک جب شہید ہوا تھا تو آپ ﷺ نے حلوہ نوش فرمایا تھا یہ بالکل موضوع اور غلط قصہ ہے اس کا اعتقاد کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ عقلاً بھی ممکن نہیں اس لیے کہ یہ واقعہ شوال میں ہوا نہ کہ شعبان میں۔

(۱) بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی ہے یہ انکی فاتحہ ہے یہ بھی محض بے اصل ہے اور اول تو تعین تاریخ کی ضرورت نہیں۔ دوسرے یہ واقعہ خود غلط ہے آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی شوال میں ہوئی تھی۔ شعبان میں نہیں ہوئی۔

(۲) بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب براءت وغیرہ میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لیے کچھ پکایا نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا مخفی معاملہ بجز دلیل نقلی کے اور کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا اور وہ یہاں ندارد ہے۔

(۳) بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب شب براءت سے پہلے کوئی مرجائے تو جب تک اس کے لیے فاتحہ شب براءت نہ کیا جائے وہ مردوں میں شمار نہیں ہوتا یہ بھی محض تصنیف یاراں ہے اور بالکل لغو ہے بلکہ رواج ہے اگر تہوار سے پہلے کوئی مرجائے تو کنبہ بھر میں پہلا تہوار نہیں ہوتا۔ حدیثوں میں صاف ذکر

ہے کہ جب مردہ مرتا ہے تو مرتے ہی اپنے جیسے لوگوں میں جا پہنچتا ہے یہ نہیں کہ شب براءت تک انکا رہتا ہے۔

(۴) حلوے کی رسم ایسی ہے کہ بدوں اس کے سمجھتے ہیں کہ شب براءت ہی نہیں ہوئی اس پابندی میں اکثر فساد عقیدہ بھی ہو جاتا ہے کہ اس کو مؤکد ضروری سمجھتے ہیں۔ فساد عمل بھی ہو جاتا ہے۔ فرائض و واجبات سے زیادہ اس کا اہتمام کرنے لگتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور خرابی یہ بھی ہے کہ ثواب وغیرہ کچھ مقصود نہیں ہوتا ہے۔ خیال ہو جاتا ہے کہ اگر اب کے نہ کیا تو لوگ کہیں گے کہ اب کی خست اور ناداری نے گھیر لیا ہے اس الزام کو رفع کرنے کے لیے جس طرح بن پڑتا ہے مر مار کر کرتا ہے۔ ایسی نیت سے صرف کرنا محض اسراف و تفاخر ہے۔ جس کا گناہ ہونا بارہا ذکر ہو چکا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے لیے قرض سودی لینا پڑتا ہے یہ جدا گناہ ہے۔

(۵) جو لوگ مستحق اعانت ہیں ان کو کوئی بھی نہیں دیتا یا ادنیٰ درجہ کا پکا کر ان کو دیا جاتا ہے۔ اکثر اہل ثروت و برادری کے لوگوں کو بطور معاوضہ کے دیتے لیتے ہیں اور نیت اس میں یہی ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے ہمارے پاس بھیجا ہے اگر ہم نہ بھیجیں گے تو وہ کیا کہے گا غرض اس میں بھی ریا و تفاخر ہو جاتا ہے۔

(۶) ایک خرابی یہ بھی ہے کہ بعض لوگ شب بیداری کے لیے فرائض کی طرح اس میں لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں ہر چند کو اجتماع سے شب بیداری سہل تو ہو جاتی ہے مگر نفلی عبادت کے لیے لوگوں کو ایسے اہتمام سے بلانا اور جمع کرنا یہ خود خلاف شریعت ہے البتہ اتفاقاً کچھ لوگ جمع ہو گئے اس کا مضائقہ نہیں۔ بعض لوگوں نے اس میں برتنوں کا بدلنا اور گھر بسنا اور خود اس شب میں چراغاں کرنے کی عادت کر لی ہے۔ یہ رسم بالکل کفار کی نقل ہے اور حدیث تشبہ سے حرام ہے اور بدعت شنیعہ میں سے وہ رسم ہے جس کا اکثر بلاد ہند میں لوگوں نے رواج دے رکھا ہے یعنی چراغاں کرنا اس پر فخر کرنا اور آتش بازی کے ساتھ لہو و لعب کے لیے جمع ہونا یہ ایسی چیز ہے جس کا کسی معتبر کتاب میں ثبوت نہیں۔ اس بارے میں کوئی ضعیف و موضوع روایت بھی نہیں ہے نہ اس کا بلاد ہند کے علاوہ کسی ملک میں رواج ہے کیونکہ ہندوستان میں عموماً رسم بدعیہ زمانہ کفر ہی کی باقی ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ کفار کے میل جول کرنے اور کفار کی نسل سے باندیاں اور بیویاں رکھنے سے پھیل گئی ہیں۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ روشنی کی بدعت اول برامکہ سے شروع ہوئی، وہ لوگ آتش پرست تھے پس جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے اسلام میں وہ بات داخل کر لی جس کو اپنی ملمع سازی سے اسلامی طریقہ قرار دے دیا اور اس سے ان کی اصل غرض صرف آتش پرستی تھی جب کہ مسلمانوں کے ساتھ ان چراغوں کی طرف سجدہ کرتے تھے (یعنی

مسجد میں صف سے آگے چراغ ہوں گے تو آتش پرستی بھی ہو جائے گی۔ نعوذ باللہ منہ مسلمان ہو کر بھی شرک کا روگ دلوں میں رہا) اور پھر اس کو جاہل اماموں نے صلوۃ غائب وغیرہ کی طرح عوام کو جمع کرنے کا اور ریاست وجاہت حاصل کرنے کا جال بنالیا اور قصہ خوانوں نے اپنی مجلسوں کو اس کے ذکر سے پر کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ روشنی اور آتش بازی کی رسم قبیح اسراف ہے، بے جا وغیرہ کی وجہ سے سخت حرام ہونے کے علاوہ رسوم شرکیہ میں سے ہیں اور جو شخص رسوم شرکیہ کا ارتکاب کرے اس کے متعلق بموجب حدیث ((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) کے تحت اندیشہ ہے کہ ان مشرکین کے ساتھ ان کا حشر ہو جنہوں نے یہ رسوم شرکیہ جاری کی تھیں۔ کیا اب بھی لوگ ان خرافات سے باز نہ آئیں گے؟ حق تعالیٰ تمام رسوم بدعیہ وشرکیہ کو دنیا سے جلد مٹادے اور اسلامی سنت کو جاری فرمائیں۔

(بارہ مہینوں کے فضائل)

آتش بازی کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس سے ہر سال آگ لگنے کی وجہ سے کئی لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں اور اس کا گناہ انہی لوگوں پر ہے جو آتش بازی کرتے ہیں اور جو لوگ اپنی اولاد کو پیسے دیتے ہیں وہ بھی اس گناہ میں برابر کے شریک ہیں نیز رات کو زور دار دھماکوں کی وجہ سے لوگوں کے آرام حرام ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ اس کے علاوہ بعض لوگ مساجد میں لاؤڈ سپیکر پر شبینہ کراتے ہیں جس میں کئی خرابیاں ہیں ایک تو یہ کہ نوافل کی جماعت کرانا غلط ہے۔ دوسرے فضول خرچی کرنا چراغاں وغیرہ کرتے یہ بھی غلط ہے تیسرے قرآن پاک زور سے پڑھا جاتا ہے۔ جس کو گھروں میں موجود لوگ اپنی ضروریات وکام کاج کی وجہ سے نہیں سنتے اس سے قرآن پاک کی بے ادبی ہوتی ہے۔ یہ بھی منع ہے۔ بعض لوگ جاگتے تو ہیں مگر ساری رات مساجد میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں یہ بھی گناہ ہے۔ بعض لوگ ایسے موقع پر رسالے وکتابیں چھاپ کر یا چھپوا کر تقسیم کرتے ہیں جس میں فضائل سے متعلق موضوع و من گھڑت چیزیں لکھی ہوتی ہیں۔ ان رسالوں میں عجیب قسم کی نوافل اور ان کے فضائل درج ہوتے ہیں جو کسی مستند کتاب میں نہیں ہیں ان کتابوں کو دیکھ کر بعض لوگ اسی طرح عبادت کرتے ہیں اس کے بعد وہ مطمئن ہو جاتے ہیں کہ اب ہمیں کسی عبادت کی مشقت اٹھانے کی ضرورت کیا ہے۔ یہ بھی غلط ہے اگر ایسا ہوتا تو خود سرکار دو عالم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساری زندگی مستقل عبادت کیوں کرتے اعاذنا اللہ۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس رات سیدھی سادی نوافل ادا کریں، تلاوت کریں، ذکر کریں، درود شریف پڑھیں استغفار کریں اور کوئی مخصوص نوافل نہیں ہیں۔ یہ سب تراشیدہ

چیزیں ہیں سیدھی سادی سنت پر عمل کریں بدعات وخرافات سے بچیں۔

حقیقت خرافات میں کھو گئی ☆ اُمت روایات میں کھو گئی
ہر گز بمنزل نہ رسی اے اعرابی ☆ کہیں راہ کہ تو روی بترکستان است
خلاف پیغمبر ﷺ کسے رہ گزید ☆ کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید
مادر بہات نفس شناعت ☆ زانکہ آں بت مارو ایں بت اژدہات
ہر نفس مکرے و در ہر مکرزاں ☆ غرق صد فرعون بافرعونیاں
بت شکستن سہل باشد نیک سہل ☆ سہل دیدن نفس راجہل است

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ تمام بتوں کی اصل نفس ہے۔ ہر سانس فکر ہے اور ہر فکر میں سینکڑوں فرعون بمعہ ہمراہیوں کے غرق ہو گئے یعنی نفس کے بڑے مکروفریب ہیں۔

بت پتھر کا توڑنا آسان ہے مگر نفس کو معمولی جاننا نادانی و جہالت ہے۔

اوّل نفس انسان کو نیکی کرنے نہیں دیتا جب انسان نیکی کر لیتا ہے تو نفس وشیطان اس نیکی کو بھی برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بدعات وخرافات میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ پھر یہ کہ نیکی کرنے سے زیادہ گناہ سے بچنے کی ضرورت ہے کیونکہ تھوڑی سی برائی بھی نیکی کو برباد کر دیتی ہے۔ جیسے ایک آدمی دو کلو دودھ پی لے اور اچھی خوراک بھی کھائے مگر تھوڑا سا زہر بھی کھا لے تو اس کے اچھے کھانے بھی اس کے لیے وبال بن جائیں گے۔ اس لیے نیکی خواہ تھوڑی کیوں نہ ہو مگر سنت کے موافق ہو یعنی اللہ کے حکم کے مطابق اور حضور اکرم ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو ورنہ نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہو جائے گا۔

شبِ براءت کے بارے میں الفاظِ حدیث:

((عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قُوْمُوْا لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَاِنَّہٗ لَیْلَةٌ مُّبَارَکَةٌ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ فِیْھَا ھَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَہٗ......))

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے شعبان کی پندرہویں کو عبادت کے ساتھ قائم رکھو کیونکہ وہ بابرکت ہے اللہ اس میں فرماتے ہیں کہ ہے کوئی مغفرت کا طلبگار کہ ہم اس کو بخش دیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس رات یہ دعا سجدہ سے اُٹھ کر مانگی۔

((اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ قَلْبًا نَقِیًّا مِنَ الشِّرْکِ بَرِیًّا لَا کَافِرًا وَّلَا شَقِیًّا)).

ترجمہ ''اے اللہ مجھے صاف و پاک دل عطا فرما کہ اس میں شرک نہ ہو اور کافر و بد بخت نہ ہو۔''

ایک حدیث میں ہے کہ اس مبارک رات میں اللہ تعالیٰ بنی کلب کی بکریوں پر موجود بالوں کے برابر لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔

ضروری بات:

اس بابرکت رات عبادت کر کے مطمئن ہو کر بیٹھ نہیں جانا چاہیے بلکہ اللہ کی اطاعت و بندگی میں لگے رہنا چاہیے اپنی زبان کو ذکر اللہ سے تر رکھنا چاہیے دست بکار دل بیار کا مصداق ہونا چاہیے اور اللہ کا خوف دل میں ہو۔ ہر وقت موت کا استحضار ہو۔ اپنے آپ کو بہت بڑا پارسا نہیں سمجھنا چاہیے۔ دنیا کی فنا کا ہر وقت استحضار ہو۔ صحابہ کرام ﷺ اور بزرگوں کے حالات پڑھتے رہنا چاہیے تاکہ اپنی کمزوری نظر آئے۔ بزرگوں کی کچھ حکایات لکھی جاتی ہیں تاکہ ہمارے اندر بھی نیک اعمال کی ترغیب پیدا ہو اور برے اعمال سے بچنے کی فکر پیدا ہو۔

حکایت حضرت ابوزرعہ رازیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں ان سے پوچھا گیا آپ کو کیسے معلوم ہوا تو کہا میں نے ان سے ابواب حدیث حاصل کیے ہیں۔

حضرت نوح ابن حبیبؒ فرماتے ہیں میں نے ۱۹۸ ہجری میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو مسجد خیف میں دیکھا آپ اس کے مینار سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے اور اصحاب حدیث آپ کے پاس آتے تھے اور آپ ان کو فقہ اور حدیث کی تعلیم دیا کرتے تھے اور حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد دن رات میں تین سو رکعات نماز پڑھتے تھے۔

ابن حبان نے ثقات کے بیان میں لکھا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ حافظ حدیث تھے، متقی تھے، فقیہ تھے، پرہیزگار تھے، عبادت پر مداومت کرنے والے تھے ان کی وجہ سے حق تعالیٰ نے اُمت محمدیہ ﷺ کی فریاد رسی فرمائی کیونکہ مصیبت اور محنت میں ثابت قدم رہے اور اپنی جان اللہ کی راہ میں فدا کی حتیٰ کہ قتل کے ارادے سے آپ کو کوڑے مارے گئے اور اللہ نے آپ کو کفر سے بچا لیا اور آپ کو ایسی علامت بنایا جس کی اقتدا کی جائے اور ایک پناہ گاہ بنایا جس کی پناہ لی جائے۔ ابوالحسن ابن زاغونیؒ فرماتے ہیں کہ جب شریف ابوجعفر ابن ابو موسیٰ کو حضرت احمد بن حنبلؒ کے پہلو میں دفن کیا گیا تو آپ کی قبر کھل گئی تو دیکھا گیا آپ کا کفن بالکل صحیح سلامت تھا۔ پرانا بوسیدہ نہیں ہوا تھا اور آپ کا پہلو بھی تغیر نہیں

ہوا تھا اور یہ واقعہ حضرت احمد بن حنبل کی وفات سے دوسوتیس سال کے بعد واقع ہوا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت مطروراق فرماتے ہیں کہ جابر بن زید ایک شخص بصرہ کے رہنے والے تھے۔ جب حضرت حسن بصریؒ ظاہر ہوئے تو معلوم ہوا کہ گویا ایک شخص آخرت میں تھا جو آ کر وہاں کی معائنہ کی ہوئی اور دیکھی ہوئی خبر سنا رہا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ امام تھے فقیہ اور مجتہد تھے سنت رسول اللہ ﷺ کو جاننے والے بڑی شان والے تھے، جری اور مضبوط دل رکھنے والے تھے، حجت تھے، حافظ تھے، اللہ تعالیٰ کے مطیع عابد تھے، اور اس کی جانب رکوع کرنے والے، توبہ کرنے والے۔

معاویہ بن صالحؒ فرماتے ہیں کہ مجھ کو سعید بن سویدؒ نے خبر دی ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے نماز جمعہ پڑھائی اور پھر بیٹھے ان کے کرتہ کے گریبان میں پیوند لگا تھا آپ سے کہا گیا کہ آپ کو اللہ نے بہت کچھ مال عطا کیا ہے اگر آپ لباس بناتے تو اچھا تھا۔

فوائد: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دنیا کو ترک کیا اور زہد اختیار کیا۔ آخرت کی زندگی کو دنیا کی زندگی پر ترجیح دی۔ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیا۔ ظلم کو ختم کیا۔

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ لوگ مجھے زاہد کہتے ہیں واقع میں زاہد تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں ان کے پاس دنیا آئی اور انہوں نے ترک کر دی۔

حضرت یحیٰ قطانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اعمشؒ اسلام کی علامت تھے اور حضرت جریؒ کہتے ہیں حضرت اعمشؒ نے اپنے پیچھے اپنے سے زیادہ اللہ کی عبادت کرنے والا نہیں چھوڑا اور حضرت وکیعؒ نے فرمایا حضرت اعمشؒ ستر سال کے قریب ایسے رہے کہ ان سے تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔

حضرت ابوغسان مطرف فرماتے ہیں کہ مجھے ابو عازمؒ نے خبر دی فرمایا جب بندہ اپنے اور اپنے پروردگار کے درمیان کا تعلق ٹھیک اور اچھا کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا تعلق لوگوں کے ساتھ بھی اچھا فرما دیتے ہیں اور جب اللہ کے اور اپنے درمیان کا تعلق بگاڑ لیتا ہے تو اللہ اس کے اور لوگوں کے درمیان کے تعلقات بھی بگاڑ دیتے ہیں۔ ایک کا راضی اور خوش کر لینا سارے لوگوں کے خوش کرتے پھرنے سے اچھا ہے۔

منقول ہے کہ کسی بزرگ کا ایک شاگرد جوان تھا اس کی تعظیم وہ بہت کرتے اور اس کو اوروں پر فضیلت دیتے۔ ان کے مریدوں نے عرض کیا کہ آپ اس کی تعظیم کیا کرتے ہیں حالانکہ وہ جوان ہے

اور ہم بوڑھے ہیں۔ انہوں نے چند پرندے منگوائے اور ایک ایک مرید کو ایک ایک جانور اور ایک ایک چھری دی اور کہا کہ اس کو ایسی جگہ ذبح کرنا کہ کوئی نہ دیکھے اور اس جوان سے بھی یہی کہا تو سب مرید اپنا اپنا پرندہ ذبح کر لائے اور وہ نوجوان زندہ ہی واپس لے آیا۔ شیخ نے پوچھا کہ تو نے اپنے ساتھیوں کے موافق ذبح کیوں نہ کیا۔ اس نے کہا مجھ کو ایسی جگہ کوئی نہ ملی جہاں کوئی نہ دیکھے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ہر جگہ دیکھتا تھا۔ سب مریدوں نے اس کے مراقبے کی تعریف کی اور اس کی فضیلت کے معترف ہوئے۔

عبداللہ بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ معظمہ جانے کے واسطے نکلا آخر شب میں کسی جگہ اترے آپ رضی اللہ عنہ کی ملاقات ایک چرواہے سے ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ ان بکریوں میں سے ایک بکری میرے ہاتھ بیچ ڈال۔ اس نے کہا کہ مجھے تو اس کا اختیار نہیں کیونکہ میں تو غلام ہوں۔ یہ مال میرے آقا کا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارا آقا کون سا دیکھ رہا ہے۔ اس کو کہہ دینا کہ ایک بکری کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ غلام نے کہا کہ اس دنیا کے عارضی و مجازی آقا کے سامنے تو یہ عذر کر دوں گا مگر کل قیامت کو اس حقیقی مالک و آقا کے سامنے کیا بہانہ کروں گا اس کی یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو دئیے پھر آپ رضی اللہ عنہ اس غلام کے ساتھ اس کے آقا کے پاس گئے اور اس کو خرید کر آزاد کر دیا اور فرمایا کہ تیری اس ایمانداری نے تجھے آزادی دلائی اور مجھے اُمید ہے کہ قیامت میں بھی تجھے اللہ دوزخ سے آزاد کر دے گا۔

حضرت صفیہؒ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے شکایت کی کہ میرا دل سخت ہے کوئی تدبیر بتائیں کہ نرم ہو جائے۔ آپؓ نے اس کو فرمایا کہ موت کو یاد کیا کر تیرا دل نرم ہو جائے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور نرم دل ہو گئی۔ پھر حضرت عائشہؓ کی شکر گزاری کے لیے آئی۔

حضرت بی بی شعوانہؒ اپنی دعا میں یوں کہا کرتیں کہ الٰہی مجھے تجھ سے ملنے کا نہایت شوق ہے اور تیرے بدلہ دینے کی بڑی توقع ہے تو وہ کریم ہے کہ تیرے یہاں توقع کرنے والوں کی اُمید نہیں ٹوٹتی نہ مشتاقوں کا شوق میرے یہاں بے کار ہوتا ہے الٰہی اگر اب میری موت ہو اور کسی عمل نے مجھ کو تجھ سے نزدیک نہ کیا ہو تو اپنی بیماریوں کے ذریعے گناہوں کا اقرار کرتی ہوں۔ پس اگر تو معاف فرمائے گا تو تجھ سے بہتر اور کون ہے جو ایسا کرے اور اگر تو عذاب دے گا تو تجھ سا عادل تر کون ہے۔ الٰہی! میں نے جو اپنی نفس کے لیے نظر کی تو اس پر ستم کیا اب اس کے واسطے تیرا حسن ظن رہا ہے اگر تو اس کا مطلب پورا نہ فرمادے گا تو اس کی خرابی ہے اور تباہی ہے۔ الٰہی تو میری زندگی بھر مجھ پر احسان کرتا رہا تو اس احسان کو

موت کے بعد قطع مت فرما اور جو شخص میرا ایام حیات میں محسن رہا اس سے مجھے اُمید ہے کہ مرنے کے بعد بھی مجھ پر (ایصال ثواب وغیرہ کے ذریعہ) موت کے بعد بھی احسان کرے گا۔الٰہی! تو میری زندگی میں ہمیشہ مجھ پر احسان فضل فرماتا رہا تو مرنے کے بعد تیرے حسن سلوک سے کیسے میں مایوس ہوں۔ الٰہی! اگر میرے گناہوں نے مجھ کو ڈرایا ہے تو جو محبت مجھ کو تجھ سے ہے اس نے اطمینان دلایا ہے۔ پس میرے معاملہ کو اس طرح بھگتا جو تیری شان کے موافق ہو اور اپنا فضل مکرر فرما اس شخص پر جو جہل میں مغرور ہے۔ الٰہی! اگر تجھ کو میری رسوائی منظور ہوتی تو مجھ کو ہدایت نہ فرماتا اور اگر میری فضیحت و ذلالت مقصود ہوتی تو پردہ پوشی کیوں کرتا پس جس سبب سے تو نے ہدایت عطا فرمائی اس سے مجھ کو فیض یاب فرما اور جس باعث پردہ پوشی فرمائی اسی کو ہمیشہ جاری فرما الٰہی مجھے یہ امید و توقع نہیں کہ جس مطلب میں میں نے اپنی عمر کاٹی اس کو تو نامنظور فرما کر مجھ کو ہٹا دے گا۔ الٰہی! اگر میں نے گناہ نہ کیا تو تیرے عذاب سے کیوں ڈرتی۔ اگر تیرا اکرم نہ پہنچا تو تیرے ثواب کی توقع کیوں کرتی۔

حضرت سریؒ کہتے ہیں کہ میں نے جرجانیؒ کے پاس ستو دیکھے کہ رو کھے پھانک رہے تھے۔ میں نے کہا آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا کہ میں نے لقمہ چبانے اور ستو پھانکنے کا حساب لگایا تو ستر مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار چبانے میں زیادہ دیر لگتی ہے اسی لیے چالیس برس سے میں نے روٹی کھانی چھوڑ دی۔

فوائد: ان بزرگوں کی طرح تو ہم نہیں بن سکتے بہرحال اپنی کمزوری و گنہگار ہونے کا احساس ہی اگر ہو جائے اور گناہ چھوڑ دیں اور فرائض بجالاتے رہیں اور اللہ کی نعمتیں استعمال کر کے شکر کرتے رہیں اور ملی ہوئی روزی پر قناعت کریں تو اُمید ہے اللہ ہمیں بخشش دیں گے اور اگر ہم گناہوں کو گناہ بھی نہ سمجھیں اور ہمیں ندامت بھی نہ ہو بلکہ بے دینی و گمراہی کو صحیح راستہ سمجھیں تو پھر خطرہ ہے کہ ہم دنیا میں بھی برباد ہوں گے اور آخرت میں بھی خسارہ میں رہیں گے۔ اللہ ہم کو صحیح دین کی سمجھ پیدا کرے۔

فَسُبْحَانَ مَنْ اَبْدلٰی جَمِیْلَ جَمَالِهٖ عَلٰی ☆ عَبْدِهٖ لُطْفًا وَجُوْدَ جَوَادِهٖ
وَاَخْفَی الْمَسَاوِیْ وَالْعُیُوْبَ تَكَرُّمًا ☆ وَحِلْمًا تَعَالٰی سَاتِرٌ لِلْعِبَادِهٖ

پاک ہے وہ ذات جو اپنے عمدہ جمال کو ظاہر کرتا ہے اپنے بندہ پر مہربانی سے، وہ کریم کی بخشش ہے اور اپنے بندہ کے عیوب اور گناہ اپنے کرم سے پوشیدہ رکھتا ہے اور وہ بہت بڑا حلیم، بردبار بندوں کے گناہوں کا پردہ پوش ہے۔

یارب العالمین ہمیشہ اپنی محبت نصیب فرما اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت و اطاعت نصیب فرما۔

آمین!

دل میں تیری یاد، لب پہ نام ہو ☆ عمر بھر اب تو یہی بس کام ہو
مجھ گدا کو بھی بحق شاہ دیں ☆ بخش یا ربّ دولت صدق و یقیں
بہر حق سید خیر البشر ☆ خاتمہ کردے میرا ایمان پر
جس گھڑی نکلے بدن سے مرے جاں ☆ کلمہ توحید ہو ورد زباں
سینکڑوں کو تو کرے گا جنتی ☆ ایک یہ نااہل بھی ان میں سہی
(حضرت مجذوبؒ)
دستگیری کر مری جس کا توشہ ہے قلیل ☆ صدق سے در پر تیرے آتا ہے مفلس یا جلیل

آمین یا ربّ العالمین!

خطبہ سوم:

زکوٰۃ کے فضائل وفوائد

ماہ شعبان شب براءت کے دن ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان منظور ہوئی۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک آزاد مملکت عطا فرمائی تاکہ وہ اس ملک میں اللہ تعالیٰ کے قانون کو نافذ کریں اور ایک مثالی معاشرہ قائم کریں۔ اس کے متعلق بھی بتایا جائے گا اس کے علاوہ پہلے نماز کا بیان شب معراج کے حوالے سے ہو چکا ہے تو اب شب براءت کی مناسبت سے زکوٰۃ کا بیان ہوگا کیونکہ نماز کے بعد زکوٰۃ کا نمبر آتا ہے۔ زکوٰۃ کا حکم بندوں پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ خود ہی مال عطا فرمایا اور اپنے دیئے ہوئے میں سے کچھ اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا تاکہ اس کا بدلہ مزید دنیا و آخرت میں دیا جائے۔ زکوٰۃ بہت بڑا فریضہ ہے کہ اس کا ادا کرنا اطاعت خداوندی ہے۔ اس کے علاوہ دنیا و آخرت کے بے شمار فوائد بھی ہیں۔ یہ کوئی تاوان یا ٹیکس نہیں بلکہ نعمت خداوندی ہے۔

فرضیتِ زکوٰۃ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾

[پارہ ۲۹ سورۃ مزمل آیت ۲۰]

ترجمہ: ”اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کو اچھی طرح قرض دو۔“

ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾

[پارہ ۲۷ سورۃ حدید آیت ۱۰]

ترجمہ: ''کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو، حالانکہ آسمان وزمین سب آخر میں اللہ ہی کے رہ جائیں گے'' اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ﴾

[پارہ ۳ آیت ۲۶۷ سورۃ بقرہ]

ترجمہ: ''اے ایمان والو نیک کام میں خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے اور اس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کیا ہے۔''

تشریح: اللہ کا کس قدر احسان ہے کہ ہاتھ پاؤں بھی اس کے دیئے ہوئے ہیں پھر بھی فرمایا کہ جو تم اپنے ہاتھ سے کسب کرتے ہو اس میں سے خرچ کرو اور اس میں سے جو ہم زمین سے نکالتے ہیں فی الواقع اگر دیکھا جائے تو ایک پتہ بھی اللہ کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا۔

زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں کے خلاف جہاد کا حکم ہے جب تک توبہ نہ کریں سورۃ توبہ میں ایک آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ منکرین زکوٰۃ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اصل رشتہ ایمان کا رشتہ ہے کیونکہ یہ ہمیشہ کے لیے ہے باقی تمام رشتے و تعلقات فانی و عارضی ہیں۔

غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے ☆ فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے ☆ اقامت مسافر کی رحلت سے پہلے
فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت ☆ جو کرنا ہے کرلو کہ تھوڑی ہے مہلت
منت منہ کی خدمت سلطاں ہمیں کنم ☆ منت شناس ازو کہ بخدمت بداشت
(رومیؔ)

اللہ کے بندہ پر اس قدر انعامات و احسانات ہیں کہ چاہیے تو یہ تھا کہ انسان ہر وقت سجدہ میں پڑا رہے پھر بھی اس کا شکر ادا نہ ہو اور ایک جان کیا لاکھوں جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے قربان کی جائیں تو پھر بھی حق ادا نہ ہو اس کے باوجود بھی اللہ کا کس قدر انسانوں پر کرم ہے کہ حکم بالکل آسان اور معمولی دیتا ہے اور اس پر بھی مزید دینے کے وعدے فرمائے ہیں۔ اب بھی انسان اس کا حکم بجا نہ لائے تو اس سے بڑی بد قسمتی اور کیا ہوگی۔ زکوٰۃ کو دیکھیں کہ مال اللہ کا دیا ہوا ہے فرمایا اس میں سے معمولی سا

چالیسواں حصہ میرے نام پر خرچ کرو میں مزید مال عطا کروں گا اور آخرت میں بے حد اجر و بدلہ دوں گا۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی ☆ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اللہ تعالی نے اپنی قدرت سے انسان کو وجود بخشا کیسا خوبصورت جسم عطا فرمایا کہ ساری دنیا کے انسان مل کر اللہ کے بنائے ہوئے اعضاء کی طرح کوئی ایک چھوٹے سے چھوٹا عضو بھی نہیں بنا سکتے۔ پھر اللہ نے زمین کے خزانوں اور اس کے وسیلوں اور سرچشموں سے فائدہ اٹھانے کی طاقت بخش دی۔ اللہ نے زمین کو نرم و ہموار بنایا اور زمین میں موجود خزانوں اور تمام معدنیات سے فائدہ اُٹھانے کا شوق پیدا فرمایا۔ ایک آیت کا مفہوم یہ ہے کہ بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت دی ہے۔ یعنی تمام مخلوق میں سے انسان کو برتری دی خوبصورت شکل دی عقل و فہم عطا فرمائی اور ہم نے انہیں خشکی و دریا دونوں میں سوار کیا (یعنی بر و بحر دونوں انسان کی خدمت میں لگا دیئے) اور ہم نے ان کو نفیس چیزیں عطا کیں (یعنی انسان کی غذا باقی تمام جانوروں کی غذا سے بہتر ہے اور نفیس و عمدہ ہے) اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر بڑی فضیلت دی ہے۔

سورۃ واقعہ میں فرمایا: "اچھا پھر یہ بتاؤ کہ جو کچھ تم بوتے ہو (بیج وغیرہ) اسے تم اُگاتے ہو یا (اس کے) اُگانے والے ہم ہیں اگر ہم چاہیں تو اس (پیداوار) کو چورا چورا کر دیں پھر تم حیرت کرنے لگو (اب کی تو) ہم پر تاوان پڑ گیا بلکہ ہم (بالکل ہی) محروم رہ گئے اچھا یہ بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا (اس کے) برسانے والے ہم ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اس کو کڑوا کر ڈالیں تو تم شکر کیوں نہیں کرتے اچھا پھر یہ بتاؤ جس آگ کو تم سلگاتے ہو اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔ ہم نے اس کو یاد دہانی کی چیز اور مسافروں کے نفع کی چیز بنایا ہے۔"

زکوۃ نہ دینے کا نقصان:

ایک آیت میں اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے کہ "اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہو اور اپنے کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو اور اچھے کام کرتے رہو یقیناً اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" (سورۃ بقرہ) یعنی خرچ کرتے رہنے سے برکت ہوگی مال میں اضافہ ہوگا۔ دنیا میں غور سے دیکھیں جو چیز بھی خرچ ہوتی ہے اس میں اضافہ ہوتا ہے کمی نہیں ہوتی جیسے پانی ہوا، گندم اسی طرح جان جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے ان میں برکت و اضافہ رہتا ہے جیسے بکریاں، گائیں وغیرہ اس کے بالمقابل جن جانوروں کی قربانی نہیں وہ کم سے کم تر ہیں۔ حالانکہ وہ قربان بھی نہیں ہوتے کٹتے بھی نہیں۔ جو پانی چلتا

بہتا رہا ہے وہ صاف وشفاف ہوتا ہے کیونکہ وہ خرچ ہوتا ہے اور جو کھڑا ہو جاتا ہے اور خرچ نہیں ہوتا اس میں بدبو وغیرہ ہو جاتی ہے۔

صحابہ کرام ﷺ کا ایثار:

صحابہ کرام ﷺ نے اپنے جان و مال صحیح معنی میں راہ خدا میں لٹا دیئے اسی لیے دنیا و آخرت کے اعتبار سے کامیاب ہو گئے اس کی ایک مثال دیکھیے کہ جنگ بدر سے قبل حضور ﷺ کو قریش کے حملہ کرنے کی اطلاع ملی آپ ﷺ نے مہاجرین سے مشورہ کیا تو انہوں نے پوری حمایت وساتھ دینے کا یقین دلایا۔ حضور ﷺ نے تین مرتبہ مشورہ کیا تینوں مرتبہ مہاجرین نے اچھا جواب دیا مگر حضور ﷺ کا روئے سخن انصار کی طرف تھا۔ اس لیے کہ انہوں نے اس بات پر آپ ﷺ سے بیعت کی تھی کہ وہ مدینہ میں رہتے ہوئے آپ ﷺ کی پوری حمایت کریں گے اور اب باہر نکل کر مقابلہ کرنے کا معاملہ تھا یکایک انصار کی جانب سے حضرت سعد بن معاذ ﷺ کھڑے ہوئے اور آگے بڑھ کر عرض کیا کہ حضور ﷺ شاید ہم انصار کی رائے لینا چاہتے ہیں میں یقین دلاتا ہوں کہ آپ ﷺ جو فرمائیں گے ہم بجا لائیں گے۔ آپ ﷺ جہاں چاہیں ہم کو لے جائیں جس سے چاہیں جوڑ دیں اور جہاں چاہیں توڑ دیں اور ہمارا مال جیسے چاہیں لے لیں جو آپ ﷺ لیں گے وہ ہمیں اس سے زیادہ عزیز جو ہمارے پاس رہے گا خدا کی قسم اگر آپ ﷺ ہمیں ''برک غمدان'' تک بھی لے جائیں تو ہم آپ ﷺ کا ساتھ دیں گے اور خدا کی قسم اگر آپ ﷺ ہمیں سمندر میں بھی کود جانے کا حکم دیں گے تو ہم سمندر میں بھی کود جائیں گے۔ صحابہ کرام ﷺ کے دلوں میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا جذبہ کتنا زیادہ تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیں۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ راوی ہیں کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے سخت بھوک اور فاقہ ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے گھر سے معلوم کرایا وہاں کھانے کو کچھ بھی نہ تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو اس شخص کی میزبانی کرے یہ سن کر حضرت ابوطلحہ انصاری ﷺ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں اس کے بعد وہ اس مہمان کو لے کر گھر گئے اور گھر والوں سے کہا کہ یہ حضور ﷺ کے مہمان ہیں جو کچھ ہو پیش کر دو گھر میں تھوڑا سا کھانا صرف بچوں کے لیے تھا انہوں نے کہا جب عشاء ہو جائے تو بچوں کو بہلا کر سلا دو اور جب وہ سو جائیں تو کھانا لے کر مہمان کے ساتھ بیٹھ جائیں گے اور تو چراغ درست کرنے کے بہانے سے اٹھ کر اس کو بجھا دینا چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا اور دونوں میاں بیوی اور بچوں نے فاقہ سے رات گزاری۔ صبح کو جب حضور ﷺ کی

خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ میاں آپ ﷺ سے بہت خوش ہیں اور آیت نازل ہوئی:

﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ [سورۃ حشر پارہ ۲۸ آیت ۹]

ترجمہ: ''اور اپنے آپ پر وہ دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود فاقے میں ہوں۔''

اگر ہمارے معاشرے میں بھی ایسے جذبے پیدا ہو جائیں تو یہاں کوئی بھیک مانگنے والا نظر نہ آئے گا مگر افسوس کہ ایک طرف تو امیروں کے کتے بھی مکھن وملائی کھاتے ہیں تو دوسری طرف غریبوں کے بچوں کو سوکھے ٹکڑے بھی پیٹ بھرنے کے لیے نہیں ملتے اس کا نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ چوری، ڈاکہ زنی، راہزنی معاشرے میں عام ہو گئے ہیں اور غریب وامیر کے درمیان جنگ برپا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں جاننا چاہیے کہ زکوۃ میں سب سے اہم مصالح دو ہیں پہلی مصلحت تہذیب نفس ہے اس لیے کہ نفس اور حرص وبخل کا چولی دامن کا ساتھ ہے حرص بدترین اخلاق میں سے ہے جو معاد میں انسان کو سخت ہلاکت میں ڈال سکتی ہے جو حریص ہو گا مرتے وقت بھی اس کا دل مال میں اٹکا رہے گا اور اس کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ اگر زکوۃ کی مشق اس کی ہو گی تو یہ حرص اس سے ختم ہو چکی ہو گی جو بالآخر اس کو نفع پہنچائے گی۔ انابت اور رجوع الی اللہ کے بعد معاد میں اخلاق میں سب سے اعلیٰ سخاوت نفس ہے۔ جس طرح رجوع الی اللہ انابت وعبودیت دعا اور تضرع سے عالم جبروت سے مناسبت اور قرب پیدا ہوتا ہے اسی طرح سخاوت خسیس اور پست دنیاوی صورتوں اور شکلوں کو توڑتی ہے اس لیے کہ وہ بہیمیت کی ضد ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ ملکوں (فرشتوں والی) صفات غالب ہوں اور بہیمانہ صفات ان سے دب جائیں بلکہ انکے رنگ میں رنگ جائیں اور ان پر بھی اس حکم کا اطلاق ہونے لگے جو ملکوتی صفات پر ہوتا ہے اس کا راستہ یہی ہے کہ مال کو باوجود ضرورت واحتیاج کے راہ خدا میں خرچ کیا جائے ظالم کو معاف کیا جائے مصائب پر صبر کیا جائے اور دنیاوی تکالیف ومشکلات آخرت کے یقین کی وجہ سے آسان وخوشگوار ہو جائیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان سب چیزوں کا حکم دیا ہے اور ان کے حدود مقرر فرمائے ہیں ان میں مال خرچ کرنا بھی ہے جو بہت سے حدود وقیود کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کی اہمیت اتنی ہے کہ ایمان اور نماز کے ساتھ قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل نار کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ﴾ [پارہ ۲۹ سورۃ المدثر آیت ۴۳ تا ۴۵]

ترجمہ: ''وہ (یعنی اہل دوزخ) کہیں گے ہم تو نہ نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ ہم غریب کو کھانا کھلایا کرتے اور مشغلہ میں رہنے والوں کے ساتھ ہم بھی مشغلہ میں پڑے رہتے تھے۔''

دوسری مصلحت کا تعلق شہر سے ہے اس لیے کہ ضعفاء و اہل حاجت جمع ہوتے ہیں اگر ان کی ہمدردی و اعانت کی یہ سنت نہ ہوتو وہ سب بھوک سے ہلاک ہو جائیں اس کے علاوہ شہروں کا نظام مال پر قائم ہوتا ہے اور ان شہروں کی حفاظت کے ذمہ دار اور وہاں کے مدبرین و منتظمین اپنی ان مشغولیات اور ذمہ داریوں کی وجہ سے کوئی باقاعدہ ذریعہ معاش اختیار نہیں کر سکتے۔ ان کی معیشت کا انحصار بھی اسی پر ہوتا ہے۔ مشترکہ اخراجات یا چندے نہ سب کے لیے آسان ہیں نہ ممکن اس لیے رعیت سے ان مصالح کے لیے رقم وصول کرنا مناسب دستور ہے۔ (ارکان اربعہ)

بندہ حلق بگوش از بنوازی بردہ ☆ لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش
(سعدیؒ)

ظفر آدمی نہ اس کو جانیے گا ☆ ہو وہ کتنا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہا ☆ جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

محبت نے ایسا خودی کو مٹایا ☆ من وتو کے جھگڑے مٹ جارہے ہیں
پہنچنا ہے مجھ کو بھی اس بے نشاں تک ☆ پتہ لوگ جس کا دیئے جارہے ہیں
ہوئی ان کی نظر کرم جب سے مجھ پر ☆ مرے دوست دشمن ہوئے جارہے ہیں

زکوٰۃ کا معنی:

زکوٰۃ کا لغوی معنی طہارت و پاکیزگی بڑھانا ہے۔ شریعت میں زکوٰۃ اُس کو کہتے ہیں کہ جب مال کی ایک مقدار معین ہو جائے تو ایک مخصوص حصہ راہ خدا میں کسی کو دینا۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے باقی ماندہ مال پاک ہو جاتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت و اضافہ ہوتا ہے اور اخروی بدلہ و اجر بھی ملتا ہے زکوٰۃ سے آدمی میں بخل ختم ہوتا ہے اور اُلفت و محبت ہوتی ہے۔ جس طرح سابقہ امتوں پر نماز فرض تھی اسی طرح زکوٰۃ بھی امت محمدی ﷺ کی طرح پہلی امتوں پر فرض تھی۔ قرآن پاک میں تینتیس جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی ذکر موجود ہے۔ قرآن پاک میں خداوند قدوس نے زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو دنیاوی و اخروی اجر و ثواب اور سعادت و نیک بختی کے دل کش و سچے وعدوں سے سرفراز فرمایا ہے اور اس کی ادائیگی سے باز رہنے والوں کو سخت عذاب کی خبر دی گئی ہے کہ خدا شاہد ہے کہ اہل ایمان کے قلوب ان کے تصور سے بھی کانپ اُٹھتے ہیں۔ کیسے بد بخت ہیں وہ لوگ جو اس اہم فریضہ کی ادائیگی سے باز رہتے

ہیں اور ان عذابوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

خرچ کرنے کی فضیلت:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِي أَنْ لَا يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَيْءٌ أَرْصِدُهُ لِدَيْنٍ)).

[بخاری]

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتا تو مجھے یہ گوارا نہ ہوتا کہ تین راتیں گزر جاتیں اور وہ تمام سونا یا اس کا کچھ حصہ علاوہ بقدر ادائے قرض کے میرے پاس موجود رہتا۔ (بخاری)

تشریح مطلب یہ ہے کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتا تو میرے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ بات یہ ہوتی کہ میں وہ تمام سونا تین رات کے اندر اندر ہی لوگوں میں تقسیم کر دیتا اس میں سے میں اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھتا، ہاں اتنا ضرور بچا لیتا جس سے اپنا قرض ادا کر سکتا کیونکہ قرض ادا کرنا صدقہ سے مقدم و پہلے ہے۔

اس ارشاد گرامی سے جہاں آنحضرت ﷺ کی انتہائی سخاوت و فیاضی سامنے آتی ہے وہاں یہ بھی بات معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ اپنے مال و زر کی خیرات نکالتے ہیں خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اپنی آسائش و راحت کے ذرائع بھی مہیا کرتے ہیں۔ مثلاً عالی شان بلڈنگیں بناتے ہیں، کوٹھیاں تعمیر کراتے ہیں یا اس قسم کی دوسری آسائش زندگی کے لئے بے تحاشا مال خرچ کرتے ہیں مگر ان کے اوپر دوسرے لوگوں کے حقوق ہوتے ہیں وہ ان کے حقوق کی ادائیگی تو کیا کرتے ان کی طرف ان کا دھیان بھی کبھی نہیں جاتا تو یہ کوئی اچھی اور پسندیدہ بات نہیں ہے بلکہ شرعی طور پر انتہائی غلط ہے۔

شریعت و اخلاق ہی نہیں بلکہ محض عقل و دانش اور انسانی ہمدردی کے نقطہ نظر سے بھی کیا یہ بات گوارہ کی جا سکتی ہے کہ ایک شخص تو حرص و ہوس کا پتلا بن کر اپنی تجوریاں بھرے بیٹھا ہوا بے مصرف مال و زر کے انبار لگائے ہوئے ہو اور سونے چاندی کے خزانے جمع کئے ہوں مگر ایک دوسرا اس کی آنکھوں کے سامنے نان جویں کے لئے بھی محتاج ہو اور اس کی تجوری کا منہ نہ کھلے ایک غریب بھوک و افلاس کے مارے دم توڑ رہا ہو مگر اس کے اندر اتنی بھی ہمدردی نہ ہو کہ اس غریب کو کھانا کھلا کر اسکی زندگی کے چراغ کو بجھنے سے بچائے؟ جی ہاں! آج کے اس دور میں بھی جبکہ سوشلزم، مساوات اور انسانی بھائی چارگی و

ہمدردی کے نعرے ہمہ وقت فضاء میں گونجتے رہتے ہیں۔کون نہیں دیکھتا کہ مال وزر کے بندے اپنی ادنیٰ خواہش کے لئے تجوریوں کے منہ کھول دیتے ہیں۔اپنی دنیاوی آسائش وراحت کی خاطر مال وزر کے تختے بچھادیتے ہیں مگر جب بھوک دپیاس سے بلکتا کوئی انہیں جیسا ان کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے توان کی جبینوں پر بل پڑ جاتے ہیں ان کے منہ سے نفرت وحقارت کے الفاظ اُبلنے لگتے ہیں وہ شقی القلب یہ نہیں سوچتے کہ اگر معاملہ برعکس ہوتا تو ان کے جذبات واحساسات کیا ہوتے؟ لہٰذا ''جنگ زرگری'' کے موجودہ دور میں مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری انسانی برادری کے لئے یہ ارشاد گرامی ایک دعوت عمل ومینارنور ہے۔ (مظاہر حق)

حکایت واقعہ:

شیخ سعدیؒ نے ایک واقعہ بوستان میں لکھا ہے کہ ایک کنجوس کا بیٹا بہت سخی تھا۔باپ کے مرنے کے بعد دولت اس کے ہاتھ آئی اس نے خوب کشادگی سے خرچ کرنا شروع کردی۔کوئی سوالی اس کے دروازے سے خالی نہ جاتا اور کسی ضرورت مند کو مایوس نہ کرتا۔اس کے بے دریغ خرچ کو دیکھ کر اس کے ایک دوست نے سمجھایا کہ جس طرح تو مال خرچ کر رہا ہے وہ مناسب نہیں جو خرمن سال چھ مہینہ کی محنت سے ملتا ہے اسے ایک دن میں لٹا دینا نادانی ہے۔کیا تو نے وہ نصیحت نہیں سنی جو ایک عقل مند خاتون نے اپنی بیٹی کو کی تھی؟ اس نے کہا تھا کہ بیٹی! کہ جو کچھ تجھے خوشحالی میں حاصل ہے اس میں سے تنگی کے لئے بھی بچا کے رکھ تجھے چاہیے اپنا مشکیزہ اور گھڑے پانی سے بھرے ہوئے رکھ کہ گاؤں میں جو نہر بہتی ہے اس میں بارہ مہینے پانی نہیں رہتا۔برخوردار تو اپنی سخاوت سے فقیروں کو تو نگر نہیں کر سکتا، البتہ یہ خدشہ ضرور ہے کہ تو خود مفلس ہو جائے اس سخی وخیّر نوجوان نے یہ بات سنی تو خفا ہو کر بولا۔اے ناصح ناداں! جس دولت کو محفوظ رکھنے کی تو مجھے نصیحت کر رہا ہے اس کے بارے میں میرے باپ نے مجھے بتایا تھا کہ اس نے یہ اپنے باپ سے حاصل کی تھی۔ظاہر ہے انہوں نے یہ مال خست سے جوڑ جوڑ کر جمع کیا تھا لیکن بالآخر اسے دوسروں کے لئے چھوڑ گئے۔بالکل یہی معاملہ میرے ساتھ پیش آئیگا میں بھی اپنے بچوں کے حوالے کر جاؤں گا اور جب حقیقی صورت حال یہ ہے تو کیوں نہ اسے آج ہی مستحق لوگوں پر خرچ کر دیا جائے ایسا کرنے میں کم از کم یہ فائدہ ضرور حاصل ہوگا کہ آخرت میں مجھے اس کا اجر ملے گا بچا کر رکھنے میں حسرت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

جو دولت تیرے پاس ہے ان دنوں ☆ یہ دولت کسی اور کے پاس تھی

تیرے بعد بھی ہو گا ایسا ہی کچھ ☆ قیام اس کا اک جانہ پایا کبھی

سخی کے لئے فرشتوں کی دُعا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے اُترتے ہیں ان میں سے ایک فرشتہ تو سخی کے لئے دعا کرتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا اے اللہ خرچ کرنے والوں کو بدل عطا فرما یعنی جو شخص جائز جگہ اپنا مال خرچ کرتا ہے اس کو بہت زیادہ بدلہ عطا فرما بایں طور کہ یا تو دنیا میں اسے خرچ کرنے سے کہیں زیادہ مال دے یا آخرت میں اجر وثواب عطا فرما اور دوسرا فرشتہ (بخیل کے لئے یہ) بددعا کرتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا اے اللہ بخیل کو تلف (نقصان) دے یعنی جو شخص مال و دولت جمع کرتا ہے اور جائز جگہ خرچ نہیں کرتا بلکہ بے محل اور بے مصرف خرچ کرتا ہے تو اس کا مال تلف وضائع کردے۔

سخاوت کا حکم:

حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس جگہ مال خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہو وہاں اپنا مال خرچ کرو اور یہ شمار نہ کرو کہ کتنا خرچ کروں اور کیا خرچ کروں اور کیا نہ خرچ کروں نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں شمار کرے گا (یعنی اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں برکت ختم کر کے تمہارا رزق کم کردے گا)۔ بایں طور کہ اسے ایک محدود چیز کی مانند کردے گا یا یہ کہ اللہ تمہارے مال و زر کے بارے میں قیامت کے روز تم سے محاسبہ کرے گا اور جو مال تمہاری حاجت و ضرورت سے زائد ہو اسے حاجت مندوں سے روک کر نہ رکھو نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں اپنی زائد (عطا بخشش) روک لے گا۔ نیز یہ کہ تم سے جو کچھ بھی ہو سکے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی بندہ اپنے پاک مال (اور اللہ تعالیٰ صرف پاک مال ہی پسند کرتا ہے) سے کچھ صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے اگر وہ کھجور ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں بڑھتا جاتا ہے کہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے یا بکری کے بچہ کی پرورش کرتا ہے۔

مال راہِ خدا میں خرچ کرنے کی برکت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی کھلے میدان میں جا رہا تھا کہ اس نے بادل سے ایک آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سینچ دو چنانچہ بادل اپنی جگہ سے ہٹا اور

سب پانی ایک قطعہ اراضی میں انڈیل دیا۔ وہاں ایک تالاب جتنی گہرائی تھی جہاں سارا پانی بھر گیا اس نے پانی کی طرف چلنا شروع کیا تو دیکھا کہ ایک آدمی کھڑا ہوا ہے اس پانی سے اپنے کھیت کو سینچ رہا ہے۔ اس نے پوچھا کہ اللہ کے بندے تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے وہی بتایا جو اس نے بادل سے سنا تھا۔ اس نے پوچھا کہ تم نے ہمارا نام کیوں پوچھا۔ اس نے کہا میں نے بادل سے تمہارا نام سنا ہے۔ تمہارا کون سا ایسا عمل ہے؟ اس نے کہا میں اپنی پیداوار کا ایک حصہ صدقہ کرتا ہوں اور ایک حصہ سے اپنی اور بال بچوں کی پرورش کرتا ہوں اور ایک حصہ دوبارہ اسی میں لگا دیتا ہوں۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لیے سزا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کو اللہ نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو اس کا مال قیامت کے دن ایک سانپ کی شکل میں لایا جائے گا جس کی دو زبانیں ہوں گی وہ اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔ وہ اس کو اپنے دونوں جبڑوں میں جکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ......﴾ [پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۸۰]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب مال غنیمت کا مال لوٹ کا مال بن جائے، امانت مال غنیمت ہو جائے، زکوٰۃ تاوان اور جرمانہ بن جائے اور علم کو غیر دین کے لیے سیکھا جانے لگے شوہر اپنی بیوی کی فرمانبرداری کرے، دوست کو قریب کرے، باپ کو دور کرے، مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں، قبیلہ کی سرداری اس کے سب سے زیادہ فاسق آدمی کے ہاتھ میں آجائے اور قوم کا سردار وہ ہو جو ان میں سب سے زیادہ ذلیل ہو۔ آدمی کی عزت صرف اس کے شر سے بچنے کے لیے کی جانے لگے۔ گانے والیاں اور باجے عام ہو جائیں، شرابیں پی جانے لگیں اور اس اُمت کے آخری دور کے لوگ دور اول کے لوگوں پر طعن کریں تو اس وقت تک انتظار کرو سرخ آندھیوں کا، زلزلوں کا، زمین کے دھنسنے کا، مسخ ہونے کا اور آفات کے پے در پے آنے اور خدا کی نشانیوں کے اس طرح ظہور کا جس طرح کوئی لڑی ٹوٹ جائے اور یکے بعد دیگرے دانے گرنے لگیں۔

(ارکان اربعہ)

سود کی مذمت:

سود حرام ہے اور سود خوروں کے ساتھ اللہ کا اعلان جنگ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اللہ سود کو

مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اللہ کسی کفر کرنے والے گنہگار کو دوست نہیں رکھتا سودی کاروبار کرنے والوں پر دنیا و آخرت دونوں جگہ بربادی ہے حضور ﷺ کا فرمان ہے جب کسی قوم میں سود کا عام رواج ہو جاتا ہے تو وہ قحط میں مبتلا کر دی جاتی ہے اور جب کسی قوم میں رشوت عام ہو جاتی ہے تو وہ رعب میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے سود لینے اور دینے والے اور اس کو لکھنے والے اور صدقہ نہ دینے والے پر۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو اس میں سود عام کر دیتے ہیں۔ نظام زکوٰۃ کے چھوڑنے سے مسلم حکومتیں برباد ہو گئیں اور دنیا کی محتاج ہو گئیں۔ اسلامی ممالک میں سخت انتشار برپا ہو گیا مسلمان شریعت کی برکتوں سے محروم ہو گئے اور اسی کی سزا ہے کہ ان کو ظالمانہ سرمایہ داری، پر فریب سوشلزم اور انتہا پسندانہ اور غیر متوازن کمیونزم کا مزا چکھنا پڑ رہا ہے۔

پاکستان پاکستان جنگ آزادی کے نتیجہ میں حاصل ہوا اور انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے میں مسلمانوں نے عظیم قربانیاں دیں مگر انگریز جاتے ہوئے اپنے اثرات چھوڑ گیا اور انگریز کے غلام نام نہاد مسلمان حکمرانوں نے اسلامی نظام عدل نافذ کرنے کے بجائے انگریز کے کالے قوانین کو ہی باقی رکھا۔ انگریز کے نقال بن گئے۔ شراب عام کی گئی، سینما تھیٹر جگہ جگہ بنائے گئے، بدکاریوں کے اڈے قائم ہوئے اور بدکاروں کو لائسنس دیئے گئے۔ نظام زکوٰۃ کے بجائے سود کو بینکاری نظام میں داخل کیا گیا۔ قادیانیوں، دشمنان صحابہ ﷺ کو بڑی بڑی پوسٹوں پر فائز کیا گیا۔ شعائر اسلامی کی توہین کی گئی۔ علماء و بزرگان دین کی اہانت کی گئی نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہم ذلیل ہو رہے ہیں اگر اس ملک کو بچانا ہے اور باقی اسلامی ممالک کے لیے نمونہ بنانا ہے تو قرآن کا قانون نافذ کرنا ہوگا اور اس کے لیے قربانی دینی ہوگی۔ عیش و آرام کو قربان کرنا ہوگا۔ جس طرح مچھلی پانی کے لیے بے قرار رہتی ہے اسی طرح آخرت کے لیے بے قراری مقصد بنانا ہوگی۔ اس لیے کہ مال تو جھاگ کی طرح ہے اور کنکریوں ٹھیکریوں کی طرح بے وقعت ہے اگر ہم نے دین حقہ کے نفاذ کے لیے قربانی نہ دی تو اللہ کے نزدیک ہم بڑے مجرم ہوں گے لیکن اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے ہمیں حضور ﷺ کا طریقہ اپنانا ہوگا حضور ﷺ نے مکی زندگی میں انسانوں کے قلوب پر محنت فرمائی اور مدنی زندگی میں باقاعدہ نظام حکومت بنایا گیا۔ اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے پہلے خود کو اسلام پر عمل کرنے کے لیے تیار کرنا ہوگا قول و عمل کا تضاد ختم کرنا ہوگا اور اپنے آپ کو مثال بنانا ہوگا۔ اسلامی قوانین کے نفاذ سے ملک میں بے روزگاری و مہنگائی ختم ہوگی تحفظ ملے گا ظلم ختم ہوگا، چوری ڈاکہ راہزنی ختم ہوگی، بیماریاں ختم ہوں گی، سکون، امن، عافیت نصیب ہوگی، مصیبتیں، تعصب ختم

ہوگا، ایک مثالی معاشرہ قائم ہوگا، غیر قوموں کا رعب و تسلط ختم ہوگا۔ آسمان و زمین سے برکتوں کے دروازے کھل جائیں گے۔

چہ باید مرد را طبع بلند و مشرب ناب ☆ دل گرم نگاہ پاک بینی جان بے تاب
اندر کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم ☆ کہ تو آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است
اپنی ملت کو قیاس اقوام مغرب پہ نہ کر ☆ خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار ☆ قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری
دامن دین ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں ☆ اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی
انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی
انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری ہے بات ان کی

اللہ تعالیٰ ہم کو پکا سچا مسلمان بننے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

خطبہ چہارم:

توحید باری تعالیٰ

توحید باری تعالیٰ بنیادی و اساسی عقیدہ ہے جس کے بغیر کوئی عمل قبول نہ ہوگا نماز نہ زکوۃ نہ حج نہ روزہ غرض ہر عمل کی قبولیت کے لیے بنیادی شرط عقیدہ توحید کا درست ہونا ہے۔ اللہ کی ذات ہے اول بھی آخر بھی جب کوئی نہ تھا تو اللہ تھا اور جب کوئی نہ ہوگا تو اللہ ہوگا۔ اس نے اپنی قدرت سے کائنات کو وجود بخشا۔ اس کے حکم سے ہر کام ہوتا ہے بیماروں کو شفا ملتی ہے تو اس کے حکم سے، اولاد دینے والا، عزت و ذلت دینے والا، نفع و نقصان کا مالک موت و حیات کا مالک اس کے آگے ہر حال میں ہاتھ پھیلائے جائیں زبانوں کے اختلاف کے باوجود ہر ایک کی سنتا ہے اور بے قرار کی دعا قبول فرماتا ہے۔ وہ سوالی کا سوال رد نہیں کرتا۔ اسی کی اطاعت لائق ہے۔ جیسے کہ خود فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [سورۃ بقرہ پارہ ۱ آیت ۲۱، ۲۲]

توحید خداوندی کا بیان ہے۔

ترجمہ: ”اے (پوری کائنات کے) لوگو! عبادت اختیار کرو اپنے رب کی جس نے تم کو پیدا کیا اور

ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تا کہ تم دوزخ سے بچ جاؤ وہ (ایسی پاک ذات ہے) جس نے بنایا تمہارے لیے زمین، فرش اور آسمان کو چھت اور نازل کیا آسمان سے پانی پھر نکالا اس کے ذریعہ پھلوں کو تمہارے واسطے پس مت ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ کوئی شریک اور تم جانتے بوجھتے ہو۔ اللہ کا کرم رحمت کائنات کے ذرہ ذرہ کو حاوی وشامل ہے۔"

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا ☆ پس جان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

اللہ! اسم ذات ہے پارسیوں کے خدا اور انگریزوں کے گاڈ کی طرح نہیں کہ دوسروں پر بھی بولا جائے تاج العروس میں اللہ کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ عَلَمٌ لِذَاتٍ وَاجِبِ الْوُجُوْدِ الْمُسْتَجْمِعِ لِجَمِيْعِ الصِّفَاتِ الْكَمَالِ یعنی اللہ اس ذات کا نام ہے جو واجب الوجود ہے اور تمام کمال کی صفات کا جامع ہے جس میں تمام کمالات کی صفات موجود ہوں کوئی عیب نقص کمزوری نہ ہو۔ اللہ کی ذات کے متعلق حضور ﷺ سرور کائنات کا ارشاد گرامی ہے۔ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ یعنی اے اللہ تیری ذات کو پہچاننے کا جو حق ہے ہم نہیں پہچان سکے۔ اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ بے مثال ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ فرماتے ہیں: اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ اللہ کی ذات عظیم ہے کہ اس کی ذات کا ادراک نہ کر سکنا اللہ کی ذات کا ادراک (پانا) ہے۔ اللہ ہمارے نزدیک ہر چیز سے قریب ہیں۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ فرمایا کہ ہم شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اللہ ہمارے قریب اتنا ہے کہ ہمیں دکھائی نہیں دیتا جیسے آنکھ اپنے آپ کو اور بہت زیادہ قریب کی چیز کو نہیں دیکھ سکتی۔ دیکھنے کے لیے تھوڑا سا فاصلہ چاہتی ہے ویسے ہی موجودہ آنکھوں سے اللہ کی ذات کا دیکھنا محال ہے آفتاب پر بھی اچٹتی نظر پڑ سکتی ہے۔ پھر آفتاب سے عظیم آفتابوں کے خالق پر نظر ٹھہرتی کہاں ممکن ہے۔ البتہ جس طرح آفتاب کی روشنی سے آفتاب کا پتہ چلتا ہے اسی طرح آفتاب کے اور ہمارے درمیان حجاب آجائے تو آفتاب کا وجود اوجھل ہو جاتا ہے اسی طرح اللہ کے اور ہمارے درمیان حجابات اٹھیں تو اللہ کے پرتو اور اللہ کی نشانیاں اور اللہ کے اوصاف دکھائی دیتے ہیں۔

جدھر دیکھتا ہوں، جہاں دیکھتا ہوں ☆ تجھی کو اے جان جہاں دیکھتا ہوں

﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾

[پارہ ۲٦ سورۃ الذاریات آیت ۲۰، ۲۱]

اور زمین میں ماننے والوں کے لیے (قدرت کی) نشانیاں ہیں اور خود تمہارے اپنے اندر نشانیاں ہیں کیا تم پھر بھی نہیں دیکھتے اپنی اصلیت اور انجام کو سوچنے اور اپنے گرد وپیش کی ایسی چیزوں کو جو انسانوں کی ساختہ نہیں ہیں۔ آنکھیں کھول کر دیکھنے سے اللہ کی شان سمجھ میں آسکتی ہے اور اسلام نے اسی غور وفکر کے ذریعہ اللہ کا عرفان کرایا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ عَرَفَ رَبَّهٗ۔

طریق معرفت الٰہی یہ کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے رب کو پہچان لیا۔ یعنی انسان اپنی پیدائش میں غور کرے کہ کیسے گندے قطرے سے جو کہ معمولی سا جرثومہ ہوتا ہے کہ وہ بغیر خوردبین کے نظر بھی نہیں آتا۔ اس سے اللہ نے ماں کے پیٹ میں کیسے خون جما ہوا بنایا پھر گوشت کا ٹکڑا بنا پھر گوشت کے ٹکڑے پر ہڈیاں پہنائیں، پھر اللہ نے اپنی قدرت سے کان، آنکھ، ناک، سر، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل، جگر، معدہ، قوۃ فہم، سننے کی قوت، بولنے کی قوت وغیرہ یہ سب قدرت سے بنائیں پھر ماں کے پیٹ میں غذا کا انتظام فرمایا پھر دنیا میں ماں کی چھاتیوں سے دودھ کی نہریں بچے کی پرورش کے لیے جاری فرمائیں پھر انسان کے اندر جسمانی وروحانی طور پر بے پناہ صلاحیتیں رکھ دیں۔ اللہ کے بندے اللہ کے بندوں کے ساتھ اللہ کے احکام کے مطابق سلوک کریں تو اللہ کے خزانے میں نہ آسائش بدن کے سامان کی کمی ہے اور نہ آسائش روح کے سامان کی رزق عمر بھر اسی آسانی سے مل سکتا ہے۔ جس آسانی سے دو برس تک ہر امیر وغریب کو ملتا ہے۔ انفس وآفاق میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نشانیاں بکھری ہوئی ہیں۔ جس نے ان نشانیوں کو دیکھ کر اور پڑھ کر بھی خالق کائنات کو نہ مانا اور پوری زندگی تذبذب وتشکیک اور بے یقینی کے عالم میں گزار دی اس نے سب سے بڑی بے وقوفی اور جہالت کا ثبوت دیا پس مبارک ہیں جو اس عارضی زندگی میں اللہ کے قانون پر چل کر ابدی زندگی حاصل کریں علوم وفنون کی ان وسعتوں اور تہذیب وتمدن کی اس چکا چوند سے جو انسان کو خدا ناشناس بناتی ہو کر دڑ بار اللہ کی پناہ انسان کا کمال تو بس اپنے مالک کی پہچان اور اس کی تابعداری میں ہے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا ☆ اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا ☆ آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاؤں کو گرفتار کیا ☆ زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

اللہ تعالیٰ کی نشانیاں:

مولانا عبد القیوم ندوی ''اللہ کی قرآنی نشانیاں'' میں فرماتے ہیں کہ سائنس کی ترقیوں کے

ساتھ یہ حقیقت واضح تر ہوتی جارہی ہے کہ کائنات کے اس نظام میں کس قدر ترتیب ربط ہم آہنگی اور حکمت ودانائی اور باریکی پائی جاتی ہے اور پورا یہ کارخانہ کسی ناگہانی واقعہ یا اتفاقی حادثہ کے سبب ہرگز ہرگز وجود میں نہیں آسکتا۔ اس کا کوئی خالق، صانع اور فاطر اور بنانے والا ضرور ہے روس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مہلت دی گئی ہے اور اس پر حجت کا یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ سائنس کی یہ ایجادات اس کی آنکھیں کھول سکیں اور وہ جہالت وبے یقینی کے اندھیرے سے نکل کر علم ویقین کی روشنی میں آجائے اگر روس اب بھی انکار پر جما رہا اور اس کی آنکھوں سے جہالت کے پردے نہ ہٹے تو اس کی اس جہالت ہٹ دھرمی اور خدا ناشناسی سے ایک طرف بیزاری کا اظہار کرے گی اور دوسری طرف کیا عجب ہے کہ اس کے ساتھ اقوام بائدہ عاد وثمود جیسا سلوک کیا جائے اور اللہ کی پکڑ کے آگے اس کی تمام طاقتیں دھری کی دھری رہ جائیں کوئی شک نہیں کہ سائنس کی ایجادیں بہت حیرت انگیز ہیں مگر آدمی اپنے جسم کی ترکیب وساخت پر غور کرے اور اپنے نفس کو غور وفکر کا موضوع بنائے تو سائنس کی ایجادیں ہیچ نظر آئیں گی۔ انسان کے حافظہ کی قوت کو ہی لیجیے۔ اس ذرا سے دماغ میں جس کا حجم چند سینٹی میٹر سے زیادہ نہیں ہے آخر کس قسم کا فیتہ رکھا ہوا ہے جس پر ہزاروں نہیں لاکھوں اشیاء کے نام شکلیں اور آوازیں ریکارڈ ہوتی جاتی ہیں اور حیرت کی بات یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں شکلیں اور یادیں گڈمڈ نہیں ہونے پاتیں۔ آدمی کے سامنے تیل اور شہد لایا جائے تو وہ دیکھتے ہی ان کو شناخت کر لیتا ہے آدمی کی جسمانی ساخت اور قویٰ کی تشکیل، سائنس کی ایجادات سے ہزار گنا زیادہ حیرت انگیز ہے۔ آدمی کی برتری تو اس سے ثابت ہے کہ وہ چیزوں کو ایجاد کرتا ہے جب ایجادات کی حیرت انگیزی کا یہ عالم ہے تو انکا موجد اور زیادہ حیرت انگیز ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ کو اور آگے تک بڑھاتے چلے جائیں ایجاد وتخلیق کا سلسلہ انسان کی ذات پر منتہی ہو کر نہیں رہ جاتا۔ انسان نے راکٹ اور سیارے بنائے مگر کن چیزوں سے بنائے؟ وہ چیزیں میٹریل مواد انسان کا پیدا کیا ہوا تو نہیں ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اس مسئلہ کی ترتیب کا آغاز اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں اور قوتوں سے ہوتا ہے۔ جس انسان نے اللہ تعالیٰ کی خلق کردہ قوتوں، توانائیوں اور خام مواد سے کام لے کر انہیں بچھا کر ڈھال کر جوڑ اور منظم ومرتب کر کے کسی ایجاد کو ظاہر کیا تو وہ انسان بھی تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے وہ ذات کتنی عظیم پر جلال با جبروت اور عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہوگی جس نے انسان کو تخلیق فرمایا۔ اس انسان کو جس کی ایجادات آفتاب ومہتاب پر کمندیں ڈال رہی ہیں۔

حسن کمال اور ابداع وخلق کا منبع ومرکز اللہ تعالیٰ ہی کی ذات قرار پائی ہے وہی احسن الخالقین اور خیر الرازقین ہے۔ اسی کی حکمرانی ہے اس کی کبریائی ہے اسی کے حکم پر چلنا اور اس کے فرمان کے آگے

سر تسلیم خم کر لینا انسان کا فریضہ اولین ہے۔ جس نے نہ تو اللہ کو مانا اور اگر مانا تو اس کے احکام پر نہ چلا وہ چاہے ہفت اقلیم کا بادشاہ ہو اور اس کی ایجاد چاہے مہ و مہر کے سینہ کو چیر کر رکھ دے ایسا خدا شناس اور نافرمان انسان کسی شرف و اعزاز کا مستحق نہیں ہے۔ حق شرف اور عزت تو ایمان باللہ و بالرسالت کے ساتھ خاص ہے کیونکہ جہاں ایمان نہیں، وہاں جہالت اور تاریکی ہے جہاں عمل نہیں وہاں فساد ہے سائنس اور تہذیب و تمدن کی ان تمام حیرت انگیز ترقیوں کے باوجود آج دنیا میں فساد و جہالت کا دور دورہ ہے۔ ہم اللہ کے فضل سے ایمان کے تقاضوں و عمل کے تقاضوں کو پہچانتے ہیں اللہ اور رسول ﷺ کو مانتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور اسلام کو نظام حق سمجھتے ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم دنیا کے بگاڑ کو بناؤ سے فساد کو صلاح و درستی سے اور جہالت کو علم و یقین سے بدلنے کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نور قرآن پاک کے ذریعہ تاریک دنیا کو تابناک بنائیں۔

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ☆ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات
یا وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل ☆ یا خاک کے آغوش میں راتوں کو مناجات

قرآن حکیم قدم قدم پر لوگوں کو غور و فکر، تدبر اور عقل و فہم نے مسلمانوں میں جہاں بڑے بڑے صوفی و صافی مجاہد، جرنیل، فاتح، حکمران، عالم و عابد پیدا کیے وہیں بڑے بڑے سائنسدان اور فلاسفر، مہندس اور ہیئت دان انجینئر اور ڈاکٹر طبقات الارض کے ماہر علم جبال کے عالم، نباتات کے فاضل، جمادات کے محقق، حیوانات پر غور و فکر کرنے والے نفس انسانی کے نباض، ہواؤں کے ماہر، سمندروں اور اس کی مخلوقات کے عالم بھی پیدا کیے پھر کسی نے زمین کے اندر چھپے ہوئے رازوں کی تلاش میں زندگی گزار دی اور علم طبقات الارض کی بنیاد رکھی کسی نے پہاڑوں کی تحقیق، پتھروں کی ساخت، رنگت، خواص وغیرہ کی جانچ پڑتال میں عمر صرف کر دی اور وہ علم الجبال کا موجد اور بانی ہوا، کسی نے جڑی بوٹیوں کے خواص و افعال معلوم کرنے میں رات دن ایک کر دیئے اور وہ علم نباتات کی ایجاد کا سبب بنا اور کسی نے جانوروں کو اپنی تحقیق کا مرکز بنایا اسی میں ساری زندگی صرف کر دی اور علم الحیوانات کو باقاعدہ فن کا مرتبہ عطا کیا۔ غرض یہ کہ زمین کی تہہ کھود کر پہاڑوں کے سینے چیر چیر کر سمندروں کی تہوں میں جا جا کر جنگلوں کی ایک ایک جڑی بوٹی کو آزما آزما کر چاند اور سورج اور ستاروں کی ایک ایک گردش اور ایک ایک حرکت کو پرکھ پرکھ کر دی، گرمی، خشکی، تری، ہوا، پانی، آگ مٹی اور جہاں تک زمین میں انسان کی رسائی تھی ہر ایک کو اپنی غور و فکر کا نشانہ بنایا پھر ان سے جس قدر فوائد اور منافع اٹھائے جا سکتے تھے اٹھائے

اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لیے جو جو سبق مل سکتے تھے دیئے اور خلق خدا کو فائدہ پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ اسی طرح خالق حقیقی اللہ رب العزت کا تعارف اس کی مخلوق سے کرایا جنے ایمانوں سے بھر گئے اور دماغ عقلوں اور علموں سے روشن ہو گئے۔ ﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا﴾ [پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۹۱] ''اے ہمارے رب تو نے اس میں سے کوئی چیز بے کار نہیں بنائی۔''

بھلا آج وہ مسلمان جو صرف مسجد کی حاضری ہی کو اسلام اور ایمان کا سب سے بلند مرتبہ سمجھتے ہیں اور تسبیح و وظائف ہی کو اپنا سب سے آخری کارنامہ خیال کرتے ہیں اسلاف کے ان نمونوں سے کوئی مناسبت رکھ سکتے ہیں پس کائنات اور اس کے کارنامہ پر غور و فکر نہ کرنا۔ خود قرآن حکیم پر ظلم ہے۔ خود اپنے پر ظلم ہے، اپنی قوم پر ظلم اور ساری کائنات پر ظلم ہے۔ (اللہ کی قرآنی نشانیاں) عجائبات عالم پر غور و فکر اللہ کی صفات پر غور و فکر اور اپنی زندگی کے معاملہ میں غور و فکر یقیناً بہت بڑی چیز ہے مگر اس کے ساتھ ہی اصلاح نفس و تربیت نفس بھی بہت ضروری ہے اس کے لیے مساجد کی حاضری ذکر اللہ و تلاوت قرآن کا ہونا بھی ضروری ہے اگر مسلمان سائنس میں ترقی کریں تو یہ بہت بڑی اچھی بات ہے مگر وہ کافر قوتوں کے آگے احساس کمتری کا شکار نہ ہوں اپنی معاشرت و تہذیب کو چھوڑ کر اگر وہ غیروں کی نقل کریں گے۔ ان کے لباس ان کے معاشرے ان کے چال و چلن سے محبت کریں گے تو ایسے مسلمان ذلیل و خوار ہوں گے صحابہ کرام ﷡ کوئی بڑے سائنس دان نہ تھے ان پڑھ تھے لیکن پڑھی لکھی دنیا ان کی غلام بن گئی تھی۔ دولت و حشمت کی حکومتیں ان کے قدموں میں آ گئی تھیں۔ اس لیے کہ وہ ایمان میں پختہ تھے مگر ہم صحیح معنی میں مسلمان بن جائیں تو ان شاء اللہ یہ سائنسدان غیر مسلم بھی مسلمان ہو جائیں گے مگر افسوس آج مسلمان ایمان و عمل کی محنت کو چھوڑ کر صرف دنیاوی لائنوں میں کافروں کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ یقیناً خام خیالی ہے اگر دنیا و آخرت کی کامیابی و عزت مقصود ہے تو ایمان کو پہلے اپنے عمل و کردار سے مضبوط بنانا ہوگا۔

مسلمانوں کی ایجادات:

(بحوالہ قرآنی نشانیاں) جب ہم نے قرآنی روشنی میں کائنات پر غور کیا تھا تو ہم میں سے (یعنی مسلمانوں میں سے) ایسے بھی پیدا ہوئے تھے جنہوں نے دنیا کو کاغذ مرحمت فرمایا تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے دنیا کاغذ کے فوائد سے بھی آشنا نہ تھی آج دنیا میں جو کتاب اور جو رسالہ اور جو اخبار نکلتا ہے وہ ہمارے (یعنی مسلمانوں) کے ابتدائی احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر طنطاوی) توپ اور بندوق بھی ہم مسلمانوں کی ایجاد ہے (التمدن) گھڑی کی ایجاد کا سہرا بھی مسلمانوں ہی کے سر ہے۔

ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا۔ اس کو بڑا ہی ڈر ہوا کہ دیکھیے کیا ہوگا۔ کیسا جلال آئے گا جب خادم کو شاہ کا ڈر ہوا تو اس نے سوچا کہ بزرگ زندہ دل ہوتے ہیں لاؤ شاعری بگھار دوں خوش ہو کر کچھ نہ کہیں گے چنانچہ وہ حاضر ہوا اور کہنے لگا۔

عاقبت آئینہ چینی شکست ـــ آپ فی البدیہہ فرماتے ہیں:

خوب شد اسباب خود بینی شکست...... یعنی اس آئینہ کا بھی جھگڑا تھا خود بینی کا سبب تھا اچھا ہوا ٹوٹ گیا۔ پاپ کٹا۔

ف اہل اللہ کے دنیوی تعلقات کی یہ حالت ہوتی ہے کہ انہیں کسی چیز کے نہ آنے سے فرحت ہوتی ہے اور نہ جانے سے غم۔ اسی کو کہتے ہیں، انقطاع خلق۔

تا بدانی ہر کہ را یزداں...... بخواند...... از ہمہ کار جہاں بیکار ماند

یعنی جسے اللہ تعالیٰ اپنا بنا لیتے ہیں اسے تمام دنیا کے کاروبار سے بے کار کر دیتے ہیں مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ زراعت، تجارت، بیوی بچے سب چھوٹ جاتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے دل کو کوئی خاص لگاؤ اور تعلق نہیں رہتا بلکہ خاص لگاؤ اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔

حلال کمائی کی برکت:

ایک شخص عبداللہ شاہ تھے دیوبند میں جو گھاس بیچتے تھے جو ملتا اس میں سے ایک حصہ اپنی والدہ کو دیتے اور ایک حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے اور باقی اپنے خرچ میں لاتے۔ انہوں نے ایک مرتبہ حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرات کی دعوت کی۔ مولانا نے فرمایا کہ دعوت کہاں سے کرو گے تمہارے پاس ہے ہی کیا۔ کہنے لگے جو حصہ خیرات کا نکالتا ہوں اسی سے دعوت کروں گا غرض پانچ آنے جمع کیے اور حضرت مولانا کے پاس لائے اور کہا تم ہی پکا لیجیو۔ میں کہاں جھگڑا کروں گا اگر دنیا دار بھی اس طرز کو اختیار کر لیں تو کیسا اچھا ہو مہمان تھے کئی اور پیسے صرف پانچ آنے، بزرگ مہمانوں کا مشورہ ہوا کہ کوئی سستی سی چیز تجویز کی جائے چنانچہ میٹھے چاول گڑ کے تجویز کیے بڑی احتیاط سے پکائے گئے کوری ہانڈی منگائی گئی پکوانے والے کو وضو کرایا گیا۔ غرض ہر طرح کی احتیاط کی گئی وہ چاول تھے ہی کتنے ایک ایک دو لقمہ کھا لیے مولانا خود فرماتے تھے کہ ان دو لقموں کی برکت تھی کہ ایک مدت تک قلب میں انوار و برکات محسوس ہوتے تھے۔ ایک ماہ کامل یہ اثر رہا۔

فائدہ حضرت تھانوی فرماتے ہیں میں کہتا تھا جس کی کمائی کے ایک لقمہ کا یہ اثر ہے جو دن رات اسی کو

عجیب مشین:

مشہور حکیم اور فلاسفر ابونصر فارابی نے ایک ایسی مشین ایجاد کی تھی جس کو خلیفہ کے دربار میں ایک بار بجایا تو تمام حاضرین ہنستے ہنستے بے خود ہو گئے پھر اس کو دوسری طرح مرتب کر کے بجایا تو سب لوگ روتے روتے بے خود ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی ترتیب بدل دی اور پھر بجایا تو سب لوگ سو گئے اور اسی حالت میں فارابی دربار سے چلا آیا۔ (المقریزی جلد ۱، ۲۶۱)

ان چند واقعات سے صرف یہ دکھانا منظور ہے کہ ہمارے اسلام نے قرآن حکیم پر ایمان لا کر اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اللہ اور اس کی بے مثال کاریگری کا بغور مطالعہ کیا اور عوام کو نفع کے لیے بڑی بڑی یادگاریں چھوڑیں۔ جن کو ہم بھلا کر حقیقی معنوں میں مفلس اور تہی دست ہو گئے۔

یورپ اور امریکہ نے اس عظیم میراث کو اپنایا اور عظیم الشان طاقتوں کے مالک بن گئے جن کے آگے ہم کاسہ گدائی لیے پھرتے ہیں اور پھر بھی مطلب برآری نہیں ہوتی ہے شاید اقبال کا اشارہ اسی طرف ہے:

حکومت کا نہیں رونا کہ وہ ایک عارضی شی تھی ☆ نہیں دنیا کے آئین مسلم سے کوئی چارہ
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی ☆ جو دیکھیں انکو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

میں موی کے ساتھ کہتا ہوں یورپ اور امریکہ، جرمنی، فرانس، اٹلی، سویڈن، روس، جاپان اور دنیا کے ہر موجد اور ہر مفکر کی ہر ایجاد کا اول سہرا صرف مسلمانوں کے سر ہے۔ جو صدقہ ہے اس قرآن عظیم کا اور فیضان ہے جناب رسالت پناہ ﷺ کا پس مسلمان اب بھی اگر اپنی میراث حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وہ قرآن حکیم میں غور و خوض اور اللہ تعالیٰ کی کاریگری اور مخلوقات میں تعقل و تدبر کو کام میں لائیں اس سے اگر ایک طرف اللہ پاک کی ذات و صفات کا عرفان عروج پر ہوگا تو دوسری طرف علم و حکمت اور دانائی و بینائی کے نئے نئے دروازے کھلتے جائیں گے۔ جن سے دنیا کے عروج بھی قدم بوس ہوں گے اور آخرت کے مراتب بھی سایہ فگن۔

توحید خداوندی:

مشرکین کی تردید قرآن نے کی جو کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں فرمایا:

﴿أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ۝ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ﴾

[پارہ ۲۷ سورۃ النجم آیت ۲۱، ۲۲]

ترجمہ: ''اپنے لیے بیٹے اور خدا کے لیے بیٹیاں یہ کیسی خراب تقسیم ہے۔''

عورت اپنے مرد کو سوکن کی اجازت نہ دے، کوئی مرد اپنی عورت کو دوسری مرد کی اجازت نہ دے، کوئی بادشاہ اپنی رعیت کو دوسرے بادشاہ کی اجازت نہ دے پھر خدا تعالیٰ کس طرح اپنی مخلوق کو دوسرا معبود بنانے کی اجازت دے گا۔ اس سے زیادہ بے عقلی کا گندہ اور ناپاک فیصلہ اور کیا ہوگا۔ لوگو! ایک اکیلے اللہ کی ہستی کا یقین کرنا ہر ایک انسان کے لیے فرض ہے کیونکہ کائنات کا وجود انسان کو مجبور کرتا ہے صانع و خالق کے مان لینے پر:

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نشد ☆ ہیچ آہن خود بخود تیغے نشد

یعنی کوئی چیز خود بخود پیدا نہیں ہو سکتی جیسے کوئی لوہا خود بخود تلوار نہیں بن سکتا۔ اسی طرح لوہا خود بھی زمین کے اندر خود بخود نہیں بن سکتا جب تک کوئی نہ بنائے۔ افسوس ہے خدا کے منکر دہریوں پر کہ انکے نزدیک مصنوعات خود بخود عناصر کے ملنے سے نہیں ہو سکتیں مگر قدرتی مصنوعات مخلوقات خود بخود اربعہ عناصر کے میل سے بغیر صانع کے تیار ہو جائیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

نیم کے کڑوے درخت پر شیریں پھل کون پیدا کرتا ہے۔ لوہے میں مقناطیسی کشش کس نے پیدا کی اس طرح ہزار ہا اشیاء کی ساخت لاکھوں درخت اور پھول ایسے ہیں کہ سارے جہان کے عقل مند بھی مل کر ایک پتی نہیں بنا سکتے۔

حکایت: حضرت امام اعظمؒ کا ایک دہریہ منکر خدا کے ساتھ مناظرہ مقرر ہوا اور مناظرہ اسی بات پر تھا کہ عالم کا کوئی خالق ہے یا نہیں، مناظرے کا جو وقت مقرر تھا اس وقت سب لوگ آ گئے خلیفہ وقت بھی موجود تھا اور دہری مناظر بھی آ گیا تھا مگر امام اعظم ابو حنیفہؒ وقت مقرر پر نہ آئے بلکہ دیر سے آئے۔ بہر کیف دہریہ کو موقع ملا اور کہا کہ آپ دیر سے کیوں آئے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اصل میں میرے ساتھ آج ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا جب میں یہاں آنے کے لیے دریا کے کنارے پر پہنچا تو کوئی کشتی سواری کے لیے نہیں تھی پھر میں نے دیکھا کہ دریا کے کنارے کھڑا ہوا درخت خود بخود کٹ کر زمین پر گر پڑا اور پھر اس کے خود بخود تختے تیار ہو گئے پھر خود بخود ان لکڑی کے تختوں کی کشتی تیار ہونے لگی پھر وہ خود بخود مسافروں کو ادھر ادھر سے سواری کرانے لگی اور ہر ایک سے کرایہ بھی وصول کرتی تھی۔ دہریہ نے یہ سن کر قہقہہ لگایا کہ دیکھو لوگو! تمہارا امام اتنا بڑا جھوٹ بول رہا ہے کیا یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ جب تک خود کوئی نہ کرے از خود یہ سب کچھ کیسے ہو سکتا ہے۔

امام صاحبؒ نے فرمایا جب یہ ایک چھوٹی سی کشتی خود بخود نہیں بن سکتی جب تک کوئی بنانے والا نہ ہو تو بتاؤ یہ زمین یہ آسمان عالیشان وعظیم یہ چاند، سورج یہ ستارے یہ صد ہا باغات یہ رنگین پھول اور شیریں پھل یہ پہاڑ یہ چوپائے یہ انسان یہ ساری خدائی بغیر پیدا کرنے والے بنانے والے خالق کے از خود کیسے بن گئے۔ آپ کا یہ جواب سن کر دہری حیران ولاجواب ہو گیا اور اسلام لایا۔

حیرت انگیز قدرت:

اللہ کی شان کے مظاہر انسانی عقل کی دریافت سے بھی باہر ہیں اور جو دریافت میں آگئے وہ بھی حیران کن ہیں۔ جدید سائنسی تحقیق کے مطابق انسانی جسم ایک کروڑ ارب خلیات سے تعمیر ہوا ہے۔ دماغ انسان ۱۲۵ ارب نیوٹرون سے تشکیل پایا ہے۔ جو ساری دنیا کے ٹیلی فون نظام سے وسیع ہے۔ انسان کے سینے میں جو قلب حرکت کر رہا ہے وہ تین لاکھ ٹن خون پمپ کرتا ہے، انسان کی آنکھ میں روشنی قبول کرنے کے لیے ایک کھرت ریشے موجود ہیں، سبحانہ اعظم شانہ۔

انسانی جسم میں جگر ایک کیمیکل فیکٹری کا کام دیتا ہے، جگر گلوکوز کے اجزاء کو جو کہ ایک تحلیل شدہ نشاستہ اور شکر سے حاصل ہوتے ہیں ایک قسم کا کاربوہائیڈریٹ جسے گلوز کوجن کہتے ہیں، میں تبدیل کرکے ذخیرہ کر لیتا ہے اور جب بھی انسانی جسم کو گلوکوز کی ضرورت ہوتی ہے، جگر گلوکوز کی ضرورت ہوتی ہے، جگر گلوز کوجن کو گلوکوز میں تبدیل کر کے خون کی نالیوں کے ذریعہ پورے جسم کو مہیا کرتا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور توحید:

حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے توحید باری تعالیٰ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں نے ایک دن ایک سفید گنبد دیکھا جس میں کہیں سوراخ بھی نہ تھا، نہ دروازہ تھا اس کے اندر بھی کوئی نہیں جا سکتا تھا نہ باہر کوئی آسکتا تھا میرے سامنے وہ گنبد خود بخود شق ہوا اور اس میں سے ایک خوبصورت خوش الحان زندہ جانور کا بچہ نکلا جو اس گنبد انڈے کے اندر ہی سے اپنے دوست ودشمن کی پہچان سیکھ گیا تھا جو بیلی یا چیل وغیرہ اپنے دشمنوں کو دیکھ کر فوراً ماں کے پروں میں چھپنا جانتا تھا۔ دشمن کا پنجہ اور ماں کی شفقت کے پروں کو پہچانتا تھا، جو پیدا ہوتے ہی ماں کے بلانے کی آواز سمجھتا تھا جو جہان بھر میں اپنے کھانے کی ہر چیز سے واقف تھا حالانکہ اس سے پہلے کبھی کوئی دانہ نہ دیکھا تھا اور نہ اپنے ہونے کی چیزوں کو پہچانتا تھا بغیر سکھائے کھانا پینا سارے کام خوب کرتا تھا بتاؤ اس گنبد نما انڈے کے اندر اس بچہ کو تعلیم کرنے والا کون ہے وہی خالق اور وہی جہاں کا بنانے والا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین.

عجیب انجینئر:

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی بھی اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی۔ ان کی بادشاہی انسان و جن چرند پرند پہاڑ و جبال دریا و سمندر اور ان کی مخلوقات سبھی پر تھی ان کا تخت آج کل کے راکٹوں، جہازوں سے زیادہ حیران کن تھا کیونکہ وہ بغیر ایندھن کے بغیر مشینری کے اور بغیر کسی خرابی کے خوف ڈر کے ہوا کے دوش پر چلتا تھا۔ جہاں چاہتے حضرت سلیمان وہیں جاتا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا انجینئر بھی عجیب تھا وہ پرندہ ہدہد تھا اپنی چونچ زمین میں لگا کر بتا دیتا تھا کہ پانی زمین کے اندر کتنی دور ہے کتنے قد آدم اور کتنے فرسخ پر ہے، جب اس سے پانی کی ریسرچ و تحقیقات کے متعلق کہا جاتا تو اول وہ ہوا میں اُڑتا، پھر دیکھ کر اسی خطہ زمین پر ٹوٹ کر گرتا۔ جہاں پانی ہوتا وہ اپنی چونچ پانی کے مقام پر رکھ دیتا۔ جنات جلدی جلدی اس جگہ کو کھودتے اور پانی نکل آتا۔ جنات حوض، تالاب اور باؤلیاں بنا دیتے پکھالیں، مشکیزے اور برتن بھر لیے جاتے، جانور، آدمی جن سب پانی پی لیتے پھر سب کوچ کر جاتے۔

ہوائی ڈاکیہ:

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہوائی ڈاک بھی ہدہد لایا کرتا تھا چنانچہ بلقیس ملکہ سباء یمن کی بادشاہی کی خبر بھی وہی لایا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا پیغام بھی اس نے پہنچایا تھا اور پھر بعد میں وہ ملکہ مسلمان ہوگئی تھی۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو خصوصاً وہ حیرت انگیز قدرت کی نشانیاں عطا فرمائیں کہ دنیا جتنی بھی ترقی کر لے اس مقام تک نہیں پہنچ سکتی۔ بغیر اسباب بغیر میٹریل کے اللہ نے ان کو وہ معجزات و قوتیں عطا فرمائیں کہ دنیا اس سے عاجز ہے۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اللہ کو کس طرح پہچانا فرمایا کہ کالی بھینس سے کہ اس نے چارہ گھاس پھونس کھائی اور سفید دودھ دیا اس کالی بھینس میں سفید دودھ کس نے پیدا کیا، اللہ نے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کو کس طرح پہچانا فرمایا:

''میں نے اپنے رب کو مضبوط ارادوں، بڑے بڑے عاقلوں کے منصوبے ناکام و ٹوٹ جانے کے سبب سے پہچانا کہ ضرور ان سب سے بالاتر کوئی اور طاقت ہے جس کے سامنے سب عاجز ہیں دنیا کے بڑے بڑے عقل مندوں کی تدبیریں ٹوٹ جانے سے معلوم ہوا کہ ان سب کے اوپر کوئی اور طاقت موجود ہے جو سب کو زیر کرتی ہے بس وہی زبردست خدا ہے۔''

تیرے حسن تحیر زا کی کوئی انتہا بھی ہے
کہ تو شامل ہے سب میں اور پھر سب سے جدا بھی ہے

تیرا ساز محبت ہے ترنم عندلیبوں کا
چٹک غنچوں کی نغمہ تیری تقدیس کا
تیرے حسن جہاں افروز کے ہیں مختلف منظر
شگوفے، پھول، ذرہ کہکشاں قوس و قزح اختر
حدود ذات سے تیری نہیں ہے کوئی شی باہر
نشاط و کیف نوع وجنس و بو عرض وجوہر
تیری شان ربوبیت نے ہر معمول کی علت
زمانہ ظفر و مقدر و تجدد کو گردش و حرکت
تیرے ہی نور سے روشن ہیں پتھرائی ہوئی آنکھیں
رواں ہوتی ہیں تیرے نام سے چھوٹی ہوئی نبضیں

خطبہ پنجم:

مظاہر قدرت

اس سے پہلے توحید کا بیان تھا۔ اب مظاہر قدرت کا بیان ہوگا اللہ کی ہر شان نرالی ہے وہ یکتا و واحد ہے۔ لاشریک وہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ [پارہ ۲۴ سورۃ زمر آیت ٦٢]

ترجمہ: ''اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے اور اسی کے اختیار میں کنجیاں آسمانوں اور زمین کی اور جو لوگ (اس پر بھی) اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے وہ بڑے خسارے میں رہیں گے۔

زمین و آسمان کی پیدائش ﴿خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ﴾ [سورہ عنکبوت پارہ ٢٠ آیت ٤٤]

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو مناسب طور پر ایمان والوں کے لیے اس میں بڑی دلیل ہے۔''

تشریح: زمین اور آسمان کی پیدائش اور اس کے اندر جو چیزیں ہیں ان کی پیدائش پھر ان کے خواص اثرات، افعال، مزاج اور دیگر خصوصیات میں جس قدر ہم نظر غائر ڈالتے جائیں گے۔ ہمارا سینہ ان سب کے خالق کی عظمت اور اس کی عظیم الشان صفات واقرار سے بھرتا جائے گا بشرطیکہ ہم ہٹ دھری کو کام میں نہ لائیں اور شفاف دل اور صاف دماغ سب باتوں پر غور وفکر کی نظر ڈالیں۔

وَفِیْ کُلِّ شَیْئٍ لَهٗ آیَة ☆ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ واحدة

ہر چیز کائنات کی اپنے اندر نشانی لیے ہوئے جو یہ کہتی ہے کہ وہ ذات ایک ہے۔

ہر گیا ہے کہ از زمین روید ☆ وحدہ لاشریک لہ گوید

گھاس کا ہر تنکا جو زمین سے اُگتا ہے وہ بھی کہتا ہے اللہ وحدہ لاشریک ہے۔

انسانوں کو خطاب باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْــٴًـا﴾ [پارہ ۱۷ آیت ۵ سورۃ حج]

ترجمہ: ”اے کائنات کے لوگو! اگر تم (کو قیامت کا یقین نہیں آتا اور تم) دوبارہ زندہ ہونے کی بابت (شک وشبہ) میں ہو تو (یہ تمہاری نادانی ہے۔ ذرا اپنی حالت پر نظر ڈالو کہ تمہیں کس طرح وجود ملا ہے) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے (یعنی زمین کو حکم دیا کہ تیرے اندر جتنے بیج بوئے گئے ہیں ان کی اتنی مقدار جلا دے اور اتنی مقدار سے پھل، ترکاری اور اناج اگاؤ، وہ پھل، ترکاریوں اور اناج تمہاری غذا بنیں اور غذاؤں سے خون بنا اور خون سے نطفہ) پھر نطفہ سے خون بستہ کی ایک بوند پھر (اس خون کی) بوند سے (گوشت کی کبھی مکمل بوٹی جس سے اعضاء پورے پورے بن سکیں اور کبھی ایک غیر مکمل بوٹی اور پھر اس مکمل بوٹی سے اور نامکمل بوٹی سے (سلسلہ توالد وتناسل جاری کیا، اور یہ طریقہ توالد وتناسل ہم نے اس غرض سے رکھا ہے) تاکہ ہم تمہارے سامنے اپنی قدرت کا ایک کرشمہ ظاہر کر دیں اور تمہیں بتا دیں کہ تمہاری اصلیت وحقیقت کیا ہے) اور ہم جس مضغہ گوشت کو چاہتے ہیں نامکمل گرا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں ایک مقررہ وقت تک تمہاری ماؤں کے پیٹ میں ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تمہیں بچہ سا (پیٹ سے) نکالتے ہیں، پھر تمہارے جسم کی تربیت ونگرانی کرتے ہیں تاکہ تم بھرپور جوانی تک پہنچو اور تم میں

سے بعض ایسے بھی ہیں جو چھوٹی عمر میں مر جاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ انہیں ارزل عمر تک پہنچایا جاتا ہے تاکہ وہ سمجھنے کے بعد کچھ نہ سمجھیں (جیسے بے شعور دنیا میں آئے تھے ویسے ہی بے شعور دنیا سے رخصت ہوں) تربیت اور نگرانی کی کیفیت یہ ہے کہ جس طرح پیدا ہونے سے پہلے ماں کے پیٹ میں مدارج طے کرائے جاتے ہیں اسی طرح پیدا ہونے کے بعد ماؤں کی چھاتیوں سے دودھ کے دو چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔''

فضیلتِ انسانی:

﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً﴾ [سورۃ لقمان پارہ ۲۱ آیت ۲۰]

ترجمہ ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تمہارے لیے تابع کر دیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں تم پر مکمل کر دیں۔''

تشریح یعنی اے نادانو! کیا تم نہیں دیکھتے کہ ارض و سماوات میں جو کچھ بھی ہے اللہ نے سب کو تمہارا تابعدار بنا رکھا ہے اور اپنی ظاہر و باطنی نعمتیں تم پر طریق کامل نازل کر دی ہیں۔ مثلاً تمہارے اعضاء اور اعضاء کا باہمی تناسب اور کھانے پینے کی ان گنت چیزیں اور قوت فہم و ادراک وغیرہ پھر بادل کا آغاز ہوا کا چلنا، آفتاب و ماہتاب کی درخشانی، ان کا طلوع ہونا، اور غروب ہونا، تاروں کی چمک دمک، جنگلوں کی خشکی و تری، دریاؤں کی روانی و طغیانی، پہاڑوں کی بلندی، زمین کی پستی وحوش و طیور کی حیات و ممات، کیڑے مکوڑے، شجر و حجر، غرضیکہ کائنات، کی کوئی چیز نہیں ہے جو تمہاری خدمات کے لیے حاضر نہ ہو اور دنیا میں کوئی انقلاب ایسا نہیں ہے جو تمہاری خدمات کے لیے حاضر نہ ہو اور دنیا میں کوئی انقلاب ایسا رونما نہیں ہوتا جس نے تمہارے جسم یا تمہاری روح کو نفع نہ پہنچایا ہو بہت سی چیزیں تمہارے جسم کی زندگی اور تازگی کا باعث ہیں اور بہت سی تمہاری روح کو تازگی بخشتی ہیں اور بہت سی تبدیلیاں تمہیں عبرت کا سبق دیتی ہیں اور عقل سکھاتی ہیں۔

اللہ نے انسانوں کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا اور اس میں عجیب قدرت کی کرشمہ کاریاں ہیں پھر اللہ نے زمین کو ہمارے لیے فرش آسمانوں کو چھت بنایا اور آسمانوں سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعے ہمارے کھانے کے واسطے پھلوں کو پیدا فرمایا خوشنما باغات لگائے انسان سارے مل کر ایک درخت کا پتہ بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ زمین کو ہمارے رہنے سہنے کے قابل بنایا، جگہ جگہ ندیاں، نہریں

بہائیں، زمین کو ثابت و قائم رکھنے کے لیے اس پر اٹل پہاڑ بنائے، دو دریاؤں دو سمندروں کے درمیان پردہ قائم کر دیا کہ وہ ایک دوسرے سے مل نہیں سکتے کہیں آبادی کے درمیان دو دریاؤں اور دو سمندروں کے درمیان دور تک خشکی چلی گئی تا کہ لوگ آباد ہو سکیں، کہیں دو میٹھے اور کھارے پانی پاس پاس موجود ہیں اور میٹھے کا کھاری پر اور کھاری کا میٹھے پر اثر نہیں ہوتا۔ خشکی وتری میں ستاروں کے ذریعہ راستے بتائے اور گھٹائیں لانے والی ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کو (موسم بہار کا جانفزا) دینے کے لیے اپنی باران رحمت کے آگے بھیجا اللہ نے ہمیں کان، آنکھ، ناک، زبان دل دیے تا کہ حق بات سنیں دیکھیں اور سوچیں اور یقین کریں رات دن کے بدلنے میں انسان کے لیے عبرتیں و درس ہیں کبھی دن بڑا کبھی رات بڑی ہوتی ہے۔ جہازوں کو پانی پر تیرایا۔ سوکھی ہوئی زمین کو سبز و شاداب کر دیتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کے جوڑے جوڑے بنائے، آسمان کے مقابل زمین، آفتاب کے مقابل ماہتاب، نہر کے مقابل مادہ یہ اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں کہ ان جوڑوں کے ذریعہ دنیا کو آباد کیا۔ وہ جس کو بیٹے دے جس کو چاہے بیٹیاں دے، اور جس کو چاہے بانجھ کر دے، انسانوں کے لیے جہاز، کشتیاں تابع کر دیئے، چوپایوں کی پیٹھ پر سوار ہو کر انسان سفر کرتا ہے اور ان پر وزن لادتا ہے جہازوں کو تابع کیا لاکھوں ٹن وزن اٹھا کر سمندر کو چیرتے ہوئے سفر کرتے ہیں ہواؤں کے دوش پر ہوائی جہاز اڑ رہے ہیں۔ یہ سب اللہ نے مسخر کر دیئے ورنہ ہم ایسے طاقت ور نہ تھے کہ اپنے تابع کر لیتے چوپایوں کے کھالوں سے انسان لباس بناتا ہے اون وغیرہ سے کوٹ جرسیاں بناتا ہے بعض جانوروں کے گوشت حلال کر دیئے۔ یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں، ہرے بھرے کھیت پیدا فرمائے پھول، پھل پیدا فرمائے، سمندروں دریاؤں میں مچھلیاں انسان کی خوراک کے لیے پیدا فرمائیں، مویشیوں کے پیٹ میں گوبر اور خون کے درمیان میں سے خالص سفید دودھ نکالا جو بے حد مزے دار طاقت ور ہے، رات کو آرام کے لیے بنایا، کائنات کی ہر چیز خاموش ہو جاتی ہے سکون ہو جاتا ہے اور انسان میٹھی نیند سوتا ہے تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور صبح کو چاق و چوبند اٹھتا ہے، رات کو ہم سوتے ہیں تو فرشتے ہمارے حفاظت کرتے ہیں کہ کہیں بچھو، کیڑے مکوڑے نقصان نہ پہنچائیں اور نیند جو موت کے مشابہ ہے اس میں سے دوبارہ زندگی عطا فرماتا ہے، اللہ ہی زمین کے اندر گٹھلی اور دانے کو چیرتا ہے اور ان سے کھیت وتناور درخت اُگاتا ہے، وہ مردہ انڈے سے زندہ چوزہ پیدا کرتا ہے اور زندہ جانور مرغی سے مردہ بے جان انڈہ پیدا کرتا ہے، سورج اور چاند کے ذریعہ حساب ہوتا ہے سالوں و مہینوں کا اور کھیت پکتے ہیں، چاند کے ذریعہ پھلوں میں مٹھاس ورس پیدا ہوتا ہے، زمین سے درخت پیدا

فرمائے ان درختوں پر میٹھے کھٹے، کیلئے پھل پیدا فرمائے نہ زمین میں مٹھاس ہے نہ درخت میں مٹھاس ہے محض اللہ کی قدرت سے یہ سب پیدا ہوتا ہے۔ وہ اللہ ہمیں ہر آن گھڑی دیکھ رہا ہے۔ اللہ کی عبادت کائنات کا ذرہ ذرہ کر رہا ہے یہ سوکھے جھاڑ جھنکار اور ہرے بھرے درخت اس کو سجدہ کرتے ہیں، سمندروں سے موتی اور مونگے اللہ نکالتا ہے جن سے زیور جڑاؤ اور دوسرے زیب و زینت کے سامان تیار ہوتے ہیں۔ اسی سے مدد طلب کرو اسی کے آگے ہاتھ پھیلاؤ اسی کے آگے سر جھکاؤ۔

کائنات کی ہر چیز کسی مقصد کیلئے اللہ نے بنائی یہ کوئی چیز بے کار بے مقصد نہیں ہے ہر چیز میں اللہ کی قدرت و نشانی ہے۔ ان نشانیوں سے ہر شخص با آسانی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ خدا سے غافل نہ ہو اور آثار کائنات کو جانوروں کی طرح نہ دیکھے بلکہ غور و فکر کے ساتھ مشاہدہ کرے، پھر جب وہ نظام کائنات کا بغور مشاہدہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت فوراً کھل جاتی ہے کہ یہ سرتاپا ایک حکیمانہ نظام ہے اور یہ بات سراسر حکمت کے خلاف ہے کہ جس مخلوق میں اللہ نے اخلاق حسن پیدا کیا ہو جسے تصرف کے پورے اختیارات دیئے ہوں، جسے عقل و تمیز عطا کی ہو اس سے اس کی زندگی کے اعمال پر باز پرس نہ ہو اور اسے نیکی پر جزا اور بدی پر سزا نہ دی جائے۔ اس طرح نظام کائنات پر غور و فکر کرنے سے انہیں آخرت کا یقین حاصل ہو جاتا ہے اور وہ خدا کی سزا سے ڈرنے لگتے ہیں۔ اسی طرح یہ مطالعہ اور مشاہدہ اس بات پر مطمئن کر دیتا ہے پیغمبر ﷺ اس کائنات پر اس کے آغاز و انجام کے متعلق جو نظریہ پیش کرتے ہیں اور زندگی کا جو راستہ بتاتے ہیں وہ حق ہے اللہ پر یقین کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ زمین سے لے کر آسمان تک ساری کائنات ایک مکمل نظام ہے اور یہ پورا نظام ایک زبردست قانون کے تحت چل رہا ہے۔ جس میں ہر طرف ایک ہمہ گیر اقتدار ایک عجیب حکمت اور بے خطا علم کے آثار نظر آتے ہیں۔ یہ اس بات پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ اس نظام کا ایک فرمانروا ہے کیونکہ علم عالم کے بغیر حکمت حکیم کے بغیر، اسی طرح مخلوق خالق کے بغیر موجود نہیں ہو سکتے۔

اللہ کی ایک یہ شان عجیب بھی دیکھیں کہ ایک ہی زمین ہے مگر اس کے ٹکڑے اپنے رنگوں خاصیتوں اور مزوں کے لحاظ سے جداگانہ ہیں ایک ہی زمین ہے اور ایک ہی پانی ہے مگر اس سے طرح طرح کے غلے اور پھل پیدا ہو رہے ہیں۔ ایک ہی درخت ہے اور اس پر پھل دوسرے پھل سے نوعیت میں متحد ہونے کے باوجود شکل، جسامت اور دوسری خصوصیات کے لحاظ سے مختلف ہے ایک ہی جڑ ہے اس کے دو تنے ہیں مگر ہر ایک کی خصوصیت ایک دوسرے سے جداگانہ ہے، اس سے معلوم ہوا دنیا میں جو

ہے رنگارنگی اور تنوع لیے ہوئے ہے وحدت و یک رنگی جس کی ذات کو ہے وہ ایک خدا کی ذات ہے۔

ہر انسان کو اس زندگی میں کچھ مقام ایسے ضرور پیش آتے ہیں جہاں چاروناچار ماننا ہی پڑتا ہے کہ کوئی ان دیکھی ذات اس کے کاموں میں کارفرما ہے۔ اچھے اچھے تندرستوں کا عین خوشی اور انتہائی خوشی کے عالم میں ہارٹ فیل ہونا، کمزور سے کمزوری لوگوں کا خصوصاً معصوم بچوں کا ریلوں کے ٹکرانے، مکانوں کے گرنے میں بسا اوقات بچ جانا اور خود اپنی ذات کا بے شمار مواقع ہلاکت سے بچ جانا یا حفاظت کی حالت میں ہلاکت میں پڑ جانا اس دعویٰ پر شاہد عدل کا حکم رکھتے ہیں کہ کوئی زبردست ذات موجود ہے۔ وہ اللہ ہے۔

(قرآنی نشانیاں)

بہرحال قرآن حکیم نے انسانوں کو یہ سبق دیا کہ تم کائنات سے افضل اور اشرف ہو اور یہ زمین اور یہ آسمان، یہ رات اور یہ دن یہ چاند، اور یہ سورج، اور کائنات کی ہر شی تمہارے اور صرف تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے تم کائنات کی کسی چیز کے لیے پیدا نہیں ہوئے تم صرف ایک عظیم ترہستی کے لیے پیدا کیے گئے جو تمہارا اور ساری کائنات کا خالق و مالک ہے اور اس کی غلامی اور عبدیت و تشریح کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام اور کتب وصحائف کا سلسلہ جاری فرمایا۔ جس کی ابتداء ابوالانسان حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور جس کی انتہا سرکار مدینہ سرکار انبیاء حضرت محمد ﷺ پر اختتام پذیر ہوئی جو قرآن حکیم جیسی کتاب اور رہتی دنیا تک کے لیے ہدایت نامہ لائے۔ جس کی تاریخ گواہ ہے ۲۳ سال کی ایک قلیل مدت میں اپنے ایمان لانے والوں کو کہاں سے کہاں پہنچایا۔

یہ اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے راہزن ☆ فاش کرنے لگے جبریل امین کے اسرار

یہ اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے بچے ☆ کھیلنے جاتے تھے ایوان گہ کسریٰ میں شکار

مسلمانوں نے قرآن حکیم کو اور اس کی عظیم الشان تعلیمات کو صرف نجات اخروی ہی کا ذریعہ اور وسیلہ نہیں جانا بلکہ صحیح معنوں میں آخرت کی نہ مٹنے والی ناپیدا کنار دولتوں کے ساتھ ساتھ دنیاوی خزانے اور دنیاوی دولتوں سے بھی اپنے دامنوں کو خوب مالا مال کیا۔

انسانی ماحول اور آسمان و زمین:

جب ہم اپنے ماحول پر نگاہ ڈالتے ہیں، جمادات، نباتات، حیوانات، انسان، زمین، آسمان، سورج، چاند، تارے، ہوائیں، پانی، آگ، سردی، گرمی، خشکی وتری، سیاہی وسفیدی اور بے شمار چیزوں کا ایک انبوہ کثیر نظر آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب چیزیں جس خاص مقصد کے لیے پیدا ہوئی

ہیں۔ روز اول سے اب تک ٹھیک ٹھیک اپنے مقاصد میں لگے ہوئے ہیں اور اپنی سپرد کردہ خدمات میں مصروف، یہ ساری چیزیں ہمیں کھول کھول کر بتاتی ہیں کہ کوئی عجیب غریب نہایت زبردست نہایت طاقت وسب خرابیوں اور سب عیبوں سے پاک ہستی ایسی ضرور ہے جو ان تمام چیزوں سے ٹھیک ٹھیک کام لے رہی ہے، جس سے بال برابر بھی کسی چیز میں فرق نہیں ہونے پاتا نہ سورج نکلنے میں دیر ہوتی ہے نہ چاند نکلنے میں فرق۔

غرض یہ کہ قرآن حکیم قدم قدم پر اپنے پڑھنے والوں زمین، آسمان، چاند، سورج، ہوا، بارش، نباتات، جمادات، حیوان، انسان، خواب بیداری، پیدائش، موت، زمین، زمین کے خواص، اس کی مختلف پیداوار، موسم، سردی وگرمی، روشنی، اندھیری حیوانات اور ان کے انواع واقسام اور ان کے خواص وافعال نباتات اور ان کے خواص وافعال جمادات اور ان کے خواص وافعال، زمین اور ان کے خواص و افعال، ہواؤں کے خواص وافعال، سمندروں اور سمندری مخلوق جہاز اور جہاز کی روانی، بارش اور بارش کے اثرات وخواص وافعال، زمین کے طبقات اور ان کے خواص وافعال انسانی اعضاء وجوارح اور ان کے خواص وافعال غرض یہ کہ آفاق وانفس میں جو بھی ہے اس پر خوب غور فکر اور ان پر ہر پہلو سے غور و تدبیر اور ان کے علل واسباب اور فوائد وبرکات معلوم کرنے ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی تعلیم وتلقین کی ہے ان سب غور وتدبر کا ماحصل سائنس ہے اور اس سائنس کی بدولت آج ترقی یافتہ اقوام اور ممالک یورپ اور امریکہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں اور مسلمان جو ان کے اولین اور اصل مخاطب اور وارث تھے وہ ان سے دور رہ کر آج اقوام غیر کے کیسے غلام ہیں۔ البتہ قرآنی اور غیر قرآنی غور وفکر میں صرف فرق یہ ہے کہ ان تمام کائنات کو قرآن انسان کا غلام قرار دیتا ہے اور خود انسان کو اپنا نہیں اللہ کا غلام اور تابعدار ٹھہراتا ہے اور غیر قرآنی طریق غور وفکر انسان کو خود اپنا غلام بناتا ہے جس کے تباہ کن نتائج اور اثرات آج دنیا کے سامنے ہیں اور ناگاساکی اور ہیروشیما جیسے جاپانی شہروں کی ایک سیکنڈ میں تباہی وبربادی ایک مضبوط ثبوت ودلیل ہے۔ جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ البتہ قرآن کا طریق دعوت فکر اگر ایک طرف انسان کو کائنات کی ہر شی سے خدمت لینے کی تلقین کرتا ہے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کو جھکا کر عالم ملکوت کے تاج بھی پہناتا ہے۔ (قرآن نشانیاں)

شہد کی مکھی:

اللہ فرماتے ہیں کہ شہد کی مکھی کو ہم نے حکم دیا کہ وہ پہاڑوں، درختوں اور ٹہنیوں پر چلتی رہ اس

مکھی کے اندر سے رنگ برنگ کا شہد نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔ غور وفکر کرنے والوں کے لیے شہد کی مکھی اور شہد میں بھی خدا کی ربوبیت اور اس کی قدرت وحکمت کی نشانیاں موجود ہیں۔ شہد بہترین غذا بہترین دوا بھی ہے اس میں پھلوں اور پھولوں کا گلوکوز اپنی بہترین شکل میں ہوتا ہے۔ پھر شہد کا خاصہ یہ ہے کہ وہ سڑتا نہیں ہے اور جن چیزوں میں ملایا جاتا ہے ان کو بھی بہت دنوں تک سڑنے سے بچائے رکھتا ہے یقیناً اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے اللہ کی قدرت کی بڑی نشانیاں ہیں۔ اخلاق جلالی کی شرح ۲۲۴ میں مذکور ہے کہ جمشید بادشاہ جس کی اولاد کی حکومت کا سلسلہ کئی ہزار برس تک روئے زمین سے خراج تحسین وصول کرتا رہا، شہد کی مکھیوں سے دربار کا نظام مرتب کیا تھا۔ وزیر مشیر، مصاحب، جرنیل، فوج، سپاہ، پیادہ، قاضی، جج، غرض یہ کہ کل نظام حکومت کا خاکہ اسی ایک بظاہر نہایت معمولی اور بے حقیقت مخلوق سے اخذ کر کے بنایا تھا۔

ملکہ مکھی:

ملکہ مکھی کی عمر پانچ سال ہوتی ہے یہ عمر میں صرف ایک بار جوڑ کھاتی ہے ایک دن میں دو ہزار انڈے دیتی ہے ایک ماہ کے اندر اندر چھتے کے کل خانوں کو جن کی تعداد پچاس ساٹھ ہزار تک ہوتی ہے بھر دیتی ہے اس کا کام صرف انڈے دینا ہوتا ہے باقی کام خادمہ مکھیاں کرتی ہیں۔

نر مکھی:

ان کا بدن بھاری اور بھدا ہوتا ہے ان کا کوئی کام نہیں ہوتا ان کی تعداد ایک چھتے میں دو ہزار سے آٹھ ہزار تک ہوتی ہے ان کے اڑنے سے بڑی آواز ہوتی ہے۔ یہ مئی، جون کے مہینوں میں بکثرت نکلتے ہیں اور جاڑوں میں نہیں نکلتے۔

مادہ مکھیاں:

ان کو خادمہ مکھیاں بھی کہتے ہیں یہ پتلی لمبی ٹانگوں والی ہوتی ہیں ان کے جسم پر بال ہوتے ہیں اور ان کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ یہ سارے کام کرتی ہیں۔ ان مکھیوں کی ایک سوستتر (۱۷۷) اقسام ہیں ان کی آنکھوں پر تین چھوٹی چھوٹی سوئیاں ہوتی ہیں جن کے متعلق اکثر ماہرین کا خیال ہے کہ یہ خوردبین کا کام دیتی ہیں اور ان کی مدد سے دور نزدیک کی ہر چیز جلدی دیکھ لیتی ہیں۔ یہ گلابی رنگ اور اس سے زیادہ نیلے رنگ کو پسند کرتی ہیں۔ بے حد ذکی الحس ہوتی ہیں۔ آنے والے موسم مصیبتوں کا پتہ بہت جلد لگا لیتی ہیں اور پہلے ہی سے اس کا انتظام کر لیتی ہیں۔ شہد شکر سے بہت زیادہ صاف (اور اخلاط کے حق میں)

صاف کرنے والا اور ان کی خرابیوں کو ختم کرنے والا معدہ کو قوت بخشنے والا، نفس کو تفریح عطا کرنے والا، روح کی تقویت کا باعث، بیماری کو دور کرنے والا اور تکالیف کو بدن کی گہرائیوں سے نکال دینے والا ہے۔ شہد یقیناً اللہ پاک کی بڑی نعمت ہے اور بلاشبہ اس کا وجود اور اس کے یہ عظیم اور لاتعداد فوائد اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت اور رحمت پر شاہد عدل ہیں۔

مٹی سے ہم انسانوں کی خلقت، پھر ہماری یہ توانائی کہ ہم زمین کو تابع بنائیں، سمندروں کو چیر ڈالیں، پہاڑوں کو اڑا دیں، بجلی، ریڈیو، وائرلیس، ہوائی جہاز، ایٹم بم، ہائیڈروجن، بم راکٹ بنا ڈالیں، دماغ کی ترقی کا نتیجہ ثابت ہوں اور خدائی پر حکومت اور خدا سے ملاقات کر کے ترقی روح کا مظہر بنیں۔

سمندر:

اتنا بڑا سمندر جو اتنی بڑی زمین سے کئی گنا بڑا ہو اور جس کی گہرائیوں گزوں اور فٹوں کا ذکر تو کیا میلوں ہو۔ اس پر ایک ایک کمزور انسان کا قابو پالینا، اس پر دوڑنا، اس کے اندر غوطے لگانا، اس پر تیرنا اس کی مخلوقات کا پتہ لگانا، اس کے عجائبات حاصل کرنا، اس کی پیداوار کو اپنا غلام بنانا، پھر زمین اور آسمان کی ہر چیز کو تابع کرنے کی فکر کرنا جس کا راز سائنس کی موجودہ ترقیات سے روز بروز کھلتا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور اس کے اعلیٰ اقتدار کا پردہ فاش کرتا ہے البتہ لوگ غور نہیں کرتے۔

اس دور میں مے اور ہے جام اور جم اور ☆ ساقی نے بنا کی روش لطف و ستم اور

نظام شمسی:

سورج اگر نہ نکلے تو کون سوائے اللہ کے نکال سکتا ہے سورج نکل کر غروب نہ ہو تو کون غروب کر سکتا ہے؟ چاند نکلنے ڈوبنے، گھٹنے، بڑھنے پر کون قابو رکھتا ہے؟ کیا یہ انسان! ہرگز نہیں؟ کیا کوئی اور مخلوق ہرگز نہیں تو پھر کون؟ یقیناً اللہ تعالیٰ۔

جانور اور سواریاں:

جانوروں کا قابو میں رہنا ایک کمسن بچے کا بلا کسی لگام اور زنجیر کے دیو پیکر ہاتھی کا چلانا اونٹوں کی مہار و نکیل سے پکڑ کر چلانا اللہ کی قدرت کی بڑی نشانی ہے پھر قرآن نے اونٹ، گھوڑے، ہاتھی، کشتی وغیرہ سواریوں ہی پر بس نہیں کیا بلکہ فرمایا اس سلسلہ میں اتنی نشانیاں دکھاتا رہے گا۔

جہاز ہوائی جہاز، ریل موٹر ان سب کو سامنے رکھ کر اللہ کی قدرت اس کی طاقت اور رحمت پر غور کریں تو ہم کو بڑے بڑے سبق ملیں گے۔

عقل وسمجھ:

بعض جانوروں میں عقل خلقتاً ہوتی ہے۔ مثلاً مور، سانپ کو کھاتا ہے تو اس کو بہت پیاس لگتی ہے لیکن پانی نہیں پیتا تاکہ جسم میں نقصان نہ ہو۔

لومڑی:

بھوک کے وقت پیٹ پھیلا کر سو جاتی ہے تاکہ جانور اسے مردہ سمجھیں پھر جب جانور پاس آتے ہیں تو حملہ کر کے کھا جاتی ہے۔

ولفین:

جب پرندہ کا شکار کرنا چاہتا ہے تو کسی مچھلی کو مار ڈالتا ہے پھر پانی میں ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اوپر آجاتی ہے اور خود چھپ جاتا ہے۔ پھر جب پرندہ اس کو شکار کرنے آتا ہے تو اس پر حملہ کر کے مار ڈالتا ہے۔

گھڑیال (مگرمچھ):

اس کے دانتوں میں اٹکے ہوئے ریشوں میں جب کیڑے پڑ جاتے ہیں اور وہ اسے تکلیف دیتے ہیں تو خشکی میں آکر منہ پھیلا کر لیٹ جاتا ہے پرندے جانتے ہیں کہ یہ مردہ ہے کہ وہ آکر کیڑے چنتے ہیں جب اس کا منہ صاف ہو جاتا ہے تو اپنا منہ بند کر کے ان کو مار ڈالتا ہے۔

چیونٹی:

چیونٹی جب چلتی ہے تو راستہ میں ایک دوسرے سے ملا کرتی ہے چیونٹی گرمی میں دانہ جمع کرتی ہے اور جاڑوں میں کم نکلتی ہے وہ ہمت نہیں ہارتی اپنے سے تیں حصے زیادہ وزن اٹھا لیتی ہے اونچی جگہ مکان بناتی ہے تاکہ سیلاب کا اثر نہ آئے۔ دانہ کاٹ دیتی ہے تاکہ گلے سڑے نہیں جب وہ تر ہو جاتا ہے تو سوکھاتی ہے۔

مکڑی:

اس کے اندر سے ایک قسم کی لیس دار رطوبت نکلتی رہتی ہے۔ جس سے جالا بنتی رہتی ہے اور اس میں اپنی محبوب شکار مکھی کو بآسانی پھنسا کر کھاتی رہتی ہے۔

مرغی:

مرغی انڈے دیتی ہے پھر انڈوں کو کسی محنت اور حکمت سے سیتی ہے پھر بچوں کو انڈوں سے

نکالتی ہے پھر بچوں کو چگاتی ہے اور جب وہ خود کھانے پینے کے قابل ہو جاتے ہیں تو چھوڑ دیتی ہے یہ سب باتیں اللہ کی قدرت کی مظاہر ہیں۔

ایٹم ذرہ کی تقسیم:

سورۃ یونس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ کے علم سے آسمان وزمین میں کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز بھی، کسی عنصر میں جو سب سے چھوٹا جز پایا جانا ممکن ہے اسے ایٹم کہتے ہیں اور انیسویں صدی تک اغلب خیال یہ تھا کہ ایٹم تقسیم نہیں ہو سکتا اور گزشتہ چند برسوں میں ماہرین طبیعات Physics نے تحقیق کر کے نتیجہ اخذ کیا کہ ایٹم ان اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے۔ پروٹون، نیوٹرون، الیکٹرون لیکن قرآن پاک نے چودہ صدیوں پہلے ہی بتا دیا کہ ذرہ Atom ایٹم سے چھوٹا، اصغر کلمہ موجود ہے جو اس کے تجزیہ کو ظاہر کر رہا ہے۔

علق کی تشریح:

اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے انسانوں کو علق جمے ہوئے خون سے پیدا کیا جدید تحقیق کے مطابق انسانی مادہ منویہ میں چھوٹے چھوٹے حیوانچے ہوتے ہیں اور ہر حیوانچے اپنی شکل وشباہت میں علق کے دودھ کیڑا مشابہ ہوتا ہے وہ کیڑا آنکھوں سے محض نہیں دیکھا جا سکتا بلکہ مائیکرواسکوپ (خوردبین) سے دیکھا جا سکتا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ سائنس جہاں ترقی کر کے آج پہنچی ہے قرآن پاک میں پہلے سے وہ سب موجود ہے۔

ٹڈی:

ایک ٹڈی ایک سال میں ایک لاکھ انڈے دیتی ہے یہ ایک خاص وقت پر نکلتی ہے جب پہاڑوں میں ان کے رہنے کی گنجائش نہیں رہتی تو میدانوں میں آتی ہے یہ ایک بار کھانے پینے سے سال بھر تک بلا غذا اور پانی کے زندہ رہ سکتی ہے اس کے چلنے پھرنے اور آنے جانے میں بھی ایک نظام اور باقاعدگی پائی جاتی ہے۔

یہ اللہ کی قدرت کے مظاہر ہیں ان کو پڑھ کر سن کر ہمارے ایمان مضبوط ہونے چاہئیں ہمارا تعلق اللہ سے گہرا ہونا چاہیے اور ہم اس کی اطاعت وبندگی میں خوب لگیں تا کہ وہ ہم سے راضی ہو جائے اور دنیا وآخرت کی کامیابیاں وکامرانیاں عطا فرمائے۔ اس مضمون کا زیادہ حصہ مولانا عبدالقیوم ندویؒ کی کتاب اللہ کی قرآنی نشانیاں سے لیا گیا ہے۔

اللہ مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین!

نیا سفر ہے نئی منزلیں بلاتی ہیں ☆ مسافرو! روشِ کارواں بدل ڈالو
دفتر تمام گشت و بیاباں رسید عمر ☆ ماہم چناں دلہ اول وصف تو ماندہ ایم
جو اہلِ دنیا کا رخ کرو گے سکونِ خاطر کبھی نہ ہوگا ☆ شریکِ غفلت بہت ملیں گے شریکِ عبرت کوئی نہ ہوگا
اس عہد میں اے اکبر ہم اس کو ولی سمجھے ☆ تھوڑا سا بھی جس دل میں اللہ کا ڈر دیکھا
غرور انہیں ہے تو مجھ کو بھی ناز ہے اکبر ☆ سو خدا کے سب انکا ہے اور خدا میرا
نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا ☆ دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا
قرآن ہے شاہد خدا حسن سے خوش ہے ☆ کس حسن سے یہ بھی تو سنو حسنِ عمل سے
اب نہ جنگی مسلم نہ جھنڈا ہے ☆ صرف تعویذ اور گنڈہ ہے
حسن ہے بے وفائی بھی قسائی بھی ☆ کاش سمجھے اسے جوانی بھی
آگاہ ہوں معنی خوش اقبال سے ☆ واقف ہوں بنائے رتبہ عالی سے
شرطیں عزت کی اور ہیں اکبر ☆ چلتا نہیں کام صرف نقالی سے
دنیا میں ہوں دنیا کا طلب گار نہیں ہوں ☆ بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں
اس خانہ وہستی سے گزر جاؤں گا بے لوث ☆ سایہ ہوں نقط نقش بہ دیوار نہیں ہوں
گلشن میں صبا کی جستجو تیری ہے ☆ بلبل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے
ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا ☆ جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے

اللہ العالمین! اپنی ذات عالی کا تمام مسلمانوں کو یقین نصیب فرما۔ آمین!

☆☆☆☆☆

١ : خطبہ اول

رحمت کا مہینہ

ماہ رمضان سراسر خیر و برکت، رحمت، مغفرت کا مہینہ ہے۔ خاص واقعات جو اس ماہ میں پیش آئے ہیں۔ ۳ رمضان المبارک کو حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا انتقال ہوا۔ ۱۰ رمضان المبارک میں محمد بن قاسم فرشتہ رحمت بن کر سندھ آئے اور راجہ داہر ہندو اور اس کے لشکر کا مقابلہ کیا اور ملتان تک اسلام کا جھنڈا لہرایا۔ گیارہ (۱۱) رمضان المبارک آپ ﷺ فتح مکہ کے لیے روانہ ہوئے اور ۲۰ رمضان ۷ ہجری مکہ فتح ہوا۔ تین سو ساٹھ بت اللہ کے پاک گھر میں رکھے ہوئے تھے، گرائے توڑے گئے اور اللہ کے گھر کو صرف اللہ کی اطاعت و بندگی کے لیے صاف کر دیا گیا۔ ۱۰ یا ۱۱ رمضان المبارک میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا انتقال ہوا۔ ۱۵ رمضان المبارک میں شہید کربلا حضرت حسین ؓ کی ولادت ہوئی اور ۱۷ رمضان المبارک میں ہی اسلام اور باطل کے درمیان فیصلہ کن معرکہ غزوہ بدر پیش آیا۔ کفار و مشرکین کو شکست فاش ہوئی اور اللہ نے مسلمانوں کی فرشتوں کے ذریعہ مدد فرمائی۔ ۲۱ رمضان المبارک میں خلیفہ راشد داماد نبی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کر دیا گیا اور اس میں سرغنے خوارج تھے اور یہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زبردست سازش تھی۔ یاد رکھیں کہ یہ واقعات ایک سال کے رمضان المبارک میں پیش نہیں آئے بلکہ مختلف سالوں میں پیش آئے۔ صرف ماہ رمضان میں پیش آنے کی مناسبت سے یکجا کیے گئے تاکہ ان موضوعات میں سے امام صاحب یا خطیب مسجد اگر بیان کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

اس ماہ مقدس کی خاص عبادتیں یہ ہیں تلاوت قرآن کی کثرت کیونکہ قرآن پاک اسی ماہ میں نازل ہوا اور حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ حضور اکرم ﷺ قرآن پاک کا دور کرتے تھے اور قرآن بکثرت تلاوت فرماتے تھے اسی طرح صحابہ و تابعین و بزرگان دین بھی خاص طور پر قرآن کریم کی تلاوت زیادہ فرماتے تھے۔ نیز اسی ماہ میں لیلۃ القدر کی رات آتی ہے۔ جس میں عبادت کرنا ہزار مہینوں

کی عبادت سے افضل ہے پھر اس میں اعتکاف کی عبادت آتی ہے۔ حضور ﷺ خود بھی اس ماہ میں اعتکاف فرماتے اور صحابہ کرام ﷺ کو بھی ترغیب دیتے آخری جمعۃ الوداع بھی بڑی فضیلت کا حامل ہے۔ اگلی صفوں میں شامل ہو کر پڑھنا چاہیے۔ آخر رمضان میں صدقہ فطر میں بھی بہت بڑی فضیلت ہے اور آخری رات عید کی جس کو لیلۃ الجائزہ کہا گیا اس رات بھی عبادت کرنا بڑا ثواب ہے۔

بہرحال یہ مقدس مہینہ ہے۔ اسلام کے اہم ترین اور باعظمت رکن روزہ کے پورا ہونے کا ذریعہ اور مسلمانوں کے لیے رضائے الٰہی حاصل کرنے اور قرب خداوندی حاصل کرنے کا موقع ہوتا ہے۔ اس ماہ کو نزول قرآن کی ابتداء کا شرف حاصل ہے۔ اس ماہ کی صحیح قدر کرنی چاہیے۔ اس کے حقوق کی ادائیگی کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ کی اس دولت بے بہا کو خوب لوٹنا چاہیے۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ ☆ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

ترا کچھ پتہ بھی جو پا گیا وہ تمام جہاں پر چھا گیا

اسے اب کسی سے اُمید ہے نہ کسی سے خوف و ہراس ہے

ماہ رمضان المبارک رحمت، خیر و برکت، مغفرت، دوزخ سے خلاصی و سلامتی حاصل کرنے کا مہینہ، اللہ کو راضی کرنے کا مہینہ ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ﴾ [پارہ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۵]

قرآن و روزہ کے متعلق ہے۔

ترجمہ: "ماہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے اور واضح نشانیاں ہدایت اور حق و باطل کے درمیان فرق کی ہیں جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو چاہیے کہ وہ اس میں روزہ رکھے۔

روزہ کی فرضیت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [پارہ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۳]

روزہ کی فرضیت بیان کی گئی ہے۔

ترجمہ ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تا کہ تم پرہیزگار بنو۔''

فضیلت ماہِ رمضان:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَفِی الْجَنَّةِ رِوَایَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ فِیْ رِوَایَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ)).

[متفق علیہ]

ماہِ رمضان کس قدر رحمت و برکت خیر کا مہینہ ہے۔ دیکھیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''جب ماہِ رمضان شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں نیز شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے'' اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ''رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں کا مطلب یہ ہے کہ اس ماہِ مقدس کے شروع ہوتے ہی باری تعالیٰ کی رحمت پے در پے نازل ہونا شروع ہو جاتی ہے اور بندوں کے اعمال نیک بغیر کسی مانع و رکاوٹ کے قبول ہوتے ہیں نیز قبولیت کا دروازہ کھل جاتا ہے کہ بندہ جو جائز دعا مانگتا ہے وہ بارگاہِ الوہیت میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوتی ہے۔ جنت کے دروازے کھل جانے کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کو ان اعمال صالحہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے جو جنت میں جانے کا ذریعہ ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، کا مطلب یہ ہے کہ روزہ دار گویا ایسے کاموں سے بچا رہتا ہے جو دوزخ میں داخل ہونے کا باعث ہیں۔ روزہ دار جب کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے تو صغیرہ گناہ روزہ کی برکت سے بخش دیے جاتے ہیں شیاطین جو سرکش و سرغنہ ہوتے ہیں ان کو زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے اور ان کی وہ قوت سلب کر لی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بندوں کو بہکانے پر قادر ہوتے ہیں۔ روزہ کی وجہ سے انسان کی قوت حیوانیہ مغلوب ہو جاتی ہے جو غیظ و غضب اور شہوت کی جڑ ہے اور اور طرح طرح کے گناہوں کا باعث ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف قوت عقلیہ غالب اور قوی ہو جاتی ہے جو طاعات اور نیکی کا باعث ہوتی ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ رمضان میں دوسرے مہینوں کی بہ نسبت گناہ کم ہوتے ہیں اور عبادات و طاعات میں زیادتی ہوتی ہے۔

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)). [متفق علیہ]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس شخص نے ایمان کے ساتھ (یعنی شریعت کو سچ جانتے ہوئے اور فرضیت رمضان کا اعتقاد رکھتے ہوئے اور طلب ثواب کی خاطر یعنی کسی خوف یا ریا کے طور پر نہیں بلکہ خالصتاً اللہ کے لیے) رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے وہ گناہ بخش دیے جائیں گے جو اس نے پہلے کیے تھے نیز جو شخص ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کی خاطر رمضان میں کھڑا ہو تو اس کے وہ گناہ بخش دیے جائیں گے جو اس نے پہلے کیے تھے۔ اسی طرح جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ (یعنی شب قدر کی حقیقت کا ایمان واعتقاد رکھتے ہوئے) اور طلب ثواب کی خاطر عبادت کے لیے کھڑا ہو تو اس کے وہ گناہ بخش دیے جائیں گے جو اس نے پہلے کیے تھے (بخاری ومسلم) گناہوں کے معاف ہونے کا مطلب صغیرہ گناہ ہیں جو معاف ہو جاتے ہیں۔ کبیرہ گناہ بھی توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔

اس وقت ایک دھیان ہے اور ان کا دھیان ہے ☆ یہ وقت دل کو آئینہ کرنے کا وقت ہے
اے عظیم از ما گناہان عظیم! ☆ ناتوانی عفو کن اندر جریم
(رومی)

چشم رحمت ادھر کو بھی نظر کیجیے گا ☆ اسی اُمید پہ آیا یہ گنہگار بھی ہے
(میر درد)

رمضان کو روزے کے ساتھ مخصوص کیوں کیا گیا:

مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ ارکان اربعہ میں تحریر فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے روزے رمضان میں فرض کیے ہیں اور ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم قرار دیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان دو برکتوں اور سعادتوں کا اجتماع بڑی حکمت اور اہمیت کا حامل ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا اور گم کردہ انسانیت کو صبح صادق نصیب ہوئی۔ اس لیے یہ عین مناسب تھا کہ جس طرح طلوع صبح صادق روزہ کے آغاز کے ساتھ مربوط کردی گئی ہے، اسی طرح اس مہینہ کو بھی جس میں ایک طویل اور تاریک رات کے بعد پوری انسانیت کی

صبح ہوئی پوری مہینے کے روزہ کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے، خاص طور پر اس وقت جبکہ اپنی رحمت و برکت روحانیت اور نسبت باطنی کے لحاظ سے بھی یہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل تھا اور بجا طور پر اس کا مستحق تھا کہ اس کے دنوں کو روزے سے اور راتوں کو عبادت سے آراستہ کیا جائے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں اس مہینہ کو قرآن مجید کے ساتھ بہت خاص مناسبت ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے قرآن مجید اسی مہینہ میں نازل کیا گیا۔ یہ مہینہ ہر قسم کی خیر و برکت کا جامع ہے، آدمی کو سال بھر میں مجموعی طور پر جتنی برکتیں حاصل ہوتی ہیں وہ اس مہینہ کے سامنے اس طرح ہیں جس طرح سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ اس مہینہ میں جمعیت باطنی کا حاصل پورے سال جمعیت باطنی کے لیے کافی ہوتا ہے اور اس میں انتشار اور پریشان خاطری بقیہ تمام دنوں بلکہ پورے سال کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، قابل مبارک باد ہیں وہ لوگ جن سے یہ مہینہ راضی ہو کر گیا اور ناکام و بدنصیب ہیں وہ جو اس کو ناراض کر کے ہر قسم کی خیر و برکت سے محروم ہو گئے۔

ہر دم وہ ہم کو پیش نظر دیکھتے رہے ☆ غفلت کے مانے جانے کدھر دیکھتے رہے
آئینہ میں وہ حسن نظر دیکھتے رہے ☆ دزدیدہ میرا درد جگر دیکھتے رہے
حفاظت جس سفینہ کی انہیں منظور ہوتی ہے ☆ کنارے تک اسے خود لا کے طوفان چھوڑ دیتے ہیں

ایک دوسرے مکتوب میں مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں اگر اس مہینہ میں کسی آدمی کو اعمال صالحہ کی توفیق مل جائے تو پورے سال یہ توفیق اس کے شامل حال رہے گی اور اگر یہ مہینہ بے دلی، فکر و تردد اور انتشار کے ساتھ گزرے تو پورا سال اسی حال میں گزرنے کا اندیشہ ہے۔

عبادات کا عالمی موسم اور اعمال صالحہ کا جشن عام:

عبادات، ذکر، تلاوت، زہد و تقویٰ ان تمام چیزوں نے رمضان کو ایک ایسا عالمی موسم اور جشن عام کا زمانہ بنا دیا ہے جس میں مشرق و مغرب کے تمام مسلمان عالم و جاہل امیر و فقیر کم ہمت اور عالی حوصلہ ہر قسم کے گروہ کے لوگ ایک دوسرے کے شریک و رفیق اور ہمدم و دمساز نظر آتے ہیں، یہ رمضان ایک ہی وقت میں ہر شہر اور ہر گاؤں اور ہر دیہات میں ہوتا ہے۔ امیر کے محل اور غریب کی جھونپڑی دونوں میں اس کا جلوہ نظر آتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ کوئی شخص خودسری اور خود آرائی کرتا ہے نہ روزے کے لیے دنوں کے انتخاب میں کوئی انتشار اور جھگڑا پیدا ہوتا ہے ہر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے دو آنکھیں عطا کی ہیں عالم اسلام کے وسیع و عریض رقبہ میں ہر جگہ اس کے جلال و جمال کا مشاہدہ خود کر سکتا ہے، ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ پورے اسلامی معاشرہ پر نورانیت اور سکینت کا ایک وسیع شامیانہ سایہ فگن ہے جو لوگ روزہ کے معاملہ میں ذرا سست اور کاہل ہیں وہ بھی ۔ عامۃ المسلمین سے علیحدگی کے ڈر سے روزہ رکھنے پر مجبور ہوتے ہیں اور اگر کسی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے تو چھپ کر اور شرم کے ساتھ کھاتے ہیں، سوائے ان چند ملحد اور فساق کے جن کو علانیہ بھی اس بے شرمی میں کوئی عار نہیں ہوتا یا ان بیماروں اور مسافروں کے جو شرعاً معذور ہیں یہ ایک اجتماعی اور عالمی روزہ ہے۔ جس سے خود بخود ایک ایسی سازگار اور خوشگوار فضا پیدا ہوتی ہے جس میں روزہ آسان معلوم ہوتا ہے دل نرم پڑ جاتے ہیں اور لوگ عبادتوں اور طاعتوں اور ہمدردی و غم خواری کے مختلف کاموں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ (ارکان اربعہ)

ماہ رمضان میں اللہ جل شانہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرماتے ہیں کہ زمین پر جاؤ اور شیاطین کے بڑے سرغنوں کو قید کر دو اور گلے میں طوق ڈال کر پھینک دو کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی اُمت کے روزہ داروں کو خراب نہ کریں۔

ایک روایت میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان کی ہر رات میں تین مرتبہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہے کوئی سائل کہ میں اس کو عطا کروں ہے کوئی مغفرت کا طلب گار کہ میں اس کو معاف کر دوں۔

اللہ رب العزت رمضان شریف میں افطار کے وقت ایسے دس لاکھ انسانوں کو جہنم سے خلاصی عطا فرماتے ہیں جو عذاب کے مستحق ہو چکے تھے اور جب جمعہ کی رات اور جمعہ کا دن ہوتا ہے تو ہر ہر گھڑی دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو شروع رمضان سے لے کر آج تک جتنے لوگ جہنم سے آزاد کیے گئے تھے ان سب کے برابر ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں۔ (تنبیہ الغافلین)

جب رمضان المبارک آتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کیا خوب مہینہ ہے جو ہمیں پاک کرنے والا ہے پورا رمضان سراسر خیر خواہی ہے۔ خواہ دن کا روزہ ہو یا رات کا قیام اس ماہ مبارک میں خرچ جہاد میں خرچ کرنے کا ثواب رکھتا ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

رمضان اللہ کا مہینہ ہے:

جناب رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں رجب کا مہینہ میری اُمت کا ہے اور باقی مہینوں پر اس کی فضیلت ایسی ہے جیسے میری اُمت کی فضیلت باقی اُمتوں پر اور شعبان میرا مہینہ ہے اور اس کی فضیلت

باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت باقی انبیاء پر ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے اور اس کی فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت اپنی مخلوق پر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ابن آدم کا ہر عمل کئی گناہ بڑھا دیا جاتا ہے اور نیکی دس گنا سے لے کر سات سو تک بڑھا دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سوائے روزہ کے اس لیے کہ بے شک وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا روزہ دار میری خاطر اپنا کھانا اور اپنی خواہش نفس سب چھوڑ دیتا ہے اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور ایک اپنے رب سے ملاقات کے وقت اور بے شک روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے اچھی اور پاکیزہ ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے اس دروازے سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے اور جو اس میں داخل ہو جائے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

اس ماہ مقدس میں مسلمانوں کی تربیت کی جاتی ہے کہ وہ صبر کرنا سیکھیں اس کی مشق کریں، غم خواری کریں اپنے پیٹ و زبان کی حفاظت کریں اور اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھیں بزرگان دین کی ساری زندگی اللہ کی اطاعت و بندگی کے ساتھ ہمدردی و غم خواری میں گزر گئی۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ ایک رات غیر آباد مسجد میں گئے جس کے کواڑ نہ تھے دیکھا کہ تین درویش سو رہے تھے سردی نہایت سخت تھی۔ آپ صبح تک مسجد کے دروازے ہی میں کھڑے رہے۔ انہوں نے پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا ہوا سرد تھی میں نے خیال کیا کہ دروازے روکے رکھوں تا کہ تمہیں سرد ہوا کم لگے۔

حضرت شقیقؒ سے ایک شخص نے کہا کہ لوگ تمہاری ملامت کرتے ہیں کیونکہ تم لوگوں کی محنت سے کمائی ہوئی روزی کھاتے ہو۔ آؤ کہ میں تمہیں کچھ دے دوں آپ نے فرمایا اگر تم میں پانچ عیوب نہ ہوتے تو میں ایسا کر لیتا ایک تو یہ کہ تمہارا خزانہ کم ہو جائے گا، دوسرے اس بات کا امکان ہے کہ چور میرے پاس سے لے جائیں گے۔ تیسرے یہ کہ ہوسکتا ہے کہ پشیمان ہو جاؤ، چوتھے یہ کہ شاید تم مجھ میں کوئی عیب دیکھو تو کہو کہ میرا مال واپس دے دو پانچویں یہ کیا عجب ہے جو تمہاری اجل آجائے اور میں بے سروسامان ہو جاؤں لیکن میرا ایک خدا ہے اور وہ ان تمام عیوب سے پاک ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کی تین نصیحتیں:

حضرت حسن بصریؒ نے تین عجیب نصیحتیں فرمائی ہیں:

(۱) لوگو! اگر تم چاہتے ہو کہ اپنے متعلق اپنی پسماندہ حالت یعنی اپنے مرنے کے بعد کی کیفیت معلوم کرو تو اپنے سے پہلے مرے ہوؤں کی حالت دیکھ لو جوان کا اچھا یا برا ذکر ہے وہی تمہارا ہوگا۔

(۲) لوگو! جس شخص نے مخلوق کو اپنا پیرو کار سمجھ کر یہ خیال کیا کہ میں پیشوائے قوم یا لیڈر یا بڑا ہوں تو اس کی عقل زائل ہوگئی اور وہ احمق کے لقب سے پکارا جائے گا۔

(۳) لوگو! انسان خواہ کسی حال میں ہو لیکن دنیا سے مفارقت کرتے وقت تین چیزوں کی حسرت میں مبتلا ہوتا ہے اول یہ کہ افسوس مال حسب منشاء جمع نہ کرسکا۔ دوم یہ کہ افسوس کہ فلاں تمنا دخواہش پوری نہ ہوسکی جی میں رہی سوم یہ کہ افسوس جہاں میں جارہا ہوں وہاں تیاری وزادراہ نہیں ہے خالی ہاتھ چلا ہوں۔

ہاتھ خالی جائیں گے دامن پسارے جائیں گے
تیرے بندے تیرے گھر کس کے سہارے جائیں گے
وقت کے جو قدر دان ہیں وقت جو کھوتے ہیں
بالیقین وہ دین و دنیا میں پکارے جائیں گے

ایک آیت کا ترجمہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے مضرتوں سے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح مہمات کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا کام جس طرح چاہے پورا کرکے رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ اپنے علم میں مقرر کر رکھا ہے۔

مسلمانو! دنیا کی زندگی بہت تھوڑی سی ہے اگر اسلام پر قائم رہ کر مان لیا کہ کچھ تھوڑی سی تکلیف بھی بھگت لی تب بھی مرنے کے ساتھ ہی ایسے عیش اور چین دیکھو گے کہ یہاں کی سب تکلیفیں بھول جاؤ گے اور اگر کسی لالچ سے یا کسی تکلیف سے بچنے کے لیے کوئی شخص خدانخواستہ اسلام سے پھر گیا تو مرنے کے ساتھ ہی ایسی مصیبت کا سامنا ہوگا کہ دنیا کے سب عیش بھول جائے گا۔ پھر اس مصیبت سے کبھی بھی نجات نہ ہوگی تو جس کو تھوڑی سی عقل ہوگی وہ ساری دنیا کی بادشاہی کے لالچ میں بھی اسلام کو نہ چھوڑے گا۔ اے اللہ! ہمارے بھائیوں کو ہدایت کر اور ان کی عقلیں درست رکھ۔ (حیاۃ المسلمین)

روزے کی انفرادی خصوصیت:

روزے میں ایک خاص بات ایسی ہے جو کسی اور عبادت میں نہیں وہ یہ ہے کہ روزہ ہونے یا نہ

ہونے کی سوائے اللہ کے کسی کو خبر نہیں ہو سکتی اس لیے روزہ وہی رکھے گا جس کو اللہ کی محبت یا اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوگا اور اگر فی الحال کچھ کمی بھی ہوگی تو تجربے سے ثابت ہے کہ محبت وعظمت کے کام کرنے سے محبت و عظمت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے روزہ رکھنے سے یہ کمی پوری ہو جائے گی اور ظاہر ہے کہ جس کے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف اور محبت ہوگی وہ دین میں کتنا مضبوط ہوگا اور روزہ رکھنے میں دین کی مضبوطی کی خاصیت ثابت ہوگی۔

حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھ کو کسی (بڑے) عمل کا حکم دیجیے فرمایا روزہ رکھو! کیونکہ کوئی عمل اس کے برابر نہیں۔ میں نے دوبارہ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھ کو کسی بڑے عمل کا حکم دیجیے فرمایا روزہ رکھو! کیونکہ کوئی عمل اس کے مثل نہیں۔ میں نے (تیسری بار) پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھ کو کسی (بڑے) عمل کا حکم دیجیے۔ فرمایا روزہ رکھو! کیونکہ کوئی عمل اس کے مثل نہیں۔ (نسائی وابن خزیمہ)

ایک روایت میں ہے سرکار دوعالم ﷺ فرماتے ہیں کہ روزہ ایک ڈھال ہے اور ایک مضبوط قلعہ ہے دوزخ سے (بچانے کے لیے)۔ (احمد وبیہقی)

فائدہ جس طرح روزہ گناہوں سے بچاتا ہے جو کہ باطنی بیماریاں ہیں اسی طرح بہت سی ظاہری بیماریوں سے بھی بچاتا ہے کیونکہ زیادہ تر یہ بیماریاں کھانے پینے کی زیادتی سے ہوتی ہیں روزہ سے ان میں کمی ہوگی تو ایسی بیماریاں بھی نہ آئیں گی۔

روزہ بدن کی زکوۃ ہے:

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا سرکار مدینہ ﷺ نے ہر چیز کی ایک زکوۃ ہے اور بدن کی زکوۃ روزہ ہے۔ (ابن ماجہ)

تشریح یعنی جس طرح زکوۃ میں مال کا میل کچیل نکل جاتا ہے اسی طرح روزہ میں بدن کا میل کچیل یعنی مادہ فاسدہ جس سے بیماری پیدا ہوتی ہے دور ہو جاتا ہے۔

ایک اور حدیث ہے حضرت ابوہریرہ ؓ راوی ہیں کہ فرمایا جناب اکرم ﷺ نے روزہ رکھا کرو تندرست رہو گے۔ (طبرانی)

فائدہ روزہ سے جس طرح ظاہری وباطنی مغفرت نقصان زائل ہوتا ہے اسی طرح اس سے ظاہری و باطنی مسرت وخوشی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار کو دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔ ایک تو جب افطار کرتا ہے (یعنی روزہ کھولتا ہے تو اپنے افطار پر خوش ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے) اور دوسری خوشی جب اپنے پروردگار سے ملے گا (اس وقت) اپنے روزے سے خوش ہوگا۔ (بخاری)

تراویح کی فضیلت:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کو فرض فرمایا اور میں نے رمضان کی شب بیداری کو (تراویح قرآن کے لیے) تمہارے واسطے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) سنت بنایا (جو مؤکدہ ہونے کے سبب) وہ بھی ضروری ہے جو شخص ایمان سے اور ثواب کے اعتقاد سے رمضان کا روزہ رکھے اور رمضان کی شب بیداری کرے وہ اپنے گناہوں سے اسی دن کی طرح نکل جائے گا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ (نسائی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن بندہ کی شفاعت (یعنی بخشش کی سفارش) کریں گے۔ روزہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار میں نے اس کو کھانے اور نفسانی خواہش سے روکے رکھا۔ سو اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمائیں اور قرآن کہے گا میں نے اس کو سونے نیند کرنے سے روکے رکھا سو اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی۔

(احمد و طبرانی و حاکم)

روزہ افطار کرانے کی فضیلت:

حضرت سلیمان کی حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ کھلوادے یعنی افطار کرائے تو یہ اس کے گناہوں کی بخشش کا اور دوزخ سے اس کے چھٹکارے کا ذریعہ ہوجائے گا اور اس کو بھی اس روزے دار کے برابر ثواب ملے گا۔ اس طرح سے کہ اس کا ثواب بھی نہ گھٹے گا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر شخص اس کی طاقت نہیں رکھتا جس سے روزے دار کا روزہ کھلوا سکے (یہ پوچھنے والے روزہ کھلوانے کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ پیٹ بھر کر کھانا کھلادے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے دیتا ہے جو کسی کا روزہ ایک چھوارے پر یا پیاس بھر پانی پر یا لسی پر کھلوادے۔ (ابن خزیمہ)

اعتکاف کا ثواب:

ماہ رمضان میں مسجد میں اعتکاف بیٹھنا خاص کر آخری دس دن میں بڑا ثواب رکھتا ہے۔

حضرت بن حسین رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا جو شخص رمضان میں دس روز کا اعتکاف کرے دو حج دو عمرے جیسا ثواب ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اعتکاف کرنے والا تمام گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے کوئی تمام نیکیاں کر رہا ہو۔ (مشکوۃ از ابن ماجہ)

عید کے دن کی فضیلت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندوں نے میرا قرض ادا کیا پھر دعا کے لیے نکلتے ہیں۔ اپنی عزت و جلال اور کرم و شان بلندی کی قسم میں ضرور ان کی عرض قبول کروں گا۔ پھر فرماتا ہے کہ بس جاؤ میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا پس وہ بخشے بخشائے واپس آتے ہیں۔

(مشکوۃ بیہقی) (حیات المسلمین)

الغرض رمضان المبارک کا مہینہ تلاوت قرآن کا موسم اور ابرار و متقین و عباد و صالحین کے لیے فصل بہار ہے اس اُمت کا دینی جذبہ، دین کا احترام اور عبادت کا شوق پوری طرح جلوہ گر ہو کر سامنے آجاتا ہے۔ اس ماہ میں توبہ و انابت کی توفیق مل جاتی ہے قلوب نرم ہو جاتے ہیں خدا کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں۔ احساس ندامت ہوتا ہے اور کار خیر میں آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

شب قدر:

اس ماہ مقدس میں شب قدر بھی آتی ہے۔ جس میں ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ شب قدر میں جو ایمان و احتساب کے ساتھ عبادت کرے گا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و رحمت سے اس رات کو رمضان کے آخری عشرہ میں پوشیدہ رکھا تاکہ مسلمان اس کی تلاش و جستجو میں رہیں ان کی طلب اور ہمت بڑھے اور وہ یہ سب آخری راتیں اس کی لالچ میں قیام و عبادت اور دعا و مناجات میں گزاریں۔

بہر حال ماہ مقدس کو غنیمت سمجھنا چاہیے اس کا کوئی لمحہ غفلت میں نہ گزرنا چاہیے۔

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو ☆ در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا
ہم عشق کے بندے ہیں محبت کے خریدار ☆ دنیا کی محبت سے ہمیں کیوں سروکار
جس کو چاہے کھینچ لے رحمت میں وہ ☆ جس کو چاہے بھیج دے جنت میں وہ
کوئی اس کا روکنے والا نہیں ☆ کوئی اس سے برتر و اعلیٰ نہیں
دست رحمت اس کا ہے اتنا دراز ☆ دشمنوں تک کا ہے اپنے کار ساز
تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لیے ☆ در تری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے

قیامت کے دن روزہ داروں پر خاص رحمتِ خداوندی:

ایک روایت میں ہے کہ روزہ داروں کے لیے قیامت کے عرش کے تلے دستر خوان چنا جائے گا اور وہ لوگ اس پر کھانا کھاتے ہوں گے اور لوگ ابھی حساب و کتاب میں ہوں گے اور ان کو دیکھ کر کہیں گے یہ لوگ کیسے ہیں کہ بیٹھے کھا رہے ہیں اور ہم حساب میں پھنسے ہوئے ہیں تو ان کو جواب ملے گا یہ لوگ روزہ رکھتے تھے اور تم بے روزہ تھے۔ (مجالس الابرار)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ماہ رمضان کے مقدس مہینہ کے حقوق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں اور اس ماہ کی پوری خیر و برکت رحمتیں نصیب فرمائیں۔

آمین برحمتک یا رب العالمین۔

خطبہ دوم:

فضائل و برکات روزہ

لُغوی تشریح:

ماہ رمضان کا مقدس مہینہ سراسر خیر و برکت ہے۔ اس کی ایک اہم عبادت روزہ ہے۔ روزہ عربی کے لفظ صوم کا ترجمہ ہے۔ صوم کے لغوی معنی کسی چیز سے رکنا اور باز رہنا اصطلاح شریعت میں روزہ اس کو کہتے ہیں کہ انسان اللہ کی خوشنودی کی خاطر طلوع صبح صادق سے لے کر آفتاب کے غروب تک کھانے پینے اور مباشرت سے باز رہے۔

روزے کی فرضیت کے بارے میں قرآن پاک میں آتا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [پارہ ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۳]

فرضیت روزہ کا ذکر ہے۔

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلی اُمتوں پر فرض کیے گئے تھے۔ اس توقع پر کہ تم (روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ) متقی بن جاؤ۔

فوائد: کیونکہ روزہ رکھنے سے آدمی اپنے نظام الاوقات میں تبدیلی کرتا ہے نفس کو اس کے متعدد تقاضوں سے روکتا ہے، بھوک، پیاس برداشت کرتا ہے اور اس سے نفس کی شہوات کمزور ہوتی ہیں اس لیے انسان میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور تقویٰ روح کی معراج ہے تقویٰ سے ہی انسان میں انسانیت آتی ہے اور متقی پرہیزگاروں کے لیے دنیا و آخرت کی بڑی بڑی بشارتیں آتی ہیں۔ یہ فرمانا کہ روزے پہلے لوگوں پر بھی فرض کیے گئے اس میں ہمت افزائی ہے کہ یہ عبادت ایسی ہے جو صرف تم پر ہی فرض نہیں ہوئی بلکہ پہلے سے فرض چلی آرہی ہے اور تم سے پہلے بھی لوگ یہ فرض ادا کرتے آئے ہیں۔

روزے کا ثواب:

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ یُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ یَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِیْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا كَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ امْرُؤٌ صَائِمٌ)). [متفق علیہ]

اس حدیث میں روزہ کی فضیلت کے ساتھ ساتھ روزہ دار کو ضروری ہدایات بھی دی گئی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا بنی آدم کے ہر نیک عمل کا ثواب زیادہ کیا جاتا ہے بایں طور کہ ایک نیکی کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مگر روزہ کہ وہ میرے ہی لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا (یعنی روزہ) کی جو جزا ہے اسے میں ہی جانتا ہوں اور وہ روزہ دار کو میں خود ہی دوں گا۔ اس بارہ میں کوئی دوسرا یعنی فرشتہ بھی واسطہ نہیں ہوگا کیونکہ روزہ دار اپنی خواہش اور اپنا کھانا صرف میرے لیے ثواب کی طلب کے لیے روزہ رکھتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی تو روزہ کھولتے وقت اور دوسری خوشی (ثواب ملنے کی وجہ سے) اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت یاد رکھو روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو

سے زیادہ لطیف اور پسندیدہ ہے اور روزہ سپر ہے (یعنی رکاوٹ وڈھال ہے کہ اس کی وجہ سے بندہ دنیا میں شیطان کے شر و فریب سے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے محفوظ رہتا ہے) لہٰذا جب تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو تو نہ فحش باتیں کرے اور نہ بیہودگی کے ساتھ اپنی آواز بلند کرے اور اگر کوئی (نادان جاہل) اسے برا کہے یا اس سے لڑنے جھگڑنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ کہہ دے میں روزہ دار ہوں۔ (بخاری و مسلمؒ)

تشریح: نیک عمل کے اجر کے سلسلہ میں ادنیٰ درجہ دس ہے کہ نیکی تو ایک ہو مگر ثواب اس کا دس گنا ملے پھر اس کے بعد نیک عمل کرنے والے کے صدق و خلوص پر انحصار ہوتا ہے کہ اس کی ریاضت و مجاہدہ اور اس کے خلوص و صدق نیت میں جتنی پختگی اور کمال بڑھتا رہتا ہے اسی طرح اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ بعض حالات میں ایک نیکی پر سات سو گناہ ثواب ملتا ہے گویا یہ آخری درجہ ہے لیکن بعض مقامات اوقات ایسے بھی ہیں جہاں کی جانے والی ایک نیکی اس سے بھی زیادہ اجر و ثواب سے نوازی جاتی ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ مکہ مکرمہ خانہ کعبہ میں ایک نیک عمل کے بدلہ میں ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں (اسی طرح بعض نیکیاں کروڑوں تک جا پہنچتی ہیں)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: الا الصوم مگر روزہ سے روزے کے ثواب کی اہمیت و فضیلت کی طرف اشارہ ہے کہ روزہ کا ثواب بے انتہا اور لامحدود ہے۔ جس کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

روزہ کی بے انتہا فضیلت کیوں؟

بحوالہ مظاہر حق روزہ اور اس کے ثواب کی اس فضیلت کے دو سبب ہیں اول تو یہ کہ روزہ دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتا ہے دوسری عبادتوں کے برخلاف کہ ان میں یہ وصف نہیں ہے جتنی بھی عبادات ہیں وہ کسی نہ کسی طرح دوسرے لوگوں کی نگاہوں کے سامنے آتی ہیں جبکہ روزہ ہی ایک ایسی عبادت ہے جس کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ صرف روزہ دار ہی کو ہوتا ہے لہٰذا روزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہوتا ہے کہ اس میں ریاء اور نمائش کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد فانہ لی کے ذریعہ اسی طرح اشارہ فرمایا کہ روزہ خاص میرے ہی لیے ہے کیونکہ روزہ تو صورۃ اپنے لیے وجود نہیں رکھتا جبکہ دوسری عبادتیں صورتاً اپنے لیے وجود رکھتی ہیں۔

دوم: دوسرا یہ کہ روزہ میں نفس کشی اور جسم و بدن کا مجاہدہ ہے نیز روزہ کی حالت میں انتہائی کرب تکلیف کی صورتیں بھوک و پیاس پیش آتی ہیں اور ان پر صبر کرنا پڑتا ہے جبکہ دوسری عبادتوں میں نہ آتی

تکلیف و مشقت ہوتی ہے اور نہ اپنی خواہش و طبیعت پر اتنا جبر چنانچہ باری تعالیٰ نے اپنے ارشاد:
﴿یدع شھوتہ﴾ کے ذریعہ اسی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ روزہ دار اپنی خواہش کو چھوڑ دیتا ہے یعنی روزہ کی حالت میں جو چیزیں ممنوع ہیں وہ ان سب سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔

لفظ شَھْوَتَہٗ کے بعد لفظ طَعَامَہٗ کا ذکر یا تو تخصیص بعد تعمیم کے طور پر ہے یا پھر شہوت سے مراد تو جماع ہے اور طعام سے جماع کے علاوہ دوسری چیزیں مراد ہیں جو روزہ کو توڑنے والی ہوتی ہیں۔

افطار کے وقت روزہ دار کو خوشی دو وجہ سے ہو سکتی ہے یا تو اس لیے کہ وہی وقت ہوتا ہے جبکہ روزہ دار اپنے آپ کو اللہ رب العزت کے حکم اور اپنی ذمہ داری سے عہدہ برا محسوس کرتا ہے یا پھر یہ کہ وہ عبادت کی توفیق اور اس کی نورانیت کی وجہ سے اپنے آپ کو مطمئن و مسرور محسوس کرتا ہے۔ جو ظاہر ہے کہ خوشی کا سبب ہے۔ اس کے علاوہ دنیاوی اور جسمانی طور پر بھی خوشی محسوس ہوتی ہے کہ دن بھر کی بھوک و پیاس کے بعد اسے کھانے پینے کو ملتا ہے۔

حدیث کے آخری جملے کے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی شخص روزہ دار کو برا بھلا کہے یا اس سے لڑنے کا ارادہ کرے تو وہ اس شخص کو انتقاماً برا بھلا نہ کہے اور نہ اس سے لڑے جھگڑنے پر آمادہ ہو جائے بلکہ اس شخص سے یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں اور یہ بات یا تو زبان سے کہے تا کہ دشمن اپنے ناپاک ارادوں سے باز رہے کیونکہ جب روزہ دار اپنے مقابل سے یہ کہے گا میں روزہ دار ہوں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ میں چونکہ روزہ دار ہوں اس لیے میرے لیے تو یہ جائز نہیں ہے کہ تم سے لڑوں جھگڑوں اور جب میں خود لڑنے جھگڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں تو تمہارے لیے بھی یہ مناسب نہیں ہے کہ ایسی صورت میں تم مجھ سے لڑائی جھگڑے کا ارادہ کرو کیونکہ یہ اصول و مروت کے خلاف ہے ظاہر ہے کہ یہ انداز اور پیرایہ دشمن کو مجبور کرے گا کہ وہ اپنے غلط ارادوں سے باز رہے۔ یا اس کے یہ معنی ہوں گے کہ میں چونکہ روزہ دار ہوں اس لیے اس وقت تمہارے لیے زبان درازی مناسب اور لائق نہیں ہے کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور اس کی حفاظت میں ہوں۔

یا پھر یہ کہ ایسے موقع پر روزہ دار اپنے دل میں یہ کہے کہ میں چونکہ روزہ دار ہوں میرے لیے ہرگز مناسب نہیں کہ کسی سے لڑوں، جھگڑوں یا کسی کو اپنی زبان سے برا کہوں۔

روزہ کی خصوصیت:

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ لکھتے ہیں کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو کہ دوسری عبادات

میں غیر اللہ کو شریک کر لیتے تھے مگر روزہ میں کسی کو شریک نہ کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص روزہ رکھتا ہے وہ محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے رکھتا ہے اور وہ ایک طرح کی لطافت و پاکیزگی حاصل کرتا ہے۔ اس طرح کہ وہ باری تعالیٰ کے اوصاف و خلق کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے اس طرح پر کہ جیسے اللہ رب العزت کھانے پینے سے پاک و منزہ ہے۔ اسی طرح روزہ دار بھی اپنے آپ کو دنیا کی خواہشات و تعلقات سے پاک و منزہ رکھتا ہے اس لیے روزہ کا خاص مقام و مرتبہ ہے جو اور عبادات کا نہیں اندازہ کریں کہ مشرکین عرب بھی روزہ صرف اللہ کے لیے رکھتے تھے مگر اب بعض مسلمان بھی غیر اللہ بزرگوں وغیرہ کے لیے روزہ رکھتے ہیں جو کہ کھلا شرک ہے۔ بدعت ہے۔

آدابِ روزہ:

ماہ رمضان میں اتنا زیادہ نہ کھائے کہ دن بھر کھٹی ڈکاریں آتی رہیں اور بجائے شہوت کے زور ٹوٹنے کے اور زیادہ نہ ہو جائے اس لیے کہ جب اچھی سے اچھی زیادہ غذائیں کھائے گا تو لامحالہ شہوت کا زور ہوگا اور مقصود اصلاح نفس حاصل نہ ہوگا اور اپنی زبان کان آنکھ کی بھی حفاظت کرے غیبت بدزبانی گالی گلوچ سے زبان کو محفوظ رکھے، غیبت سننے یا گانے سننے سے کانوں کی حفاظت کرے، بدنگاہی غلط جگہ پر نگاہ ڈالنے سے اپنی آنکھوں کی حفاظت کر کے روزہ کی حقیقت ہے نہ کھانا نہ پینا نہ بیوی سے مشغول ہونا صبح صادق سے غروب آفتاب تک حالانکہ عام دنوں میں یہ چیزیں حلال تھیں مگر ماہ رمضان میں حرام کر دی گئیں تو جو چیزیں پہلے سے بھی گناہ و حرام ہیں ان کا کیا درجہ ہوگا۔ پھر یہ بھی خیال کرے کہ جو چیزیں حلال تھیں وہ تو چھوڑ دیں اور جو بالکل ہمیشہ کے لیے حرام ہیں ان کو کیوں کر دں۔

تابدانی ہر کرا یزداں بخشواند ☆ از ہمہ کار جہاں بیکار ماند

جس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنا بنا لیتے ہیں اس کو دنیا کے کاروبار سے بے کار کر دیتے ہیں اور حقیقت میں انسان انسان بن جاتا ہے پھر اس کا ہر کام اللہ کی مرضی کے موافق ہوتا ہے اس کی دنیا بھی دین بن جاتی ہے۔

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد ☆ آنچہ در ہمت نیاید آں دہد

کمزور وضعیف جان لیتے ہیں اور سو جانیں دیتے ہیں یعنی اللہ کے لیے آدمی جب کچھ خرچ کرتا ہے تو اس کے بدلے میں بہت زیادہ دیتے ہیں وہ اتنا کچھ دیتے ہیں کہ ہمارے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتا۔

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را ☆ کہ بیک گل می خری گلزار را

ایسا بازار کہاں مل سکتا ہے کہ ایک پھول کے بدلے میں پورا چمن ہی خرید لے۔ یعنی اللہ تعالیٰ قطرے کے بدلہ میں گویا پورا سمندر دے دیتے ہیں۔

ماہ رمضان میں تہجد پڑھنا بھی آسان ہوتا ہے۔ اس لیے کہ سحری کو تو ویسے بھی آدمی اٹھتا ہے تو کم از کم دو چار رکعت تہجد بھی پڑھ لے تو کتنا بڑا ثواب حاصل کرے اللہ والے لوگ تو پورا سال ہی تہجد نہیں چھوڑتے وہ تو پورا سال ہی مجاہدہ وریاضت کرتے ہیں ان کے لیے تو ہر رات شب قدر ہے۔

اے خواجہ چہ پرسی زشب قدر نشانی ☆ ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی

اے خواجہ شب قدر کی نشانیاں کیا پوچھتے ہو قدر دانوں کیلئے تو ہر رات شب قدر ہے۔

روزہ کے اندر دو چیزیں ہیں۔ ایک تو مجاہدہ یعنی نفس کو مشقت میں ڈالنا اس کی خواہش کے خلاف کھانا پینا جماع وغیرہ چھوڑنا دوسرے عام معاصی وگناہوں کو چھوڑنا اسی سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اگر ایک آدمی باوجود روزہ رکھنے کے گناہوں کو نہیں چھوڑتا تو اس کا روزہ بے فائدہ ہے اسی کو حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے روزہ میں جھوٹ نہ چھوڑا بری اور بے ہودہ باتیں نہ چھوڑیں تو خدا کو اس کے روزہ کی کچھ حاجت نہیں۔ انسان کا نفس باوجود روزہ کے اس کو گناہ میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لیے نفس سے جہاد کر کے گناہ کو چھوڑے۔ فرماتے ہیں: اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ مجاہد حقیقی وہ ہے جو اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرے اور اس کو پچھاڑ دے۔

اے شہاں کشتیم ما خصم بروں ☆ ماند زو خصمے بتر در اندروں

(رومیؒ)

یعنی لوگو! اگرچہ ہم نے ظاہری دشمن کو تو ہلاک کر دیا مگر ایک دشمن جو اس سے بھی بدتر اور نقصان دہ خطرناک ہے وہ اندر رہ گیا ہے۔ جس کو نفس کہتے ہیں۔

حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں اور جاننا چاہیے کہ نفس کی مخالفت کے تین درجے ہیں۔

(۱) گناہوں میں مخالفت کرنا۔

(۲) حظوظ سے مخالفت کرنا۔

(۳) حقوق میں مخالفت کرنا۔

معاصی میں تو مخالفت فرض وواجب ہے اور مخالفت فی الحقوق معصیت ہے اور حظوظ میں مخالفت کی تفصیل ہے بالکل چھوڑ دینا مذموم ہے البتہ تقلیل بہتر ہے کیونکہ بالکل چھوڑ دینے میں تنگ اور

دق ہو کر تمام کام چھوٹ جانے کا اندیشہ ہے۔ بس نہ اسے بہت دق کرو نہ بالکل توسع کرو اور اوسط کی چال رکھو اور بالکل حظوظ (مزوں) کے نہ چھوڑنے میں ایک دوسرا راز بھی ہے کہ اسے خدا سے محبت ہوتی ہے دیکھو اگر گرم پانی پیو گے تو مری ہوئی زبان سے الحمدللہ نکلے گا اور اگر ٹھنڈا پانی پیو گے تو نفس کو راحت ہوگی تو روئیں روئیں سے الحمدللہ نکلے گا۔ ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ یہی راز ہے کہ سفر حج میں زادراہ لے جانے کی ضرورت ہے تاکہ نفس تنگ نہ ہو۔ حضرت مولانا گنگوہی کو اسی وجہ سے ٹھنڈے پانی کا بڑا اہتمام تھا۔ ایک شخص نے مرزا مظہر جان جاناںؒ سے عرض کیا کہ ایک شخص خالص شوربا نہیں کھاتا پانی ملا کر کھاتا ہے فرمایا کہ وہ ناقص ہے جو خدا کی خالص تجلی خالص میں ہے وہ اس پانی میں کہاں ہے، راز اس میں یہ ہے کہ خالص شوربا کھا کر جی خوش ہوگا تو روئیں روئیں سے شکر پیدا ہوگا۔ اصیل لذات کو بالکل نہ چھوڑے۔ تیسرے مخالفت فی الحقوق۔ اس میں نفس کی مخالفت حرام مثلاً اتنا کھانا ضروری ہے کہ ضعف نہ ہو اور اتنا سونا ضروری ہے کہ کسل نہ ہو میں اپنے دوستوں کو بتایا کرتا ہوں کہ آٹھ گھنٹے سویا کرو اگر اتنا نہ سوؤ تو کم از کم چھ گھنٹے تو ضرور سویا کرو ورنہ اس سے کم سونے میں دماغ میں یبوست خشکی پیدا ہوگی پھر رفتہ رفتہ اس سے جنون وغیرہ ہو جائے گا۔ پھر جتنا کام کر لیتے تھے اس سے بھی جاتے رہو گے۔ بس مجاہدہ کی تفصیل یہ ہے۔

قلة الطعام (کم کھانا) **قلة المنام** (کم سونا) **قلة الکلام** (کم بولنا) **قلة الاختلاط مع الانـاس** (لوگوں سے کم میل جول رکھنا) آج کل لوگوں کی یہ حالت ہے کہ (بیٹھکوں) اور چوپائیوں میں بیٹھ کر اِدھر اُدھر کی باتیں گپیں لگایا کرتے ہیں، کہیں اخبار پڑھتے ہیں، کہیں شطرنج کھیلتے ہیں، کہیں تاش کھیلتے ہیں افسوس یہ لوگ فراغت کی قدر نہیں کرتے اپنے اوقات ضائع کرتے پھرتے ہیں۔ اس کے بعد قلة الطعام قلة المنام یعنی کم کھانا اور کم سونا اس کی بالکل اجازت ہے کہ پیٹ بھر کر کھاؤ کم نہ کھاؤ لیکن جی بھر کے نہیں یعنی نیت بھر کے نہ کھاؤ کیونکہ اس کا مرتبہ پیٹ بھرنے کے بہت بعد ہے۔ ایک ہے پیٹ بھرنا ایک ہے نیت بھرنا تو نیت تو بھرو نہیں کہ اس سے کچھ فائدہ نہیں کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ دوسرے وقت پر بھوک نہیں لگتی طبیعت پر ثقل گرانی رہتی ہے غذا جزو بدن نہیں بنتی بعض لوگ تو اس قدر کھاتے ہیں کہ پیٹ میں سانس لینے کی جگہ نہیں رہتی۔

لطیفہ: مولانا فیض الحسن جو کہ طبیب بھی تھے کہ پاس ایک شخص آیا کہ نسخہ لکھ دیجیے میرے پیٹ میں درد ہے مولانا نے کوئی دوا پینے کی لکھ دی کہنے لگا۔ حضرت! اتنی ہی گنجائش ہوتی تو میں ایک لقمہ

اور نہ کھاتا۔

ایک اور بخیل کی حکایت ہے کہ وہ بھی عمدہ کھانوں کے لالچ میں بہت کھاتا گیا تھا پیٹ میں درد ہوا۔ طبیب کے پاس گیا طبیب نے کہا کہ انگلی ڈال کر نکال ڈالو۔ کہنے لگا ایسا عمدہ پلاؤ گوشت، زردہ، زعفرانی اسے کیوں نکالوں۔ کھانا ایک آدھ لقمہ پیٹ بھر سے کم کھاؤ تو بہتر ہے کیونکہ اس میں نفع یہ ہے کہ دوسرے وقت بھوک لگے گی اور جو کچھ کھاؤ گے وہ جزو بدن بنے گا۔ بہر حال نہ خوب تن کر کھاؤ نہ بھوکے رہو کہ آج کل کے قویٰ بہت ضعیف ہیں۔ (وعظ روح الصیام)

مقصد روزہ:

اللہ کی رضامندی کا حصول وتقویٰ مقصد روزہ ہے جس کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کم بولے کم کھائے کم لوگوں میں میل جول رکھے اور اپنی زبان، آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، پیٹ کی گناہوں سے حفاظت کرے۔ بعض لوگ ماہ رمضان میں وقت پاس کرنے کے لیے کہیں شطرنج یا دوسرے کھیل تاش وغیرہ میں لگے رہتے ہیں بعض سیاسی اور دنیاوی باتوں میں لگے رہتے ہیں بعض لوگ ماہ مقدس میں بھی وی سی آر وغیرہ دیکھتے رہتے ہیں یا ٹیپ میں گانے وغیرہ سنتے رہتے ہیں حالانکہ وقت گزارنے و جی بہلانے کے لیے تو بہترین چیز تلاوت قرآن پاک ذکر اللہ دعا وغیرہ نوافل یا کم از کم آدمی سورہے کم از کم گناہوں سے تو بچا رہے گا۔

اگر بیاید ملک الموت کہ جانم ببرد ☆ تانہ بینم رخ تو روح د میدن نہ دہم

اگر ملک الموت میری جان لینے کو آتے تو میں جب تک آپ کی تجلی نہ دیکھ لوں جان نہ دوں گا۔

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ☆ ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

جن کے دل عشق الٰہی سے زندہ ہیں وہ مرتے نہیں بلکہ باقی رہتے ہیں۔

اللہ اللہ! ایں چہ شیریں است نام ☆ شیر و شکر مے شود جانم تمام

اللہ اللہ کیا ہی میٹھا نام ہے۔ میری تمام روح شیر وشکر ہوگئی۔

حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان میں جو شخص مجلس ذکر اللہ میں حاضر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر ہر قدم کے بدلے میں ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھتے ہیں اور قیامت میں وہ عرش کے نیچے ہوگا اور جو رمضان میں نماز باجماعت کی پابندی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر رکعت کے عوض میں اسے نور کا شہر عطا فرمائیں گے اور جو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک وخدمت کرے اللہ تعالیٰ اس کی

طرف رحمت ومہربانی کی نگاہ سے دیکھیں گے اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ (نزہۃ المجالس)

روزے کے درجے:

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ روزے کے تین درجے ہیں۔ عوام کا روزہ تو یہ ہے کہ شکم اور شرمگاہ کو خواہشوں سے روکے رکھے اور خواص کا روزہ یہ ہے کہ گناہوں سے ہاتھ پیر وغیرہ کو روکے رہے اور خواص الخواص کا روزہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ سے بیزار رہے۔

حضرت مکحولؒ نے بیان کیا ہے کہ اہل جنت پر ایک پاکیزہ ہوا چلے گی۔ لوگ کہیں گے اے رب یہ ہوا کیسی پاکیزہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ روزہ داروں کے منہ کی ہوا اس ہوا سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ قیامت میں رمضان کا مہینہ ایک اچھی صورت میں آکر خدا کے سامنے سجدہ کرے گا تب اس سے کہا جائے گا۔ جس نے تیرا حق ادا کیا ہو اس کا ہاتھ پکڑ لے اور وہ اپنا حق ادا کرنے والے کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا اس سے پوچھا جائے گا تو کیا چاہتا ہے وہ عرض کرے گا اے اللہ اس شخص کو وقار کا تاج عنایت فرمائیں چنانچہ اسے وقار کا تاج پہنایا جائے گا اور جو کچھ اس سے زیادہ اس کی قدر افزائی کی جائے گی اسے خدا ہی جانتا ہے۔

اور حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رمضان پورے سال کا دل ہے جب وہ درست رہا تو تمام سال درست رہا۔ یعنی جس نے ماہ رمضان صحیح گزارا اس کا سارا سال صحیح گزرے گا۔ (نزہۃ المجالس)

ایک دوسری حدیث میں ہے جب قیامت ہوگی اللہ رب العزت رضوان (فرشتے) سے فرمائیں گے کہ میں نے روزہ داروں کو ان کی قبروں سے بھوکا پیاسا نکالا ہے۔ ان کے استقبال میں جنت سے ان کی خواہش پوری کردے تو رضوان آواز لگائیں گے (اے جنت کے غلمان وولدان) نور کے طباق لاؤ تو اس کے پاس ستاروں سے بھی زیادہ میوے اور نہایت لذیذ کھانے پینے کی چیزیں حاضر کی جائیں گی پھر اس سے روزہ دار مردوں عورتوں کی ضیافت کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا کہ خوب جی بھر کر کھاؤ بدلے میں ان گزشتہ ایام کے جن میں تم روزے رکھتے تھے۔ (نزہۃ المجالس)

حکایت: ایک مجوسی نے اپنے بیٹے کو مسلمان کے سامنے رمضان میں کھاتے ہوئے دیکھا تو اسے مارا اور کہنے لگا کہ تم نے رمضان میں حرمت مسلمین کو کیوں نہ باقی رکھا۔ پھر اسی ہفتہ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ شہر کے کسی عالم نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ہے، اس سے پوچھا کہ کیا تو مجوسی نہ تھا؟ اس

نے کہا کیوں نہیں! لیکن جب میری موت آ پہنچی تو خدا نے ماہ رمضان کے احترام کرنے کی وجہ سے مجھے مشرف باسلام کردیا۔ (نزہۃ المجالس)

عیون المجالس میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول، السائحون سے مراد روزہ دار ہیں کیونکہ سائح سیاحت کرنے والے کو کہتے ہیں اور سیاحت کرنے والا جب کسی عمدہ شہر کو دیکھتا ہے اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے ایسا ہی روزہ دار جب جنت میں کوئی پاکیزہ عمدہ مکان دیکھے گا تو اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ جب مؤمن ماہ رمضان میں بیدار ہوتا ہے تو اس سے فرشتہ کہتا ہے کہ اُٹھ خدا تجھ پر رحم کرے پس جب وہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہے تو اس کا بچھونا اس کے لیے دعا کرتا ہے کہ اے اللہ اس کو جنت کے بلند بچھونے عطا فرما پھر جب کپڑے پہنتا ہے تو وہ اس کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس کو جنت کے جوڑے عطا فرما اور جب وہ جوتا پہنتا ہے تو وہ اس کے لیے دعا کرتا ہے اے اللہ! اس کے قدم پل صراط پر ثابت قدم رکھیو اور جب وہ برتن اُٹھاتا ہے تو وہ اس کے لیے دعا کرتا ہے اے اللہ! اس کو جنت کے برتن گلاس پیالے عطا فرما، اور جب وضو کرتا ہے تو پانی اس کے لیے دعا کرتا ہے اے اللہ! اس کو گناہوں اور خطاؤں سے پاک وصاف کردے اور اگر خدا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لیے بیت اللہ دعا کرتا ہے۔ اے اللہ! اس کی لحد کو منور کردے اور اس کی قبر کشادہ کردے اور خدا اس کی طرف نظر رحمت فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں اے میرے بندے! تیری جانب سے دعا ہے اور ہماری جانب سے قبولیت، رمضان میں خدا سے سوال کرنے والا نامراد نہیں رہتا ہے اور حضرت نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ روزہ دار کا سونا بھی عبادت ہے اور اس کی سانسیں تسبیح ہیں اور اس کی دعا مقبول ہے اور اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور اس کے عمل دو چند ہوتے ہیں۔ (نزہۃ المجالس)

سحری کی فضیلت:

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ فرماتے ہیں کہ وہ بندہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے جو سب سے زیادہ جلد افطار کیا کرتا ہے (یعنی جب افطار کا وقت ہو جائے تو تاخیر نہ کرے) اور حضرت نبی ﷺ فرماتے ہیں تین چیزیں خدا کو پسند ہیں جلدی افطار کرنا، سحری دیر کرکے کھانا اور نماز میں ایک ہاتھ دوسرے پر رکھنا۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے اور نیز آپ ﷺ نے فرمایا بے شک خدا سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور فرمایا کہ تمام سحری برکت ہے پس اسے نہ چھوڑو اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لیا کرو نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا سحری

کھانے والوں پر رحم کرتا ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا لوگ بھلائی میں رہیں گے جب تک کہ افطار جلد کیا کریں گے اور سحری دیر کر کے کھاتے رہیں گے۔ یاد رہے کہ سحری صبح تک کا وقت ہے صبح صادق کے بعد کھانا پینا (حرام و ناجائز ہے)۔

افطاری کی دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ.

یہ دعا پڑھنا چاہیے۔ حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کوئی تم میں سے افطار کرے تو اسے چھوارے کھجور سے افطار کرنا چاہیے کیونکہ اس میں برکت ہے اور اگر نہ ملے تو پانی سے سہی۔

حکایت نمبر ۱:

سلطان طغرلؒ کا ایک وزیر ابو منصور تھا جو بہت نیک سیرت تھا صبح کی نماز پڑھ کر درود و وظائف کرتا طلوع آفتاب کے بعد اشراق وغیرہ پڑھ کر دربار شاہی میں حاضر ہوتا ایک مرتبہ بادشاہ کو کوئی جلدی کام پڑ گیا ان کو بلوایا۔ انہوں نے کوئی توجہ نہیں کی۔ حاسد و مخالفین کو موقعہ مل گیا بادشاہ کو بھڑکایا کہ دیکھیں کہ آپ کے فرمان پر بھی اس نے کوئی توجہ نہیں کی۔ ابو منصور اپنے معمولات سے فارغ ہو کر جب بادشاہ کے پاس حاضر ہوا تو اس نے سختی کے ساتھ دیر سے آنے کی وجہ دریافت کی۔ وزیر نے کہا دیکھ بادشاہ! میں پہلے اللہ کا بندہ ہوں بعد میں بادشاہ کا ملازم ہوں جب تک اللہ کی بندگی سے فارغ نہ ہوں گا تیری خدمت نہیں کروں گا۔ بادشاہ اس طرح کا بے باک جواب سن کر رونے لگ گیا اور اس سے خوش ہوا اور کہا بے شک اللہ کی بندگی کر پھر ہماری خدمت کر اس کی برکت سے ہماری بگڑی بنے گی۔

حکایت نمبر ۲:

حضرت عمر بن العزیزؒ نے خلافت سنبھالنے کے بعد حضرت حسن بصریؒ کو خط لکھا میرے پاس کسی خدا رسیدہ بزرگ کو روانہ فرمائیں جو وقتاً فوقتاً مجھے نصیحت کیا کرے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ آپ جیسے آدمی کو مانگ رہے ہیں ایسا آدمی تو آپ کے پاس آئے گا نہیں اور جو آئے گا اس کی تجھے ضرورت نہیں البتہ نصیحت کے بارے میں جو لکھا ہے تو جان لیں کہ اللہ سے جو ڈرتا ہے اس سے سب ڈرتے ہیں اور جو اللہ سے شرم رکھتا ہے اس سے سب شرم رکھتے ہیں اور جو گناہوں پر جرأت کرتا ہے تو سب لوگ اس پر جری ہو جاتے ہیں اور جو آج بے خوف ہوگا کل خوف میں ہوگا اور جو آج خوف خدا میں ہے کل کو بے خوف امن میں ہوگا اور جو مغرور ہوگا وہ دنیا و آخرت میں ذلیل ہوگا۔ تمام نیکیوں کا حاصل

صبر کرتا ہے اور ثواب صبر کا بے حساب ہے۔ اپنے جملہ معاملات میں کفایت فرمائیں اور جو آنکھوں کی حفاظت نہیں کرتا اس کے غم زیادہ ہو جاتے ہیں اور جو زبان کی حفاظت نہیں کرتا وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے آخر میں فرمایا یہ چند کلمات رہبری و عمل کے لیے کافی ہیں۔

حکایت نمبر ۳:

امانت دار شخص خلیفہ عبدالرحمان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے سرکاری زمین کا ایک ٹکڑا خریدا تھا۔ جب اس کی کھدائی کی تو اس میں سے پچاس ہزار اشرفی نکلی ہے چونکہ میں نے صرف زمین خریدی تھی اس میں مدفون مال نہیں خریدا تھا۔ اس لیے یہ مال بحق سرکار جمع کیا جائے۔ خلیفہ نے کہا ہم نے جب زمین فروخت کر دی تو اس میں سے جو کچھ نکلا وہ بھی تمہارا ہی ہے لیکن اس امین و نیک شخص کا اصرار تھا کہ نہیں اس کو بیت المال میں جمع کیا جائے۔ بادشاہ و خلیفہ اس کی دریافت و امانت سے بے حد متاثر ہوا اور اس کے اصرار کی وجہ سے وہ خزانہ بیت المال میں جمع کر دیا۔ اس شخص کی اس دیانت کی وجہ سے بقیہ رعایا پر بہت اثر ہوا کہ ایسی امانت و دیانت ہونی چاہیے۔

اللہ رب العزت ہمیں بھی ایسے ہی پاکیزہ لوگوں کا اتباع نصیب فرمائیں۔ دنیا کی حیثیت ہماری نگاہوں میں کم ہو جائے۔ آخرت کی تیاری میں لگ جائیں رب کو منانے کی کوشش کریں۔ ماہ رمضان تربیت کا مہینہ ہے۔ آیئے اس ماہ مقدس میں روحانی و ایمانی تربیت حاصل کر کے روح کو پاک و صاف بنائیں اور دنیا سے شرمندہ ہو کر نہ جائیں بلکہ اللہ کو راضی کر کے جائیں۔

اللہ عمل کی توفیق نصیب فرمائیں اور یہ توفیق فرمائیں کہ ہم لوگ نیک اعمال کرنے والے بن جائیں اور قابل تقلید مسلمان بن جائیں تاکہ دنیا و آخرت سنور جائے اور ایسے اعمال سے پرہیز کریں جو گمراہی اور تباہی و بربادی کی طرف لے جاتے ہیں۔

الٰہ العالمین ہمیں عمل صالح کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین!

نہ فقیری چاہتا ہوں نہ امیری کی طلب ☆ نہ عبادت ورع نہ خواہش علم و ادب
درد دل پر چاہیے مجھ کو خدا کے واسطے

عقل و ہوش و فکر نعمائے دریا بے شمار ☆ کی عطا تو نے مجھے پر اب تو اے پروردگار
بخش وہ نعمت جو کام آئے سدا کے واسطے

حد سے ابتر ہو گیا ہے حال مجھ ناشاد کا ☆ کر میری امداد اللہ وقت ہے امداد کا
اپنے لطف و رحمت بے انتہا کے واسطے

گو میں ہوں اک بندہ عاصی غلام پر قصور ☆ جرم میرا حوصلہ ہے نام ہے تیرا غفور
تیرا کہلاتا ہوں میں جیسا ہوں اے رب شکور
(حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ)

خطبہ سوم:

روزہ اور تقویٰ

روزہ کے مقاصد میں سے اہم مقصد حصول تقویٰ ہے۔ تقویٰ اور پرہیز گاری تمام نیکیوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [پارہ ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۳]

ترجمہ: روزہ وتقویٰ کا ذکر ہے۔ ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تا کہ تم متقی وپرہیز گار بنو۔''

روزہ سے تقویٰ وپرہیز گاری حاصل ہوتی ہے اور تقویٰ یف کا بدلہ جنت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ خوف خدا اور نفس کو خواہشات سے روکنے کا بدلہ جنت میں ہے:

﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى﴾

[سورۃ نازعات پارہ ۳۰ آیت ۴۰]

ترجمہ: ''اور جو شخص اپنے رب کے سامنے پیش ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔''

حضرت علی ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے قوت کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اور ملک خدا میں بے خوف ہو کر چلتا ہے۔

حکایت: ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بکریاں چراتے ہوئے نکلے اور ایک ایسے میدان میں جا پہنچے جہاں بھیڑیئے بکثرت تھے ان کو تھکاوٹ نے ستایا اور ان پر نیند کا غلبہ ہوا۔ اس وقت حیران تھے کہ اگر بکریوں کی نگہبانی میں مشغول ہوتے ہیں تو تھکاوٹ اور نیند کا غلبہ بے بس کیے دیتا ہے اور سوتے ہیں تو بھیڑیئے بکریوں کو تہ وبالا کر کے ہلاک کیے ڈالتے ہیں اسی خیال میں انہوں نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر یہ دعا پڑھی: اَحَاطَ عِلْمُكَ وَنَفَذَتْ اِرَادَتُكَ وَسَبَقَ تَقْدِيْرُكَ (توحید کی کلمات ہیں)۔

اس کے بعد سر رکھ کر سو رہے جب بیدار ہوئے تو دیکھتے کیا کہ ایک بھیڑیا اپنے کندھوں پر ان کا عصا رکھے ہوئے بکریوں کی نگہبانی کر رہا ہے۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام کو بڑا تعجب ہوا۔ خدا نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! تم میرے لیے ایسے ہو جاؤ جیسا کہ میں چاہتا ہوں تو میں تمہارے لیے ویسا ہی بن جاؤں گا۔ جیسا کہ تم چاہتے ہو۔

حکایت: کتاب الفرج بعد الشدۃ میں ہے کہ ملک مصر میں ایک راہب کے مکاشفہ کی بڑی شہرت تھی ایک مسلمان عالم نے سوچا کہ اس کو قتل کر ڈالنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کو فتنہ میں ڈالے، چنانچہ وہ ایک زہر کا بجھا ہوا چھرا لے کر روانہ ہوا جب اس کے گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ راہب بولا کہ اے مسلمانوں کے عالم پھینک دے چھرے کو اور اندر آ جا وہ چھرا پھینک کر اندر گیا اور اس سے پوچھا تجھے نور مکاشفہ کہاں سے ملا اس نے جواب دیا کہ نفس کی مخالفت کرنے سے، پھر اس سے پوچھا تیرا نفس اسلام قبول کرنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ عالم نے کہا تو پھر حسب معمول اپنے نفس کی یہاں بھی مخالفت کر کے اسلام قبول کر لے۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے ایک قوم کے لوگوں سے جو جہاد سے آئے تھے۔ فرمایا کہ تم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف آئے ہو کسی نے پوچھا جہاد اکبر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نفس سے جہاد کرنا (نزہۃ المجالس) بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ جس کو یہ پسند ہو کہ ہمیشہ وہ عافیت میں رہے اسے چاہیے کہ خدا سے ڈرتا رہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر ایک مکان کے ستر کمرے ہوں اور سب میں لوہے کے قفل پڑے ہوئے ہوں اور کوئی بندہ ان سب سے اندر والے کمرے میں خدا کے تقویٰ (ڈر) و پرہیزگاری میں مشغول ہو تو بھی خدا اس کو اس کے عمل کی چادر پہنائے گا حتیٰ کہ لوگوں میں اس کے چرچے ہونے لگیں گے۔

حضرت امام غزالی "منہاج العابدین" میں فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں لفظ تقویٰ تین معنوں میں آتا ہے۔

(۱)　تقویٰ من الشرک یعنی شرک سے پرہیز کرنا۔

(۲)　تقویٰ من المعاصی یعنی گناہوں سے پرہیز کرنا۔

(۳)　تقویٰ من البدعۃ یعنی بدعت سے بچے رہنا۔

حکایت: حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مہمان آیا تو میدان میں نکل گئے۔ وہاں انہوں نے

ہرن اور پرندے دیکھے ایک ہرن اور ایک پرندے کی طرف اشارہ کیا وہ دونوں ان کے سامنے چلے آئے۔ مہمان نے کہا سبحان اللہ! خدا نے ہر ہرنوں اور پرندوں کو آپ ﷺ کا مسخر کر دیا۔ حضرت سلیمان فارسی ﷺ نے فرمایا تم نے کوئی بندہ ایسا دیکھا ہے جس نے خدا کی اطاعت کی ہو اور پھر بھی کوئی چیز اس کی نافرمانی کرتی ہو؟ حضرت سلیمان فارسی ﷺ دو سو پچاس برس تک زندہ رہے۔

ماہ رمضان سے تقویٰ کا تعلق:

ماہ رمضان میں تقویٰ کا حاصل کرنا آسان ہے۔ اس لیے کہ اس ماہ میں ماحول بنا ہوا ہوتا ہے عبادت کا بازار گرم ہوتا ہے شیاطین قید ہوتے ہیں جیسے کہ حدیث پاک میں آتا ہے۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا كَانَ اَوَّلُ لَیْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَیُنَادِیْ مُنَادِیًا یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَاللّٰہِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِکَ كُلُّ لَیْلَةٍ)).

حضرت ابو ہریرہ ﷺ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات قید کر دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں پھر اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر اس کا کوئی دروازہ بند نہیں رہتا اور اعلان کرنے والا (فرشتہ) یہ اعلان کرتا ہے کہ اے بھلائی (یعنی نیکی وثواب) کے طلب گار! اللہ کی طرف متوجہ اور برائی کا ارادہ کرنے والے! برائی سے باز آ جا اور اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو آگ سے آزاد کرتا ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ تو بھی ان لوگوں میں شامل ہو جائے اور یہ اعلان (رمضان کی) ہر رات میں ہوتا ہے۔ (ترمذی ابن ماجہ بحوالہ مظاہر حق)

تشریح: ماہ رمضان کے شروع ہوتے ہی شیاطین کو اس لیے قید کر دیا جاتا ہے تا کہ وہ روزہ داروں کو نہ بہکائیں اور ان کے دلوں میں وسوسوں اور گندے خیالات کا بیج نہ بوئیں۔ چنانچہ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ماہ رمضان میں اکثر گناہ گار گناہوں سے بچتے ہیں اور اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ البتہ ایسے بد بخت بھی ہوتے ہیں جو اس ماہ مبارک میں بھی گناہ و معصیت سے باز نہیں آتے تو اس کی وجہ وہ اثرات ہوتے ہیں جو رمضان سے قبل ایام میں شیطان کے بہکانے کی وجہ سے ان کے طبائع بد میں راسخ ہوتے ہیں، یعنی چونکہ ان کے ذہن وفکر اور ان کی عمل قوت پہلے ہی سے شیطان کے زیر اثر ہوتی ہے

اور ان کا نفس اس کا عادی ہو چکا ہوتا ہے اس لیے ایسے لوگ اپنی عادت سے مجبور ہو کر رمضان میں بھی گناہ و معصیت سے نہیں بچ پاتے۔

اللہ کی طرف متوجہ ہو جا، کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی بندگی، اس کی عبادت اور اس کی رضا و خوشنودی کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ مشغول رہنے کی کوشش کر کیونکہ یہ وقت ایسا ہے کہ اگر تھوڑا بھی نیک عمل کیا جائے گا تو اس کا ثواب ملے گا اور معمولی درجہ کی نیکی بھی سعادت و نیک بختی کے اونچے درجے پر پہنچائے گی۔

اسی طرح برائی سے باز آ جانے کا مطلب یہ ہے کہ گناہ و معصیت کے راستہ کو چھوڑ دے نیکی و بہتری کی راہ اپنا لے اپنی کیے ہوئے گناہوں سے توبہ کر اور خدا کی طرف اپنی توجہ لگا دے کیونکہ قبولیت دعا اور مغفرت کا یہ بہترین وقت ہے۔

ماہ رمضان میں شیاطین کا قید ہونا:

شیاطین کے قید ہونے کا مطلب ایک حدیث کے اعتبار سے یہ بھی ہے کہ اس ماہ مقدس میں صرف وہی شیاطین قید کیے جاتے ہیں جو سرکش سرغنہ ہوتے ہیں، ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان میں چھوٹے موٹے قسم کے شیطان چونکہ آزاد رہتے ہیں اس لیے ایسے لوگوں کو بہکاتے ہیں جن کی وجہ سے رمضان میں بھی گناہوں کا صادر ہونا بند نہیں ہوتا۔

ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ کچھ گناہ تو ایسے ہوتے ہیں جو شیاطین کے بہکانے سے سرزد ہوتے ہیں اور کچھ گناہ ایسے ہوتے ہیں جو خود اپنے نفس کے تقاضے سے صادر ہوتے ہیں وہ رمضان میں بھی صادر ہوتے رہتے ہیں۔

فضیلت لیلۃ القدر:

ماہ رمضان کی راتوں میں خدا کی ایک خاص رات ہے جو لیلۃ القدر کہلاتی ہے اور باعتبار ثواب کے ہزار مہینوں سے بہتر ہے (یعنی اس ایک رات میں عمل کرنا ان ہزار مہینوں سے عمل کرنے سے کہ جن میں لیلۃ القدر نہ ہو، کہیں زیادہ افضل و بہتر ہے) لہٰذا جو شخص اس کی رات کی بھلائی سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا یعنی ایسی مقدس رات میں بھی اسے عبادت کی توفیق نہ ہوئی تو اس سے بڑی محرومی اور کیا ہوگی اگر پوری رات عبادت کی توفیق نہ ہوئی تو کم سے کم ابتدائی اور آخری حصوں میں جاگ لیتا اور اللہ کی بندگی کرتا جب بھی اسے اس رات میں عبادت کی فضیلت حاصل ہو جاتی کیونکہ منقول ہے کہ جس

شخص نے کم از کم عشاء اور فجر کی نماز باجماعت پڑھ لی تو لیلۃ القدر کی سعادتوں سے حصہ مل جائے گا۔

لیلۃ القدر چونکہ عظیم القدر ہے اس لیے اس کو لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔ اکثر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ یہ مقدس رات رمضان کے ماہ مبارک میں آتی ہے۔ خصوصاً رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی رات اور بالخصوص ستائیسویں شب لیلۃ القدر ہوتی ہے۔ چنانچہ اکثر علماء ستائیسویں شب ہی کو لیلۃ القدر مانتے ہیں۔

لیلۃ القدر کی سعادت خاص طور پر اُمت محمدیہ کے لیے مخصوص ہوئی تاکہ اس اُمت کے لوگ اپنی چھوٹی عمروں کے باوجود بہت زیادہ ثواب پائیں۔ چنانچہ اس بارہ میں ایک روایت بھی منقول ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو پچھلی اُمتوں کے لوگوں کی عمروں کی زیادتی کے بارہ معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے افسوس کا اظہار کیا کہ میری اُمت کے لوگ اپنی ان چھوٹی عمروں میں ان لوگوں کی طرح زیادہ نیک کام نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے واسطہ سے پوری اُمت کو لیلۃ القدر کی عظیم سعادت عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

مرادیں بھی مانگو تو اللہ سے ☆ دعائیں بھی مانگو تو اللہ سے
وہی ایک ہے سب کا حاجت روا ☆ وہی ایک ہے سب کا مشکل کشا

ایک اور روایت میں ہے جو ابن ابی حاتم سے منقول ہے بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے چار اشخاص کا ذکر کیا انہوں نے اسی برس تک اللہ کی عبادت کی اور ان کا ایک لحہ بھی خدا کی نافرمانی میں نہیں گزرا اور وہ اشخاص یہ تھے: (۱) حضرت ایوب علیہ السلام (۲) حضرت ذکریا علیہ السلام (۳) حضرت حزقیل علیہ السلام (۴) حضرت یوشع بن نون علیہ السلام یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت زیادہ تعجب کرنے لگے اور متمنی ہوئے کہ کاش ہماری بھی اتنی ہی عمریں ہوتیں کہ ہم بھی اتنی طویل مدت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے پھر حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے کہ اے محمد ﷺ آپ ﷺ کی اُمت کو ان لوگوں کی اسی اسی برس کی عبادت پر تعجب ہو رہا ہے (تو سنیے کہ) اللہ تعالیٰ نے خیر و بھلائی عطا فرمائی چنانچہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے سورۃ ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ﴾ پڑھی۔ جس کے ذریعے یہ بشارت دی گئی کہ لیلۃ القدر جو آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی اُمت متعجب و متمنی ہے اس عظیم سعادت پر سرکار دو عالم ﷺ بہت زیادہ خوش ہوئے۔ اس سورۃ میں فرمایا ﴿لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾ کہ لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ ہزار مہینے کے تراسی

برس اور چار مہینے ہوتے ہیں اس لیے فرمایا کہ لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ (مظاہر حق)

انعامات و رحمت کی بارش:

لیلۃ القدر میں اللہ رب العزت کی رحمت خاص کی تجلی آسمان دنیا پر غروب آفتاب کے وقت سے صبح تک ہوتی ہے۔ اس شب میں ملائکہ اور ارواح طیبہ صلحا اور عابدین سے ملاقات کے لیے اُترتی ہیں۔ اس مقدس رات میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا۔ یہی وہ شب ہے جس میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی۔ اس شب میں آدم علیہ السلام کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا۔ اسی شب میں جنت میں درخت لگائے گئے۔ اسی شب میں عبادت کا ثواب دوسرے اوقات کی عبادات سے کہیں زیادہ ہوتا ہے اور یہی وہ مقدس شب ہے جس میں بندہ کی زبان وقلب سے نکلی ہوئی دعا بارگاہ رب العزت میں قبولیت سے نوازی جاتی ہے۔

شب قدر کی نشانیاں:

شریعت نے واضح طور پر کسی شب کو متعین کر کے نہیں بتایا کہ لیلۃ القدر فلاں شب ہے گویا اس شب کو پوشیدہ رکھا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر واضح طور پر اس شب کی نشان دہی کر دی جاتی تو عبادات وطاعات کی طرف لوگوں کا میلان نہ رہتا بلکہ صرف اسی شب میں عبادت کر کے یہ سمجھ لیتے کہ ہم نے پورے سال کی عبادت سے بھی زیادہ ثواب حاصل کر لیا اس لیے اس شب کو متعین نہیں کیا گیا تاکہ لوگ عبادتوں وطاعات میں ہمہ وقت مصروف رہیں صرف اسی شب پر اعتماد کر کے نہ بیٹھ جائیں۔ علماء لکھتے ہیں کہ جو شخص پورے سال عبادت خداوندی کے لیے شب بیداری کرے گا تو انشاء اللہ! اسے شب قدر کی سعادت ضرور حاصل ہوگی۔ اس لیے کہا گیا ہے۔

جس نے رات کی قدر نہ پہچانی یعنی عبادت خداوندی کے لیے شب بیداری نہیں کی وہ لیلۃ القدر کی عظمت وسعادت کو کیا پہچان پائے گا۔

طبریؒ نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ اس رات تمام درخت بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہوتے ہیں اور زمین پر گر پڑتے ہیں۔ اسی طرح اس رات میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ان چیزوں کا دیکھنا شرط نہیں ہے سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ اس مقدس رات میں عبادت خداوندی، ذکر ومناجات، خضوع وخشوع اور حضور واخلاص کی توفیق حاصل ہو جائے تو جانے کی یہ عظیم سعادت حاصل ہوگی۔ حضرت عائشہؓ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو (بخاری) رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتیں

یہ ہیں۔ اکیسویں (۲۱)، تیئیسویں شب (۲۳)، پچیسویں شب (۲۵)، ستائیسویں شب (۲۷) اور انتیسویں شب (۲۹)۔

حضرت عائشہؓ راوی ہیں کہ میں نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ مجھے بتایئے کہ اگر میں شب قدر کو پالوں تو اس میں کیا دعا مانگوں آپ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔

(احمد و ابن ماجہ)

''اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے والے کو پسند کرتا ہے لہٰذا تو مجھے معاف فرما۔''

تشریح: علماء لکھتے ہیں کہ یہ دعا دنیا اور آخرت کی تمام خیر و بھلائی کے لیے جامع ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے معاملہ میں عفو و درگزر اور مغفرت و بخشش ہی وہ سب سے عظیم سعادت ہے جو خیر و بھلائی کا نقطہ عروج ہے چنانچہ ایک روایت میں فرمایا گیا کہ بندہ کی طرف سے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی سوال طلب عافیت و بخشش سے افضل نہیں۔ (مظاہر حق)

خدائے راست و مسلم بزرگواری و حلم ☆ کہ جرم بیند و نان برقرار میدارد

یعنی اللہ تعالیٰ کی شان بزرگواری و حوصلہ کو دیکھیں کہ بندے کے گناہ دیکھنے کے باوجود رزق نہیں بند کرتے۔

نبارد ہوا تا نہ گوئی ببار ☆ زمیں نا درد تا نہ گوئی بیار

ہوا کو جب تک اللہ کا حکم نہ ملے پانی مینہ نہیں برساتی اور زمین کو جب تک اللہ کا حکم نہ ہو کچھ نہیں اُگاتی۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں۔ پانی پیاس نہیں بجھاتا وہی بجھاتے ہیں ورنہ وہی پانی مستقی (جلندر کی بیماری والا) کی پیاس کیوں نہیں بجھاتا پس اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ مؤثر حقیقی حق تعالیٰ ہیں باقی ملازمت، تجارت، زراعت ذریعے ہیں حق تعالیٰ سے لینے کے اس واسطے توکل کے بھروسے نوکری مت چھوڑ بلکہ یہ زنبیل رکھو اور خدا سے مانگو۔ باقی خدا کی جو اطاعت کرتا ہے اسے دنیا ضرور ملتی ہے خواہ معہ برتن یا بلا برتن چنانچہ اہل اسباب کو روزانہ برتن لے جانا پڑتا ہے اور اہل توکل کو بدون برتن لے جاتے ہوئے ملتا ہے اگر تمہیں بہت سے اہل اللہ کو دیکھ کر شبہ ہوتا ہو کہ ان کے پاس تو دنیا نہیں ہے تو بات یہ ہے کہ دنیا سے مقصود کیا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ پریشانی نہ ہو۔ سو اہل اللہ کو پریشانی نہیں ہوتی۔ یہ مشاہدہ اور ارشاد بھی ہے ﴿فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾ ''ہم اس کو بالطف زندگی عطا کریں گے۔'' پس ان کو پریشانی نہیں ہوتی خواہ روپیہ ہو یا نہ ہو ہر وقت اطمینان سے ان کا تو مذاق ہی اور ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ

ایک مرتبہ حضرت بہلول قبرستان میں ایک قبر پر پیر لٹکائے بیٹھے تھے کہ کسی نے عرض کیا حضرت! اناج بہت مہنگا ہو گیا ہے مخلوق بہت تکلیف میں ہے فرمایا اس سے کہو جسے بانٹنا پڑتا ہے ہمیں تو جو کام بتلا رکھا اس کا کر لینا ضروری ہے۔

ایک اور بزرگ سے حضرت بہلول نے خود سوال کیا کہ کیسا مزاج ہے؟ فرمایا کیا پوچھتے ہو اس شخص کے مزاج کا کہ جس کی خواہش کے خلاف دنیا کا کوئی واقعہ نہ ہوتا ہو، ہماری وہ شان ہے کہ ہر بات ہمارے چاہنے کے موافق ہوتی ہے۔ عرض کیا حضرت! یہ بات تو سمجھ میں نہیں آتی انہوں نے فرمایا بڑی آسان بات ہے کہ عالم میں جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کی خواہش کے خلاف تو نہیں ہوتا۔ پس جس نے اپنی خواہش کو خدا کی خواہش میں فنا کر دیا ہو تو جیسا کوئی واقعہ خدا کی خواہش کے خلاف نہیں ہماری بھی خواہش کے خلاف نہیں۔

روح روزہ:

روزے کا مقصد تقویٰ کا حاصل ہونا ہے۔ یعنی تم روزوں سے ایک ایسا پرہیز حاصل کرتے ہو جو تمہارے اور منکرات اور رذالت نفس کے میلانات کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور روزہ ایک شخص کو اس کی انفرادی حیثیت میں اور معاشرہ کو اس کی اجتماعی حیثیت میں گناہوں سے باز رکھتا ہے۔ پس وہ ایک فرد کو اس بات سے محفوظ رکھتا ہے کہ وہ حیوان بن جائے اور جنگل کے قانون کے مطابق عمل کرے اور معاشرہ کو اس طرح محفوظ رکھتا ہے کہ وہ ایسا فرد صالح تیار کرتا ہے کہ جو نیکی کے کام کرنے والا ہوتا ہے اور انسانوں کے ساتھ انسانوں جیسا سلوک کرتا ہے نہ کہ وہ انسانوں کے ساتھ ایک مضرت رساں حیوان ہو جائے۔ (روح اسلام)

روزے کے فوائد:

ایک یہ ہے کہ مسکینوں پر رحم کی عادت بنے کیونکہ روزہ دار جس وقت بھوکا ہوتا اور اپنی حالت کو اپنی عام اوقات میں یاد کرتا ہے تو یہ یاد اس کو مسکینوں پر رحم کرنے پر اُبھارتی ہے کیونکہ انسان میں رحم کا احساس تکلیف سے پیدا ہوتا ہے اور روزے نفس کو رحم و کرم کی تربیت دینے کے لیے عملی طریقہ ہیں اور جب ایک غنی شخص کا لطف و کرم ایک بھوکے فقیر کے لیے حقیقی صورت اختیار کرے تو گویا اندرونی انسانیت کی زبان نے اپنے نافذ ہونے کی قوت حاصل کر لی (یعنی ہمدردی کا ملکہ و استعداد حاصل کر لی) اسی لیے روایت بیان کی گئی ہے۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اَجْوَدَ النَّاسِ

وَكَانَ اَجْوَدَ مَايَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ. حضور کی سخاوت وجود کا ذکر ہے۔

ترجمہ "بے شک رسول ﷺ دنیا میں سب سے زیادہ سخی انسان تھے اور رمضان میں آپ ﷺ حد امکان تک سب سے زیادہ سخی ہوتے تھے۔ رمضان ایک سیزن وکمائی کا مہینہ ہے گویا عبادت کا سیزن وموسم ہے۔

(۱) فائدہ روزہ کا یہ ہے کہ مال داروں اور فقراء کے درمیان مساوات قائم ہوتی ہے پس یہ صحیح معنی میں عدل و مساوات کا نظام ہے اس لیے کہ امیر وغریب اس حکم روزہ میں مساوی ہیں اور صحیح معنی میں مساوات اسی وقت ہوتی ہے جب لوگوں میں فرق وتفاوت کا احساس نہ ہو آپس میں ہمدردی وغمخواری ہو۔ نیز جب آدمی خود بھوکا ہوتا ہے تو اسے دوسرے بھوکوں وغریبوں کی قدر ہوتی ہے۔

(۲) نیز روزہ کی حکمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ عادت کے زور وغلبہ کو کمزور کرتا ہے کیونکہ بعض لوگوں میں عادات کا زور حد سے گزرا ہوا ہوتا ہے پس ایسے لوگوں کو کھانا اپنے مقررہ وقت سے دیر میں ملے تو بھوک کا غلبہ ان پر اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ ان میں بداخلاقی آجاتی ہے اور بعض اوقات قہوہ اور چائے سگریٹ وغیرہ کے نشے ان کے پینے والوں پر کھانے کے غلبہ سے بھی زیادہ زور آور ہوتے ہیں۔ پس ایسے لوگ اپنی عادتوں کے غلام تصور کیے جاتے ہیں مگر روزہ کی برکت سے ان کو اپنے نفس و عادات پر قابو پانے کی قدرت حاصل ہوتی ہے۔

ایک جرمن پروفیسر جیہاروت نے ایک کتاب ارادہ کو مضبوط بنانے کے سلسلے میں لکھی ہے اور اس میں اس نے روزہ اس کی بنیاد قرار دیا ہے۔ لکھتا ہے کہ روح کی جسم پر حکمرانی قائم کرنے کے لئے روزہ ایک زبردست مؤثر کارکن ہے کیونکہ اس کے ذریعہ انسان اپنے نفس کی لگام کا مالک ہوکر زندگی گزارتا ہے نہ کہ اپنی مادی میلانات کا اسیر ہوکر روزہ صحت کے لئے بھی مفید ہے بہت سی بیماریاں روزے کی برکت سے ختم ہوجاتی ہیں۔ روزے کی برکت سے آدمی میں سخاوت کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری اُمت یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہوجائے۔ (فضائل اعمال)

صحابہ کرام ﷺ اور روزے:

فضائل اعمال میں ہے مسلم شریف کے حوالہ سے کہ صحابہ کرام ﷺ ایک غزوہ کے سفر میں ایک منزل پر اُترے گرمی نہایت سخت تھی اور غربت کی وجہ سے اس قدر کپڑا بھی سب کے پاس نہ تھا کہ دھوپ

کی گرمی سے بچاؤ کرلیں بہت سے لوگ اپنے ہاتھ سے آفتاب کی شعاع سے بچتے تھے اس حالت میں بھی بہت سے روزے دار تھے جن سے کھڑے ہوسکنے کا تحمل نہ ہوا اور گر گئے۔ صحابہ کرام ﷺ کی ایک جماعت گویا ہمیشہ تمام سال روزے دار رہتی تھی۔

حضرت سلمان فارسی ؓ کی طویل روایت میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ رمضان شریف میں چار چیزوں کی کثرت رکھا کرو: (۱) کلمہ طیبہ کی کثرت (۲) استغفار کی کثرت (۳) جنت کی طلب کرنا (۴) اور آگ سے پناہ مانگنا۔

تراویح سنت مؤکدہ ہے اور سب ائمہ اس کے سنت ہونے پر متفق ہیں ماثبت بالسنہ میں بعض کتب فقہ سے منقول ہے کہ کسی شہر کے لوگ اگر تراویح پڑھنا چھوڑ دیں تو ان کے ساتھ حاکم اسلامی قتال کرے۔

رمضان کے معمولات:

قرآن وحدیث کی رو سے اس ماہ میں پانچ چیزوں کی کثرت کرنا رمضان شریف کے خصوصی معمولات میں ہے۔

(۱) قرآن شریف کی تلاوت زیادہ کرنا، اس لئے کہ قرآن کا خود نازل ہونا، ماہ رمضان میں شروع ہوا اور خود حضور اکرم ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن پاک کا دور کرتے تھے پھر سب آسمانی کتابیں بھی اسی ماہ میں نازل ہوئیں۔

(۲) دوسری چیز جس کی کثرت کا ذکر حدیث میں آتا ہے۔ وہ کلمہ طیبہ کی کثرت ہے۔ یہ کلمہ توحید ہے قرآن پاک میں مختلف ناموں سے اس کو ذکر کیا گیا ہے چنانچہ کلمہ طیبہ، قول ثابت کلمہ تقویٰ مقالید السموٰت والارض (آسمان اور زمینوں کی کنجیاں) امام غزالیؒ نے احیاء میں نقل کیا ہے کہ یہ عُرْوَۃُ الْوُثْقٰی ہے۔ دعوۃ الحق ہے۔ ثمن الجنة ہے۔ حضرت قتادہ تابعیؒ نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ سے کسی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! یہ مالدار (صدقات کی بدولت) سارا ثواب اُڑا لے گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا بھلا بتاؤ تو سہی کہ اگر کوئی شخص سامان کو اوپر نیچے رکھتا چلا جائے تو کیا آسمان پر چڑھ جائے گا؟ میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جس کی جڑ زمین میں ہو اور شاخیں آسمان پر۔ ہر نماز کے بعد لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

(یہ کلمات مختصر مگر ثواب کا اندازہ کرلیں) دس دس مرتبہ پڑھا کر اس کی جڑ زمین میں ہے اور

شاخیں آسمان پر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جو بندہ رات میں یا دن میں کسی وقت بھی کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (دل سے) پڑھتا ہے اس کے اعمال نامہ سے برائیاں دھل جاتی ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ نیکیوں میں افضل ترین چیز ہے۔

(۳) جس چیز کی کثرت کا حکم ہے استغفار ہے یعنی اپنے گناہوں پر نادم ہوکر توبہ کرنا۔ ایک مرتبہ حضرت نبی کریم ﷺ کی قبر اطہر پر ایک اعرابی دیہاتی آیا اور اس نے کہا۔ یارسول اللہ ﷺ! جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا ہم نے سنا آپ ﷺ نے خدا سے سیکھا اور ہم نے آپ ﷺ سے سیکھا اور ہم نے جو کچھ آپ ﷺ سے سیکھا اس میں ایک آیت یہ بھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر وہ لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کر کے آپ ﷺ کے پاس آئیں تو پھر خدا سے استغفار کریں اور ان کے لئے رسول اللہ ﷺ بھی استغفار کریں تو خدا کو بڑا توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں گے یارسول اللہ ﷺ! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور آپ ﷺ کے پاس استغفار کے لئے حاضر ہوا ہوں، یہ کہنا تھا کہ قبر شریف سے آواز آئی کہ خدا نے تجھے بخش دیا۔

اور حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص استغفار کو لازم کر لے خدا اس کو ہر غم سے خوشی اور ہر تنگی سے کشادگی و فراخی عطا فرمائیں گے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عنایت فرمائیں گے جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوا (ابوداؤد وابن ماجہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دلوں میں ایک قسم کا زنگ لگ جاتا ہے (یعنی گناہوں سے) اور اس کی صفائی استغفار ہے۔ (ترغیب)

دوزخ کا بیان:

(۴) وہ چیز جس سے ماہ رمضان میں کثرت سے پناہ مانگی جائے دوزخ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک دفعہ بارگاہ رسالت ﷺ میں ایسے وقت تشریف لائے جس میں آنے کا معمول نہ تھا اور رنگ بدل رہا تھا۔ حضور ﷺ نے وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ حضور ﷺ میں ایسے وقت میں حاضر ہوا ہوں کہ جب کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو دھونکنے اور جھونک لگانے کا حکم فرمایا ہے اور جسے یہ یقین ہے کہ جہنم برحق ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت بڑا ہے اس کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہونی چاہئیں۔ یہاں تک کہ دوزخ سے مامون نہیں ہو جاتا۔ اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جبریل! کچھ جہنم کا تذکرہ سناؤ۔ عرض کی بہت اچھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب جہنم کو پیدا کیا تو اسے ہزاروں برس تک دھونکا گیا حتیٰ کہ پھر ہزار برس تک اس میں آگ جلائی گئی حتیٰ کہ سفید ہوگئی پھر

ہزار برس تک دہکائی گئی حتیٰ کہ سیاہ ہوگئی چنانچہ اب وہ سیاہ تاریک ہے اس کی لپیٹ اور انگارے کبھی نہیں بجھتے اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر سوئی کے سوراخ کے بقدر جہنم کو اہل دنیا کے لئے کھول دیا جائے تو سب کے سب اس کی حرارت سے بھسم ہو کر رہ جائیں گے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر دوزخیوں کے کپڑوں میں ایک کپڑا زمین و آسمان کے درمیان لٹکا دیا جائے تو تمام کے تمام اہل زمین اس کی بدبو اور حرارت سے ختم ہو جائیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق بنا کر بھیجا اگر اس زنجیر میں سے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے ایک ہاتھ بھر کی مقدار کسی پہاڑ پر رکھ دی جائے تو پہاڑ پگھل جائے اور وہ ساتویں زمین تک پہنچ جائے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے اگر ایک آدمی کو مغرب میں عذاب دیا جائے تو اس کی شدت سے مشرق کا آدمی جل جائے گا۔ اس کی گرمی بہت سخت ہے۔ اس کی گہرائی بہت ہی دور تک ہے۔ اس کے زیورات لوہے کے ہیں اس کا مشروب کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہے اس کے کپڑے آگ کے ٹکڑے ہیں۔ (تنبیہ الغافلین مترجم مولانا عبدالمجید انور)

جنت اور اُس کی نعمتوں کا بیان:

(۵) جس کی کثرت کا ماہ رمضان میں حکم ہے وہ جنت کا سوال کا معنی مختصر یہ ہے کہ ہر وہ خوشی جو دیکھی، سوچی، سنی اور خیال کی جا سکتی ہے اس سے بڑھ کر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت ایسی ہے کہ محلات کی اینٹ ایک سونے کی ہے اور ایک چاندی کی ہے اور گارہ کستوری کا ہے اس کی مٹی زعفران اور اس کے سنگریزے یاقوت اور موتی ہیں جو اس میں داخل ہوگا ہمیشہ کے لیے اس کی نعمتوں میں ہوگا کبھی تنگی نہ دیکھے گا اور نہ اسے موت آئے گی۔ نہ کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ جوانی کبھی ڈھلے گی اور فرمایا جنت میں ایسی نعمتیں ہوں گی جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ انسان کی خیال پرواز وہاں تک پہنچ سکے گی اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ [پارہ ۲۱ سورۃ السجدۃ آیت ۱۷]

اور بخدا جنت ایک کوڑے (چھوٹی سی لاٹھی) کی جگہ پوری کائنات اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بہتر اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (آمین!)

جنت کی وسعت:

بعض روایات میں ہے کہ ادنیٰ جنتی ایک ہزار سال کی مسافت میں اپنی نعمتوں کو دیکھے گا ایک

اور روایت میں ہے کہ ادنیٰ جنتی کو جو جگہ ملے گی پوری دنیا اور دنیا جیسی دو گنا جگہ کے برابر ہوگی۔ سورۃ حدید میں جنت کی وسعت کو زمین و آسمان کی وسعت کے برابر بتایا گیا ہے۔ سورۃ زمر کی ایک آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اہل جنت کو جنت میں قیام کرنے کے لیے اعزاز و اکرام کے ساتھ داخل کیا جائے گا۔ ان کے استقبال کے لیے پہلے سے دروازے کھلے ہوں گے اور جنت کے محافظ فرشتے سلام کریں گے اور خوش عیش زندگی کی مبارکباد دیں گے اور یہ سنا دیں گے کہ آپ حضرات ایسی جگہ قیام پذیر ہو رہے ہیں جہاں امن و امان اور سلامتی ہی سلامتی ہے۔ یہاں ہمیشہ اور باسلامت رہو گے نہ خوف و ہراس ہوگا نہ کسی طرح کی گھبراہٹ ہوگی۔ رنج و غم، دکھن، گھٹن اور تھکن کا نام نہ ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتی دمکتی ہوں گی اور جو لوگ ان کے (دوسرے نمبر پر) داخل ہوں گے ان کی صورتیں بہت زیادہ روشن ستارہ کی طرح سے (منور) ہوں گی۔ (الحدیث) (احوال بعد الموات)

میرے مولا تو امداد کر ☆ میرے پاک گھر کو آباد کر
نہ تو دشمنوں کو شاد کر ☆ مجھے بندہ غم سے آزاد کر
تیرے ہاتھ میں آبرو ☆ اللہ جل جلالہ

خطبہ چہارم:

ماہ رمضان اور قرآن پاک کا تعلق:

ماہ رمضان کے آتے ہی مسجدیں آباد ہو جاتی ہیں۔ ہر ہر مسجد میں تقریباً قرآن سنا جاتا ہے۔ تلاوت قرآن پاک کی زیادہ ہو جاتی ہے اس لیے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق کہ قرآن پاک سب کا سب لوح محفوظ سے آسمان دنیا کے بیت العزت پر رمضان کے مہینہ کی لیلۃ القدر میں نازل ہوا پھر جبریل علیہ السلام تیئس برس کے عرصے میں تھوڑا تھوڑا بتدریج لائے۔ قرآن پاک اور رمضان کا گہرا تعلق ہے۔ اس لیے اس خطبہ و وعظ کا عنوان ماہ رمضان اور قرآن پاک کا تعلق ہے۔

اللہ رب العزت کا فرمان عالی ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ﴾ [پارہ ۲ سورۃ بقرۃ آیت ۱۸۵]

فضیلت رمضان و قرآن کا ذکر ہے۔

ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ جس کا مطلب (ایک) وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لیے ذریعہ ہدایت ہے۔ کئی روشن صداقتیں رکھتا ہے اور حق کو باطل سے الگ کر دینے والا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیم کے صحیفے تین رمضان اور ایک روایت کے موافق یکم رمضان کو نازل ہوئے اور تورات موسیٰ پر ۶ رمضان کو نازل ہوئی اور انجیل عیسیٰ پر ۱۳ رمضان کو نازل ہوئی اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر ۱۸ رمضان کو نازل ہوئی اور قرآن پاک حضرت محمد ﷺ پر رمضان کی اخیر چھ راتوں میں نازل ہوا۔

قرآن پاک کیا ہے؟

صاحب مظاہر حق لکھتے ہیں، قرآن مجید کیا ہے؟ یہ وہ سب سے مقدس اور سب سے عظیم کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کاروان انسانیت کے سب سے آخری اور سب سے عظیم رہنما رسول کریم ﷺ پر نازل ہوئی جو ظلم وجہل کی تاریکیوں میں مینارنور، کفروشرک کے تابوت میں آخری کیل اور پوری انسانی برادری کے لیے خدا کی طرف سے اُتارا ہوا سب سے آخری اور سب سے جامع قانون ہے اور جسے حبل متین کہا گیا ہے۔

قرآن مجید کی عظمت و بزرگی اور اس کی فضیلت و رفعت کے لیے اس قدر کافی ہے کہ وہ خداوند عالم، مالک ارض وسماء اور خالق لوح وقلم کا کلام ہے۔ تمام عیوب اور تمام نقائص سے بری اور پاک ہے۔ فصاحت و بلاغت کا وہ آخری نقطہ عروج کہ بڑے بڑے عرب فصیح و بلیغ اس کے سامنے طفل مکتب، علوم و معارف اور فکر و دانش کے وہ کوہ ہمالیہ کہ دنیا کے بڑے بڑے مفکر، فلسفی، دانشور اور ارباب فکر ونظر اس سے سرنگوں ہیں۔

قرآن مجید کی تلاوت اور پڑھنے پڑھانے کا ثواب محتاج نہیں، تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ کوئی ذکر، تلاوت کلام مجید سے زیادہ ثواب و اجر نہیں رکھتا۔ خصوصاً نماز میں اس کی قراءت کا ثواب اور اس کی فضیلت اتنی ہے کہ وہ دائرہ تحریر سے باہر ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت اس کے ہر حرف کے عوض دس نیکیاں اور نماز میں اس کی قراءت کے وقت اس کے ہر حرف کے عوض پچیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

قرآن مجید کا پڑھنا بندہ کو خدا کا قرب بخشتا ہے، قلب کو عرفان الٰہی اور ذکر اللہ کے نور سے روشن کرتا ہے اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کرے گا۔

تلاوت قرآن کا مقصد اعلیٰ یہ ہے کہ وہ تفکر اور تذکر یعنی امور دین کو یاد دلانے اور آخرت کی طرف توجہ کا باعث ہو اور کثرت تلاوت کی وجہ سے احکام الٰہی یاد اور مستحضر ہوں تا کہ احکام الٰہی پر عمل کیا جائے اور عبرت حاصل کی جائے، تلاوت کا یہ مقصد نہیں کہ محض آواز وحروف کو آراستہ کیا جائے اور دل غفلت کے اندھیروں میں پڑا رہے چنانچہ جو شخص قرآن پڑھے مگر اس پر عمل نہ کرے تو قرآن ایسے شخص کا دشمن ہوتا ہے، اس لیے حدیث شریف میں آتا ہے۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے کیونکہ قرآن صرف پڑھنے کی چیز نہیں ہے بلکہ پڑھ کر عمل کرنا اصل ہے اور جو قرآن پڑھ کر اس پر عمل نہیں کرتا گویا قرآن کی اہانت کرتا ہے لہٰذا قرآن پڑھنا اور اس پر عمل نہ کرنا اس کے حق میں آخرت کے نقصان وخسران کی دلیل ہوگا۔

یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ تفکر وتذکر اور فہم معانی اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جبکہ آہستگی، وقار، ترتیل اور حضور دل کے ساتھ قرآن پڑھا جائے۔

جو شخص عربی زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے قرآن کے معانی نہ جانتا ہو اس کو بھی چاہیے کہ وہ حضور دل کے ساتھ قرآن کی تلاوت شروع کرے اور اپنے ذہن میں یہ خیال جمائے کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کے وہ احکام ہیں جو اس نے دنیا والوں پر نازل فرمائے ہیں نیز وہ اس عاجزی اور فروتنی کے ساتھ بیٹھ کر تلاوت کرے کہ گویا وہ قرآن پڑھ نہیں رہا بلکہ احکم الحاکمین کا کلام براہ راست سن رہا ہے۔ (مظاہر حق)

آداب تلاوت:

قرآن کریم اللہ رب العزت کا براہ راست کلام اور بارگاہ الوہیت سے اُترے ہوئے الفاظ کا مجموعہ ہے اس کلام کی نسبت جس ذات کی طرف ہے وہ حاکموں کا حاکم، بادشاہوں کا بادشاہ اور پوری کائنات کا بلاشرکت غیرے مالک ہے لہٰذا اس کی تلاوت کے وقت ہی آداب ملحوظ ہونے چاہئیں جو اس کلام اور اس صاحب کلام کی عظمت شان کے مطابق ہوں۔ آداب تلاوت یہ ہیں:

سب سے پہلے مسواک کے ساتھ وضو کیجیے اس کے بعد کسی اچھی جگہ متواضع اور رو بہ قبلہ بیٹھیے، اپنے آپ کو کمتر وذلیل اور عاجز جان کر اور قلب ودماغ کے حضور کے ساتھ بیٹھیے گویا اللہ رب العزت کے سامنے بیٹھ کر عرض ونیاز اور التجا کر رہے ہیں پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر تلاوت کیجیے دل میں یہ تصور جمائیے کہ میں خدا کا کلام بغیر کسی واسطہ کے سن رہا ہوں۔ آج کل جو یہ رسم چل نکلی ہے کہ لوگ پورا

قرآن ایک دن میں ختم کرنے یا زیادہ تیز پڑھنے کو فخر یا کمال کی بات سمجھتے ہیں یہ نہایت بری اور غفلت و نادانی کی بات ہے۔

خواجہ پندارد کہ طاعت می کند ☆ بے خبر کز معصیت جان می کند

فضیلت قرآن پاک:

((وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ)). [متفق علیہ]

قرآن پاک کے ماہر قدر دان اور سخی کی فضیلت اس حدیث پاک میں بیان کی گئی ہے کہ ان دونوں پر حسد و رشک جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا "صرف دو شخصوں کے بارے میں حسد (جائز) ہے ایک تو وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی نعمت عطا فرمائی اور وہ شخص بعض اوقات کے علاوہ دن اور رات کے اکثر حصہ میں اس قرآن میں مشغول رہتا ہے، دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ اس کو دن و رات کے اکثر حصہ میں خرچ کرتا ہے" (راہ خدا میں خرچ کرنا مراد ہے)۔

تشریح حسد سے مراد اس حدیث میں غبطہ ہے جسے رشک بھی کہتے ہیں اس کو حسد مجازاً کہا جاتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ غبطہ رشک اور دنیاوی امور کے سلسلہ میں ہو تو مباح ہے اور اگر دینی امور کے سلسلہ میں ہو تو وہ مستحب ہے۔ مثلاً کسی شخص کو مسجد بناتا ہوا دیکھ کر یہ آرزو و خواہش کرے کہ کاش اگر میرے پاس بھی روپیہ ہو تو میں بھی ایسی مسجد بنا دوں یہ رشک پسندیدہ ہے اور اس پر ثواب بھی ملتا ہے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ فرماتے ہیں کہ کسی کے پاس اگر ایسی نعمت ہو کہ وہ قرب الٰہی کا ذریعہ بنتی ہو۔ جیسے تلاوت قرآن، صدقہ و خیرات، اور ان کے علاوہ دسری نیکیاں و بھلائیاں تو ایسی نعمت کے حصول کی خواہش و آرزو پسندیدہ ہوگی۔ باقی حسد کرنا، جلنا کہ کسی کے پاس نعمت دیکھ یہ تمنا و خواہش کرنا کہ یہ اس کے پاس کیوں ہے میرے پاس ہو۔ متفقہ طور پر حرام ہے قرآن کی نعمت جس کو اللہ نے عطا فرمائی ہو کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اس کو قرآن پڑھنے اور یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائی پھر وہ اس کے علوم و احکام میں غور و فکر کرے اور اس کے احکام و ممنوعات پر عمل کرے نماز میں قرآن پڑھے یہ خوش نصیبی ہے۔

کلام اللہ شریف معبود کا کلام ہے محبوب و مطلوب کے فرمودہ الفاظ ہیں عاشقوں سے پوچھیے

کہ محبوب کے خط کی محبوب کی تقریر و تحریر کی کیا وقعت ہوتی ہے اور پھر جب عشق حقیقی ہو اللہ کے عاشقوں سے پوچھیے کہ جمال حقیقی کیا چیز ہے۔

مسئلہ: اتنے قرآن شریف کا یاد کرنا جس سے نماز ادا ہو جائے ہر شخص پر فرض ہے زرکشیؒ سے ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ جس شہر یا گاؤں میں کوئی قرآن پاک پڑھنے والا نہ ہو تو سب گناہ گار ہیں۔ اس زمانہ جہالت و ضلالت میں جہاں ہم مسلمانوں میں اور بہت سے دینی امور میں گمراہی پھیل رہی ہے وہاں ایک عام آواز یہ بھی ہے کہ قرآن شریف کے حفظ کرنے کو فضول سمجھا جا رہا ہے اس کے الفاظ یاد کرنے کو دماغ سوزی اور وقت کا ضائع کرنا کہا جا رہا ہے۔ یہ بددینی و گمراہی ہے جب قرآن پاک سے رخ موڑا جائے گا تو تباہی و بربادی و ذلالت و رسوائی آئے۔

وہ زمانہ میں معزز تھے عامل قرآں ہو کر ☆ ہم خوار و ذلیل ہوئے تارک قرآن ہو کر
گر ہمی خواہی مسلمان زیستن ☆ نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

ملا علی قاریؒ نے ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام پاک کو حاصل کر لیا اس نے علوم نبوت کو اپنی پیشانی میں جمع کر لیا۔ مراد یہ ہے کہ علوم قرآن کو حاصل کیا جائے کیونکہ اصل علم دین کا علم ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں حافظہ کو بڑھاتی ہیں: (۱) مسواک (۲) روزہ (۳) تلاوت کلام اللہ شریف۔ جمع الفوائد میں طبرانی سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن شریف سکھلا دے اس کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص حفظ کرائے اس کو چودھویں رات کے چاند کے مشابہ اُٹھایا جائے گا اور اس کے بیٹے سے کہا جائے گا کہ پڑھنا شروع کر جب بیٹا ایک آیت پڑھے گا باپ کا ایک درجہ بلند کیا جائے گا حتیٰ کہ اسی طرح تمام قرآن شریف پورا ہوا۔ بچے کے قرآن شریف پڑھنے پر باپ کے لیے بہت سے فضائل ہیں دوسری بات بھی سن لیجیے کہ اگر خدانخواستہ آپ نے اپنے بیٹے کو چار پیسے کے لالچ میں دین سے محروم رکھا تو یہی نہیں کہ آپ اس لازوال ثواب سے محروم رہیں گے بلکہ اللہ کے یہاں آپ کو جواب دینا پڑے گا۔ اس سے بچے کو بھی مصیبت میں ڈال رہے ہیں اور خود کو بھی مصیبت میں ڈال رہے ہیں۔ حدیث میں ہے كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ (ہر شخص ذمہ دار ہے) ہر شخص سے قیامت میں اس کے ماتحتوں اور دست نگروں کے بارے میں پوچھا جائے گا

کہ ان کو کس قدر دین سکھلایا۔ اگر آپ اپنے بچے کو دین داری کی صلاحیت سکھلائیں گے۔ اپنی جواب دہی سے محفوظ ہوں گے اور جب تک وہ نیک اعمال کرے گا دعا و استغفار آپ کے لیے کرے گا۔ آپ کے درجات کی بلندی کا سبب بنے گا لیکن دنیا کی خاطر چار پیسے کے لالچ سے آپ نے اس کو دین سے بے بہرہ رکھا تو یہی نہیں کہ خود آپ کو اپنی حرکت کا وبال بھگتنا پڑے گا بلکہ جس قدر بد اطواریاں، فسق و فجور اس سے سرزد ہوں گے آپ کے نامہ اعمال بھی اس سے خالی نہ ہوں گے خدارا اپنے حال پر رحم کھائیں۔ دنیا بہر حال گزر جانے والی چیز ہے اور موت سے کسی کو خلاصی نہیں اس لیے آج عمل کا وقت ہے غنیمت شمار کریں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ قرآن والا اگر مخلص ہے تو کبھی بھوکا نہیں مرتا بلکہ دنیا جھک مار کر ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے اور جتنے ڈگریاں ڈاکٹری، انجینئری کے لیے ہوئے ہیں ہمیشہ بے روزگاری کا رونا روتے رہتے ہیں اور روزگار کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں۔

شرح احیاء میں ہے کہ قیامت کے ہولناک اور وحشت اثر دن میں حاملین قرآن یعنی حفاظ اللہ کے سائے کے نیچے انبیاء اور برگزیدہ لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں کلام مجید پڑھا جائے اس کے اہل و عیال کثیر ہو جاتے ہیں۔ اس میں خیر و برکت بڑھ جاتی ہے۔ ملائکہ اس میں نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں اور جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی اس میں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے ملائکہ اس گھر میں چلے جاتے ہیں شیاطین اس میں گھس جاتے ہیں۔

صاحب احیاء نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھا اس کو ہر حرف پر سو نیکیاں ملیں گی اور جس شخص نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اس کے لیے پچاس نیکیاں اور جس نے بغیر نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا اس کے لیے پچیس نیکیاں اور جس نے بلا وضو پڑھا اس کے لیے دس نیکیاں اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ صرف پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سنے اس کے لیے بھی ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ہے۔ (فضائل قرآن)

عمرو بن میمونؒ نے شرح احیاء میں نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر قرآن مجید کھولے گا اور بقدر سو آیات کے پڑھ لے تو تمام دنیا کی بقدر اس کا ثواب لکھا جائے گا۔ قرآن شریف کا دیکھ کر پڑھنا نگاہ کے لیے مفید ہے۔ حضرت امام شافعیؒ عشاء کے بعد قرآن شریف کھولتے تھے اور صبح کی نماز کے وقت بند کرتے تھے (یعنی پوری رات تلاوت کرتے تھے)۔

قرآن کی بے ادبی نہ کریں:

قرآن پاک کو گانے کی طرز پر پڑھنا منع ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف کو عرب کی آواز میں پڑھو، عشق بازوں اور یہود ونصاریٰ کی آواز میں مت پڑھو۔ عنقریب ایک قوم آنے والی ہے جو گانے اور نوحہ کرنے والوں کی طرح سے قرآن شریف کو بنا بنا کر پڑھے گی۔ وہ تلاوت ذرا بھی ان کے لیے نافع نہ ہوگی خود بھی وہ لوگ فتنے میں پڑیں گے اور جن کو وہ پڑھنا اچھا معلوم ہوگا ان کو بھی فتنہ میں ڈالیں گے۔ (فضائل قرآن مولانا زکریاؒ)

قرآن اپنانے والوں کی ترقی:

((وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ)). [رواہ مسلم]

ترجمہ: اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ اس کتاب یعنی کلام اللہ کے ذریعے کتنے لوگوں کو بلند کرتا اور اس کے ذریعے کتنے لوگوں کو پست کرتا ہے۔

تشریح: مطلب یہ کہ جو شخص یا جو قوم قرآن پڑھے گی اور اس پر عمل کرے گی وہ قوم دنیا وآخرت میں کامیابی وترقی پائے گی اور جو شخص یا جو قوم قرآن اور اس کی تعلیمات سے روگردانی کرے گی وہ قوم پست وذلیل ہوگی اس حدیث میں قوموں کے عروج وزوال کا سبب بتادیا ہے جب تک مسلمان قوم نے قرآن کو اپنا دستور حیات بنا کر اس پر عمل کیا تو اس وقت مسلمانوں کا رعب ودبدبہ تھا اور مال ودولت کی برکات تھیں اور جب سے مسلمان قوموں نے قرآن کو چھوڑ کر دوسروں کی نقالی کی سوشلزم کیمونزم سرمایہ داری مغربی برانڈ کو اپنایا زوال کا شکار ہوگئیں اور یہود ونصاریٰ کی غلام بن گئیں۔

مشغولیت قرآن کی برکت:

((وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِكْرِیْ وَمَسْئَلَتِیْ اَعْطَيْتُهٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِی السَّائِلِيْنَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ)). [رواہ الترمذی والدارمی]

قرآن پاک میں اپنے اوقات صرف کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بن مانگے انعامات عطا فرماتے ہیں۔ مرادیں پوری کرتے ہیں اور مدد فرماتے ہیں۔ ایسے لوگ سکون سے زندگی گزارتے ہیں اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔ مرادیں پوری کرتے ہیں اور مدد فرماتے ہیں۔

اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہے کہ جس شخص کو قرآن کریم میرے ذکر اور مجھ سے مانگنے سے باز رکھتا ہے تو میں اس کو اس چیز سے بہتر عطا کرتا ہوں جو مانگنے والوں کو دیتا ہوں اور تمام کلاموں کے مقابلہ میں کلام اللہ کو وہی عظمت و بزرگی حاصل ہوگی جو اللہ رب العزت کو اس کی تمام مخلوقات پر بزرگی اور برتری حاصل ہے۔ لہٰذا قرآن کریم میں مشغول رہنے والے کو دوسری چیزوں میں مشغول رہنے والوں پر بھی اسی طرح برتری و بزرگی حاصل ہوتی ہے۔ (ترمذی داری بیہقی)

تشریح: اللہ رب العزت کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن یاد کرنے، اس کے مفہوم و معنی کے سمجھنے اور جاننے اور قرآن کریم میں مذکورہ احکام و ہدایات پر عمل کرنے میں اور اس کی یہ مشغولیت اس کو ان اذکار و اوراد اور دعا سے کہ جو کلام اللہ کے علاوہ ہیں باز رکھتی ہیں یعنی وہ قرآن میں مشغولیت کی وجہ سے نہ تو مجھے یاد کرتا ہے اور نہ ہی مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے مانگنے والوں سے بھی زیادہ دیتا ہوں کیونکہ قرآن کے ساتھ اس درجہ کی مشغولیت اور انہماک درحقیقت اس لیے ہوتی ہے کہ وہ شخص اپنی ہر خواہش اور اپنی ہر طلب کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے اس کے کلام پاک ہی سے تعلق قائم کیے ہوئے ہے لہٰذا اس کے عظیم جذبہ کے تحت اسے یہ اجر دیا جائے گا۔ (مظاہر حق)

قرآن سے دِل پاک ہوتا ہے:

حضرت ابن عمرؓ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا یاد رکھو دل زنگ پکڑتے ہیں جیسے کہ پانی پہنچنے سے لوہا زنگ پکڑتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! اس کی جلا و صفائی کا کیا ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا موت کو زیادہ یاد کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔

فوائد: مطلب یہ ہے کہ گناہ و معصیت کے صادر ہونے کی وجہ سے اور نیکیوں میں غفلت کی وجہ سے دل زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دل کی جلا و صفائی کا ذریعہ بتایا گیا ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرنے اور قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول رہنے سے دل کو جلا یعنی صفائی حاصل ہوتی ہے۔ (مظاہر حق)

نوافل پر قرآن کی فضیلت:

ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر رضی اللہ عنہ اگر تو صبح کو جا کر ایک آیت کلام اللہ شریف کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعات سے افضل ہے اور اگر ایک باب علم کا سیکھ لے خواہ اس وقت وہ معمول ہو یا نہ ہو ہزار رکعات سے افضل ہے (معمول کا مطلب اس وقت عمل میں ہو یا نہ ہو)

تشریح: نوافل پڑھنا ذاتی و انفرادی عمل ہے جب کہ سیکھنا سکھانا اجتماعی عمل ہے اور اس سے دین کی

اشاعت ہوتی ہے اور اس سے اجتماعی فائدہ ہوتا ہے اور معاشرہ پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں معاشرہ کی اصلاح ہوتی ہے اس لیے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسا کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔ قرآن پاک سیکھنے میں شرم کرنا یہ کہنا کہ اب ہماری عمر بڑی ہوگئی ہے اب کیا سیکھیں گے یاد رکھو یہ بات آخرت کے اعتبار سے نقصان دہ ہے اور آخرت کی شرم وذلت دنیا کی ذلت اور رسوائی سے بہت زیادہ ہے۔

فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ قرآن ہے:

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اقدس ﷺ کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے۔ حضور ﷺ نے دریافت کیا کہ ان سے خلاصی کی کیا صورت ہے انہوں نے فرمایا کہ قرآن شریف۔

فوائد: کتاب اللہ پر عمل فتنوں سے بچنے کا کفیل ہے اور اس کی تلاوت بھی فتنوں سے خلاصی کا سبب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں وارد ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ تم کو اپنے کلام کے پڑھنے کا حکم فرماتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی اپنے قلعہ میں محفوظ ہو اور اس کی طرف کوئی دشمن متوجہ ہو کہ جس جانب سے بھی وہ حملہ کرنا چاہے اسی جانب میں اللہ کے کلام کو اس کا محافظ پائے گا اور وہ اس شخص کو دفع کردے گا۔

آج ہر طرف مادیات مال و دولت حب جاہ حب مال کے فتنے عقائد کے فتنے بے دینی کا پھیلاؤ شرک و بدعات ورسومات کا رواج اس کی واحد وجہ قرآن پاک کا چھوڑنا ہے اگر قرآن پاک کو اپنایا جائے تو ہر قسم کے فتنے حوادث وعذاب ختم ہو جائیں گے۔

ماہ رمضان میں جنگ بدر:

سن ۲ ہجری ماہ رمضان میں جمعہ کے روز حق و باطل کے درمیان ایک فیصلہ کن معرکہ ہوا۔ ایک طرف چند نہتے بے سروسامان، دوسری طرف کفار کا لشکر جرار کیل کانٹوں سے مسلح، ایک طرف اللہ کے سامنے سرنیاز جھکائے ہوئے آنے والے دوسری طرف شیطانی قوت وتکبر سے بھرے ہوئے مدہوش و مست ایک طرف خدا والے خالی پیٹ، دوسری طرف پیٹ بھرے مغرور، مگر دنیا نے دیکھا کہ بالآخر ہتھیار واسلحہ والے تعداد کی کثرت والے جاہ وحشم والے ہار گئے۔ خدا والے جیت گئے۔ فرمایا خداوند قدوس نے ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

[سورۃ آل عمران پارہ ۴ آیت ۱۲۳]

ترجمہ: ''اور بے شک اللہ نے تمہاری مقام بدر میں مدد فرمائی حالانکہ تم کمزور تھے سو اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار رہو۔''

قیامت تک کے لیے یہ بات واضح ہوگئی کہ جب مسلمان اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کر رہے ہوں گے تو ان کے ساتھ پوری پوری اللہ کی نصرت ومدد شامل ہوگی جب اللہ کی نصرت شامل ہوگی تو کفر خواہ کتنے ہی زوروں پر ہو حق کے آگے نہیں ٹھہر سکے گا۔ مسلمانوں کے لشکر کا ساز وسامان صرف دو گھوڑے اور ساٹھ اونٹ تھے، چند تلواریں تھیں۔ یہ بھی عجیب اتفاق کی بات ہے کہ اہل بدر کی مقدار بھی لشکر طالوت کی تعداد کے برابر تھی جب کہ وہ جالوت کے مقابلہ کے لیے نکلا تھا۔ اس کا ذکر قرآن کے تیسرے پارے میں آتا ہے۔

جنگ سے ایک روز پہلے حضور ﷺ نے میدان جنگ کا معائنہ فرمایا کہ یہ بتا دیا تھا کہ میدان جنگ میں اس جگہ فلاں اور اس جگہ فلاں کافر مارا جائے گا۔ جنگ سے پہلے حضور ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں بہت دیر تک سجدہ میں دعائیں مانگیں ان میں سے ایک دعا یہ بھی کہ اے اللہ تیرے نام لیوا یہ چند مسلمان آج اگر مارے گئے تو دنیا میں تیرا نام لیوا کوئی بھی نہ ہوگا۔ معرکہ شروع ہوا قریش کے ستر سردار مارے گئے وہ چودہ سردار جو دارالندوہ میں جمع ہوئے تھے اور حضور ﷺ کے قتل کے مشورے میں شریک تھے ان میں سے بھی گیارہ مارے گئے تین جو بچ گئے تھے بعد میں وہ بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کیا گیا۔

اگرچہ اس زمانے کا قانون جنگ، مظلوم مسلمانوں کا جوش انتقام، دیگر قبائل پر جنگی رعب قائم کرنے کی ضرورت اس بات کی متقضی تھی کہ قیدیوں کو قتل کر دیا جاتا مگر خدائے رحیم کے نبی الرحمت نے تاوان لے کر چھوڑ دیا۔ (رحمۃ للعالمین)

مولانا مناظر احسن گیلانی النبی الخاتم میں لکھتے ہیں، راستہ اگر صاف ہوتا تو اس وقت جو کچھ دکھانا ہے کامل طور پر دکھایا نہیں جا سکتا لیکن دیکھو راہ میں کانٹوں کے جو گھنے جنگل اُوپر اور نیچے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور وہ قصداً ان ہی میں گھس کر نکلتا ہے اور کتنے شاندار طریقہ سے نکلتا ہے۔ بیابان کے ایک نخلستانی قصبہ کے ان کسانوں کی آبادی سے یہ تحریک عالم کی طرف یلغار کرتی ہے جو یہودی ساہوکاروں کے سود در سود کے بوجھ کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔ ان کی زمینوں میں پیدا ہی کیا ہوتا ہے لیکن جو کچھ پیدا ہوتا ہے پیدا ہونے کے ساتھ یہودی قرض خواہوں کے گھر اٹھ کر چلا جاتا ہے۔ زیادہ

دن نہیں ہوئے تھے کہ اس چھوٹی سی آبادی کے دو خاندان اپنی خانہ جنگی میں رہے ہیں۔ جوانوں اور سرداروں کو بھی کھو چکے ہیں، ان کے ساتھ اپنے وطن سے بچھڑے ہوئے کچھ لوگ اور بھی شریک ہیں، جن کی تعداد سو سے زیادہ نہیں ہے۔ ان کا یہ حال ہے دوسری طرف سارا عرب ایک کمان بن کر اس تحریک والوں کو نشانہ بنائے ہوئے ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کرنے پر تلا ہوا ہے۔ یہودی اپنی مہاجنی کے کساد بازاری سے گھبرا کر ان تمام قلعوں اور قلعہ والوں کو مخالفت کے نقطہ پر جمع کر رہے ہیں۔ جن کا سلسلہ مدینہ سے شروع ہو کر شام کے حدود تک پھیلا ہوا ہے۔ مشکلات کا خاتمہ اس پر نہیں ہو جاتا بلکہ بتدریج مخالفت کی یہ آگ بڑھتے بڑھتے اس وقت دنیا کی سب سے بڑی مشرقی طاقت (ایران) اور سب سے بڑی مشرقی قوت (روم) دونوں طاقتوں کو مدینہ کی بربادی پر آمادہ کر دیتی ہے، رومیوں کے گھوڑے مدینہ سے تھوڑی دور کے فاصلہ پر غسانیوں کے حدود پر ہنہنا رہے ہیں اور کسریٰ کے فرمان لیے مدینہ پہنچ کر دھمکا رہے ہیں کہ مدینہ کے کسانوں کے سرداروں کو دربار شاہی میں گرفتار کر کے حاضر کیا جائے یہ ان کے شہنشاہ کا فرمان ہے جو یمن کے گورنر باذان کے توسط سے مدینہ تک پہنچا ہے۔

یہ اس وقت کا سماں ہے جس وقت مدینہ میں دماغ کے تجربے کے لیے نسل انسانی کو دعوت دی جاتی ہے، پھر کیا ہوتا ہے قیدار کی ساری حشمت جیسا کہ یسعیاہ نبی نے کہا تھا کہ مزدوروں کے ایک سال کے اندر بھس کی طرح جل کر راکھ ہو جاتی ہے۔ علو و کبریائی کا جو نقشہ ان کے قدم کے جمنے نہیں دیتا تھا، پھٹ کر کھڑا ہو گیا جو سب سے بڑا احتساب سے چھوٹے کے ہاتھوں قتل ہوا (ابو جہل جس کا دوسرا نام ولقب اس امت کا فرعون تھا) ایک کم سن انصاری لڑکے (معاذ ؓ) کی تلوار سے قتل ہوا عبداللہ بن مسعودؓ نے جب اس کا سر کاٹنا چاہا تو اس کا یہ مشہور فقرہ تاریخ میں محفوظ ہو گیا۔ سرداری کی گردن ہے ذرا نیچے سے تراشنا تاکہ مقتولوں کی صف میں جب میرا سر رکھا جائے تو اونچا نظر آئے قریش کے ستر سور مارے گئے اور یوں قیدار کی حشمت خاک میں مل گئی (یعنی قریش کی) وہی عرب جو ایک کمان سے تیر بن کر اس کونے کے پتھر پر گرے تھے جیسا کہ کہا گیا ہے جو اس پر گرتا ہے وہ چور ہو جاتا ہے، چور چور ہو کر اس طرح بدلے کہ جو دشمن تھے وہ دوست ہو گئے۔ جن پر تلوار چلائی گئی وہ نہیں بلکہ جنہوں نے تلوار چلائی انہوں نے مسلمان ہو کر ان جھوٹوں کو جھٹلایا۔ (النبی الخاتم)

محمد بن قاسم:

محمد بن قاسم اسلام کے عظیم کمانڈر (وجرنیل تھے جو سترہ سال کی عمر میں سندھ میں آئے اور

اسلام کا علم لہرایا۔ انصاف کا بول بالا کیا، ظلم کا خاتمہ کیا۔ محمد بن قاسم حجاج بن یوسف کے بھتیجے تھے اور حجاج بن یوسف نے ان کو سندھ میں اس وقت بھیجا جب دیبل (کراچی) کی بندرگاہ پر ڈاکوؤں نے مسلمانوں کے جہازوں کو لوٹا جن میں عرب تاجر اور وہ یتیم لڑکیاں بھی تھیں جو عرب تاجروں کے سراندیپ میں فوت ہو جانے کی وجہ سے دور رشتہ داروں یتیمی کی زندگی بسر کر رہی تھیں۔ عرب تاجر حج کرنے جا رہے تھے۔ اس کے علاوہ ان جہازوں میں راجہ سراندیپ کے بھیجے ہوئے تحائف بھی تھے جو اس نے خلیفہ ولید بن عبدالمالک کے لیے روانہ کیے تھے۔ ڈاکوؤں نے بہت سے حجاج شہید کر دیے اور لڑکیاں جو یتیم تھیں گرفتار کر لیں۔ تاریخی روایت کے مطابق جب ان یتیم لڑکیوں کی عصمت کو تاکا جا رہا تھا تو ان میں سے ایک لڑکی چلائی۔ اے حجاج بن یوسف، جب حجاج کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا ہاں میں ابھی آیا۔ اس کے بعد حجاج بن یوسف نے پہلے راجہ داہر کو لکھا کہ یتیم لڑکیاں فوراً بحفاظت ہمارے حوالے کی جائیں مگر راجہ داہر نے انکار کر دیا تو حجاج بن یوسف نے جرنیل محمد بن قاسم کو بھیجا۔ محمد بن قاسم لسبیلہ کے راستہ سے سندھ میں آئے اسکندر اعظیم کے بعد محمد بن قاسم پہلے اسلامی سپہ سالار تھے جو سندھ میں اس راستے سے داخل ہوئے۔ دیبل (کراچی) کے مقام پر داہر کی فوجیں اسلامی فوج کے مقابل آ گئیں اسلامی فوج نے اس بہادری اور جوش سے مقابلہ کیا کہ محمد بن قاسم نے دیبل پر اسلامی جھنڈا لہرا دیا اور فتوحات کرتے کرتے ملتان تک جا پہنچے پھر کشمیر کا رخ کر رہے تھے کہ واپس بلا لیے گئے۔ اس زمانے میں سندھ بہت وسیع علاقہ تھا۔ پنجاب بھی سندھ میں شمار ہوتا ہے۔

تاریخ ہند و پاک میں ہے۔ محمد بن قاسم پاکستان کے پہلے فاتح اور حکمران تھے جن کے جذبہ جہاد اور عزم و شجاعت سے سرزمین سندھ کو اسلام کی ضیا سے منور ہونے کا موقع ملا اور وادی مہران میں اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ صدیوں سے سندھ کی زمین پر بسنے والے بے شمار راجاؤں، پنڈتوں اور جاگیرداروں کے مظالم کا شکار ہو رہے تھے۔ محمد بن قاسم جیسے رحم دل، انصاف پسند اور انسانیت نواز حاکم کے حسن سلوک اور طرز حکومت سے اس درجہ خوش ہوئے کہ جب ان کو سلیمان کے حکم سے گرفتار کر کے عراق بھیجا گیا تو سندھی عوام پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے جیسا کہ علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ اہل سندھ نے محمد بن قاسم کے غم میں آنسو بہائے اور ان کی یاد میں ان کی تصویر بھی بنائی۔

محمد بن قاسم جہاں بھی فتح و ظفر کا پرچم اڑاتے ہوئے پہنچے وہاں کے حالات کا پورے طور پر جائزہ لیا۔ دفتری نظام کو درست کیا۔ غیر مسلموں کو ان کے اکثر معبدوں پر قائم رکھا ان کے باہمی جھگڑوں

کو طے کرنے کے لیے پنچایتی نظام میں اچھی ترمیمیں کیں۔ ذمیوں کے حقوق کو پامال نہیں ہونے دیا اور مذہبی آزادی میں کوئی فرق نہیں آنے دیا۔ عبادت گاہوں کو مسمار نہیں کیا اور ان کے احترام کو باقی رکھا اور عام معافی اور درگزر نے رعایا کے دلوں میں خصوصی جگہ حاصل کر لی۔

محمد بن قاسم کو قیام حکومت کے ساتھ اس بات کی بھی فکر تھی کہ اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ جاری کیا جائے تا کہ نئی زمین میں اسلام کو پھیلنے کا موقع مل سکے اور لوگ کفر و شرک کے مقابلہ میں اسلام خوبیوں کو دیکھ کر مشرف باسلام ہو سکیں چنانچہ اس سلسلہ میں پورے مفتوحہ علاقے میں مساجد و مدارس قائم کیے اور اسلامی معاشرہ کے قیام کی پوری کوشش کی۔ جاگیرداروں اور بااثر ہندوؤں کو تبلیغی خطوط لکھے اور ان کو اسلام قبول کرنے کے بعد خراج کی معافی کا یقین دلایا۔ چنانچہ متعدد راجاؤں اور زمین داروں نے اسلام قبول کر لیا اور محمد بن قاسم نے ان کو اسلامی تعلیم سے روشناس کرانے کے لیے معلم مقرر کیے۔ محمد بن قاسم نے بہت سے حفاظ و قراء علماء و محدثین کو سندھ میں بلایا کچھ ان کے ہمراہ تھے اور ان سب کی مساعی سے بڑی جلدی بکثرت لوگ اسلام سے وابستہ ہو گئے۔ موسیٰ بن یعقوب ثقفی جو محمد بن قاسم کے ساتھ بڑے نامور محدث اور عالم تھے ان کو اسرودر میں قاضی مقرر کیا جن کا خاندان صدیوں اُج میں علم و فضل کا مرکز رہا۔ اسلامی حکومت کے قیام کے بعد منصورہ، دیبل، جھندار اور ملتان اسلامی علوم اور اسلامی تہذیب و تمدن کا ایسا مرکز بن گئے کہ صدیوں تک علماء عرب ان کی جانب آتے رہے اور علم کا دریا بہاتے رہے جس کا یہ اثر ہوا کہ نہ صرف مسلمانوں کی اکثریت ہو گئی بلکہ سندھ کے باشندوں میں بہت سے نامور محدث و علماء بھی پیدا ہوئے جن کے ذکر اور ان کی تصانیف کے تذکرے کتابوں میں ملتے ہیں۔ (تاریخ ہند و پاک)

فتح مکہ:

فتح مکہ بھی ماہ رمضان میں ہوئی اور اللہ نے دکھایا کہ حق اگر چہ بظاہر مغلوب ہو جائے مگر بالآخر فتح حق کی ہوتی ہے مکہ سے مسلمان کمزوروں کو نکالا گیا مگر ایک وقت وہ آ گیا کہ وہی مسلمان فاتح بن کر مکہ میں داخل ہوئے مگر حضور ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر عفو و درگذر کی جو مثال قائم کی وہ تاریخ عالم میں شاید نہ ملے۔ اللہ کے گھر کو بتوں سے پاک کیا اور عاجزانہ اللہ کی بڑائی و عظمت بیان کرتے ہوئے داخل ہوئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا:

حضرت خدیجہؓ حضور ﷺ کی پہلی بیوی ہیں جن کا ماہ رمضان میں انتقال ہوا۔ انہوں نے

عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور حضور ﷺ کے فرمان پر اپنا مال راہ خدا میں خوب لٹایا اور عورتوں کو سبق دے گئیں کہ وہ اسلام کی صداقت پر لبیک کہتے ہوئے اپنی جان ومال راہ خدا میں قربان کر دیں۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا:

حضرت فاطمہ الزہرؓ کا انتقال بھی ماہ رمضان میں ہوا۔ حضرت فاطمہؓ باوجود اس کے کہ شاہ کونین ﷺ کی صاحبزادی تھیں مگر گھر میں غربت وعسرت کی زندگی تھی۔ سادہ زندگی تھی گھر کے کام خود فرماتی تھیں۔ چکی پیستی تھیں۔ مشکیزے بھرتی تھیں۔ گھر کا جھاڑو وغیرہ خود دیتی تھیں اور قیامت تک آنے والی خواتین کو سبق دے گئیں کہ دنیا کے چند روزہ عیش وعشرت کے بجائے آخرت کے بجائے آخرت کی تیاری کریں سادہ غریبانہ زندگی گزاریں اور حضور ﷺ کی تعلیمات پر جان ودل سے قربانی دیں۔ اللہ آج کی مسلم عورتوں کو ان پاکیزہ ہستیوں کی اتباع نصیب فرمائیں۔ آمین!

وہ دیں جس نے اعدا کو اخواں بنایا ☆ وحوش اور بہائم کو انساں بنایا
درندوں کو غم خوار دوراں بنایا ☆ گڈریوں کو عالم کا سلطاں بنایا
وہ دنیا میں گھر سب سے پہلے خدا کا ☆ خلیل ایک معمار جس بناء کا
ازل میں مشیت کے تھا جس کا تاکا ☆ کہ اس گھر سے اُبلے کا چشمہ ہدی کا
مفاسد کا زیرو زبر کرنے والا ☆ قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا ☆ اور ایک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

(مسدس حالی)

نہ از ساقی نہ از پیمانہ گفتم ☆ حدیث عشق بے باکانہ گفتم
خبر کریو میری اس دم الٰہی ☆ کھلے جب کہ بخشش کا بازار تیرا
رہے گا نہ کچھ نقد عصیاں سے میرا ☆ لگے گا جو رحمت کا بازار تیرا
تو رحیم ہے تو کریم ہے ☆ تو علیم ہے، تو حلیم ہے
تو سمیع ہے، تو بصیر ہے ☆ تو نعیم ہے، تو عظیم ہے
میرا اس طرح سے حساب ہو ☆ تیرے لب پہ نعت جناب ﷺ ہو
میرے سیدھے ہاتھ کتاب ہو ☆ نہ عذاب ہو، نہ عتاب ہو
رہے روبرو، میرا خوبرو ☆ اللہ جل جلالہ

نام محمد ﷺ کام محمد ﷺ ☆ سب سے اونچا نام نام محمد ﷺ
سدا بلند رہے یہ پرچم ☆ صلی اللہ علیہ وسلم
حسن مکمل، جسم مطہر ☆ روح معنبر، قمر منور
اس پر رحمت باری پیہم ☆ صلی اللہ علیہ وسلم
حامیوں پہ رحمت خدا ☆ سدا رہے اور سدا

(آمین)

خطبہ پنجم:

فضائل جمعۃ الوداع وعید الفطر

اعتکاف کے فضائل:

رمضان شریف کی اہم عبادات میں سے ایک عبادت اعتکاف بھی ہے۔ اعتکاف کی عبادت ایسی ہے کہ اس میں آدمی ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے خواہ وہ سو رہا ہو یا جاگ رہا ہو یا کھا پی رہا ہو نیز اس میں اللہ کے گھر پر جانا ہے اور کریم میزبان ہمیشہ گھر آنے والے کا اکرام کرتا ہے۔
پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑا رہوں ☆ سر زیر بار منت درباں کیے ہوئے
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ﴾
﴿اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾ [پارہ۲ آیت۱۸۶ سورۃ بقرہ]

ترجمہ: "اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو آپ ﷺ میری طرف سے فرما دیجیے کہ میں قریب ہوں قبول کرتا ہوں دعا ہر مانگنے والے کی جب وہ میرے حضور درخواست کرے ان کو چاہیے کہ میرے احکام مانیں اور مجھ پر یقین رکھیں تاکہ وہ لوگ رشد حاصل کر سکیں اعتکاف میں آدمی سراپا سوالی بن کر آقا و مالک کے در پر جا بیٹھتا ہے ایسا کریم جو سوالی کا سوال رد نہیں کرتا۔"

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی اگر ایک شخص بھی اعتکاف کر لے تو سب کی طرف سے حکم ادا ہو جاتا ہے اور اگر کوئی بھی نہ بیٹھا تو سب اہل محلہ گناہ گار ہوں گے نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں ہمیشہ اعتکاف فرماتے تھے، اعتکاف ایسی مسجد میں بیٹھا جائے جہاں پانچ وقت نماز باجماعت ہوتی ہو۔

آپ ﷺ نے زندگی کے آخری سال خلاف معمول دو مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا اور بیس دن اعتکاف میں گذارے کیونکہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضری کا وقت قریب تھا اور منزل شوق سامنے! پھر وہ عشق کی ساری بے تابیاں اور وصال محبوب کا کمال شوق کچھ اور فزوں کیوں نہ ہو جاتا سچ کہا ہے کہنے والے نے:

وعدہ وصل چوں نزدیک شود ☆ آتش شوق تیز تر گردد

محبوب سے ملاقات کا وعدہ جب پورا ہونے کو ہوتا ہے تو آتش شوق زیادہ سے زیادہ بھڑک اٹھتی ہے، آپ ﷺ کے اس عمل میں اُمت کے لیے ایک لطیف اشارہ بھی ہے کہ وہ ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ جب وہ اپنی زندگی کے آخری دور میں پہنچے تو نیکی و بھلائی کے راستہ پر معمول سے بھی زیادہ تیز گام ہو جائے اور اللہ رب العزت کی ملاقات اور اس کے سامنے اپنی پیشی کے لیے اطاعت فرمانبرداری اور نیکوکاری کے ذریعہ پوری تیاری کرے۔ (مظاہر حق)

اعتکاف سراسر نیکیاں:

((وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْتَكِفُ الذُّنُوْبَ وَيُجْرىٰ لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا)). [رواہ ابن ماجہ]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لیے نیکیوں کا سلسلہ تمام نیکی کرنے والوں کی مانند جاری رہتا ہے (ابن ماجہ) یعنی معتکف اعتکاف کی وجہ سے عبادت و نماز جنازہ وغیرہ میں نہیں جاتا مگر اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

اعتکاف کے فوائد و برکات:

معتکف کے لیے سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کو شب قدر ہر حال میں ملتی ہے خواہ سویا ہوا ہی کیوں نہ ہو اس لیے مسجد میں بیٹھنے سے اس کی نیت شب قدر کا حاصل کرنا تو ہوتا ہی ہے معتکف کا دل امور دنیا کی غلاظت سے پاک رہتا ہے وہ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے مسلسل عبادت اور خانہ خدا میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے قلعہ اور اس کے پناہ میں رہتا ہے کہ شیطان کے مکر و فریب سے بچا رہتا ہے معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بادشاہ کے دروازہ پر جا پڑے اور اپنی درخواست حاجت پیش کرے۔ اسی طرح معتکف بھی گویا زبان حال سے کہتا ہے کہ اللہ میرے مولیٰ! میں تیرے دروازے پر

پڑا ہوں یہاں سے اس وقت تک نہ ٹلوں گا جب تک کہ تو میری بخشش نہ فرمائے گا، میرے مقاصد پورے نہیں فرمائے گا، اور میرے دینی و دنیاوی غم و آلام دور نہیں کرے گا۔ (مظاہر حق)

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے ☆ یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لیے ☆ در تیری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے

خدا کی دین کا موسیٰ علیہ السلام سے پوچھیے احوال ☆ کہ آگ لینے جائیں پیمبری مل جائے

جس گل کو دیا ہے دل جس پھول پر فدا ہوں ☆ یا وہ بغل میں آئے یا جاں قفس سے چھوٹے

جمعۃ الوداع کے فضائل:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس ماہ مقدس میں ایک نفل کا ثواب دوسرے مہینوں کے فرائض کے برابر ہے اور اس ماہ کے ایک فرض کا ثواب دوسرے مہینوں کے ستر فرائض کے برابر ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص پوری زندگی نوافل پڑھتا رہے تو ایک فرض کے ثواب کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ پھر عام دنوں سے زیادہ جمعہ کے دن فضیلت و نیکی کا بڑھ جاتا ہے پھر ماہ رمضان کے اعمال کا ثواب اس کا تو اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے دنوں کو پیدا کر کے جمعہ کو ان میں سے چن لیا اور پسند کیا اور میری اُمت کو تمام اُمتوں پر فضیلت دی اور ان کے لیے جمعہ کو مقرر فرمایا پس ہر عمل جو کہ انسان جمعہ کو کرتا ہے اس کے لیے اس کے عوض ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں پھر جو شخص جمعہ کی شب یا جمعہ کے دن انتقال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے اور دنیا سے بخشا بخشایا نکلتا ہے۔ طبرانی میں ہے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص جمعہ یا شب جمعہ کو انتقال کرتا ہے۔ قیامت میں عذاب خداوندی سے پناہ میں رہتا ہے اور اس پر شہیدوں کی مہر لگ جاتی ہے اب اس سے اندازہ کریں کہ جمعہ کے دن نیکی ستر گناہ بڑھ جاتی ہے عام نیکی بھی دس گناہ بڑھ جاتی ہے پھر دس گناہ سے ستر گنا اضافہ ہو جائے پھر رمضان میں نوافل کا ثواب فرائض کے برابر ہو جائے اور پھر ایک فرض ستر فرائض کے برابر ہو جائے تو اب اللہ کے انعامات و احسانات کی بارش کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔

نزہۃ المجالس میں بحوالہ عمدہ ابن ملقین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک بار حضرت نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! نماز جمعہ اپنے اوپر لازم کردہ خطاؤں سے ایسے صاف کرتا ہے جیسے تم اپنے گھروں سے مٹی صاف کردیتے ہو اے عمر رضی اللہ عنہ کوئی بندہ ایسا نہیں جو جمعہ کے روز نماز کے

لیے غسل کرتا ہو اور پھر بھی گناہوں سے ایسا نہ نکل آتا ہو کہ گویا وہ آج اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ (یعنی جمعہ کی نماز پڑھی اور سچے دل سے استغفار و توبہ کر لے تو حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں اور حقوق العباد ادائیگی سے ہی معاف ہوتے ہیں یا گناہوں کی معافی سے مراد وہ گناہ ہیں جو صغیرہ گناہ ہوں) پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ! کوئی بندہ ایسا نہیں کہ جو نماز جمعہ کے لیے اپنے گھر سے نکلے اور پھر بھی اس کے لیے تمام کنکر پتھر شہادت نہ دیں اور تمام کنکر پتھر اور خاک جس پر سے نماز جمعہ کے لیے اس کا گذر ہو اس کے لیے استغفار نہ کریں اور کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو پاک کپڑے پہن کر نماز جمعہ کے لیے نکلے اور پھر بھی خدا اس کی طرف نظر رحمت کی نہ کرے اور اس کی تمام حاجتیں خواہ دینی یا دنیاوی (جائز حاجت) پوری نہ کر دے اے عمر رضی اللہ عنہ! بے شک اللہ تعالیٰ جمعہ کے روز فرشتوں کو دنیا کی طرف اُتارتا ہے پس وہ اس شہر میں اذان تک دوڑتے پھرتے ہیں پھر جب مؤذن اذان کہتا ہے تو وہ مسجد کی طرف جھپٹتے ہیں اور مسجد کے دروازے سے داخل ہونے لگتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اذان سے پہلے کون کون لوگ اندر آ گئے تھے۔ پھر جب وہ لوگوں کو رکوع یا سجدہ کرتے ہوئے پاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے اللہ اس کو معاف فرما اس کی درخواست قبول فرمائیے اور مسجد کے دروازوں پر کھڑے ہو کر داخل ہونے والوں کو گنتے رہتے ہیں اور ان سے مصافحہ کرتے ہیں اور ان کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں پھر جب خطیب منبر پر کھڑا ہوتا ہے وہ صفوں کے درمیان بیٹھ جاتے ہیں اور لوگوں کی طرف دیکھتے ہیں اور ان کے لیے استغفار کرتے ہیں جب لوگ نماز شروع کر دیتے ہیں تو وہ بھی ان کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں تاکہ جمعہ کی برکات حاصل کر لیں پھر جب امام سلام پھیر کر دعا مانگتا ہے وہ بھی جماعت کے ساتھ آمین کہتے ہیں۔ پس ملائکہ کی برکت سے سب کی مغفرت ہو جاتی ہے، جب لوگ نماز پڑھ کر لوٹتے ہیں تب وہ ان کی نماز و تسبیح و استغفار کے نامہ اعمال کو لپیٹ کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں یہاں تک کہ عرش کے نیچے جا کھڑے ہوتے ہیں اور خدا سے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار یہ فلاں شہر کے لوگوں کی فلاں جماعت کی نماز ہے، خدا تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے ان کی نماز جبرائیل علیہ السلام کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ خدا تعالیٰ کا تمہیں حکم ہوا ہے کہ اس نماز کو فلاں خزانہ میں لے جاؤ۔ جہاں اس جماعت کے نامہ اعمال ہیں چنانچہ جبرئیل علیہ السلام ان کی نمازوں کو خزانے میں لے جاتے ہیں اور وہاں سپرد کر دیتے ہیں پھر وہ قیامت تک خزانہ میں محفوظ رہتی ہیں۔ (نزہۃ المجالس)

ایک حدیث میں ہے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز با جماعت پڑھنے سے افضل نمازوں میں کوئی

نماز نہیں ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ سوائے اس شخص کے جو بخشا بخشایا ہو اور کوئی اس نماز میں حاضر نہیں ہوتا (طبرانی) حضرت نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۃ کہف پڑھتا ہے تو جہاں وہ پڑھتا ہے وہاں سے لے کر مکہ تک خدا اس کو نور عنایت کرتا ہے اور دوسرے جمعہ تک اس کی مغفرت فرماتا ہے اور اس کے لیے ستر ہزار فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں اور ذات الجنب اور برص اور جذام اور فتنہ دجال سے عافیت میں رہتا ہے اور حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص جمعہ کے روز سورۃ کہف پڑھتا ہے وہ آٹھ روز تک ہر فتنہ سے بچا رہتا ہے حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جمعہ سے افضل میری اُمت کی کوئی عید نہیں ہے جمعہ کے روز سفید کپڑے پہننا سب سے افضل ہے کیونکہ حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ تم سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ وہ نہایت پاکیزہ اور ستھرا لباس ہے اور اس میں اپنے مردوں کو کفنایا کرو۔

جمعہ کے اور وظائف:

عابد لوگ جمعہ کے روز ہزار بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سورۃ اخلاص پڑھا کرتے تھے بیہقی کے فضائل اعمال میں ہے حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہزار بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (یعنی سورۃ اخلاص) پڑھے وہ جب تک اپنا مکان جنت میں دیکھ نہ لے گا انتقال نہ کرے گا۔

جمعہ کے روز مخصوص درود شریف کی فضیلت:

حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں جو شخص مجھ پر جمعہ کے روز اسی (۸۰) بار درود پڑھتا ہے خدا اس کے اسی برس کے گناہ بخش دیتا ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون سا درود ہے؟ فرمایا:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ۔

ترکِ جمعہ کی وعید:

حضرت نبی ﷺ فرماتے ہیں جو شخص جمعہ کی اذان سنے اور نہ آئے پھر دوبارہ سنے اور نہ آئے تو خدا اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے اور اس کا دل منافق کا سا دل بنا دیا جاتا ہے اور حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں جو شخص بلا عذر تین جمعے ترک کر دے اس نے اسلام کو پس پشت پھینک دیا۔

جمعہ کی وجہ تسمیہ:

جمعہ کو جمعہ اس لیے کہتے ہیں کہ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق جمع اور پوری کی گئی تھی۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام جب بہشت سے اُتارے گئے تو اسی دن دنیا میں حضرت

حوا کے ساتھ جمع ہوئے تھے بعض کہتے ہیں کہ اس دن چونکہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور نماز کے لیے جمع ہوتے ہیں اس لیے اسے یوم الجمعہ کہا جاتا ہے جمعہ اسلامی نام ہے زمانہ جاہلیت میں اس کو عروبہ کہا جاتا تھا۔

جمعہ زمانہ جاہلیت میں بھی قابل عزت دن تھا مگر اسلام نے اس کو اور بھی حقیقی عظمت عطا فرمائی اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں اسی لیے بندوں پر اللہ جل شانہٗ کی طرف سے جو بے انتہا نعمتوں کی بارش ہوتی ہے اور جن کا سلسلہ انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک ہے بلکہ پیدائش سے قبل اور موت کے بعد بھی انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ہم کنار رہتا ہے اس کے ادائے شکر کے لیے ہر دن میں پانچ وقت نماز مقرر کی اور جمعہ کے دن چونکہ تمام دنوں سے زیادہ نعمتیں بندوں پر نازل ہوتی ہیں اس لیے اس دن ایک خاص نماز پڑھنے کا حکم دیا پھر جماعت میں جتنی کثرت ہوگی اور مسلمان جتنی زیادہ تعداد میں اکٹھے پڑھیں گے اتنا زیادہ اجر و ثواب ہوگا اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ محلوں کے مسلمان اور اس مقام کے اکثر لوگ ایک جگہ جمع ہو کر نماز پڑھیں چونکہ ہر روز پانچوں وقت اس قدر اجتماع لوگوں کی پریشانی و تکلیف کے پیش نظر ممکن نہ ہوتا اس لیے شریعت نے ہفتہ میں ایک دن ایسا مقرر فرما دیا جس میں مختلف محلوں اور گاؤں کے مسلمان آپس میں ایک جگہ جمع ہو کر اس عبادت کو ادا کریں اور چونکہ جمعہ کا دن تمام دنوں میں افضل و اشرف تھا لہٰذا یہ تخصیص اسی دن کے لیے کی گئی اگلی اُمتوں کو بھی خدا تعالیٰ نے اس دن عبادت کا حکم فرمایا تھا مگر انہوں نے اپنے تمرد و سرکشی اور اپنی بدنصیبی کی بناء پر اس میں اختلاف کیا اور ان کی سرکشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس عظیم سعادت سے محروم رہے اور یہ فضیلت و سعادت بھی اسی اُمت مرحومہ کے حصے میں پڑی۔

یہود نے سنیچر کا دن مقرر کر لیا اس خیال سے کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے پیدا کرنے سے فارغ ہوا۔ عیسائیوں نے اتوار کا دن مقرر کر لیا اس خیال سے کہ یہ دن ابتدائے آفرینش کا ہے چنانچہ اب تک یہ دونوں فرقے ان دنوں میں عبادت کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں اپنے تمام کام چھوڑ کر اس دن چرچ و عبادت گاہوں میں ضرور جاتے ہیں عیسائی حکومتوں میں اتوار کے دن اسی سبب سے تمام دفاتر تعلیم گاہوں میں تعطیل ہوتی ہے بعض مسلم حکومتوں کی یہ مرعوبیت اور بدنصیبی ہے کہ وہ بھی عیسائی حکومتوں کے اس خالص مذہبی طرز عمل کو بدل نہ سکیں اور اپنے ملکوں میں بجائے جمعہ کے اتوار کے دن عام تعطیل کرنے پر مجبور ہیں (افسوس صد افسوس)۔ (مظاہر حق)

تارکِ جمعہ کے لیے وعید:

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لِقَوْمٍ یَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمْعَةِ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلًا یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحَرِّقَ عَلٰی رِجَالٍ یَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمْعَةِ بُیُوْتَهُمْ))۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرتاج دو عالم ﷺ فرمایا ان لوگوں کے بارہ میں جو نماز جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں (یعنی نماز جمعہ نہیں پڑھتے) فرمایا کہ میں سوچتا ہوں کہ کسی شخص سے کہوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور پھر میں جا کر ان لوگوں کے گھر بار جلا دوں (جو بغیر عذر کے نماز چھوڑ دیتے ہیں)۔

عید الفطر:

عید الفطر اللہ کے انعامات میں سے ہے اور روزہ داروں کے لیے خوشی ہے اس لیے کہ روزہ داروں نے اللہ کے حکم کو پورا کیا نمازیں ادا کیں روزے رکھے نفس کی خواہشات کو قربان کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ انعام عطا فرمایا اور ساتھ ہی کامیابی کا اعلان فرمایا جیسے کہ سورۃ الاعلیٰ میں فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾ آخری آیت سورۃ اعلیٰ پارہ ۳۰۔

ترجمہ: ”بے شک کامیاب ہوا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاک کیا (گناہوں سے) اور اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی روزہ ان تینوں چیزوں کا مصداق ہے کہ خواہش کو ضبط کیا اور روزہ رکھا نمازیں پڑھیں تراویح پڑھی اللہ کو یاد کیا۔“

عید الفطر کی وجہ تسمیہ:

(۱) عید کا معنی لوٹنے واپس آنے کا ہے تو چونکہ عید کے ذریعے بندہ پر اللہ کی طرف سے احسانات وانعامات عود کر لوٹ کر بار بار آتے ہیں اس لیے اس کو عید کہتے ہیں (۲) بعض کہتے ہیں کہ چونکہ عید ہر سال نئی خوشی کے ساتھ لوٹ کر آتی ہے اس لیے اس کو عید کہتے ہیں فطر کے معنی کھلنے کے ہیں اور افطار کے معنی کھولنے کے ہیں تو چونکہ روزہ دار پورا مہینہ رمضان صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اپنے منہ کو کھانے پینے سے بند رکھتا ہے اور عید الفطر کے ذریعہ وہ بندش کھول دی جاتی ہے جو کہ اللہ کا خالص انعام ہے اس لیے اس کو عید الفطر کہتے ہیں۔

ہر قوم کی کوئی نہ کوئی عید ہوتی ہے عیسائیوں کی عید وہ دن ہے جب اللہ نے آسمان سے خوان

نعمت نازل فرمایا اس لیے ان کا یوم عید بن گیا اسی طرح یہودیوں نے جب ان کو فرعون سے آزادی ملی اس دن کو عید بنالیا اسی طرح آتش پرستوں ومجوسیوں کی عید نوروز ومہرجان ہوتی ہے اور مسلمانوں کی عید دونوں سے بڑھ کر ہے کہ ان دونوں میں اللہ کی فرمانبرداری وحکم پورا کیا جاتا ہے عید الفطر روزوں کے حکم پورے کرنے کی خوشی میں ہے اور عید قربانی کا حکم پورا کرنے کی خوشی میں ہے اور دونوں خوشیوں میں بھی اللہ کا حکم نماز شکرانہ وصدقہ وقربانی سے بجالایا جاتا ہے نہ کہ غیر مسلموں کی طرح کہ وہ اپنی عید کی خوشی میں شرابیں پیتے ہیں عیاشیاں کرتے ہیں اور وہ بھی اللہ کی نافرمانی کر کے اس کے غضب کو دعوت دیتے ہیں۔

عید کی ایک اور وجہ تسمیہ:

بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ عید اس لیے کہتے ہیں کہ چونکہ ایمانداری اور فرمانبرداری اللہ کی اطاعت ماہ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد حضور ﷺ کی اطاعت سنت نوافل روزے ماہ شوال کی طرف عود کرتے ہیں یعنی شوال کے چھ روزے بھی رکھتے ہیں اس لیے عید کہتے ہیں مجلس الناصحین میں ہے کہ یوم فطر کا اکرام کیا کرو الفاظ حدیث یہ ہیں۔

((عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ اَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَكْرِمُوْا يَوْمَ الْفِطْرِ وَاحْذَرُوْا مِنَ الْمَعَاصِيْ وَالضَّرَرِ)).

(یعنی عید کے دن حدود سے تجاوز نہ کرو) حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ یوم فطر کا اکرام کیا کرو اور معاصی اور ضرر سے بچو۔ (عموماً لوگ فضول خرچیاں کرتے ہیں جو کہ ممنوع ہے) معارف الحدیث میں ہے "ہر قوم کے کچھ خاص تہوار اور جشن کے دن ہوتے ہیں جس میں اس قوم کے لوگ اپنی حیثیت اور سطح کے مطابق اچھا لباس پہنتے ہیں اور عمدہ کھانے پکاتے ہیں اور دوسرے طریقوں سے بھی اندرونی مسرت وخوشی کا اظہار کرتے ہیں یہ گویا انسانی فطرت کا تقاضا ہے اسی لیے انسانوں کا کوئی طبقہ اور فرقہ ایسا نہیں ہے جس کے ہاں تہوار اور جشن کے کچھ خاص دن نہ ہوں۔ اسلام میں بھی ایسے دو دن رکھے گئے ہیں ایک عید الفطر اور دوسرے عید الاضحیٰ بس یہی مسلمانوں کے اصل مذہبی وملی تہوار ہیں ان کے علاوہ مسلمان جو تہوار اور جشن مناتے ہیں ان کی کوئی مذہبی حیثیت اور بنیاد نہیں ہے بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے ان میں سے اکثر خرافات ہیں مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اس وقت سے شروع ہوتی ہے جبکہ رسول ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ آئے عید الفطر اور عید الاضحیٰ ان دونوں تہواروں کا سلسلہ بھی اسی وقت سے شروع ہوا ہے۔ (معارف الحدیث)

عید الفطر:

عید الفطر رمضان المبارک کے ختم ہونے پر یکم شوال کو منائی جاتی ہے رمضان المبارک دینی و روحانی حیثیت سے سال کے بارہ مہینوں میں سے سب سے مبارک مہینہ ہے اسی مہینہ میں قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا اسی پورے مہینے کے روزے اُمت مسلمہ پر فرض کیے گئے اس کی راتوں میں ایک مستقل باجماعت نماز کا اضافہ کیا گیا اور ہر طرح کی نیکیوں میں اضافہ کی ترغیب دی گئی۔

الغرض یہ پورا مہینہ خواہشات کی قربانی اور مجاہدہ کا اور ہر طرح کی اطاعات و عبادات اور روحانی برکتوں کے لحاظ سے وہی سب سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو اُمت کے جشن و مسرت کا دن اور تہوار بنایا جائے چنانچہ اسی دن کو عید الفطر قرار دیا گیا (معارف الحدیث) ابوداؤد میں ہے، حضرت انس ﷜ راوی ہیں:

((عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ اَلْمَدِيْنَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا فَقَالَ مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوْا كُنَّا نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ اَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا يَوْمَ الْاَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ)). [ابوداؤد]

(اسی حدیث میں لہو و لعب سے منع فرمایا گیا ایسا لہو و لعب جس میں اندیشہ ناجائز کا ہو)

حضرت انس ﷜ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ جن کی کافی تعداد پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکی تھی، دو تہوار منایا کرتی تھی ان میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے رسول ﷺ نے ان سے پوچھا کہ یہ دونوں جو تم مناتے ہو ان کی کیا حقیقت اور حیثیت ہے؟ (یعنی تمہارے ان تہواروں کی کیا اصلیت اور تاریخ ہے؟) انہوں نے عرض کیا کہ ہم جاہلیت میں (یعنی اسلام سے پہلے یہ تہوار اسی طرح منایا کرتے تھے) فرمایا بس وہی رواج دو تہواروں کے بدلہ میں ان سے بہتر دو دن تمہارے لیے مقرر کر دیے ہیں (اب وہی تمہارے قومی اور مذہبی تہوار ہیں یوم عید الضحیٰ یوم عید الفطر) حضور ﷺ فرماتے ہیں مسلمانو! قربانی کو اپنی سواری (آخرت کی) بناؤ اور صدقہ فطر کو اپنا آخرت کا توشہ بناؤ اور جنت کو آراستہ کرو صدقہ فطر دینے والے کے تمام روزے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے صدقہ فطر ادا کرنے والے کو ہر ہر دانے کے بدلے نیکی ملتی ہے۔

صدقہ فطر:

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صدقہ فطر ادا کرنے سے غنی کو پاک کر دیتے ہیں

اور فقیر کو اور بھی زیادہ عطا فرماتے ہیں (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے برکت و رحمت ہوتی ہے) اور ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کو فرض کیا ہے اور روزہ کو بے فائدہ فحش باتوں سے پاک کرنے کے واسطے اور مساکین کو کھلانے کے واسطے (صدقہ فطر مال کو پاک و صاف کرتا ہے)

عیدین کی راتوں کی فضیلت:

ارشاد فرمایا حضرت محمد ﷺ نے جو شخص بیدار رہا عیدین کی دونوں راتوں میں طلب ثواب کے لیے اس کا دل نہ مرے گا جس دن سب دل مردہ ہوں گے (ترغیب) اور فرمایا حضور ﷺ نے ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

عید کے دن کی فضیلت:

اور فرمایا حضور ﷺ نے کہ عید الفطر کا دن جب ہوتا ہے تو اللہ بندوں پر فرشتوں کے ساتھ فخر فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! کیا بدلہ ہے اس شخص کا جس نے اپنے کام کو پورا کر دیا ہو وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان کو پورا پورا ثواب دے دیا جائے اللہ فرماتے ہیں میرے بندوں و باندیوں نے میرے فریضہ کو پورا کیا پھر نکلے مجھے پکارتے لبیک کہتے قسم ہے مجھے اپنی عزت و جلال کی اپنے کرم و علوشان کی میں ان کی دعا ضرور قبول کروں گا پس اپنے بندوں سے خطاب فرماتے ہیں کہ لوٹ جاؤ بخشے بخشائے میں نے تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ بندے بخشے بخشائے واپس لوٹتے ہیں (بیہقی) ارشاد فرمایا حضرت نبی کریم ﷺ نے جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو فرشتے راستوں پر بیٹھ جاتے ہیں پھر پکارتے ہیں اے مسلمانو! چلو رب کریم کی طرف جو احسان کرتا ہے بھلائی کے ساتھ پھر اس پر بہت ثواب دیتا ہے یعنی خود ہی عبادت کی توفیق دیتا ہے پھر خود ہی ثواب عنایت کرتا ہے (اور تحقیق تم کو قیام لیل کا حکم دیا گیا پس تم نے قیام کیا اور تم کو روزے رکھنے کا حکم دیا گیا تھا پس تم نے روزے رکھے اور اپنے پروردگار کی اطاعت کی پس تم انعام حاصل کرو جب نماز پڑھ چکتے ہیں تو منادی پکارتا ہے آگاہ ہو جاؤ بیشک تمہارے رب نے تم کو بخش دیا ہے پس لوٹو تم اپنے گھروں کی طرف کامیاب ہو کر پس وہ یوم الجائزہ ہے اور اس دن کا نام آسمان میں یوم الجائزہ انعام کا دن رکھا جاتا ہے (جمع الفوائد) مہینوں کے فضائل و احکام۔

عید کی مسنون چیزیں:

عید الفطر کے دن بارہ چیزیں مسنون ہیں شرع کے موافق آرائش کرنا، غسل کرنا، مسواک

کرنا، عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا، خوشبو لگانا، صبح سویرے اُٹھنا عید گاہ سویرے جانا، عید گاہ جانے سے پہلے کوئی شیرینی چیز کھانا، عید گاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا، عید کی نماز کے لیے عید گاہ میں جانا، جس راستہ سے جائے اس کے علاوہ دوسرے راستے سے آنا، پیادہ جانا اور راستہ میں ''اللہ اکبر اللہ اکبر تکبیریں کہنا (یعنی راستہ میں اللہ کی عظمت کا تقدس کا اعتراف کرتے ہوئے آنا)۔

نمازِ عید کا طریقہ:

عیدالفطر کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ اول یوں نیت کرے، نیت کرتا ہوں میں دو رکعت واجب عیدالفطر کی مع چھ تکبیرات کے (یاد رکھیے نیت کا زبان سے کہنا بہت ضروری نہیں دل میں خیال کر لینا بھی کافی ہے) پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پوری پڑھ کر اس مرتبہ اللہ اکبر کہے اور ہر مرتبہ کانوں تک ہاتھ اُٹھائے اور پہلی و دوسری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دے مگر تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے اور امام قراءت شروع کرے اور مقتدی خاموش کھڑے رہیں اور حسب دستور رکوع اور سجدہ وغیرہ کریں اور پھر جب دوسری رکعت میں امام قراءت کر چکے تو تین تکبیریں مثل سابق کے کہے لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے بلکہ چھوڑ دے اور پھر ہاتھ اُٹھائے بغیر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے عیدین کا خطبہ سنت ہے اور حاضرین پر اس کا سننا واجب ہے، اس وقت بول چال وغیرہ یا کچھ پڑھنا حرام ہے۔

ایک بدعت:

عموماً عید کی نماز کے بعد آپس میں معانقہ اور مصافحہ کرتے ہیں اور اس کو ضروری خیال کرتے ہیں یہ بالکل بدعت ہے ہاں جو لوگ باہر کے آئے ہیں اگر ان میں سے بوجہ ملاقات کے مثل اور ایام کے معانقہ یا مصافحہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں (ہمارے علاقوں میں معانقہ لازمی سمجھا جاتا ہے یہ بدعت ہے) اگر عید جمعہ کے روز واقع ہو تو دونوں کی نماز لازم ہے اول واجب دوسری فرض بعض بے علم جمعہ کے روز عید واقع ہونے کو نامبارک سمجھتے ہیں یہ خیال بالکل باطل ہے بلکہ اس میں دو عبادتیں جمع ہو جائیں گی کسی نے خوب کہا ہے یعنی کئی عیدیں جمع ہو گئیں تو یہ خوشی کی بات ہے نہ کہ فکر و پریشانی کی۔

عِیْدٌ وَعِیْدٌ وَعِیْدٌ صِرْنَ مُجْتَمِعَہ ☆ وَجْهُ الْحَبِیْبِ وَیَوْمُ الْعِیْدِ وَالْجُمُعَۃِ

ترجمہ: ''ایک عید اور دوسری عید اور تیسری، روئے محبوب اور عید اور جمعہ بھی، صدقہ فطر صاحب نصاب پر جیسا اپنی طرف سے واجب ہے اسی طرح اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے بھی واجب ہے گو وہ

کتنے چھوٹے ہی ہوں۔"

صدقہ فطر کا نصاب:

جو مسلمان اتنا مال دار ہو کہ اس پر زکوۃ واجب ہو یا اس پر زکوۃ تو واجب نہیں لیکن ضروری اسباب سے زائد اتنے قیمتی مال واسباب ہے جتنی قیمت پر زکوۃ واجب ہو تو اس پر عید کے دن صدقہ دینا واجب ہے چاہے وہ تجارت کا مال ہو یا تجارت کا نہ ہو اور چاہے سال پورا گذر چکا ہو یا نہ گزرا ہو۔

مسئلہ کسی نے صدقہ فطر عید کے دن سے پہلے ہی رمضان میں دے دیا تب بھی ادا ہو گیا اب دوبارہ دینا واجب نہیں اگر کسی نے عید کے دن صدقہ فطر نہ دیا تو معاف نہیں ہوا اب کسی دن دے دینا چاہیے۔

صدقہ کا مقصد:

صدقہ فطر کا مقصد روزہ دار کا تزکیہ نفس ہے یعنی انسان پاک وصاف ہو جائے ہر قسم کے گناہوں سے مساکین وغرباء کی خدمت ہو اور ان کا حق ادا ہو تا کہ مال پاک وصاف ہو جائے اور غریبوں ومسکینوں کی عید جب ہی ہوگی۔ جب ان کو بغیر سوال و مانگے دیا جائے عید کے روز ہر قسم کے گناہوں سے بچنا چاہیے فضول خرچی نہ کی جائے، نگاہ کی حفاظت کی جائے آج کل عورتیں زیب وزینت کر کے بے پردہ بازاروں میں گھومتی پھرتی ہیں خود بھی سخت گناہ کا ارتکاب کرتی ہیں اور دوسروں کو بھی گناہ میں مبتلا کرتی ہیں عید کی نماز ہرگز نہ چھوڑی جائے بعض لوگ سیر وتفریح کرتے ہوئے نمازیں چھوڑ دیتے ہیں فضیلت وکرامت کے دن گناہ کرنا اور بھی سخت ہوتا ہے جیسے کوئی مسجد میں گناہ کرے جیسے فضیلت وکرامت کے دن نیکی کا ثواب بہت بڑھ جاتا ہے اسی طرح گناہ کا وبال بھی بڑھ جاتا ہے اسی لیے عید کے دن گناہوں سے ضرور احتراز کیا جائے۔

ایک گناہ کے دس نقصانات:

مجالس الابرار میں تنبیہ الغافلین کے حوالے سے ہے کہ گناہ کے دس نقصانات ہیں۔
(۱) اپنے خالق کو ناراض کرنا (۲) ابلیس دشمن خدا کو خوش کرنا (۳) جنت سے دور ہونا (۴) جہنم سے نزدیک ہونا (۵) اپنی جان پر ظلم کرنا (۶) اپنی جان کو جس کو اللہ تعالیٰ نے پاک پیدا کیا ہے ناپاک کرنا (۷) محافظ فرشتے کو جو اس کو ایذا نہیں دیتے ایذا دینا (۸) نبی کریم ﷺ کو قبر شریف میں غمگین کرنا (۹) زمین اور رات ودن کو اپنی برائی پر گواہ بنانا (۱۰) تمام عالم کی بدخواہی کیونکہ گناہوں کی شامت سے

بارش کم ہوتی ہے پس جب ایک گناہ کرنے والے کا یہ حال ہے تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو طرح طرح کے گناہ کرتا رہتا ہے۔

حقیقی عید کس کی ہے؟

عید اس کی نہیں جو نئے کپڑے پہن لے عید تو اس کی ہے جو وعید (خوف سے) پناہ میں رہے، عید اس کی نہیں جو خوشبو میں بسے، عید اس کی ہے جو توبہ کرکے پھرے، عید اس کی نہیں ہے جو دنیا کی زینت سے آراستہ ہو، عید اس کی ہے جو توشۂ تقوی اپنے ساتھ لے آئے عید اس کی نہیں ہے، جو اعلیٰ سواریوں پر سواری کرے بلکہ عید اس کی ہے جو گناہ کو چھوڑ دے، عید اس کی نہیں جو اعلیٰ بچھونوں قالینوں پر بیٹھے سوئے بلکہ عید اس کی ہے جو پل صراط سے گزر جانے کی فکر کرے، عید اس کی نہیں ہے جو عید کے روز بھی گانے سنے وی سی آر دیکھے بلکہ عید اس کی ہے جو قرآن پڑھے ذکر اللہ کرے۔

حکایت: بعض بزرگوں کا ایک قوم پر سے گزر ہوا جو عید کے دن کھیل وکود، لہو ولعب میں مشغول تھے اور ہنستے تھے پس فرمایا اگر ان کی عید مقبول ہوئی ہے تو ان کو لازم ہے کہ خدا کا خوف کریں اور یہ جو کر رہے ہیں یہ ڈرنے والوں کا کام نہیں ہے۔

کارکن کار بگذار از گفتار ☆ کاندریں راہ کار باید کار
ساقیا برخیز و دوردہ جام را ☆ خاک برسر کن غم ایام را
تو مگو مارا بداں شد بار نیست ☆ بار کریماں کارہا دشوار نیست
گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہ جہاں ☆ پر ترے در کو بتا اب چھوڑ کر جاؤں کہاں
کون ہے تیرے سوا مجھ بے نوا کے واسطے ☆ کچھ رہائی کا سبب اس مبتلا کے واسطے
چرخ عصیاں سر پہ زیر قدم بحر الم ☆ چار سو ہے فوج غم کر جلد اب بہر کرم

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عید کا دن صحیح معنی میں گزارنے کی توفیق نصیب فرمائے فضول خرچیوں سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

عید کا فلسفہ و مقصد:

عید کا سب سے بڑا فلسفہ اور مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے اس کے علاوہ عید کے عام اجتماع کے ذریعہ مسلمانوں کے اتحاد وشوکت کا مظاہر ہوتا ہے سارے مسلمان مختلف قوموں، زبانوں، ثقافتوں، حیثیتوں کے لوگ جب کندھے سے کندھا ملا کر ایک جگہ نماز پڑھتے ہیں خطبہ سنتے ہیں اللہ کی

عظمت اور جلال کے ترانے گاتے ہیں تو اللہ کی رحمت جوش میں ہوتی ہے اس لیے کہ مسلمانوں کے اجتماع جو خیر کے لیے ہوں ان پر سراسر رحمت ہی رحمت نازل ہوتی ہے دعائیں قبول ہوتی ہیں عید کے موقع پر مسلمانوں کو چاہیے کہ جو کدورتیں نفرتیں ہیں دور کریں اور ایک دوسرے کے معاملے میں دل صاف رکھیں ایمان اسی چیز کا نام ہے کہ جب خدا کی وحدانیت اور اس کی صفات کا تعین ہوتا ہے تو باطل اعتقادات واعمال ختم ہوتے ہیں اللہ کی صفات بندوں میں آتی ہیں اللہ رحیم ہیں رحم کو پسند کرتے ہیں اور کریم ہیں کرم کو پسند کرتے ہیں تواب ہیں توبہ درگذر کو پسند کرتے ہیں اور اللہ کی منشا بھی یہی ہے کہ بندوں میں بھی یہی صفات آئیں۔

تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ (الحدیث) اللہ کے اخلاق اپناؤ عید کے یہی ہم سے تقاضے ہیں یہی مطالبے ہیں ہم تجدید عہد کریں اور توبہ کریں کہ یا اللہ! ہم سے جو غلطیاں کوتاہیاں ہوگئی ہیں درگزر فرمائیں آئندہ ہم تیری مرضیات پر چلنے کی پوری کوشش کریں گے اللہ عمل نصیب فرمائیں (آمین)۔

عید الفطر کا وعظ پہلے مختصر بتایا گیا تھا۔ تفصیل کی ضرورت محسوس ہوئی اب مزید بیان کیا جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

[پارہ ۸ سورۃ اعراف آیت ۵۵، ۵٦]

"لوگو! اپنے رب کو گڑگڑا کر بھی پکارا کرو، دعا کیا کرو اور آہستہ عاجزی کے ساتھ بھی، بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد مت فساد کرو اور عذاب کا ڈر اور رحمت کی اُمید رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو۔ یقیناً اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں اور اخلاص والوں کے قریب ہے۔"

تشریح: ماہ رمضان اللہ سے مانگنے کا مہینہ ہے۔ اللہ کے نیک بندے خوب دن رات اللہ سے مانگتے ہیں۔ روزے رکھ کر، تراویح پڑھ کر، تہجد پڑھ کر، کلام پاک کی تلاوت کر کے، صدقہ وخیرات کر کے، نیز دعائیں مانگ کر اللہ سے گناہ معاف کراتے رہے اور دوزخ سے پناہ مانگ کر آزادی حاصل کرتے رہے۔ ماہ رمضان میں اللہ تعالیٰ کی رحمت بارش کی طرح نازل ہوتی رہتی ہے۔ اب عید الفطر بھی اللہ کو یاد کرنے و پکارنے کا دن ہے۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "عید کی نماز کے لیے گھر سے جب نکلو

تو عید الفطر کے دن آہستہ اور عید قربان کے دن قدرے آواز کے ساتھ تکبیریں کہتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہوئے جاؤ۔ کیونکہ عید کے دن فرشتے راستوں پر اور عید گاہوں میں گواہی کے لیے موجود ہوتے ہیں۔"
اس کے بعد فرمایا اصلاح کے بعد فسادمت کرو۔ مطلب یہ ہے کہ ماہ رمضان میں اللہ کی رحمتیں خوب لوٹیں اب عید کے دن گناہوں میں مبتلا ہو کر ان نیکیوں کو برباد مت کرو بلکہ دولت وخزانہ جو نیکیوں کا ہے اس کی حفاظت کرو۔ جیسے مال و دولت حاصل کرنے کے بعد اس کی حفاظت کی جاتی ہے اسی طرح نیکی حاصل کرنے کے بعد اس کی حفاظت کرو۔ جیسے مال و دولت کے دشمن چور وڈاکو اور رہزن ہوتے ہیں اسی طرح نیکی اور اصلاح کے دشمن شیطان اور نفس ہیں یہ ڈاکو، چور اور رہزن ہیں جو انسان کی نیکیاں مار جاتے ہیں۔

عید عبادت ودُعا ہے:

عید خوشی کی عبادت ہے۔ یعنی خوشی میں بھی اللہ کو نہ بھلاؤ بلکہ خوشی بھی اسی طرح مناؤ جس طرح اللہ فرماتے ہیں۔ خوشی میں فضول خرچی واسراف نہ کرو، حد سے تجاوز نہ کرو۔ نگاہوں کی، کانوں کی، ہاتھ پاؤں کی گناہوں سے حفاظت کرو ورنہ یہ خوشی بھی وبال بن جائے گی۔ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا خالق و مالک ہے، مشکل کشا ہے، فریاد رس ہے اس لیے اپنی جملہ حاجات وضروریات اللہ کے سامنے عاجزی وانکساری کے ساتھ پیش کرو۔ دعا کے اندر تصنع وریاکاری نہ ہو اور قافیہ بندی نہ ہو۔ شریعت کے مطابق عید مناؤ۔ رسم ورواج کو چھوڑ دو ورنہ فساد فی الدین ہوگا۔ ہر عبادت میں اللہ کی رحمت کے اُمیدوار بنے رہو اور اس کی گرفت سے ڈرتے رہو۔

پیغام عید:

پوری دنیا کے مسلمان عید مناتے ہیں اس سے مسلمانوں کے اتحاد واجتماعیت کا اظہار ہوتا ہے۔ اسلام کی شان وشوکت ظاہر ہوتی ہے۔ محمود وایاز کا فرق ختم ہوتا ہے۔ جب نماز کے دوران ایک ہی صف میں امیر وغریب، تندرست و بیمار کھڑے ہوتے ہیں تو اللہ کی رحمت خوب متوجہ ہوتی ہے۔ عید کا پیغام ہے کہ مسلمان اللہ کے سامنے سربسجود ہو جائیں اپنی اصلاح کر لیں۔ گناہوں سے توبہ کر لیں تاکہ دوبارہ ان کی عظمت کے سکے بیٹھ جائیں، دوبارہ اللہ کی مدد ونصرت ان کے شامل حال ہو جائے۔ عید کا پیغام ہے! (اپنے گریبانوں میں جھانکیں کہ ہم نے ماہ رمضان کس طرح گزارا؟ کیا ہمارے اندر ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوا ایثار وقربانی کی مشق کی، گناہوں سے توبہ کی، اپنی زندگی اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا عزم کیا؟ عید کا دن پکنک منانے، سیر وتفریح، عیش وعشرت کا نہیں بلکہ تجدید عہد کا دن ہے اللہ کو منانے کا

دن ہے۔ کوتاہیوں اور غفلتوں کی تلافی کا دن ہے۔ عید مناتے ہوئے غرباء ومساکین یتامیٰ اپاہج و معذوروں کو بھی یاد رکھیں ان کی خدمت کریں۔ ان کے دکھ میں شریک ہوں۔ اللہ کے حضور سجدہ شکر بجالا کر مسلمانوں کی فلاح وکامرانی کے لیے دعا کریں۔ آج مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد کفار کی غلامی میں جکڑی ہوئی ہے۔ مصیبت میں گرفتار ہے۔ ان کی آزادی کے لیے دعا کریں اور ان کے ساتھ تعاون کریں۔ عید کا پیغام یہ ہے کہ مسلمان آپس کی کدورتیں ختم کردیں۔ کینہ وبغض نکال دیں اتفاق واتحاد سے رہیں۔ ایک دوسرے کی کوتاہیوں سے درگزر کردیں، معاف کردیں۔ اللہ رحم کرنے والوں پر رحم کرتے ہیں، معاف کرنے والوں کو معاف کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے تم میں بہتر وہ ہے جو اللہ کی مخلوق کنبہ کے ساتھ بہتر سلوک کرے۔

عہد کریں:

آج مل کر ہم سب عہد کریں کہ ہم حقوق اللہ وحقوق العباد ادا کریں گے اپنے فریضے کو ادا کریں گے۔ سچے مسلمان بن کر رہیں گے اتحاد کے ساتھ رہیں گے۔ ناداروں کی خدمت کریں گے۔ ہر صغیرہ وکبیرہ گناہ کو چھوڑ دیں گے فضول خرچی سے بچیں گے۔ قناعت وکفایت شعاری کی زندگی گزاریں گے۔ حلال روزی کمائیں گے کھائیں گے۔ ظلم نہ کریں گے نہ کرنے دیں گے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل کریں گے۔ صبر کریں گے۔

عید آزاداں شکوہ ملک و دین
عید محکوماں ہجوم مؤمنین

صدقۃ الفطر:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو روزے دار فطرانہ ادا نہ کرے اس کے روزے مقبولیت تک نہیں پہنچ پاتے۔ نیز فرمایا صدقۃ الفطر سے روزے کی کوتاہیوں کی تلافی ہو جاتی ہے اور ضرورت مندوں کی کفالت ہو جاتی ہے۔ صدقۃ الفطر سے غرباء اور مساکین کی اعانت ہوتی ہے اور یہ بہت بڑی عبادت ہے۔ اس سے ہمدردی وغم خواری پیدا ہوتی ہے الفت ومحبت پیدا ہوتی ہے مال کی محبت ختم ہو جاتی ہے۔ آخرت کی تیاری کی توفیق ملتی ہے۔ دنیا کی بے ثباتی وفناء کا یقین پیدا ہو جاتا ہے۔ دنیا وآخرت میں اس کا بہت زیادہ عوض واجر ہے۔

صدقہ و خیرات کے فضائل:

حضرت ابو ہریرہ ؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اے ابن آدم! تو میری راہ میں خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔'' (بخاری و مسلم)

یعنی خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے اور زیادہ برکت و ثروت ہوگی۔

دار قطنی میں ہے کہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ کا داہنا ہاتھ بھرپور ہے رات دن خرچ کرنے کے باوجود اس میں کمی نہیں آتی۔

خفیہ اور اخلاص سے خرچ کرنے کی فضیلت:

حدیث قدسی ہے حضرت انس ؓ روایت کرتے ہیں فرمایا جناب رسول اکرم ﷺ نے کہ ''جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلنے (جنبش) کرنے لگی پھر اللہ نے پہاڑوں کو اس پر رکھا تو وہ ٹھہر گئی۔ فرشتوں کو پہاڑوں کے وزن اور سختی پر تعجب ہوا عرض کیا الٰہی! ان پہاڑوں سے بھی زیادہ کوئی سخت چیز ہے؟ فرمایا ہاں پہاڑوں سے زیادہ سخت لوہا ہے (کہ لوہے سے پہاڑوں پتھروں کو کاٹا جاتا توڑا جاتا ہے اور سرنگیں و راستے بنائے جاتے ہیں) پھر فرشتوں نے عرض کیا یا اللہ! لوہے سے بھی زیادہ سخت کوئی چیز ہے؟ اللہ نے فرمایا ہاں آگ ہے (کہ وہ لوہے کو بھی پانی کی طرح پگھلا دیتی ہے اور انسان اپنی مرضی سے ڈھال کر جو چاہتا ہے بنا دیتا ہے) پھر فرشتوں نے عرض کیا الٰہی! آگ سے سخت بھی کوئی چیز ہے؟ فرمایا ہاں! پانی ہے (کہ آگ جتنی بھی شدید ہو اس کو بجھا دیتا ہے) پھر فرشتوں نے عرض کیا یا اللہ! اس سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟ فرمایا اس سے بھی طاقتور چیز ہوا ہے (کہ ہوا پانی کے بھرے ہوئے بادلوں کو اُٹھائے پھرتی ہے ایک شہر سے دوسرے شہر تک لے جاتی ہے) فرشتوں نے عرض کیا یا اللہ! اس سے بھی طاقتور کوئی چیز ہے؟ فرمایا ہاں اس سے بھی طاقتور انسان کا میری راہ میں صدقہ کو اس طرح چھپا کر دینا ہے کہ دائیں ہاتھ سے دے اور بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ (ترمذی)

سبحان اللہ! اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کی طاقت ہے مگر شرط یہ ہے کہ خالص اللہ کی رضا و خوشنودی کی خاطر کیا جائے نہ کہ ریا کاری و دکھاوے کے لیے۔ آدمی جتنا خیر کے عمل کو چھپائے اتنا اس کا نفس مغلوب و مقہور ہوگا اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہوگی۔

اللہ کی عظمت کا اظہار عید کے دن:

عید الفطر کے دن حکم ہے کہ جب عید گاہ کی طرف چلو تو آہستہ آہستہ تکبیریں کہتے ہوئے جاؤ۔

تکبیریں اللہ کی عظمت کا اظہار ہیں کہ اللہ بڑے ہیں ہم سب سے اور ساری مخلوق چھوٹی ہے۔ اللہ کی عظمت و بزرگی کا تقاضا ہے کہ اس کے آگے سرِ تسلیم خم کریں۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں وہ اکیلا ہے وحدہٗ لاشریک لہٗ۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں۔ آسمان کے ستارے، زمین کے ذرّے، بارش کے قطرے، درختوں کے پتے کائنات کا ہر ذرّہ اس کی وحدت کی گواہی دے رہا ہے۔

وَفِیْ كُلِّ شَیْئٍ لَهٗ آیَةٌ ☆ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ وَاحِدَةٌ

کائنات کی ہر چیز میں اس بات کی نشانی ہے کہ وہ اکیلا ہے۔

عید اور لہو ولعب:

افسوس عید سے پہلے اور بعد میں مسلمان ہر قسم کی خلاف شرع حرکات کرتے ہیں۔ بازاروں میں عید سے پہلے خوب خریداری ہوتی ہے خصوصاً عورتیں بے حجاب پھرتی ہیں۔ فضول خرچیاں کرتی ہیں۔ اللہ کی نعمت مال کو غلط اور ناجائز اشیاء پر فضول خرچی میں ضائع کرتی ہیں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں اس بات کو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو لہو ولعب و کھیل کود کے لیے پیدا نہیں فرمایا۔ بلکہ اس کا مقصدِ زندگی بہت ارفع و اعلیٰ ہے اگر یہ اپنے مقصد کو پہچان کر زندگی گزارے اعلیٰ علیین تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن اگر زندگی غفلت اور نافرمانی میں گزارے گا تو اسفل السافلین میں گر جائے گا۔ اسی انسان کی فلاح و بہتری کے لیے اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل بھیجے اور چار کتب اور صحائف نازل فرمائے۔ تاکہ انسان ابدی سعادت حاصل کرے۔ قرآن پاک کی سورۃ لقمان میں ارشاد ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ لہو ولعب کو اختیار کرتے ہیں یا دوسروں کو اس کی دعوت دیتے ہیں ان کے لیے عذاب رسوا کن ہوگا۔ جن لوگوں نے ماہِ رمضان میں روزے رکھے۔ تلاوت قرآن پاک کی جاری رکھی۔ ذکر و اذکار میں مشغول رہے صدقہ و خیرات کیا ان کا فرض ہے کہ وہ ان اعمال کی حفاظت کریں گناہ کر کے ان کو برباد نہ کریں اور جو لوگ ان نیک اعمال سے محروم رہے ہیں تو ان کی عید تو عید ہی نہیں بلکہ ان کے لیے وعید ہے، عذاب ہے۔

عقل مند کی عید:

عقل مند وہ ہے جس کی نظر عارضی خوشی پر نہیں بلکہ دائمی و ابدی خوشی پر ہوتی ہے عارضی خوشی پر دائمی خوشی کو قربان نہیں کرتا۔ اگر آدمی کو اللہ کی عبادت ذکر و مناجات کا چسکا پڑ جائے تو وہ دنیا کے سارے عیش و عشرت چھوڑ کر ہمہ تن اس کے لیے فارغ ہو جائے اپنے اوقات کی قدر کرے ضائع نہ کرے۔

ہمارے پاس ہر چیز اللہ کی امانت ہے آنکھ اللہ کی امانت ہے، کان اللہ کی امانت ہے، ہاتھ پاؤں، زبان، مال، اولاد، گھر، مکان، صحت غرضیکہ ہر چیز اللہ کی امانت ہے اس امانت کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا کہ ان کو اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کیا یا اپنی مرضی کے موافق۔

انسان اور جانور میں یہی فرق ہے کہ ان سے مواخذہ نہ ہوگا اور انسان کو حساب دینا ہوگا۔

کائنات کی ہر چیز اللہ نے انسان کے فائدے اور خدمت کے لیے پیدا فرمائی اور انسان کو اپنی عبادت و بندگی کے لیے۔ جس طرح جسم کی حفاظت کے لیے مضر صحت اشیاء سے پرہیز کیا جاتا ہے اسی طرح گناہ انسان کی روح کے لیے زہر قاتل ہیں ان سے پرہیز اور بھی ضروری ہے۔ جس طرح عارضی خوشی حاصل کرنے کے لیے محنت ومشقت اُٹھائی جاتی ہے اس طرح دائمی وابدی خوشی حاصل کرنے کے لیے بھی کوشش ومحنت کی ضرورت ہے۔

عید جامع العبادات

اوّل: عید کی عبادت اور کئی عبادتوں کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے:

مثلاً عید کی رات جاگنے کا ثواب۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو عیدین کی راتوں میں عبادت کے ساتھ جاگے گا اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن دل مرجھائے ہوئے ہوں گے۔ قیامت کا دن مراد ہے۔ یعنی اس دن وہ خوش وخرم ہوگا۔ رات کی عبادت یہ اولیاء کرام بندگان خاص کا شیوہ ہے۔

دوم: عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم ہے اور فرمایا صدقہ فطر ادا کرنے سے روزے مقبول ہوجاتے ہیں صدقہ فطر کی ادائیگی سے قبولیت کو پر لگ جاتے ہیں یہ عبادت کریموں اور سخیوں کی ہے تو عید کی عبادت میں یہ عبادت بھی آگئی ہے۔

سوم: عیدگاہ جانے سے پہلے غسل کرنا، صاف کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا، عید الفطر سے پہلے میٹھی چیز کھالینا یہ سب مستقل عبادتیں ہیں۔

چہارم: عیدگاہ میں اتحاد واتفاق کے ساتھ ایک صف میں کھڑے ہوکر نماز ادا کرنا، اس میں مساوات اسلام کا سبق ہے۔

پنجم: نماز ادا کرنا یہ مستقل بہت بڑی عبادت ہے۔ نماز کے بعد خطبہ سننا یہ مستقل عبادت ہے جو کہ جمعہ کی مانند ہے۔

تشریح تکبیریں کہنا یہ ذاکرین شاغلین کی عبادت ہے اور قرآن و احادیث میں ذکر اللہ کے لیے بے حد فضائل و اجر ذکر کیے گئے ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے اس کی ہر تعلیم سراسر خیر و حبت ہے۔ اللہ کے ہر حکم اور حضور ﷺ کی ہر سنت میں ہمارے لیے فائدے اور بہترین ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ بات کہی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رب العزت سے عرض کیا آپ اپنی مخلوق سے جب خوش ہوتے ہیں تو اس کی علامت کیا ہے؟ اور آپ جب اپنی مخلوق سے ناراض ہوتے ہیں تو اس کی نشانی کیا ہے؟

اللہ رب العزت نے فرمایا: ''میری رضامندی کی نشانی یہ ہے کہ مخلوق کی کھیتی کے وقت ان پر بارش کروں اور کھیتی کاٹنے وقت بارش روک دوں اور زمام حکومت سمجھدار (نیک لوگوں) اور بردبار لوگوں کے حوالے کر دوں اور بیت المال اور مال غنیمت کا انتظام سخی لوگوں کے حوالے کر دوں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میری ناراضگی کی علامت یہ ہے کھیتی کاٹنے وقت بارش برساؤں اور کھیتی بوتے کے وقت بارش روک دوں اور حکومت کی باگ ڈور احمقوں کے حوالہ کر دوں اور بیت المال اور مال غنیمت بخیلوں کے حوالے کر دوں۔'' (بیہقی)

حضرت اُسامہ بن زید نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر آنکھ روتی ہوگی۔ مگر وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے والی ہوگی اور وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں پھوڑی گئی ہو اور وہ آنکھ جو حرام چیزوں کو دیکھ کر بند ہو جاتی ہے اور وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں رات کو جاگتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے اس بندے پر فخر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو میرا بندہ میری اطاعت میں مشغول ہے۔ اس کے جسم نے بستر کو چھوڑ دیا۔ میرے خوف اور مجھ سے اُمید وار رحمت ہونے کی بناء پر پکار رہا ہے۔ فرشتو! تم گواہ رہو میں نے اس کو معاف کر دیا۔ (رافعی)

صلح جوئی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک پیر اور جمعرات کو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی مغفرت کر دیتا ہے مگر ان دو مسلمانوں کو معاف نہیں کرتا جو آپس میں ناراض ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کو چھوڑ دو جب تک یہ دونوں صلح کر لیں (ابن ماجہ) یعنی کسی دنیاوی معاملہ پر اگر ایک مسلمان نے دوسرے کو چھوڑ دیا تو ان کی مغفرت نہیں ہوگی جب تک آپس میں صلح و ملاپ نہ کر لیں۔

یادِ خدا کی برکت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! اگر تو میری طرف متوجہ ہوگا تو میں تیرے دل کو غنی کر دوں گا اور فقر و محتاجی کو زائل کر دوں گا اور تیرے عمل کی کفایت کر دوں گا۔ پھر تو صبح کو بھی غنی ہوگا اور شام کو بھی غنی ہوگا اور اگر تو مجھ سے پھرا تو میں غنا کو تیرے دل سے سلب کرلوں گا یعنی چھین لوں گا اور فقر کو تجھ پر مسلط کر دوں گا اور تیرے مشاغل کو پھیلا دوں گا تو پھر صبح کو بھی محتاج ہوگا اور شام کو بھی محتاج ہوگا۔ (ابوالشیخ)

کمزوروں کی مدد:

حضرت انس رضی اللہ عنہ ''نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس شخص نے میری مخلوق میں سے کسی ایسے کمزور کے ساتھ بھلائی کی جس کا کوئی کفایت کرنے والا سنبھالنے والا نہ تھا تو ایسے بندہ کی کفایت اور کفالت کا میں ذمہ دار ہوں۔''

عید یوم محاسبہ:

آیئے محاسبہ کریں کہ ہم نے کتنے کتنے خیر و بھلائی کے کام کیے کتنا اللہ کی طرف رجوع کیا، کیا ہم نے گناہوں سے توبہ کی، کیا ہم نے صدقہ و خیرات کیا، کیا ہم نے غرباء و مساکین کے ساتھ ہمدردی کی، کیا ہم نے بدعات و رسومات کو چھوڑ کر پیارے ہادی ﷺ کا اتباع کیا؟ ہر شخص سوچے، غور کرے۔ اگر ہم نے اللہ کے حکم مانے۔ حضور ﷺ کی سنت پر عمل کیا تو شکر کریں۔ اگر ہم نے نافرمانی کی ہے تو سچے دل سے توبہ کریں تاکہ اللہ کی رحمت متوجہ ہو اور دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل ہو۔ چند روزہ زندگی بے غفلت میں نہ گزاریں نہ معلوم آئندہ سال کس کو رمضان شریف نصیب ہوگا نہ معلوم کتنے لوگ ہم میں سے قبروں پر پہنچ جائیں گے۔ وہ اکیلے اللہ کے سامنے ہوں گے اگر اعمال نیک ہوں گے تو کامیاب ورنہ خسارے میں۔

اے اللہ! ہمیں معاف فرما۔ اپنی اتباع نصیب فرما۔ اپنے محبوب (ﷺ) کی سنتوں پر عمل کی توفیق نصیب فرما۔ (آمین!)

ہلالِ عید:

ہم نے کل چاند سے کیا یہ کلام ☆ عید کے چاند کو ہمارا سلام
مسلمان کے لیے عید کا چاند ☆ لے کر آیا ہے کیا کوئی پیغام؟

عید کے چاند نے سنی جو یہ بات ☆ یوں کہا مجھ سے اپنا حال تمام
ماہ رمضان میں بھی گھروں میں کہیں ☆ وہی عیاشیاں تھیں صبح و شام
کچھ گھروں میں یہاں رہا جاری ☆ رمضان میں شغل بردہ و جام
تو جو پھر اپنی راہ پر آجائے ☆ تجھ کو مل جائے گمشدہ وہ مقام
شرع و قرآن پر عمل جو کرے ☆ تو ہی ہے میر مجلس اقوام

اہل عید:

شکر ہے تیرا میرے پروردگار ☆ عید پر بخشا ہے تونے یہ وقار
آجائے گر قرآن و سنت کا نظام ☆ ہر نفس ہو جائے پھر تو شاد کام
دور ہو جائیں سب شکوے گلے ☆ محبت کے چلتے رہیں سلسلے
حق مل جائے اب ہر حق دار کو ☆ توڑا جائے اب ظلم کی دیوار کو
نیکیوں کے بیج بوئیں گر انسان ☆ پھل ملے پھر ہر ایک کو بے گمان
وقت کو پھر سوئے حرم موڑ دو ☆ دین کے دامن کو نہ چھوڑو
ہر زبان پر گر نعرہ توحید ہو ☆ واقعی پھر یہ عید ہو عید ہو

☆☆☆☆☆

۱ : خطبہ اول

سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

شوال مکرم سعادت وخیر کا مہینہ ہے اس مہینہ میں چھ روزے رکھنے کی بڑی فضیلت ہے۔ اس ماہ مقدس میں خاص واقعات ومعاملات یہ پیش آئے۔ آیت ربا یعنی سود کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔ ابن ھمامؒ کی وفات ہوئی۔ ۷ شوال کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی وفات ہوئی۔ ۶ یا ۷ شوال میں مشہور جنگ اُحد ہوئی۔ جس میں حضرت امیر حمزہ ﷺ کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا۔ ۸ ہجری ۱۱ شوال غزوہ حنین پیش آیا۔ شوال ہی میں سرورِ کونین فخرِ دو عالم ﷺ بغرض تبلیغ طائف تشریف لے گئے۔ شوال المکرم میں حضور ﷺ نے حضرت سودہؓ سے نکاح کیا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ورخصتی بھی اسی ماہ شوال میں ہوئی اور شوال میں ہی حضرت صدیق اکبر ﷺ کو امیر حج بنایا گیا۔ اس خطبہ کا موضوع صدیقہ کائنات حضرت عائشہ کی سیرت مقدسہ ہے جو آگے بیان کی جائے گی۔ اور سب سے پہلے اس ماہ مقدس کے روزوں کی فضیلت بیان کی جائے گی۔

شوال المکرم کے روزوں کی فضیلت:

شوال کے چھ روزے رکھنے کا بہت بڑا ثواب ہے۔

((وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّهُ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ)). [رواہ مسلم]

ترجمہ حضرت ابوایوب انصاری ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے راوی (کہ جن کا نام عمرو بن ثابت ہے) سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور پھر اس کے بعد شوال کے مہینے میں چھ روزے رکھے تو وہ ہمیشہ روزہ رکھنے والے کے مانند ہوگا)

تشریح یعنی اس کو پوری زندگی روزے رکھنے کا ثواب ہوگا۔ ماہ شوال میں چھ دن نفل روزے رکھنے

کی فضیلت دوسرے نفل روزوں سے بہت زیادہ ہے جن کو شش عید کے روزے کہتے ہیں۔ لیکن اس میں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ان کو عید کے اگلے ہی دن سے شروع کردے تب تو وہ ثواب ملتا ہے ورنہ نہیں ملتا۔ تو یہ خیال غلط ہے۔ بلکہ اگر مہینہ بھر میں پورا کر لیا تو بھی ثواب ملے گا۔ خواہ عید کے اگلے ہی دن شروع کرے یا بعد کو شروع کردے اور خواہ لگاتار رکھے یا متفرق طور پر رکھے ہر طرح ثواب ملے گا۔

نفل روزے کا ثواب:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے خدا کی راہ میں ایک دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ سے ستر برس کی مسافت کے بقدر دور کرے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص خدا کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص اور دوزخ کے درمیان ایک ایسی خندق حائل کردے گا جو آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ کے برابر ہوگی۔ (ترمذی)

فوائد خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اللہ کی رضا و خوشنودی کی خاطر نوافل نماز و روزے رکھتے ہیں اپنی روحانی ترقی کے مدارج طے کرتے ہیں اور دنیا میں بھی سکون و عافیت سے رہتے ہیں اور آخرت میں ان ظاہری مشقتوں کے بدلے میں ابدی مزے و انعامات حاصل کریں گے اور دنیا میں سہولت و آرام طلب لوگ جو ان عبادات سے غافل رہے آخرت میں پریشان ہوں گے۔

صدیقہ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:

حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین یعنی تمام کی مسلمانوں کی ماں ہیں اور امت کی محسنہ ہیں حضور ﷺ کی چہیتی بیوی ہیں، ان سے محبت و عقیدت ایمان کی نشانی ہے ان سے بغض و عداوت ایمان کے ضائع ہونے کی ہے فرمایا اللہ رب العزت نے:

﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ [پارہ ۲۱ آیت ۶ سورہ احزاب]

ترجمہ نبی مومنوں کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔"

تشریح مسلمان پر اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ حق نبی کا ہے اور آپ کی اطاعت ہر حال میں واجب ہے اور ادب و احترام اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ اسی طرح ازواج النبی ﷺ کا ادب و احترام

بھی ماؤں کی طرح لازم و واجب ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان عالی یہ ہے کہ جب منافقین نے ان پر تہمت لگائی اور کچھ سادہ مسلمان بھی منافقین کے پروپیگنڈے کے جال میں آ گئے تو اللہ نے سورۃ نور کی بہت سی آیات حضرت عائشہؓ کی عفت و پاکدامنی کی صفائی کے لیے بطور سند و سرٹیفکیٹ کے نازل فرمائیں۔

حضرت عائشہؓ کے عظیم المرتبت ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کے آخری لمحات ان کے ساتھ گزرے اور حضور ﷺ کی آخری آرام گاہ روضہ اقدس کے لیے بھی حجرہ عائشہ کا انتخاب ہوا۔

حضرت عائشہؓ کی ولادت و نکاح ورخصتی ماہ شوال المکرم میں ہوئی۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے البتہ وفات ماہ رمضان میں ہوئی۔ حضرت عائشہؓ کا علمی وفقہی مقام اتنا بلند تھا کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ ﷺ بھی ان سے مسائل وفتاویٰ معلوم کیا کرتے تھے۔ زبردست عالمہ زاہدہ، عابدہ، فقیہ تھیں۔ حافظہ وذہن بہت زیادہ تھا۔ بے شمار احادیث کی حافظہ تھیں اور بہت سی روایات ان سے مروی ہیں۔

حضرت عائشہؓ بچپن سے ہی ایک پاکیزہ ستھرے گھرانے میں رہیں اور اپنے عظیم والد کی تربیت سے اس میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ جوانی کا زمانہ صاحب خلق عظیم سرور کائنات ﷺ کے ساتھ گزارا اور جناب رسالت مآب ﷺ کی وفات طیبہ کے بعد بقیہ زندگی یاد الٰہی وخدمت دین میں گزاری۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں:

((مَا اَشْكَلَ عَلَيْنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ حَدَثٌ قَطُّ فَسَالْنَاهُ عَائِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا)). [سنن ترمذی]

(ابن سعد حلیۃ الاولیاء) ترجمہ: ”ہم محمد ﷺ کے ساتھیوں کو جب کوئی مسئلہ جدید پیش آتا تو ہم حضرت عائشہؓ سے اس کے بارے میں پوچھتے تو ان کے پاس جواب ملتا۔“

حضرت مسروق بن اجدع شاگرد رشید حضرت عائشہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے فرائض کے مسائل بڑے صحابہ ﷺ کو پوچھتے دیکھا ہے۔ (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد)

حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں تمام ازواج مطہرات بلکہ تمام خواتین کا اگر علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ کا علم سب سے افضل ہوگا۔ (خلیل صفدی)

ابن سعد لکھتے ہیں ”حضرت عائشہ عہد صدیقی، فاروقی وعثمانی میں مستقل طور سے منصب افتاء پر ممتاز تھیں اور تا حیات ان کا یہ فیض جاری رہا۔ (طبقات ابن سعد، بحوالہ بینات ذوالقعدہ ۱۴۰۸)

عائشہ رضی اللہ عنہا پر سلام روح الامین:

حضرت ابو سلمہ تابعی سے روایت ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ ایک دن مجھ سے حضور ﷺ نے فرمایا عائشہؓ جبرائیل علیہ السلام یہاں میرے سامنے ہیں تم کو سلام کہتے ہیں عائشہؓ نے اس سلام کے جواب میں کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ اور جبریل علیہ السلام پر بھی اللہ کی سلامتی اور نازل ہو۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ جبریل علیہ السلام کو دیکھ رہے تھے اور میں ان کو نہیں دیکھ رہی تھی۔
(بخاری و مسلم بحوالہ مشکوۃ)

حضور ﷺ کا خواب میں عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنا:

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز مجھ سے فرمایا کہ تین رات مسلسل تمہیں میرے خواب میں لایا گیا۔ جس کی صورت یہ تھی کہ ایک فرشتہ نہایت شاندار ریشمی کپڑے پر تمہاری تصویر کو میرے سامنے لاتا اور مجھ سے کہتا کہ یہ تصویر تمہاری ہونے والی بیوی کی ہے اور جب میں تصویر کا پردہ اٹھا کر تمہارا چہرہ دیکھتا تو ہو بہو تمہارا ہی چہرہ ہوتا تھا پھر میں فرشتہ کے جواب میں کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ خود ہی اس کو پورا کرے گا (یعنی اس معاملہ کو تکمیل تک پہنچائے گا اور اس عورت سے میرا نکاح کے اسباب پیدا فرما دے گا) (مظاہر حق شرح مشکوۃ جلد ۵ صفحہ ۷۹۸)

ایک روایت میں حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوا کہ مجھ (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے نکاح کریں تو حضرت جبریل علیہ السلام اپنی ہتھیلی پر میری تصویر آنحضرت ﷺ کے خواب میں لے کر آئے۔

فوائد: یاد رکھیں جاندار چیز کی تصویر کا بنانا رکھنا ہر حال میں حرام ہے سوائے مجبوری کی حالت یا پاسپورٹ، شناختی کارڈ وغیرہ کے) اور حدیث میں جو تصویر کا ذکر آیا ہے وہ خواب کی حالت کا ذکر ہے۔ احکامات کا تعلق بیداری سے ہے۔

سخاوت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

فضائل اعمال مصنف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ میں ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں دو گونیں بوری درہموں کی بھر کر پیش کی گئیں جن میں ایک لاکھ سے زیادہ درہم تھے۔ حضرت عائشہؓ نے طباق منگایا اور ان کو بھر بھر کر تقسیم فرمانا شروع کر دیا اور شام تک سب ختم کر دیئے ایک درہم بھی باقی نہ چھوڑا، خود روزہ دار تھیں۔ افطار کے وقت باندی سے کہا کہ افطار کے لیے کچھ لے

آؤ۔ وہ ایک روٹی اور زیتون کا تیل لے آئیں اور عرض کرنے لگیں کیا اچھا ہوتا کہ ایک درہم کا گوشت منگا لیتیں۔ آج ہم روزہ گوشت سے افطار کر لیتیں۔ فرمانے لگیں اب طعن دینے سے کیا ہوتا ہے، یاد دلاتی تو میں منگا لیتی۔

فوائد: حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں اس نوع کے نذرانے امیر معاویہ ؓ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ وغیرہ حضرات کی طرف سے پیش کیے جاتے تھے کیونکہ وہ زمانہ فتوحات کی کثرت کا تھا۔ مکانوں میں غلہ کی طرح سے اشرفیوں کے انبار پڑے رہتے تھے اور اس کے باوجود اپنی زندگی نہایت سادہ اور نہایت معمولی گزاری جاتی تھی حتیٰ کہ افطار کے واسطے بھی (دوسروں) کے یاد دلانے کی ضرورت تھی دو سوا دو لاکھ کے قریب تقسیم کر دیا اور یہ خیال بھی نہ آیا کہ میرا روزہ ہے اور گوشت بھی منگانا ہے۔ آج کل اس قسم کے واقعات اتنے دور ہو گئے ہیں کہ خود واقعہ کے سچا ہونے میں تردد ہونے لگا لیکن اس زمانہ کی عام زندگی جن لوگوں کی نظر میں ہے ان کے نزدیک یہ اور اس قسم کے سینکڑوں واقعات کچھ بھی تعجب کی چیز نہیں۔ خود حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بہت سے واقعات اس کے قریب قریب کے ہیں۔ ایک دفعہ روزہ دار تھیں اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا ایک فقیر نے آ کر سوال کیا خادمہ نے فرمایا کہ وہ روٹی اس کو دے دو۔ اس نے عرض کیا کہ افطار کے لیے گھر میں کچھ بھی نہیں فرمایا کیا مضائقہ ہے وہ روٹی اس کو دے دو اس نے دے دی۔

ایک مرتبہ ایک سانپ مار دیا۔ خواب میں دیکھا کوئی کہتا ہے کہ تم نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا فرمایا اگر وہ مسلمان ہوتا تو حضور ﷺ کی بیویوں کے یہاں نہ آتا۔ اس نے کہا مگر پردے کی حالت میں آیا تھا اس پر گھبرا کر آنکھ کھل گئی اور بارہ ہزار درہم جو ایک آدمی کا خون بہا ہوتے ہیں صدقہ کیے (غالباً وہ سانپ جن ہوگا)

عروہ ؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ ستر ہزار درہم صدقہ کیے اور اپنے کرتہ میں پیوند لگ رہا تھا۔ (فضائل اعمال)

حضرت ابن زبیر ؓ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو صدقہ سے روکنا:

حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ حضرت عائشہؓ کے بھانجے تھے اور وہ ان سے بہت محبت فرماتی تھیں انہوں نے ہی گویا بھانجے کو پالا تھا۔ حضرت عائشہؓ کی اس فیاضی سے پریشان ہو کر خود تکلیفیں اٹھائیں اور جو آئے فوراً خرچ کر دیا ایک دفعہ کہہ دیا کہ خالہ کا ہاتھ کسی طرح روکنا چاہیے۔ حضرت عائشہؓ

کو بھی یہ فقرہ پہنچ گیا اس پر ناراض ہو گئیں کہ میرا ہاتھ روکنا چاہتا ہے اور ان سے نہ بولنے کی نذر کے طور پر قسم کھائی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو خالہ کی ناراضگی کا بہت صدمہ ہوا بہت سے لوگوں سے سفارش کرائی مگر انہوں نے اپنی قسم کا عذر فرمایا۔

آخر جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بہت ہی پریشان ہوئے تو حضور اقدس ﷺ کی ننھیال کے دو حضرات کی سفارش بنا کر ساتھ لے گئے۔ وہ دونوں حضرات اجازت لے کر اندر گئے۔ یہ بھی ساتھ چھپ کر ساتھ ہو لیے۔ جب وہ دونوں پردہ کے پیچھے بیٹھ گئے اور حضرت عائشہؓ پردہ کے اندر بیٹھ کر بات چیت فرمانے لگیں تو یہ جلدی سے پردہ میں چلے گئے اور جا کر خالہ سے لپٹ گئے اور بہت روئے اور خوشامد کی۔ وہ دونوں حضرات بھی سفارش کرتے رہے اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات یاد دلاتے رہے اور احادیث میں جو ممانعت اس کی آئی ہے وہ سناتے رہے جس کی وجہ سے حضرت عائشہؓ تاب نہ لا سکیں اور رونے لگیں۔ آخر معاف فرما دیا اور بولنے لگیں لیکن اپنی قسم کے کفارہ میں بار بار غلام آزاد کرتی تھیں۔ حتیٰ کہ چالیس غلام آزاد کیے اور جب بھی اس قسم توڑنے کا خیال آ جاتا۔ اتنا روتیں کہ دوپٹہ تک آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔

فوائد ہم لوگ صبح سے شام تک کتنی قسمیں ایک سانس میں کھا لیتے ہیں اور پھر اس کی کتنی پرواہ کرتے ہیں اس کا جواب اپنے ہی سوچنے کا ہے دوسرا شخص کون ہر وقت پاس رہتا ہے جو بتادے لیکن جن لوگوں کے یہاں اللہ کے نام کی وقعت ہے اور اللہ سے عہد کر لینے کے بعد پورا کرنا ضروری ہے ان سے پوچھو کہ عہد کے پورا نہ ہونے سے دل پر کیا گزرتی ہے اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ کو جب واقعہ یاد آتا تو بہت زیادہ روتی تھیں۔ (فضائل اعمال)

حضرت عائشہ صدیقہؓ چھ سال کی عمر میں حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں مکہ مکرمہ میں نکاح ہوا۔ اٹھارہ سال کی عمر کیا ہوتی ہے جس میں اس قدر دینی مسائل اور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات اور افعال ان سے نقل کیے جاتے ہیں کہ حد نہیں۔ مسروق کہتے ہیں کہ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کو میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہؓ سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ عطاء رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مردوں سے زیادہ مسائل سے واقف تھیں اور عالم تھیں۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو علمی مشکل ہمیں درپیش ہوتی۔ حضرت عائشہؓ کے پاس اس کے متعلق تحقیق ملتی تھی۔ دو ہزار دو سو حدیثیں کتب حدیث میں ان کی ملتی ہیں۔ خود فرماتی ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں بچپن میں کھیل رہی تھی۔ اس وقت حضور اقدس ﷺ پر سورۃ قمر کی آیت بَلِ السَّاعَةُ

مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ...... ﴾ نازل ہوئی مکہ مکرمہ میں آٹھ برس کی عمر تک حضرت عائشہؓ رہی ہیں۔ اس کم عمری میں اس آیت کے نازل ہونے کی خبر ہونا اور پھر اس کا یاد بھی رکھنا دین کے ساتھ خاص ہی لگاؤ سے ہو سکتا ہے ورنہ آٹھ برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔ (فضائل اعمال)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نعتیہ کلام:

مَتٰى يَبْدُو فِي الدَّاجِي الْبَهِيمِ جَبِينُهُ ☆ يَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجَى الْمُتَوَقِّدِ
فَمَنْ كَانَ أَوْمَنْ قَدْ يَكُونُ كَأَحْمَدَ ☆ نِظَامٌ لِحَقٍّ أَوْ نَكَالٌ لِمُلْحِدِ

احمد مجتبیٰ ﷺ کے جیسا کون تھا اور کون ہوگا
حق کا نظام قائم کرنے والا ملحدوں کو سراپا عبرت بنانے والا

صدیقہ کائنات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خراجِ عقیدت:

تیری پاکیزگی پر نطق فطرت نے شہادت دی ☆ تجھے عظمت عطا کی عافیت بخشی فضیلت دی
تیری اگر سحر پرور ادا پر حرف آجاتا ☆ خدا کا انتخابی فیصلہ مخدوش کہلاتا
خدائے لم یزل کا بارہا تجھ پر سلام آیا ☆ مبارک ہیں وہ لب جن پر ادب سے تیرا نام آیا
رسول اللہ ﷺ نے رکھا ہے صدیقہؓ لقب تیرا ☆ فقط فرشی نہیں عرشی بھی کرتے ہیں ادب تیرا
شرف تیرے دوپٹے نے یہ جنگ بدر میں پایا ☆ اسے پرچم بنا کر مخبر صادق ﷺ نے لہرایا
تیرا حجرہ امین خاص ہے ذاتِ رسالت ﷺ کا ☆ بساط ارض پر ٹکڑا یہی ہے باغ جنت کا
اسی میں رحمۃ اللعالمین ﷺ رہتے ہیں ☆ تیرا حجرہ ہے جس کو گنبد خضرا بھی کہتے ہیں
اسی سے حشر کے دن سرور کونین ﷺ اٹھیں گے ☆ مگر تنہا نہ اٹھیں مع الشیخین اٹھیں گے
تیرے رحمت کدہ سے مغفرت کی ابتدا ہوگی ☆ اور اسی پر امتوں کی عافیت کی انتہا ہوگی

(مولانا عبدالمجید سوہدروی)

حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت نبی ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کا تمام علم جمع کیا جائے اور ساری عورتوں کا علم جمع کیا جائے تو عائشہؓ کا علم افضل ہوگا۔

بروایت ابن عمرؓ حضرت نبی ﷺ سے مروی ہے کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ خدا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے آپ ﷺ کا نکاح کر دیا ہے ان کے ساتھ عائشہؓ کی صورت تھی۔ حضرت عائشہؓ کا نکاح آسمان پر ہوا۔

الزہر الفائح میں ہے کہ جب حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی تو حضرت نبی ﷺ کو غم ہوا۔ آپ

ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام جنت سے ایک پرچہ لائے جس پر عائشہؓ کی صورت منقوش تھی اور کہا اے محمد ﷺ خدا نے آپ ﷺ کو سلام کہا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے آپ ﷺ کا نکاح آسمان پر ایک کنواری عورت سے کردیا جس کی صورت اس کے مشابہ ہے آپ ﷺ اس عورت سے زمین پر نکاح کر لیجیے۔ پھر نبی ﷺ نے پیغام نکاح لے جانے والی کو بلایا نکاح کا پیغام بھیجوایا جب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عائشہؓ کی والدہ بخوشی راضی ہوئے تو حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ خدا نے آسمان پر میرا نکاح کردیا ہے ابوبکرؓ میں پر تم نکاح کردو۔ (نزہتہ المجالس)

فضیلتِ عائشہ رضی اللہ عنہا:

ارشاد نبوی ﷺ ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کو فضیلت ہے اسی طرح عائشہ کو تمام عورتوں پر فضیلت ہے کتاب الحقائق میں ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا نے عائشہؓ سے آسمان پر میرا نکاح کردیا اور فرشتوں کو عقد کا گواہ بنایا اور دوزخ کے دروازے بند کردیے اور چالیس روز تک جنت کے دروازے کھلے رہے۔

حضرت مریم والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جب بہتان لگایا گیا تو ان کی پاکدامنی شیر خوار دودھ پیتے بچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر جب زلیخا نے الزام لگایا تو بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی صفت و پاکدامنی کی گواہی چھوٹے بچے نے دی مگر قربان جائیں جب محبوب خدا سرور کائنات فخر دو عالم ﷺ کی محبوب بیوی حضرت عائشہ پر بہتان لگایا تو براءت پاکدامنی وعفت کا اعلان خود خدا نے فرمایا۔ بدبخت ہیں وہ لوگ جو اب بھی حضرت عائشہ صدیقہؓ کائنات پر تبرا بازی کرتے ہیں۔ قرآن کی رو سے وہ لوگ منافقین میں شامل ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ مجھ کو چند خصلتیں و فضیلتیں ایسی عطا ہوئی ہیں کہ میرے سوا اور عورتوں کو نصیب نہیں ہوئی ہیں۔ میرا نکاح آسمانوں پر ہوا۔ مجھ پر جب تہمت لگائی گئی تو میری براءت کا اعلان خود خدا نے فرمایا جب تہمت لگانے والوں نے مجھ پر تہمت لگائی تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ آپ کو ہرگز غلط بیوی نہ دے گا یہ منافقین کی شرارت ہے حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جب آپ ﷺ کی جوتی پر نجاست لگتی ہے تو آپ ﷺ کو خدا تعالیٰ مطلع فرما دیتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کی بیوی غلط ہو اور آپ ﷺ کو اللہ اطلاع نہ دیتا یہ منافقین کا غلط پروپیگنڈہ ہے۔ ثعلبیؒ نے سورۃ احزاب کی تفسیر کی کہ حضرت زینبؓ و حضرت عائشہؓ کے درمیان ایک دن بات چیت ہونے لگی۔ زینبؓ

بولیں کہ میرا نکاح آسمان سے نازل ہوا (یعنی اس کا اعلان) حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میری براءت وعذر آسمان سے آیا۔ اکثر وحی اس وقت نازل ہوتی جب حضور ﷺ عائشہؓ کے حجرہ میں ہوتے۔ ایک مرتبہ عائشہؓ روزہ دار تھیں اور صرف ایک روٹی انکے پاس تھی۔ کوئی سائل آیا تو حضرت عائشہؓ نے وہ روٹی بھی اس سائل کو دے دی۔

عیون المجالس میں ہے کہ حضرت عائشہؓ جب خیرات کرتیں تو درہموں کو صاف کر لیتیں۔ ایک مرتبہ ان سے حضور اکرم ﷺ نے اس کا سبب پوچھا تو عرض کیا چونکہ خیرات سائل کے ہاتھ میں جانے سے پہلے خدا کے ہاتھ میں واقع ہوتی ہے اس لیے میں چاہتی ہوں کہ میرا مال صاف و پاکیزہ ہو۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو دعا دی اور خوش ہوئے۔

نکتہ: جس طرح حضور ﷺ ساری کائنات سے افضل و اشرف ہیں، اسی طرح حضور ﷺ کی ازواج مطہرات بھی ساری دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں۔ جس نے حالت ایمان میں ایک مرتبہ بھی حضور ﷺ کی زیارت کی تو وہ صحابیؓ کہلایا اور ادنیٰ سے ادنیٰ صحابیؓ کا مقابلہ بھی ساری دنیا کے ولی، غوث، ابدال نہیں کر سکتے تو وہ بیبیاں (جو حضور ﷺ کے ساتھ انتہائی قریب رہیں) اللہ اللہ ان کے مقام و مرتبہ کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ اُمت مسلمہ کی عورتوں پر ان پاک ازواج مطہرات کا بہت بڑا احسان ہے۔ اس لیے کہ خانگی و گھریلو مسائل انہی سے معلوم ہوئے اور سب سے زیادہ اس میں حصہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ہے۔

خصوصی امتیازات:

حضور ﷺ کا وصال شریف حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں ہوا اور وہ روضہ اقدس بنا۔ حضور ﷺ کی آخری گھڑی کے وقت حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ کو سہارا دیا ہوا تھا۔ آخر وقت میں حضرت عائشہؓ نے مسواک چبا کر دی اور خود حضور ﷺ نے وہ مسواک فرمائی۔

آج کی مسلمان عورتوں کے لیے حضرت عائشہؓ کی زندگی ایک مثال ہے کہ کس طرح انہوں نے حضور ﷺ کی اطاعت کر کے دکھائی۔ صدقہ و خیرات کس قدر کرتی تھیں۔ روزے کس طرح رکھتی تھیں۔ اتباع سنت کا جذبہ کس قدر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ دینی مسائل قرآن و سنت کا کس قدر استحضار تھا۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ایسی عورت پر اللہ کی رحمت نازل ہو جو رات کو اُٹھ کر تہجد پڑھے اپنے خاوند کو بھی جگائے تا کہ وہ بھی نماز پڑھے۔

اور فرمایا حضور اکرم ﷺ نے عورت جب پانچ وقت کی نماز پڑھتی رہے اور رمضان کے

روزے رکھ لیا کرے اور اپنی آبرو کی حفاظت رکھے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو ایسی عورت بہشت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اے بیبیو! یاد رکھو کہ تم میں جو نیک ہیں وہ نیک لوگوں سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں عورتوں کی طرف سے قاصد بن کر آئی ہوں وہ عرض کرتی ہیں کہ مرد حضرات جمعہ اور جماعت اور عیادت مریض اور جنازہ کی حاضری اور حج وعمرہ حفاظت اسلامی سرحد کی وجہ سے ہم پر فوقیت لے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا واپس جاکر عورتوں کو خبر دے دو کہ تمہارا اپنا شوہر کے لیے خدمت کرنا اور شوہر کو خوش رکھنا۔ مردوں کے سب اعمال کے برابر ہے اور فرمایا حضور اکرم ﷺ نے عورت اپنی حالت حمل سے لے کر بچہ جننے اور دودھ چھڑانے تک فضیلت وثواب میں ایسی ہے جیسے اسلام کی راہ میں سرحد کی نگہبانی کرنے والا (جس طرح مجاہد اسی اثناء میں مرجائے تو شہید ہوتا ہے اسی طرح عورت بھی اسی حال میں اگر مرجائے تو شہید کا ثواب پائے)۔

گناہ گار عورتیں:

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ایک زمانہ آئے گا کہ عورتیں ایسے لباس پہنیں گی کہ وہ لباس پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی (یعنی نام کو بدن پر کپڑا ہوگا لیکن کپڑا باریک یا فیشن کی وجہ سے ایسا سلا ہوا ہوگا کہ تمام بدن نظر آئے گا) اور اترا کر بدن مٹکا کر چلیں گی اور بالوں کو مصنوعی طور پر بڑا بنا کر نمائش کریں گی جیسے اونٹ کا کوہان ہوتا ہے ایسی عورتیں بہشت میں نہ جائیں گی بلکہ اس کی خوشبو بھی ان کو نصیب نہ ہوگی۔ (کنز العمال)

آج کل عورتیں بے پردہ ہوگئی ہیں۔ انگریزی فیشن کرتی ہیں، بے جا فضول خرچ کرتی ہیں۔ آراستہ وزیب وزینت کرکے بازاروں میں گھومتی ہیں یاد رکھیں یہ بہت بڑا گناہ ہے اگر عورت غیر مرد کو دیکھتی ہے تو یہ آنکھ کا گناہ ہے اگر غیر مرد سے بات کرتی ہے تو یہ زبان کا گناہ ہے۔ اگر دل خوش کرنے کے لیے غیر مرد سے غزل گانا وغیرہ سنا تو یہ کان کا گناہ ہوا، اگر غیر مرد سے ہاتھ ملایا یا اس کے سر پر یا کمر پر ہاتھ رکھا تو یہ ہاتھ کا گناہ ہے، ایسی محفل تقریب وغیرہ میں جانا جہاں غیر مردوں سے اختلاط ومیل جول ہو تو یہ پاؤں اور پورے جسم کا گناہ ہوا اور دل سے غیر مرد کو غلط خیالی سے یاد کرنا یہ دل کا گناہ ہے چند روزہ زندگی کی خاطر آخرت کا ہمیشہ کا وبال نہ لو۔ آج کل عورتیں ناول بے ہودہ پڑھتی ہیں ٹی وی، وی سی آر،

سینما دیکھتی ہیں یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ افسوس اس زمانہ کے مردوں میں بھی وضعداری، غیرت، مردانگی کا رعب ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ افسوس کہ آج کل مخلوط تعلیم کا رواج بھی عام ہو رہا ہے مخلوط یونیورسٹیاں، کالجز، اسکول مراکز قائم کیے جا رہے ہیں غیرت و حیاء شرم کو ختم کیا جا رہا ہے اور اس کی وجہ سے بڑے مہلک و خطرناک جرائم بڑھ رہے ہیں۔

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد ☆ خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

اس فتنہ وفساد کے زمانہ میں بعض ایسی عورتیں ہیں جو نیک اطاعت شعار، پردہ دار، پاکدامن و صاحب عفت ہیں نمازیں پابندی سے پڑھتی ہیں۔ تلاوت کرتی ہیں۔ شریعت مطہرہ پر عمل کرتی ہیں خدا کرے ہمارے معاشرے میں ایسی نیک عورتوں کی تقلید کی جائے اور خدا مردوں کو بھی غیرت دے ہمت دے وہ اپنے گھر میں نیکی کو رواج دیں برائی سے بچیں اور اپنے گھر والوں کو شریعت کا پابند بنائیں۔

زن خوب در سرائے مرد نکو ☆ ہمدریں عالم است دوزخ او

زن خوب و فرماں برو پارسا ☆ کند مرد درویش راہ بادشاہ

سونے چاندی کی چمک بس دیکھنے کی بات ہے ☆ چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں ☆ اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا

پوچھا جو اس نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا ☆ کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

یا اللہ سیرت عائشہ پر عمل کی توفیق نصیب فرما۔ آمین

خطبہ (۲):

غزوۂ اُحد

اسلام کی تاریخ غازیان اسلام سے بھرپور ہے غزوہ اُحد ماہ شوال کی چھ تاریخ کو ہوا۔ اس جنگ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غازیانِ اسلام نے بڑے بہادرانہ کارنامے دکھائے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جام شہادت نوش کیا خود سردار دو عالم فخر الکونین حضور اکرم ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ اس عظیم جنگ میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بڑی بے جگری و بہادری سے لڑے اور بالآخر شہادت کے رتبہ عالی سے سرفراز ہوئے اور دربار نبوی ﷺ سے ان کو سید الشہداء شہیدوں کے سردار کا میڈل ملا۔ اس خطبہ میں جنگ اُحد کو قدرے تفصیل سے بیان کیا جائے گا کفار کے ساتھ جہاد وقتال کے حکم کے بعد اللہ فرماتے ہیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾

[پارہ ۲۶ سورۃ محمد آیت ۷]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔''

تشریح: اللہ کی مدد سے مراد اللہ کے دین کی نصرت ومدد جو اپنی ذات کے فائدے کے لیے سبحان اللہ خداوند کریم کی شان کریمی دیکھیے کہ دین کی خاطر واعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر جہاد کرنا اس کو اپنے ساتھ مدد سے تعبیر فرمایا حالانکہ اگر انسان دین کی خاطر جہاد کرتا ہے تو اس کا فائدہ خود اسی کو ہے نہ کہ اللہ کو، اور وہ ہماری مدد کا محتاج بھی نہیں اس کے پاس تو بے شمار قوتوں کے خزانے ہیں اور بے شمار لشکر ہیں جن کو خود اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا جیسے فرمایا:

﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ......﴾ [پارہ ۲۹ سورۃ مدثر آیت ۳۱]

ترجمہ: ''اور تمہارے رب کے لشکر کو سوائے اس کے (اللہ کے) کوئی نہیں جانتا۔''

مگر اللہ نے ہماری عزت فرمائی اور فرمایا کہ تم میری مدد کرو۔ تو اللہ کی مدد شرط ہے اس کے دین کی مدد کے ساتھ اگر مسلمان آج چاہتے ہیں کہ کفار پر ہمارا غلبہ ہو تو ان کو دین کی خاطر قربانی دینی ہوگی۔ اللہ کے دین کی مدد یہ ہے کہ دین اسلام پر ہر شعبہ زندگی میں عمل کیا جائے اور اس کو نافذ کیا جائے۔ تجارت، زراعت، صنعت وحرفت، عدالت، معاملات، معاشرت ومعیشت حدود وغیرہ سب ہی جگہ پر اللہ کی حکومت ہو۔ آج مسلمان دین کو چھوڑ کر خود یہود ونصاریٰ کے طور طریقوں پر چل کر یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہو۔ اس خیال است محال است وجنوں۔ صحابہ کرام ﷺ کا یہی جذبہ ایمانی تھا جس کی وجہ سے ہر قسم کی ترقی دینی ودنیاوی ان کے قدم چوم رہی تھی جب ان میں سے کوئی ایک کلمہ پڑھ لیتا اور اسلام کے جھنڈے کے نیچے آ جاتا تو بڑی سے بڑی قوت اس کو اسلام و خدمت اسلام سے نہ روک سکتی تھی اور نہ کوئی بڑے سے بڑا ان کو اس سے ہٹا سکتا تھا۔ ہم لوگ ترقی و عروج کے بارے میں صحابہ کرام ﷺ جیسی ترقیوں کے خواب دیکھتے ہیں لیکن کسی وقت ذرا غور کر کے یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ان حضرات نے کتنی قربانیاں دیں اور ہم نے دین کی خاطر، اسلام کی خاطر، مذہب کی خاطر کتنی قربانیاں دیں، کامیابی وترقی ہمیشہ کوشش اور سعی کے مطابق ہوتی ہے ہم آج کے مسلمان چاہتے ہیں کہ عیش وآرام، بددینی اور دنیا طلبی میں کافروں کے دوش بدوش چلیں اور اسلامی ترقی ہمارے ساتھ ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ☆ کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است

ترجمہ: ''مجھے خوف ہے او بدوی کہ تو کعبہ کو نہیں پہنچ سکتا اس لیے یہ راستہ کعبہ کی دوسری جانب ترکستان کی طرف ہے۔'' (فضائل اعمال)

شہادت کی فضیلت:

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا یُکْلَمُ اَحَدٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ یُکْلَمُ فِیْ سَبِیْلِهٖ اِلَّا جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَجُرْحُهٗ یَثْعَبُ دَمًا اللَّوْنَ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّیْحِ)). [متفق علیہ]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ﷺ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص خدا کی راہ میں (یعنی جہاد) میں زخمی کیا جاتا ہے اور خدا اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ میں زخمی کیا جاتا ہے تو وہ مجاہد قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہتا ہوگا اور اس خون کا رنگ خون کے رنگ کا سا ہوگا اور اس کی بو مشک کی خوشبو کی طرح ہوگی۔'' (بخاری و مسلم)

((وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ الْقَتْلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُکَفِّرُ کُلَّ شَیْئٍ اِلَّا الدَّیْنَ)). [رواہ مسلم]

ترجمہ: اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں مارا جانا (یعنی شہید ہونا) حقوق العباد قرضہ کے علاوہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ بحری جہاز (پانی میں لڑی جانے والی جنگ) کے شہداء اس حکم سے مستثنیٰ ہیں یعنی ان کے ذمہ جو حقوق العباد ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی معاف کر دیتا ہے۔ (مظاہر حق)

حضرت انس ﷺ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جنت میں داخل ہونے والا کوئی شخص بھی یہ پسند نہیں کرے گا کہ وہ دنیا میں واپس جائے اور جنت کی نعمتوں کے عوض دنیا کی تمام چیزوں کو قبول کرے مگر شہید یہ آرزو کرتا ہے کہ وہ دنیا میں واپس جائے اور دس بار خدا کی راہ میں شہید ہو۔ کیونکہ وہ شہادت کی عظمت اور اس کے ثواب کو جانتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

نقد جان نذر کرو سوچتے کیا ہو جوہر ☆ کام کرنے کا یہی ہے تمہیں کرنا ہے یہی
پس از سی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی ☆ کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی
بلبل نیم کہ نعرہ زنم درد سر کنم ☆ پروانہ وار سوزم دم بنا درم
عشق میں جان سے گزر جائیں ☆ اب یہی جی میں ہے کہ مر جائیں

جامہ زیبی نہ پوچھیے ان کی ☆ جو بگڑنے میں بھی سنور جائیں
شب وہی ہے شب دن وہی دن ہیں ☆ جو تیری یاد میں گزر جائیں
(حسرت موہانی)

غزوۂ اُحد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے جذبات:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنگ اُحد میں اپنے بھائی سے کہا کہ لو یہ میری زرہ لو اپنے بچاؤ کے لیے انہوں نے جواب دیا کہ میں بھی تمہاری طرح شہید ہونے کا آرزومند ہوں، دونوں نے زرہ چھوڑ دی۔

حضرت عبداللہ بن عمار رضی اللہ عنہ خطمی فرماتے ہیں کہ ثابت بن دحداحہ جنگ احد میں سامنے سے آئے اور مسلمان متفرق طور پر غم میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔ انہوں نے چلانا شروع کر دیا اے جماعت انصار میری طرف آؤ اگر حضرت محمد ﷺ شہید کر دیے گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے موت نہ آئے گی تم اپنے دین کے لیے لڑو، اللہ تمہیں غالب کر دے گا اور تمہاری امداد فرمائے گا، یہ سن کر انصار کے کچھ لوگ ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے انہوں نے اپنے ساتھ کے مسلمانوں کو لے کر حملہ شروع کر دیا...... مقابلہ کے لیے ایک سنگدل چھوٹی سی جماعت جس میں مشرکین کے سردار خالد بن ولید، عمرو بن عاص، عکرمہ بن ابی جہل (ابھی تک یہ لوگ مسلمان نہ ہوئے تھے) ضرار بن خطاب تھے۔ اس جماعت نے ان مسلمانوں سے لڑنا شروع کر دیا اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہ پر خالد بن ولید نے نیزہ سے حملہ کیا ان کو ایسا نیزہ مارا جو آر پار ہو گیا یہ اسی میں گر گئے اور ان کے ساتھ جو انصار تھے وہ سب کے سب شہید ہو گئے کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں سے اس جنگ میں یہی لوگ سب سے آخر میں شہید ہوئے۔

حضرت ابن نجیح رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جنگ اُحد میں مہاجرین میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا ایک انصاری پر گزر ہوا جو اپنے خون میں لت پت تھے ان سے کہا کہ اے فلاں! کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت محمد ﷺ شہید کر دیے گئے؟! اگر حضور ﷺ شہید کر دیے گئے تو وہ اپنی رسالت کے کام کو انجام دے چکے، تم لوگ اپنے دین کی طرف سے لڑو جس پر نازل ہوئی آیت:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ﴾

[پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۴۴]

ترجمہ: ''محمد ﷺ رسول ہی تو ہیں آپ ﷺ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں کیا یہی بات ہے کہ اگر آپ ﷺ کی وفات ہو جائے یا آپ ﷺ شہید کر دیئے جائیں تو تم لوگ اُلٹے پیر واپس ہو جاؤ گے؟ جو شخص بھی اُلٹے پیر واپس ہوگا ہرگز اللہ پاک کو ادنیٰ نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور عنقریب اللہ پاک شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔''

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بہادری:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ اُحد میں حضور ﷺ نے مجھ کو حضرت سعد بن ربیع کی تلاش کے لیے بھیجا اور مجھ سے فرمایا کہ جب تم ان کو دیکھنا ان سے میرا اسلام کہنا، اور ان سے یہ بھی کہنا کہ حضور ﷺ تمہارے لیے فرمارہے ہیں کہ تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے مقتولین میں چکر لگانا شروع کردیا آخر ان کو پالیا وہ آخری سانس میں تھے ان پر ستر زخم تھے، کچھ نیزوں کے کچھ تلواروں کے کچھ تیر کے، میں نے ان سے کہا اے سعد! رسول اللہ ﷺ نے تمہیں سلام فرمایا ہے اور دریافت فرمایا ہے کہ تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ پر اور تمہیں میرا اسلام، آپ ﷺ سے عرض کر دینا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے آپ کو اس حال میں پارہا ہوں کہ مجھے جنت کی خوشبوئیں آرہی ہیں، اور میری قوم انصار سے کہہ دینا کہ تم لوگوں کا اب کوئی عذر اللہ کے ہاں قابل قبول نہ ہوگا۔ اگر کسی کافر نے حضور ﷺ تک رسائی پالی، اور میری آنکھ تمہاری طرف لگی ہوئی ہے، راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں ان کی روح پرواز کرگئی اللہ ان پر رحم کرے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی بہادری:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ اُحد میں لوگ آپ ﷺ کو چھوڑ کر جدا ہوگئے آپ ﷺ کے ساتھ گیارہ آدمی انصار کے اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ رہ گئے۔ آپ ﷺ پہاڑی پر چڑھنے کا ارادہ فرما رہے تھے کہ مشرکین نے آپ ﷺ کو گھیرا حضور ﷺ نے فرمایا کیا ہے کوئی ان کے لیے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے طلحہ! تم میرے ساتھ رہو جس طرح پر ہو اس کے بعد ایک انصاری نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ کام میں انجام دے دوں گا، چنانچہ وہ انصاری آپ ﷺ کی طرف سے لڑے اور آپ ﷺ اور جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ تھے پہاڑی پر چڑھنے لگے وہ انصاری شہید کر دیئے گئے کفار پھر آپ ﷺ کے قریب آگئے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کون ہے ان کے دفع کرنے کے لیے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے پھر کہا میں ہوں یارسول اللہ ﷺ! اور آپ ﷺ نے ان سے پہلی

بات دہرائی۔ ایک انصاری نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اس کام کے لیے میں حاضر ہوں چنانچہ وہ کفار سے برسرپیکار ہوئے اور آپ ﷺ کے اصحاب ؓ پہاڑی پر چڑھ رہے تھے وہ انصاری بھی شہید کیے گئے کفار پھر آپ ﷺ کے قریب آ گئے آنحضرت ﷺ اسی طرح فرماتے رہے اور حضرت طلحہ ؓ اپنے آپ کو پیش کرتے رہے آپ ﷺ ان کو روکتے رہے، کوئی نہ کوئی انصاری ان انصاریوں میں سے جو آپ ﷺ کے ہمراہ تھے آپ ﷺ سے اجازت طلب کرتا آپ ﷺ اسے مقابلہ کی اجازت دیتے، اور اپنے پہلے ساتھیوں کی طرح لڑکر شہید ہو جاتا، یہاں تک کہ حضور ﷺ کے ساتھ سوائے حضرت طلحہ ؓ کے اور کوئی نہیں رہا، کفار نے ان دونوں حضرات کو گھیر لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ کے لیے کون ہے؟ حضرت طلحہ ؓ نے عرض کیا میں۔ چنانچہ حضرت طلحہ ؓ نے جتنے ساتھی ان سے پہلے کفار سے لڑ چکے تھے ان سب کے برابر انہوں نے لڑائی لڑی ان کے دونوں ہاتھوں کے پورے شدید زخمی ہوئے انہوں نے تکلیف میں ہائے کہا، آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم کہتے بسم اللہ تو تم کو ملائکہ اٹھا لیتے اور لوگ تمہاری طرف دیکھتے ہوئے اور ملائکہ تم کو لے کر آسمان کی فضا میں چڑھ جاتے۔ اس کے بعد سرکار دو عالم ﷺ پہاڑی پر چڑھ کر اپنے اصحاب تک پہنچ گئے جو پہاڑی پر جمع تھے۔

حضرت حمزہ ؓ کی شہادت:

حضرت حمزہ ؓ حضرت نبی کریم ﷺ کے چچا ہیں اور آپ ﷺ کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔

حضرت حمزہ ؓ نبوت کے دوسرے سال اسلام لائے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حمزہ شہید کیے گئے اور مثلہ کیے گئے یعنی ان کے ہاتھ پیر ناک کان وغیرہ کاٹے گئے تو رسول اللہ ﷺ ان کو اس حال میں دیکھ کر نہایت غمناک ہوئے اور روئے اور فرمایا اے چچا! خدا آپ پر رحم فرمائے آپ بہت صلہ رحمی کرنے والے اور بڑے خیرات کرنے والے تھے خدا کی قسم اگر خدا نے مجھ کو قوم کافروں پر فتح نصیب کی تو ان میں سے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔ تو اسی وقت فوراً یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ﴾

[پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۱۲۶]

ترجمہ: ''اگر تم کسی کو سزا دو تو اسی کے مثل سزا دو جو تمہیں دی گئی ہو اور تم صبر کرو صبر کرنے والوں کے لیے یہ بہتر ہے۔''

حضرت نبی ﷺ نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد فرمایا بلکہ میں صبر کروں گا جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بے دردی کے ساتھ جنگ اُحد میں شہید کیے گئے اور حضور ﷺ شہداء کے کفن دفن کا انتظام فرمارہے تھے۔ تو حضرت صفیہ ہمشیرہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے بھائی کی نعش کی طرف آرہی ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کے صاحبزادے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنی والدہ کو دیکھنے سے منع کرو (شاید اس لیے کہ کہیں تحمل و برداشت نہ ہوسکے) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے والدہ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ میرے بھائی کے کان ناک ہاتھ وغیرہ کاٹ دیئے گئے اللہ کے راستے میں یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے ہم راضی ہیں اور اللہ اس کا اجر عطا فرمائیں گے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے حضرت صفیہؓ کی یہ بات ذکر کی تو حضور ﷺ نے دیکھنے کی اجازت عطا فرمائی۔ حضرت صفیہؓ دو کپڑے کفن کے لیے لائی تھیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ہم کفنانے لگے تو دیکھا کہ ان کے قریب ایک انصاری شہید کی لاش بھی پڑی تھی جن کا نام حضرت سہیل رضی اللہ عنہ تھا ہمیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور اس انصاری کا ایک بھی کفن نہ ہو تو یہ فیصلہ ہوا کہ ایک کفن سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دوسرے سے انصاری کو کفنایا جائے مگر ایک کپڑا بڑا تھا ایک چھوٹا تھا تو قرعہ اندازی کی گئی اتفاق سے بڑا کفن انصاری کے حصہ میں آیا اور چھوٹا کفن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا جو کہ ان کے قد سے چھوٹا تھا۔ اگر سر ڈھانکتے تو پیر کھل جاتے اگر پیر ڈھانکتے تو سر کھل جاتا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سر کو کپڑے سے ڈھانک دو اور پاؤں پر اذخر گھاس کے پتے ڈال دو۔ چنانچہ حضور ﷺ کے چچا کو چھوٹے کپڑے کا کفن دیا گیا اور پاؤں پر گھاس ڈالی گئی اور انصاری کو بڑے کپڑے میں کفن دیا گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: يَا سَيِّدَ الشُّهَدَاءِ حَمْزَة رضی اللہ عنہ یعنی شہیدوں کے سردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس جنگ میں بڑی بے جگری و بہادری سے لڑے۔ مشرکین کے سرکردہ نے طلحہ کو قتل کیا اور پھر دو دستی تلوار چلاتے اور مشرکین کی صفوں کو درہم برہم کردیتے اور آگے بڑھتے چلے جاتے۔ ایک حبشی غلام وحشی نے آپ رضی اللہ عنہ کو بڑھتے ہوئے دیکھا اور ایک پتھر کی آڑ میں چھپ کر بیٹھ گیا جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کفار کو مارتے اور ہٹاتے ہوئے آگے بڑھ گئے تو اس نے موقع پا کر اپنا حربہ پھینک مارا اور وہ نیزہ ایک پہلو سے دوسرے پہلو کے پار نکل گیا۔ اس جنگ میں قریش مکہ کے بارہ علم بردار یکے بعد دیگرے مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ جن میں سے آٹھ کو صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے

قتل کیا۔ کفار کا ایک علمبردار جب گرتا تو دوسرا جھنڈا اٹھا لیتا جب آخری علمبردار بھی گرا تو پھر کسی کو جھنڈا اٹھانے کی ہمت نہ رہی۔ مسلمانوں کے بہادرانہ حملوں کے آگے کفار کے تین ہزار بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ دوپہر کے قریب کفار کا لشکر پسپا ہونا شروع ہو گیا اور قریش کی عورتیں جو سب سے پیچھے اشعار رزمیہ سے کفار کے حوصلے بڑھا رہی تھیں وہ بھی ساز و سامان چھوڑ کر بھاگ رہی تھیں۔

جنگ کی کایا پلٹ گئی:

مشرکین کی یقینی شکست کو دیکھ کر مسلمانوں کا وہ دستہ جو تیر انداز تھا اور گھاٹی کی حفاظت کے لیے مقرر تھا، وہ بھی اپنی جگہ سے ہٹ کر کفار کے تعاقب میں اور مال غنیمت حاصل کرنے میں شریک ہو گیا حالانکہ اس دستہ کو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ فتح ہو یا شکست تم ہر حال میں یہیں رہو گے اس جگہ کو نہ چھوڑنا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھا کہ یہ حکم شاید فتح ہونے تک ہے۔ یہ اجتہادی غلطی تھی مگر حضور ﷺ کی نافرمانی کی تھی اگرچہ یہ بالارادہ و جان بوجھ کر نہ تھی مگر اللہ نے دکھلا دیا کہ حضور ﷺ کے ارشاد کی ذرا بھی مخالفت کے کتنے وبال و نقصان آتے ہیں۔

الغرض اس دستہ کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے روکا کہ اس گھاٹی کو نہ چھوڑو مگر فتح کی خوشی اور کفار کے تعاقب کے شوق نے ان کو کچھ نہ سننے دیا اور انہوں نے اپنی جگہ کو چھوڑ دیا۔ خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) جو لشکر قریش کے ایک دستے کے کمانڈر تھے۔ اس گھاٹی کی اہمیت کو خوب تاڑ گئے، انہوں نے اپنے سو سواروں کا دستہ لے کر اور ایک میل کاٹ کر پہاڑ کے پیچھے ہو کر اس گھاٹی سے نکل کر یکدم مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اسی جگہ پر موجود حضرت جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے چند ہمراہی لڑ کر شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کی اس حالت کو دیکھ کر عکرمہ بن ابی جہل و ابوسفیان نے بھی دوبارہ منظم ہو کر حملہ کیا مسلمان ہر طرف سے کفار کے نرغہ میں آ گئے اور ہر طرف سے ان پر تلواریں برسنے لگیں۔ آنحضرت ﷺ کو بھی کفار نے گھیر لیا اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو حضور ﷺ کے شکل میں مشابہ تھے شہید ہو گئے ابن قمیہ مشرک نے بلند مقام پر زور سے آواز لگائی۔

میں نے (معاذ اللہ) محمد ﷺ کو قتل کر دیا۔ اس سے مشرکین کے دل و حوصلے اور بھی بڑھ گئے۔ مسلمان اور بھی پریشان ہو گئے۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھ کر آواز دی مسلمانو! خوش ہو جاؤ حضور ﷺ سلامت ہیں پھر حضور ﷺ نے باواز بلند فرمایا...... اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ...... اللہ کے بندو میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں۔ مسلمان سب آپ ﷺ کی طرف آ گئے کفار بھی

اسی طرف بڑھنا شروع ہو گئے اور وہی جگہ مرکزی میدان جنگ بن گئی ایک مشرک عبداللہ بن شہاب نے حضور ﷺ کے قریب پہنچ کر آپ ﷺ پر ایسا زبردست وار کیا کہ لوہے کی ٹوپی خود کے دو حلقے آپ ﷺ کے چہرے مبارک میں آنکھ کے نیچے کی ہڈی میں گھس گئے، ان کو ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے دانتوں سے کھینچا تو ان کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ کفار پوری طاقت سے آپ ﷺ پر حملہ آور تھے۔

شمع رسالت کے پروانے:

ادھر جانثاروں نے حضور ﷺ کے گرد ایک حلقہ بنایا۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی طرف منہ کر کے اپنی پشت کو سپر بنالیا تا کہ جو تیر آئے وہ ان کو لگے حضور ﷺ کو نہ لگے اگر آپ ﷺ کی طرف پشت کر کے کھڑے ہوتے تو ممکن ہے سامنے منہ کی طرف کوئی تیر آتے ہوئے جھک جائیں اور کہیں حضور ﷺ کو نہ لگ جائے۔ چنانچہ ان کی پشت تیروں سے چھلنی ہو گئی اور وہ اس طرح کھڑے جمے رہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لیے دیوار آہنی کی طرح ڈٹ کر کھڑے ہو گئے اور تیر و تلوار چلا چلا کر دشمنوں کو روکتے رہے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ دشمنوں کی تلواروں کو اپنے ہاتھ پر روکتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا ہاتھ زخموں کی کثرت سے بیکار ہو گیا تھا۔ پانچ انصاری اس وقت آپ ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

حضور ﷺ کی استقامت:

حضور ﷺ کے ارد گرد خوب زوروں پر لڑائی جاری تھی ایک شقی نے دور سے ایک پتھر مارا جس سے حضور ﷺ کا ایک دانت مبارک شہید ہو گیا اور آپ ﷺ زخمی بھی ہو گئے۔ مسلمان جم کر مقابلہ کر رہے تھے۔ امیہ بن خلف ایک مشرک سردار گھوڑے پر سوار ہو کر حضور ﷺ کے قتل کے ارادے سے حملہ آور ہوا حضور ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے نیزہ لے کر اس پر وار کیا نیزہ اس کی ہنسلی کی ہڈی پر لگا لیکن وہ گرتا پڑتا چیختا ہوا بد حواسی کے عالم میں بھاگا۔ مشرکین نے اس کا مذاق اڑایا کہ معمولی سے زخم سے اتنا چیخ رہا ہے، مگر اس نے کہا کہ نہیں مجھے جو تکلیف ہو رہی ہے۔ اگر سارے اہل مکہ پر بھی تقسیم کی جائے تو وہ برداشت نہ کر سکیں چنانچہ وہ اسی زخم سے چلا چلا کر مر گیا۔ یہی ایک شخص ہے جو آنحضرت ﷺ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

ابو سفیان نے جو کمانڈر انچیف سپہ سالار تھا بلند آواز سے کہا فِی الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ؟ کیا تم میں محمد (ﷺ) ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا اس کو جواب نہ دو پھر کہا کہ کیا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں؟ اس پر بھی خاموشی رہی تو اس نے سمجھا کہ شاید یہ قتل ہو گئے ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاب نہ لا سکے اور بلند آواز سے گرج

جواب دو اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ (اللہ بلند و برتر ہے) ابوسفیان نے کہا لَنَا عُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُم (عزّیٰ ہمارا بت ہے عزّیٰ تمہارا نہیں ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے ارشاد سے جواب دیا اَللّٰہُ مَوْلٰنَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ (اللہ ہمارا مولیٰ ہے تمہارا نہیں ہے) ابوسفیان نے کہا یہ لڑائی جنگ بدر کی لڑائی کے برابر ہوگئی کہ ہم نے اس کا بدلہ لے لیا۔ آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''نہیں برابر نہیں ہوئی کیونکہ ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے مقتولین دوزخ میں ہیں۔'' اس کے بعد ابوسفیان خاموش ہوگیا اور کہا کہ اب آئندہ سال ہمارا تمہارا مقابلہ پھر بدر میں ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہو: نعم هو بيننا وبينكم موعد ''بہت اچھا ہمیں منظور ہے۔'' اس کے بعد ابوسفیان اپنے لشکر سمیت چل دیا۔

ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کی بہادری:

انصار کے قبیلہ کی ایک خاتون کے باپ، بھائی، شوہر تینوں شہید ہوگئے۔ وہ آنحضرت ﷺ کی شہادت کی افواہ سن کر مدینہ سے چلیں تاکہ حضور ﷺ کی خیریت کی خبر معلوم کریں راستے میں کسی نے کہا تمہارا باپ شہید ہوگیا۔ اس نے کہا یہ بتاؤ کہ حضور ﷺ کیسے ہیں؟ پھر کسی نے اس کو بتایا کہ تمہارا بھائی شہید ہوگیا۔ اس نے سن کر کہا مگر مجھے حضور ﷺ کی خیریت بتاؤ۔ پھر کسی نے کہا کہ تمہارا شوہر بھی شہید ہوگیا اس نے کہا کوئی فکر نہیں مجھے تو حضور ﷺ کی فکر ہے۔ اتنے میں حضور ﷺ بھی قریب پہنچ گئے تھے اس کو بتایا گیا کہ دیکھو حضور ﷺ وہ سامنے تشریف لا رہے ہیں آپ ﷺ کا چہرہ انور دیکھ کر اس نے کہا جب آپ ﷺ سلامت ہیں تو پھر تمام غم برداشت ہیں اور معمولی ہیں۔

جنگ اُحد کے نتائج:

(۱) کہا جاتا ہے کہ مخلص غیر مخلص دوست و دشمن کا پتہ تکالیف و مصائب میں لگتا ہے بہت سے وفاداری کے حامی مشکلات میں بھاگ جاتے ہیں اس جنگ کی وجہ سے بہت سے منافق دشمنانِ اسلام جو مسلمانوں کے لبادہ میں تھے کھل کر سامنے آ گئے اور معلوم ہوگیا کہ مخلص مسلمان حقیقی کون ہے اور منافق دعوے دار کون ہیں۔

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس جہاد کی وجہ سے بڑے انعامات ملے کسی کو مرتبہ شہادت نصیب ہوا کوئی

زخمی ہوئے اور حضور ﷺ نے بہت سے صحابہ ؓ کو بڑے القابات و تمغے دیئے مثلاً حضرت حمزہ کو سید الشہداء کا لقب ملا۔

(۳) مسلمانوں پر ہمیشہ کے لیے یہ واضح کر دیا گیا کہ اللہ کی مدد و نصرت تمہارے ساتھ اس وقت تک شامل حال رہے گی جب تک تم اللہ ورسول ﷺ کی اتباع کرتے رہو گے۔ دیکھو جنگ اُحد میں حضور ﷺ کے ارشاد کی غیر دانستہ طور پر ذرا سی خلاف ورزی ہوگئی تو فتح شکست کی صورت میں تھوڑی دیر کے لیے بدل گئی تو جہاں دن رات اللہ ورسول ﷺ کی نافرمانی ہو رہی ہو اللہ کی مدد کیسے ہوگی۔

(۴) صحابہ کرام ؓ سے کامل الایمان و وفادار ہونے کا ثبوت واضح طور پر مل گیا کہ صحابہ کرام ؓ وفادار و جانثار ہیں لہٰذا ان کی محبت و اطاعت ہی ذریعہ نجات ہے دیکھو انہوں نے اس جنگ میں کیسے جانثاری کا ثبوت دیا ہاتھوں پر تیر و تلوار کھائے پشت کو ڈھال بنایا۔ پروانہ وار جانیں قربان کیں قیامت تک واضح ہوگیا کہ کامیاب ہونے کے لیے صحابہ کرام ؓ کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔

سر مد گلہ اختصار می باید کرد ☆ یک کار ازیں دو کاری باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید کرد ☆ یا قطع نظر زیاری باید کرد
رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا ☆ ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی ☆ عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی ☆ اک آواز میں سوتی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے ☆ کہ گونج اُٹھے دشت و جبل نام حق سے
اپنی ملت کو قیاس اقوام مغرب پر نہ کر ☆ خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ﷺ ہاشمی
عقابی روح جب بیدار ہوتی جوانوں میں ☆ نظر آتی ہے انکو اپنی منزل آسمانوں میں
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے ☆ نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر
اللہ کی راہ اب تک ہے کھلی آثار و نشان سب قائم ہیں
اللہ کے بندوں نے لیکن اس راہ پر چلنا چھوڑ دیا
باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ ☆ گر کافر و گبرو بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نو میدی نیست ☆ صد بار گر توبہ شکستی باز آ
چشم رحمت سے ادھر کو بھی نظر کیجئے گا ☆ اس اُمید پہ آیا یہ گنہگار بھی ہے

تیری رحمت کے دروازے ہر دم کھلے ہیں ☆ سوالی جھولیاں بھر رہے مرادیں پا رہے

یا اللہ ہمارے دلوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت سے منور فرما۔ (آمین!)

خطبہ ۳:

دعوت وتبلیغ

شوال المکرم میں حضور اکرم ﷺ دعوت وتبلیغ کی غرض سے مکہ مکرمہ سے دور طائف تشریف لے گئے حضور ﷺ کا وہ زمانہ جب بے کسی کا تھا کوئی بات سنتا نہ تھا اہل مکہ آئے دن آپ ﷺ کو اذیتیں تکلیفیں دے رہے تھے۔ آپ ﷺ طائف تشریف لے گئے شاید کہ وہ لوگ آپ ﷺ کی دعوت قبول کرلیں یہ سفر بڑے امتحان کا سفر تھا اس لیے اس خطبہ کا عنوان دعوت وتبلیغ رکھا گیا۔ دعوت وتبلیغ کی دین اسلام میں بنیادی حیثیت ہے یہ انبیاء ورسل کا منصب ہے۔ حضور ﷺ کے ختم نبوت کے طفیل امت محمدی ﷺ کو یہ عظیم کام عطا فرمایا گیا اور اس کام کے کرنے کی وجہ سے کہ جو مدد حضرت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تھی وہی اُمت کے ساتھ بھی ہوگی بلکہ اس اُمت کا یہ خاصہ وامتیاز ہے جو پہلے انبیاء کی اُمتوں میں اس طرح نہ تھا۔ اللہ کی طرف بلانے والوں کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں۔ سب سے پہلے قرآن مجید میں دیکھیں اللہ فرماتے ہیں۔

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾

[پارہ ۲۴ سورۃ حم سجدہ آیت ۳۳]

ترجمہ: "اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے اور (خود بھی) نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔"

یعنی اللہ کی اطاعت وبندگی فخر سمجھے متکبرین کی طرح عار نہ کرے۔

تشریح: اس آیت میں صاف بتلا دیا گیا کہ دنیا میں جو باتیں وکلام ہوتی ہے خواہ وہ ذکر ہو۔ اچھی بات ہو۔ ان سب سے بہتر اللہ کی طرف بلانا ہے۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ داعی خود بھی عمل کرتا ہو یہ نہ ہو کہ لوگوں کو تو نصیحت کرے۔ اچھی باتیں کرے اور خود اس کی مخالفت کرے ایسی تبلیغ کا خاطر خواہ اثر بھی نہیں ہوتا الٹا لوگوں کو بدظن کر دیا جاتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ مسلمان کو اپنے مسلمان ہونے پر فخر ہو احساس کمتری کا شکار نہ ہو جیسے آج کل مسلمان انگریز دیہود ونصاریٰ کے طور طریقوں پر تو فخر یہ عمل کرتے ہیں اور شریعت اسلامی پر عمل کرتے ہوئے شرم کرتے ہیں یا عار محسوس کرتے ہیں اور عمل کرنے

والوں کو بھی گری ہوئی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور طرح طرح کے فقرے کستے ہیں بہت سے لوگ خود تو عمل کرتے ہیں مگر وہ دوسروں کو دعوت نہیں دیتے حالانکہ خود عمل کرنے کے ساتھ دوسروں کو بھی نیکی کی طرف بلانا ضروری ہے ورنہ یہ لوگ بھی قابل مواخذہ ہوں گے۔

دعوت میں کوتاہی:

حضرت حکیم الملت مجدد زمان شاہ اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں "سو ہر شخص اپنی حالت دیکھ لے کر شب و روز میں کتنے منٹ اور کتنا وقت اس کام کے لیے اس نے خاص رکھا ہے یوں تو ہم عابدین بھی ہیں، زاہدین بھی ہیں، علماء بھی ہیں، طلباء بھی ہیں۔ غرض طرح طرح سے دین کی خدمتیں کی جارہی ہیں اور ان کا اہتمام بھی ہے۔ مگر یہ دیکھ لیں کہ جتنی دیر وظیفہ، تلاوت، ذکر و شغل اور نفلیں پڑھنے میں صرف کرتے ہیں اور کسب حلال میں (جو بقصد ثواب عبادت ہے) مشغول ہوتے ہیں آیا اس وقت میں سے کوئی حصہ اس کام میں بھی صرف ہوتا ہے کہ دوسروں کو حق تعالیٰ کی طرف متوجہ کریں۔ اب فرمایئے ایسے کتنے ہیں۔ جو اس کام کو کرتے ہیں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید مہینے کے مہینے خالی جاتے ہیں جن میں ایک شخص کو بھی متوجہ الی اللہ نہیں کیا جاتا۔ یعنی اس کو نوبت ہی نہیں آتی کہ کافر کو اسلام کی ترغیب دیں۔ ضعیف الاسلام کو تقویت اسلام کی ترغیب دیں اور جو متردد ہیں جن کے اسلام سے نکل جانے کا اندیشہ ہے۔

ان کو اسلام پر ثابت قدم رہنے کی ترغیب دیں یہ بے توجہی تو اصول کے اعتبار سے ہے۔ اب فروع کے اعتبار سے بھی دیکھیں تو اس میں بھی وہ کوتاہی نظر آئے گی۔ یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا باب ہی مفقود ملے گا۔ امر بالمعروف نیک کام کی ترغیب، نماز کی ترغیب، جن پر نماز فرض ہے۔ جن کے پاس بقدر نصاب مال ہے۔ انہیں زکوٰۃ کی ترغیب، جن پر حج فرض ہے۔ انہیں حج کی ترغیب دی ہو یا جس کے اخلاق باطنی اچھے نہ ہوں اسے تہذیب اخلاق کے طریقے بتائے ہوں کہ یہ سب دعوت الی اللہ ہی کے شعبے اور امر بالمعروف کے اقسام ہیں۔ یا کسی کو نہی عن المنکر کیا ہو کسی مبتلائے معصیت کو معصیت سے روکا ہو خواہ وہ صغیرہ ہو خواہ کبیرہ ہو۔

روکنے کے تو کیا معنی؟ اگر کہیں طمع یا خوف ہو تو اور اس کی تقریر و تائید کرتے ہیں، کہیں دوستوں کے ناراض ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے کہیں طمع و توقع کا خیال رہتا ہے کہیں محسنوں کے احسان کا اثر ہوتا ہے۔ بہر حال طمع میں آدمی بہت ڈھیلا ہو جاتا ہے اور حالت میں بہت گر جاتی ہے یہاں تک کہ

ذلت و پستی کو اختیار کر لیتا ہے کہ ایسے ایسے موقعوں تک نظر جاتی ہے جہاں دوسروں کا خیال و وہم بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (دعوت و تبلیغ)

تبلیغ کی اہمیت:

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اسلام میں کتنی اہمیت ہے حضور ﷺ کے اس ارشاد سے اندازہ کریں۔

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ أَنْ قَدْ حَضَرَهُ شَيْءٌ فَتَوَضَّأَ. وَمَا كَلَّمَ أَحَدًا فَلَصِقْتُ بِالْحُجْرَةِ أَسْتَمِعُ مَا يَقُولُ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ أَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَقُولُ لَكُمْ مُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ قَبْلَ أَنْ تَدْعُوا فَلَا أُجِيبَ لَكُمْ وَتَسْأَلُونِي فَلَا أُعْطِيَكُمْ وَتَسْتَنْصِرُونِي فَلَا أَنْصُرَكُمْ فَمَا زَادَ عَلَيْهِنَّ حَتَّى نَزَلَ)). [ابن ماجہ وابن حبان ترغیب]

حضرت صدیقہ کائنات عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور کریم ﷺ گھر تشریف لائے اور آپ ﷺ کے چہرہ انور پر میں نے ایک خاص اثر سے محسوس کیا کہ کوئی اہم معاملہ پیش آیا ہے۔ آپ ﷺ نے کسی سے کوئی بات نہ فرمائی پھر وضو فرمایا اور مسجد میں تشریف لے گئے میں حجرہ کی دیوار سے لگ کر غور سے سن رہی تھی کہ کیا ارشاد فرماتے ہیں آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔ اے لوگو! اللہ کا ارشاد گرامی ہے نیکی کا حکم اور ترغیب دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو ورنہ وہ وقت آجائے گا کہ تم دعا مانگو گے تو قبول نہ ہوگی۔ سوال کرو گے تو پورا نہ ہوگا اور مجھ سے مدد و نصرت مانگو گے تو تمہاری مدد نہ کروں گا یہ کلمات بیان فرما کر حضور ﷺ منبر سے نیچے اتر آئے۔

حضرت ابو درداء ؓ جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ تم اچھائی کی طرف بلاتے اور برائی سے روکتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالم بادشاہ کو مسلط کر دے گا جو تمہارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے گا۔ تمہارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے گا۔ ایسے وقت اگر تمہارے نیک لوگ بھی دعائیں کریں گے تو قبول نہ ہوں گی تم مدد مانگو گے تو مغفرت نہ ہوگی۔

تشریح: دعوت و تبلیغ کتنا عظیم الشان کام ہے حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی کامیابی و کفار مخالفین اسلام کے خلاف غلبہ اس وقت ہوگا جب یہ کام کیا جائے گا۔

کفار اگر دولت و حشمت و ساز و سامان و ہتھیاروں سے مقابلہ پر آئیں اور ایمان والے

ایمان وعمل کی دعوت لے کر مقابلہ پر آئیں تو اللہ کا وعدہ ہے کہ غلبہ ایمان والوں کا ہوگا مادیات کی ایمان کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ معاشرہ سے جرائم چوری ڈاکہ زنی، رہزنی، لوٹ کھسوٹ، کساد بازاری، سود خوری ورشوت خوری، قتل غارت وغیرہ یہ جرائم (کرائم) اس وقت ختم ہوں گے۔ جب معاشرہ میں دعوت وتبلیغ جاری وساری ہوگی۔ منشیات ہیروئن، عریانی وفحاشی وغیرہ اس وقت ختم ہوں گے۔ جب حضور ﷺ کا طریقہ دعوت وتبلیغ اختیار کیا جائے گا ورنہ جتنے قوانین ومنصوبے بنائیں گے اگر اللہ کا خوف نہ ہوگا تو سارے قوانین ومنصوبہ بندیاں ناکام ہو جائیں گی۔ دعائیں قبول اس وقت ہوں گی جب یہ عظیم کام مقصد بنا کر کیا جائے گا۔ روزیوں وکاروبار میں برکت بھی اس وقت ہوگی جب معاشرے سے برائیوں کے ختم کرنے کے لیے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیا جائے گا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا ذکریاؒ فرماتے ہیں، ہر اسلامی انجمن، اسلامی اسکول اور ہر اسلامی طاقت بلکہ ہر مسلمان سے گزارش ہے کہ اس وقت دین کا انحطاط جس قدر روز افزوں ہے، دین کے اوپر جس طرح صرف کفار کی طرف سے نہیں بلکہ خود مسلمانوں کی طرف سے بھی حملے ہو رہے ہیں۔ فرائض و واجبات پر عمل عام مسلمانوں سے نہیں بلکہ خاص اور اخص الخواص مسلمانوں سے متروک ہوتا جا رہا ہے۔ نماز روزہ کے چھوڑ دینے کا کیا ذکر جب کہ لاکھوں آدمی کھلے ہوئے شرک وکفر میں مبتلا ہیں اور غضب یہ ہے کہ ان کو شرک وکفر نہیں سمجھتے۔ محرکات اور فسق وفجور کا شیوع جس قدر صاف اور واضح طریق سے بڑھتا جا رہا ہے اور دین کے ساتھ لاپرواہی بلکہ استخفاف واستہزاء (یعنی دین کو حقیر جاننا اور مذاق اُڑانا) جتنا عام ہو رہا ہے وہ کسی فرد بشر سے مخفی نہیں اسی وجہ سے خاص بلکہ عام علماء میں بھی لوگوں سے یکسوئی اور وحشت بڑھتی جا رہی ہے۔ جس کا لازمی اثر یہ ہو رہا ہے کہ دین اور دینیات سے اجنبیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ عوام اپنے کو معذور کہتے ہیں کہ ان کو بتلانے والا کوئی نہیں، اور علماء اپنے کو معذور سمجھتے ہیں کہ ان کی کوئی سننے والا نہیں...... لیکن خدائے قدوس کے یہاں نہ عوام کا یہ عذر کافی کہ کسی نے بتلایا نہ تھا، اس لیے کہ دینی امور کا معلوم کرنا۔ تحقیق کرنا ہر شخص کا اپنا فرض ہے۔ قانون سے ناواقفیت کا عذر کسی حکومت میں بھی معتبر نہیں۔ احکم الحاکمین کے یہاں یہ پوچھ عذر کیسے چل سکتا ہے۔ یہ تو عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے اسی طرح نہ علماء کے لیے یہ جواب موزوں کہ سننے والا کوئی نہیں جن اسلاف کی نیابت کے آپ کے حضرات دعوے دار ہیں انھوں نے کیا کچھ تبلیغ کی خاطر برداشت نہیں فرمانے کے بعد اپنی تبلیغی مہ داریوں کا احساس فرما کر لوگوں تک دین پہنچایا۔ ہر سخت سے سخت مزاحمت کے باوجود

نہایت شفقت سے اسلام و احکام اسلام کی اشاعت کی۔

عام طور پر مسلمانوں نے تبلیغ کو علماء کے ساتھ مخصوص سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص جس کے سامنے کوئی منکر و برائی ہو رہی ہو اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہو اس کے روکنے کے اسباب پیدا کرسکتا ہو اس کے ذمہ واجب ہے کہ اس کو روکے اور اگر بغرض محال مان بھی لیا جائے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی جب کہ وہ اپنی کوتاہی یا کسی مجبوری سے اس حق کو پورا نہیں کر رہے ہیں یا ان سے پورا نہیں ہو رہا ہے تو ضروری ہے کہ ہر شخص کے ذمہ یہ فریضہ عائد ہو قرآن و حدیث میں جس قدر اہتمام سے تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ارشاد فرمایا گیا ہے وہ بالکل صاف و واضح ہے۔ ایسی حالت میں صرف علماء کے ذمہ رکھ کر یا ان کو کوتاہی بتا کر کوئی شخص بری الذمہ نہیں ہوسکتا۔ میری علی العموم درخواست ہے کہ ہر مسلمان کو اس وقت تبلیغ میں کچھ نہ کچھ حصہ لینا چاہیے اور جس قدر وقت بھی دین کی تبلیغ اور حفاظت میں خرچ کرسکتا ہو کرنا چاہیے۔

ہر وقت خوش کہ دست دہ مغتنم شمار ☆ کس را وقوف نیست کو انجام کار چیست

یہ بھی معلوم کرلینا ضروری ہے کہ تبلیغ کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے پورا کامل و مکمل عالم ہونا ضروری نہیں ہر وہ شخص جو کوئی مسئلہ جانتا ہو اس کو دوسروں تک پہنچائے جب اس کے سامنے کوئی ناجائز کام ہو رہا ہو اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہو تو اس کا روکنا اس پر واجب ہے۔

(فضائل تبلیغ)

((عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ ﷛ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ رَاٰیٰ مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ)). [رواہ مسلم و ترمذی]

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر قدرت ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کردے تو اس کو بند کردے اگر اتنی قدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کردے (یعنی روک دے) اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص دل سے بھی اس کو برا سمجھے تو وہ بھی مومن ہے مگر اس سے کم درجہ ایمان کا نہیں۔

آج ہمارے سامنے ہر طرف برائیاں پھیلی ہوئی ہیں ہمارے سامنے کتنی برائیاں ہوتی ہیں گھروں میں کتنے گناہ ہوتے ہیں بعض گناہ تو ایسے ہیں کہ ان کو گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا جیسے عموماً شہروں

میں بے پردگی مردوں کا داڑھی منڈانا شادی و بیاہ پر گانے بجانا وی سی آر پر موودی بنانا، بے پردگی کا ہونا کھڑے ہو کر محفل رقص و سرور کا قائم کرنا، سینماؤں کا عام ہونا، انکو بہت سے لوگ گناہ بھی نہیں سمجھتے۔ گھروں میں بے نمازی ہوں تو کوئی کچھ بھی نہیں کہتا۔ انگریزی لباس پہننا رواج بن گیا ہے کوئی اس کو برا بھی نہیں سمجھتا ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ ان گناہوں کو روکنے کی کوشش کرے۔ جو صاحب اختیار ہیں وہ ہاتھ سے روکیں اور جو صاحب اختیار نہیں وہ زبان سے ترغیب دیں یا سختی سے منع کریں اور جو اس سے بھی عاجز ہیں وہ کم از کم خود ضرور ان گناہوں سے بچیں اور ان گناہوں کو دل سے برا سمجھیں اور گناہ کی مجالس میں ہرگز شریک نہ ہوں۔ حکومت اگر اسلامی معاشرہ امن و امان کا معاشرہ چاہتی ہے۔ تو اس کو سختی سے ان گناہوں کو روکنا ہوگا ورنہ ان پر اپنا بھی گناہ اور عوام کا گناہ بھی ان کی ذمہ داری کی وجہ سے ان پر ہوگا۔

جیسا کہ مرنے کے بعد زندگی کا خوشگوار ہونا اور جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہونا خدا اور رسول ﷺ پر ایمان لانے اور اس کی راہ میں جدوجہد کرنے پر موقوف ہے۔ ایسا ہی دنیاوی زندگی کی خوشگواری اور دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اُٹھانا بھی اسی پر موقوف ہے کہ ہم خدا اور رسول ﷺ پر ایمان لائیں اور اپنی تمام تر کوشش اس کی راہ میں صرف کریں۔

ہنوز آں ابر رحمت درفشاں است ☆ خم و خم خانہ با مہر و نشاں است

ماں باپ سے بھی سوا ہے شفقت تیری ☆ ازوں ہے ترے غضب سے رحمت تیری

جنت انعام کر کہ دوزخ میں جا ملا ☆ وہ رحم ترا ہے، یہ عدالت تیری

پوری دُنیا میں دِین پہنچنے کی پیشین گوئی:

ایک وقت آئے گا کہ اسلام کا کلمہ ہر جگہ پہنچ جائے گا اور لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ اللہ کے بندے اس پیغام کو پوری دنیا میں لے جائیں گے۔ یہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی ہے جو حدیث میں موجود ہے۔

((وَعَنِ الْمِقْدَادِ اَنَّهُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَا يَبْقٰى عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ كَلِمَةَ الْاِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِيْزٍ وَّذُلِّ ذَلِيْلٍ......)). [احمد]

حضرت مقداد ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا! زمین کے اوپر کوئی گھر خواہ وہ مٹی کا ہو یا خیمہ کا، ایسا باقی نہ رہے گا جس میں اللہ تعالیٰ اسلام کے کلمہ کو داخل نہ کرے خواہ عزت سے یا ذلت سے۔ جو لوگ اس کلمہ کو بخوشی اور صدق دل سے قبول کرلیں گے ان کو اللہ تعالیٰ

عزت واقتدار عطا فرمائے گا اور اس کلمہ کا اہل قرار دے گا اور جو لوگ بخوشی قبول نہ کریں گے ان کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے گا اور وہ لوگ اس کلمہ کے مطیع وفرمانبردار ہونے پر مجبور ہوں گے (بایں طور کہ وہ جزیہ ادا کر کے ہی اسلامی ریاست میں رہ سکیں گے) راوی کہتے ہیں میں نے یہ سن کر کہا! پھر تو چاروں طرف اللہ ہی کا دین ہوگا۔

فوائد زمین سے مراد جزیرۃ العرب بھی ہے اور قرب قیامت کے نزدیک ہر جگہ اسلام ہی اسلام ہوگا۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو دین کے پہنچانے کا ذریعہ بنے اور بنیں گے۔ جس دین کی اشاعت کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام نے مشقتیں برداشت کیں، طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہوئے۔ صحابہ کرام ؓ اور ہمارے اسلاف نے اپنی عمروں کو اس میں صرف کیا اور اس کی خاطر راہ خدا میں اپنی جانوں کو قربان کیا۔ اس دین کی ترویج اور بقا کے لیے تھوڑا سا وقت بھی نہ نکالنا بڑی بدنصیبی اور خسران ہے اور یہی وہ فریضہ ہے جس کو چھوڑ دینے کی وجہ سے آج ہم تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ پہلے مسلمان ہونے کا مفہوم یہ سمجھا جاتا تھا کہ اپنا جان و مال، عزت و آبرو، اشاعت اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کی راہ میں صرف کرے اور جو شخص اس میں کوتاہی کرتا تھا۔ وہ بڑا نادان سمجھا جاتا تھا۔ لیکن افسوس آج ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور دین کی باتوں کو اپنی آنکھوں سے مٹتا ہوا دیکھتے رہتے ہیں پھر اس کی اشاعت تبلیغ اور بقا کے لیے کوشش کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ غرض اعلاء کلمۃ اللہ اور اشاعت دین متین جو مسلمان کا مقصد زندگی اور اصلی کام تھا اور جس کے ساتھ ہماری دونوں جہان کی فلاح و ترقی وابستہ تھی اور جس کو چھوڑ کر آج ہم ذلیل وخوار ہو رہے ہیں اب پھر ہمیں اپنے اصلی مقصد کو اختیار کرنا چاہیے اور دعوت و تبلیغ کا کام اپنا مقصد زندگی اور حقیقی مشغلہ بنانا چاہیے تاکہ پھر رحمت خداوندی جوش میں آئے اور ہمیں دنیا و آخرت کی سرخروئی اور شادابی نصیب ہو۔ (مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج)

مسلمانوں کے غلبہ کے لیے شرائط:

آج مسلمان چاہتے ہیں کہ دنیا میں اسلام کا غلبہ و بول بالا ہو اور مسلمانوں کی عزت ہو اس کے لیے قرآن میں جو شرائط ہیں وہ ایمان و عمل صالح ہیں سورۃ نور آیت نمبر ۵۵ میں اللہ کا ارشاد گرامی ہے "تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو ان کے لیے پسند کیا ہے ان کو ان کے لیے قوت دے گا اور ان کے خوف کے بعد اس کو امن سے بدل دے گا بشرطیکہ میری

بندگی کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔" اس آیت میں صاف بتادیا کہ اسلام و مسلمانوں کا غلبہ اور دنیا میں سکون و امن قائم ہونا خوف کا ختم ہونا ایمان یعنی شرک سے بیزاری وعمل صالح پر موقوف ہے اور ایمان وعمل صالح کا رواج دعوت و تبلیغ کے ذریعہ ہوتا ہے تو جو ذریعہ ہے ترقی کا اس کو چھوڑ کر یہ توقع کرنا کہ دنیا میں مسلمانوں کی عزت ہو اسلام کا غلبہ ہو سکون و تحفظ ہو۔ بہت بڑی غلطی و دھوکہ ہے۔ افسوس کہ آج پادری عیسائی مشن کے لیے دن رات کام کر رہے ہیں، قادیانی، یہودی سوشلسٹ، کیمونسٹ، دھریئے رافضی ہر ایک اپنے مذہب باطل کے ترویج و تبلیغ میں لگا ہوا ہے مگر مسلمان اس عظیم مشن سے غافل ہیں اور جو تھوڑے خوش قسمت یہ کام کر رہے ہیں۔ ان کے لیے بھی رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں:

یعنی اس اُمت محمدیہ ﷺ کے آخر میں آنے والے لوگوں کی ہرگز اصلاح نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہی طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس نے ابتداء میں اصلاح کی ہے۔ جس وقت حضرت نبی کریم ﷺ دعوت حق لے کر کھڑے ہوئے آپ ﷺ تنہا تھے، کوئی آپ ﷺ کا ساتھی اور ہم خیال نہ تھا۔ دنیوی کوئی طاقت آپ ﷺ کو حاصل نہ تھی آپ ﷺ کی قوم میں خودسری اور خودرائی انتہا درجہ کو پہنچی ہوئی تھی، ان میں سے کوئی حق کی بات سننے اور اطاعت کرنے پر آمادہ نہ تھا بالخصوص جس کلمہ حق کی آپ ﷺ تبلیغ کرنے کھڑے ہوئے تھے۔ اس سے تمام قوم کے قلوب متنفر اور بیزار تھے ان حالات میں کون سی طاقت تھی جس سے ایک مفلس و نادار، بے یار و مددگار انسان نے تمام قوم کو اپنی طرف کھینچا اور اب غور کیجیے کہ آخر وہ کیا چیز تھی جس کی طرف آپ ﷺ نے مخلوق کو بلایا اور جس شخص نے اس چیز کو پالیا وہ پھر ہمیشہ کے لیے آپ ﷺ کا ہو رہا دنیا جانتی ہے کہ وہ صرف ایک سبق تھا جو آپ ﷺ کا مطمع نظر تھا اور مقصود اصلی تھا جس کو آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے پیش کیا "بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی دوسرے کو رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر۔" (آل عمران ع ۷) اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا ہر چیز کی عبادت اور اطاعت و فرمانبرداری کی ممانعت کی اور اغیار کے تمام بندھنوں اور علاقوں کو توڑ کر ایک نظام عمل مقرر کر دیا اور بتلادیا کہ اس سے ہٹ کر کسی دوسری طرف رُخ نہ کرنا۔"

(مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ قوم نہ بتاؤں جو نہ تو

نبی ہیں اور نہ شہداء لیکن قیامت کے دن انبیاء وشہداء ان کے مراتب پر غبطہ کریں گے۔ اس لیے کہ یہ لوگ اللہ کی طرف سے نور کے منبروں پر ہوں گے اور پہچانے جا رہے ہوں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ کے بندوں کو اللہ کا دوست بنائیں گے اور اللہ کو اس کے بندوں کا دوست بنائیں گے اور زمین پر امر بالمعروف کرتے ہوئے چلتے ہیں، میں نے عرض کیا یہ بات کہ اللہ پاک کو اللہ کے بندوں کا محبوب بنادے یہ تو ٹھیک ہے مگر یہ لوگ اللہ کے بندوں کو اللہ کا محبوب کیسے بنادیتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا لوگوں کو ان باتوں کا حکم دیتے ہیں جس کو اللہ پسند کرتا ہے اور ان باتوں سے منع کرتے ہیں جن کو اللہ ناپسند کرتا ہے، جب لوگ ان کا کہنا مان لیتے ہیں تو ان کو اللہ عزوجل دوست بنالیتا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کب ترک کر دیا جائے گا؟ حالانکہ یہ دونوں بھلے لوگوں کے اعمال کے سردار ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس وقت جب کہ تمہیں وہ بات لگے جو بنی اسرائیل کو لگی تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! بنی اسرائیل میں کیا چیز آگئی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے نیک لوگ برے لوگوں سے حق کہنے میں نرمی کریں اور فقہ تمہارے شریر لوگوں میں پہنچ جائے اور حکومت نوعمر میں آجائے ایسے وقت میں تم کو فتنے گھیر لیں گے، تم فتنوں میں بار بار پڑو گے اور فتنے تم پر بار بار واقع ہوں گے۔ (حیات الصحابہ جلد نمبر ۷)

ہر اُمتی کا ایک دوسرے پر حق:

اُمت محمدیہ ﷺ کا ہر شخص اس بات کا ذمہ دار ہے کہ وہ نیکی کی دعوت دے اور برائی سے روکے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اس شخص کی مثال جو حدود پر قائم ہے (یعنی اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے) اور اس شخص کی جو اللہ کی حدود میں پڑنے والا ہے (یا نافرمانی کرنے والا) اس قوم کی سی ہے جو ایک جہاز (بحری) میں بیٹھے ہوئے ہوں اور قرعہ سے جہاز کی منزلیں مقرر ہوگئی ہوں کہ بعض لوگ جہاز کے اوپر کے حصہ میں ہوں اور بعض لوگ نیچے کے حصہ میں ہوں جب پانی کی ضرورت نیچے والوں کو پڑتی ہے تو وہ جہاز کے اوپر کے حصہ پر آکر پانی لیتے ہیں اگر وہ یہ خیال کریں کہ ہمارے بار بار اوپر پانی کے لیے جانے سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی ہے اس لیے ہم اپنے ہی حصہ میں یعنی جہاز کے نیچے کے حصہ میں ایک سوراخ کھول لیں جس سے پانی یہاں ہی ملتا رہے اور اوپر والوں کو ستانا نہ پڑے۔ ایسی صورت میں اگر اوپر والے ان نادانوں کو اس تجویز سے نہ روکیں گے اور خیال کریں گے کہ ہمیں ان

نے کیا سروکار وہ جانیں ان کا کام جانے اس صورت میں وہ جہاز غرق ہو جائے گا اور دونوں فریق ہلاک ہو جائیں گے اور اگر وہ ان کو روک دیں گے تو دونوں فریق ڈوبنے سے بچ جائیں گے۔

فوائد: اسی طرح اگر نیک لوگ برے لوگوں کو برائی سے ہاتھ کے ذریعہ یا زبان کے ذریعہ کم از کم دل سے برا سمجھ کر نہ روکیں گے تو جو سزا اللہ کی طرف سے آئے گی۔ گناہوں کی وجہ سے ان لوگوں پر بھی آئے گی جو برائی کو روکنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کہ ہر گناہ کا خاصہ ہے کہ اس پر کوئی سزا ملتی ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ مدظلہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تاریخی کارنامے، دینی جذبے، قوت ایمانی کے ایسے قوی سرچشمے ہیں جن کی بدولت یہ امت اور دعوت دین کے مراکز ان سے نور ایمانی حاصل کر سکتے ہیں یہ وہی اسلاف کرام کی جماعت تھی جنہوں نے اپنے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دے دیئے۔ ان حضرات نے آنے والی حیات کو موجودہ حیات پر اور غائب کو موجود پر اور ہدایت کو گمراہی پر فوقیت و ترجیح دی، لوگوں کی دعوت و تبلیغ کے لیے انتہائی حریص تھے، اللہ کی مخلوق کو بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ واحد کی عبادت پر لگانا انہی حضرات کا کارنامہ ہے۔ مذاہب باطلہ کے جارحانہ قوانین سے اسلام کے عدل کی طرف لانا، دنیا کی تنگی سے آخرت کی وسعت کی طرف لے جانا دنیا کی خرافات سے نکال کر اللہ کی ملاقات کا شوق دلانا انہی حضرات کے کارنامے ہیں۔ اسلام کا پھیلانا اور اسلامی محاسن کی تمام عالم میں اشاعت کرنا انہی محاسن کی نشر واشاعت کے لیے حضرات زمین کے مغرب و مشرق اس کے نرم و سخت حصوں میں اس کی پستی اور بلندیوں پر پھیل گئے اپنی تمام لذتوں کو اس کام کے لیے چھوڑا اور ترک دیا، اپنے وطنوں اور اپنی راحتوں کو چھوڑا اپنی جانوں اور خالص مالوں کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا یہاں تک کہ دین خداوندی اس طرح عالم میں مستقر ہو گیا جیسے اونٹ اپنی گردن زمین پر ڈال کر بیٹھ جاتا ہے۔ قلوب اللہ کی طرف مائل ہوئے اور ایمانی ہوا بڑی طاقت اور رفتار کے ساتھ مبارکی اور خوشگواری پھیلاتی ہوئی چلی ہدایت اللہ تمام عالم میں پھیل گئی، انسان اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو گئے۔ (مقدمہ حیات الصحابہ رضی اللہ عنہم)

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے ☆ امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے ☆ پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے ☆ اس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

اقبال مساعد جب نہ رہا رکھے یہ قدم جس منزل میں
اشجار سے سایہ دور ہوا چشموں نے اُبلنا چھوڑ دیا
جب سر میں ہوائے اطاعت تھی سرسبز شجر اُمید کا تھا
جب صر صر عصیاں چلنے لگی اس پیڑ نے پھلنا چھوڑ دیا
اے خوشا چشمے کہ آں گریان اوست ☆ اے ہمایوں دل کہ آں بریان اوست
بوستان عاشقا سرسبز باد ☆ آفتاب عاشقاں تابندہ باد
ما اگر بے دست و پائے دعا جزیم ☆ رحمت او کار ما زندہ باد

حضور اکرم ﷺ نے آخری خطبہ حجۃ الوداع میں دعا فرمائی اے اللہ اس شخص کو شاد و آباد خوش و خرم رکھیو جو میری بات سنے اس کو محفوظ کرے اور دوسروں تک پہنچائے۔ یا اللہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس کا مصداق بننے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین!

فوائد دعوت و تبلیغ:

مختلف احادیث میں تبلیغ کے فوائد یہ بتائے گئے ہیں خسران سے نجات کا مدار، ایمان نیک عمل اور ایک دوسرے کو نیکی کرنے اور برائی سے روکنے کی وصیت کرتے رہنے میں ہے۔

جب تک امر بالمعروف و نہی عن المنکر رہے گا خیریت ایمان، عمل صالح، برکت، عزت، غلبہ اور عزت و شوکت رہے گی۔ دعوت کا عمل کرنے والوں پر رحمت نازل ہوتی ہے اور ان کو بھی ہمیشہ ہمیشہ ان تمام اعمال کا ثواب ملتا رہے گا۔ جو ان کے کہنے سے لوگ عمل کریں گے۔ تو اب مسلمانوں کی ہلاکت پریشانی فتنوں، مصیبتوں، عذابوں سے بچنے کے لیے اور سچا مسلمان بننے کے لیے بلکہ تمام انعامات الہیہ ترقی غلبہ راحت و آرام فلاح کرنے دنیا و دین حاصل کرنے کی تدبیر یہی ہے کہ جیسے حضرات صحابہ کرام ﷺ میں ہر شخص نیکی کا حکم اور برائی سے روکنے کا کام کرتا تھا۔ ہم میں بھی ہر ہر مسلمان یہ کام کرے۔ دوکاندار خریداروں کو، ملازم پیشہ اہل عمل کو، زراعت پیشہ کام کرنے والوں کو، صنعت و حرفت والوں، اپنے گھر والوں کو، دوستوں کو، ملنے والوں کو، نوکروں کو، ماتحتوں کو غرض جب اور جہاں ہوں اور جہاں تک ہو سکے فکر سے سمجھا کر دین دار بننے کی فرمائش کرتے رہیں۔ (دعوت و تبلیغ)

مسلمان بن کر دین کا پیغام پہنچائیں ہم ☆ دنیا و آخرت کا پھر آرام پائیں ہم

خطبہ چہارم:

فضائل وفوائدِ نکاح وحقوقِ نسواں

شوال المکرم کے مہینہ میں صدیقہ کائنات ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ورخصتی ہوئی اس مناسبت سے اس خطبہ کا عنوان فوائد وفضائل نکاح تجویز کیا گیا۔ اسلام نے عورت کو جو عزت وعظمت دی ہے۔ اس کا ذرہ بھی دیگر مذاہب میں نہیں ہے۔ اس لیے اس خطبہ میں حقوق نسواں کے متعلق بھی کچھ ذکر کیا جائے گا۔ نکاح کے متعلق اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ [پارہ ۱۸ سورہ نور آیت ۳۲]

ترجمہ: ''اور تم میں جو مرد وعورت بے نکاح کے ہیں۔ ان کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو نکاح کی صلاحیت رکھتے ہوں ان کا بھی نکاح کر دیا کرو اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کرے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا فیاض اور سب کی حالت جاننے والا ہے۔

علماء فقہاء کی اصطلاح یعنی شریعت میں نکاح اس خاص عقد ومعاہدہ کو کہتے ہیں جو مرد وعورت کے درمیان ہوتا ہے اور جس سے دونوں کے درمیان زوجیت کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔

نکاح کی اہمیت:

مظاہر حق میں ہے ''نکاح یعنی شادی صرف دو افراد کا ایک سماجی بندھن، ایک شخصی ضرورت، ایک طبعی خواہش اور صرف ایک ''ذاتی معاملہ'' ہی نہیں بلکہ یہ معاشرۂ انسانی کے وجود بقاء کا ایک بنیادی ستون بھی ہے اور شرعی نقطۂ نظر سے ایک خاص اہمیت وفضیلت کا حامل ہے۔ نکاح کی اہمیت اور اس کی بنیادی ضرورت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے شریعت محمدی ﷺ تک کوئی ایسی شریعت نہیں گزری جو نکاح سے خالی رہی ہو۔ اس لیے علماء کہتے ہیں کہ ایسی کوئی عبادت نہیں ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک شروع ہو اور جنت میں باقی رہے سوائے نکاح اور ایمان کے چنانچہ ہر شریعت میں مرد وعورت کا اجتماع ایک خاص معاہدہ کے تحت شروع رہا ہے اور بغیر اس معاہدہ کے مرد وعورت کا باہمی اجتماع کسی بھی شریعت ومذہب نے جائز قرار نہیں دیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس معاہدہ کی صورتیں مختلف رہی ہیں اور اس کے شرائط واحکام میں تغیر وتبدل ہوتا رہا ہے چنانچہ اس بارہ میں اسلام نے جو شرائط مقرر کی ہیں۔ جو احکام نافذ کیے ہیں اور جو قواعد وضوابط وضع کیے ہیں

(وہ احادیث میں موجود ہیں) (مظاہر حق)

اللہ ہمیں خاک کرے اپنی طلب میں ☆ یہ خاک تو سرکار سے تمغہ ہے ہمارا
کچھ اور ہی ہے اب میرے دن رات کا عالم ☆ ہر وقت اب ان سے مناجات کا عالم
رنگ تقویٰ رنگ طاعت رنگ دیں ☆ تا ابد باقی بود بر عابدیں
رنگ شک و رنگ کفران و نفاق ☆ تا ابد باقی بود بر جان عاق

نکاح کے فوائد:

نکاح کا جہاں سب سے بڑا عمومی فائدہ نسل انسانی کا بقاء اور باہم توالد و تناسل کا جاری رہنا ہے وہیں کچھ اس میں مخصوص فائدے اور بھی ہیں جن کو پانچ نمبروں میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(۱) نکاح کر لینے سے جنسی ہیجان کم ہو جاتا ہے۔ یہ جنسی ہیجان انسان کی اخلاقی زندگی کا ایک ہلاکت خیز مرحلہ ہوتا ہے جو اپنے سکون کی خاطر مذاہب و اخلاق ہی کی نہیں شرافت و انسانیت کی بھی ساری پابندیاں توڑ ڈالنے سے گریز نہیں کرتا، مگر جب اس کو جائز ذرائع سے سکون مل جاتا ہے تو پھر پابند اعتدال ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جائز ذریعہ صرف نکاح ہی ہو سکتا ہے۔

(۲) نکاح کرنے سے اپنا گھر بستا ہے، خانہ داری کا آرام ملتا ہے، گھریلو زندگی میں سکون و اطمینان کی دولت نصیب ہوتی ہے اور گھریلو زندگی کے اس اطمینان و سکون کے ذریعہ نجات انسانی کو فکر و عمل کے ہر موڑ پر سہارا ملتا ہے۔

(۳) نکاح کے ذریعہ سے کنبہ بڑھتا ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو مضبوط و زبردست محسوس کرتا ہے اور معاشرہ میں اپنے حقوق و مفادات کے تحت کے لیے اپنا رعب داب قائم رکھتا ہے۔

(۴) نکاح کرنے سے نفس مجاہدہ کا عادی ہو جاتا ہے کیونکہ گھر بار اور اہل و عیال کی خبر گیری و نگہداشت اور ان کی پرورش و پرداخت کے سلسلہ میں مسلسل جدوجہد کرنا پڑتی ہے اس مسلسل جدوجہد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان بے عملی اور لاپرواہی کی زندگی سے دور رہتا ہے جو اس کے لیے دنیاوی طور پر بھی نفع بخش ہے اور اس کی وجہ سے وہ دینی زندگی یعنی عبادات و اطاعت میں بھی چاق و چوبند رہتا ہے۔

(۵) نکاح ہی کے ذریعہ صالح و نیک بخت اولاد پیدا ہوتی ہے ظاہر ہے کہ کسی شخص کی زندگی کا سب سے گرانمایہ سرمایہ اس کی صالح اور نیک اولاد ہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ نہ صرف دنیا میں سکون و اطمینان اور عزت و نیک نامی کی دولت حاصل کرتا ہے بلکہ اُخروی طور پر بھی فلاح و سعادت کا

حصہ دار بنتا ہے۔ (مظاہر حق)

احکام نکاح:

بعض اوقات نکاح فرض ہوتا ہے۔ بعض اوقات واجب بعض اوقات سنت مؤکدہ، بعض اوقات میں مکروہ بعض اوقات حرام۔

فرض ہونا نکاح کا:

نکاح اس وقت فرض ہو جاتا ہے جب کہ جنسی ہیجان اس درجہ غالب ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں بدکاری میں مبتلا ہو جانے کا یقین ہو اور بیوی کے مہر پر اور اس کے خرچ نفقہ پر قدرت حاصل ہو۔

واجب نکاح:

اگر قدرت جسمانی و مالی ہے اور بدکاری میں مبتلا ہونے کا یقین نہ ہو تو نکاح کرنا واجب ہے جنسی ہیجان کا غلبہ ہو مگر بدکاری میں مبتلا ہونے کا یقین نہ ہو۔

سنت مؤکدہ نکاح:

اعتدال کی حالت میں نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے یعنی جنسی ہیجان کا غلبہ نہ ہو اور قدرت جسمانی و مالی ہو اگر بدکاری سے بچنے و افزائش نسل کی نیت سے نکاح کرے گا تو ثواب بھی ملے گا۔

مکروہ نکاح:

اگر بیوی پر ظلم کرنے کا خوف ہو کہ مزاج سخت ہے تو نکاح کرنا مکروہ ہے اگر بیوی پر ظلم کرنے کا یقین ہے کہ مزاج سخت ہے اور قابل برداشت نہیں ہے تو نکاح کرنا حرام ہے۔ (مظاہر حق)

نیک بخت عورت بہترین متاع:

نیک سیرت عورت انسان کے لیے بہت بڑی نعمت ہے وہ انسان کے لیے نیکی کے کاموں میں معاون و مددگار ہوتی ہے لیکن اگر بدسیرت ہے تو اس سے بڑا وبال بھی کوئی نہیں ہوتا۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بِنْ عَمْرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلدُّنْیَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ)). [رواہ مسلم، مشکوٰۃ]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''پوری دنیا ایک متاع ہے اور دنیا

کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔"

فضیلت نکاح:

((عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ)).

حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔ جلیس الناصحین میں نکاح کے ساتھ فوائد ذکر کیے گئے ہیں:

اولاد کا ہونا جو والدین کے لیے دعائے مغفرت کریں گے اور جو چھوٹے بچے مر جاتے ہیں وہ قیامت کے دن اپنے والدین کے لیے دعائے مغفرت کریں گے اور قیامت کے دن اپنے والدین کی سفارش کریں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

ان الطفل یاخذ ثوب ابویه ویجر الی الجنة

ترجمہ "قیامت میں چھوٹے بچے اپنے والدین کے دامن پکڑ کر جنت میں کھینچ لے جائیں گے۔"

(۱) شیطان سے حفاظت ہوتی ہے شہوت کا زور ٹوٹتا ہے آدمی بدنگاہی سے محفوظ رہتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے جس نے نکاح کر لیا اس نے اپنا نصف دین محفوظ کر لیا ایک اور حدیث میں ہے جس نے نکاح کیا اس نے شیطان کے شر سے نجات پائی۔

(۲) نکاح سے سکون ملتا ہے دل کو راحت ہوتی ہے اللہ فرماتے ہیں ہم نے تمہارے لیے بیویاں مقرر کیں تا کہ تم سکون حاصل کرو یعنی جب تھکے ماندے گھر میں آؤ گے تو تمہیں سکون و آرام ملے گا۔

(۳) صالح عورت کا گھر میں ہونا اللہ کی نعمت ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ایک صالح عورت ہزار غیر صالح مردوں سے بہتر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایمان کے بعد اللہ نے صالح عورت سے بہتر کوئی چیز نہیں عطا کی۔

(۴) نکاح مجاہدہ نفس ہے کیونکہ اس کے حقوق کا لحاظ اور بدخوئی پر صبر اور اصلاح میں کوشش اور عدل بین الازواج لازمی و ضروری ہوتا ہے اور حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جو کچھ تم اپنے اہل پر خرچ کرو گے وہ ثواب میں مثل صدقہ کے ہے اور نفقہ دینے والا مرد غازی کا ثواب پائے گا۔ حضرت بشر حافیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ پر جنید بغدادیؒ کو فضیلت حاصل ہے اس لیے کہ میں صرف اپنے نفس کے لیے مجاہدہ کرتا ہوں

اور وہ اپنے اہل وعیال کے لیے طلب اکل حلال میں مجاہدہ کرتے ہیں۔

(۵) نکاح سے قرابت بڑھتی ہے اور محبت کی نسبت غالب ہوتی ہے۔

(۶) نکاح سے غنا حاصل ہوتا ہے جیسا کہ سورۃ نور میں اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ بے بیاہے مرد وعورت غریب ہوں گے تو نکاح کی برکت سے اللہ ان کو غنی کردے گا۔ نکاح کرنے سے نیت یہ ہو کہ گناہوں سے حفاظت ہو اور سنت پر عمل ہو نہ کہ صرف حظ نفس مقصود ہو۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ نکاح کا اعلان ہو اور نکاح مسجد میں کرو۔ افسوس کہ آج بہت سے نکاح ہوٹلوں میں میرج ہالوں میں ہوتے ہیں اور بے پردگی ہوتی ہے مرد وعورت کا میل جول ہوتا ہے بے پردگی ہوتی ہے دلہنوں کو بیوٹی پارلر میں آراستہ کیا جاتا ہے یہ فضول خرچی و گناہ ہے۔ بہت سے نکاحوں میں مووی بنائی جاتی ہے یعنی پوری فلم تیار کی جاتی ہے یہ بہت بڑا گناہ ہے اسی طرح ولیمہ کی دعوت میں بے تحاشا کھانا ضائع کیا جاتا ہے یہ اللہ کی نعمت روزی کی ناقدری ہے اور عموماً لوگ انگریزوں کی نقالی میں کھانا کھڑے ہوکر کھاتے ہیں یہ غیر قوموں کے ساتھ مشابہت ہے حدیث میں ہے جو غیر قوم سے مشابہت اختیار کرے گا قیامت کے دن اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔

شوہر کے بیوی پر حقوق:

(۱) عورت کو چاہیے اپنے خاوند کی خواہش کا احترام کرے۔

(۲) بغیر خاوند کی اجازت کے گھر سے باہر نہ نکلے اور اسکی اجازت کے بغیر کوئی قیمتی چیز کسی کو نہ دے ہاں عام برتنے کی چیزیں جیسے دیا سلائی سوئی برتن وغیرہ دے سکتی ہے۔

(۳) نفل روزہ بغیر اس کی اجازت کے نہ رکھے۔

(۴) اپنے خاوند کی غیبت اور اس کے عیوب ظاہر نہ کرے۔

(۵) اپنے آپ کو پردہ کا پابند رکھے خود کو نامحرم کی نظر سے بچائے۔

(۶) شوہر کے مال کی حفاظت کرے۔ اگر اس کے خاوند کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد ہو تو ان پر شفقت ورحم سے پیش آئے۔

(۷) اپنے حسن کی وجہ سے خاوند پر فخر نہ کرے اور اسکی بدصورتی کی وجہ سے اسے حقیر نہ جانے۔

(۸) محتاج شوہر کو حقارت سے نہ دیکھے۔

(۹) غلط وناجائز فرمائشیں نہ کرے نیز شوہر کی حیثیت سے زیادہ فرمائشیں نہ کرے۔

(۱۰) بیماری میں پورے طریق سے اس کی خدمت کرے۔

(۱۱) اوقات عبادت میں شوہر کی مدد کرے۔ مثلاً جگانے میں پانی وغیرہ بھر کر دینے میں اگر آسانی ہو تو ورنہ خاوند کو چاہیے کہ وہ اس کو تکلیف نہ دے۔

(۱۲) اپنے شوہر کو خیر و بھلائی سے یاد کرے

(۱۳) اگر شوہر فوت ہو گیا ہو تو اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتی رہے۔

(۱۴) شوہر کے مرنے کے بعد چار مہینے دس دن سوگ کرے زینت سنگار وغیرہ نہ کرے گھر سے نہ نکلے۔

بیوی کے شوہر پر حقوق:

(۱) بیوی کے ساتھ جو حق مہر طے ہو وہ ادا کرے۔

(۲) قدر حیثیت خرچہ وغیرہ دے۔

(۳) ضروریات روزمرہ کا سامان مہیا کرے۔

(۴) اگر خود عطر وغیرہ لگاتا ہے تو بیوی کو بھی مہیا کرے۔

(۵) حسب توفیق رہنے کا مکان دے۔

(۶) بیوی کو مسائل ضروریہ روزہ، نماز حج، ماہواری کے مسائل سکھائے اگر خود نہ جانتا ہو کسی سے پوچھ کر بتائے۔

(۷) بیوی کو بلا ضرورت شرعی پریشان نہ کرے ترش روئی سے پیش نہ آئے۔

(۸) اگر حیثیت ہو تو زیور بھی پہنائے۔

(۹) بیوی کے سامنے ان عورتوں کا ذکر نہ کرے جن کو اس کی بیوی سے زیادہ جہیز ملا ہو۔

(۱۰) اگر دو بیویاں ہوں ان میں سے ایک غریب ہو تو غریب کی اہانت نہ کرے۔

(۱۱) بیوی کے رشتہ داروں سے بھی وہی سلوک کرے جو اپنے عزیزوں کے ساتھ کرتا ہے۔

(۱۲) بیوی پر خرچ کر کے احسان نہ جتلائے گالی نہ دے۔

(۱۳) اگر سفر سے واپس آئے تو حسب توفیق بیوی کے لیے کوئی تحفہ لائے۔

(۱۴) بیوی اگر فوت ہو گئی ہو تو اس کے مرنے کے بعد اس کے عزیز و اقارب کی خاطر مدارت کرے اور حقوق کی رعایت کرے۔

نکاح کس عورت سے کرے؟

حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کسی عورت سے نکاح کرنے کے

بارے میں چار چیزوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ (۱) اس کا مالدار ہونا (۲) اس کا حسب ونسب والی ہونا (یعنی اچھے خاندان کا ہونا) (۳) اس کا حسین وجمیل ہونا (۴) اس کا دین دار ہونا، دیندار عورت کو اپنا مطلوب قرار دو اور خاک آلود ہوں تیرے ہاتھ۔" (بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ)

تشریح: انسان کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ ایسی عورت سے نیاہ کرے جو باحیثیت و باعزت و اچھے خاندان وقبیلہ کی فرد ہوتا کہ عورت کی وجہ سے اپنی اولاد کے نسب میں شرف وبلندی کا امتیاز حاصل ہو۔ حاصل یہ کہ عام طور پر لوگ عورت سے نکاح کرنے کے سلسلہ میں مذکورہ چار چیزوں کو بطور خاص ملحوظ رکھتے ہیں کہ کوئی شخص تو مالدار عورت سے نکاح چاہتا ہے۔ بعض لوگ اچھے حسب ونسب کی عورت کو بیوی بنانا پسند کرتے ہیں، بہت سے لوگوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ایک حسین وجمیل عورت ان کی رفیقہ حیات بنے اور کچھ نیک بندے دین دار عورت کو فوقیت دیتے ہیں۔ لہٰذا دین و مذہب سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ دین دار عورت ہی کو اپنے نکاح کے لیے پسند کرے کیونکہ اسی میں دنیا کی بھی بھلائی ہے اور آخرت کی بھی سعادت ہے۔ حدیث کی آخری بات خاک آلود ہوں تیرے ہاتھ کا مطلب یہ ہے کہ دین دار عورت کو اپنا مطلوب قرار دے۔

ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہ ﷺ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب تمہارے پاس کوئی شخص نکاح کا پیغام بھیجے اور تم اس شخص کی دینداری اور اس کے اخلاق سے مطمئن و خوش ہو تو اس کا پیغام منظور کر کے اس سے نکاح کر دو اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین پر فتنہ اور بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔ (ترمذی، بحوالہ مشکوٰۃ)

تشریح: یہ ارشاد گرامی دراصل عورتوں کے سرپرست اولیوں سے ایک خطاب اور ان کے لیے ضروری ہدایت ہے کہ اگر کوئی دین دار اور اچھے اخلاق واطوار کا حامل شخص تمہاری بیٹی یا تمہاری بہن وغیرہ سے نکاح کا پیغام بھیجے تو اس کا پیغام منظور کر لو اور اس سے نکاح کر دو، اگر ایسا نہ کرو گے بلکہ ایسے شخص کے پیغام کو نظر انداز کر کے کسی مالدار و باثروت شخص کے پیغام کے انتظار میں رہو گے جیسا کہ اکثر دنیاداروں کی عادت ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اکثر عورتیں بغیر خاوند کے بیٹھی رہ جائیں گی اور اکثر مرد بغیر بیوی کے پڑے رہیں گے اس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ بدکاری اور برائیوں کا عام چلن ہو جائے گا بلکہ ان عورتوں کی سرپرست اور ولی بڑی بڑی قسم کی عار وغیرت میں مبتلا ہوں گے پھر جو لوگ ان کو عار دلائیں گے وہ ان سے لڑنے جھگڑنے لگیں گے آخر کار اس برائی وفحاشی اور لڑائی جھگڑے سے ایک ہمہ گیر فتنہ و فساد کی شکل پیدا ہو جائے گی۔ (مظاہر حق)

کون سا نکاح بابرکت ہے؟

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا بلاشبہ بہت زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے جو محنت کے لحاظ سے آسان ہو۔

تشریح: یعنی ایسا نکاح جس میں بیوی کا حق مہر تھوڑا ہو اور عورت زیادہ مال واسباب اور حیثیت سے زیادہ ضروریات زندگی یعنی روٹی کپڑا طلب کر کے مرد کو پریشان نہ کرے بلکہ شوہر کی طرف سے جو کچھ اور جیسا کیسا مل جائے برضا ورغبت اسی پر قناعت کرے، اسی طرح جہیز کی رسم بھی بری ہے جس کی وجہ سے عورتیں بوڑھی ہو جاتی ہیں اس کا وبال بھی سرپرستوں وماں باپ پر ہے۔

شادی بیاہ کی رسومات بدعات:

یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ نکاح جیسا پاکیزہ معاملہ بھی غیر مسلموں کی ناپاک رسموں اور ملکی رواجوں سے محفوظ نہیں رہا ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس ملک کی غیر شرعی رسمیں جس کثرت اور شدت کے ساتھ مسلمانوں کے شادی بیاہ کے معاملات میں داخل ہوگئی ہیں اس نے نکاح کے اسلامی اور مسنون طریقے کو بالکل ہی اوجھل کر دیا ہے اور اب تو جس قدر رسمیں رائج ہیں یا پہلے رائج تھیں ان سب کا احاطہ کرنا بھی ناممکن ہو گیا ہے تاہم اس موقع پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کچھ رسموں اور بدعتوں کا ذکر کر دیا جائے تاکہ ان سے بچنے کی کوشش کی جائے۔ حرام باجوں اور مزامیر ڈھول وغیرہ کا استعمال کرنا، ناچ گانے اور قوالی کا انتظام کرنا، سہرا باندھنا، کٹھ پتلیوں کے کھیل جیسی لغویات کرانا۔ گھربار کی غیر معمولی اور اسراف وفضول خرچی کی حد تک زیبائش و آرائش کرنا جیسے دیواروں کو کپڑے سے ڈھانکنا، گھوڑے پر سواری کرنا، بارات لے کر بلاضرورت شہر میں پھرنا، دولہا کا شہر وآبادی کے مزارات پر جانا اور وہاں کچھ نقد چڑھانا پھر بارات میں شامل ہو جانا بارات کے ساتھ ڈھول باجے گانے ہونا گانے والے مرد وعورت کو شامل کرنا، آتش بازی کے ذریعہ اپنا مال ضائع کرنا، اور بارات میں مردوں کے سامنے عورتوں کا جلوہ آرائی کرنا۔ یہ سب چیزیں بہت سی برائی کی ہیں اور حرام ہیں۔ اسی طرح یہ چیزیں بھی حرام ہیں نکاح کی مجلس میں مستور چیزوں کو ظاہر کرنا دکھانا، دولہا کو ریشمی مسند پر بٹھانا دولہا کی پگڑی کو ڈوری سے ناپنا اور پھر اس ڈوری کو ٹونا کرنے والے یا ساحر جادوگر کو دینا تاکہ وہ اس کے ذریعے دلہا، دلہن کے درمیان محبت کے لیے کوئی ٹونا کرے، سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا، باراتیوں اور دولہا کے قرابت داروں کی حد سے زیادہ تعریف وتوصیف کرنا اور ان کی بے جا خوشامد چاپلوسی میں ایسی باتیں بیان کرنا جو

بالکل جھوٹی ہوں۔ ایسے ہی یہ چیزیں بھی حرام ہیں دولہا کا ریشم یا زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننا مردوں کے لیے ایسے کپڑے شادی کے علاوہ بھی پہننے حرام ہیں۔ دولہا کے سر سے پگڑی اتار کر دلہن کے سر پر رکھ دینا، دولہا کا دلہن کے گرد سات بار چکر لگانا۔ اجنبی عورتوں کا دولہا کے پاس آنا اور اسے ہاتھ لگانا یا اس کے ناک کان پکڑنا اور اس سے بے حیائی کی باتیں کرنا۔ دولہا کا انگوٹھا دودھ کے ذریعہ عورت سے دھلوانا، عورتوں کا دولہا کو شکر کھلانا اور دودھ پلانا مصری کی ڈلی دلہن کے بدن پر رکھ کر دولہا سے کہنا کہ اسے اپنے منہ سے اٹھالو اور خلوت میں جب دُلہا دُلہن جمع ہوں تو عورتوں کا انہیں گھیرے رہنا یہ سب چیزیں بدعت اور حرام ہیں اس کے علاوہ کھڑے ہو کر کھانے کھانا تصویریں بنانا، چراغاں کرنا، اسٹیج سجانا، گانے بجانا، کاریں گاڑیاں سجانا سب ناجائز ہیں۔ (مظاہر حق)

حقوقِ نسواں:

اسلام سراسر عدل وانصاف کا مذہب، سراسر خیر ورحمت کا مذہب ہے اور اسلام فطری مذہب ہے وہ حقوق کا ضامن ہے، اسلام نے جو عورت کو مقام دیا ہے وہ دنیا کے کسی مذہب نے نہیں دیا لیکن ہر چیز کے لیے اللہ نے جو ضابطہ ونظام رکھا ہے اگر اس ضابطہ ونظام سے اس چیز کو ہٹا دیا جائے تو اس سے فائدے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس میں شر ہی شر ہوگا فتنہ وفساد ہوگا۔ اللہ رب العزت نے پانچ انگلیاں برابر وایک جیسی نہیں بنائیں اگر کوئی مساوات کا دعوے دار کہے کہ سراسر ناانصافی ہے ہم سب کو برابر کریں گے بھلا بتاؤ اس کا انجام کیا ہوگا۔ اسی طرح چلنے کے لیے اللہ نے پاؤں بنائے ہیں کوئی مساوات کا دعوے دار کہے کہ ہمیشہ پاؤں کے بل ہی چلنا یہ سراسر ناانصافی ہے اب ہم بجائے پاؤں سے چلنے کے سر کے بل چلیں گے بتاؤ اس کا انجام کیا ہوگا اسی طرح کوئی ماڈرن زمانے کی ترقی معکوس کا مغلوب کہے کہ کھانا ہمیشہ منہ کے ذریعہ ہی کھایا جاتا ہے اب ہم برابری کی بنیاد پر ناک کے ذریعہ کھانا ٹھونسیں گے بتاؤ اس کا انجام کیا ہوگا۔ اسی طرح مرد وعورت کی ساخت وجسم کی بناوٹ ایک جیسی نہیں اسی طرح ان کے وظائف وذمہ داریاں بھی ایک جیسی نہیں اگر ایک جیسی ذمہ داریاں وفرائض ہوتے تو جسم کی بناوٹ بھی ایک جیسی ہوتی تو جس طرح ایک جسم کے مختلف حصوں کے الگ الگ کام وفرائض ہیں مگر ان کو چھوڑ کر ان سے دوسرے کام لیے جائیں مثلاً ہاتھوں سے چلنے کا کام ناک سے کھانے کا کام وغیرہ تو جسم کا نظام برباد ہو جائے گا اسی طرح مرد وزن کے علیحدہ علیحدہ فرائض وذمہ داریاں ہیں اگر ان میں ردوبدل کیا جائے گا تو انسانی نظام تباہ وبرباد ہو جائے گا کیونکہ قانون فطرت کی مخالفت ہوگی۔ اللہ نے مرد کے ذمہ

لگایا تھا کہ وہ کما کر عورت کی کفالت کرے پہلے باپ یا بھائی کی حیثیت سے پھر شوہر کی حیثیت سے، مگر افسوس کہ مغربی و یورپی تہذیب نے یہ کتنا بڑا ظلم کیا ہے کہ جو اس کے ذمہ فریضہ تھا وہ بھی عورت پر ڈال دیا۔ اب عورت پر کتنا بڑا ظلم ہے کہ وہ اپنے فطری وظائف و ذمہ داریاں یعنی بچے جننا اور ان کو پالنا بھی نبھائے اور پورا کرے اور پھر روزی بھی کمائے تو ڈبل ذمہ داری عورت پر آئی مرد پر صرف ایک ذمہ داری آئی حالانکہ عورت پہلے بھی کمزور ہے اور پھر اس پر ذمہ داری بچوں کے جننے اور ان کی پرورش کرنے کی بہت زیادہ ہے تو چاہیے تو یہ تھا کہ اس کے ساتھ آسانی کا معاملہ کیا جاتا الٹا اس کو تکلیف میں ڈال دیا گیا اور پھر اس خلاف فطرت طور طریقہ کا نام ترقی رکھا گیا ہے بقول ان مساوات کے دعوے داروں کے ہم عورتوں کو برابری کی سطح پر لائیں گے تو ان کو چاہیے تھا کہ بچے بھی خود جنیں اور ان کو عورتوں کی طرح پالیں اور پرورش بھی کریں۔ افسوس کہ صرف مردوں نے اپنی شہوانی تسکین کی خاطر اس کا دوپٹہ اتار کر، بے پردہ کیا، اس کی عزت اور ناموس کو داغدار کیا اور جانوروں جیسی زندگی پر لا کھڑا کیا اور پھر اس کو بے بس و مجبور کر کے خود دور ہو گئے یہ تحفہ ہے بے دینی و گمراہی کی زندگی کا اگر عورتوں پر آسانی اس مغرب تہذیب کا مقصد ہے تو چاہیے تھا کہ ان کو بچے جننے سے فارغ کر دیتے اور خود بچے جنتے مگر ظالموں کے بس میں یہ تو ہو نہیں سکتا تو اپنا بوجھ نوکریاں کرنے سروس کرنے اور کمانے کا الٹا اس پر ڈال دیا بلکہ اپنا دامن چھڑا لیا کہ ہماری ذمہ داری کفالت کی ختم ہو جائے وہ خود کمائے ہم صرف اس سے اپنی تسکین حاصل کریں۔ یعنی شہوت کی آگ بجھائیں اور پھر اس کو لاوارث چھوڑ دیں قربان جائیں اس پاکیزہ معاشرہ پر جو حضور اکرم ﷺ لائے کہ مردوں کو قابو کیا گیا اور ان پر ذمہ داری ڈالی گئی اور ذمہ داری نہ نبھانے پر سزائیں بتائیں گئیں۔ اس لیے عورتوں کو چاہیے کہ مغرب کے پُر فریب نعروں میں نہ آئیں بلکہ اسلام کے پاکیزہ احکامات پر عمل کریں ورنہ کہیں ان کا بھی وہی حشر نہ ہو جو آج یورپ کی تہذیب میں عورت کا ہو رہا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو عورت اپنے بال بچوں کے گھر ہی بیٹھی رہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگی (کنز العمال) ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کا گھر کے کام کاج میں مشغول رہنا انشاء اللہ ان کو مجاہدین کے ثواب کے برابر کر دے گا۔ (کنز العمال)

دور مستقبل:

یہ موجودہ طریقے راہیٔ ملک عدم ہوں گے
نئی تہذیب ہوگی اور نئے ساماں بہم ہوں گے

نہ خاتونوں میں رہ جائے گی پردے کی یہ پابندی
نہ گھونگھٹ اس طرح سے حاجت روئے صنم ہوں گے
عقائد پر قیامت آئے گی ترمیم ملت سے
نیا کعبہ بنے گا مغربی پتلے صنم ہوں گے
بدل جائے گا معیار شرافت چشم دنیا
زیادہ تھے جو اپنے زعم میں وہ سب سے کم ہوں گے

اسلام عفت و پاکدامنی صاف ستھرا پاکیزہ مذہب ہے، پارکوں، مارکیٹوں، بازاروں اور تقریبات میں فیشن والے لباس پہن کر عورتوں کا شریک ہونا یہ کوئی ترقی نہیں ہے عورت کی عزت اس میں ہے کہ وہ گھر کی ملکہ بن کر اپنے بچوں کی پرورش و تربیت کرے تاکہ بچے اسلامی تربیت جو اعلیٰ اخلاق پر مشتمل ہے سے آراستہ ہوں، مغرب کی عورت کی حیثیت اب ایک کتیا سے زیادہ نہیں رہی وہ سڑکوں پر کھڑی ہو کر گاڑیوں کے شیشے صاف کرتی ہے مرد اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر اسے بے یارومددگار چھوڑ دیتے ہیں کیا یہی ترقی ہے۔ اسلام نے اس صنف نازک کو ہر مناسب حق دیا۔ ایک زمانہ میں بعض مغربی ممالک میں تو عورت کو انسان بھی تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ ہندوؤں میں عورت کو (ستی) کرنے کی رسم یعنی خاوند کے مرنے کے بعد وہ بھی زندہ جلا دی جاتی یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔ اسلام میں اسے بڑی عزت کا مقام دیا گیا ہے۔ کہیں وہ بیٹی کی حیثیت سے ہے کہیں وہ بہن کی حیثیت سے کہیں ماں کی حیثیت سے کہیں بیوی کی حیثیت سے اور حیثیت سے اس کے حقوق متعین کیے گئے ہیں اللہ تعالیٰ مسلمان عورتوں کو اسلامی معاشرہ اپنانے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین!

پردے کی اہمیت:

حافظ ابن کثیرؒ ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۵۹] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانے میں عورتیں باہر بے پردہ نکلا کرتی تھیں حق تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ وہ باپردہ نکلا کریں تاکہ وہ کافر عورتوں سے ممتاز رہیں۔ عورتوں کا بے پردہ بازاروں اور مجلسوں میں مرد و زن کا اختلاط زمانہ جاہلیت کا طریقہ تھا قرآن کریم نے جاہلیت کے اس ناپاک طرز معاشرت کو بڑی سختی سے منع فرمایا۔ اس لیے کہ اس سے آوارہ لوگوں کو عورتوں پر آواز کسنے چھیڑ چھاڑ کرنے کا موقع ملتا تھا۔ اسلام چونکہ سراسر پائی طہارت، غیرت و

عزت کا مذہب ہے اس سے منع فرمایا یورپ میں اور اس طرح جس ملک میں بے پردگی آئی اس ملک کی اخلاقی تباہی و بربادی ہوگئی۔ بے پردگی نے جسمانی زیبائش کا راستہ کھولا پھر اس نے بے حیائی کی صورت اختیار کرلی۔ اب یورپ انسانوں کی سرزمین نہیں بلکہ وہاں کے ہوٹل کلب اور سیرگاہیں شہوت پرست گدھوں کی چراگاہ بنے ہوئے ہیں۔

خطبہ پنجم:

سود کی حرمت واسلام کا معاشی نظام

ماہ شوال المکرّم میں سود کے حرام ہونے کی آیت نازل ہوئی اس لیے اس خطبہ کا عنوان سود کی حرمت ہے اور اسلامی نظام خیر و برکت کا ہے تو آخر میں اسلامی معاشی نظام کی خوبیاں و محاسن ذکر کی جائیں گی، تاکہ دونوں نظاموں کا تقابل سامنے آجائے اللہ رب العزت انسان کے خالق و مالک اور رب کریم ہیں اس کی شفقت و رحم ماں سے بھی زیادہ ہے اس لیے جس چیز کو اس نے حرام قرار دیا اس میں خیر ہو ہی نہیں سکتی انسانوں کے لیے وہ تا قیام قیامت شر ہی شر ہے اور اس سے بچنے و پرہیز کرنے میں ہی بہتری ہے افسوس کہ آج کے بعض نام نہاد و محقق و مفکر و مجتہد اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے کے لیے مختلف چور راستے تلاش کرتے رہتے ہیں اور دور راز کار تاویلیں کرتے رہتے ہیں۔ اللہ کی حرام کردہ اشیاء میں بظاہر اگرچہ فائدہ نظر آرہا ہو مگر انجام کار اس میں نقصان و خسارہ و تباہی و بربادی ہے جیسے سانپ بظاہر بڑا خوبصورت نظر آتا ہے مگر ہاتھ لگانے سے پتہ چلتا ہے کہ کتنا فائدہ ہے۔ آج کے نام نہاد انگریزی یہودی ذہن سے مرعوب لوگوں کو چاہیے کہ چندروزہ زندگی کی خاطر آخرت کی زندگی کو تباہ و برباد نہ کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ط وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ o يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ o اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ o يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ o فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ

اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾ [پارہ ۳ آیت ۲۷۵ تا ۲۷۹ سورۃ بقرہ]

ترجمہ: ''جو لوگ سود خور ہیں وہ نہیں اٹھیں گے مگر جیسے وہ شخص اٹھتا ہے جس کو آسیب نے چمٹ کر حواس باختہ کر دیا یہ سزا ان کو اس لیے ہوگی کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے پھر جس شخص کے پاس اس کے رب کی جانب سے نصیحت پہنچ چکی اور وہ آئندہ کے لیے باز آ گیا تو جو گزر چکا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور جو کوئی دوبارہ پھر وہی کرے تو ایسے ہی لوگ دوزخی ہیں وہ اس آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ ناپسند کرتا ہے ہر ناشکر گنہگار کو البتہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں اور نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ ادا کی تو ان کے رب کے پاس ان کا ثواب محفوظ ہے اور نہ ان کو کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم حقیقی ایمان دار ہو پھر اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے جنگ کا اعلان سن لو اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے اصل مال تمہارے لیے ہیں نہ تم کسی پر زیادتی کرو اور نہ تم پر زیادتی کی جائے۔ (کشف الرحمٰن)

سود کس کو کہتے ہیں؟

سود کو عربی میں ربا کہتے ہیں۔ ربا کے معنی ہیں زیادتی اور شرعاً اس کے معنی ہیں وہ زیادتی جو بغیر عوض کے حاصل کی جائے مثلاً دس تولہ چاندی کے بدلے کوئی شخص بارہ تولے چاندی وصول کرے تو یہ دو تولے چاندی ایسی زیادتی ہے جو بغیر کسی عوض کے وصول کی گئی اس زیادتی کو ربا کہتے ہیں۔ يتخبطه الشيطن کا مطلب یہ ہے کہ جو حالت آسیب زدہ شخص کی ہوتی ہے وہی قبروں سے اُٹھتے وقت ان سود خواروں کی حالت ہوگی یعنی بدحواس اور مجنوں ہوں گے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ مرگی کے مریض کی طرح بے ہوش ہوں گے جب لوگ قبروں سے نکل کر موقف کی طرف بھاگتے ہوں گے تو سود خوار مرگی والے کی طرح گر پڑیں گے تیسرا مطلب یہ ہے کہ کبھی گرتے ہوں گے، کبھی اُٹھتے ہوں گے اور چونکہ سود خوار جو غریب سے زائد روپیہ وصول کرتا ہے اور روپیہ کا اثر خاص طور پر دل و دماغ پر زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ مال کے نقصان کا دماغ پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے اس لیے سود خوار کے دل و دماغ کو قیامت میں بے کار کر دیا جائے گا۔ معراج کے بیان میں حدیث میں آیا ہے کہ حضرت نبی ﷺ کچھ لوگوں پر گزرے جن کے پیٹ اتنے بڑے تھے جیسے ایک گھر اور اس پیٹ میں سانپ بھرے

ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ سودخوار ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ بھی دیکھا کہ ایک شخص خون کی نہر میں پڑا ہے جب وہ کنارے پر آتا ہے تو منہ کھول دیتا ہے اور ایک فرشتہ کنارے پر کھڑا رہتا ہے وہ اس کے منہ میں ایک پتھر دے دیتا ہے یا پتھر مارتا ہے اور وہ پھر اسی نہر میں لوٹ جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے کہ سود کے تہتر دروازے ہیں سب سے کم درجہ کا دروازہ یہ ہے جیسے اپنی ماں سے برے فعل کا مرتکب ہوا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سود کھانے اور کھلانے پر اور سود کے گواہوں پر سود کی لکھائی کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں مرفوعاً آیا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں "سونا بدلے میں سونے کے اور چاندی بدلے میں چاندی کے اور گیہوں بدلے میں گیہوں کے جو بدلے میں جو کے اور کھجور بدلے میں کھجور کے اور نمک بدلے میں نمک کے برابر سرابر اور ہاتھ در ہاتھ ہونے چاہئیں اگر کوئی کمی بیشی ہوگی تو وہ سود ہوگا۔ (کشف الرحمٰن)

افسوس آج ہمارے معاشرے میں سود کا لین دین عام ہو چکا ہے کہیں انعام اسکیم کے تحت سکیم کے نام سے کہیں پرافٹ وفائدے کے نام سے کہیں انعامی و بچت اسکیم کے نام سے کہیں سٹہ بازی کی صورت میں کہیں بیمہ وانشورنس کے نام سے اور عام مسلمان اس میں جتلا ہیں۔ ان کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اور آخرت کے عذاب کا خوف کرنا چاہیے چندروزہ زندگی کی خاطر ہمیشہ وابدی خسارہ کیوں لے رہے ہیں۔

ہم بھی جرم مصلحت میں ہیں برابر کے شریک ☆ لوٹنے والوں کو ہم بھی پاسباں لکھتے ہیں
مل کے دولت کی ان لکیروں سے ☆ لوگ بچھڑے رہے ضمیروں سے
ان کے ہونے سے بپا ذہن میں ہیجان رہا ☆ وہ گئے ہیں تو مرے ہوش ٹھکانے آئے
طوفان نوح نے تو ڈبوئی زمیں فقط ☆ میں ننگ خلق ساری خدائی ڈبو لیا
نہ مطلب ہے گدائی سے نہ خواہش کہ شاہی ہو ☆ الٰہی ہو وہی جو کچھ مرضی الٰہی ہو
ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں ☆ اب ٹھہرتی ہے دیکھیے جا کر نظر کہاں
کیسے کہوں کہ درد کا موسم گزر گیا ☆ ماحول یہ ہے کرب کی چادر تنی ہوئی
مجھ سے اُلفت ہے تو اظہار کی راہوں سے گزر ☆ مجھ کو حیلوں سے بہانوں سے نہ ٹالا جائے
اے شب درد، گزر جا، کہ تیرے جانے سے ☆ میرے آنگن میں بھی ممکن ہے اُجالا جائے

سود کا رواج:

ہمارے زمانے میں سود کے مسئلہ نے خاص اہمیت حاصل کر رکھی ہے۔ یورپ کے حریصانہ

طرزِ عمل نے ایشیا کے مہاجنوں کی زر پرستی نے بعض لوگوں کو سود خواری کا گرویدہ بنا دیا ہے اور وہ نہیں سمجھتے کہ اسلام نے جس چیز کو حرام کیا ہے اس کی حرمت میں کس قدر حکمتیں پنہاں ہیں وہ دولت کی ظاہری فراوانی کو دیکھ کر اس کی طرف مائل ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ اس سود خواری کے باعث دنیا میں کمیونزم اور سوشلزم کو ترقی ہو رہی ہے اور وہ دن دور نہیں جب دنیا میں ایک ایسا انقلاب آئے گا جو تمام سرمایہ داروں کو زیر و زبر کر کے رکھ دے گا۔ افسوس کہ مسلمانوں کو ایسے زمانے میں سود خواری کا شوق پیدا ہوا ہے جبکہ سود خوار دنیا خود سود خواری سے پریشان ہوگئی ہے اور سود خواری کچھ عرصہ کی مہمان رہ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حلال کے ہزاروں دروازے کھول رکھے ہیں ان دروازوں پر قناعت نہ کرنا اور حرام چیزوں کی طرف نگاہ کرنا یہ دانش مندوں کا کام نہیں ہے۔ اگر سود کا کچھ ظاہری نفع معلوم بھی ہوتا ہے تو وہ دائمی اور پائیدار نہیں ہے بلکہ وہ بہت سی خرابیوں اور تباہیوں کی جڑ ہے۔ (کشف الرحمٰن)

سود اللہ سے جنگ ہے:

اگر تم نے سود نہ چھوڑا تو یقین کر دو اور اللہ و رسول ﷺ کی جانب سے جنگ کا اعلان سن لو۔"

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جنگ کے اعلان کا مطلب یہ ہے کہ رسول ﷺ کی طرف سے جہاد اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت میں عذاب۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سود خور سے کہا جائے گا لڑائی کے لیے اپنے ہتھیار سنبھال لے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرمایا حضرت نبی کریم ﷺ نے کہ جب کسی قوم میں سود خوری عام ہوگی تو اس پر قحط واقع ہو جائے گا اور جب کسی قوم میں رشوت خوری بڑھے گی تو اس پر ہیبت اور رعب چھا جائے گا۔

مطلب یہ ہے کہ جب تم لوگ سود کھانے سے باز نہ آؤ گے اور بقایا کا مطالبہ کرو گے تو پیغمبر ﷺ تم سے جہاد کرے گا جیسا کہ آج بھی اگر کوئی شخص سود کھائے تو حاکم اسلامی کو حق ہے کہ اس سے توبہ کا مطالبہ کرے اور اس کو قید کرے گا اگر وہ توبہ نہ کرے اور مزاحمت کرے تو اس کے خلاف اور اس کے حامیوں کے خلاف جہاد کیا جائے گا۔ (کشف الرحمٰن)

سود کو اللہ مٹاتا ہے:

آیت ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ سود کے ساتھ اللہ کی حمایت نصرت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹانے کے درپے ہے اگر دنیا میں سود خوار کو مالی نقصان نہ بھی ہو تو آخرت میں تو یقیناً خالی ہاتھ بلکہ مجنون و پاگل ہو کر اٹھے گا اور دنیا میں بھی اتنا تو ہوتا ہی ہے کہ سود خوار کے مال میں برکت

نہیں ہوتی اور سود خوار کی طبیعت میں اس جرم سے بہت سی اخلاقی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں لالچ، حرص، بخل، بے رحمی، طاقت کی توفیق کا سلب ہو جانا یہ وہ بیماریاں ہیں جو ہر شخص کو سود خور میں نظر آتی ہیں۔
(کشف الرحمٰن)

صدقات میں برکات:

سود کے مقابلہ میں صدقات و خیرات کو ہماری سر پرستی حاصل ہے اللہ صدقات کرنے والوں کے مال کو بڑھاتے ہیں اور ان کے ثواب کو زیادہ کرتے ہیں۔ طبرانی نے ابو برزہ اسلمی ﷺ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ایک روٹی کا ٹکڑا اللہ تعالیٰ کے پاس بڑھ کر اُحد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے اور حدیث میں آتا ہے کہ صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ سود کا مال خواہ بڑھتا ہوا نظر آئے مگر وہ حقیقتاً گھٹتا ہے اور صدقہ دینے سے مال خواہ کم ہوتا دکھائی دے مگر وہ بڑھتا اور زیادہ ہوتا ہے۔ قرآن پاک کا ایک خاص فلسفہ اور خاص نظریہ یہ ہے، دنیا تعداد کی کمی بیشی کو جانتی ہے جو چیز تعداد میں زیادہ ہو اس کو زیادہ اور جو تعداد میں کم ہو اس کو کم سمجھا جاتا ہے لیکن قرآن کہتا ہے کہ تعداد کی کمی بیشی قابل اعتبار نہیں بلکہ دیکھو کہ پاک کیا ہے اور ناپاک کیا ہے حرام کیا ہے اور حلال کیا ہے ﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ﴾ یعنی ناپاک اور پاک دونوں برابر نہیں ہو سکتے خواہ ناپاک کی زیادتی اور کثرت کتنی ہی خوش نما معلوم ہوتی ہو یہی وہ چیز ہے جس کا اپنے خاص انداز میں قرآن بار بار اعلان کرتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دنیا کی مادی آنکھیں ہمیشہ انکار کرتی ہیں مگر یہ کہ خدا تعالیٰ جس کو صحیح فہم عطا کر دے وہ اس کو سمجھتا اور دیکھتا ہے۔ اس کو ہم اپنے الفاظ میں انوار و برکات کے سلب ہو جانے سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ حرام کے ارتکاب سے توفیق طاعت سلب ہو جاتی ہے عمل کی برکت اور نور جاتا رہتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو بحث و مباحثہ سے سمجھ میں مشکل سے آتی ہے البتہ اربابِ سلوک اور اصحاب ذوق اس کو خوب سمجھتے ہیں۔ محق کے معنی ہیں تدریجی طور پر کسی چیز کا کم ہونا یہاں تک کہ وہ چیز بالکل ختم ہو جائے جیسے چاند کم ہوتے ہوتے بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ بھلا جس چیز کے کم کرنے اور گھٹانے کے درپے خود حق تعالیٰ جل شانہ ہو اس کو زیادتی اور بڑھوتری کا سبب سمجھنا اس سے بڑھ کر بھی کوئی نادانی ہو سکتی ہے۔
(تفسیر کشف الرحمٰن)

اسلام کا معاشی نظام:

اسلام ایسا دستور حیات ہے جس نے زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کی ہے اور ایسے قواعد و ضوابط بنا دیئے ہیں کہ اس کے مطابق ہم عمل کریں۔ اسلامی نظام معیشت میں نہ جاگیرداری کی گنجائش ہے نہ سرمایہ کاری مغربی نظام کی گنجائش نہ اشتراکی نظام کی گنجائش ہے بلکہ وہ ان سب سے ارفع و بلند ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں دولت سمٹ کر چند افراد میں محدود ہو جاتی ہے اور اشتراکی کی کمیونزم میں آزادی ختم ہو جاتی ہے اور دولت کے مالک ایک حکومتی پارٹی کے آلہ کار بن جاتے ہیں وہ جو چاہیں من مانی کریں یہ ایک ظالمانہ نظام ہے جس میں عوام کی محنت کے مالک دوسرے ظالم بن جاتے ہیں اور ان کے خلاف آواز بلند کرنا ایک سنگین جرم ہوتا ہے۔ اسلام نے انسانوں کو آزادی دی ہے وہ انسانوں کو انسان کا غلام نہیں بناتا بلکہ صرف اور صرف خدا کی اطاعت کا پابند بناتا ہے۔ اسلام ہر شخص کو جائز طریقے پر کاروبار کرنے کا حق دیتا ہے اور اس کی جائز کمائی کو اس کی ملکیت قرار دیتا ہے۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ کمائے کوئی کرے اور اس کا مالک بن جائے کوئی جیسے اشتراکی روسی چینی نظام میں ہے۔ جس طرح اسلام جائز و حلال طریقے پر کمانے کی اجازت دیتا ہے اسی طرح وہ اس بات کا بھی پابند بناتا ہے کہ دولت کو ناجائز طریقے پر استعمال نہ کیا جائے۔ اسلام دولت کو گردش میں رکھتا ہے۔ چند ہاتھوں میں بند نہیں رکھتا جیسے زکوٰۃ کا نظام ہے اس میں دولت گردش میں آتی ہے اور کمزوروں غرباء کو سہارا ملتا ہے پھر یہ زکوٰۃ کوئی ٹیکس نہیں ہے بلکہ عبادت ہے یعنی خوشی خوشی ہر صاحب نصاب ادا کرے اور ہر چیز میں خواہ سونا چاندی ہو خواہ پیداوار ہو خواہ معدنیات ہوں۔ عیاشی و فضول خرچی قطعاً حرام ہے اور اس پر پابندی ہے۔ دوسرا طریقہ دولت کو دوسروں میں منتقل کرنے کا وراثت ہے وراثت کے ذریعہ دولت دوسروں کے ہاتھوں میں منتقل ہو جاتی ہے۔ جو ذرائع حرام کے ہیں اسلام ان پر پابندی کرتا ہے۔ مثلاً جوا، سٹہ بازی، خیانت، رشوت، غصب، بیت المال میں غبن، چوری ڈاکہ، ناپ تول میں کمی، فحاشی و عریانی پھیلانے والے کاروبار، قحبہ گری، شراب کا کاروبار اور دوسری نشہ آور اشیاء کی خرید و فروخت اور خرید و فروخت کے تمام وہ طریقے جو انصاف اور مفاد عامہ کے خلاف ہوں۔ یہی وہ ذرائع ہیں جن سے معاشی ناہمواری و ناانصافی ہوتی ہے اور معاشرہ میں خونخواری کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ دولت کو فرض و عبادت زکوٰۃ کے علاوہ بھی خرچ کرنے کی تاکید ہے وہ معاشرے کی فلاح و بہبود مفاد عامہ کے کام ہیں۔ اسلام ذخیرہ سے سختی سے منع کرتا ہے اور ذخیرہ اندوز کے لیے بڑی سزائیں و وعیدیں ہیں۔ اسلام کہتا ہے

ہیں، اس کا دین کمزور ہو جاتا ہے۔ عقل کم ہو جاتی ہے مروت ختم ہو جاتی ہے اور ان سب چیزوں سے بڑھ کر یہ لوگ اسے حقیر سمجھنے لگتے ہیں۔''

امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا آپ اس آدمی کے متعلق کیا کہتے ہیں جو اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھ جائے اور کہے کہ میں کوئی کام نہیں کروں گا، یہاں تک کہ میرا رزق میرے پاس آ جائے گا، امام احمدؒ نے کہا یہ آدمی علم سے ناواقف ہے اس نے نبی ﷺ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ ''میرا رزق اللہ تعالیٰ نے میرے نیزے کے نیچے رکھا ہے۔'' اور جب پرندوں کا ذکر فرمایا تو کہا ''وہ خالی پیٹ صبح کو جاتے ہیں اور پوئے بھر کر شام کو واپس آتے ہیں۔''

حضرت رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ؓ جنگلوں اور سمندروں میں سفر کرتے اور اپنے باغوں میں کام کیا کرتے تھے اور وہی تو نمونہ ہیں۔

حضرت ابو سلیمان وارانی نے کہا: ''ہمارے نزدیک یہ عبادت نہیں کہ پاؤں پسار کر بیٹھا رہے اور دوسرے تیرے لیے کام کر کے تھک جائیں پہلے اپنی دو روٹیوں کی فکر کر، پھر عبادت کی طرف دھیان دے۔''

معاشی ترقی کی رکاوٹیں:

اللہ تعالیٰ نے سود کے معاملے میں بڑی سختی کی ہے لہٰذا سود میں پڑنے سے ڈرے۔ سود کی دو قسمیں ہیں ربا بالفضل یعنی اصل رقم سے زیادہ لینا اور بالفسیئۃ یعنی سودی چیزوں کا ادھار کے ساتھ تبادلہ۔

ان سب باتوں کو جاننا چاہیے اور جن صورتوں میں سود پایا جاتا ہے ان سے بچنا چاہیے علاوہ ازیں پیشگی رقم دے کر چیز خریدنے کی شرائط، اجارہ اور مضاربت (ایک کا پیسہ دوسرے کی محنت) اور شراکت وغیرہ کے اصول معلوم ہونے چاہئیں کیونکہ ہر کمائی کرنے والے کو ایسی خرید و فروخت سے واسطہ پڑتا ہی رہتا ہے۔

معاشی ترقی میں رکاوٹوں میں سے معاملے میں ظلم اور عدل وانصاف کا لحاظ رکھنا:

ظلم سے مراد ہے دوسرے کو اس میں ضرر اور تکلیف ہو اور یہ ضرر دو قسم کا ہے: عام اور خاص پہلا احتکار ہے اور یہ منع ہے کیونکہ اس سے قیمت بڑھ جاتی ہے اور لوگوں کے لیے روزی حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کی تعریف یہ ہے کہ آدمی مہنگائی کے زمانے میں بہت سا غلہ خریدے اور قیمت

کہ محنت کش مزدور کو اس کی محنتانہ واجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔ وہ سرمایہ کار ومزدور کو لڑانے کی بجائے جوڑتا ہے مزدور کو حکم ہے کہ وہ صحیح ڈیوٹی ادا کرے اگر اس نے صحیح ڈیوٹی ادا نہ کی تو خیانت ہوگی اور اس کی سزا دنیا وآخرت میں ملے گی۔ اسلام نے سود کی ہر صورت کو حرام کر دیا ہے۔ اس لیے کہ سود سے فحاشی ناانصافی پیدا ہوتی ہے۔

اسلام کے معاشی نظام کا طریقہ کار:

معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے اور دنیا اور عاقبت دونوں کی بھلائی کا انحصار ان کاموں پر ہے جو کوئی شخص کرتا ہے، چنانچہ اب ہم مختلف پیشوں اور ان کے اسباب وآداب کی تشریح کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ﴿وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾ "اور ہم نے دن کو کمائی کا وقت بنایا" گویا اسے احسان کے طور پر ذکر کیا ہے۔ نیز فرمایا ﴿وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ﴾ "اور ہم نے اس میں تمہارے لیے کمائی کے ذریعہ بنائے تم تھوڑا ہی شکر کرتے ہو" یعنی اسے ایک نعمت بتایا اور اس پر شکر کا مطالبہ کیا۔

فرمایا ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ﴾ "تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔"

حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "حلال کی طلب جہاد ہے اور اللہ تعالیٰ پیشہ ور بندے کو پسند کرتا ہے۔"

بخاری کے افراد میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "ہاتھ کی کمائی سے بہتر کبھی کسی نے کھانا نہیں کھایا اور اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد (علیہ السلام) اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔

ابن عباسؓ نے کہا آدم علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے۔ نوح علیہ السلام بڑھئی تھے۔ ادریس علیہ السلام درزی تھے، ابراہیم اور لوط علیہما السلام زمیندار تھے، صالح علیہ السلام تاجر تھے، داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے اور موسیٰ اور شعیب اور محمد صلوات اللہ علیہم بکریاں چراتے تھے۔

باقی رہے آثار تو بیان کیا گیا ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا "اے میرے بیٹے! حلال کمائی کے ذریعے مدد مانگو کیونکہ جو آدمی بھی تنگدست ہو جاتا ہے اسے تین چیزیں ضرور پہنچتی

چڑھنے کا انتظار کرتا ہے۔ لیکن اگر اس کی اپنی زمین کا غلہ ہو اور وہ اسے جمع کر کے رکھ لے تو یہ احتکار نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اس نے فراخی اور ارزانی کے زمانے میں اس خیال سے غلہ خرید ا ہو کہ لوگوں کو غلے کے حصول میں کوئی دقت نہ ہو تو یہ بھی احتکار نہیں مختصر یہ کہ غلہ جات خرید کر مہنگا فروخت کرنے کی نیت سے جمع کرنا مکروہ ہے کیونکہ غلہ انسانوں کی بنیادی ضرورت ہے۔

دوسرا وہ ہے کہ جس کا نقصان اور ضرر خاص ہے۔ جیسے کسی چیز کی ایسی صفتیں بیان کرنا جو اس میں نہیں ہیں یا اس کے عیوب کو چھپانا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو دھوکہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

معلوم ہونا چاہیے کہ بیع اور مصنوعات میں دھوکہ کرنا حرام ہے۔ امام احمدؒ سے ٹانکہ لگے ہوئے کپڑے کی بیع کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اگر گاہک کو یہ بتائے کہ ٹانکہ لگا ہوا ہے تو جائز ہوگا۔

تاجر کو چاہیے کہ وزن صحیح کرے اور اس وقت تک ترازو نہ چھوڑے جب تک کہ دیتے وقت کچھ زیادہ نہ ہو جائے اور لیتے وقت کچھ کم نہ ہو اگر چارہ لیتے وقت کچھ کم نہ ہو اگر چارہ فروش چارے میں مٹی ملائے تو وہ مطفف (کم دینے والا اور زیادہ لینے والا) اسی طرح قصاب اگر دستور سے زیادہ گوشت میں ہڈی تول دے تو وہ بھی مطفف ہے۔

قیمت چڑھانے سے بھی منع کیا گیا ہے اور وہ اس طرح ہے کہ خریدار کو دھوکہ دینے کے لیے کوئی ایسا آدمی بولی دیتا جائے جو حقیقت میں خریدار نہ ہو۔ جانوروں کے تھنوں میں دودھ روک کر بیچنا بھی منع ہے۔

معاش میں برکت:

معاش و روزی میں خیر و برکت عدل و احسان سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عدل اور احسان کا حکم دیا ہے اور احسان میں سے بیع میں رعایت کرنا بھی ہے اور دستور سے زیادہ منافع نہ لینا بھی ہے یعنی اصل منافع کی تو اجازت ہے کیونکہ تجارت منافع ہی کے لئے کی جاتی ہے لیکن جائز منافع ہونا چاہیے، اگر خریدار اپنی مجبوری کی وجہ سے زیادہ منافع دینے پر رضا مند ہو تب بھی بیچنے والے کو ایسا منافع لینے سے پرہیز کرنا چاہیے اور یہ بھی احسان میں سے ہے۔

اس سے یہ بھی ہے کہ جب قیمت یا قرضہ وصول کرنے لگے تو نرمی کرے، کچھ حصہ رقم کا چھوڑ دینے سے، مہلت دینے سے اور مقروض کی آسانی کو مدنظر رکھنے سے بھی درجہ احسان حاصل ہوگا۔

احسان یہ بھی ہے کہ اگر گاہک کوئی چیز واپس کرنا چاہے تو خریدی ہوئی چیز واپس کرے کیونکہ واپس وہی کرتا ہے جسے بیع میں نقصان ہوا ہو۔

ان مذکورہ امور کی فضیلت کی شہادت اور ایسا کرنے والے کے ثواب اور اجر کا تذکرہ احادیث میں ہے۔

روزی میں برکت کے چھ اصول:

چوتھا کام تاجر کا اپنے دین سے محبت کرنا ہے جو دنیاوی امور میں خاص اور آخرت کے لئے عام ہوتا ہے، تاجر کو تجارت میں اپنی آخرت سے فارغ نہ ہونا چاہیے بلکہ اپنے دین کو ملحوظ رکھنا چاہیے اور اس کی اپنے دین سے محبت ان چھ چیزوں کو ملحوظ رکھنے سے ظاہر ہوگی۔

(۱) تجارت میں اچھی نیت، نیت یہ کرنی چاہیے کہ کسی سے سوال نہ کرنا پڑے، اور لوگوں سے طمع نہ رہے اور بال بچوں کی ضروریات پوری ہوں تاکہ یہ مجاہدین میں سے ہو اور مسلمانوں کی خیر خواہی ملحوظ رہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ اپنی صنعت و تجارت میں فرض کفایہ کی ادائیگی کی نیت کرے کیونکہ اگر صنعت اور تجارت چھوڑ دی جائے تو معیشت تباہ ہو کر رہ جائے، ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض صنعتیں اہم ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ ان کے بغیر گزارہ ہو سکتا ہے لہٰذا اہم صنعت میں مشغول ہونا چاہیے تاکہ اس کی صنعت و تجارت سے مسلمانوں کی اہم ضروریات پوری ہوں۔

زیور بنانے نقش و نگار کرنے، مکانات پر اسراف کرنے اور تمام زیب و زینت کی صنعتوں سے پرہیز کرے کہ وہ مکروہ ہیں، یہ بھی گناہ ہے کہ درزی مرد کے لئے ریشمی کوٹ سیئے قصاب بننا بھی مکروہ ہے کیونکہ اس سے دل کی سختی پیدا ہوتی ہے سینگی لگانے والا اور جھاڑو دینے والا بھی نہ بنے کیونکہ اس میں ہر وقت نجاست سے واسطہ پڑتا ہے اور یہی حکم چرنگ کا بھی ہے۔ قرآن کی تعلیم دینے اور نماز پڑھانے پر اجرت لینا بھی جائز نہیں۔

قرآن پڑھانے سے مال و دولت کمانا مقصود نہ ہو، فقہاء کرام فرماتے ہیں اگر معلم قرآن کا مقصود اللہ کو راضی کرنے کے لئے قرآن پڑھاتا ہو اور کوئی ذریعہ معاش نہ ہو تو وہ ضرورت کے درجہ میں اجرت لے سکتا ہے۔

(۳) تیسری یہ کہ دنیا کا بازار آخرت کے بازار سے غافل نہ کردے اور آخرت کا بازار مسجد میں

ہے، چاہیے کہ دن کا پہلا حصہ اور دوسرا حصہ آخرت کے بازار کے لئے رکھے اور اس کے اوپر مداومت کرے سلف صالحین میں سے جو تجارت کرتے تھے، دن کا پہلا اور پچھلا حصہ آخرت کے لئے رکھا کرتے تھے اور دن کا درمیانی حصہ تجارت کے لئے چنانچہ جب ظہر اور عصر کی اذان سنتے تو فرض کی ادائیگی کے لئے کاروبار چھوڑ دتے۔

(۴) چوتھی یہ کہ بازار میں بھی ہمیشہ اللہ کا ذکر کرتا رہے اور تسبیح وتہلیل میں مشغول رہے۔

(۵) پانچویں یہ کہ بازار اور تجارت کی شدید حرص نہ رکھے ایسا نہ ہو کہ سب سے پہلے بازار میں جائے اور سب کے بعد نکلے۔

(٦) چھٹی یہ کہ صرف حرام سے بچنے پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ شکوک وشبہات کے مواقع سے بھی بچے، محض فتاویٰ پر انحصار کرنا کافی نہیں بلکہ اپنے دل سے فتویٰ پوچھے اور جو بات دل میں کھٹکے اس سے پرہیز کرے۔ (منہاج القاصدین)

یا رب العالمین! مسلمانوں کو اپنے احکامات کی قدر دانی وعمل نصیب فرما۔ (آمین!)

تیری باتیں ہی سنانے آئے ☆ دوست بھی دل دکھانے آئے
فسانہ غم انہیں سناتے ہم ☆ جو ہم پہ گزری حالت انہیں دکھاتے ہم
وہ کوئل کی کو کو وہ آہوں کا موسم ☆ مسرت کا مدہوشیوں کا عالم
بارہا موت جیسے جی آئی ☆ میرے کس کام زندگی آئی
پھر بھی اللہ تو میرا ہو جا ☆ ہاں بھلا کر تیرا بھلا ہوگا
اللہ کا بناسارا جہاں اس کا بنا ☆ بگڑا اس کا جا کے کہیں نہ بنا

☆☆☆☆☆

١ : خطبہ اوّل

صبر و شکر و ذکر کا بیان

ماہ ذی قعدہ میں یہ واقعات و حالات پیش آئے آپ ان موضوعات پر بیان کر سکتے ہیں۔
غزوۂ خندق جس کو قرآن پاک میں احزاب کے نام سے بیان کیا ہے ذی قعدہ میں ہوا۔ ۵ ہجری ذی قعدہ میں پردے کے حکم کے بارے میں آیت نازل ہوئی اور اسی سال زنا کی حد کا حکم نازل ہوا تیمم کا حکم نازل ہوا۔ صلوٰۃ خوف کے احکام نازل ہوئے (نبوت کے ماہ و سال) بتاریخ چھ (٦) ذی قعدہ حضرت نبی کریم ﷺ عمرہ کی غرض سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ روانہ ہوئے اور آپ ﷺ کو حدیبیہ مقام پر روک دیا گیا اور صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا اس صلح کو قرآن پاک میں فتح مبین کہا گیا۔ بتاریخ اٹھائیس (٢٨) ذی قعدہ امام ابن تیمیہ کی وفات ہوئی اور اسی ماہ ذی قعدہ میں سلطان عالمگیر کی وفات ہوئی جو کہ مغل بادشاہوں میں خدا ترس بادشاہ تھا اور اسی اٹھائیس (٢٨) ذی قعدہ میں آپ ﷺ طائف کے تبلیغی سفر سے واپس تشریف لائے۔ ۷ ہجری میں آپ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے عمرہ کی قضا ادا فرمائی واپسی پر حضرت میمونہؓ سے نکاح فرمایا۔ ذی القعدہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی مر گیا۔ ذی قعدہ میں عظیم محدث حضرت امام ابو جعفر طحاویؒ کی وفات ہوئی۔

بہر حال غزوۂ خندق، صلح حدیبیہ، صلوٰۃ خوف، سفر تبلیغ سے واپسی، قضاء، عمرہ، نکاح میمونہ، ان واقعات کا تعلق صبر و ذکر و شکر سے گہرا ہے اس لیے ہم نے اس خطبہ کا عنوان صبر و شکر رکھا ہے۔ یہ تینوں خصائل حمیدہ ایسی ہیں کہ اگر کسی انسان کا ان پر عمل ہو جائے تو اس کو دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل ہو جائے۔

ماہ ذیقعدہ:

بعض لوگ ذی قعدہ کے مہینے میں شادی وغیرہ کرنے کو منحوس خیال کرتے ہیں اور اس کو خالی

کا مہینہ کرتے ہیں۔ سو یہ بالکل لغو ہے، کسی دن یا مہینے کو منحوس نہ سمجھنا چاہیے۔ اسلام میں ان باطل نظریات توہمات کی گنجائش نہیں اور ان سب کی تردید ونفی کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ بغیر حکم الٰہی نہ کوئی چیز نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان دے سکتی ہے۔ کسی کان، دکان، زمین، جانور، زمان، چرند، پرند، چاند، ستارے، دن، رات کسی چیز میں کوئی نحوست نہیں ہے بلکہ اگر کوئی نحوست ہے تو اس کا تعلق انسان کے اپنے اعمال سے ہے اگر اعمال موافق سنت وشریعت کے ہیں تو برکت ہی برکت ہوگی اگر خلاف شریعت وسنت ہیں تو سراسر نقصان وخسارہ ہوگا۔

صبر کی فضیلت:

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾

[پارہ ٢ سورۃ بقرہ آیت ١٥٦، ١٥٧]

صابرین کو اس آیت میں بشارت دی گئی ہے:

ترجمہ: ''اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو قدرے خوف اور بھوک اور مال اور جان کے نقصان سے اور آپ بشارت دے دیں ان صبر کرنے والوں کو کہ جب ان پر کسی قسم کی کوئی مصیبت بھی آتی ہے تو وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی ملکیت ہیں اور ہم سب اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی جانب سے خاص خاص عنائتیں بھی ہوں گی اور عام رحمت بھی ہوگی اور یہی لوگ راہ یافتہ (یعنی صحیح ہدایت یافتہ) ہیں۔''

تشریح: حدیث میں آتا ہے کہ اللہ رب العزت جس بندے کو پسند فرماتے ہیں اور دوست رکھتے ہیں اس کی طرف بلائیں اس سرعت کے ساتھ آتی ہیں جس طرح پانی نشیب کی طرف دوڑتا ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ معمولی سے معمولی تکلیف کے موقعہ پر بھی ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ پڑھا کرتے تھے ایک دفعہ ہوا سے چراغ بجھ گیا تو آپ ﷺ نے ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ فوراً پڑھا حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ بھی کوئی مصیبت ہے؟ فرمایا عائشہؓ! ہر وہ چیز جس سے دل کو پریشانی اور جی کو قلق ہو اس پر انا للہ پڑھنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں جو

بندہ مصیبت کے وقت بجائے گھبرانے اور چلانے اور رونے کے اس کو پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کو اس نقصان کا نعم البدل عطا فرماتے ہیں اور آخرت کے لیے اس کا اجر وثواب جمع کر لیتے ہیں۔
حضرت امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ اس آیت میں خوف سے مراد اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور رجوع سے مراد رمضان شریف کے روزے ہیں اور نقص من الاموال سے مراد زکوۃ اور نقص من الانفس سے مراد امراض اور بیماریاں ہیں اور نقص ثمرات سے اولاد کی موت ہے کیونکہ یہ انسان کے قلب کا پھل ہیں ترمذی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ جب کسی آدمی کا لڑکا مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے تم نے میرے بندے کے لڑکے کو قبض کر لیا۔ وہ عرض کرتے ہیں جی ہاں! اس کی جان قبض کر لی! ارشاد ہوتا ہے تم نے میرے بندے کے دل کا پھل توڑ لیا وہ عرض کرتے ہیں الٰہی ایسا ہی ہوا ہے ارشاد ہوتا ہے پھر میرے بندے نے کیا کہا فرشتے عرض کرتے ہیں اس نے آپ کی حمد بیان کی اور ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ﴾ پڑھا ارشاد ہوتا ہے اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ (تفسیر کشف الرحمٰن)

صابرین پر انعام خداوندی:

صابرین پر اللہ کی جانب سے خاص خاص عنایتیں نازل ہوں گی اور عام رحمت جس میں سب شریک ہوں گے ان پر متوجہ ہوگی اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی صحیح اور حقیقی مقصد کی جانب رہنمائی کی گئی ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ صابرین اور رحمت پر رحمت اور مہربانی پر مہربانی نازل ہوگی یہ لوگ پیہم اور متواتر مہربانیوں کے مستحق ہوں گے یا وہ مطلب ہے جو ہم نے بیان کیا کہ عام بندوں پر جو مہربانی ہونے والی ہے اس میں تو یہ شریک ہوں گے ہی اور وہ مہربانی و رحمت تو ان کو میسر ہوگی اس کے علاوہ ان حضرات پر مزید مہربانیاں اور عنایتیں بھی ہوں گی جو ان کی شان اور ان کے مرتبے کے مناسب ان پر نازل ہوں گی۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ ☆ جز شکستہ ی نگیرد فضل شاہ
ظفر آدمی نہ اس کو جانیے گا ☆ ہو وہ کتنا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی ☆ جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا
ترا کچھ پتہ بھی جو پا گیا وہ تمام جہاں پر چھا گیا
اسے اب کسی سے امید ہے نہ کسی سے خوف و ہراس ہے

صبر نہ کرنے والوں کے بارے میں اکبر الہ آبادی مرحوم کہتا ہے:

مصیبت میں بھی اب یاد خدا آتی نہیں انکو
دُعا منہ سے نہ نکلی پاکٹوں سے عرضیاں نکلیں

صابرین کے لیے بے حساب اجر:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [پارہ ۲۳ سورۃ الزمر آیت ۱۰]

ترجمہ "بے شک صابروں کو بے حساب اجر دیا جائے گا" اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ جب میرے بندوں میں سے کسی بندہ پر کوئی مصیبت اس کے بدن میں یا مال میں یا اولاد میں آئے پھر وہ صبر وجمیل کے ساتھ اس کا استقبال کرے تو قیامت میں مجھے اس سے شرم آئے گی کہ اس کے لیے ترازوئے اعمال نصب کروں یا اس کا نامۂ اعمال کھول کر دیکھوں۔ (نزہۃ المجالس)

ازروئے شریعت کہ کسی کی وفات پر نوحہ وماتم کرنا حرام ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ نوحہ کرنا جاہلیت کا ایک عمل ہے اور نوحہ کرنے والی جب مرے گی خدا اس کو آگ کا لباس و شعلوں کا کرتہ پہنائے گا میت کے اہل خاندان کے ساتھ تین دن تک تعزیت کرنا مستحب ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کو صابر پایا ہے وہ کیا ہی اچھا بندہ ہے وہ ہماری طرف بار بار رجوع کرنے والا ہے۔ حقائق میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ اللہ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ تمہاری تکلیف پر صبر کرنے کا ثواب جو میں نے ستر نبیوں کو مبتلا کیا تو ان میں سے ہر ایک نے درخواست کی کہ کاش اس تکلیف میں میں ہی مبتلا ہوتا لیکن یہ مرتبہ میں نے تم کو عنایت کیا تا کہ دنیا و آخرت میں لوگ تمہاری تعریف کریں۔ حضرت ایوب علیہ السلام صاحب مال و اولاد تھے۔ پھر جب اللہ کی آزمائش ہوئی تو سب مال اولاد ہلاک ہوگئے اور خود بیمار ہوگئے کہ جسم سے پیپ بہتا رہتا اور کیڑے پڑ گئے بستی سے دور جا کر اکیلے ویران جگہ پڑے رہے اور صبر کیے رہے۔ کوئی نزدیک نہ آتا تھا سوائے بیوی کے روایت میں آتا ہے کہ یہ تکلیف ان کو سات سال سات مہینے سات دن سات گھڑی رہی۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام اس سخت بیماری میں اٹھارہ برس رہے اور ابلیس بھی ایوب علیہ السلام کے صبر سے تنگ آ گیا تھا اس پر سارے شیاطین اس کے پاس جمع ہوگئے اور پوچھنے لگے کہ تجھے کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ ایوب علیہ السلام کے صبر سے عاجز آ گیا ہوں وہ پوچھنے لگے کہ تیرا وہ مکر و فریب کہ جس

سے تو انگلوں کو ہلاک کر ڈالتا تھا وہ کہاں گیا کہنے لگا وہ سارا ایوب علیہ السلام کے مقابلہ میں ناکام ہو گیا......۔

جب اللہ تعالیٰ کو حضرت ایوب علیہ السلام کی مصیبت کا دور کرنا منظور ہوا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ایک انار اور ایک سیب دے کر بھیجا جب انہوں نے ان دونوں کو کھایا تو سارے کیڑے جھڑ کر گر پڑے۔ پھر ان کو حکم ہوا کہ اپنا بایاں پیر زمین پر ماریں انہوں نے تعمیل کی تو وہاں سے گرم اور سرد پانی نکلنے لگا ٹھنڈا پانی انہوں نے پیا اور گرم پانی سے نہائے تو خدا تعالیٰ نے ان کو بالکل تندرست کر دیا۔

حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ مریض کا کراہنا تسبیح ہے اور اس کا چیخنا کلمہ پڑھنا ہے اور اس کا سانس لینا صدقہ ہے اور اس کا اپنے بستر پر سونا عبادت ہے اور کروٹیں بدلنا ایسا ہے کہ گویا وہ راہِ خدا میں دشمن سے مقابلہ کر رہا ہے۔ (نزہۃ المجالس)

یہ فضائل مذکورہ اس وقت ہیں جب مریض صبر کر رہا ہو اور اس کا دل اللہ کی طرف رجوع ہو نماز وغیرہ جس طرح ممکن ہوا ادا کر رہا ہو دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہو ورنہ تو دنیا میں بھی تکلیف آخرت میں بھی تکلیف ہوگی۔

شکر کا بیان:

دوسری صفت جمیلہ شکر ہے مصیبت وتکالیف میں صبر اور خوشی ونعمت میں شکر کرنا بڑی خوش قسمتی وسعادت ہے۔ شکر کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں نعمت اور بھی زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو نعمت چھین لوں گا اور سزا بھی سخت دوں گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾

[پارہ ۱۳ سورۃ ابراہیم آیت ۷]

ترجمہ: ''اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے تم کو آگاہ کر دیا تھا کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو اپنی نعمتیں اور زیادہ دوں گا اور تم ناشکری کرو گے تو یقین جانو کہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔''

یہ اگرچہ بظاہر بنی اسرائیل سے خطاب ہے لیکن قرآن پاک قیامت تک آنے والوں کے لیے کتاب ہدایت ہے اس لیے اس کا مصداق ہر شاکر و ہر غیر شاکر ہے۔

تشریح: ایک مرتبہ حضرت نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے پوچھا کہ کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کیا ایمان والے آپ ﷺ نے پوچھا تمہارے ایمان کی کیا علامت ہے؟ عرض کیا حضور ﷺ! تکلیف پر صبر کرتے ہیں اور قضائے الٰہی پر راضی رہتے ہیں۔ فرمایا رب کعبہ کی قسم تم بے شک جنتی ہو۔

ایک حدیث میں وارد ہے اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خیر وشر دونوں کو پیدا کیا ہے خوشخبری ہو

اس کو جس کو میں نے خیر کے لیے پیدا کیا اور جس کے ہاتھ سے خیر جاری کرتا ہوں اور تباہی ہو اس کے لیے جس کو میں نے شر کے لیے پیدا کیا اور اس کے ہاتھ سے شر جاری کرتا ہوں بربادی پھر بربادی ہے اس کے لیے جو میرے حکم سے سرتابی کرے۔ (نزہۃ المجالس)

حکایت ایک بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک اندھے اپاہج پر گزر ہوا۔ جو برص میں مبتلا اور فالج میں گرفتار تھا اور پھر بھی یہ کہہ رہا تھا کہ خدا کا شکر ہے جس نے مجھے ان عارضوں سے عافیت میں رکھا ہے جس میں بہت سی مخلوق مبتلا ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ خدا نے تجھے کس بلا سے عافیت میں رکھا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یا نبی اللہ! میں اس سے تو بہتر ہوں جس کے دل میں خدا کی معرفت نہیں ہے۔ نخبۃ الانوار میں ہے کہ ایک شخص نے کھیر کھانا چاہی تو وہ کڑوی نکلی اس نے اپنے غلام کو دے دی وہ غلام سب کھا گیا۔ آقا نے پوچھا تو کیسے کھا گیا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے اللہ نے آپ کے واسطے سے کیسی کیسی نعمتیں کھلائی ہیں مجھے شرم آئی کہ ایک بار جو کڑوا مل گیا ہے تو کیوں نہ کھاؤں۔ اس پر اس آقا نے غلام کو آزاد کر دیا۔ اسی طرح کا واقعہ محمود کے غلام ایاز کا بھی آتا ہے۔

حکایت: حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہہ دیجیے کہ اب تو تمہیں صحت ہوگئی ہے حضرت نبی کریم ﷺ کو اس سے تعجب ہوا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ! تمہیں کیا تکلیف ہوگئی تھی؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! سات سال سے دانت میں درد تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے کبھی اطلاع نہ کی۔ عرض کیا دوست کی شکایت کیا کرتا۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ "شکر کرنا نصف ایمان" ہے۔

شکر پر مختلف انعامات ہوتے ہیں:

شکر پر مزید انعام، اخلاق کی صورت میں، علوم کی صورت میں اور آخرت میں انعام کی صورت میں ملتا ہے اور اس طرح موت کے وقت ثابت قدمی کی صورت میں انعام ملتا ہے۔ انعام کے شکر کی ابتدا اس سے ہے کہ یہ جان لے کہ انعامات دینے والا مولائے کریم ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی انعام دینے میں اس کا کوئی مددگار ہے اس لیے کہ ہر تنگی و آسانی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہی بندوں پر آتی ہے۔ (قوت القلوب)

لسانی شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے اور اس کے انعامات واکرام کو بیان کرے اور اس کے احسانات کو ظاہر کرے اور کسی مملوک کے سامنے مالک حقیقی کی شکایت نہ کرے اور نہ ہی کسی

بندے کے سامنے معبود جلیل حق تعالیٰ کی شکایت کرے۔

سلف صالحینؒ کا طریقہ تھا کہ جب ملاقات ہوتی اور ایک دوسرے کا حال پوچھتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء وشکر بیان کرتے۔ چنانچہ وہ سب ہی حمد وثناء میں حصہ لیتے اور یہ بات اجتماعی ذکر اللہ بن جاتی اور اگر کسی کو معلوم ہوتا کہ فلاں آدمی اپنے مولائے کریم کی شکایت کرتا ہے تو اسے برا سمجھتے اور اس سے پوچھتے ہی نہ تھے تاکہ پوچھنے والا اس کی شکایت کا باعث اور اس کی جاہلیت میں حصہ دار نہ بن جائے اور حقیقت یہ ہے کہ ایسے مولائے کریم کی شکایت بدترین فعل ہے کہ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ [پارہ ٢٥ آیت ١٠] ''اس کی مثل کوئی چیز نہیں جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکیت ہے'' چنانچہ کسی چیز پر قدرت نہ رکھنے والے بندے کے سامنے خدائے کریم کی شکایت کرنا ازحد بری چیز ہے۔

((إِذَا الْقُوْتُ تَأَتَّى لَكَ وَالصِّحَّةُ وَالْأَمْنُ وَأَصْبَحْتَ أَخَا حُزْنٍ فَلَا فَارَقَكَ الْحُزْنُ)). [قوت القلوب]

ترجمہ ''جب تیرے پاس خوراک، صحت اور امن موجود ہو اور غمگین حالت میں صبح کرے تو تجھ سے غم جدا ہی نہ ہو۔''

کتاب الحقائق میں ذکر ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ایک بار حضرت جبریل علیہ السلام سے خواہش کی کہ آپ ﷺ کو بخار کی صورت دکھائیں پھر ایک روز حضور ﷺ کسی درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سوار زرد شاخ لیے ہوئے آرہا ہے جب وہ درخت کے پاس پہنچا تو اس کے سارے پتے جھڑ گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا جبریل علیہ السلام! یہ سوار کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا حضور ﷺ! یہ بخار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب درخت کے ساتھ اس کی یہ کیفیت ہے تو بھلا انسان کے ساتھ کیا کچھ نہ کرتا ہوگا۔ فرمایا کہ جیسے اس کے قریب آنے سے درخت کے پتے جھڑ گئے اسی طرح آپ ﷺ کی اُمت کے پسینہ کے ساتھ سارے گناہ بھی جھڑ جائیں گے۔ چنانچہ اسی لیے نبی کریم ﷺ کا ارشادگرامی ہے کہ ایک دن کا بخار سال بھر کا کفارہ ہے۔

معارف الحدیث میں مولانا محمد منظور نعمانی فرماتے ہیں ''اس دنیا میں دکھ بھی ہے اور رنج بھی ہے اور آرام اور خوشی بھی ہے سردی بھی ہے اور گرمی بھی، خوشگواری بھی ہے اور ناخوشگواری بھی ہے اور سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اور اسی کے حکم اور فیصلہ سے ہوتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے بندوں کا یہ حال ہونا چاہیے کہ جب کوئی دکھ اور مصیبت پیش آئے تو وہ مایوسی اور سراسیمگی کا شکار نہ ہوں بلکہ ایمانی صبر وثبات کے ساتھ اس کا استقبال کریں اور دل میں اس یقین کو تازہ کریں کہ یہ

سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جو ہمارا حکیم اور کریم رب ہے اور وہی ہم کو اس دکھ اور مصیبت سے نجات دینے والا ہے۔ اسی طرح جب ان کے حالات سازگار ہوں اور ان کی چاہتیں ان کو مل رہی ہوں اور خوشی اور شادمانی کے سامان میسر ہوں تو بھی وہ اس کو اپنا کمال اور اپنی قوت بازو کا نتیجہ نہ سمجھیں بلکہ اس وقت اپنے دل میں اس یقین کو تازہ کریں کہ یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اور اس کی بخشش ہے، اور وہ جب چاہے اپنی بخشی ہوئی ہر نعمت چھین بھی سکتا ہے اس لیے ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کریں۔

یہ اسلام کی خاص تعلیمات میں سے ہے اور رسول اللہ ﷺ نے طرح طرح سے اس کی ترغیب اور تعلیم دی ہے اس تعلیم پر عمل کرنے کا ایک نتیجہ تو یہ ہوتا ہے کہ بندہ ہر حال میں خدا سے وابستہ رہتا ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کبھی مصیبتوں اور ناکامیوں سے شکست نہیں کھاتا اور رنج وغم کے تسلسل سے بھی اس کی جان نہیں گھلتی اور مایوسی اور دل شکستگی اس کی عملی قوتوں کو ختم نہیں کر سکتی۔

((عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی لَمْ اَرْضَ لَکَ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ)). [ابن ماجہ]

ترجمہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے فرزند آدم! گر تو نے شروع صدمہ میں صبر کیا اور میری رضا اور ثواب کی نیت کی تو میں نہیں راضی ہوں گا تیرے لیے سوائے جنت کے یعنی اس صبر کا بدلہ جنت ہے۔"

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے از حد خوش ہوتے ہیں جو کھانا کھائے اور پانی پیے تو اللہ کا شکر ادا کرے۔

حضرت قتادہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ چار چیزیں جس کو عطا ہو گئیں اسے دنیا اور آخرت کی بھلائیاں نصیب ہو گئیں۔ اللہ کا ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل، صبر کرنے والا بدن اور ایمان دار نیک بیوی۔

حضرت فقیہؒ فرماتے ہیں کہ شکر تین چیزوں سے کمال پاتا ہے یعنی مکمل ہوتا ہے ایک یہ کہ جب کوئی نعمت عطا ہو تو دینے والے یعنی اللہ کا تصور کر کے اس کی حمد وثنا کرے۔ دوسرے جو عطا ہوا اس پر راضی ہو۔ تیسرے یہ کہ جب تک اس نعمت کا نفع حاصل ہے اور اس کی قوت جسم میں ہے تو منعم یعنی باری تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔

عمرو بن شعیبؒ اپنی سند سے حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص میں

دو خصلتیں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شاکر اور صابر لکھا جاتا ہے ایک یہ کہ دین کے معاملہ میں اپنے سے اوپر کے لوگوں کو دیکھے اور ان کی پیروی کی کوشش کرے۔ دوم یہ کہ دنیا کے معاملہ میں اپنے سے کم درجہ والوں کو دیکھے اور اللہ کی حمد و ثناء کرے۔

ذکر اللہ کا بیان:

اللہ کی یاد بہت بڑی ہے فرمایا جب تک روئے زمین پر ایک شخص بھی اللہ اللہ کرنے والا موجود ہو گا قیامت قائم نہ ہو گی۔ ذکر دو قسم کا ہے ایک زبانی ذکر اور ایک قلبی ذکر دونوں کی بڑی فضیلت ہے بہر حال اصل قلبی ذکر ہے ذکر کی حد مقرر نہیں کی گئی۔ باقی تمام عبادات کی حد مقرر کی گئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًاۙ۝ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا﴾

[پارہ ٢٢ سورۃ الاحزاب آیت ٤١، ٤٢]

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر فرض کی ایک حد مقرر کی ہے لیکن ذکر کے لیے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے۔ یعنی اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے، چلتے پھرتے دن رات میں، صحراؤں، دریا میں، غرض اس کا ذکر کرنا اور اس کو یاد کرنا ہر وقت مطلوب ہے اس کے ترک کرنے کا کوئی عذر بھی نہیں ہے سوائے اس کے کہ جنون ہو جائے اور ذکر کرنے والا پاگل ہو جائے اللہ تعالیٰ کے جس قدر مسلمانوں پر احسانات ہیں ان پر غور کرو اور ذکر الٰہی کی کثرت رکھو خواہ ذکر لسانی ہو خواہ ذکر قلبی ہو اور صبح و شام اس کی تسبیح و تقدیس کرتے رہو اس جملے میں تمام طاعات داخل ہیں، بکرہ دن کے اول حصے کو کہتے ہیں اور اصیل شام کے حصے کو کہتے ہیں (تفسیر کشف الرحمٰن) ذکر کی قسم کائنات میں غور و فکر خدا کی صفات جبروت و ملکوت اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں جو آسمان و زمین میں ہیں میں غور و فکر اور استغراق اس کو ذکر خفی کہتے ہیں۔ ذکر قلبی کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جو احکام دیئے ہیں خواہ ان کا تعلق کرنے سے ہو یا نہ کرنے سے ہو یعنی امر ہو یا نہی ہو، ان کی ادائیگی کا وقت آنے پر اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے یہ بھی ذکر بالقلب ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ﴾

[پارہ ١٣ سورۃ ابراہیم آیت ٢٨]

ترجمہ: ''وہ لوگ جو ایمان لائے ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے سکون ملتا ہے سن لو بے شک اللہ کی یاد سے دل کو سکون ملتا ہے۔'' یعنی جس طرح جسم کی خوراک کھانا پینا روح اور دل کی غذا اللہ کی یاد ہے جتنا

بیان ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو جنت کا ایک کرتہ دے بھیجا تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنایا گیا تھا۔

چلہ کی اہمیت:

حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں چالیس دن رہے۔ مونچھیں کترنے، ناخن کاٹنے اور بغل کے بال اکھیڑنے میں داہنی طرف سے ابتدا کرنا مسنون ہے اور چالیس (۴۰) روز سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ اس کو روضہ میں بیان کیا ہے۔ یہ عدد متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے چنانچہ آدم علیہ السلام کا خمیر چالیس روز میں تیار کیا۔ موسیٰ علیہ السلام سے مناجات کے لیے چالیس شب کا وعدہ ہوا تھا۔ نبوت چالیس برس کے بعد ملتی ہے اور حکمت چالیس روز کے بعد ظاہر ہوتی ہے اور نفاس کے ایام عموماً چالیس ہیں اور نطفہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف چالیس روز میں بدلتا ہے اور زمین ہر چالیس روز میں بدل جاتی ہے اور جسم زمانہ کے بدلنے سے تھوڑا تھوڑا بدلتا رہتا ہے۔ لیکن اس کا ظہور چالیس روز کے بعد ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی واسطے اولیاء نے چلہ اختیار کیا اور انبیاء میں سے ہر نبی کو خدا نے چالیس مردوں کی قوت عنایت فرمائی ہے اور محمد ﷺ کو خدا نے چالیس نبیوں کی قوت عنایت کی ہے اور اس اُمت میں چالیس ابدال ہوتے اور جب مؤمن مرجاتا ہے تو اس کی عبادت کا مقام چالیس روز تک رویا کرتا ہے اور جو شراب پیتا ہے چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی اور شراب خوری کی حد آزاد آدمی کے لیے چالیس کوڑے ہیں اور زیادہ جاڑا چالیس روز پڑتا ہے اور دو نفخوں میں چالیس سال کی مدت حائل ہوگی تمام خلق کے مرجانے کے بعد چالیس روز تک ان پر بارش ہوتی رہے گی۔ یہاں تک کہ ان کے اجسام جم آئیں۔ اور آگ آئیں اور بچہ چالیس روز کے بعد ہنسنے لگتا ہے اور امام شافعیؒ و امام احمدؒ کے نزدیک چالیس آدمیوں کے بغیر جمعہ درست نہیں ہوتا اور یونس علیہ السلام ذکر الٰہی کی بدولت چالیس روز تک شکم ماہی میں آسائش سے رہے اور حضور ﷺ کے اصحاب جب چالیس تک پہنچ گئے اس وقت آپ ﷺ کا کام ظاہر ہوا۔ صاحب نزہۃ المجالس لکھتے ہیں کہ میں نے واحدی کی بسیط میں دیکھا ہے کہ خدا نے ابراہیم علیہ السلام کو وحی بھیجی طہارت کیجیے۔ انہوں نے کلی کی، پھر وحی بھیجی طہارت کیجیے، انہوں نے ناک میں پانی ڈالا۔ پھر خدا نے وحی بھی کہ طہارت کیجیے انہوں نے مسواک کیا۔ خدا نے پھر وحی بھیجی طہارت کیجیے۔ انہوں نے مونچھیں کتر دیں، پھر خدا نے ان کے پاس وحی بھیجی طہارت کیجیے۔ انہوں نے استنجا کیا پھر وحی بھیجی طہارت کیجیے۔ انہوں نے سر میں مانگ نکالی پھر خدا نے وحی بھیجی طہارت کیجیے۔ انہوں نے زیر ناف

فرمایا بھوت پھر کہا کہ ان کے لیے اذان مقرر کی ہے اور میری اذان کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ساز سارنگیاں، گانے بجانے کے سامان وغیرہ۔ پھر کہا ان کے لیے قاصد (رسول) مقرر فرمائے۔ میرے قاصد کون ہیں؟ فرمایا کاہن پھر کہا ان کے لیے کتاب مقرر کی میری کتاب کیا ہے؟ ارشاد فرمایا نقش و نگار؟ پھر کہا ان کے لیے شکار کے وسائل بنائے میرا جال کیا ہے؟ فرمایا عورتیں پھر کہا ان کے لیے کھانا بنایا تو میرا کھانا کیا ہے؟ فرمایا جس پر میرا نام ذکر نہ کیا جائے پھر کہا ان کے پینے کو مقرر فرمایا تو میرا مشروب کیا ہے؟ فرمایا نشہ آور چیز۔

سارا جہاں تو خلاف ہو پروانہ چاہیے ☆ مدنظر تو مرضی جانا نہ چاہیے
اب اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ ☆ کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ کرنا چاہیے
ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے ☆ وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے
سینکڑوں کو تو کرے گا جنتی ☆ ایک یہ نااہل بھی ان میں سہی
وقت پیر آگیا جوانی ہوچکی ☆ سانس لینا رہ گیا اب زندگانی ہوچکی
طاقت و توفیق طاعت ہم زتو ☆ ہم دعا از تو اجابت ہم زتو
اب رہے بس تادم آخر ورد زباں اے میرے اللہ

اللہ تعالیٰ ہمیں اعمال صالح کے ساتھ مزین فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین!

خوف خدا کی برکت:

ایک حدیث میں ہے اللہ فرماتے ہیں مجھے میری عزت و جلال کی قسم میں اپنے بندے پر دو خوف اور دو امن جمع نہ کروں گا جو دنیا میں مجھ سے ڈرتا رہا اس کو قیامت میں بے خوف کردوں گا اور جو دنیا میں مجھ سے بے خوف رہا اس کو قیامت میں امن نہ دیا جائے گا (ابن حبان) حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی گرفت سے بے خوف ہوجانا اور اس کی رحمت سے ناامید ہوجانا یہ بڑے گناہوں میں سے (زواجر) یااللہ عمل خیر نصیب فرما۔ آمین!

خطبہ دوم:

شرک و تکبر اور ظلم کا بیان

ماہ ذی قعدہ کے پہلے خطبے میں صبر و شکر و ذکر کا بیان تھا اب اس خطبے میں اس کے مقابلے میں

جو اس کی ضد ہے شرک و تکبر و ظلم کا بیان ہوگا۔ جیسے صبر و شکر و ذکر کا باعث کامیابی ہیں اسی طرح شرک و تکبر و ظلم باعث بربادی ہیں سب سے پہلے شرک کی مذمت بیان کی جائے گی۔ شرک سب سے بڑا ہے اور سب سے بڑا ظلم ہے ارشاد باری تعالی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰـهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى اِثْمًا عَظِيْمًا﴾ [پارہ ۵ آیت ۴۸]

(شرک کی بخشش نہ ہوگی)

ترجمہ "بے شک اللہ نہیں معاف کرے گا اس کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے وہ بخش دے گا اس کے علاوہ جس کو چاہے گا اور جس نے شرک کیا بے شک اس نے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔

تشریح یعنی شرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی کسی حال میں بھی بخشش نہیں ہے۔ اس کے علاوہ خواہ کتنے ہی بڑے گناہ ہوں وہ سزا کے ساتھ یا بغیر سزا قابل معافی ہیں۔ کائنات کی ہر چیز آسمان و زمین چاند و سورج، سیارے، ستارے، آگ، پانی، مٹی و ہوا سب اللہ کی فرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں ایک انسان ہیں کہ ان میں سے بہت سے اس کی نافرمانی کر کے اس کے ساتھ مخلوق کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ اللہ کو چھوڑ کر پیغمبروں و فرشتوں و اماموں پیروں پریوں و جن بھوت کو مشکل کے وقت پکارنا شرک ہے۔ قبروں پر جھکنا سجدے کرنا غیر اللہ کی نذر و نیاز کرنا شرک ہے۔ آگ، پانی، مٹی، ہوا، سورج، چاند، تاروں، بتوں کی پوجا کرنا شرک ہے اللہ کے علاوہ کسی کو مالک و مختار سمجھنا حاجت روا فریادرس سمجھنا کسی کو نفع و نقصان موت و حیات عزت و ذلت کا مالک سمجھنا یہ شرک ہے۔ موحد کے بارے میں حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ اس کو چاہے ریزہ ریزہ کر دو مگر اللہ کے علاوہ نہ کسی سے ڈرتا ہے نہ جھکتا ہے۔

موحد کے درپائے ریزی سرش ☆ وگر آرہ ی نہی برسرش
اُمید و ہراسش بنا شدز کس ☆ ہمیں است بنیاد توحید بس

حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل میں اپنے قیدی ساتھیوں کو توحید کی دعوت دی اور شرک سے توبہ و بیزاری کی طرف لایا قرآن پاک میں آتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام فرمارہے تھے۔

﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾

[پارہ ۱۲ آیت ۳۹ سورۃ یوسف]

ترجمہ "اے میرے قید خانہ کے ساتھیو! کیا مختلف و متفرق معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ معبود بہتر ہے

جو سب سے زبردست بڑا کیا ہے۔"

فوائد معلوم ہوا کہ عقیدہ توحید ایسا بنیادی عقیدہ ہے کہ جس کی دعوت سب سے پہلے ہر حال میں دی جائے خواہ مشکلات کے حالات ہوں یا آسانی کے حالات ہوں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام دعوت توحید کے لیے مبعوث کیے گئے اور یہی ان کا مقصد واحد تھا۔

فرمایا اللہ کے علاوہ جن کو تم پکارتے بلاتے ہو وہ آسمان وزمین کے ایک ذرے کے بھی مالک نہیں اور ان کا اس میں ذرہ بھی تصرف و حکم نہیں چلتا قرآن پاک میں ہے۔

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ﴾

[پارہ ٢٢ سورۃ سباء آیت ٢٢]

آسمان وزمین میں اللہ کے علاوہ کسی کا ذرہ بھر تصرف واختیار نہیں وہی مالک ہے۔

ترجمہ "آپ ﷺ فرمادیجیے کہ جن کو تم اللہ کے سوا خدائی کا شریک سمجھتے ہو ان کو پکارو وہ ذرہ بھر اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں نہ زمین میں اور نہ ان کی ان دونوں کے پیدا کرنے میں کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا کسی شئی میں مددگار ہے۔ یعنی نہ ایجاد عالم میں ان کا کوئی دخل ہے اور نہ موجود ہونے کے بعد کوئی دخل ہے نہ مستقل اختیار ہے نہ نیابۃً اختیار ہے۔

حضور اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ یہ اعلان کردیں کہ میں خود بندہ و مخلوق ہوں میں کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں نہ میرے اختیار میں ہے فرمایا قرآن پاک میں:

﴿قُلْ اِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا﴾ [سورۃ جن پارہ ٢٩ آیت ٢١، ٢٢]

حضور ﷺ نے ہر وقت اللہ کی طرف دعوت دی۔

ترجمہ "اے رسول آپ ﷺ کہہ دیں کہ بے شک میں نہیں اختیار رکھتا تمہارے نقصان کا اور نہ فائدہ کا کہہ دو کہ مجھ کو ہرگز نہ بچائے گا اللہ سے کوئی اور ہرگز نہ پاؤں گا اس کے سوا کہیں بچاؤ۔"

انسان کی تین حالتیں:

انسان کے تین حالات ہیں (١) اول جب وہ کچھ بھی نہ تھا خدائے تعالیٰ اس کو عدم سے وجود میں لائے۔ (٢) نطفہ تھا مردہ تھا اس کو زندہ کیا (٣) پھر اللہ نے اس کی پرورش کی اس کو عقل وعلم عطا

فرمایا۔اب انسان کی بے شمار حاجات وضروریات ہیں وہ ہر وقت اللہ کا محتاج ہے اس لیے اس کو چاہیے کہ وہ صرف اور صرف اس کی عبادت کرے جس کا ہر دم محتاج ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب کفار نے آگ میں ڈال دیا تو حضرت جبریل علیہ السلام باجازت الٰہی آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا کہ کوئی حاجت ہو تو بتاؤ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا حاجت تو ہے مگر آپ کی طرف نہیں اللہ کی طرف ہے۔حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا پھر اللہ سے درخواست کریں تاکہ وہ مدد فرمائے۔فرمایا وہ ظاہر و پوشیدہ سب جانتا ہے۔تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عملاً سبق دیا کہ حاجت میں صرف خدا سے مدد چاہو اسی سے صرف چاہو۔اس لیے کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہر ایک کے حال سے باخبر دور یا نزدیک کی کوئی چیز آسمان و زمین میں اس سے پوشیدہ نہیں ہے خواہ وہ پہاڑوں میں ہو خواہ سمندر میں ہو خواہ اندھیرے میں خواہ اُجالے میں ہو ہر جگہ اللہ کا حکم و تصرف نافذ و جاری ہے،موت و حیات رزق کی تنگی و فراخی اسی کے قبضہ میں ہے صحت و تندرستی اس کے قبضہ میں ہے فتح و شکست اسی کے قبضہ میں ہے مرادیں پوری کرنا۔حاجتیں برلانا،بلائیں ٹالنا،مشکل میں دستگیری کرنا یہ سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔کسی نبی وولی کے ہاتھ و اختیار میں نہیں اس لیے صرف اللہ سے استعانت چاہیں۔حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر ہے کہ اے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا کہ یہ ظلم عظیم ہے۔

الحاصل مشرک چاہے جتنی عبادات و طاعات بجالائے وہ خواہ کتنے ہی رفاہی و مفاد عامہ کے کام کرلے اس کی ہرگز بخشش نہ ہوگی۔کیونکہ اللہ خالص عمل کو قبول کرتا ہے۔

عالم ارواح میں سب نے وحدانیت کا اقرار کیا:

وعدہ الست یعنی جب اللہ نے ارواح کو پیدا فرمایا تو سب روحوں سے وعدہ لیا کہ ”اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ“ کیا میں تم سب کا پروردگار نہیں ہوں سب روحوں نے بیک زبان اعتراف کیا قَالُوْا بَلٰى بے شک آپ ہمارے رب ہیں لیکن دنیا میں بہت تھوڑے لوگ عقیدۂ توحید پر قائم رہے اور اکثر لوگ اللہ کے ساتھ شریک کرنے لگے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ﴿وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ﴾ [پارہ ۱۳ آیت ۱۰۶ سورۃ یوسف] اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے مگر وہ شرک کرتے ہیں سارے پیغمبر عقیدۂ توحید کی تبلیغ کے لیے آئے اور ساری آسمانی کتابوں میں عقیدۂ توحید درست رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ابن عباسؓ کو ایک خاص انداز میں سمجھایا فرمایا "اے لڑکے اللہ کو یاد رکھ وہ تجھے یاد رکھے گا اور یاد رکھ اللہ کو اس کو اپنے سامنے پائے گا اور جب مانگے تو اللہ سے مانگ اور جب مدد چاہے تو صرف اللہ سے مدد چاہ اور یقین رکھ اگر ساری مخلوق تجھ کو نفع دینے کے لیے جمع ہو جائے تو جتنا اللہ نے لکھ رکھا ہے اس سے زیادہ نفع نہ پہنچا سکیں گے (اسی طرح نقصان) اللہ نے قلم اٹھا لیا لکھ کر اور سوکھ گیا کاغذ۔" حضرت انسؓ کی حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی سب حاجت کی چیزیں اپنے رب سے مانگے یہاں تک کہ نمک بھی اس سے مانگے اور جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اس سے مانگے اللہ تعالیٰ نے جو روزی مقرر فرمائی ہے وہ ہر حال میں ملے گی۔ ایک آدمی کو حضور نبی کریم ﷺ نے کھجور عطا کی اور فرمایا! اگر تو اس کے پاس نہ آتا تو یہ پاس آتی۔ اور مشائخ و بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر بندہ روزی سے بھاگ کھڑا ہو تو بھی وہ اسے آلے گی۔ جیسے کہ موت سے بھاگنے والے کو موت جا پکڑتی ہے اور جب تک فرشتہ موت سامنے نہ آئے اس وقت تک روزی بندے سے منقطع نہیں ہوتی۔ اس وقت دنیا کی روزی ختم ہو جاتی اور آخرت کی روزی کھل جاتی ہے چنانچہ دنیا کی روزی کا آخری حصہ آخرت کی روزی کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے۔ ایک بزرگ سے کسی نے بدن کی خوراک کے بارے میں سوال کیا فرمایا! میاں چھوڑ! تجھے جسم کی کیا پڑی ہے جس نے اسے پہلے پیدا کیا وہ بنانے کے بعد بھی کارسازی کرتا رہے گا۔ اس پر کوئی مرض آئے تو بنانے والے کے پیش کر دے۔ دیکھتے نہیں کہ جب کسی چیز کی خرابی ہوتی ہے تو بنانے والے کے سپرد کر دیتے ہیں کہ وہ اسے درست کر دے۔ جو عقیدۂ توحید پر رہتے ہوئے اتباع شریعت کرے گا۔ اس کا کارساز اللہ ہوگا ہر مشکل میں اس کی مدد فرمائے گا۔ اس سے محبت فرمائے گا۔ اپنا مکاشفہ نصیب فرمائے گا۔ اس کی حفاظت فرمائے گا اور وہی اس کے لیے کافی ہوگی۔ اسے اپنی پناہ عطا کرے گا۔ اسے عین الیقین کا بلند ترین مشاہدہ نصیب ہوگا اور جس نے عقیدہ توحید سے منہ موڑا وہ مردود ہوا اور اندھا ہوا اور اس کی زندگی تنگ ہوگئی۔

شرک کی اقسام:

(۱) ایک تو شرک یہ ہے کہ متعدد خداؤں کا اعتقاد رکھا جائے جیسے فرقہ ثنویہ ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک خدا خالق خیر ہے ایک خالق شر ہے۔ فاعل خیر نور ہے فاعل شر ظلمت ہے مجوسی کہتے ہیں کہ خیر کا خالق خدا یزدان ہے اور شر کا خالق خدا اہرمن ہے۔

(۲) عیسائیوں نے اقانیم ثلاثہ کا عقیدہ رکھا اور کہتے ہیں کہ خدا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی

والدہ حضرت مریم علیہا السلام یہ تینوں خدا ہیں اللہ ایک جو ہر فرد ہے اور ان تینوں سے مرکب ہے تینوں مل کر ایک ہیں اور ایک تین ہیں۔

شرک کی ایک قسم یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنا کہ وہ خدا سے ملا دے گا جیسے بت پرست عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ اتنا عظیم ہے اور ہم اتنے ذلیل وخوار ہیں لہٰذا اتنی بڑی سرکار کا قرب حاصل کرنے کے لیے معزز مخلوق مثلاً فرشتے سورج، چاند، ستارے، آگ، پانی وغیرہ کی عبادت کرتے ہیں۔

(۴) شرک تقلید یہ ہے کہ دیکھا دیکھی شرک کرنا اس خیال سے کہ ہمارے آباؤ اجداد بھی یہ پرستش کرتے تھے ہم بھی ان کی تقلید کریں گے جیسے آج کل کے اکثر اہل بدعت وقبر پرست شرک کرتے ہیں اور یہی بات کہتے ہیں۔

(۵) شرک اسباب یعنی اسباب کو موثر حقیقی سمجھنا کہ کھانے سے پیٹ بھرنا پانی سے پیاس بجھتی ہے کپڑے سے ستر پوشی ہوتی ہے دوائی سے آرام ہوتا ہے روشنی سورج سے ہوتی ہے تو ان لوگوں نے انہی اشیاء کو موثر حقیقی سمجھ لیا اور خدا کی طرف جھکنے کی بجائے مادہ پرستی میں لگ گئے اور اپنا مقصد زندگی کھانا پینا رہنا آسودہ رہنا بنالیا یہ بھی شرک ہے۔

(۶) شرک اغراض یعنی ریاکاری دکھاوے کے لیے اچھے نیک کام کرنا اس سے اللہ کی خوشنودی و رضا مقصود نہیں ہوتی بلکہ اپنی مرتبت وجاہ وعزت کی فکر میں یہ کیا جاتا ہے۔ حدیث میں اس کو بھی شرک کہا گیا ہے۔

انجام شرک:

مذکورہ بالا شرک کی اقسام میں سے جس قسم کے شرک میں بھی کوئی مبتلا ہوگا اگر وہ توبہ نہ کرے گا اور اپنی حالت درست نہ کرے گا تو اس کا خاتمہ کفر پر ہوگا اور نجات اس کی نہ ہوگی فاسد عقیدے والا جتنا بھی خیر کا کام کرے آخرت کے اعتبار سے بے فائدہ بلکہ وبال ہوگا۔ قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ان کی بڑائی، تعظیم کرنا ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا وہاں پر بزرگ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اور ان سے مرادیں پوری کرنے کے لیے ان کے نام کی خیراتیں کرنا۔ مٹھائیاں تقسیم کرنا وہاں پر جا کے کئی کئی دن قیام کرنا کہ اس سے یہ بزرگ ان کی مرادیں پوری کرادیں گے یہ واضح اور کھلا ہوا شرک ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ آج اکثر بزرگوں کی قبور شرک کے مراکز بنے ہوئے ہیں۔

حضور ﷺ نے دعا مانگی اے اللہ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنائیو کہ اس کی پوجا ہوا کرے۔ بعض لوگ قبروں کے پاس جا کر ایسی تعظیم اور حرمت و عاجزی اور خوف و نرم دلی کے ساتھ جاتے ہیں کہ اتنا مسجدوں میں بھی نہیں کرتے قبروں پر چراغ جلاتے ہیں قبروں پر چلہ کشی کرتے ہیں ان پر چادریں چڑھاتے ہیں ان پر مجاور بٹھلاتے ہیں اور قبروں پر بیٹھے رہنے کو مسجدوں کی خدمت سے افضل سمجھتے ہیں قبروں کی منتیں مانگتے ہیں ان کا طواف کرتے ہیں سجدہ کرتے ہیں دیواروں، چوکھٹوں اور قبروں پر پڑے ہوئے پتھروں کو چومتے ہیں سینے سے لگاتے ہیں اور رخساروں پر لگاتے ہیں قبروں پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے اور قبروں کی خاک بطور تعظیم کے اُٹھاتے ہیں صاحب مزار کو پکارتے ہیں اور ان سے فریاد کرتے ہیں ان سے مدد مانگتے ہیں روزی تندرستی اور اولاد مانگتے ہیں ان سے مصائب سے نجات کی دعا مانگتے ہیں یہ سب ناجائز اور شرک ہے اور کھلی گمراہی ہے۔ اس لیے کہ ان میں سے کوئی کام نہ اللہ کے رسول ﷺ نے کیا نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ و تابعیؒ نے اور نہ ائمہ دین نے کیا اور یہ ہو نہیں سکتا کہ یہ کام شروع و درست ہوتے اور وہ نہ کرتے ان کا نہ کرنا بلکہ منع کرنا روکنا یہ دلیل ہے کہ یہ سب کام شرک و گمراہی ہیں۔

قبروں پر عرس کرنا:

مشرکین اہل کتاب اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی قبروں پر عرس کرتے تھے اور زیارت کی لیے جمع ہو کر بے ہودہ باتوں اور خوشیوں میں مشغول رہتے تھے پس حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی اُمت کو اس سے منع فرما دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ''میری قبر پر عرس مت کرنا بلکہ مجھ پر درود بھیجا کرو، تمہارا درود جہاں بھی ہو مجھ کو پہنچ جاتا ہے۔'' اور یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ کی قبر اطہر روئے زمین کی تمام قبروں سے بہتر اور افضل ہے جب اس پر عرس کرنے سے ممانعت ہوئی تو اوروں کی قبر خواہ وہ کوئی ہو بدرجہ اولیٰ منع کے لائق ہے۔ (مجالس الابرار)

اسلام کے معنی:

اسلام کا مطلب سراسر عقیدۂ توحید ہے یعنی اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنا ہے اور خلوص دل کے ساتھ اس کا مطیع و فرمانبردار ہونا ہے اور جو اللہ پاک کی جانب سے دینی احکام آئے ہیں ان پر ایمان لانا ہے پس قرآن پاک نے اسلام کو شرک کے مقابلہ میں پیش کیا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [پارہ ۷ سورۃ الانعام آیت ۱۴]

ترجمہ: "حضور ﷺ کو حکم ہے کہ آپ کہہ دیجیے کہ کیا میں اس خدا کے سوا کسی اور کو اپنا معبود خدا بنالوں جو آسمان اور زمین کا خالق ہے اور وہی سب کو کھلاتا ہے اور اسے کوئی نہیں کھلاتا آپ ﷺ فرما دیجیے کہ مجھ کو تو یہی حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلے فرمانبرداری قبول کروں اور یہ کہ تم ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہونا۔

صفاتِ خداوندی:

فرض توحید یہ ہے کہ انسان دل سے عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اوّل ہے اس کا کوئی ثانی نہیں موجود ہے اس میں کچھ شبہ نہیں، غائب وغیر موجود نہیں ہے، عالم ہے جاہل نہیں قادر ہے عاجز نہیں، زندہ ہے اس پر موت نہیں۔ قیوم ہے غافل نہیں۔ بردبار ہے جلد بازی نہیں کرتا۔ سننے دیکھنے والا ہے۔ بادشاہ ہے اس کی بادشاہی کو زوال نہیں۔ وقت کے بغیر قدیم ہے حد کے بغیر آخر ہے کوئی حد نہیں اس کی۔ باقی ہے اس پر فنا نہیں، رہنا اس کی دائمی صفت ہے حادث نہیں۔ ابدالآباد دائمی ہے اس کے دوام کی کوئی انتہا نہیں اس کے کون کا آغاز نہیں اس کے قدیم ہونے کی ابتداء نہیں اس کی ابدیت کا انجام نہیں وہ اپنی اولیت میں آخر ہے اور اپنی آخریت میں اول ہے اس کے اسماء وانوار وصفات نہ مخلوق ہیں اور نہ اس سے جدا ہیں۔ وہ ہر چیز سے آگے ہے ہر چیز سے پیچھے ہے۔ ہر چیز کے اوپر ہے، ہر چیز کے ساتھ ہے اس نے عرش پر قرار پکڑا اور بغیر کیف وتشبیہ کے قرار پکڑا۔ وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ہر چیز پہ قدرت رکھتا ہے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ جو اس کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ اسماء وصفات قدرت و عظمت اور کلام ومشیت کا مالک ہے اس کے تمام انوار غیر مخلوق اور غیر حادث ہیں وہ اپنی تمام صفات و اسماء اور کلام وانوارت کے ساتھ ہمیشہ قائم وموجود رہے گا اس پر کبھی فنا نہیں آئے گی وہ صاحب ملک اور صاحب عزت وجبروت ہے مخلوق وامر سلطان وغلبہ کا وہی مالک ہے اپنی مخلوق وسلطنت کو اپنے امر سے جو چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے حکم دیتا ہے اس کے حکم کے بعد کوئی حکم نہیں دے سکتا۔ اس کی مشیت کے بعد بندے کی مشیت کچھ حقیقت نہیں رکھتی اگر کسی چیز کے بارے میں وہ چاہے تو وہ ہوگی اور صرف وہی ہوگی جو وہ چاہے گا۔ بندہ اس کی رحمت سے ہی معصیت سے بچتا ہے اور اس کی محبت کے باعث ہی اس کی اطاعت وعبادت کی توفیق ملتی ہے ان سب میں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے ان میں سے کسی چیز میں اس کا کوئی مددگار نہیں عقلوں سے بالاتر فہم ودانش سے بلند ہے وہ ایسے ہے جیسے اس نے خود اپنی توصیف وتعریف فرمائی ہو اور مخلوق کے بیان کردہ وصف سے بالاتر ہے۔ (قوت القلوب)

میری ہستی ہے خود شاہد جو ذاتِ باری کی ☆ دلیل ایسی ہے یہ جو عمر بھر رد ہو نہیں سکتی

دلائل توحید و قدرت:

قرآن پاک میں دلائل توحید کا بیان ہے مثلاً فرمایا "کیا تم اس پانی کو جو عورت کے رحم میں ڈالتے ہو؟ کیا اس سے بچوں کو تم پیدا کرتے ہو یا ان کے اور تمہارے پیدا کرنے والے ہم ہیں؟ اور ہم پر کوئی زیادتی نہیں لے گیا (یعنی ہمارے حکم سے کوئی بھاگ نہیں سکتا) اور موت کو ہم نے اس لیے مقرر کیا ہے کہ تم میں سے تمہارے جیسے آدمیوں کو بدل دیں (یعنی تم کو مار ڈالیں اور دوسروں کو پیدا کریں) اور ہم تمہیں اس صورت میں دوبارہ پیدا کریں گے جس کو تم آج نہیں جانتے ہو اور ضرور تم نے پہلے پیدا کرنے کو جان لیا ہے پس کس لیے ہماری قدرت کو یاد نہیں کرتے ہو؟ کیا جو کچھ تم زمین میں بوتے ہو اس کو دیکھتے ہو؟ کیا اس بیج کو تم اُگاتے ہو یا اس کے اُگانے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو جو کچھ تم نے بویا ہے ہم اس کو بے دانہ گھاس بنا دیں۔ پس تم اس سے اندوہناک رہو اور اپنی کوشش سے پشیمان اور پھر کہو کہ تحقیق ہم تاوان زدہ ہیں بلکہ ہم روزی سے بے نصیب ہیں کیا تم اس پانی کو دیکھتے ہو؟ جس کو تم پیاس بجھانے کے لیے پیتے ہو؟ کیا اس کو سفید بادل سے تم نے اُتارا ہے یا اس کے اُتارنے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اس پانی کو شور اور کڑوا بنا دیں اس نعمت پر خدا تعالیٰ کا شکر کیوں نہیں کرتے۔ کیا تم اس آگ کو دیکھتے ہو جس کو تم نکالتے ہو؟ کیا اس درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا اس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں؟ اس آگ کو ہم نے نصیحت بنایا ہے کہ اسے دیکھو تو دوزخ کی آگ کو یاد کرو اور ہم نے اس آگ کو مسافروں اور مقبول کے لیے متاع بنایا ہے۔"

مرد بینا کو نقشہ ارض و سما کافی ہے ☆ یہی نظارہ پئے یاد خدا کافی ہے

قرآن مجید میں خدا تعالیٰ کے وجود پر اسی سے استدلال کیا گیا ہے یہ خدا تعالیٰ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو خوب پختہ طور سے بنایا خدا تعالیٰ کی کاریگری میں تم کو کہیں فرق نظر نہ آئے گا پھر دوبارہ دیکھو کہ کہیں دراڑ دکھائی دیتی ہے؟ خدا تعالیٰ نے ہر شے کو پیدا کیا پھر اس کا ایک انداز معین کیا۔ خدا تعالیٰ کی بناوٹ میں کوئی ردوبدل نہیں۔" خدا تعالیٰ کے طریقے میں تم ردوبدل نہیں پا سکتے۔" اب یہ صاف ظاہر ہے کہ جو چیز کامل، مرتب اور مستحکم انتظام ہوگی وہ خود بخود پیدا نہیں ہوگئی ہوگی، بلکہ کسی صاحب قدرت اور صاحب اختیار نے اس کو پیدا کیا ہوگا۔

کیا ہے جس نے اس عالم کو پیدا اس کو کیسے ☆ خرد خاموش ہے اور دل یہ کہتا ہے خدا کیسے

آج جب سائنس ترقی کر چکی ہے ماڈرن زمانہ ایجادات کی بہتات ہوگئی مشینری کا دور عروج پر ہے، روبوٹ تیار ہو چکے ہیں کمپیوٹر کی ایجاد ہو چکی ہے۔ خلاؤں کے سفر شروع ہو چکے ہیں چاند و مریخ پر

رسائی ہو چکی ہے کائنات کے سینکڑوں راز فاش ہو چکے ہیں سمندروں میں بہت سی حیران کن اشیاء پٹرول، معدنیات دریافت ہو چکی ہیں مگر قرآن پاک نے جو کچھ توحید باری تعالیٰ کے متعلق فرمایا وہ اسی طرح جوں کا توں ہے اسے کوئی رد نہیں کر سکا اس میں کوئی ترمیم و اضافہ نہیں کر سکا اب جو شخص کائنات آسمان و زمین کے اس پکے ٹھکے نظام کو بھی دیکھ کر یہ کہے کہ یہ سب خود بخود وجود میں آیا ہے اس کے عقل کا فتور ہے ایک سوئی خود بخود نہیں بن سکتی ایک مکان کی ایک اینٹ خود بخود نہیں بن سکتی تو کائنات کا یہ عظیم نظام جو بڑے محکم و مضبوط ترتیب و سلیقہ کے ساتھ چل رہا ہے۔ یہ خود بخود کیسے چل سکتا ہے۔

لطیفہ: ایک دہریہ کیمونسٹ اللہ کے نظام پر اعتراض کرتا رہتا ایک دن اس نے کہا کہ آم کا درخت اتنا بڑا ہے اور اس پر پھل آم کے چھوٹے چھوٹے کیوں لگائے گئے اور تربوز کی بیل کمزور چھوٹی سی مگر اس کے پھل تربوز اتنے بڑے یہ ترتیب غلط ہے اس کے برعکس ہونا چاہیے تھا۔ خدا کی شان اس وقت آندھی چلی اور دو تین آم اس کے گنجے سر پر لگے تو پھر خدا یاد آ گیا کہنے لگا واقعی خدا موجود ہے اس کا ہر حکم مصلحت سے خالی نہیں اگر آم کے درخت پر تربوز جیسے بڑے بڑے پھل لگتے تو آج میری خیر نہ تھی۔ اللہ رب العزت نے جو چیز جیسے بنائی وہ اسی طرح بہتر ہے اور اسی میں مصلحت کوئی نہ کوئی ضرور ہے۔ قانون و تخلیق الٰہی میں زبان نہیں کھولنی چاہیے۔

تکبر کی مذمت:

تکبر عزازیل را خوار کرد ☆ بہ زندانِ لعنت گرفتار کرد
نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ☆ کہ جاہا سپر باید انداختن
بکر زدانا بد ناپسند ☆ غریب آید ایں معنی از ہوشمند
موت نے کر دیا ناچار وگرنہ انساں ☆ ہے وہ خود بیں کہ خدا کا بھی نہ قائل تھا

تکبر و بڑائی اللہ کے شایان شان ہے کسی انسان مٹی کے پتلے کو زیب نہیں کہ وہ خدائی میں مداخلت کر کے شریک ہونے کی کوشش کرے۔ اللہ فرماتے ہیں ﴿إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ﴾

ترجمہ: ''یقینی بات ہے کہ تکبر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔'' دوسری جگہ ارشاد گرامی:

﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا﴾

[پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۶]

ترجمہ: ''اور مت چل زمین پر اکڑتے ہوئے کیونکہ تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ (دن کو تان کر)

پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتا ہے۔'' حدیث میں پاک میں آتا ہے: ((اَلْعَظْمَۃُ اِذَارِیْ وَالْکِبْرِیَاءُ لِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ قَصَمْتُہٗ))۔ (بخاری وغیرہ)

اللہ فرماتے ہیں عظمت و کبریائی میری چادر ہیں جوان میں جو چھیننے کی کوشش کرے گا میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔ ایک حدیث میں آتا ہے (لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ خَرْدَلٍ مِنْ کِبْرٍ)۔ (مشکوٰۃ)

جنت میں متکبر داخل نہ ہوگا۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس کے دل میں رائی کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ تکبر کا معنی غرور کرنا یعنی دوسروں کو حقیر سمجھنا اور خود کو اچھا و بڑا سمجھنا۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تکبر یہ ہے کہ خدا کے واسطے گردن نہ جھکائے اور زبان غیبت سے نہ روکے۔

تکبر بود عادت جاہلاں ☆ تکبر نیاید ز صاحب دلاں

حضور ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن غرور کرنے والا عاجز چیونٹی کی طرح اُٹھے گا لوگ اسکو پاؤں میں کچلیں گے۔ حضرت لقمان ؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی اے بیٹے! زمین پر اکڑ کر نہ چل جو تکبر کرتا ہے اللہ اس سے بغض رکھتا ہے انسان نے تکبر حد سے زیادہ کیا کہ شیطان سے بھی بڑھ گئے کیونکہ خدائی کا دعویٰ کیا جیسے فرعون و نمرود اللہ نے ایک کو مچھر سے ہلاک کرایا اور ایک کو پانی میں غرق کیا۔ (وعظ سعید)

ظلم کی مذمت:

تیسرا ہلاک کرنے والا عمل ظلم ہے۔ ظالموں کو ہدایت نہیں ملتی اللہ فرماتے ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾

ترجمہ ''بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' حضور ﷺ فرماتے ہیں اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مدد کرو اپنے بھائی مسلمان کی خواہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ! ظالم کی مدد کیسے کریں؟ فرمایا اس کو ظلم سے روکو یہی اس کی مدد ہے۔

بازار مظلوم مائل مباش ☆ ز دود دل خلق غافل مباش

مکن مردم آزاری اے تند رائے ☆ کہ ناگہ رسد بر تو قہر خدائے

ستم بر ضعیفان مسکین مکن ☆ کہ ظالم بہ دوزخ رود بے سخن

مالدار جو زکوٰۃ نہ دے (۲) فقیر جو تکبر کرے۔ بادشاہ فقری حالت میں ہاں رہ سکتا ہے ظالم حالت میں نہیں رہ سکتا۔ ظلم ایک ایسا گناہ ہے جس کی سزا نقد دنیا میں بھی ملتی ہے۔ آج ہمارا معاشرہ شرک و تکبر و ظلم سے بھرا ہوا ہے اس لیے بربادی آرہی ہے اگر ہم چاہیں کہ اللہ کی مدد و نصرت ہمارے شامل حال ہو تو سب سے پہلے ہمیں شرک سے بچنا ہوگا پھر تکبر و بڑائی کو چھوڑ کر عاجزی و مسکینی اختیار کرنا ہوگی اور ظلم کو چھوڑنا ہوگا تو اللہ کی مدد و نصرت و رحمت ہمارے شامل حال ہوگی۔

کہ کافی ہے پیوند اسلام تم کو ☆ تفاوت نہ اپنے پرائی میں سمجھو

ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں ☆ درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

خطا در گذار و ثوابم نما ☆ نگہدار مار از رہ خدا

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ☆ سدا دور دورہ دکھاتا نہیں

قائم میرے جذبات محبت کا بھرم ہو ☆ یا رب میری جانب نگاہ لطف و کرم ہو

وہ میرے قصیدے کے لیے باب حرم ہو ☆ وجدان سے وابستہ عقیدت کا علم ہو

وہ سوز بخش جو سازوں کو ملا ہے ☆ دے فکر کو وہ نور جو تاروں کو ملا ہے

وہ نطق مجھے عطا کر جو فرشتوں کو ملا ہے ☆ وہ قلب ضیا تاب جو ولیوں کو ملا ہے

میزان محبت پہ انہیں تول رہا ہوں ☆ نازاں ہوں سعادت کے گہر رول رہا ہوں

تعریف محمد ﷺ میں زبان کھول رہا ہوں ☆ چھوٹا مگر بول بڑے بول رہا ہوں

ہمارے دل میں ہے قصری جو آرزوئے رسول ﷺ ☆ یہی ہے ایک وسیلہ ہماری بخشش کا!

(قصری کانپوری)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شرک و تکبر اور ظلم اور تمام گناہوں سے محفوظ فرمائیں۔

آمین برحمتک یا رب العالمین!

خطبہ س:

سیرت سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیان

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ جلیل القدر نبی ہیں کہ جنہوں نے بچپن سے توحید کا ڈنکا بجایا۔

آپ علیہ السلام موحد اعظم تھے۔ اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ﴾

[پارہ ۷ سورۃ الانعام آیت ۷۵]

ترجمہ... سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو عجائبات کا مشاہدہ کرایا گیا اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمان وزمین کے عجائبات دکھائے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں ہوں۔

﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

[سورۃ نحل پارہ ۱۴ آخری رکوع]

"بے شک ابراہیم علیہ السلام مقتدا تھے اللہ کے فرماں بردار یکسو تھے جنہوں نے کفر وشرک کے ایوانوں میں کلمۂ توحید بلند کیا اور کفر وشرک کے ایوانوں میں کہرام برپا کیا۔ بڑے بڑے پنڈت مشرکوں کو لاجواب ومبہوت کر دیا بالآخر مشرکین ومادہ پرستوں نے آپ کو آگ میں ڈال دیا وہ بے خطر اس آگ میں کود پڑے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق ☆ عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

(اقبالؒ)

میری گرت نہ سوزم چوں رخ نمائی ☆ نے تاب وصل ارم نے طاقت جدائی

دست از طلب ندارم تاکام من بر آید ☆ یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب پیدا ہوئے نمرود بادشاہ کا سکہ چل رہا تھا اور چونکہ اس کی بادشاہی اتنی بڑی تھی کہ وہ ان چار بادشاہوں میں سے تھا جن کو خدا نے پوری دنیا میں حکومت دی تھی اس لیے وہ زعم باطل میں مبتلا ہو گیا غرور شاہی میں دعویٰ خدائی کر بیٹھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اگر چہ کفر وشرک کی سرزمین میں پیدا ہوئے جہاں نمرود کا طوطی بولتا تھا سارے لوگ غلامی یعنی کفر وشرک کی زندگی میں مبتلا تھے۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ماحول ومتاع حکومت وسطوت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے توحید کا ڈنکا بجا دیا اور بالآخر کامیاب وغالب ہوئے کفر مغلوب وذلیل ہوا۔

دُنیا کے چار عظیم بادشاہ:

دنیا میں چار ایسے بادشاہ گزرے ہیں جن کی پوری دنیا میں حکومت تھی۔ دو مسلمان تھے دو کافر مسلمان ایک حضرت سلیمان علیہ السلام دوسرے سکندر ذوالقرنین۔ دو کافر یہ تھے (۱) ایک نمرود بن کنعان (۲) بخت نصر۔ نمرود بادشاہ کے پاس ترکستان ہندوستان مشرق ومغرب ہر طرف سے خراج و

ٹیکس آتے تھے۔ ایک ہزار سات سو برس تک اس نے حکومت کی، بہت بڑا متکبر و مغرور تھا۔ بہت بڑا اس کا تخت تھا ہر وقت نجومی جادوگر اس کے ساتھ رہتے ایک دن سب نجومی و جادوگر پریشان اس کے سامنے بیٹھے تھے پوچھا کیا سبب ہے تمہاری پریشانی کا انہوں نے کہا تمہاری خیر ہو فلک پر ایک عجیب ستارہ نظر آیا ہے نمرود نے کہا کہ وہ ستارہ کیا ہے انہوں نے کہا ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جو تیری بادشاہت کے زوال کا سبب ہوگا اور وہ لڑکا تین دن کے اندر باپ کی پشت سے ماں کے شکم میں آئے گا نمرود نے آرڈر دے دیا کہ جتنی عورتیں بالغہ ہیں وہ آج سے اپنے شوہروں کے ساتھ ہم بستر نہ ہونے پائیں۔ اس حکم پر عملدرآمد کے لیے بڑی سختی کی گئی اور سخت انتظامات کیے گئے نمرود کے ایک محافظ کا نام آذر تھا وہ نمرود کی رات بھر ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک ہاتھ میں شمع لے کر حفاظت کیا کرتا تھا جس دن نمرود نے یہ حکم جاری کیا اتفاقاً اسی رات اس کی بیوی وہاں نمرود کے سرہانے آگئی اور سویا ہوا تھا آذر کو خواہش ہوئی اس نے نمرود کے سرہانے اپنی بیوی سے مقاربت کی بقیہ سب محافظ اور نمرود سب ہی سوئے ہوئے تھے کیا شان خدا ہے اسی شب اسی مقاربت کی وجہ سے اللہ کے حکم اور قدرت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کی پیٹھ سے رحم مادر میں قرار پکڑا آج بھی دنیا میں فیملی پلاننگ بنائی جاری ہیں۔ برتھ کنٹرول کی بڑی تگ و دو ہو رہی ہے۔ مگر اللہ نے جس کو پیدا کرنا ہے وہ پیدا ہو کر رہتا ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کی ساری کوششیں اس وقت بے کار ہو جاتی ہیں جب اللہ تعالیٰ باوجود مخلوق کے پورے زور لگانے کے اولاد نہ ہو مگر وہ خالق کل پیدا کر کے دکھاتا ہے۔

لطیفہ: ایک خان صاحب کی اولاد بہت زیادہ تھی اس نے بڑی کوشش کی کہ اولاد نہ ہو دوائیں وغیرہ بہت کیں۔ مگر باوجود ساری کوششوں کے بچہ پیدا ہو گیا۔ تو اس نے کہا کہ اس بچہ کا نام ہم زبردست خان رکھتے ہیں کیونکہ ہماری مخالفت کے باوجود بھی یہ پیدا ہو گیا۔

دوسرے دن نمرود نے اپنے نجومیوں کاہنوں سے پوچھا، اپنے علم سے بتاؤ کہ وہ لڑکا پیدا ہوا ہے یا نہیں؟ سب نے کہا جہاں پناہ سلامت وہ لڑکا گزشتہ شب باپ کی صلب سے شکم مادر میں آچکا ہے تب نمرود نے آرڈر دے دیا کہ جتنی حاملہ عورتیں ہیں ان کے وقت ولادت بچے مار دیئے جائیں تمام حاملہ عورتوں کے بچے مروا دیئے گئے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا وقت وضع حمل قریب آیا تو نمرود کے خوف سے بچے کی محبت میں گھر سے خاموشی کے ساتھ باہر جا کر ایک غار میں چھپ گئیں اور وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ ولادت کے وقت غار نور سے روشن ہو گیا اور ان کی ماں رونے لگی اس خوف سے کہ کسی کو اطلاع

نہ ہو اور نمرود کہیں اس بچہ کو مار نہ ڈالے آخر بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر وہیں چھوڑ کر گھر کی طرف روتی ہوئی چلی آئیں اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور بچے کے منہ میں اس کے انگوٹھے دے دیئے خدا کے فضل وکرم قدرت سے ایک انگوٹھے سے شہد دوسرے انگوٹھے سے دودھ جاری ہوا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کو پیتے رہے اور کسی چیز کی محتاجی نہ رہی۔ہر ہفتے ان کی ماں ان کے پاس جاتیں اور ان کی حیران کن پرورش سے تعجب کرتیں اور جب غار سے واپس آتیں تو غیب سے ایک آواز آ کر غار کا منہ بند کر دیتی کسی کو شک بھی نہ گزرتا کہ یہاں کوئی بچہ ہے جب ان کی ماں غار پر آتیں تو اس پتھر کو الگ کر کے بچے کی دیکھ بھال کر کے چلی جاتیں۔اسی طرح سات برس گزر گئے۔

بچپن سے دعوت توحید:

تیرے دل کو میسر ہے مقام قرب کی لذت ☆ تجھے پھر من سلویٰ کیوں نہ ہو نانِ جویں

اللہ جس بندہ کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے (اس طریق کا نام جذب ہے) اور ہدایت دیتا ہے اس بندہ کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع وتوجہ اختیار کرتا ہے۔

ذرہ سایہ عنایت بہتر است ☆ از ہزاراں کوشش طاعت پرست

(رومی)

حق تعالیٰ کی عنایت کا ایک ذرہ سایہ طاعت پر ناز کرنے والے کی ہزاروں کوششوں سے افضل ہے۔

لے اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں ☆ گھات ملنے کی خود آپ ہی بتلاتے ہیں

جان قربت دیدہ را دوری مدہ ☆ یا رب شب را روز مہجوری مدہ

(رومیؒ)

اے اللہ جس جان نے آپ کی شان وشوکت قرب دیکھ لی ہو اور قرب کا مزہ چکھ لیا ہو اس کو دوری کا عذاب نہ دیجیے اور آدھی رات کو اٹھا کر اپنی یاد میں رونے کی توفیق عطا فرما کر جس کو آپ نے اپنا دوست بنا لیا ہو اسے روز ہجر نہ دکھایئے یعنی فسق وفجور سے محفوظ فرمایئے کیونکہ گناہ بندہ کو آپ سے دور کر دیتا ہے۔اے محبوب حقیقی آپ کا ذکر آپ کی یاد میں روح کی غذا ہے اور دل مجروح کا مرہم ہے۔(معارف مثنوی) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک دن اپنی ماں سے پوچھا "یَا اُمِّیْ مَنْ رَبُّکِ......"۔

ترجمہ: "امی! آپ کا رب کون ہے؟" ماں نے جواب دیا تمہارا باپ ہے جو مجھے کھانے کو دیتا ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرے ابا کا رب کون ہے وہ بولیں کہ تیرا ابا کا رب ستارے

ہیں۔ پوچھا ستاروں کا رب کون ہے یہ جواب سن کر ماں لاجواب ہوگئی اور یہ بات بتادی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ بات سن کر باپ نے کہا یہ بچہ دشمن ہے ایک رات حضرت جب چھوٹے تھے ستاروں کو رات کے وقت دیکھا تو کہا یہ میرے رب ہیں لیکن جب وہ غائب ہوگئے تو کہا کہ مجھے چھپ جانے والے سے کچھ محبت نہیں۔

﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ○ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ○ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [پارہ ۷ سورۃ انعام آیت ۷۶ تا ۷۹]

حضرت ابراہیم علیہ السلام سلیم الفطرت تھے۔ مشرکین کے معبودوں، ستارے چاند و سورج سب کو دیکھ کر فیصلہ دیا کہ یہ کبھی بھی خدا نہیں ہو سکتے۔

ترجمہ ''پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے سو جب وہ غروب ہوگیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ پھر جب چاند کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے سو جب وہ غروب ہوگیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاتا۔ پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے یہ تو سب سے بڑا ہے سو جب وہ غروب ہوگیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اے قوم! بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔ میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بت پرستی بھی کرتی تھی اور ستاروں کو بھی عالم میں متصرف جانتی تھی پس دو طریق پر شرک تھی اعتقاد الوہیت اصنام، و ربوبیت کواکب اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مناظرات میں دونوں پر کلام ہے۔ دوم حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوش سنبھالنے ہی کے وقت سے توحید کے عارف و محقق تھے (بیان القرآن) ستاروں کے بارے میں اور چاند و سورج کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ کلام تین رات میں ہوا۔

فوائد حضرت ابراہیم علیہ السلام جب لڑکے تھے تو قوم کو دیکھا کہ وہ زمین و آسمان کے خالق کو نہیں مانتے اور اپنی تمام حاجتوں اور مرادوں کو اپنی بنائی ہوئی مورتیوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور بعض

لوگ قوم میں ایسے ہیں کہ کوئی ستاروں اور کوئی چاند اور سورج کی پوجا کرتا ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر ان کو شرمندہ کرنے کی غرض سے آپ نے فرمایا کہ میں بھی ان میں سے کسی ایک کو اپنا رب ٹھہرالوں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو لاجواب کرنے کے لیے ایک ستارہ کو اپنا رب ٹھہرایا۔ لیکن جب وہ غروب ہوگیا تو جانا کہ یہ ایک حال پر نہیں ہے اور کوئی دوسرا اس پر حاکم ہے اور اگر وہ مستقل رب ہوتا تو اعلیٰ حال سے ادنیٰ حال کی طرف کیوں آتا؟ پھر اس کے بعد چاند و سورج میں بھی عیب پایا تو سب کو چھوڑ کر ایک ایسے خدا کو اختیار کیا کہ جس کو ساری مخلوق اپنا رب مانتی ہے اور وہی حقیقی رب ہے اور عقل سلیم اس بات پر شاہد ہے کہ اپنا رب ایسی ہستی کو مانا جائے کہ جو سب کے کام بنائے اور سب پر قادر ہو۔

ہدایت دینا اللہ کے قبضہ میں ہے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آذر نے کہا اے بیٹے میرا خدا تو نمرود ہے اس کے سوا کوئی نہیں ہے (لعنۃ اللہ علیہ) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا نمرود کیسے ہوسکتا ہے وہ تو خود مخلوق ہے پیدا کیا گیا ہے خدا تو وہ ہے جو آسمان و زمین، ستارے کواکب، چاند و سورج، بر بحر پیدا کرنے والا ہے۔

اے ابا جان میں تمہیں اور تمہاری قوم کو واضح گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔ قوم نے کہا:

ترجمہ ''اے ابراہیم علیہ السلام کیا تو سچ کہتا ہے یا مذاق کر رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا یہ بالکل حق ہے:

﴿قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ۝ وَتَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ۝ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ﴾ [پارہ ١٧ سورۃ انبیاء آیت ٥٦ تا ٥٨]

ترجمہ فرمایا رب تو وہ ہے جو آسمان و زمین کا خالق و مالک و قادر ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بلکہ تمہارا رب حقیقی (جو لائق عبادت ہے) وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ جس نے ان سب کو پیدا کیا اور میں اس دعویٰ پر دلیل بھی رکھتا ہوں اور خدا کی قسم میں تمہارے ان بتوں کی گت بناؤں گا جب تم ان کے پاس سے چلے جاؤ گے (تو ان کے چلے جانے کے بعد ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بجز ان کے ایک بڑے بت کے کہ شائد وہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کی دریافت کرنے کے لیے رجوع کریں۔)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی سال میں دو مرتبہ عید و جشن کی تھی ایک روز عرفے کا ایک دن عید کا وہ میلہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے اپنے بیٹے سے کہا بیٹے تم بھی ہمارے ساتھ میلے میں چلو بہت بڑا

میلہ لگتا ہے تمہاری تفریح ہوگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے میلہ میں جانے سے عذر کر دیا یہ کہہ کر کہ میں بیمار ہوں۔

﴿قولہ تعالیٰ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ○ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ○ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ﴾

[پارہ ۲۳ سورۃ الصّٰفّٰت آیت ۸۸ تا ۹۰]

اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توریہ استعمال کیا۔

ترجمہ: ''پس دیکھا ستاروں کی طرف پھر کہا میں بے شک بیمار ہوں چونکہ وہ لوگ ستاروں پر اعتقاد رکھتے تھے اس لیے ستاروں کی طرف دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے میلہ میں جانے سے عذر کر دیا۔ ''بیمار ہوں'' کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہاری بت پرستی کی وجہ سے میری طبیعت بے چین و خراب ہے یہ تکلیف روحانی مراد ہے۔ ایسے مشکل حالات میں اگر کوئی شخص ایسے طریقے اختیار کرے کہ اس کا مقصد کوئی اور ہو سننے والا کچھ اور سمجھے تو یہ جائز ہے۔''

باطل معبودوں پر توحید کی ضرب کاری:

گواہی دے رہی ہے اس کی یکتائی پہ ذات اسکی ☆ دوئی کے نقش سب جھوٹے ہیں سچا اک نام اس کا
ہر بول تیرا جوش غضب میں ☆ ہے حق کی آواز راہ طلب میں
(حالیؒ)

جب سب لوگ میلہ کی طرف چلے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک بڑا ہتھوڑا تبر لے کر بت خانہ میں چلے گئے تو دیکھا ان کے آگے بڑے کھانے لگے ہوئے ہیں مگر وہ بے جان مورتیاں اپنے ہاتھ ان تک نہیں بڑھا سکتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا یہ کھانے کیوں نہیں کھاتے اور بولتے کیوں نہیں ہو؟ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہاتھ کے جوہر دکھائے اور بتوں کی حجامت شروع کر دی کسی کے ہاتھ کسی کے ناک کسی کے کندھے کسی کو دو ٹکڑے کر دیئے۔ شیطان چونکہ یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا فوراً لوگوں میں واویلا شروع کر دیا تم لوگ میلے میں مست ہو ادھر تمہارے سارے بت سارے ٹوٹے ہوئے پڑے ہیں بڑے پریشان ہوئے کہ یہ کس گستاخ کی گستاخی ہے مگر عقل کے اندھے شرک کی وجہ سے ہو چکے تھے ان کی عقل یہ کام نہ کرتی تھی کہ جو خدا اپنا تحفظ و دفاع نہیں کر سکتے وہ ہماری حاجت روائی کیا کریں گے اصل بات یہ ہے کہ ''اللہ ناراض ہوتا ہے تو عقل بھی چھین لیتا ہے۔'' ارشاد ربانی ہے ''آپس میں وہ لوگ بات چیت کرنے لگے۔''

﴿قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ ؕ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۝ قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝ فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ۝ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ۝ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ۝ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ﴾ [پارہ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت ۶۰ تا ۶۹]

حق وباطل کے مقابلے کے بعد بالآخر حق غالب ہوا اور باطل مغلوب ہوا۔

ترجمہ: ''(بتوں کے منظر بد کو دیکھ کر) کہنے لگے کہ ہم نے ایک نوجوان آدمی کو جس کو ابراہیم کہہ کر پکارا جاتا ہے ان بتوں کا (برائی سے) تذکرہ کرتے سنا ہے۔ پھر (وہ لوگ بولے کہ جب یہ بات ہے) تو اچھا اس کو (سب آدمیوں کے سامنے) حاضر کرو تا کہ وہ لوگ اس اقرار کے گواہ ہو جائیں غرض وہ سب کے روبرو آئے۔ ان لوگوں نے کہا کہ کیا ہمارے بتوں کے ساتھ تم نے یہ حرکت کی ہے؟ ابراہیم علیہ السلام! نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ ان کے اس بڑے (گرو) نے کی سوان ہی سے پوچھ لو تم اگر یہ بولتے ہوں اس پر وہ لوگ اپنی جی میں سوچے پھر (آپس میں) کہنے لگے کہ حقیقت میں تم ہی لوگ ناحق پر ہو (کہ جو ایسا عاجز ہو وہ کیا معبود ہوگا) پھر شرمندگی کے مارے اپنے سروں کو جھکایا (اور یہ بولے کہ) اے ابراہیم تم کو یہ تو معلوم ہی ہے کہ یہ بت کچھ بولتے نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تو کیا خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تم کو کچھ نفع پہنچا سکے اور نہ کچھ نقصان پہنچا سکے۔ تف ہے تم پر کہ باوجود وضوح حق کے باطل پر مصر ہو اور ان پر جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ آپس میں وہ لوگ کہنے لگے کہ ان کو آگ میں جلاؤ اور اپنے معبودوں کا ان سے بدلہ لو اگر تم کو کچھ کرنا ہے (جب انہوں نے متفق ہو کر آگ میں ڈال دیا تو اس وقت ہم نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور بے ضرر ہو جا ابراہیم علیہ السلام کے حق میں اور ان لوگوں نے ان کے ساتھ برائی کرنا چاہا تھا۔ سو ہم نے ان ہی لوگوں کو ناکام کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے بت کو باقی رکھا تھا اور کلباڑیاں تیر بھی اس کے کندھوں پر لٹکا دیئے تا کہ جب لوگ واپس آ کر ان معبودان باطل کی توڑ پھوڑ ذلت وخواری دیکھیں اور بڑے بت کو صحیح وسلامت دیکھ کر شاید عبرت حاصل کریں کہ یہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔ جو آپس میں لڑ رہے بگڑ رہے ہیں

اور جب بڑے کو صحیح سلامت دیکھیں گے تو اس کے پاس آکر پوچھیں گے جب وہ بھی نہیں بولے گا تو شاید بت پرستی چھوڑ کر ہماری بات مان لیں اور خدا پرستی شروع کر دیں۔

مشرکین کی واپسی اور بتوں کی تباہی:

مشرکین نے واپسی پر اپنے خداؤں کی ذلت دیکھ کر کہا کہ جس شخص نے یہ حرکت کی ہے بڑا ظالم ہے پھر سوچ کر بعض نے کہا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کا کام ہو سکتا ہے وہی ہمارے ان خداؤں کی مذمت کیا کرتا ہے اس کو لوگوں کے سامنے لا کر سوال وجواب کر دو اور تحقیق وانکوائری کرو چنانچہ سب لوگوں کو جمع کیا گیا اور نمرود بھی اس کے چیلے چانٹے وزیر ومشیر سب ہی آئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے انکوائری شروع ہوئی کہ تم نے ان بتوں کو توڑا پھوڑا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا یہ ان کے بڑے صاحب موجود ہیں یعنی بڑا بت اس سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہیں مشرکین کہنے لگے یہ تو نہیں بول سکتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا افسوس ہے تمہاری عقل پر کہ جو بے جان بول بھی نہیں سکتے۔ اپنے نفع و نقصان کے مالک بھی نہیں اپنے آپ کو بچا بھی نہ سکے وہ تمہارے کیسے خدا ہو سکتے ہیں۔ بعض نے ان میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جواب سن کر آپس میں خفیہ کہا کہ بات تو ابراہیم علیہ السلام کی سچی ہے واقعی ہم غلطی پر ہیں مگر عرصہ اور زمانہ سے شرک کی تہیں چڑھی ہوئی آسانی سے نہیں اُترتیں۔

مشرکین کی آخری حق سے معرکہ آرائی:

مہر و وفا میں یار نے جب امتحان لیا ☆ سب عاشقوں میں نمبر اول ہمیں رہے
بیگانگی خلق سے بیدل نہ ہو غالب ☆ کوئی نہیں تیرا تو میری جان خدا ہے

جب ان کفار ومشرکین سے کچھ جواب نہ بن پڑا تو نمرود کو مشورہ دیا کہ اس شخص کو آگ میں جلایا جائے ساری قوم لکڑیاں وایندھن جمع کرے اور آگ جلائی جائے جب آگ خوب شعلے پکڑے۔ تو کسی منجنیق کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں پھینک دیا جائے تاکہ تمام لوگوں کو عبرت ہو۔ چنانچہ چار دیواری عمارت گڑھا نما بنائی گئی جو بہت بڑی گہری اور لمبی چوڑی تھی۔ لکڑیوں سے بھر دی گئی پھر اس میں آگ بھڑکا دی گئی۔ آگ اتنی بلند شعلے مار رہی تھی کہ وہاں سے تین میل کے فاصلے پر جو پرندے اڑ کر گزرتے جل بھن کر اس میں گر جاتے۔ چنانچہ ایک اونچی جگہ سے منجنیق گوپھن کے ذریعہ جب پھینکا جا رہا تھا تو اس وقت درگاہ الٰہی سے آواز آئی کہ آسمان کے دروازے کھول دو تاکہ فرشتے دیکھیں کہ ہمارے خلیل کا کیسے امتحان ہو رہا ہے اور لوگ مشرکین کیا کر رہے ہیں اور ہم اپنے خلیل کی کیسے مدد کرتے

ہیں فرشتوں نے جب یہ منظر دیکھا تو برداشت نہ کر سکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رسیوں سے باندھ کر چار سو آدمیوں نے منجنیق کے ذریعہ جب آگ میں ڈالا تو فرشتوں نے اللہ سے مدد کی درخواست کی حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک بڑی جماعت لے کر پہنچے اور آ کر فرمایا اے ابراہیم علیہ السلام اگر حکم ہو تو ایک پر مار کر آپ علیہ السلام کو دریائے محیط میں ڈال دوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ بات اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے یا آپ اپنی طرف سے کر رہے ہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا اپنی طرف سے مگر اللہ کی اجازت سے کر رہا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میرا رب میرا حال اچھی طرح جانتا ہے وہ جس طرح راضی ہو میں اسی طرح خوش ہوں اگر وہ میرے جلانے پر راضی ہے تو میں بھی اسی میں خوش ہوں سبحان اللہ کیا توحید ہے کیا عقیدہ کی پختگی ہے اسی طرح حضرت میکائیل علیہ السلام نے آ کر عرض کی اے ابراہیم علیہ السلام میں بارش کا فرشتہ ہوں اگر حکم ہو تو بارش کو حکم دوں کہ وہ برسے اور یہ آگ بجھ جائے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو بھی یہی جواب دیا۔ وہ رسیاں جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باندھ کر پھینکا گیا تھا وہ بھی جل گئیں مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام زندہ و سلامت رہے آگ گلزار ہو گئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسی آگ میں جنتی لباس حلہ پہنایا گیا پھول کی طرح انگارے بن گئے باغ کی طرح منظر بن گیا گویا جو کچھ باغ و گلشن میں ہوتا ہے پھول و پھل خوشبوئیں۔ پرندے، بلبل وغیرہ وہ سب کچھ مہیا کر دیا گیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام بڑے متحیر ہوئے اور کہا اے ابراہیم علیہ السلام آپ کا یہ معجزہ بڑا عظیم ہے۔ ایسا معجزہ پہلے کسی کو بھی معاملہ ہوا۔ آپ علیہ السلام کا صبر و ثبات بھی عظیم تھا کہ آخر تک بجز خدا کے کسی طرف بھی نہ دیکھا کہتے ہیں کہ جوار دگرد درخت تھے وہ اوپر آئے ان کی شاخیں تر و تازہ ہو کر میوے لائیں اور حضرت کے چاروں طرف نرگس و بنفشہ کے پھول رہے۔ نمرود نے ایک مینار پر چڑھ کر دیکھا کہ اتنی بڑی آگ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام صحیح و سلامت بیٹھے ہوئے ہیں اور میری ساری محنت و تدبیر اکارت گئی تو وہ ملعون حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پتھر پھینک پھینک کر مارنے لگا اور بحکم خدا وہ پتھر جو نمرود پھینک رہا تھا ہوا پر معلق ہو گئے اور ایک گہرے بادل نے آپ علیہ السلام پر سایہ کر دیا اور اس ابر سے اتنا پانی برسا کہ وہ آگ ہر طرف سے بجھ گئی اور اس کا وزیر ہامان اس بلند مینار پر چڑھ کر باواز بلند کہنے لگا۔ نعم ربک یعنی تیرا رب اے ابراہیم علیہ السلام کیا ہی اچھا ہے مگر وہ نمرود کے ڈر سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر نہ کر سکا نمرود اس کے بعد بڑا پریشان رہا کسی سے نہ بولتا تھا اور اپنے دل میں سوچتا تھا کہ فی الواقع سچے تو ابراہیم علیہ السلام ہیں کیوں نہ میں مسلمان ہو جاؤں مگر سلطنت کی بربادی آڑے آ جاتی ایک قول کے مطابق پھر شیطان نے ان کو بدراہ

کیا ہامان وزیر نے کہا کہ یہ کوئی کمال نہیں ہے ابراہیم علیہ السلام نے یہ سب کچھ آتش پرستی کے سبب حاصل کیا گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ پرست بنایا پھر ایک نے کہا کہ آگ ایک فرشتہ ہے جسے چاہتا ہے عذاب کرتا ہے جسے چاہتا ہے نہیں کرتا۔ گویا وہ بجائے ماننے کے طرح طرح کی باتیں کرنے لگے سچ ہے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اللہ نے دلوں پر مہر کردی کہتے ہیں نمرود کی بیٹی یہ سب مناظر دیکھ کر مسلمان ہوگئی۔ مسلسل چالیس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اس آگ میں رہے کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میری زندگی کے سب سے زیادہ آرام وسکون والے دن ہیں جو آگ میں گزرے۔

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ۔

ترجمہ ''جو اللہ کا ہوجاتا ہے اللہ بھی اس کا ہوجاتا ہے۔ اللہ کے حکم کے بغیر نہ آگ جلا سکتی ہے نہ چھری کاٹ سکتی ہے نہ کوئی مار سکتا ہے نہ زندہ کرسکتا ہے نہ کوئی عزت دے سکتا ہے نہ کوئی ذلیل کرسکتا ہے۔'' مولانا حالی'' فرماتے ہیں:

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق ☆ زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق ☆ اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ ☆ جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ
مبرا ہے شرکت سے اس کی خدائی ☆ نہیں اس کے کسی کی بڑائی
نظر اٹھا کر جدھر دیکھتا ہوں ☆ تجھے دیکھتا ہوں نہ اغیار تیرا
حکومت ہوئی اس کو حاصل جہاں کی ☆ ہوا جو کوئی حکم بردار تیرا

جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ رب العزت نے مدد فرمائی اسی طرح جناب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی اللہ نے ہر ہر موقعہ پر مدد فرمائی دولت ایمان بہت بڑی دولت ہے اور اس پر استقامت کرنا اور اس کے تحفظ کی خاطر قربانی دینے سے اللہ کی مدد ونصرت اسی طرح شامل حال ہوتی ہے۔

اللہ ہم سب کو توحید کی خاطر مرمٹنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین!

آخری عرض گدا ہے شاہ سے ☆ تادمِ آخر نہ بھٹکوں راہ سے
جس گھڑی نکلے بدن سے میرے جاں ☆ کلمہ توحید ہو وردِ زباں

(آخر)

خطبہ چہارم:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کا گلزار ہونا

چونکہ ماہ شوال سے حج کے مہینے شروع ہوتے ہیں اور حج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کی یادگاریں بہت سی ہیں اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بچپن کے بعد اب ان کا مقابلہ نمرود کا بیان ہے۔ فرمایا:

﴿وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ﴾ [پارہ ا سورۃ بقرہ آیت نمبر ١٢٤]

ترجمہ: "اور جس وقت امتحان کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پروردگار نے چند باتوں میں اور وہ ان کو پورے طور پر بجالائے یعنی کامیاب ہو گئے۔"

ابتلا کے اصل معنی کسی امر شاق کی تکلیف دینے کے ہیں یہ بلا سے ماخوذ ہے۔ عکرمہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ کلمات سے مراد تیس خصلتیں ہیں کہ وہ سب شرائع اسلام ہیں کسی نے سوائے ابراہیم علیہ السلام کے انہیں پورا نہیں کیا اور اسی واسطے ان کے لیے جہنم کی آگ سے برأت لکھی گئی۔ چنانچہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں پورے اترنے کو اس طرح تعبیر فرمایا ہے وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ اور ابراہیم علیہ السلام جس نے پورا کیا اور طاؤس نے کہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دس چیزوں سے آزمایا تھا کہ وہ دسوں فطرت کے مقتضی ہیں پانچ تو ان میں سے سر میں ہیں مونچھیں کتروانا، کلی کرنا، ناک میں پانی دینا (وضو میں غسل) مسواک کرنا۔ سر میں مانگ نکالنا اور پانچ باقی بدن سے متعلق ہیں۔ ناخن ترشوانا، بغل کے بال اکھاڑنا، زیر ناف بال صاف کرنا مونڈنا، ختنہ کرنا، پانی سے استنجا کرنا۔ حسن نے فرمایا سات چیزیں مراد ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش فرمائی تھی۔ ستارے، چاند، سورج، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو خوب بنظر غور دیکھ کر معلوم کیا کہ پروردگار ہمیشہ رہنے والا ہے۔ ان کی طرح زوال پذیر نہیں ہے اور چوتھے آگ کی آزمائش فرمائی کہ نمرود نے اس میں ڈال دیا اس پر ابراہیم علیہ السلام نے صبر فرمایا۔ پانچویں ہجرت اور چھٹے بیٹے کو ذبح کرنے اور ساتویں ختنہ کرنے سے جانچا۔ ان سب پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صبر کیا۔ (تفسیر مظہری)

الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے امتحان لیے گئے۔ اس کے بعد انعام فرمایا وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ کہ ابراہیم علیہ السلام نے پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو آزماتا ہے اور پھر ان کو بڑے بڑے انعامات سے نوازتا ہے۔ ان آزمائشوں میں سے ملک شام کی طرف ہجرت کرنا بھی

تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو جب توحید کی دعوت دی تو باپ نے کیا کہا۔ قرآن میں اس کا یوں بیان ہے۔

﴿قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ○ قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا﴾ [پارہ ١٦ سورۃ مریم آیت ٤٥]

ترجمہ "باپ نے جواب دیا کہ کیا تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہو۔ اے ابراہیم علیہ السلام اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تم کو پتھروں سے سنگسار کردوں گا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مجھ سے برکنار رہو۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرا اسلام لو اب میں تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت کی درخواست کروں گا۔ بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہیں۔"

ملک شام کی طرف ہجرت:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف اپنی بیوی سارہ کو لے کر ہجرت شروع کی راستہ میں ایک سخت ظالم بادشاہ رہتا تھا۔ وہ مسافروں کی بیویاں چھین لیتا تھا اور اگر کسی کے ساتھ ماں، بہن ہوتی تو کچھ تعرض نہ کرتا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس بادشاہ کے روبرو گزرے تو اس نے پوچھا تمہارے ساتھ یہ کون عورت ہے؟ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بڑا امتحان تھا اگر کہتے ہیں کہ بیوی ہے تو وہ پکڑ لیتا اگر کہتے ہیں بہن ہے تو جھوٹ ہوتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسے انداز میں جواب دیا کہ وہ کچھ اور سمجھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد کچھ اور تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا۔ یہ میری بہن ہے مقصد یہ تھا کہ یہ میری اسلامی مذہبی دینی بہن ہے حقیقی بہن نہیں ہے بادشاہ نے سمجھا کہ حقیقی بہن ہے چنانچہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جانے دیا اس طرح کی بات وحیلہ ایسے وقت کی جان بچانا مقصود ہو یا عزت بچانا مقصود ہو تو یہ حیلہ جائز ہے عربی میں اس کو توریہ کہتے ہیں بعض روایات کے مطابق اس بادشاہ نے باوجود اس کے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو چھین لیا اور دست درازی کی کوشش کی تو اس کے ہاتھ شل ہو گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کی عصمت کو اللہ تعالیٰ نے داغدار ہونے سے اس طرح بچالیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی حفاظت اسی طرح کیا کرتے ہیں۔ حضرت سارہ اہلیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عزت بادشاہ نے داغدار کرنی چاہیے تو اللہ نے بادشاہ کے ہاتھ شل کر دیئے اور ام المؤمنین حضرت عائشہ کی عزت کو جب منافقین نے داغدار کرنے کی کوشش کی تو اللہ نے سورۃ نور نازل فرما کر حضرت عائشہ کی پاک دامنی کو قیامت تک واضح کر دیا۔

ابراہیم علیہ السلام کا فلسطین میں سکونت اختیار کرنا اور برکتوں کا ظہور:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین میں سکونت اختیار کی تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ ذرا زمین کی طرف نگاہ کریں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زمین کی طرف نگاہ کی تو پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ اس کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ نرم زمین میں میوہ درخت لگ رہے ہیں اور بغیر محنت کے فصل تیار ہو رہی ہے سبحان اللہ کیا شان ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام کے فرمانبرداروں کی مدد بھی کرتا ہے کہ غیب سے روزی کے سامان مہیا فرماتا ہے۔ افسوس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سرزمین پر آج یہودی قابض ہیں اگر مسلمان صحیح معنی میں مسلمان ہوتے تو یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا اس لیے کہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ [پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۳۹]

ترجمہ: "بے شک تمہیں ہی (اے مسلمانو!) غالب رہو گے اگر مومن کامل بنے رہے۔" چونکہ ہم مسلمان یہود و نصاریٰ کی نقل کر رہے ہیں۔ اس لیے پوری دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔

وہ زمانہ میں معزز ہوئے صاحب قرآں ہو کر ☆ خوار و ذلیل ہوئے، تارک قرآں ہو کر
(اقبال)

تعمیر بیت المقدس:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین میں قیام فرمایا اور ملک کو آباد کیا اور بہت کثیر تعداد میں لوگوں کو شرعی احکامات سکھائے بتائے جب کچھ لوگ آپ کی بات ماننے لگے تو ان لوگوں نے درخواست کی اے ابراہیم علیہ السلام! ہمیں کوئی قبلہ و مسجد چاہیے تاکہ ہم لوگ اس کی طرف متوجہ ہو کر عبادت کیا کریں۔ یہ گفتگو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنی قوم سے ہو رہی تھی کہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور بحکم ربی ایک پتھر بہشت سے لا کر اب جہاں بیت المقدس ہے وہاں رکھ دیا اور کہا اے ابراہیم ﴿هٰذِهٖ قِبْلَتُكَ وَقِبْلَةُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ بَعْدِكَ﴾۔

ترجمہ: "حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ آپ کا قبلہ ہے اور آپ کے بعد آنے والے نبیوں کا قبلہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ چالیس ہزار انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور سب سے آخری حضور نبی کریم ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ بھی شروع میں اس قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس پتھر کا نام صخرۃ اللہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کافی عرصہ یہاں رہے اس کے بعد فرمان الٰہی ہوا کہ نمرود کو جا کر میری طرف بلاؤ۔ نمرود کا مسکن اس وقت بابل میں

تھا۔ نمرود بڑا متکبر و مغرور بادشاہ تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو اللہ کی دعوت دی تو اس نے گستاخی کے ساتھ آسمان پر تیر مارے جناب باری سے حکم ہوا کہ اس کے تیر کو مچھلی کے خون سے تر کر کے زمین پر لوٹا دو تب تو وہ اور بھی مغرور ہوا اور کہنے لگا (معاذ اللہ) میں نے آسمان کے خدا کو مار ڈالا ہے۔ قانون الٰہی ہے کہ وہ مجرموں کو مہلت دیتا ہے اس کے بعد گرفت ہوتی ہے۔

تو مشو مغرور بر حلم خدا ☆ دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

یعنی اللہ کے حوصلہ پر مغرور مت ہونا جب پکڑتا ہے تو سخت پکڑتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خوب سمجھایا کہ میرے خدا کو کوئی نہیں مار سکتا اور نہ کبھی وہ مرنے والا ہے وہ سب پر قادر ہے مالک ہے۔ پھر اس نے کہا اے ابراہیم تیرے خدا کی فوج کتنی ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۔ بے شک تیرے رب کے لشکر کوئی نہیں جانتا سوائے خدا کے آخر نمرود نے ایک دن بڑا لشکر تقریباً ساٹھ لاکھ زرہ پوش تیار کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ خدا سے کہو لائے اپنی فوج اور ہمارا مقابلہ کر کے دیکھے (معاذ اللہ) اللہ نے مچھروں کو حکم دیا کہ نمرود کے لشکر پر یلغار کر دو چنانچہ مچھروں نے حملہ کر دیا سارے فوجی نمرود کے بھاگ گئے کئی بھگدڑ کی وجہ سے مارے گئے۔

نمرود کی ذلت کے ساتھ شکست:

آخر وہ وقت بھی آ گیا جب نمرود کو خدا نے پکڑا اور اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے تا کہ وہ توبہ کر لے مگر جب توبہ نہیں کرتا بلکہ آگے گناہوں کی طرف بڑھتا رہتا ہے تو پھر آخر میں ایسے گرفت فرماتا ہے کہ کوئی چھڑا نہیں سکتا نہ فوج کام آتی ہے نہ طاقت و حکومت کام آتی ہے۔ نہ مال و دولت کام آتی ہے۔ نہ علم و ہنر کام آتا ہے۔ اللہ نے جب نمرود کو پکڑا تو کوئی بڑی فوج فرشتوں کی نہ بھیجی بلکہ ادنیٰ مخلوق سے مروایا اور وہ لنگڑا مچھر تھا۔ کہتے ہیں جب باقی تمام مچھروں نے نمرود کے لشکر پر حملہ کیا تھا تو یہ مچھر چونکہ لولا لنگڑا اور کانا تھا اس نے خدا سے درخواست کی اے اللہ مجھے بھی خوراک عطا فرما میں معذور ہوں۔ تو اللہ نے اس کی دعا سن لی اور اسے قوت دی اور حکم دیا کہ تو نمرود کے دماغ میں گھس جا چنانچہ وہ دماغ میں گھس گیا اور دماغ میں حرکت کرتا تو نمرود کو تکلیف ہوتی چنانچہ وہ اپنے درباریوں سے کہتا کہ میرے سر پر جوتیاں مارو مجھے آرام ہوتا ہے جب اس کے سر پر جوتیاں پڑتیں تو وہ مچھر کچھ دیر کے لیے دم لیتا اور نمرود کو کچھ دیر کے لیے سکون مل جاتا چالیس دن اسی طرح رہا اس کے بعد وحی آئی اے ابراہیم علیہ السلام

نمرود کو میری اطاعت کی دعوت دو۔ سیدھی راہ بتاؤ تا کہ اس کی بھلائی ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کو پھر دعوت دی کہ پڑھ لو: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِبْرَاهِیْمُ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ نمرود نے کہا اس کی گواہی اور کون دیتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اگر تیرے گھر کی سب چیزیں گواہی دیں تو پھر تو ایمان لے آئے گا؟ نمرود نے اقرار کیا گھر کے سب درودیوار گواہی دینے لگے۔

مگر نمرود کے دل پر سیاہی چھا چکی تھی اس کے باوجود بھی ایمان نہ لایا۔ چنانچہ اس نے اور بھی بہت سے معجزات دیکھے مگر ہدایت شاید اس کے نصیب میں نہ تھی ایمان نہ لایا۔ جیسے ابوجہل آخر وقت جب اس کا سر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کاٹ رہے تھے تو کہہ رہا تھا کہ ذرا اوپر سے کاٹو سردار کی گردن ہے اور گردنوں سے اونچی نظر آئے اور یہ بھی کہا (معاذ اللہ) کہ حضور ﷺ جھوٹے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر اطلاع دی اس مردود نمرود کی اجل آ چکی ہے اور اب تھوڑے دن باقی ہیں جس گھڑی وہ مچھر اس کی ناک سے نکل کر چلا گیا اسی وقت وہ وہیں مر گیا۔ آخر اللہ نے اتنے بڑے مغرور متکبر کو اتنے چھوٹے سے مچھر سے مروا دیا۔ اِنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ایک روایت میں ہے کہ نمرود نے ایک آدمی کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی کہ وہ اس کے سر پر جوتیاں مارتا رہے۔ آخر ایک دن اس ملازم نے اس زور سے مارا تنگ آ کر وہ وہیں مر گیا اور وہ مچھر بھی بہت بڑا ہو چکا تھا جب نمرود مرا تو وہ مچھر بھی نکل کر چلا گیا۔ اللہ اپنے غضب سے پناہ میں رکھے۔ نمرود کی ہلاکت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس شام آ گئے۔ راستہ میں ایک علاقہ ایسا بھی آیا جس کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس شہر کے لوگ بدکاری کی وجہ سے ہلاک کیے گئے۔ اس کے بعد ایک اور امتحان حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لیا گیا۔ حکم ہوا کہ اپنے اہل وعیال کو بے آباد ویران جگہ چھوڑ آؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بی بی ہاجرہ اور اپنے بیٹے اسماعیل ذبیح اللہ کو ایک اونٹ پر سوار کیا اور خود بھی دوسرے اونٹ پر سوار ہو کر بیت المقدس سے نکل کر اب جہاں خانہ کعبہ ہے وہاں پہنچے اور خود واپس ہونے لگے آنکھوں سے آنسو جاری تھے بیوی نے پوچھا ہمیں اس ویران جگہ چھوڑ کر خود کہاں جا رہے ہو فرمایا اللہ کا حکم یہی ہے بیوی بھی نبی کی تھیں فرمایا پھر جاؤ اب کوئی فکر نہیں۔ اللہ تمام مسلمانوں کو ایسی ہی بیویاں نصیب کرے جو اللہ کے حکم پر جان دینے والی ہوں۔ تھوڑا سا پانی وغیرہ تھا۔ جب وہ بھی ختم ہو گیا تو حضرت اسماعیل کو سخت پیاس لگی بی بی ادھر اُدھر دوڑ رہی تھیں اور ڈر بھی رہی تھیں کہ کہیں کوئی درندہ میرے بچے کو تکلیف نہ دے کبھی اس پہاڑی پر دوڑتیں کبھی دوسری پہاڑی پر جن کو اب صفا و مروہ کہا جاتا ہے جہاں حاجی بھی اب دوڑتے ہیں یہ سنت یادگار ہے بی بی

ہاجرہ کی اور کسی حاجی کا حج اس وقت تک قبول نہیں ہوتا جب تک وہ صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ کرے۔

آب زم زم کا جاری ہونا:

حضرت اسماعیل علیہ السلام شدت پیاس کی وجہ سے تڑپ رہے تھے اور ایڑیاں رگڑ رہے تھے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایڑیاں رگڑنے کی جگہ پانی جاری ہو گیا جب حضرت ہاجرہ نے دیکھا تو زم زم کہا۔ یعنی اے پانی ٹھہر جا کیونکہ وہ پانی چشمہ جاری تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ہاجرہ اگر پانی کو زم زم نہ کہتیں اور روکتیں نہ تو سارے مکہ میں پانی ہی پانی ہوتا۔ اتفاقاً ایک روز سوداگروں کا ایک قافلہ وہاں سے آن ٹھہرا جو پانی کی تلاش میں تھا دیکھا کہ ایک عورت پانی کے چشمہ پر بیٹھی ہے اس قافلہ کا بیان ہے کہ وہ ہمیشہ اس جگہ سے گزرتے تھے مگر کبھی بھی پانی نہ دیکھا تھا۔

الغرض اس قافلہ والوں نے حضرت ہاجرہ سے حال پوچھا اور اجازت مانگی کہ ہمیں اس جگہ رہنے دیا جائے۔ حضرت ہاجرہ نے اجازت دے دی یہ قبیلہ غالباً جرہم کا تھا۔ یہ سب برکت تھی اللہ کے حکم کو پورا کرنے کی۔ مسلمانو! نبیوں کا عمل اسوۂ حسنہ ہے ہمارے لیے قیامت تک کے لیے یہ درس ہے کہ اگر اللہ کے حکم پر اپنے آپ کو قربان کرو گے تو ایسے ہی آسانیاں فرمائے گا۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ ☆ کہ گردن نہ پیچد زحکم تو ہیچ

یعنی اللہ کے حکم سے تو گردن نہ موڑ تیرے حکم سے کوئی چیز بھی گردن موڑے گی۔

نمرود نے ایک لاکھ لڑکے ذبح کرا ڈالے اس ڈر میں کہ کوئی ان میں ابراہیم علیہ السلام نہ ہو جو میری حکومت کے زوال کا باعث ہو گا اس کے باوجود اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر حفاظت کر کے دکھائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے پہلی جو بات نکلی تھی وہ یہ تھی۔ میرا رب کون ہے؟ عرائس میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی ماں نے جس پہاڑ میں چھپایا تھا اس میں صرف پندرہ روز رہے تھے مگر ایک روز ایک ماہ کی طرح اور ایک ماہ ایک سال کی طرح گزرتا تھا پھر غروب آفتاب کے بعد انہوں نے نکلنا چاہا ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا نام تو نا تھا ان کو نکالا۔ انہوں نے چوپایوں کو دیکھ کر پوچھا: یہ کیا ہے؟ ان کو بتایا گیا اونٹ گائے اور گھوڑا۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا ان کا ضرور کوئی رب اور خالق ہو گا۔ آسمان کی طرف نگاہ کی تو کہنے لگے۔ اے ماں یہ گنبد سبز جو اطراف عالم کو گھیرے ہوئے ہے کیا ہے اور یہ درخت اور پہاڑ اور خلائق کیا ہیں جن میں دراز کوتاہ و قوی و ضعیف و غنی و فقیر سب ہی ہیں ان سب کو کس نے بنایا ہے۔ آخر کار نمرود تک یہ بات پہنچی اس نے پوچھا اے ابراہیم تم کس کی عبادت کرتے ہو۔ انہوں نے کہا

کہ رب العالمین کی نمرود نے کہا اس کی صفت بیان کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جو مارتا ہے اور جلاتا ہے نمرود نے کہا یہ تو میں بھی کرتا ہوں چنانچہ اس نے دو آدمیوں کو بلایا کہ جن پر قصاص واجب تھے ان میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سمجھا کہ نمرود انتہائی کند ذہن ہے موت وحیات کا مطلب ہی نہیں سمجھتا۔ لہٰذا کوئی سادہ سوال کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا رب سورج کو مشرق سے لاتا ہے اور مغرب میں غروب کرتا ہے تو مغرب سے طلوع کر اور مشرق میں غروب کر کے دکھا اس پر وہ متحیر ہو گیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا اے باری تعالیٰ اگر وہ نمرود یہ کہہ دیتا کہ سورج مشرق سے میں طلوع کرتا ہوں تو اپنے رب سے کہہ کہ مغرب سے طلوع کر کے دکھائے تو اللہ نے فرمایا اگر وہ یہ جواب دیتا تو قسم ہے مجھے میرے جلال کی کہ یہ بھی میں کر دیتا۔ ایک دن ابراہیم علیہ السلام کے والد نے کہا اگر تم ہماری عید میں چلو تو ہمارا دین تمہیں بہت پسند آئے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے ساتھ چلے جب اثنائے راہ میں تھے انہوں نے نجوم کی طرف نظر کی جو رائے تھی ان کو بتائی۔ حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ علم نجوم علوم نبوت میں سے تھا مگر پھر باطل ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں بیمار ہوں تمہارے ساتھ میلے میں نہیں جا سکتا۔ ''بیمار ہوں'' سے مراد یہ بھی ہے کہ جو مرتا ہے وہ بیمار بھی ہوتا ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ اس وقت ان کو بخار تھا۔

الغرض جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جانے لگا۔ حضرت نبی ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لیے باندھا تو آپ پڑھنے لگے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الْمُلْکُ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔ علائی رحمۃ اللہ نے بیان کیا ہے جب آپ کو آگ میں ڈالنا چاہا تو پہلے دس آدمی آئے اور آپ کو منجنیق میں نہ رکھ سکے، اس کے بعد سو آدمی آئے وہ بھی عاجز رہے پھر آپ کے پاس دو سو آدمی آئے وہ بھی عاجز رہے۔ تب ابراہیم علیہ السلام نے کہا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم مجھے آگ میں ڈالنے کی سکت نہیں رکھتے وہ بولے ہاں۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ خدا کا نام لو تو انہوں نے استہزا کے طور پر کہا ﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ اور آپ کو آگ میں پھینک دیا۔

نکتہ: اگر خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد نہ ہوتا کہ اے آگ ابراہیم علیہ السلام پر سلامت بن جا تو ابراہیم علیہ السلام سردی سے وفات پا جاتے اور یہ اگر نہ کیا جاتا تو ابراہیم علیہ السلام پر تو اس کی خنکی ہمیشہ برقرار رہتی علائی کا

بیان ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو جنت کا ایک کرتہ دے بھیجا تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنایا گیا تھا۔

چلّہ کی اہمیت:

حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں چالیس دن رہے۔ مونچھیں کترنے، ناخن کاٹنے اور بغل کے بال اکھیڑنے میں داہنی طرف سے ابتدا کرنا مسنون ہے اور چالیس (۴۰) روز سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ اس کو روضہ میں بیان کیا ہے۔ یہ عدد متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے چنانچہ آدم علیہ السلام کا خمیر چالیس روز میں تیار کیا۔ موسیٰ علیہ السلام سے مناجات کے لیے چالیس شب کا وعدہ ہوا تھا۔ نبوت چالیس برس کے بعد ملتی ہے اور حکمت چالیس روز کے بعد ظاہر ہوتی ہے اور نفاس کے ایام عموماً چالیس ہیں اور نطفہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف چالیس روز میں بدلتا ہے اور زمین ہر چالیس روز میں بدل جاتی ہے اور جسم زمانہ کے بدلنے سے تھوڑا تھوڑا بدلتا رہتا ہے۔ لیکن اس کا ظہور چالیس روز کے بعد ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی واسطے اولیاء نے چلہ اختیار کیا اور انبیاء میں سے ہر نبی کو خدا نے چالیس مردوں کی قوت عنایت فرمائی ہے اور محمد ﷺ کو خدا نے چالیس نبیوں کی قوت عنایت کی ہے اور اس اُمت میں چالیس ابدال ہوتے اور جب مؤمن مرجاتا ہے تو اس کی عبادت کا مقام چالیس روز تک رویا کرتا ہے اور جو شراب پیتا ہے چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی اور شراب خوری کی حد آزاد آدمی کے لیے چالیس کوڑے ہیں اور زیادہ جاڑا چالیس روز پڑتا ہے اور دو نفخوں میں چالیس سال کی مدت حائل ہوگی تمام خلق کے مرجانے کے بعد چالیس روز تک ان پر بارش ہوتی رہے گی۔ یہاں تک کہ ان کے اجسام جم آئیں۔ اور آگ آئیں اور بچہ چالیس روز کے بعد ہنسنے لگتا ہے اور امام شافعیؒ و امام احمدؒ کے نزدیک چالیس آدمیوں کے بغیر جمعہ درست نہیں ہوتا اور یونس علیہ السلام ذکر الٰہی کی بدولت چالیس روز تک شکم ماہی میں آسائش سے رہے اور حضور ﷺ کے اصحاب جب چالیس تک پہنچ گئے اس وقت آپ ﷺ کا کام ظاہر ہوا۔ صاحب نزہۃ المجالس لکھتے ہیں کہ میں نے واحدی کی بسیط میں دیکھا ہے کہ خدا نے ابراہیم علیہ السلام کو وحی بھیجی طہارت کیجیے۔ انہوں نے کلی کی، پھر وحی بھیجی طہارت کیجیے، انہوں نے ناک میں پانی ڈالا۔ پھر خدا نے وحی بھی کہ طہارت کیجیے انہوں نے مسواک کیا۔ خدا نے پھر وحی بھیجی طہارت کیجیے۔ انہوں نے مونچھیں کتر دیں، پھر خدا نے ان کے پاس وحی بھیجی طہارت کیجیے۔ انہوں نے استنجا کیا پھر وحی بھیجی طہارت کیجیے۔ انہوں نے سر میں مانگ نکالی پھر خدا نے وحی بھیجی طہارت کیجیے۔ انہوں نے زیر ناف

بال صاف کیے۔ پھر خدا نے وحی بھیجی طہارت کیجیے۔ انہوں نے بغل کے بال اکھاڑے، پھر خدا نے ان کے پاس وحی بھیجی طہارت کیجیے انہوں نے اپنے ناخن کاٹے، خدا نے وحی بھیجی طہارت کیجیے انہوں نے اپنے بدن کو دیکھا کہ کیا کریں۔ پھر ایک سو بیس برس کی عمر میں ختنہ کیا اور دوسروں نے بیان کیا ہے کہ ان کا سن اسی برس کا تھا۔ خدا کا انہیں حکم ہوا تو انہوں نے بسولے سے خود اپنا ختنہ کیا ان کو نہایت شدید درد ہوا۔ جبریل علیہ السلام نے ان سے کہا، آپ نے جلدی کی اے ابراہیم علیہ السلام قبل اس کے کہ آپ کے پاس ختنہ کرنے کا آلہ آتا آپ نے ختنہ کر ڈالا انہوں نے کہا کہ میں اپنے پروردگار کا حکم بجالایا، خدا نے اسی وقت درد ختم کر دیا اور اسماعیل علیہ السلام کا انہوں نے بچپن میں ختنہ کیا۔ ختنہ کرنا واجب ہے۔ البتہ خصی حرام ہے اور ختنہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ہر عضو کی ایک عبادت ہے اور شرمگاہ کی عبادت ختنہ کرنا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ختنہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور قوم عمالقہ میں قتال ہوا پس ابراہیم علیہ السلام کے ساتھیوں کی عمالقہ کے مقتولین سے کوئی شناخت نہ ہو سکی تب سے ختنہ اہل اسلام کی شناخت قرار دی گئی۔ کہتے ہیں کہ جب نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو صحیح وسالم دیکھا تو کہنے لگا۔ اے ابراہیم علیہ السلام کیا آپ آگ میں سے صحیح وسالم نکل کر آسکتے ہیں انہوں نے کہا ہاں جب وہ نکل آئے تو نمرود کہنے لگا۔ آپ کا رب نہایت خوب ہے میں اس کے لیے چار ہزار گائیں قربانی کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا جب تک تو خدا پر ایمان نہ لائے گا۔ خدا تجھ سے کچھ قبول نہ کرے گا۔ المختصر وہ کافر رہا یہاں تک کہ خدا نے اسے مچھر سے ہلاک کر دیا اور بعض کا قول ہے کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اگر مجھے سجدہ کرتا تو میں اسے بخش دیتا۔ (نزہۃ المجالس)

دین کی خاطر وقت کے حاکموں سے ٹکرانا سنت ابراہیم علیہ السلام ہے جو علماء اس سنت پر عمل کریں گے ان کی مدد بھی اسی طرح ہوگی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدد ہوئی تھی۔

آئین جوانمرداں حق گوئی و بے باکی ☆ اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

افسوس آج بہت سے علماء، دانشور اہل علم دنیا کے مفاد کی خاطر بادشاہان وقت کے درباری بن جاتے ہیں اور ہر وقت ان کی حضوری میں رہتے ہیں۔ روح اسلام یہ ہے کہ تکالیف برداشت کر کے بھی دین کے دامن کو نہ چھوڑا جائے مگر یہ جب ہوگا کہ اسلام کی محبت پوری ہمارے دل میں ہو عقیدۂ توحید پختہ ہو کر اللہ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ بنائے نفع ونقصان کا مالک اللہ ہے۔ عزت وذلت اسی کے ہاتھ میں خالق ومالک وہی ہے۔

تو خداوند یمنی تو خداوند یساری ☆ تو خداوند زمنی تو خداوند سمائی
تو رحیمی تو کریمی تو سمیعی تو بصیری ☆ تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی
ملک راگفتہ ار و مالک راگیر ☆ تاکہ صدہا ملک یابی اے فقیر
نہ فکر نہ حیلہ نہ کوئی دام رہے گا ☆ آخر وہی اللہ کا ایک نام رہے گا
اے خالق ہر بلند و پستی ☆ شش چیز عطا بکن زہستی
علم و ہنر و فراخ دستی ☆ ایمان و امان و تندرستی
اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے تو جائے ☆ تو احکام حق سے نہ کر بے وفائی
نہیں تجھ کو تاریخ سے آگاہی کیا ☆ خلافت کی کرنے لگا تو گدائی
نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی ☆ میرے جرم ہائے سیہ کو تیرے عفو بندہ نواز میں
سورج میں ضو فگن ہیں نہ بدر و ہلال میں ☆ مہتابی جو خاص ہیں تیرے جمال میں
فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں ☆ ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں
وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ ☆ تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدَةٌ
برگیا ہے کہ از زمیں روید ☆ وحدہ لاشریک لہ گوید

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنت ابراہیمی پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اگر ہم سنت ابراہیمی پر عمل کریں تو کافر و یہودی تو تیں غرق و تباہ و برباد ہوں گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ہمیں آزمائش کے وقت صابر وشاکر رہنا ہوگا اور دین کی سربلندی کی خاطر قربانی دینی ہوگی۔ دین کی خاطر ملک و مال کو چھوڑنا پڑے تو یہ قربانی بھی دینی پڑے گی۔ لیکن پھر اللہ کی مدد و نصرت بھی شامل ہوگی اور دین و دنیا کی کامیابی بھی نصیب ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین یارب العالمین!

خطبہ پنجم:

حج کا بیان فضائل وفوائد حج کا بیان

حج کی ترغیب:

قرآن میں ارشاد رب العزت ہے:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ

عَمِيقٍ O لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ ﴾ [سورۃ الحج ع۴ پارہ ۱۷ آیت ۲۷]

حج کے متعلق ترغیب واعلان ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہے: "لوگوں میں حج (کے فرض ہونے کا اعلان کر دو اس اعلان سے) لوگ تمہارے پاس (یعنی تمہاری اس عمارت کے پاس حج کے لیے چلے آئیں گے۔ پاؤں چل کر بھی اور ایسی اونٹنیوں پر سوار ہو کر بھی جو دور دراز راستوں سے چل کر آئیں ہوں (اور سفر کی وجہ سے) دبلی ہوگئی ہوں تاکہ یہ آنے والے اپنا منافع حاصل کریں۔" حدیث میں آتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو بارگاہ ایزدی سے حکم ہوا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ میری آواز کس طرح پہنچے گی؟ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ آواز کا پہنچانا ہمارا کام ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلان فرمایا جس کو آسمان وزمین کے درمیان کی ہر چیز نے سنا۔ آج وائرلیس کے ذریعہ ٹیلکس، ٹیلی فون کے ذریعے ایک ملک سے دوسرے ملک آواز پہنچ رہی ہے تو ان ایجادات کے بنانے والوں کا خالق ومالک جب آواز پہنچانے کا ارادہ کرے تو اس میں کیا اشکال ہو سکتا ہے؟ دوسری حدیث میں ہے کہ اس آواز کو ہر شخص نے سنا جس شخص کی قسمت میں اللہ جل شانہٗ نے حج کی سعادت لکھی تھی وہ اس آواز سے بہرہ ور ہو کر لبیک کہی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جس شخص نے بھی خواہ وہ پیدا ہو چکا تھا یا ابھی عالم ارواح میں تھا اس وقت لبیک کہا وہ حج ضرور کرتا ہے ایک حدیث میں ہے کہ جس نے ایک مرتبہ لبیک کہا وہ ایک حج کرتا ہے جس نے اس وقت دو مرتبہ لبیک کہا وہ دو مرتبہ حج کرتا ہے اور اسی طرح جس نے جتنی مرتبہ لبیک کہا اتنے ہی حج اس کو نصیب ہوتے ہیں۔ (درمنثور)

ایں سعادت بزور بازو نیست ☆ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

شاہد بزم ازل نے اک نگاہ ناز سے ☆ عشق کو اس انجمن میں مسند آرا کر دیا

ایک مؤمن کا کام اللہ کے حکم کو بغیر حیل وعذر ماننا ہے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ نہیں سوچا کہ میری آواز کیسے ہر جگہ پہنچے گی بلکہ انہوں نے یہ دیکھا کہ یہ اللہ کا حکم ہے ہمارے ذمہ جو کام ہے ہم وہ کریں جو اللہ کا کام ہے وہ خود کرے گا۔

حج کا مقصد رضاء الٰہی ہو:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ)) [متفق علیہ مشکوۃ]

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے حج کرے اس طرح کہ اس حج میں نہ رفث ہو (یعنی فحش بات) اور نہ فسق ہو (یعنی حکم عدولی) وہ حج سے ایسا واپس ہوتا ہے جیسا اس دن تھا جس دن ماں کے پیٹ سے نکلا تھا۔ یعنی جب بچہ پیدا ہوتا ہے وہ معصوم ہوتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ کوئی لغزش کسی قسم کی دارو گیر کچھ نہیں ہوتی یہی اثر ہے اس کا جو اللہ کے واسطے حج کرے۔ اس حدیث میں فرمایا کہ اللہ کے لیے حج کرے کوئی غرض و شہرت، ریا کاری مقصد نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے قریب میری اُمت کے امیر لوگ حج صرف سیر و سیاحت کی نیت سے کریں گے گویا لندن و پیرس کی تفریح نہ کی حجاز کی تفریح کر لی اور میری اُمت کا متوسط طبقہ تجارت کی غرض سے حج کرے گا کہ تجارتی مال کچھ ادھر سے لے گئے کچھ اُدھر سے لے آئے اور علماء ریاء و شہرت کی وجہ سے حج کریں گے (کنز العمال) کہ فلاں مولانا صاحب نے پانچ حج کیے۔ دس حج کیے اور غرباء بھیک مانگنے کی غرض سے جائیں گے۔ آج کل حج کے اثرات ظاہراس لیے نہیں ہوتے کہ حج کرنے والے صحیح نیت کے ساتھ کم ہیں اسی لیے بہت سے حاجی غلط کام کرنے کی وجہ سے بدنام ہیں۔

بدطینتی کی چھپ سکتی نہیں شیریں زبانی سے ☆ دل اچھا ہو تو بجھ جاتی ہے شاید بدزباں ہو کر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک جماعت سے نیت کی صفائی کی تصدیق کرنا:

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صفا و مروہ کے درمیان ایک مرتبہ تشریف فرما تھے۔ ایک جماعت آئی جو اپنے اونٹوں سے اُتری اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا صفاء و مروہ کے درمیان سعی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ عراق کے لوگ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہاں کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا حج کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی اور غرض تو نہ تھی مثلاً اپنی میراث کا کسی سے مطالبہ ہو یا کسی قرض دار سے روپیہ وصول کرنا ہو یا کوئی اور تجارتی غرض ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں کوئی دوسری غرض نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ از سرِ نو اعمال کرو یعنی پہلے سارے گناہ تمہارے معاف ہو چکے۔

گناہ پر گناہ ہم کیے جارہے ہیں ☆ کرم کے سہارے کیے جارہے ہیں

ہوئی انکی نظر کرم جب سے مجھ پر ☆ میرے دوست دشمن ہوئے جارہے ہیں

مبرور کا بدلہ:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ)).

[متفق علیہ مشکوۃ]

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ نیکی والے حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حج کی نیکی لوگوں کو کھانا کھلانا اور نرم گفتگو کرنا ایک اور حدیث میں ہے کہ حج کی نیکی لوگوں کو کثرت سے سلام کرنا ہے۔ (ترغیب)

دلیر ہم گناہوں پہ کیوں کر نہ ہوویں ☆ کہ ہے نام غفار و ستار تیرا
ترا خوانِ نعمت انعام عام سب پہ ☆ ہے شاہ و گدا ہر نمک خوار تیرا
(حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی)

عرفہ کے دن کی فضیلت:

ایک حدیث میں ہے کہ جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ سب سے نیچے کے آسمان پر اُتر کر فرشتوں سے فخر کے طور پر فرماتے ہیں کہ میرے بندوں کو دیکھو کہ میرے پاس ایسی حالت میں آئے ہیں کہ سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں بدن پر اور کپڑوں پر سفر کی وجہ سے غبار پڑا ہوا ہے۔ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کا شور ہے دور دور سے چل کر آئے ہیں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کے گناہ معاف کر دیئے فرشتے عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ فلاں شخص گناہوں کی طرف منسوب ہے (اور فلاں مرد فلاں عورت تو کیا کہا جائے) حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں نے ان سب کی مغفرت کر دی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس دن سے زیادہ کسی دن بھی جہنم کی آگ سے آزاد نہیں ہوتے۔ (مشکوۃ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں یہ میرے بندے بکھرے ہوئے بالوں والے میرے پاس آئے ہیں میری رحمت کے اُمیدوار ہیں (اس کے بعد بندوں سے خطاب فرماتے ہیں) اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں کے برابر ہوں اور آسمان کی بارش کے قطروں کے برابر ہوں اور تمام دنیا کے درختوں کے پتوں کے برابر ہوں تب بھی بخشے بخشائے اپنے گھر چلے جاؤ۔ (کنز)

تین حج کرنے والے کو آگ نہ جلائے بشرط اخلاص:

شفا قاضی عیاض میں ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک جماعت سعدون خولانیؒ کے پاس آئی اور ان سے یہ قصہ بیان کیا کہ قبیلہ کتامہ کے لوگوں نے ایک آدمی کو قتل کیا اور اس کو آگ میں جلانا چاہا رات بھر اس پر آگ جلاتے رہے مگر آگ نے اس پر ذرا بھی اثر نہ کیا بدن ویسا ہی سفید رہا۔ سعدونؒ نے فرمایا کہ شاید اس شہید نے تین حج کیے ہوں گی۔ سعدونؒ نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جس شخص نے ایک حج کیا

اس نے اپنا فریضہ ادا کیا اور جس نے دوسرا حج کیا اس نے اللہ کو قرض دیا اور جو تین حج کرتا ہے تو اللہ جل شانہٗ اس کی کھال کو اس کے بال کو آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ مراد اس سے یہ کہ واقعی حج اخلاص سے کیے ہوں اور حج مقبول ہوں۔

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی ☆ کہ یکدم با خدا بودن براز ملک سلیمانی (خاقانی)

عرفہ کے دن شیطان کی رسوائی:

صوفیاء میں سے ایک صاحب کشف کا قصہ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ان کو عرفہ کے دن شیطان نظر آیا کہ بہت ہی کمزور ہے، چہرہ زرد پڑ رہا ہے آنکھوں سے آنسو جاری ہیں کمر سیدھا نہیں ہوا جاتا وہ جھک رہی ہے۔ ان بزرگ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تو کیوں رو رہا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے یہ چیز رلا رہی ہے کہ حاجی لوگ (بلا کسی دنیوی غرض) تجارت وغیرہ کے اس کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے مجھے یہ ڈر اور رنج ہے کہ وہ پاک ذات ان لوگوں کو نامراد نہیں رکھے گی۔ اس غم میں رو رہا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تو دبلا کیوں ہو گیا؟ اس نے کہا کہ گھوڑوں کی آواز سے جو ہر وقت اللہ کے راستوں میں حج جہاد وغیرہ میں پھرتے رہتے ہیں۔ کاش یہ سواریاں میرے راستے (لہو ولعب بدکاری، حرام کمائی وغیرہ) میں پھرتیں تو مجھے کیسی اچھی لگتیں۔ انہوں نے فرمایا کہ تیرا رنگ ایسا زرد کیوں پڑ گیا؟ اس نے کہا کہ لوگ ایک دوسرے کو نیکیوں پر آمادہ کرتے ہیں اس کام میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اگر یہ آپس کی مدد و اعانت گناہوں کے کرنے میں کرتے تو میرے لیے کس قدر مسرت کا سبب ہوتی۔ انہوں نے فرمایا کہ تیری کمر کیوں جھک گئی؟ اس نے کہا کہ بندہ ہر وقت یہ کہتا ہے کہ یا اللہ خاتمہ بالخیر عطا کر ایسا شخص جس کو اپنے خاتمہ کا ہر وقت فکر رہے اب اپنے کسی نیک عمل پر گھمنڈ نہ کرے گا۔ (فضائل حج حضرت شیخ الحدیث مولانا ذکریا نور اللہ مرقدہ)

گر تو ہستی طالب حق مرورا ☆ درد خواہ و درد خواہ درد خواہ (رومی)

اگر طالب مولا ہے تو اس کا درد طلب کر یعنی محبت و عشق خداوندی حاصل کر۔

حج کے فوائد و فضائل:

ایک حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت

میں منیٰ کی مسجد میں حاضر تھا کہ دو شخص ایک انصاری دوسرا ثقفی حاضر خدمت ہوئے اور سلام کے بعد عرض کیا کہ حضور ﷺ ہم کچھ دریافت کرنے آئے ہیں۔ حضور ﷺ نے (بذریعہ وحی) فرمایا کہ تمہارا دل چاہے تو تم دریافت کرلو اور تم کہو تو میں بتاؤں کہ تم کیا دریافت کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ ہی ارشاد فرمادیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم حج کے متعلق دریافت کرنے آئے ہو کہ حج کے ارادہ سے گھر سے نکلنے کا کیا ثواب ہے اور طواف کے بعد دو رکعت پڑھنے کا کیا فائدہ اور صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے کا کیا ثواب ہے اور عرفات پر ٹھہرنے اور شیطان کے کنکریاں مارنے کا اور قربانی کرنے کا اور طواف زیارت کرنے کا کیا ثواب ہے۔ انہوں نے عرض کیا اس پاک ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا ہے یہی سوالات ہمارے ذہن میں تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حج کا ارادہ کرکے گھر سے نکلنے کے بعد تمہارے (سواری) اونٹنی جو ایک قدم رکھتی ہے یا اٹھاتی ہے (یا کوئی اور سواری بھی کار جیپ وغیرہ) تمہارے اعمال میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور طواف کے بعد دو رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا ایک عربی غلام آزاد کیا اور صفا مروہ کے درمیان سعی کا ثواب ستر غلاموں کو آزاد کرنے کے برابر ہے اور عرفات کے میدان میں جب لوگ جمع ہوتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ دنیا کے آسمان پر اتر کر فرشتوں سے فخر کے طور پر فرماتے ہیں کہ میرے بندے دور دور سے پراگندہ بال آئے ہوئے ہیں میری رحمت کے امیدوار ہیں۔ اگر تم لوگوں کے گناہ ریت کے ذروں کے برابر ہوں یا بارش کے قطروں کے برابر ہوں یا سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں تب بھی میں نے معاف کردیئے۔ میرے بندو! جاؤ بخشے بخشائے چلے جاؤ تمہارے سبھی گناہ معاف ہیں اور جن کی تم سفارش کرو ان کے بھی گناہ معاف ہیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ شیطانؔ کے کنکریاں مارنے کا حال یہ ہے کہ ہر کنکری کے بدلے ایک بڑا گناہ جو ہلاک کردینے والا ہو معاف ہوتا ہے اور قربانی کا بدلہ اللہ کے یہاں تمہارے لیے ذخیرہ ہے اور احرام کھولنے کے وقت سر منڈانے میں ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے ان سب کے بعد آدمی جب طواف زیارت کرتا ہے تو ایسے حال میں طواف کرتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا اور ایک فرشتہ مونڈھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہتا ہے کہ آئندہ از سر نو اعمال کر تیرے پچھلے سب گناہ تو معاف ہوچکے (ترغیب) (فضائل حج حضرت شیخ مولانا زکریا) لیکن یہ ضروری ہے کہ حج وہی حج مبرور ہو۔ جو حج کہلانے کا مستحق ہے۔ ابوسلیمانؒ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بتایا گیا کہ جو شخص ناجائز امور کے ساتھ حج کرتا ہے اور لبیک کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ کہتے ہیں لالبیک تیری لبیک

مقبول نہیں جب تک ان ناجائز امور کو چھوڑ نہ دے۔ فضائل حج میں شیخ الحدیث مولانا ذکریا نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ مکہ مکرمہ ستر (٧٠) برس سے رہے اور برابر حج کرتے رہے اور عمرے کرتے رہے لیکن جب وہ حج یا عمرہ کا احرام باندھتے اور لبیک کہتے تو جواب ملتا لا لبیک ایک مرتبہ ایک نوجوان نے ان کے ساتھ ہی احرام باندھا اور ان کو جب لا لبیک کا جواب ملا تو اس نے بھی سنا تو وہ کہنے لگا چچا جان آپ کو تو لا لبیک کہا کہنے لگے کہ بیٹا میں تو ستر (٧٠) برس سے یہی جواب سنتا ہوں۔ جوان نے کہا پھر آپ کیوں اتنی مشقت ہمیشہ اٹھاتے ہیں شیخؒ نے جواب دیا کہ بیٹا اس کے سوا اور کون سا دروازہ ہے جس کو پکڑ لوں اور اس کے سوا اور کون میرا ہے جس کے پاس جاؤں۔ میرا کام تو کوشش ہے وہ چاہے رد کردے یا قبول کرلے بیٹا غلام کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اتنی بات کی وجہ سے آقا کے در کو چھوڑ دے یہ کہہ کر شیخؒ رو پڑے حتیٰ کہ آنسو سینے تک بہنے لگے۔ اس کے بعد لبیک کہی تو جوان نے سنا کہ جواب میں کہا گیا کہ ہم نے تیری پکار سنی اور قبول کرلیا اور ہم ایسا ہی کرتے ہیں ہر ایک شخص کے ساتھ جو ہمارے ساتھ حسن ظن رکھے۔ بخلاف اس کے جو اپنے خواہشات کا اتباع کرے اور ہم پر امید باندھے جوان نے جب یہ سنا تو کہنے لگا چچا تم نے بھی یہ جواب سنا شیخ یہ کہہ کر میں نے بھی یہ سن لیا اتنے روئے کہ چیخیں نکل گئیں۔ (مسامرات)

سرمد گلہ اختصاری باید کرد ☆ یک کار ازیں دو کاری باید کرد
یا تن برضائے دولت می باید کرد ☆ یا قطع زیاری باید کرد (سرمد)

حضرت سرمدؒ فرماتے زیادہ باتیں نہیں بنانی چاہئیں یار کے لیے (خدا کے لیے) یا جان دیدو یا دوستی کا۔ (سرمد)

اخلاص اور صاف نیت کا حج قبول ہوتا ہے:

علی بن موفق کہتے ہیں کہ میں عرفہ کی شب میں منیٰ کی مسجد میں ذرا سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے سبز لباس پہنے ہوئے آسمان سے اترے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ اس سال کتنے آدمیوں نے حج کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ مجھے تو معلوم نہیں۔ تو اس پوچھنے والے نے خود ہی کہا کہ چھ لاکھ آدمیوں نے حج کیا اس نے پھر سوال کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ان میں سے کتنے آدمیوں کا حج قبول ہوا اس نے جواب دیا کہ مجھے تو معلوم نہیں۔ اس نے خود ہی بتایا کہ ان میں سے صرف چھ آدمیوں کا حج قبول ہوا یہ کہہ کر وہ دونوں آسمان کی طرف چلے گئے۔ ابن موفق کہتے ہیں کہ اس خواب کی وجہ سے گھبرا کر میری آنکھ کھل گئی اور مجھے بڑا سخت فکر و غم سوار ہو گیا خود اپنے بارے میں سوچ میں پڑ گیا

کہ چھ آدمی کل ہیں جن کا حج قبول ہوا۔ بھلا ان میں کیسے ہو سکتا ہوں۔ اس کے بعد عرفات سے واپسی پر بھی مجمع کو دیکھ رہا تھا اور سخت فکر میں تھا کہ اتنا بڑا مجمع اور اس میں سے صرف چھ آدمیوں کا حج قبول ہوا ہے۔ مزدلفہ میں اسی سوچ میں میری آنکھ لگ گئی تو وہی دو فرشتے پھر نظر آئے اور وہی سوال وجواب جو اوپر گزرے آپس میں کیے اس کے بعد اس فرشتے نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ جل شانہ نے اس میں حکم فرمایا دوسرے نے کہا مجھے معلوم نہیں تو اس نے کہا یہ فیصلہ ہوا ہے کہ ان چھ میں سے ہر ایک کے طفیل میں ایک ایک لاکھ کا حج قبول کر لیا جائے گویا ان چھ آدمیوں کی وجہ سے چھ لاکھ آدمیوں کا حج قبول ہوا۔ ابن موفق یہ کہتے ہیں کہ پھر جو میری آنکھ کھلی تو مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔

کشادہ دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے ☆ نیاز مند مقدر پہ اپنے کیوں نہ ناز کرے

حاجی کی سفارش سے چار سو آدمیوں کی بخشش:

((عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَفَعَهٗ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ قَالَ الْحَاجُّ یَشْفَعُ فِیْ اَرْبَعِ مِائَةِ بَیْتٍ اَوْ قَالَ مِنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ)) [رواہ البزار کذا فی الترغیب]

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ حاجی کی سفارش چار سو گھرانوں میں مقبول ہوتی ہے یا یہ فرمایا کہ اس کے گھرانے میں سے چار سو آدمیوں کے بارہ میں قبول ہوتی ہے۔

راوی کو شک ہو گیا کہ کیا الفاظ فرمائے تھے۔

یہ کتنا بڑا انعام ہے کہ حاجی کی برکت سے چار سو آدمیوں کی مغفرت ہو جائے۔

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا لَقِیْتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ وَصَافِحْهُ وَمُرْهُ اَنْ یَّسْتَغْفِرَ لَکَ قَبْلَ اَنْ یَّدْخُلَ بَیْتَهٗ فَاِنَّهٗ مَغْفُوْرٌ لَّهٗ))۔ [رواہ احمد کذا فی المشکوٰۃ]

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب کسی حاجی سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کرو اس سے مصافحہ کرو اور اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اپنے لیے دعائے مغفرت کی اس سے درخواست کرو کہ وہ اپنے گناہوں سے پاک وصاف ہو کر آیا ہے ایک حدیث میں خود حضور ﷺ کی یہ دعا آئی ہے کہ یا اللہ تو حاجی کی بھی مغفرت کر اور جس کی مغفرت کی حاجی دعا کرے اس کی بھی مغفرت فرما۔

ایں احمد جامی نہاں دار دگنہ بیکراں ☆ از حق بخواہ ای کامران عفو گنا ہر گناہ

جامی کے لیے بے شمار گناہ ہیں میری مغفرت کی اے آقا ﷺ دعا فرمائیں کہ ہر ہر گناہ معاف ہو جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حج اور عمرہ کی کثرت فقر کو روکتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حج کرو۔

غنی بنو گے۔ سفر کرو صحت یاب ہو گے۔ (کنز)

حاجی کی موت دوران سفر حج وعمرہ کا ثواب:

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص حج کے لیے جائے اور راستہ میں انتقال کر جائے۔ اس کے لیے قیامت تک حج کا ثواب لکھا جائے اسی طرح جو شخص عمرہ کے لیے جائے اور راستہ میں انتقال کر جائے اس کو قیامت تک عمرہ کا ثواب ملتا رہے گا اور جو شخص جہاد کے لیے نکلے اور راستہ میں انتقال کر جائے اس کے لیے قیامت تک مجاہد کا ثواب لکھا جائے گا۔

حج بدل کا ثواب:

حج بدل کے مسائل ہیں اور شرائط ہیں۔ جن کی تحقیق کر لینا چاہیے علماء سے۔ فضیلت یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ (حج بدل میں) ایک حج کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتے ہیں۔ ایک مردہ جس کی طرف سے حج کا بدل کیا جا رہا ہے۔ دوسرا حج کرنے والا تیسرا وہ شخص وارث (وغیرہ) جواب حج کر رہا ہے (یعنی حج بدل کے لیے روپیہ دے رہا ہے)

حج کے سفر میں خرچ کرنے کا ثواب وبدلہ:

حضور اقدس ا کا ارشاد ہے کہ حج میں خرچ کرنا جہاد میں خرچ کرنے کی طرح سے ایک (روپیہ) کا بدلہ سات سو (روپیہ) ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حج میں خرچ کرنا۔ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا ہے جس کا ثواب سات سو درجہ دوگنا ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حج میں ایک درہم چار کروڑ درہم کے برابر ہے یعنی ایک روپیہ چار کروڑ روپے کے برابر ہے۔

فوائد اس کے بعد بھی اگر مسلمان وہاں جا کر روپیہ خرچ کرنے میں بخل اور کنجوسی کا خیال کرے تو کس قدر خسارہ کی بات ہے۔

وسعت واستطاعت کے باوجود حج نہ کرنے کی سزا:

آیت قرآنی:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۹۷]

ترجمہ ''اور اللہ جل شانہٗ کے (خوش کرنے کے) واسطے لوگوں کے ذمہ ہے اس مکان (یعنی بیت اللہ) کا حج (فرض) ہے اس شخص کے ذمہ جو وہاں جانے کی سبیل رکھتا ہو اور جو منکر ہو تو اللہ جل شانہٗ کا کیا

نقصان ہے، اللہ تمام جہان سے غنی ہیں ان کو کیا پروا۔"

فوائد: علماء نے لکھا ہے کہ حج کی فرضیت کی ابتداء اسی آیت شریفہ کے نزول سے ہوئی (فرض) اس آیت شریفہ میں بہت سی تاکیدیں جمع ہوگئیں۔ اول لله کا لام ایجاب کے لیے ہے جیسا کہ علامہ عینی نے لکھا ہے دوسرے علی الناس کا لفظ جو نہایت لزوم پر دلالت کرتا ہے یعنی لوگوں کی گردنوں پر یہ حق لازم ہے۔ تیسرے علی الناس کے بعد من استطاع کو ذکر کرنا جس میں دو طرح کی تاکید ہے۔ ایک بدل کی دوسرے اجمال کے بعد تفصیل کی۔ چوتھے حج نہ کرنے والے کو من کفر سے تعبیر کیا۔ پانچویں اس پر اپنے استغنا اور بے پروائی کا ذکر فرمایا جو بڑے غصہ کی علامت ہے اور اس کی رسوائی پر دلالت کرتا ہے چھٹے اس کے ساتھ سارے جہان سے استغناء کا ذکر فرمایا جس سے اور بھی غصہ کا اظہار ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے پاس اتنا خرچ ہو اور سواری کا انتظام ہو کہ بیت اللہ شریف جا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں اس بات میں کہ وہ یہودی ہو کر مر جائے یا نصرانی ہو کر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تمام شہروں میں اعلان کرا دوں کہ جو شخص باوجود قدرت کے حج نہ کرے اس پر جزیہ مقرر کر دیا جائے یہ مسلمان نہیں یہ مسلمان نہیں۔ مکہ مکرمہ کی حاضری کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری بڑی سعادت و خیر کا ذریعہ ہے اور مدینہ منورہ نہ جانے والے کو حضور اکرم ﷺ نے جفا کار بتلایا ہے اس خطبہ کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کی فضیلت و سعادت کو بیان کیا جائے گا۔ اللہ تمام مسلمانوں کو حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف فرمائیں۔ حضور ﷺ کے روضہ اطہر مطہر کی زیارت نصیب فرمائیں۔ (آمین!)

دونوں جہاں میں جو کچھ بھی ہے سب تیرے زیر نگیں ☆ جن و انس و حور و ملائک عرش و کرسی چرخ و زمیں

کون و مکاں میں لائق سجدہ تیرے سوا اے نور مبیں ☆ کوئی نہیں ہے کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

اب تو رہے بس تا دم آخر ورد زبان اے میرے الٰہ

لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ

دے تعلق مجھے مدح سرائی کے لیے ☆ جانا ہے مدینے میں گدائی کے لیے

یا رب ہو عطا مجھ کو غلامی کی سند ☆ دربار رسالت میں رسائی کے لیے

☆☆☆☆☆

۱ خطبہ اول:

قربانی کی فضیلت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

[پارہ ۸ سورۃ انعام آیت ۱۶۲]

ترجمہ ''کہہ دیجیے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کیلئے ہے۔'' یہ ہر مسلمان کا مقصد زندگی ہونا چاہیے کہ سب کچھ خدا کیلئے ہو۔

ماہ ذی الحجہ جب آتا ہے تو حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی قربانی کی یاد تازہ کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ بڑے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ اس لیے ان کی بڑی آزمائشیں ہوئیں اور وہ سب امتحانوں میں کامیاب ہوئے۔ سورہ بقرہ پارہ (۱) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰہٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّہُنَّ﴾۔

''اور اس وقت کو یاد کریں جب آزمایا اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو چند باتوں میں تو وہ ان میں پورے اترے ان امتحانوں میں سے ایک بڑا امتحان اپنے محبوب فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی تھی''۔

میری زیست کا سہارا میری زندگی کا حاصل ☆ تیرے عاشقوں میں جینا تیرے عاشقوں میں مرنا
مجھ کو جینے کا سہارا چاہیے ☆ غم تمہارا دل ہمارا چاہیے
لب ہے خنداں جگر میں تیرا درد ☆ تیرے عاشقوں کو سمجھا ہے لوگوں نے کم
(اختر)

اے دریغا اشک من دریا بدے ☆ تا نثار دلبرے زیبا شدے (مثنوی)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ بیٹے کو ذبح کررہے ہیں۔ پیغمبر کا خواب بھی سچا ہوتا ہے اس لئے قربانی دینے کے لئے تیار ہوگئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام سات سال کے تھے، جب قربانی کا حکم ہوا مگر کمال ہے۔ جانثاری، فرمانبرداری کی کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں اتنی بڑی قربانی دینے کے لئے تیار ہوگئے۔

میری مشاطگی کی کیا ضرورت حسن معنی کو ☆ کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالہ کی حنا بندی

قربانی کی جگہ لے جانے سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ھاجرہ والدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اسماعیل علیہ السلام کو خوب نہلا دھلا کر صاف وستھرے کپڑے پہناؤ آج کسی بڑے کے ہاں ان کو مہمان بنا کر لے جاؤں گا۔ شیطان نے آکر حضرت ھاجرہ کو بہکانے کی کوشش کی اور کہا کہ ابراہیم تو اللہ کے حکم سے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کریں گے۔ حضرت ھاجرہ نے فرمایا۔ اگر خدا نے حکم دیا ہے تو ہماری جان خدا کے لئے حاضر ہے اور ہمیں کوئی عذر نہیں۔ اگر چہ ابراہیم علیہ السلام وہاں اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے بعد گھر میں مجھے آکر ذبح کردیں تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔ اسی طرح ابلیس لعین نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کی تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر اللہ ہماری جان قبول فرمالے تو یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ اسی طرح شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کی کہ وہ اپنے بیٹے کو قربان نہ کریں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو کنکریاں ماریں جہاں آج بھی حاجی لوگ شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں یہ یادگار ابراہیمی علیہ السلام ہے اسی طرح جانور کی قربانی یہ یادگار ابراہیمی ہے۔ مسلمان ہر سال اس یادگار کو تازہ کرتے ہیں اور تیار ہوتے ہیں قربانی کے لئے۔

قربانی کی فضیلت:

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قربانی کے جانور کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ایک ایک بال کے بدلے قربانی کرنے والے کو نیکی ملتی ہے۔ دوسری حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی عمل پسند نہیں۔ تیسری حدیث ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ قربانی کے جانور کا خون جب زمین پر گرتا ہے تو گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول ہوجاتا ہے اور قربانی کرنے والے کے لئے نجات کا ذریعہ بنتا ہے۔ چوتھی حدیث حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ قربانی کے جانور کو خوب پالا کرو اور خوب موٹا کرو۔ کیونکہ یہ جانور پل صراط پر تمہاری سواریاں بنیں گے۔ پانچویں حدیث حضور انور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ قربانی کرو کیونکہ یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور یادگار ہے۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی ☆ سکھائے کس نے اسماعیل علیہ السلام کو آداب فرزندی
(اقبال)

پہلی حدیث کی وضاحت وتشریح:

یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان وانعام ہے کہ معمولی عمل سے اتنی نیکیاں عطا فرماتے ہیں۔ ایک جانور کے بدن پر کتنے بال ہوتے ہیں۔ کوئی ماں کا لال شمار کرنا چاہے تو شمار بھی نہیں کر سکتا اور کوئی بڑے سے بڑا تاجر بھی اتنی دولت نہیں کما سکتا یعنی اتنے کم وقت میں اتنی دولت کوئی نہیں کما سکتا اور یہ نیکیاں بھی آخرت کی دولت ہیں۔ اگر نیکیاں ہوں گی تو قیامت کے دن کام بنے گا اور جنت کی نعمتیں ملیں گی۔ جیسے دنیا میں دولت سے ہر چیز آدمی حاصل کرتا ہے۔ آخرت میں نیکیوں سے حاصل کرے گا۔ بڑے سے بڑا مال دار بھی اگر بغیر عمل کے مر گیا تو آخرت میں غریب ہوگا اور بڑے سے بڑا غریب بھی اگر نیکیاں کما کر لے گیا تو وہ آخرت کے حساب سے مال دار ہوگا کیونکہ آخرت کا مال اعمال صالحہ ونیکیاں ہیں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی ☆ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

دوسری حدیث کی تشریح:

ہر عمل کا ایک وقت ہے جیسا کہ ماہ رمضان میں روزے، حج کے ایام میں حج، نماز کے وقت میں نماز، اسی طرح قربانی کے دنوں میں قربانی ایک بڑا مقبول عمل ہے۔

تیسری حدیث کی تشریح:

تیسری حدیث کی تشریح کہ قربانی کے جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے قبول ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ کا کتنا بڑا انعام ہے کہ انسان کو اس چھوٹے سے عمل کا بدلہ وانعام اتنا جلدی مل جاتا ہے انسان کو اور کیا چاہیے، اگر آخرت میں نجات ہو جائے تو اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی۔ کیونکہ حقیقت میں کامیاب وہی ہے جو آخرت میں کامیاب ہو جائے اور ناکام وہی ہے جو آخرت میں ناکام ہو جائے اور دنیا کی زندگی عارضی وفنا ہونے والی ہے نہ اس کی کامیابی کا اعتبار نہ ناکامی کا اعتبار یہاں کی عزت بھی فانی، دولت بھی فانی، عمر فانی، مال بھی اولاد، مکان، بادشاہی فانی ہے غرض آخرت ہی اصل ہے اور آخرت کی کامیابی ہی اصل ہے۔

لطف دنیا کے ہیں کے دن کے لئے ☆ کھو نہ جنت کے مزے ان کے لئے

چوتھی حدیث کی تشریح:

کہ قربانی کے جانور خوب پالا کرو کیونکہ یہ جانور پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گے۔ پل

صراط کتنا مشکل مرحلہ ہوگا۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَإِنْ مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا﴾ [پارہ ۱۶ سورۃ مریم آیت ۷۱]

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر شخص کو پل صراط سے گزرنا ہوگا۔ کامیاب جلدی سے گزر جائیں گے۔ ناکام کٹ کٹ کر جہنم میں گریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ناکامی سے محفوظ فرمائیں موت یقینی ہے اور موت کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے۔ آج آنکھوں سے پوشیدہ ہے کل جب آخرت کی طرف آنکھ کھلے گی تو اب جو پردے کے پیچھے یعنی آخرت اور اس کی منازل جو چھپی ہوئی ہیں، وہ سب سامنے نظر آجائیں گی۔ لہٰذا آج دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری نہ کی تو آخرت میں ندامت و پشیمانی ہوگی اور انسان خون کے آنسو روئے گا۔

پانچویں حدیث کی تشریح:

پانچویں حدیث کہ قربانی کرو بیشک یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔ واقعہ کی تفصیل مختصر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ملک شام سے مکہ مکرمہ اپنے بچوں کو ملنے آئے تو آٹھویں ذوالحجہ کو خواب دیکھا کہ اپنے بیٹے لاڈلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ دوسری رات پھر بھی خواب دیکھا، تیسری رات پھر بھی خواب دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ بیٹے کو ذبح کرتے وقت ایک دنبہ ساتھ کھڑا ہے۔ نبی کا خواب بھی سچا ہوتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ بیٹے کو خدا کے نام پر قربان کرنے کا حکم ہے فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ جب بیٹا دوڑنے کے قابل ہوا تو خواب میں ذبح کرتے دیکھا ارشاد ربانی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ"۔

اے بیٹے میں خواب میں تمہیں ذبح کرتے دیکھ رہا ہوں بیٹے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا۔ ابا جان! جو حکم ہوا ہے بجا لائیے دیر نہ کریں۔ انشاء اللہ مجھے ثابت قدم رہنے والوں میں پائیں گے چنانچہ دس ذوالحجہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ کو کہا کہ اسماعیل کو نہا دھلا کر اچھے کپڑے پہنا دو ان کو بڑے کے پاس مہمان بنا کر لے جانا ہے۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام صاف ستھرا بنا کر قربان کرنے لے جا رہے تھے تو شیطان بڑی عمر کے آدمی کی شکل میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ کے پاس آیا اور کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام کو کہاں لے جا رہے ہیں حضرت ہاجرہ نے کہا کہیں مہمان بنا کر۔ شیطان نے کہا وہ تو اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے جا رہے ہیں۔

دشت غربت میں تمہیں کون پکارے گا فراز ☆ چل پڑو خود ہی جدھر دل کی صدا لے چلے

حضرت ہاجرہ نے کہا تو غلط کہتا ہے کہیں باپ بھی بیٹے کو ذبح کرتا ہے۔تب شیطان نے کہا کہ ان کو خدا کا حکم ہے تو ہاجرہ نے فرمایا جب خدا کا حکم ہے تو صرف اسماعیل کیا مجھے بھی ذبح کرنے کا حکم ہوتو میں بھی تیار ہوں اور لاحول پڑھا۔یہاں سے مایوس ہو کر شیطان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا۔تجھے معلوم ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تجھے کہاں لے جارہے ہیں۔حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بتایا کہ مہمان بنا کر شیطان نے کہا نہیں وہ تجھے ذبح کرنے جارہے ہیں۔حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ کہیں باپ بھی بیٹے کو ذبح کرتا ہے شیطان نے کہا ان کو خدا کا حکم ہوا ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا اگر خدا کا حکم ہے تو میری جان حاضر ہے پھر شیطان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا اے ابراہیم! کبھی باپ بھی بیٹے کو ذبح کرتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے حکم سے بندہ مؤمن کامل سب کچھ کرتا ہے چنانچہ شیطان مایوس ہوا اور بالآخر منیٰ کے میدان میں جہاں حاجی شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زبردستی روکنا چاہا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے سات کنکریاں ماریں دوبارہ آگے چل کر پھر شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زبردستی روکنا چاہا تو پھر اسی طرح کنکریاں ماریں اسی طرح تین مرتبہ کنکریاں ماریں۔آج حاجی تین جگہ شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں یہ ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔اللہ کو ابراہیم علیہ السلام کا عمل وجذبہ اتنا پسند آیا کہ قیامت تک اس کو یادگار بنادیا معلوم ہوا کہ بندہ جب خدا کے لیے صدقہ جاریہ چھوڑ جاتا ہے تو قیامت تک یادگار رہتا ہے اور اس کو ثواب ملتا رہتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے لاڈلے بیٹے کو آگے ایک بڑے میدان میں لے گئے اور اپنے پیارے لاڈلے بیٹے کو لٹایا اور رسی سے مضبوط باندھا اللہ کیا منظر ہوگا۔

کم ہوئیں عارف نہ دل کی رونقیں ☆ اس نگر کا راستہ چلتا رہا

جذبات کی لہریں جوش پہ ہیں ہلچل بپھرے ارمانوں میں

ساحل کی لڑائی اب جاکر لڑنی ہوگی ارمانوں میں

جب باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی اس طرح تیاری کررہا تھا۔چھری تیز کی جارہی ہے آتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خود کہا کہ ابا جان مجھے خوب باندھ دیجیے اور چھری بھی تیز کر لیجیے اور الٹا لٹا لیجیے تا کہ کہیں میرا منہ دیکھ کر آپ کو رحم آجائے اور ذبح نہ کرسکیں۔سبحان اللہ کیا جذبۂ قربانی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح کیا اور چھری گردن پر رکھ دی اور خوب زور سے چلانا شروع کر دیا مگر خدا کو اور ہی منظور تھا اور قربانی مانگی گئی تھی اسی طرح اللہ رب العزت انسان سے قربانی ہر حکم میں مانگتے

ہیں لیتے نہیں بلکہ وہ امتحان ہوتا ہے اور اپنی طرف سے بے پایاں انعام عطا فرماتے ہیں۔ بر حال انسان کو پوری طرح قربانی دینے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا چھری کیوں نہیں چلتی چھری نے زبان حال سے کہا کہ خلیل کہتا ہے چھری چل جا رب جلیل کہتا ہے کہ چھری خبردار اگر ایک بال بھی کاٹا۔ حکم ربی کے بغیر کائنات کا ایک پتہ بھی حرکت نہیں کرسکتا چھری کیا کرتی چنانچہ آواز آئی: وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا۔

اے ابراہیم علیہ السلام بے شک تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھلایا یقیناً یہ بہت بڑی آزمائش تھی جس میں تم پورے اُترے اور اپنے دعویٰ محبت واطاعت میں پورے اُترے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی کامل و مکمل محبت واطاعت نصیب فرمائے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جنتی ذبیحہ بھیجا جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح کیا گیا یہ عمل قربانی اسی امتحان ابراہیم علیہ السلام واسمٰعیل علیہ السلام کی یادگار ہے لہٰذا اسی جذبہ ابراہیمی علیہ السلام واسمٰعیلی علیہ السلام سے قربانی دینی چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ جان کی قربانی مانگیں گے (جہاد وغیرہ میں) تو ہم اپنی جان بھی قربان کردیں گے۔

فوائد قربانی:

ملکوتی صفات پیدا ہوتی ہیں۔ حیوانیت ختم ہوتی ہے۔ غم خواری و نیاز کا جذبہ پیدا ہوتا ہے سنت ابراہیمی کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اسلامی سال محرم کی ابتدا بھی قربانی حسین رضی اللہ عنہ سے ہے اور اختتام یعنی ذوالحجہ بھی قربانی پر ہوتا ہے۔

غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم ☆ نہایت اس کی حسین رضی اللہ عنہ ابتدا ہے اسمٰعیل علیہ السلام

سال بھر ہم اپنی خوشی سے جانور ذبح کرتے ہیں۔ اب حکم ہے کہ ہماری خوشی سے ذبح کرو۔

بدن کا شکر نماز سے ہوتا ہے مال کا شکرانہ زکوٰۃ سے قوت کا شکر جہاد سے اس طرح جانور کا شکر قربانی سے ہوتا ہے۔ کفار کی قربانی بتوں کے لیے ہوتی ہے اس کے مقابل ہماری قربانی اللہ کے لیے ہوتی ہے قربانی و تکبیرات تشریق سے غیر حجاج کو بھی حجاج سے مناسبت ہو جاتی ہے۔ قربانی سے وحدت ملی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ کیونکہ سبھی مسلمان یہی عمل قربانی ادا کرتے ہیں۔ قربانی کا گوشت ہدیہ دینے سے محبت بڑھتی ہے۔ صدقہ دینے سے غربا کی معاونت ہوتی ہے۔ قربانی سے کفر کے عقیدہ کی تردید ہوتی ہے کہ وہ جانوروں کی پرستش کرتے ہیں۔ قربانی سے اشارہ ہے کہ جیسے جانور کو اپنی چھری نے ذبح کردیا اپنے اندر پوشیدہ نفس کو بھی مخالفت نفس سے ذبح کردو اور گویا حیوان باطن نفس کو بھی قربان کردو اگر قربانی واجب نہ ہو تب بھی

اتنے ہی حساب ثواب کے لالچ سے قربانی کر دینا چاہیے اور اگر اللہ نے مال دار بنایا ہے تو مناسب ہے کہ جہاں اپنی طرف سے قربانی کرے تو جو رشتہ دار مر گئے ہیں۔ جیسے ماں باپ وغیرہ ان کی طرف سے بھی قربانی کر دے کہ ان کی روح کو اتنا بڑا ثواب پہنچ جائے۔ حضرت رسول کریم ﷺ کی طرف سے بھی قربانی کر دے آپ کی بیبیوں کی طرف سے اپنے پیر و مرشد کی طرف سے بھی کرے نہیں تو کم از کم اتنا تو ضرور کرے کہ اپنی طرف سے قربانی کرے۔

مسئلہ: جس پر صدقہ فطر واجب ہے اس پر بقر عید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اگر اتنا مال نہ ہو جتنے کے ہونے سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں لیکن پھر بھی اگر کر دے تو بہت ثواب پائے۔

مسئلہ: بقر عید کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کی شام تک قربانی کرنے کا وقت ہے چاہے جس دن قربانی کرے لیکن قربانی کا سب سے بہتر دن بقر عید کا دن ہے پھر گیارہویں تاریخ پھر بارہویں تاریخ۔

مسئلہ: دسویں سے بارہویں تک جب جی چاہے قربانی کرے چاہے دن میں چاہے رات میں لیکن رات کو ذبح کرنا درست نہیں ہے شاید کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی درست نہ ہو۔

مسئلہ: قربانی کرتے وقت زبان سے نیت پڑھنا اور دعا پڑھنا کوئی ضروری نہیں۔ اگر دل میں خیال کر لیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں پڑھا فقط بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر کہہ کر ذبح کر دیا تو بھی قربانی درست ہو گئی لیکن اگر دعا یاد ہو تو پڑھ لینا بہتر ہے۔

مسئلہ: قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے اولاد کی طرف سے واجب نہیں ہے بلکہ اگر اولاد نابالغ اور مالدار ہو تب بھی ان کی طرف سے قربانی واجب نہیں ہے۔ نہ اپنے مال میں سے نہ ان کے مال میں سے۔

مسئلہ: بکری، بکرا، بھیڑ دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی ان جانوروں کی قربانی درست ہے۔ ان کے علاوہ اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔

مسئلہ: گائے، بھینس، اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو صرف گوشت کھانے کی نہ ہو اگر کسی کا ساتویں حصہ سے کم ہو گا تو کسی کی قربانی درست نہ ہو گی۔

مسئلہ: سات آدمی بھینس میں شریک ہوئے تو گوشت بانٹتے وقت اٹکل سے نہ بانٹیں بلکہ خوب

ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں نہیں تو اگر کوئی حصہ کم زیادہ ہو جائے تو سود ہو جائے گا اور گناہ ہوگا۔

مسئلہ: بکری سال بھر سے کم کی درست نہیں جب پورے سال بھر کی ہو تب قربانی درست ہے اور گائے بھینس دو برس سے کم کی درست نہیں پورے دو برس کی ہو جائیں تب قربانی درست ہے اونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں اور دنبہ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو سال بھر سے کم کے دنبہ کی قربانی بھی درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہیے۔

مسئلہ: جو جانور اندھا یا کانا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی روشنی اس سے زیادہ ہو جاتی رہی ہو یا ایک کان یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا یا تہائی سے زیادہ دم کٹ گئی یا تہائی دم کٹ گئی تو اس جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: جس جانور کے پیدائشی کان نہیں اس کی بھی قربانی درست نہیں ہے اور اگر کان تو ہیں لیکن بالکل ذرا سے چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ: جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں ہیں یا سینگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے اس کی قربانی درست ہے البتہ اگر جڑ سے بالکل ٹوٹ گئے ہیں تو قربانی درست نہیں ہے۔

مسئلہ: خصی یعنی بدھیا بکرے اور مینڈھے کی قربانی درست ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو جان و مال اپنی راہ میں قربان کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

آمین یا رب العالمین!

خواب عجیب:

مختلف کتابوں میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی زوجہ حضرت ہاجرہ فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ جل شانہ کے حکم سے مکہ کی بے آباد و ویران جگہ میں چھوڑ گئے تو ہر سال جب گزرتا تھا تو آپ حضرت سارہ سے اجازت لے کر مکہ معظمہ تشریف لاتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب خلیل اللہ علیہ السلام جس سواری پر آپ سوار ہو کر ملک شام سے مکہ معظمہ جاتے اور آتے تھے وہ سفر بہت جلدی طے ہو جاتا، مہینوں کا سفر دنوں میں طے ہو جاتا۔

نظر پڑتی تھی حضرت کی جہاں پر ☆ سواری کا قدم پڑتا تھا واں پر

قیام مکہ کے دوران شروع مہینہ ذی الحجہ ساتویں شب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ اے ابراہیم علیہ السلام! اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ اٹھ! اور اپنے فرزند کو ہماری راہ میں قربان کر صبح کو آپ نے غور کیا کہ کہیں یہ خواب وسوسہ شیطانی نہ ہو۔ تاہم آپ نے اس

روز راہ خدا میں کئی اونٹ قربان کیے آٹھویں شب کو پھر وہی ..... خواب دیکھا تو اس روز پھر راہ خدا میں اونٹ قربان کیے۔ نویں شب کو وہی خواب دیکھا کہ اے ابراہیم علیہ السلام! اُٹھو! اور اپنے پیارے بیٹے کو ہماری راہ میں قربان کر۔

﴿فِعْلُ الْحَكِيمِ لَا يَخْلُوْ عَنِ الْحِكْمَةِ﴾

یعنی "اللہ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔"

نکتہ: کہتے ہیں کہ فرشتوں نے دربار خداوندی میں عرض کیا تھا کہ اے اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے سے بہت زیادہ محبت ہے اسی لیے تو وہ ہر سال ملاقات کے لیے مکہ مکرمہ آتے ہیں۔ اللہ نے عملاً یہ دکھا دیا کہ دیکھو ابراہیم علیہ السلام کے دل میں ہماری محبت اولاد سے بھی زیادہ ہے کہ وہ ہماری محبت پر بیٹے کی محبت کو کس طرح قربان کرتے ہیں رات کو خواب میں دیکھا کہ بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔

ہو کہ بس تیار اُٹھ بیٹھے خلیل ☆ اب رہی دلیل میں نہ کچھ بھی قال وقیل
ہو گئے یکسو خیالات خلیل ☆ یہ کہ ہے لاریب یہ حکم جلیل

ذبح کی تیاری:

دسویں ذی الحجہ کو عبادت الٰہی سے فارغ ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ اسماعیل بیٹے کو نہلا کر اچھے کپڑے پہنا دو سر میں تیل لگا دو سرمہ لگا دو کنگھی کر دو ان کو بڑی ذات کے پاس بطور مہمان لے جانا ہے۔ زوجہ محترمہ والدہ اسماعیل علیہ السلام نے خوب سنوار کر خوشبو لگا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ روانہ کر کے اللہ کے سپرد کر دیا۔ ادھر ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک چھری اور ایک رسی پہلے ہی سے اپنی بغل میں چھپا رکھی تھی اور اپنے نور عین کا ہاتھ پکڑا اور لے کر چل دیئے۔ ادھر یہ چلے اُدھر آسمانوں کے فرشتے اس امتحان عظیم کا نظارہ دیکھنے چلے ادھر شیطان لعین اپنی جگہ سے اُٹھا تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس عظیم امتحان میں کامیاب نہ ہو جائیں۔ چنانچہ وہ ایک ضعیف عورت بن کر حضرت ہاجرہ کو بہکانے آیا اور کہنے لگا کہ دیکھو ابراہیم علیہ السلام تو آج اپنے بیٹے کو ذبح کرنے جا رہے ہیں۔ حضرت ہاجرہ نے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ باپ بیٹے کو ذبح کر دے۔ شیطان نے کہا کہ ان کو حکم مولا یہی ہے۔ حضرت نے جواب دیا۔

حکم مولا ہے اگر اس کام کا ☆ ہاجرہ کو اس میں پھر کیا دغدغا
یہ کہاں قسمت میری میرے نصیب ☆ ہو میرا فرزند مولا کا حبیب
ایک اسماعیل کیا قربان سب ☆ مل گیا خلقت کو جب یہ حکم رب

ہاجرہ کی جان قربان ہے ☆ اے لعین شاید کہ تو شیطان ہے

اللہ اللہ حضرت ہاجرہ کا یہ جواب سن کر شیطان لعین پھر ایک بچہ کی شکل میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس پہنچا اور کہا کہ اے اسماعیل علیہ السلام تمہیں معلوم بھی ہے کہ کہاں جارہے ہو؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں کہیں مہمانی ہے۔ ابلیس نے کہا کہ نہیں تمہارے باپ تمہیں ذبح کرنے جارہے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا یہ ہو نہیں سکتا کہ کہیں باپ ذبح کرے۔ شیطان نے کہا ان کو حکم ربی یہی ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

ہے یہ اسماعیل کی خوش قسمتی ☆ جس سے حاصل ہو رضائے ایزدی

مرضی مولا میں جو کام آگیا ☆ ہوگیا بس اس کو سب کچھ عطا

جان اسماعیل ہے اس پر نثار ☆ تو لعین شاید ہے شیطان نابکار

آخری شیطانی حربہ:

یہاں سے بھی مایوس ہو کر شیطان ایک بوڑھے ضعیف کی شکل وصورت میں حضرت خلیل اللہ کے سامنے آیا اور کہا اے ابراہیم علیہ السلام کہاں جارہے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اللہ کی طرف سے ایک حکم ملا ہے اس کو پورا کرنے جارہا ہوں۔ شیطان نے کہا افسوس! اے خلیل تمہارے جیسا عقل مند آدمی اور "اضغاث احلام" محض ایک خواب پر اتنا بڑا کام کررہے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نور باطن سے پہچان کر فرمایا کہ یہ وہی لعین ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام سے نافرمانی کرائی۔ فرمایا دور ہو۔

دور ہو اے دشمن پروردگار ☆ دور ہو تو اے لعین نابکار

حکم ربی مجھ کو کرنے دے ادا ☆ ہوچکا ہے مجھ کو فرمان خدا

تیرے کہنے میں نہ آؤں گا کبھی ☆ جا کہیں چل دور ہو اے دوزخی

اس کے بعد مایوس ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زبردستی روکنے کی کوشش کی تین مرتبہ سامنے آیا اور آپ علیہ السلام نے تین مرتبہ اس کو کنکریاں ماریں شیطان نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر ناکام رہا۔

فتح خلعت کو یہاں بھی ہوگئی ☆ ہوگئی شیطان کی بس کرکری!

ذبح کا منظر:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مقام منیٰ میں پہنچے تو اپنے لخت جگر ننھے اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا

"یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی" یعنی:

لخت دل اے میرے ننھے سے پسر ☆ خواب میں مجھ کو یہ آیا ہے نظر

ذبح کرتا ہوں میں ایک ننھی سی جان ☆ نام اسماعیل ہے وہ بھی گمان
اب بتا تو سوچ کر جلدی مجھے ☆ دل تیرا کیا رائے دیتا ہے مجھے

حضرت اسماعیل علیہ السلام سات برس کی پیاری جان فرماتے ہیں:

اے خلیل اللہ اے میرے پدر ☆ حکم ربی کر گزریئے جلد تر
خواب جو دیکھا ہے سچا کیجیے ☆ داد حکم ایزدی کی دیجیے

راہ مولا میں لٹائیں گے مجھے
صابروں میں آپ پائیں گے مجھے

طاعت ربی میں قرباں کیجیے ☆ ماتا سب دل سے بس دھو دیجیے

اللہ اللہ حضرت خلیل اللہ نے رسّی سے اپنے نورعین کے ہاتھ پاؤں باندھے اور زمین پر لٹا کر چھری ان کے ننھے سے گلے پر رکھ دی اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر زور سے پھیرنی شروع کر دی مگر پیارے فرزند کے گلے کا ایک بال بھی نہیں کٹتا۔ پھر الگ دوبارہ چھری تیز کر کے چلانا شروع کر دی پھر بھی وہ چھری کام نہیں کرتی۔ آخر مجبور ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام چھری کی نوک پیارے فرزند کے گلے پر رکھ کر اپنے سارے جسم کا زور لگا دیتے ہیں لیکن گلے کا رونگٹا تک نہیں کٹتا۔ یہ حالت دیکھ کر آسمانوں کے فرشتے چلا اُٹھتے ہیں اور رحمت الٰہی کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں۔ ادھر رحمت خداوندی کا دربار ہو رہا ہے۔ اُدھر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام چھری تیز کر کے اپنے اکلوتے فرزند کا بزور طاقت گلا کاٹنا چاہتے ہیں۔

رکھ کے شہ رگ پر چھری اب انتہا ☆ زور سارے جسم کا بس دے دیا
مرضی مولا میں بے چون و چرا ☆ کس طرح پورا کیا حکم خدا
مڑ گئی زور سے وہ چھری ☆ کام ذرہ بھر نہ اپنا کر سکی
ہاتھ سے پھینکی خلیل اللہ نے ☆ تب زبان دیدی اسے اللہ نے
وہ چھری بولی کہ اے پیارے خلیل ☆ کس لیے کرتے ہو تم مجھ کو ذلیل
آتش نمرود کیوں ٹھنڈی ہوئی ☆ کیوں نہ پھر وہ آپ کا کچھ کر سکی
بولے حضرت حکم ربی اس کو ہوا ☆ اے چھری یا نارکونی برد کا
آپ سے پھر اس چھری نے یہ کہا ☆ حکم بس یہ ایک بار اس کو ہوا
وحی ستر بار یہ مجھ کو ہوئی ☆ اے چھری **لا تقطعی لا تقطعی**

جناب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اس چھری کو غصہ وغضب سے دیکھ رہے تھے کہ آپ کی پشت کی جانب سے اللہ اکبر کی آواز آئی۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام جنت کا ایک

دنبہ لیے کھڑے ہیں اور دومرتبہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہا حضرت اسماعیل علیہ السلام نے سن کر جواب دیا لا الٰہ الا اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی خوشی میں اللہ اکبر کہا۔ اللہ نے فرمایا وللہ الحمد پس یہ مجموعہ ایک تکبیر ہوگئی اور قبولیت کے وقت یہ یادگار ہوگئی قیامت تک مسلمانوں کے لیے حکم ہے کہ نویں سے لے کر تیرہویں ذی الحجہ تک ہر نماز کے بعد یہ تکبیریں کہا کریں تاکہ یادگار باقی رہے۔

جس سے راضی ہو خدائے کردگار ☆ کیوں نہ تم اس کو پڑھو بار بار

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس رسّی سے اپنے پیارے فرزند کو باندھا تھا وہ رسّی حضرت جبریل علیہ السلام نے کھول دی اور آپ سے فرمایا اس وقت خداوند تعالیٰ سے جو کچھ آپ دعا مانگنا چاہیں مانگیں یہ وقت اجابت ہے آپ نے تمام موحدین ومسلمین کے واسطے دعا فرمائی۔ یہ قربانی دنبہ کی شکل میں قبول ہوئی کہ اس کو قربان کیا گیا اور یہ سنت آنے والی نسلوں کے واسطے قائم کردی گئی اور قیامت تک یہ سنت جاری رہے گی اور فرمایا اللہ رب العزت نے سلامتی ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہم یوں ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ہر نیکی کرنے والوں کو اور وہ ہمارے بندوں میں بہت ہی زیادہ ایمان دار ہیں اور اس کو اپنی نعمتوں اور برکتوں سے نوازتے رہیں گے ان کی نسل پر بھی ہمارا لطف وکرم جاری رہے گا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے آخری نبی حضرت محمد ﷺ بھی تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کا جذبہ وشوق عنایت فرمائیں۔ (آمین!)

بازار ازل یوں تو بہت گرم تھا، لیکن ☆ لے دے کے محبت کے خریدار ہمیں تھے
زندگی تیری عطا تھی سو تیرے نام کی ہے! ☆ ہم نے جیسے بھی بسر کی تیرا احسان جاناں
اے دل تجھے انجام کی کیا فکر پڑی ہے ☆ ہم عشق کی دنیا میں سیاست نہیں کرتے
اتر گیا ہے رگ وپے میں زندگی بن کر ☆ وہ جس سے اپنا تعارف بھی غائبانہ ہوا
لایا ہوں خلوص اپنی ہتھیلی پہ سجا کے ☆ اس جنس کا بازار میں کیا دام ہے لوگو
ہمیشہ آبیاری خون خواہش سے کیے جاؤ ☆ دلوں کی خشک ٹہنی پر کبھی ہوں گے ثمر پیدا
پاس ادب سے چھپ نہ سکا راز حسن وعشق ☆ جس جا تمہارا ذکر سنا سر جھکا دیا
ہر دم، دعائیں کرنا ہر لحظہ آہیں بھرنا ☆ ان کا بھی کام کرنا اپنا بھی کام کرنا
تقاضا کر رہا ہے اب یہ حسن تازہ کاروان کا ☆ کہ جس نے دل دیا جان بھی ہم پر فدا کرے
تو ہی تو اک داتا ہے ☆ تجھ بن کرے گذارا کون
کر لو نیکی موقع ہے! ☆ آئے گا یہاں دوبارہ کون

اللہ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔(آمین!)

خطبہ دوم:

زیارتِ مدینہ اور اس کے فضائل

محمد بن عبید اللہ العتبیؒ کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو قبر اطہر پر زیارت کے لیے حاضر ہوا اور حاضری کے بعد وہیں ایک جانب کو بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار بدویانہ صورت میں حاضر ہوئے اور آکر عرض کیا یا خیر الرسل اے رسولوں میں بہترین ذات اللہ جل شانہٗ نے آپ پر قرآن شریف میں نازل فرمایا:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ﴾ [سورۃ نساء رکوع ۹ آیت ۶۴ پارہ ۵]

ترجمہ: ''اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا۔ آپ کے پاس آجاتے اور اگر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لیے معافی مانگتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا پاتے۔'' اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور اللہ جل شانہٗ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور اس میں آپ ﷺ کی شفاعت کا طالب ہوں اس کے بعد وہ بدو رونے لگے اور شعر پڑھے

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُهُ ☆ فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهُ ☆ فِيْهِ الْعَفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

''اے بہترین ذات ان سب لوگوں میں جن کی ہڈیاں ہموار زمین میں دفن کی گئیں کہ ان کی وجہ سے زمین اور ٹیلوں میں بھی عمدگی پھیل گئی۔ میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ ﷺ مقیم ہیں کہ اس میں عفت ہے اس میں جود ہے اس میں کرم ہے۔''

اس کے بعد انہوں نے استغفار کی اور چلے گئے۔ عتبیؒ کہتے ہیں کہ میری ذرا آنکھ لگ گئی تو میں نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی حضور ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اس بدو سے کہہ دو کہ میری سفارش سے اللہ جل شانہٗ نے اس کی مغفرت کردی۔ ذکرہ عساکرفی تاریخ۔ (فضائل حج حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ)

حضور ﷺ اب تو نہ جینے میں ہوں نہ مرنے میں ہوں

یہ حال ہے کہ ہمہ وقت مدینے میں ہوں

مدینے کا خیال آیا، چلوں یوں سر بہ سر بن کر

کہ جیسے جا رہوں میں سفیر بحر و بر بن کر
مدینہ کوئے جاناں ہے اگر جاناں تو یوں جانا
سراپا التجا بن کر عقیدت سر بہ سر بن کر

حضور اکرم ﷺ کے شہر مبارک مدینہ منورہ حج کے بعد جانا سراسر رحمت وخیر و برکت اور وسیلہ قرب محمد انور ﷺ ہے اور ذریعہ شفاعت ہے اور نہ جانا سراسر محرومی و بدبختی ہے۔ جب مدینہ منورہ کا سفر کرے، تو کثرت سے درود شریف پڑھنا شروع کرے راستہ میں جو مسجدیں یا مواقع ایسے آئیں جن میں حضور انور ﷺ یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا قیام یا نماز پڑھنا معلوم ہو اُن کی زیارت کرتا جائے اور وہاں نوافل پڑھے یا ذکر و تلاوت وغیرہ کرے۔ جب مدینہ منورہ قریب آئے تو بہت زیادہ ذوق وشوق میں غرق ہو جائے کثرت سے درود شریف بار بار پڑھے۔ اگر سواری پر ہو تو اس کو تیز چلانے کی کوشش کرے۔ حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ طیبہ قریب ہوتا تو اپنی سواری کو تیز چلاتے۔

وَاَبْرَحُ مَا يَكُوْنَ الشَّوْقُ يَوْمًا ☆ اِذَا دَنَتِ الْخِيَامُ اِلَى الْخِيَامِ

سب سے بڑھا ہوا شوق اس دن ہوتا ہے جب عشاق کے خیمے معشوق کے خیمے کے قریب ہو جائیں۔ جب مدینہ طیبہ کی دیواروں پر نظر پڑ جائے اور اس کے معطر باغ نظر آنے لگیں۔ جو ہر علی کے بعد سے نظر آنے لگتے ہیں تو بہتر یہ ہے کہ سواری سے نیچے اُتر جائے اور روتا ہوا ننگے پاؤں چلے:

وَلَمَّا رَاَيْنَا رَسْمَ مَنْ لَمْ يَدَعْ لَنَا ☆ فُؤَادًا لِعِرْفَانِ الرُّسُوْمِ وَلَا لُبًّا
نَزَلْنَا عَنِ الْاَكْوَارِ نَمْشِيْ كَرَامَةً ☆ لِمَنْ بَانَ عَنْهُ اَنْ نُلِمَّ بِهٖ رَكْبًا

ترجمہ "جب ہم نے اس محبوب کے شہر کے نشانات دیکھے جس نے نشانات کے پہچاننے کے واسطے نہ ہمارے پاس دل چھوڑا نہ عقل چھوڑی تو ہم اپنی سواریوں سے اُتر گئے اور اس کے اکرام میں پیدل چلنے لگے اس لیے کہ اس کی شان سے یہ بہت بعید بات تھی کہ اس کے پاس سوار ہو کر جائیں۔

پہلے زمانہ کے بادشاہوں کے دل میں احترام مدینہ:

پہلے زمانہ کے امراء و بادشاہوں کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ذوالحلیفہ سے جو تقریبا چھ میل سے مدینہ دور ہے پیدل چلنے لگتے تھے اور حق یہ ہے کہ اس جگہ بجائے پاؤں کے سر کے بل بھی چلے تو اس جگہ کا کوئی حق بھی ادا نہیں کر سکتا۔

لَوْ جِئْتُكُمْ قَاصِدًا اَسْعٰى عَلٰى بَصَرِىْ ☆ لَمْ اَقْضِ حَقًّا وَاَیُّ الْحَقِّ اَدَّيْتُ

اگر میں تمہاری خدمت میں پاؤں کے بجائے آنکھوں سے چل کر آتا تب بھی میں حق ادا نہ کر سکتا تھا اور میں نے تمہارا اور کون سا حق ادا کیا جو یہی کرتا۔

وَلَمَّا رَأَيْنَا مِنْ رُبُوعِ حَبِيْبِنَا ☆ اِعْلَامًا اَثَرْنَ لَنَا اَلْحُبَّنَا
وَبِالتُّرَابِ فِيْهَا اِذْ كَحَلْنَا جُفُوْنَنَا ☆ شُفِيْنَا فَلَا بَأْسًا نَخَافُ وَكَرْبًا

جب مدینہ پاک میں محبوب کی منزل کے آثار نظر آنے لگے تو انہوں نے محبت کو بھڑکا دیا اور جب وہاں کی مٹی کو آنکھوں کا سرمہ بنایا تو ساری بیماریوں سے شفا ہوگئی کہ اب نہ کسی قسم کا مرض ہے نہ تکلیف۔ جب فصیل مدینہ آجائے تو درود شریف کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ نَبِيِّكَ فَاجْعَلْهُ لِيْ وِقَايَةً مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ۔ (یہ دعا یاد کر لینی چاہیے)۔

ترجمہ: "اے اللہ یہ تیرے نبی کا حرم آگیا۔ اس کو تو میرے آگ سے بچانے کا ذریعہ بنا دے اور عذاب سے بچنے کا ذریعہ بنا دے اور حساب کی برائی سے بچنے کا سبب بنا دے۔"

اس کے بعد اس پاک شہر کی خیر و برکت حاصل ہونے کی دعا کرے اور اس کے آداب بجا لانے کی توفیق کی دعا کرے اور کسی نامناسب حرکت میں مبتلا ہونے سے بچنے کی دعا کرے اور خوب دعائیں کرے اس کے بعد غسل کرے تو بہتر ہے اور خوشبو اگر ہو سکے تو لگائے مسجد نبوی میں داخل ہونے سے پہلے صدقہ کرے۔ جب مسجد نبوی میں داخل ہو تو نہایت خشوع و خضوع سے داخل ہو۔ اب تک کی عدم حاضری کا افسوس و قلق ہو حضور ﷺ کی زیارت نصیب نہ ہونے کا رنج ہو آخرت میں زیارت نصیب ہونے کی آرزو و تمنا ہو اور اس کا خوف ہو کہ نا معلوم ہوگی یا نہیں اور جیسا کہ کسی بڑے سے بڑے دربار میں حاضری کے وقت رعب و جلال کا اثر ہو وہی منظر یہاں ہو، جب گنبد خضرا نظر آئے تو عظمت و ہیبت اور حضور اقدس ﷺ کی بلندی شان کا استحضار کرے اور یہ سوچے کہ اس روضہ اقدس میں وہ ذات اقدس ہے جو ساری مخلوقات سے افضل ہے انبیاء کے سردار ہیں۔ فرشتوں سے افضل ہیں قبر شریف کی جگہ ساری جگہوں سے افضل ہے جو حضور ﷺ کے بدن مبارک سے ملا ہوا ہے وہ کعبہ سے افضل ہے عرش سے بھی افضل ہے حتیٰ کہ آسمان و زمین کی ہر جگہ سے افضل ہے۔ (لباب)

بہتر یہ ہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں باب جبریل سے داخل ہو کیونکہ حضور اقدس ﷺ کا معمول اسی دروازہ سے داخل ہونے کا تھا۔ مسجد میں جانے کے بعد سب سے پہلے روضہ مقدس میں جائے یہ وہ

حصہ ہے جو منبر شریف اور قبر شریف کے درمیان ہے اس کو روضہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ
ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے قبر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ
ہے۔ روضہ مقدس میں جا کر اول اگر وقت مکروہ نہ ہو تو تحیۃ المسجد پڑھے تحیۃ المسجد سے فارغ ہو کر اللہ جل
شانہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرے کہ اس نے یہ نعمت عظیمہ عطا فرمائی اور اس پاک ذات سے حج و زیارت کی
قبولیت کی دعا کرے اس کے بعد قبر شریف کی طرف چلے اس حال میں کہ دل کو سب کدورتوں سے اور
آلائشوں سے پاک رکھے اور ہمہ تن نبی ﷺ کی ذات اقدس کی طرف پوری توجہ کرے علماء نے لکھا ہے کہ
جس قلب میں دنیا کی گندگیاں اور لہو ولعب شہوتیں اور خواہشیں بھر رہی ہوں اس دل پر وہاں کی برکات کا
کچھ اثر نہیں ہوتا بلکہ ایسے دل والوں پر جو دنیا پر پڑے رہیں اور آخرت سے اور اس کے فکر سے بے تعلق
ہوں حضور ﷺ کے غصہ اور اعراض کا اندیشہ ہے اللہ ہی اپنے فضل سے پناہ میں رکھے لہٰذا ہر شخص کے لیے
ضروری ہے جہاں تک ممکن ہو اس وقت اپنے دل کو دنیوی خرافات سے خالی رکھنے کی کوشش کرے اور
اللہ کی رحمت کی وسعت عفو وکرم کے کمال کی اُمید رکھے اور حضور اقدس ﷺ کی شان رحمۃ اللعالمین پر نظر
رکھے اور حضور ﷺ کے وسیلہ سے اللہ سے معافی کا طالب بن کر حاضر ہو۔ قدم مبارک کی جانب سے
حاضر ہو جب مواجہ شریف پر حاضر ہو تو تین چار گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو، پشت قبلہ کی طرف ہو اپنی نگاہ
نیچی رکھے اس وقت اِدھر اُدھر دیکھنا سخت بے ادبی ہے ہاتھ پاؤں بھی ساکن اور وقار سے رہیں۔ یہ خیال
کرے کہ چہرہ انور اس وقت میرے سامنے ہے حضور ﷺ کو میری حاضری کی اطلاع ہے۔ حضور ﷺ کی
شان عالی پوری طرح دل سے حاضر ہو۔ ابن امیر الحاج مدخل میں لکھتے ہیں کہ جتنے بھی آداب و تواضع اور
عجز وانکسار ہو سکتا ہے ہونا چاہیے...... اس لیے کہ آپ ﷺ کی ذات ایسی شفیع ہے جن کی شفاعت مقبول
ہے جس نے آپ ﷺ کا در کا ارادہ کیا وہ مراد کو پہنچا اور جو آپ ﷺ کی چوکھٹ پر حاضر ہو گیا وہ نامراد نہیں
رہا۔ جس شخص نے آپ ﷺ کے وسیلہ سے دعا کی وہ قبول ہوئی اور جو مانگا وہ ملا جتنا زیادہ ادب ہو سکے
دریغ نہ کرے اور یہ سمجھے کہ گویا میں زندگی میں آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوں۔ اس لیے کہ اُمت کے
حالات کے مشاہدہ میں اور ان کے ارادہ و مقصد کے ظہور میں اس وقت آپ ﷺ کی حیات اور ممات میں
کوئی فرق نہیں۔ (مدخل اوّل) اس کے بعد سلام پڑھے اس میں سلف کا مختلف معمول رہا ہے۔

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں ☆ واں ایک خامشی تیری سب کے جواب میں
بے زبانی ترجمان شوق حد ہو تو ہو ☆ ورنہ پیش یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں

''الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ'' پڑھتا رہے مگر سکون و وقار اور ذوق و شوق سے پڑھے۔ شور و شغب ہرگز نہ کرے نہ زور سے چلائے۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ نہ تو زیادہ جہر ہو اور نہ بالکل اخفا ہو بلکہ متوسط اور معتدل آواز حضور قلب اور اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے شرم و حیا لیے ہوئے ہو۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ﴾

[پارہ ٢٦ سورۃ الحجرات آیت ٢]

ترجمہ: ''اے ایمان والو اپنی آواز حضور ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کرو اور حضور انور ﷺ پر درود و سلام کے بعد حضور ﷺ کے وسیلہ سے مغفرت کی دعا کرے۔''

حضرت آدم علیہ السلام کی بخشش کی وجہ:

ابن حجر شافعی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ساتھ توسل کرنا سلف و صالحین کا طریقہ رہا ہے۔ انبیاء و اولیاء نے حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگی ہے۔ حاکم نے روایت نقل کی ہے اور اس کو صحیح بتایا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دانہ کھانے کی خطا صادر ہوئی تو انہوں نے اللہ جل شانہ سے حضور ﷺ کے طفیل دعا کی اللہ جل شانہٗ نے دریافت کیا کہ اے آدم علیہ السلام تم نے محمد ﷺ کو کیسے جانا ابھی تو میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ یااللہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا اور مجھ میں جان ڈالی تھی تو میں نے عرش کے ستونوں پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا دیکھا تھا تو میں نے سمجھ لیا تھا کہ آپ نے اپنے پاک نام کے ساتھ جس کا نام ملایا ہے وہ ساری مخلوق میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا بے شک وہ ساری مخلوق میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور جب اس کے طفیل تم نے مغفرت طلب کی تو میں نے تمہاری خطا معاف کر دی۔ (فضائل حج) اسی طرح روضہ اقدس پر حضور ﷺ پر صلوٰۃ والسلام کے بعد صاحبین یعنی حضور ﷺ کے دونوں ساتھی و خادم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بھی سلام پڑھے اگر کسی نے کہا تھا کہ میری طرف سے بھی صلوٰۃ و سلام پڑھنا تو اس کی طرف سے بھی سلام پڑھے اس کا خیال رکھے کہ زیارت کے وقت نہ دیواروں کو ہاتھ لگائے کہ یہ بے ادبی و گستاخی ہے اور نہ دیواروں کو بوسہ دے کہ یہ حجر اسود ہی کا عمل ہے۔ نہ دیواروں کو چمٹے نہ طواف کرے اس لیے کہ طواف بیت اللہ شریف کے ساتھ خاص ہے قبر کا طواف حرام ہے ملا علی قاریؒ نے کہا ہے کہ جاہلوں کے فعل کا اتباع نہ کرے چاہے وہ صورت سے مشائخ معلوم ہوتے ہوں نہ قبر کے سامنے جھکے نہ زمین کو بوسہ دے نہ قبر کی طرف منہ

کر کے اس نیت سے کہ ادھر قبر ہے نماز پڑھے اگر قبر کی تعظیم کے لحاظ سے اس طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اس کے کفر کا فتویٰ دیا جائے گا۔ البتہ حجرہ کی پشت پر چونکہ دیوار حائل ہے اس لیے قبر شریف کا ارادہ کیے بغیر نماز پڑھنا جائز ہے (شرح لباب)۔ (فضائل حج)

حضرت امام غزالیؒ کی عقیدت واحترام مدینہ کے بارے میں:

حضرت امام غزالیؒ نے کہا ہے کہ جب سے تیری نظر مدینہ منورہ پر پڑے۔ اس مضمون کو اپنے ذہن میں رکھ کہ یہ وہ شہر ہے جس کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبی ﷺ کے قیام کے لیے پسند فرمایا اور اس کی طرف ہجرت تجویز کی اور یہی وہ شہر ہے جس میں اللہ جل شانہٗ نے شریعت مطہرہ کے فرائض نازل کیے اور حضور ﷺ نے اپنی سنتیں جاری کیں۔ اس شہر میں آ کر دشمنوں سے جہاد کیا۔ اسی شہر میں آپ ﷺ کے دین کو غلبہ حاصل ہوا۔ یہاں تک کہ اسی شہر میں آپ ﷺ نے رہنا پسند فرمایا۔ یہاں تک کہ اسی شہر میں آپ ﷺ کا وصال ہوا۔ آپ ﷺ کی قبر مبارک بنی اور اسی میں آپ ﷺ کے دو وزیروں کی قبریں بنی اور اس شہر مبارک میں حضور ﷺ کے قدم مبارک جابجا پڑے اور یہ سوچتا رہے کہ جس جگہ بھی تیرا قدم پڑے وہاں کسی نہ کسی وقت حضور ﷺ کا قدم مبارک بھی پڑا ہوگا۔ اس لیے اپنا ہر قدم نہایت سکون ووقار کے ساتھ اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ اس جگہ حضور ﷺ کا بھی قدم مبارک پڑا تھا اور حضور ﷺ کی رفتار کی جو کیفیت احادیث میں آئی ہے اس کو تصور کرتے ہوئے اس کے ساتھ ہی حضور اقدس ﷺ کی عظمت رفعت شان جلالت وعظمت مرتبت کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے نام کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کا نام مبارک رکھا ذہن میں رکھو اور اس سے ڈرتے رہو کہ کہیں بے ادبی کی نحوست سے اپنے نیک عمل بھی ضائع نہ ہو جائیں۔
(فضائل حج)

ایک اعرابی حضور ﷺ کے روضہ پر:

ایک دیہاتی نے حضور ﷺ کے روضہ پر کھڑے ہو کر عرض کیا یا اللہ تو نے غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ تیرے محبوب ہیں اور میں تیرا غلام ہوں اپنے محبوب کی قبر پر مجھ غلام کو آگ سے آزادی عطا فرما۔ غیب سے آواز آئی کہ تم نے تنہا اپنے لیے آزادی مانگی تمام آدمیوں کے لیے آزادی کیوں نہ مانگی ہم نے تمہیں آگ سے آزادی عطا کی۔ (مواہب)

حضرت اویس قرنیؒ حضور ﷺ کے روضہ اطہر پر:

حضرت اویس قرنیؒ مشہور تابعی سید التابعین ان کا لقب ہے حضور ﷺ کا زمانہ انہوں نے

پایا ہے مگر ماں کی خدمت کی وجہ سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری سے قاصر رہے۔ حضور ﷺ سے ان کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ بہترین تابعی اویس قرنیؒ ہیں۔ ایک روایت میں ان کے متعلق آیا ہے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں تو اللہ جل شانہٗ اس کو پورا کریں۔ ایک حدیث میں ان کے متعلق آیا ہے کہ جو ان سے ملے ان سے دعا کرائے اپنے لیے استغفار کرائے۔ بڑے فضائل ان کے بارے میں وارد ہیں۔ جب انہوں نے حج کیا اور مدینہ کی حاضری پر مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوئے تو کسی نے اشارہ سے بتایا کہ یہ ہے قبر اطہر حضور ﷺ کی یہ سن کر بے ہوش ہو گئے۔ جب غشی سے افاقہ ہوا تو فرمانے لگے کہ مجھے لے چلو اس شہر میں چین نہیں۔ جس میں حضور ﷺ مدفون ہوں۔ (یعنی برداشت نہ کر سکے)

اے صدر ایوان رسل دی شمع جمع انبیاء ☆ خورشید برج سلطنت جشید تخت، کبریا
احکام تو حبل المتیں حاجب ترا روح الامین ☆ اے رحمۃ اللعالمین ہستی امام انبیاء
(جامیؒ)

یعنی اے رسولوں کے ایوان کے صدر سلطنت الٰہی کے سورج تخت کبریائی کے جشید (بادشاہ) آپ کے احکام مضبوط آپ کا دربار جبرئیل علیہ السلام اے رحمت عالم آپ امام انبیاء ہیں۔

حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کے روضہ اقدس پر:

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ حضرت حاتم اصم بلخی جو مشہور صوفیا میں ہیں۔ کہتے ہیں کہ تیس برس تک ایک قبہ میں انہوں نے چلا کیا تھا کہ بے ضرورت سے بات نہیں کی۔ جب حضور اقدس ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے تو اتنا ہی عرض کیا اے اللہ! ہم لوگ تیرے نبی ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کو حاضر ہوئے تو ہمیں نامراد واپس نہ کیجیو۔ غیب سے آواز آئی کہ ہم نے تمہیں اپنے محبوب ﷺ کی قبر کی زیارت نصیب ہی اس لیے کہ اس کو قبول کریں۔ جاؤ ہم نے تمہارے اور تمہارے ساتھ جتنے حاضر ہیں سب کی مغفرت کر دی۔ (زرقانی علی المواہب بحوالہ فضائل حج)

شیخ ابوالخیر اقطعؒ حضور ﷺ کے مہمان:

شیخ ابوالخیر اقطعؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور پانچ دن ایسے گزر گئے کہ کھانے کو کچھ نہ ملا کوئی چیز چکھنے کی بھی نوبت نہ آئی۔ میں قبر اطہر پر حاضر ہوا اور حضور اقدس ﷺ اور حضرات شیخین پر سلام عرض کر کے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آج رات کو حضور کا مہمان بنوں گا یہ عرض کر کے وہاں سے ہٹ کر منبر شریف کے پیچھے جا کر سو گیا میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس

ﷺ تشریف فرما ہیں۔ دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور بائیں جانب حضرت عمر فاروق ؓ ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سامنے ہیں۔ حضرت علی ؓ نے مجھ کو بلایا اور فرمایا دیکھ حضور اقدس ﷺ تشریف لائے ہیں۔ میں اٹھا تو آپ ﷺ نے مجھے ایک روٹی مرحمت فرمائی میں نے آدھی کھائی اور جب میری آنکھ کھلی تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی۔ (روض وفا۔بحوالہ فضائل حج)

وہ گوشہ نشین غار حرا ☆ وہ مالک ملک ارض و سما

سید احمد رفاعیؒ کا قصہ:

دستور ہے جس کا رحم ور جاء دشمن کو بھی جو دیتا ہے دعا (خالد) سید احمد رفاعیؒ مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں ہیں ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵ ہجری میں حج سے فارغ ہو کر زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے مقابل کھڑے ہوئے تو یہ اشعار پڑھے۔

فِیْ حَالَةِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ كُنْتُ اُرْسِلُهَا ☆ تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّیْ وَهِیَ نَائِبَتِیْ
وَهٰذِهٖ دَوْلَةُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ ☆ فَامْدُدْ یَمِیْنَکَ لِکَیْ تَحْظٰی بِهَا شَفَتِیْ

ترجمہ ''دوری کی حالت میں اپنی روح کو خدمت اقدس ﷺ بھیجا کرتا تھا۔ وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارک چومتی تھی۔ اب جسموں کی حاضری کی باری آئی ہے۔ اپنا دست مبارک عطا کیجیے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔ اس پر قبر شریف سے دست مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما (الحاوی للسیوطی بحوالہ فضائل حج) کہا جاتا ہے کہ اس وقت تقریباً نوے ہزار کا مجمع مسجد نبوی ﷺ میں تھا۔ جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور ﷺ کے دست مبارک کی زیارت کی جن میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نوراللہ مرقدہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

(البنیان)

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں گے ☆ خاک در رسول ﷺ کا سرمہ لگائیں ہم
اے بسرا پردہ یثرب بخواب ☆ خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب
ز مہجوری برآمد جان عالم ☆ ترحم ترحم یا نبی ﷺ اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ اللعالمینی ☆ زمحر و ماں چرا غافل نشینی

(جامیؒ)

آپ ﷺ کی جدائی سے یارسول اللہ جان نکل رہی ہے رحم فرمائیں۔ اے اللہ کے رسول رحم فرمائیں۔ آپ آخر رحمت عالم ہیں۔ محروموں سے کیسے غفلت فرما سکتے ہیں۔

مولانا جامیؒ کا حیران کن خراجِ عقیدت بحضور سرورِ عالم ﷺ:

مولانا جامیؒ نے حضور اقدس ﷺ کی تعریف میں ایک نعت کہی جس کے دو شعر اوپر ذکر ہوئے ہیں یہ نعت کہنے کے بعد جب ایک مرتبہ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ تو ان کا ارادہ تھا کہ روضہ اقدس کے پاس کھڑے ہو کر اس قصیدہ نظم کو پڑھیں گے۔ جب حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیر مکہ نے خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی۔ حضور اکرم ﷺ نے خواب میں ان کو یہ ارشاد فرمایا کہ اس کو (جامیؒ کو) مدینہ نہ آنے دیں امیر مکہ نے ممانعت کر دی۔ مگر ان پر جذب وشوق اس قدر غالب تھا کہ یہ چھپ کر مدینہ منورہ کی طرف چل دیئے۔ امیر مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ آ رہا ہے اس کو یہاں نہ آنے دو۔ امیر نے آدمی دوڑائے اور ان کو راستہ سے پکڑوا کر بلایا، ان پر سختی کی اور جیل خانہ میں ڈال دیا۔ اس پر امیر کو تیسری مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہوئی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کوئی مجرم نہیں ہے بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آ کر میری قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کے لیے ہاتھ نکلے گا جس میں فتنہ ہوگا۔ اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت اعزاز واکرام کیا گیا۔ یہ قصہ حضرت شیخ الحدیث قطب الاقطاب مولانا محمد ذکریا صاحب نور اللہ مرقدہ و برد مضجعہ نے اپنے رسالہ فضائل درود شریف میں لکھا ہے بہت ہی محبت بھرا عقیدت بھرا ہے ضرور دیکھیں۔

حضرت قاسم الخیرات والعلوم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بھی حضور ﷺ کی عقیدت میں جو قصیدہ بہاریہ لکھا ہے۔ اس کا ایک ایک حرف آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس کے چند اشعار سے دل کو حضور ﷺ کی عقیدت سے منور کریں۔ اشعار یہ ہیں:

کرم میں آپکو دشمن سے بھی نہیں انکار ☆ بجھائی ہے دل آتش کی بھی تپش یا رب
مقام یار کو کب پہنچے مسکنِ یار ☆ پہنچ سکے شجر کے طور کو کہیں طوبیٰ
زمیں پہ جلوہ نما ہیں احمد ﷺ مختار ☆ فلک پہ عیسیٰ و ادریس ہیں تو خیر ہی سہی
زمیں پہ کچھ نہ ہو پر ہے محمد ﷺ مختار ☆ فلک پہ سب سہی پر ہے نہ ثانی احمد ﷺ
کہاں کا سبزہ، کہاں کا چمن، کہاں کی بہار ☆ ثناء کر اس کی فقط قاسم اور سب کو چھوڑ
زباں کا منہ نہیں جو مدح میں کرے گفتار ☆ چراغ عقل ہے گل اس کے نور کے آگے
امیر لشکر پیغمبروں، شہ ابرار ☆ تو فخر کون و مکان زبدہ زمین و زماں

تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی ☆ تو نور شمس گر اور انبیاء شمس و نہار
حیات جان ہے تو، ہیں اگر وہ جانِ جہاں ☆ تو نور دیدہ ہے گر ہیں یہ دو دیدہ بیدار
طفیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی ☆ بجائے کہیے اگر تم کو کو مبدا الآثار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں ☆ تیرے کمالات کسی میں نہیں مگر دو چار
خوشا نصیب یہ نسبت کہاں نصیب میرے ☆ تو جس قدر ہے بھلا میں برا اسی مقدار
عجب نہیں تیری خاطر سے تیری اُمت کے ☆ گناہ ہوویں قیامت کی طاعتوں میں شمار
یہ سن کر آپ شفیع گناہ گاراں ہیں ☆ کیے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار
لگے ہے تیرے سگ کو گو میرے نام سے عیب ☆ پہ تیرے نام کا لگنا مجھے ہے عزو وقار
تو بہترین خلائق، میں بدترین جہاں ☆ تو سرور دو جہاں، میں کمینہ خدمت گار
بہت دنوں سے تمنا ہے کیجیے عرض حال ☆ اگر ہو اپنا کسی طرح تیرے در تک بار
رجاؤ وخوف کی موجوں میں ہے اُمید کی ناؤ ☆ کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں ☆ مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
اڑا کے باد مری مشت خاک کو پس مرگ ☆ کرے حضور ﷺ کے روضہ کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشت خاک قاسم کا ☆ کہ جائے کوچہ اطہر میں تیرے بن کے غبار
ادب کی جا ہے یہ چپ ہو تو اور زباں بند کر ☆ وہ جانے چھوڑا سے پہ نہ کر سکے اصرار
الٰہی اس پر اور اس کی تمام آل پر بھیج ☆ وہ رحمتیں کہ عدد کر سکے نہ ان کو شمار
یا ربّ صل وسلم دائمًا ابدًا ☆ علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اے اللہ العالمین ہمارے دلوں میں حضور اکرم ﷺ کی سچی و حقیقی محبت واتباع نصیب فرما۔

آمین یا رب العالمین۔

غلام حلقہ بگوش رسول ﷺ ساد اتم ☆ زہے نجات نمودن حبیب و آیا
سلام گویم و صلوات برتو برطلے ☆ قبول کن بہ کرم ایں سلام وصلواتم
(جامیؒ)

درجاں چوں کرد منزل، جاناں محمد ﷺ ☆ صدر درکشادہ در دل ازجان ما محمد ﷺ
درباغ و بوستانم دیگر مخواں معینی ☆ باغم بس است قرآں، بستان ما محمد ﷺ
(حضرت اجمیریؒ)

یک جان چہ کند سعدی مسکین کہ دو صد جان
سازیم فدائے سگ دربان محمد ﷺ
(سعدیؒ)

محبِ خوباں کی گلیوں میں نہ کر تو عمر صرف اے دل
مدینے کی زیارت کو گیا ہوتا تو کیا ہوتا
ارے مجنوں، ہوا بدنام تو لیلیٰ کو دل دے کر
اگر میرے نبی ﷺ کو دل دیا ہوتا تو کیا ہوتا
(فراغ)

خطبہ سوم:

شہادت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا ○ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ج﴾...... ﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ﴾

ترجمہ: آیت نمبر ا" بے شک (اے محمد ﷺ) جو لوگ آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔

آیت نمبر ۲ بے شک اللہ مؤمنین سے خوش و راضی ہوا۔

اس آیت کا شانِ نزول حضرت محمد ﷺ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زبردست محبت و تعلق کی دلیل ہے تفصیل یہ ہے کہ ماہ شوال ٦ ہجری میں آنحضرت ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خانہ کعبہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آنحضرت ﷺ کو خانہ کعبہ کے طواف و زیارت کی آرزو تھی۔ اس خواب سے اور بھی تحریک ہوئی۔ آپ نے عمرہ یعنی زیارت کعبہ کا عزم فرمایا۔ ماہ ذیقعدہ

٦ ہجری میں آپ ایک ہزار چار سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ عمرہ کا احرام باندھا اور قربانی کے ستر اونٹ ہمراہ لیے۔ احرام کا باندھنا اور قربانی کے اونٹوں کا ہمراہ ہونا۔ اس بات کی علامت تھی کہ آپ جنگ کے ارادہ سے نہیں نکلے بلکہ صرف بیت اللہ کی زیارت آپ ﷺ کا مقصد ہے۔ قریش مکہ کو بھی کسی طرح حق حاصل تھا کہ وہ کعبہ کی زیارت سے کسی کو باز رکھیں۔ کفار مکہ کو فکر ہوئی۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید حضور ﷺ لڑنے کی غرض سے اتنی بڑی جماعت لے کر آ رہے ہیں۔ جاسوس روانہ کیے انہوں نے رپورٹ دی کہ آنحضرت ﷺ لڑنے کی نیت سے نہیں آ رہے کیونکہ آپ ﷺ کے ساتھ تو قربانی کے جانور موجود ہیں۔ مگر کفار کے بہت سے لوگوں کو پھر بھی یقین نہ تھا اور انہوں نے کہا کہ ہم حضور ﷺ کو زیارت کعبہ کے لیے بھی اجازت دینے کو تیار نہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارادہ کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کفار کے پاس بات چیت کرنے کے لیے بطور سفیر بنا کر روانہ کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے جانے میں کوئی عذر نہیں مگر میرے قبیلے بنی عدی بن کعب کا کوئی آدمی مکہ میں نہیں جو مجھ کو اپنی جماعت میں لے۔ لہٰذا میرا جانا خطرہ کا موجب ہو سکتا ہے۔ مجھ سے بہتر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ ان کے قبیلے بنو امیہ کے بہت سے بااثر اور طاقتور آدمی موجود ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس تجویز کو بہت پسند فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بطور ایلچی سفیر بنا کر ابوسفیان کے پاس روانہ کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سرداران قریش سے ملاقات کی جنہوں نے کہا کہ ہم تم کو تو اجازت دیتے ہیں۔ خانہ کعبہ کا طواف کر لو مگر آنحضرت ﷺ کو اجازت نہیں دیتے۔

محبت عثمان رضی اللہ عنہ کی جھلک:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ حضور ﷺ کے بغیر میں تنہا طواف نہیں کروں گا سبحان اللہ کیا محبت ہے۔ یہ سن کر قریش برہم ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا۔

بیعت رضوان:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب قریش نے روک لیا تو مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ والوں نے شہید کر دیا۔

محبت کی جھلک:

اس خبر کے سنتے ہی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم جب تک عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا بدلہ نہ لیں گے یہاں سے نہ ٹلیں گے۔ چنانچہ اسی وقت آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور قصاص عثمان رضی اللہ عنہ

لینے کے لیے صحابہ ﷺ سے جانثاری کی بیعت کی یہ بیعت رضوان سے مشہور ہوئی جس کا ذکر قرآن میں اس طرح ہے۔

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ الخ﴾

[پارہ ٢٦ سورۃ الفتح آیت ١٨]

ترجمہ: ''جس وقت مسلمانوں نے اے رسول تیرے ہاتھ پر بیعت کی درخت کے نیچے تو خدا تعالی ان سے خوش و راضی ہوئے۔'' مگر تھوڑی دیر بعد حضرت عثمان ﷺ تشریف لائے اور انہوں نے بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

نکات: واقعہ نمبر ا بیعت رضوان سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو علم غیب نہ تھا۔ اگر واقعۃً آپ کو علم ہوتا کہ عثمان ﷺ شہید نہیں ہوئے تو آپ ﷺ صحابہ ﷺ سے بیعت نہ لیتے اور اگر آپ ﷺ کو حضرت عثمان ﷺ کے شہید نہ ہونے کا علم تھا اس کے باوجود بھی قصاص قتل عثمان ﷺ کے لیے آپ کا بیعت لینا، معاذ اللہ دھوکہ تھا اور یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ ﷺ ان سے ایسا کرتے۔

نمبر ٢ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو اپنے اس جانثار صحابی حضرت عثمان ﷺ سے کتنی محبت تھی کہ ان کے قصاص لینے کے لیے آپ ﷺ چودہ سو صحابہ کو شہید کرانے کے لیے تیار ہو گئے۔

نمبر ٣ حضرت عثمان ﷺ و باقی چودہ سو صحابہ ﷺ کا جنتی ہونا واضح طور پر معلوم ہو گیا اور صحابہ کرام ﷺ کا معیار حق ہونا بھی معلوم ہو گیا۔

ایک دفعہ آپ کے عہد خلافت میں سخت قحط پڑا۔ لوگ فاقہ کشی سے مجبور ہو گئے۔ اپنی املاک و جائیداد نہایت ارزاں قیمت پر فروخت کرنے لگے۔ آپ کے اہل خانہ نے کہا کہ فلاں باغ کا مالک اسے نہایت سستی قیمت پر فروخت کر رہا ہے۔ بہتر ہو کہ آپ ہی اسے خرید لیں۔ آپ روپیہ لے کر باغ کی طرف چل دیئے۔ لیکن راستہ میں قحط زدہ لوگوں کی فاقہ کشی و مصیبت پریشانی دیکھ کر آپ اشکبار ہو گئے اور وہ تمام روپیہ ان لوگوں میں تقسیم کر دیا اور گھر واپس آ گئے۔ اہل خانہ نے دریافت کیا کہ آپ نے باغ خرید لیا؟ آپ نے کہا ''ہاں'' میں تمہارے لیے جنت میں باغ خرید آیا ہوں۔

حضرت عثمان ﷺ کی فیاضی وسخاوت:

آنحضرت ﷺ نے غزوہ تبوک کے لیے صدقات جمع کرانے کی اپیل کی۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت عثمان ﷺ کی رقم اور چندہ باقی تمام افراد کی مشترکہ رقوم سے زیادہ تھی۔ اسی سے متاثر ہو کر رسالت مآب ﷺ نے فرمایا تھا کہ آج کے بعد عثمان جو کچھ بھی کرے گا۔ اس کو ضرر رساں نہ ہوگا۔ ہجرت

نبوی ﷺ کے بعد مدینہ میں مسلمانوں کی غربت وافلاس کا یہ عالم تھا کہ اپنی ضروریات کے مطابق پینے کا پانی میسر نہ تھا۔ پانی اور دولت کے تمام ذرائع پر یہودیوں کو تسلط تھا اور وہ بڑے ہی مہنگے داموں پانی فروخت کیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے میٹھے پانی کا بیئر رومہ نامی کنواں بیس ہزار درہم کی خطیر رقم دے کر خرید لیا اور اس کو بیع کر کے مسلمانوں کو وقف کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے بشارت دی تھی کہ جو یہ کنواں وقف کرے گا وہ جنتی ہے۔ آج بھی یہ تاریخی کنواں اپنی اصلی حالت پر ''بیئر عثمان'' کے نام سے موجود ہے۔

ایک مرتبہ بڑا ہی شدید قحط پڑا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ملکیت میں ایک ہزار بوری غلہ موجود تھا۔ جسے اہل مدینہ سے بڑی قیمت پر خریدنے کے لیے آمادہ تھے۔ مگر آپ نے تمام مفت تقسیم کر دیا اور کہا کہ باری تعالیٰ مجھے ایک درہم پر دس درہم منافع عطا فرمائے گا۔ ایک مستند روایت کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تقریباً اسی لاکھ اشرفیاں راہِ خدا میں نچھاور کر دیں۔ آنحضرت ﷺ کے گھر میں تین چار دن کا فاقہ ہو رہا تھا۔ مگر یہ شرف وسعادت بھی زیادہ تر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل ہوتا کہ آپ یہ اطلاع پاتے ہی گندم اور کھجور وغیرہ کی بوریاں پیش کر دیتے۔ صحیح بخاری کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ اُحد پہاڑ پر چڑھے اور آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ پہاڑ ہلنے لگا تو آپ نے اپنے پاؤں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ''اے اُحد ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں'' اور ایک سعادت عظمیٰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی جب ان کے ہاتھ کو رسالت مآب ﷺ نے اپنا دست مبارک اور اپنے ہاتھ کو دست عثمان قرار دیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ قبیلہ قریش کی ایک محبوب شخصیت تھے آپ پوری شب عبادت میں گزار دیتے۔

آپ مناسک حج وعبادات وغیرہ کے ممتاز مستند عالم اور حافظ قرآن تھے۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کی ہدایت پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ملک حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ چنانچہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اور حضرت لوط علیہ السلام کے بعد پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے اہل بیت کے ہمراہ فی سبیل اللہ کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی جانب تھی۔ آپ نے ایام ممنوعہ کے علاوہ روزے کا کبھی ناغہ نہیں کیا خوف خدا کا یہ عالم کہ ایک مرتبہ نادانستہ اپنے غلام کا کان مروڑ دیا پھر اتنے شرمندہ ہوئے کہ اس کے سامنے اپنا کان پیش کر دیا تا کہ آخرت کے محاسبہ سے بچ جائیں۔ یہی وہ عظیم کردار اور حیرت زدہ خدمات جلیلہ تھیں جن کی وجہ سے آپ رسالت مآب ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اور عامۃ الناس کی آنکھوں کا تارا بن گئے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خلیفۃ المسلمین کے مقدس اور عظیم منصب پر فائز ہو جانا عین منطقی عمل تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ وہ عشرہ مبشرہ کے چھ بزرگ صحابی تھے۔ جن کو امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں خلافت کے انتخاب کیلئے نامزد فرمایا تھا۔ ان جلیل القدر ہستیوں نے عامۃ الناس کی رائے اور رجحان کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اتفاق رائے سے خلافت کے لیے منتخب فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت محرم سے ایک دن قبل ذی الحجہ کی آخری تاریخ ۲۳ ہجری مطابق ۷ نومبر بروز دوشنبہ ہوئی۔ آپ کی عمر اس وقت ۷۰ برس تھی۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے فوراً بعد اسلامی محروسات میں ہر جانب بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی لیکن خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان بغاوتوں کا نہ صرف قلع قمع کیا بلکہ خلافت عثمانی جو بارہ برس جاری رہی۔ تاریخ اسلام میں فتوحات اور ترقی و خوشحالی کا زریں ترین باب ہے۔ آپ ہی کے عہد میں ایران کے مجوسی شہنشاہ کسریٰ کا نام ونشان مٹا دیا گیا اور اسلامی مملکت سندھ اور کابل سے یورپ کی سرحدوں اور افریقہ میں تیونس تک پھیل گئی۔ مسلمانوں نے پہلی مرتبہ کشتیاں اور جہازوں کا بیڑا تیار کیا اور بحیرہ روم پر چھا گئے۔ یہ تمام فتوحات صرف پہلے چھ سالہ دور میں ہی حاصل ہو چکی تھیں۔ ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بے پناہ سیاسی بصیرت اور پر جوش دینی خدمات کا اظہار ہوتا ہے یہ تھی فتح عظیم اور عجلت کامیابیوں کا حیرت کن سلسلہ جن کی نظیر تاریخ عالم میں نظر نہیں آتی۔ یہ فتوحات ان جلیل القدر والیوں کے ہاتھ تکمیل پذیر ہوئی۔ جن کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے منتخب فرمایا۔ مثلاً عبداللہ بن سعد، معاویہ بن ابوسفیان، سعد بن ابی وقاص، یحییٰ بن امیہ، عبداللہ، ولید بن عقبہ، عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ یہ فتوحات مسلمانوں کے لیے فراخی دنیا کا موجب ہوئیں۔ علاوہ ازیں ملکی پیداوار اور منافع و تجارت میں بے پناہ فراوانی ہوئی۔ اسلامی سلطنت کا ہر فرد خوش حال، امن وسکون اور بے فکری کی دولت سے ہمکنار ہو چکا تھا، دوسری جانب اندرونی ملک عظیم اصلاحات و تعمیر کا سلسلہ جاری کیا گیا۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی ﷺ اور خانہ کعبہ میں عظیم توسیع کرانے کا اولین شرف حاصل کیا جدہ کی مشہور بندرگاہ تعمیر ہوئی۔ بیت المال سے موذنین کے لیے پہلی مرتبہ وظائف کا تقرر ہوا۔

پولیس کا محکمہ قائم کیا گیا۔ جمعہ کی نماز کے لیے مینارہ پر ایک اذان کا اضافہ ہوا۔ زمین پر مالکانہ حقوق کے پروانوں کا اجر کیا گیا، چھاؤنیاں قائم ہوئیں، مویشیوں کے لیے وسیع چراگاہیں اور کنویں کھدوائے گئے۔ دفاتر کے لیے کشادہ عمارات سڑکیں پل اور مسافر خانے بنوائے سیلاب کے

خطرے کے سبب مدینہ کے قریب بند تعمیر کرایا اور نہر کھدوا کر سیلاب کا رخ دوسری جانب تبدیل کر دیا گیا۔ امیر المومنین ﷛ نے قرآن مجید کا نسخہ شائع کر کے اُمت پر احسان عظیم کیا جس کی وجہ سے ایک بڑے فتنہ کا سدباب ہوا بنابریں آپ کو ''جامع القرآن'' کا شہرۂ آفاق خطاب عطا ہوا۔ مصحف عثمانی کے ان نسخوں میں سے اس وقت چار نسخے دنیا میں محفوظ ہیں (۱) حجرہ نبوی کا نسخہ (۲) خزانہ آثار نبویہ استنبول (۳) کتاب خانہ معریہ (۴) کتاب خانہ ماسکو۔

اس عظیم الشان اور بے مثال ترقی خوش حالی اور فتوحات سے دشمنان اسلام بغض وحسد کی آگ میں جلنے لگے اور انہوں نے آپ کے عہد خلافت کے آخری چار برس کے دوران میں سازشوں اور فتنوں کا مکروہ سلسلہ شروع کر دیا یہ دشمن یہودی تھے۔ جو ابتدائے اسلام ہی سے رسالت مآب ﷺ خلیفہ اول اور خلیفہ دوم کے ادوار میں بھی فتنے برپا کرتے تھے۔ عہد عثمانی میں عبداللہ بن سبا یمن کا ایک یہودی باشندہ تھا۔ جس نے اگرچہ بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا لیکن عبداللہ بن ابی کی مانند اس کا ایمان نفاق پر مبنی تھا۔ اسے دیگر یہودیوں کی مانند پختہ یقین تھا کہ اب جبکہ عمر فاروق ﷛ کا دور خلافت ختم ہو چکا ہے جن کے شخصی رعب ودبدبہ سے پورا عالم لرزتا تھا اور یہ موجودہ فرمانروا حضرت عثمان ﷛ ایک رحم دل اور رقیق القلب شخصیت کے حامل ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو بڑی آسانی کے ساتھ حضرت عثمان ﷛ کے خلاف ورغلایا جا سکتا ہے۔ دراصل یہی وہ فکر تھا۔ جس کے نتیجہ میں خلیفہ دوم کی شہادت کے فوراً بعد اسلامی محروسات میں بغاوتیں اور شورشیں برپا کی گئیں تھیں۔ لہٰذا عبداللہ بن سبا نے امیر المومنین کے خلاف رائے عامہ کو گمراہ کرنے کا منصوبہ شروع کیا۔ اس نے بنی اُمیہ اور ہاشم کی قبل اسلام عصبیت کو ابھارا حجاز بصرہ شام کوفہ مصر اور خدا جانے کہاں کہاں ملک میں شورش برپا کرنے کے لیے آوارہ گردی کرتا رہا۔ پہلے یہ الزام عائد کیا گیا کہ حضرت عثمان ﷛ بنی اُمیہ کا اقتدار قائم کرنے کا منصوبہ بنائے ہوئے ہیں امیر معاویہ ﷛ کے بارے میں کہا گیا کہ یہ خلیفہ کے بھائی ہیں۔ اس لیے انہیں بڑے صوبہ شام کا گورنر مقرر کیا گیا ہے۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے بھی ان کو اس منصب پر فائز فرمایا تھا۔ بلکہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق ﷛ کے محبوب گورنروں میں سے ایک تھے بعد ازاں نیا الزام عائد کیا کہ امیر المومنین بیت المال کی دولت اپنے عزیز رشتہ داروں میں تقسیم کر رہے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے کئی اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے ثابت کر دیا اور عوام بھی مطمئن ہو گئی کہ وہ اپنے اقرباء کی خدمت ضرور کرتے ہیں۔ مگر بیت المال سے نہیں بلکہ اپنی اس نجی دولت سے جو آنحضرت ﷺ کے مکی دور سے

مسلسل اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں سب سے زیادہ اور بے تحاشا خرچ کی جاری ہے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام کے نامور فاتح خالد بن ولید سیف اللہ کو جب معزول کیا تھا تو نہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بغاوت کی اور نہ کسی نے احتجاج کیا مگر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص کو معزول کیا۔ جن کو خلیفہ دوم بھی ایک بار معزول کر چکے تھے تو یہ اقدام بھی وسیع پیمانے پر مخالفانہ پروپیگنڈہ کی حیثیت سے استعمال کیا گیا۔ چونکہ امیر المؤمنین کے تمام اقدامات صداقت اور دیانت پر مبنی تھے۔ اس لیے انہوں نے خود اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا۔ جس نے ملک کے طول وعرض میں دورہ کر کے عوام کی شکایت کا جائزہ لیا۔ کمیشن اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم پر مشتمل تھا۔ کمیشن نے اپنی رپورٹ میں تحریر کیا کہ عوام کو اپنے خلیفہ کے خلاف کوئی شکایت نہیں اور نہ ہی کسی گورنر کے خلاف انہیں شکوہ ہے۔ اس کے بعد بھی امیر المؤمنین نے حج کے موقع پر تمام گورنروں کو مکہ مکرمہ طلب کیا اور پوری مملکت میں منادی کرادی کہ جس کسی کو میرے والی کے خلاف شکایت ہو وہ اس موقع پر حاضر ہو کر اپنی شکایت کا ازالہ کرائے ظاہر تھا کہ کسی شخص کو بھی گورنر یا حاکم یا خلیفہ کے بارے میں شکایت نہ تھی۔ اس لیے یہودی سازشوں نے جن چند مسلمانوں کو ورغلایا تھا۔ ان کے ساتھ منصوبہ بنایا کہ گورنر کی واپسی کے بعد امیر المؤمنین کے خلاف بغاوت کردی جائے۔ چنانچہ یہودی سازش کامیاب ہوئی اور کوفہ، بصرہ اور مصر سے آنے والے ایک ہزار افراد نے مدینہ میں داخل ہو کر امیر المؤمنین کے مکان کا محاصرہ کرلیا۔ حتیٰ کہ مسلسل چالیس روز تک کھانا پینا تک اندر نہ جاسکا۔ وہ پانی بھی جو عہد رسالت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذاتی سرمایہ سے خریدے ہوئے کنویں سے اہل مدینہ کو مفت سیراب کر رہا تھا اور آج تک اس کی فیض رسی جاری تھی۔ بہر حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہما اور ازواج رسول کے پاس پیغام بھیجا کہ ان باغیوں نے میرے لیے ہر چیز پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔ اگر آپ حضرات پانی کا انتظام کر دیں تو ممنون ہوں گا۔ اس آواز پر سب سے پہلے لبیک کہنے والوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ام المؤمنین حبیبہ تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رات کے آخری حصہ میں پہنچے اور باغیوں کو مخاطب کیا کہ تمہارے یہ ڈھنگ مسلمانوں کے نہیں بلکہ کفار نے بھی ایسے بدتر سلوک روا نہیں رکھے تم پانی اور خوراک بند کر رہے ہو۔ جبکہ روم فارس کی حکومتیں بھی قیدیوں کو کھانے اور پانی سے محروم نہیں رکھتی ہیں پھر ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ خچر پر سوار ہو کر تشریف لائیں۔ محاصرین نے ان کو روک لیا اور خچر کے منہ پر تھپڑ مارا ام المؤمنین نے کہا میں اماتنوں کے متعلق عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرنا

چاہتی ہوں مجھے جانے دو۔ ایک گستاخ آواز آئی کہ جھوٹی ہے اور تلوار سے رسی کاٹ ڈالی۔ آپ گرتے گرتے بچیں اور واپس تشریف لے گئیں۔ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری کو چند باغیوں نے گھر میں داخل ہو کر امیرالمومنین کو بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا۔ روایت کے مطابق امیرالمومنین کی میت کو چند صحابہ ﷺ نے جن میں حضرت علی ﷺ، حضرت طلحہ ﷺ حضرت زبیر ﷺ اور حضرت کعب بن مالک ﷺ، حضرت زید بن ثابت ﷺ اور حضرت حزام ﷺ شامل تھے اُٹھایا اور جنت البقیع کی مشرقی سمت ''حش کوکب'' میں سپرد خاک کر دیا۔ حضرت علی ﷺ نے شہادت کی خبر سن کر مسجد نبوی ﷺ میں فرمایا ''جاؤ اب تمہارے واسطے ہمیشہ کے لیے ہلاکت اور تباہی ہے۔'' حضرت عبداللہ بن سلام ﷺ نے کہا قتل عثمان ﷺ سے فتنوں کا جو دروازہ کھلا ہے وہ اب تا قیامت بند نہ ہو سکے گا۔ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری کی شب تیسرے خلیفہ راشد سیدنا عثمان غنی ﷺ نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا جو فرما رہے تھے کہ عثمان! آج روزہ افطار میرے ساتھ کرنا۔ حضرت عثمان ﷺ سمجھ گئے کہ شہادت کے اعلیٰ و ارفع مبارک گھڑی آ چکی ہے جس کی بشارت خود آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں دی تھی بالآخر ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری میں آپ چالیس ۴۰ روز محصور رہ کر بھوکے پیاسے تلاوت قرآن مجید فرماتے ہوئے شہید ہوئے۔ سبحان اللہ کیا موت ہے کیسی سعادت ہے کہ قرآن کی تلاوت فرماتے ہوئے جان دی۔ قرآن سے محبت کی دلیل ہے۔ نیز مشکل وقت میں قرآن کی تلاوت کرنا ہمارے لیے بڑی اس میں رہبری ہے۔ حضرت عثمان ﷺ امام مظلوم ہیں۔ مظلومانہ شہید ہوئے۔ آخر وقت تک اُمت کے اتحاد کو برقرار رکھا اگر چاہتے تو ملک شام چلے جاتے۔ مگر شہر رسول ﷺ چھوڑنا گوارا نہ کیا جو کہ محبت رسول ﷺ کی بڑی دلیل ہے۔ اگر چاہتے تو فوجیں بلا لیتے اپنی حفاظت فوجوں سے کراتے مگر خدا والے خدا ہی کی حفاظت کو کافی سمجھتے ہیں۔ آپ ﷺ کے قتل کے وقت حضرت علی ﷺ موجود نہ تھے۔ آپ نے سنا تو فرمایا کہ اے خدا! جانتا ہے کہ ان کے قتل پر میں راضی نہ تھا اور نہ اس پر مائل تھا۔ جن لوگوں نے آپ کو شہید کیا وہ سب پاگل ہو گئے۔ اسلام میں پہلا فتنہ قتل عثمان ﷺ اور آخری فتنہ خروج دجال ہے۔

فضائل عثمان ﷺ:

آپ خلق حیا میں خاص طور پر ممتاز تھے۔ حضرت زید بن ثابت ﷺ کا قول ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عثمان میرے پاس سے گزرے تو مجھ سے ایک فرشتے نے کہا کہ مجھے ان سے شرم آتی ہے۔ کیونکہ قوم ان کو قتل کر دے گی۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح عثمان ﷺ خدا اور

اس کے رسول ﷺ سے حیا کرتے ہیں۔ فرشتے ان سے حیا کرتے ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حیا کا ذکر آیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر کبھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تنہا نہانا چاہتے تو دروازہ کو بند کر کے کپڑے اُتارنے میں اس قدر شرماتے کہ پشت سیدھی نہ کر سکتے تھے۔ شکل وشمائل میں آپ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے بہت مشابہ تھے۔

سوائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اور کوئی شخص دنیا میں ایسا نہیں گزرا جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں رہی ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جنگ تبوک میں ساڑھے چھ سو اونٹ اور پچاس گھوڑے راہ خدا میں پیش کیے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے خاص کارہائے نمایاں:

(۱) لوگوں میں کئی جاگیریں مقرر کیں، (۲) چراگاہیں قائم کیں (۳) مساجد میں خوشبوئیں جلائیں (۴) جمعہ میں اذان اوّل کو مقرر کیا (۵) مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر فرمائیں (۶) مسجد میں اپنے لیے ایک جگہ بنائی (۷) پولیس کا محکمہ قائم کیا (۸) مسلمانوں کو قرأت پر متفق کیا (۹) تکبیر کی آواز کو پست کیا (۱۰) قرآن مجید کو موجودہ ترتیب پر جمع کیا اس لیے آپ کو جامع القرآن بھی کہا جاتا ہے (۱۱) لوگوں میں لہو ولعب کی عادت پڑ گئی تھی اس کا انسداد فرمایا (۱۲) آپ کے زمانہ خلافت میں رے اور روم کے قلع فتح ہوئے ۲۶ ہجری میں سابور فتح ہوا۔ کچھ مکانات خرید کر حرم شریف میں شامل فرمائے۔ ۲۷ ہجری میں ارجان فتح ہوا۔ ۲۸ ہجری میں معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے قبرص پر حملہ کیا اور مقبوضات اسلام میں شامل کیا ۲۹ ہجری میں اصطخر فسا د فتح ہوئے۔ مسجد نبوی کو وسعت دی۔ ۳۰ ہجری میں جور، خراسان، نیشا پور، طوس، سرخس، مرو اور طبیق فتح ہوئے۔ ان فتوحات میں مسلمانوں کو بکثرت مال غنیمت حاصل ہوا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اُسوۂ عثمانی رضی اللہ عنہ پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں (آمین)

دونوں ہیں مغفور اور مرحوم عثمان رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ

دونوں صابر دونوں ہیں مظلوم عثمان رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ

کس قدر یکسانیت ان دونوں کے مابین ہے

ایک ذوالنورین ہے اور ایک نورالعین

نبی ﷺ کے طاعت شعار عثمان رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے خدمت گزار عثمان رضی اللہ عنہ

نبی ﷺ کے داماد و دوست عثمان علی رضی اللہ عنہ کے ہم زلف یار عثمان رضی اللہ عنہ

حیا میں کامل وفا میں کامل رضا میں کامل تقی میں کامل

نجیب و عالی وقار عثمان رضی اللہ عنہ تدبیر و بردبار عثمان رضی اللہ عنہ

(سید امین گیلانی)

خطبہ چہارم:

اخلاق عالیہ

ماہ ذوالحجہ بڑی برکت وخیر کا مہینہ ہے اسی ماہ میں عالم اسلام کے مسلمان مل کر حج جیسی عظیم عبادات ادا کرتے ہیں جس سے اسلام و مسلمانوں کی شان و شوکت کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی ماہ کی ۱۸ تاریخ کو خلیفہ مظلوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بے دردی کے ساتھ ایک یہودی سازش کے تحت شہید کیا گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے باوجود قوت و حکومت کے ہوتے ہوئے احترام مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں میں قیام امن کو برقرار رکھنے کے لیے خود شہید ہو جانا برداشت کیا مگر مدینہ میں مسلمانوں کے خون کو بہانا منظور نہ کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سراپا اخلاق عالیہ کے حامل تھے جنہوں نے مسلمانوں میں اتحاد برقرار رکھنے کی خاطر اپنی شہادت گوارا کی۔ اس کے علاوہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار تھے اس لیے اپنی جان بچانے کی خاطر مدینہ کو یعنی دیار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ اس لیے اس خطبے کا عنوان اخلاق عالیہ رکھا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسوۂ عثمانی پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اگر ہم اخلاق عالیہ یعنی اعمال نبوی کو اپنالیں تو دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جائیں۔ ان اخلاق عالی میں سب سے پہلے اتفاق و اتحاد کے فوائد و فضائل کو ذکر کیا جائے گا۔

اتفاق و اتحاد:

اتفاق و اتحاد میں قوت ہے، برکت ہے اور بے اتفاقی میں سراسر نقصان و خسارہ ہے انگریزوں کا اصول ہے "ڈیوائڈ اینڈ رول" لڑاؤ اور حکومت کرو اسی فارمولے کے تحت انگریز نے ہندوستان میں پورے سو سال حکومت کی آج پورا عالم اسلام بے اتفاقی کا شکار ہے کاش مسلمان غور کرتے اور آپس میں اتحاد کرتے تو کفار کو سازش کا موقعہ نہ ملتا۔ اتحاد و اتفاق برقرار رکھنے کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

[پارہ ۴ سورۃ النساء آیت آخری]

ترجمہ "اے ایمان والو! خود صبر کرو اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر دلاؤ اور باہم ملے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ شاید تم کامیاب ہو جاؤ۔"

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

[پارہ ۲۶ سورۃ حجرات آیت ۱۰]

اس آیت میں اخوت و اتحاد کا درس دیا گیا ہے۔

ترجمہ "سوائے اس کے نہیں کہ سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں میں صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ [پارہ ۲۶ سورۃ حجرات آیت ۱۳]

ترجمہ "معیار شرافت و بلندی تقویٰ پرہیزگاری ہے اور فخر وغیرہ کچھ نہیں۔ اے کائنات کے لوگو! بے شک ہم نے تم کو نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہارے کنبے اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو تم میں سب سے بزرگ (اور قابل احترام) اللہ کے نزدیک وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو بے شک اللہ جاننے والا اور خبردار ہے۔"

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُؤْمِنُونَ كَنَفْسٍ وَّاحِدٍ اِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهُ اِشْتَكٰى كُلُّهُ)). [الحدیث]

تمام مسلمان خواہ کہیں کے ہوں، ایک جسم کے مانند ہیں۔

ترجمہ "فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ تمام مسلمان مثل شخص واحد کے ہیں۔ اگر اس کی آنکھ میں درد ہو تو تمام جسم بے چین ہو جائے اگر اس کے سر میں شکایت ہو تو کل بدن بے چین ہو جائے۔" اور فرمایا نبی کریم ﷺ نے:

((اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهِ)).

[الحدیث]

ترجمہ "یعنی آپ ﷺ فرماتے ہیں مسلمان، مسلمان کے لیے ایک مکان کی طرح ہے جس کی ہر اینٹ سے دوسری کو قوت و مضبوطی حاصل ہوتی ہے پھر آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے

ہاتھ میں ڈال کر بتایا کہ اس طرح۔

دولت ہمہ زا تفاق خیزد ☆ بے دولتی از نفاق خیزد

بے اتفاقی، بے برکتی:

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم کھاتے ہیں مگر ہمارا پیٹ نہیں بھرتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا شاید تم الگ الگ کھاتے ہو گے؟ عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا اکٹھے ہو کر اور خدا کا نام لے کر کھایا کرو اس سے برکت ہوگی اور شکم سیری بھی ہوگی۔ پھر فرمایا اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے جو شخص جماعت (اہل اسلام) سے الگ ہوا دوزخ میں گیا۔

حضرت ﷺ کو حکم دیا گیا ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ اہمیت مشورہ کی اس سے معلوم ہو رہی ہے۔

ترجمہ ''اور لوگوں سے مشورہ کریں۔'' اس لیے کہ مشورہ سے اتفاق ذہنیت رہتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کرتے ہوئے اللہ عزوجل فرماتے ہیں: ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ اور ان لوگوں کے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں۔ یعنی ان لوگوں میں انانیت آمریت نہیں ہے بلکہ اتفاق و محبت ہے۔

ایک حدیث میں اتفاق پر زور دیا گیا ہے فرمایا:

((لا تدخلون الجنة حتى تؤمنوا ولن تؤمنوا حتى تحابوا)). [الحدیث]

ترجمہ فرمایا حضور اکرم ﷺ نے تم بہشت میں نہ جاؤ گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور ہرگز مؤمن نہیں کہلا سکتے جب تک آپس میں محبت نہ رکھو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾ اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ یعنی آپس میں جڑے رہو۔

اسلام اور اجتماعیت:

اسلام نے مسلمانوں کو ہمیشہ جوڑا ہے اور ان کے اندر اجتماعیت پیدا کی ہے مثلاً فرمایا کہ نماز باجماعت ادا کرو۔ اس سے ایک محلہ بستی کے لوگ ایک جگہ اکٹھے ہوں گے آپس میں محبت بڑھے گی ایک دوسرے کے دکھ درد میں شرکت ہوگی ایک دوسرے سے دین سیکھنے میں مدد ملے گی۔ پھر نماز جمعہ کا حکم دیا تاکہ ایک شہر کے لوگ جمع ہو کر آپس میں ربط بڑھائیں ایک دوسرے کے مسائل سے واقفیت پیدا ہو۔ اس طرح سال میں دو عیدیں ادا کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ شہر و آس پاس کے علاقوں کے لوگ ایک جگہ جمع

ہوں تا کہ مسلمانوں کی شان وشوکت واتحاد واتفاق کا اظہار ہو۔ اسی طرح حج کا حکم دیا تا کہ پورے عالم کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوں تا کہ مسلمانوں کی شان وشوکت واتحاد واتفاق کا اظہار ہوا۔ اسی طرح حج کا حکم دیا تا کہ پورے عالم کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوکر اللہ کی عظمت وحدت کا اظہار کریں اور اپنی عبدیت وبندگی کو ظاہر کریں آپس میں جمع ہوں تا کہ دین کی تبلیغ ودعوت پورے عالم میں پھیلے۔ اسی طرح حکم ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی عیادت کرو اگر فوت ہو جائے تو جنازہ میں شرکت کرو۔ حتیٰ کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آؤ اس پر بھی ظلم نہ کرو۔ اس کے حقوق ادا کرو ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے جناب نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص اچھا ہے جو اپنے احباب کے ساتھ اچھا ہو اور پڑوسیوں میں اچھا وہ شخص ہے جو پڑوسیوں کے ساتھ حسن اخلاق رکھے یعنی اچھا برتاؤ کرے۔"

حکایت ایک بادشاہ کا قصہ ہے بعض کہتے ہیں کہ اکبر بادشاہ کا ہے جب اس کو یقین ہو گیا کہ میری موت کے دن قریب ہو گئے ہیں تو اس نے اپنے ورثاء کو جمع کیا اور دھاگے منگوائے پھر ایک دو دو دھاگے سب کو دیئے کہ ان کو توڑو تو سب نے توڑ دیئے۔ اس کے بعد اس نے بہت سے دھاگوں کی ایک رسی بنا کر ایک ایک کو دی کہ اب توڑو، تو کوئی بھی اس کو نہ توڑ سکا۔ اس کے بعد بادشاہ نے کہا دیکھو اتحاد میں کتنی قوت ہے جب دھاگے الگ الگ تھے تو سب نے توڑ دیئے لیکن جب باہم جڑ گئے اور ایک مضبوط رسی بن گئے تو کوئی بھی ان کو توڑ نہ سکا اسی طرح اگر تم متحد ومتفق رہے تو کوئی تمہیں کمزور ودشمن نہ کر سکے گا۔ لیکن اگر تم متفرق ہو گئے تو تمہاری قوت کمزور ہو جائے گی۔ لہٰذا ایک ایک ہوکر ختم ہو جاؤ گے۔"

"پھر پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت"

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اندر مروت واحسان نرمی، کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور یہ خصوصیت آپ رضی اللہ عنہ کو سرکار مدینہ ﷺ سے ورثہ میں ملی تھی۔ حضور ﷺ کے خلق عظیم ومروت وشفقت کا اندازہ اس سے لگائیں۔ نقل ہے کہ جب حاتم طائی کے قبیلے کے لوگ حضور ﷺ کے پاس گرفتار ہوکر آئے ان میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی۔ اس نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی حضور ﷺ! اگر مناسب سمجھیں تو رہا کر دیں اور عرب کے قبیلوں کو ہم پر نہ ہنسائیں۔ میں اپنی قوم کے معزز آدمی کی بیٹی ہوں، میرا باپ اپنی قوم کی مدد کرتا تھا۔ قیدیوں کو چھوڑتا تھا۔ بھوکوں کا پیٹ بھرتا تھا، ننگوں کو کپڑے پہناتا تھا، مسافروں کی مدد کرتا تھا۔ اسی کا نام حاتم طائی تھا۔ آنحضور ﷺ نے اس کی باتیں سن کر فرمایا کہ جو کچھ تو نے بتایا یہ سب ایمانداروں کی صفات ہیں۔ تیرے باپ کی ان صفات کی بنا پر ہم نے تم پر رحم کیا تجھے اور تیری قوم کو آزاد

کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اچھے اخلاق کو دوست رکھتا ہے، یہ سن کر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا اللہ اچھے اخلاق کو پسند کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا واللہ جنت میں وہی داخل ہوگا جس کے اخلاق (معاملات) اچھے ہوں گے۔

آنحضرت ﷺ کے عظیم اخلاق:

نقل ہے کہ ایک یہودی نے حضرت ﷺ کو ایک دفعہ السلام علیکم کی جگہ اَلسَّامُ عَلَیْکَ کہا جس کے معنی ہیں تم پر موت آئے (معاذ اللہ) ام المومنین حضرت عائشہؓ جو کہ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں غصہ میں یہودی کو کہا "عَلَیْکُمُ السَّام وَ اللَّعْنَۃ" جس کے معنی تم پر موت اور لعنت ہو، آنحضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو اس سخت کلامی سے منع کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک نام "رفیق" ہے وہ رفق یعنی نرمی کو پسند کرتا ہے۔ ایک روایت ہے فرمایا اے عائشہؓ! نرمی اختیار کر اور سخت گوئی سے بچ۔ آپ ﷺ ہمیشہ نرمی سے کلام کرتے تھے۔ کسی کو سخت وست نہ کہتے تھے۔

حکایت: حضرت رسول کریم ﷺ پر ایک یہودی کا کچھ قرض تھا ایک دن اس نے آ کر سخت تقاضا کیا آپ ﷺ نے نرمی اور اخلاق سے جواب دیا کہ اب جلد آپ کا روپیہ دے دیا جائے گا۔ مگر وہ غضبناک ہو کر بے ہودہ گوئی کرنے لگا اور کہا کہ تمہارا تو خاندان کا خاندان ہی ایسا ہے۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سخت غصہ آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھے مجلس نبوی ﷺ کا احترام نہ ہوتا تو اس یہودی کو تہ تیغ کرتا۔ یہ سن کر حضرت رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روکا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس معاملہ میں قصور تو میرا ہے کہ میں نے قرض ادا نہیں کیا۔ مگر آپ الٹا اسے دھمکاتے ہیں اچھا اب تم ہی اس کا قرضہ ادا کر دو۔ چونکہ تمہارے الفاظ سے اسے رنج پہنچا لہٰذا اسے کچھ زیادہ رقم دے دو۔ یہ سنتے ہی یہودی ایمان لے آیا اور کہا کہ میں نے اپنی کتاب میں نبی موعود کی یہی علامت پڑھی ہے کہ اس سے جوں جوں سختی کی جائے گی وہ نرمی سے پیش آئے گا۔ حضور نبی ﷺ نے عاجزی سکھائی ہے تکبر سے منع کیا اپنی ہستی کو مٹانا ہی انسان کی کامیابی ہے۔

اے دل تو دے مطیع نہ شدی ☆ وزکردہ خویش پشیماں نہ شدی
صوفی شدی و شیخ شدی و دانشمند ☆ ایں جملہ شدی و لے مسلماں نہ شدی

اللہ کے دین کی اشاعت کے لیے تکالیف برداشت کرنا انبیاء کا شیوہ ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ دین کی خاطر بڑی قربانی دی اور تکلیفیں برداشت کیں۔ جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی اُمت کو اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف بلاتے تھے تو قوم کے لوگ آپ علیہ السلام کو اتنا پتھروں سے

مارتے تھے کہ آپ علیہ السلام کے بدن مبارک پر اتنا زمیر پتھروں کا ہوجاتا تھا کہ ان میں چھپ جاتے تھے اسی طرح ساڑھے نو سو برس مشقت اٹھائی۔ بالآخر قوم کی بربادی کا وقت آیا اور اپنے کرتوت و بداعمالیوں کی وجہ سے تباہ ہوگئے۔ اے سعید عاجزی وصبر اختیار کرو دیکھو شیطان نے اسی ہزار سال تک عبادت کی یہاں تک کہ زمین پر ایک قدم کی جگہ نہ رہی کہ جس پر اس نے سجدہ نہ کیا ہو مگر صرف ایک حکم خدا تعالیٰ کا نہ مانا اور تکبر کیا اس پر اللہ نے اس کو اپنے دربار سے بھی نکال دیا اور اسی ہزار سال کی عبادت اس کے منہ پر ماری اور قیامت تک اس پر لعنت کی اور ہمیشہ کا عذاب اس کے لیے تیار کیا اور اس کا خوف دوسرے فرشتوں پر اتنا ہوا کہ حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا کہ خانہ کعبہ کا پردہ ہاتھ میں لیے ہوئے عرض کرتے تھے۔ الٰہی! میرا نام مت بدلنا اور میرا جسم متغیر نہ کرنا حضرت آدم سے خطا ہوئی انہوں نے خطا کا اقرار کیا اور استغفار کیا اللہ نے معاف فرما کر مرتبہ اور بھی زیادہ کر دیا اور شیطان نے گناہ کی معافی نہ مانگی تو اور بھی مردود ہوا۔ انبیاء کرام علیہم السلام اگرچہ معصوم ہیں ان کے گناہ نہیں ہوتے بلکہ گناہ کی شکل ہوتی ہے اور اس میں بھی کئی راز اور حکمتیں خدا تعالیٰ کی ہوتی ہیں ان پر طعن نہیں کرنا چاہیے۔ مقولہ مشہور ہے ''خطائے بزرگاں گرفتن خطا است۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ثابت قدمی:

روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے چچا ابن العاص نے آپ رضی اللہ عنہ کو رسی سے باندھ دیا اور آپ کو بڑی اذیت دی اور کہا کہ تو نے اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر نیا دین اختیار کیا میں تجھے اسی طرح تکلیف دوں گا جب تک اس نئے دین کو چھوڑ نہ دے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا چاہے جتنا چاہو ستا لو مگر اس دین کو نہ چھوڑوں گا۔ جب ان کے چچا نے ان کا یہ اخلاص اور استقلال دیکھا تو ان کو کھول دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان مخلصین ومقربین میں سے ہیں جو قطعی جنتی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کا لقب عطا ہوا۔

شرم وحیاء:

حیاء ایمان کا شعبہ ہے اور انسان کے لیے گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے آج ہمارے معاشرے سے شرم وحیاء ختم ہو رہا ہے فحاشی وعریانی بے پردگی پھیل گئی ہے۔ ٹی وی، وی سی آر، ننگے ناچ ڈانس عام ہوگئے۔ جس کی وجہ سے معاشرے کا نظام درہم برہم لڑائی وفساد عام ہوگیا عدالتیں مقدمات سے بھری ہوئی ہیں۔ قوم کی غیرت ختم ہو رہی ہے۔ اگر معاشرے کو پاک وصاف دیکھنا چاہتے ہیں۔ عزتیں محفوظ دیکھنا چاہتے ہیں تو شرم وحیاء کو اپنانا ہوگا۔ افسوس آج ہمارے اخبارات بھی عریاں تصاویر

چھاپ رہے ہیں اور پڑھے لکھے فحش ناول ڈائجسٹ لکھ و چھاپ رہے ہیں۔ نوجوان نسل کے ذہنوں سے شرم و حیاء ختم ہو رہی ہے اور چند روزہ دنیا کی خاطر اپنی دائمی و ابدی زندگی برباد کر رہے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سراپا پیکر حیاء و شرم تھے۔

ارشاد رب العزت ہے:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ الخ﴾

[پارہ ۱۸ سورۃ النور آیت ۳۰]

یعنی اپنی نگاہ کی حفاظت رکھو۔ اس آیت میں تاکید ہے۔

ترجمہ: "اے محمد ﷺ! ایمان والوں سے کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کا سبب ہے۔"

حدیث میں ہے:

((مَنْ نَظَرَ اِلٰى اِمْرَاَةٍ اَجْنَبِيَّةٍ صُبَّ فِيْ عَيْنَيْهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)). [الحدیث]

سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں:

ترجمہ: "جو کوئی بیگانی عورتوں کو دیکھے گا تو قیامت کو اس کی آنکھوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔"

ایک حدیث ہے ((اَلنَّظْرُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ)) [الحدیث]

نگاہ شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ پس آنکھ کی حفاظت لازمی ہے کیونکہ وہ گناہوں کا پیش خیمہ ہے اسی لیے اللہ نے پہلے آنکھ کی حفاظت کا حکم دیا بعد میں فرج یعنی شرم گاہ کی حفاظت کا حکم دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عشق مجازی کے طور پر خوبصورت لڑکیوں لڑکوں کو دیکھا جائے تو کوئی حرج نہیں اور کہاوت بنائی ہوئی ہے کہ "نور اس کا ظہور اس کا جو نہ دیکھے قصور اس کا۔" یہ بالکل غلط ہے اجنبی عورتوں کو دیکھنا بہت بڑا گناہ عظیم ہے یہ سب باتیں محض نفس پرستی کی ہیں اور صریح قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔

نگاہ کی حفاظت سے اللہ عبادت کی مٹھاس نصیب فرماتے ہیں جیسے کہ اس حدیث میں ہے:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ اِلٰى مَحَاسِنِ اِمْرَاَةٍ اَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ يَغُضُّ بَصَرَهٗ اِلَّا اَحْدَثَ اللّٰهُ لَهٗ عِبَادَةً)). [الحدیث]

(سبحان اللہ!) مفہوم حدیث کا یہ ہے کہ کسی اجنبی عورت پر نظر پڑتے ہی جو مسلمان آنکھ نیچی کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کو عبادت کی حلاوت و لذت عطا فرمائیں گے۔ مطلب یہ کہ عورت غیر پر نظر

پڑنے سے انسان کے دل میں جو ایک نفسیاتی وشیطانی لذت آتی ہے اس سے بہتر اور حقیقی لذت نگاہ کی حفاظت سے اللہ نصیب فرمائیں گے۔ نظر کو غیر محرم سے نگاہ بچانے کے لیے جو اس نے انعام رکھے ہیں وہ لقائے رحمن و دیدار سبحان ہے اور نگاہ نہ بچانے والے محروم دیدار ہیں دیدار رحمن تمام لذتوں سے افضل ہے اور جو سزا ہے بدنگاہی کی وہ سخت ہے یعنی سیسہ کی سلائی گرم کر کے پھیری جائے گی۔ معاذ اللہ اگر آنکھ میں ذرا سا بھنگا گر جائے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے جو سیسہ دوزخ کی آگ سے پگھلا کر ڈالا جائے گا اس کی کیا کچھ تکلیف ہوگی۔ اللہ اکبر بسا اوقات جو لوگ جس سبب سے نگاہ کو نہیں بچاتے (یعنی زنا) اگر وہ اس کے مرتکب ہو گئے تو یہ سبب عذاب ہے اور اگر ارتکاب زنا کا نہ ہوا تو شیطانی وسوسے دل میں خواہش کرتے رہتے ہیں اور کیا کیا مصائب کا سامنا نہیں پیش آتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حسن کو دیکھ کر ہم اللہ کی قدرت کا نظارہ کرتے ہیں تو ان کو جواب یہ ہے کہ اللہ کی قدرت کو ہر حجر و شجر پھول، پودوں، جانوروں میں پرندوں میں سمندروں، دریاؤں، باغوں میں دیکھا جا سکتا ہے مردوں اور غیر عورتوں کو دیکھنے پر کیا موقوف ہے اگر خاص بشری میں نظارہ قدرت کا دیکھنا ہے تو کسی اللہ والے کو دیکھیں اس کی جوتیاں سیدھی کریں پھر رحمت خداوندی کے نظارے دیکھیں۔ دوسری حدیث کا مضمون یہ ہے کہ نگاہ غلط شیطان کے تیروں میں سے ایک زہر کا بجھا ہوا تیر ہے جو کوئی اس سے بچے اس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا لطف حاصل ہونے لگتا ہے اور عبادت میں مزہ اور مناجات میں لذت وحلاوت اور دل میں صفائی پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نظر بد سے بچ اور ڈر کیونکہ بدنگاہی دل میں شہوت کا بیج بوتی ہے یہ سخت بلا ہے۔ حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا ہے آنکھ بند کر لینا اچھا پردہ ہے پس جب آنکھ بند کر لو اور بے فائدہ دیکھنے سے بچ جاؤ تو سب وسوسوں سے آرام میں فارغ دل رہو گے۔ تمہارے سب حال اللہ جانتا ہے اللہ کی چشمی سے ڈرو اللہ سے ڈرو اس کے لیے یہ بات کافی ہے۔ ہر عضو کو ایک کام کے لیے اللہ نے پیدا کیا ہے تو آنکھ دنیا میں قرآن شریف پڑھنے اور نیک کام کے لیے ہے اور آخرت میں پروردگار کے لیے پیدا کیا ہے مومن کے لیے دیدار الٰہی سے بہتر کوئی چیز نہیں جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

آدمی دید است باقی پوست است ☆ دید آں دیدہ کہ دید دوست است

پس آنکھ کا بچانا اس شرف کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے اور اچھی آنکھ وہ ہے جو خدا کی یاد میں روئے اور اچھی آنکھ وہ ہے جو اس کے خوف سے نہ سوئے ورنہ کسی کا یہ قول صادق آئے گا۔ اَلْعَيْنُ عَيْنُ الْمَعَاصِيْ۔

یعنی آنکھ چشمہ ہے گناہ کا جیسے چشمہ آب سے گھاس وغیرہ اُگتی ہے ایسے ہی چشمہ آنکھ سے گناہ پیدا ہوتے ہیں اور فرمایا نبی کریم ﷺ نے "اَلنَّظَرُ اَسَاسُ الذُّنُوْبِ" فرمایا کہ یعنی بدنظری گناہ کی جڑ ہے اور جو آنکھ حیاء کی وجہ سے گناہ سے بچے گی وہ آنکھ دوزخ میں ہرگز نہ جلے گی۔ شیخ نجم الدین اپنے رسالہ کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ سونے چاندی اور متاع دنیاوی کو ہوس کی نظر سے دیکھنا حرام ہے۔ اے ایمان والو! آنکھ کی حفاظت کرو۔ اس لیے کہ جس نے آنکھ کی حفاظت کی، اس نے نجات پائی۔ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنی بیوی سے مطمئن نہیں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی آنکھ کو دوسروں کی بیویوں کے دیکھنے سے بچا۔ (الحدیث)

حکایت: کسی زمانہ میں قحط تھا ایک عورت باغ میں گئی تا کہ انگور خریدے باغبان نے اکیلا دیکھ کر برائی کا ارادہ کیا اور کہا کہ اگر میری خواہش پوری کردے تو تجھ کو غلہ، کپڑے اور انگور دے دوں گا۔ عورت نے قبول کرلیا۔ باغبان نے کہا کہ دروازے بند کردیئے؟ کہا ہاں بند کردیئے مگر ایک دروازے کو بند نہ کرسکی۔ باغبان نے کہا کہ وہ کون سا دروازہ ہے؟ عورت نے کہا کہ خداوند تعالیٰ کا دروازہ اگر لاکھ دروازے بھی بند کردیئے جائیں تو وہ دروازہ بند نہ ہوگا۔ باغبان نے سن کر ایک چیخ ماری اور توبہ کی اور کچھ مال و غلہ و کپڑے دے کر رخصت کردیا۔ ہاتف نے آواز دی کہ ہم نے دونوں کو بخشا اور دونوں سے راضی ہوئے ایک حدیث میں ہے کہ بہشت بریں ایسے لوگوں کو ملے گی کہ جن کو گناہ کا خیال آئے مگر میری عظمت کا خیال کرکے شرمائیں۔ جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خلوت نفس کے لیے بلایا تو پہلے اُٹھ کر اس بات پر جو وہاں پڑا تھا پردہ ڈالنے لگی حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا زلیخا تو اپنے پتھر کے بت سے شرما رہی ہے اور ڈر رہی ہے کیا میں اللہ جل جلالہ سے نہ شرماؤں فرمایا تو پردہ ڈال کر اپنے خدا سے چھپ گئی لیکن میں تو اپنے خدا سے کہیں بھی آسمان و زمین میں نہ دن رات میں چھپ سکتا ہوں ایک حدیث میں ہے۔

((مَنْ غَضَّ بَصَرَهُ عَمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ)). [الحدیث]

سرکارِ دوعالم ﷺ فرماتے ہیں جو کوئی اپنی آنکھ بند کرلے اس سے جو اللہ نے اس پر حرام کیا ہے تو اللہ اس پر حرام کردے گا دوزخ کو۔ ایک حدیث میں ہے:

((اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ اِذَا لَمْ تَسْتَحِيْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)). [الحدیث]

"حیاء سراسر خیر ہی خیر ہے جب تیرے اندر حیاء نہ رہے تو پھر جو چاہے کر۔"

ایک حدیث میں ہے کہ جب بندہ کسی نامحرم کی طرف دیکھتا ہے تو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے میں تیری طرف دیکھتا ہوں اور تو کس طرف دیکھتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیاءدار تھے۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی اپنا ستر نہیں دیکھا یہ شرم وحیاء کی حد ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حیاء سے جب بھی کوئی کام ہوگا عمدہ ہوگا۔ حیاء خلاف شرع کاموں سے روکتی ہے۔

آج ہمارے معاشرے سے حیاء ختم ہورہی ہے نہ ماں باپ کا حیاء ہے۔ نہ خوف خدا ہے ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر فحش لٹریچر ناول فلمی رسالے، گانے بجانے بے حیائی کو عام کررہے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم قسم قسم کی آفات میں مبتلا ہورہے ہیں۔ اگر فحاشی وعریانی کے تمام ذرائع پر پابندی لگادی جائے تو ہمارا معاشرہ پھر مثالی معاشرہ بن جائے گا۔ بے پردگی کا رواج معاشرہ میں بے حیائی کو عام کررہا ہے۔ خدا مسلمانوں کو شرم وحیاء نصیب فرمائیں۔ آخرت کا خوف نصیب فرمائیں۔ اگر اللہ اور اس کے سچے رسول ﷺ سے محبت ہوتی تو ان کے خلاف نہ چلتے خصوصاً کبیرہ گناہوں سے ضرور بچتے۔ ہمارے دلوں میں غیر اللہ کی محبت رچی بسی ہوئی ہے۔ بعض نئی روشنی کے لوگ تو اسلام کے احکامات پر اعتراضات کرتے ہیں اور ایمان کو ضائع کرتے ہیں۔ ان کو چاہیے توبہ کریں۔ آج توبہ کا وقت ہے کل قیامت کو پچھتانا پڑے گا اور انسان حسرت کرے گا کاش کہ وہ توبہ کرلیتا۔ آدمی موت کے وقت ملک الموت کو دیکھ کر بڑی حسرت سے کہتا ہے کہ اے ملک الموت مجھے ایک دن کی مہلت دے دے تاکہ توبہ کرلوں۔ وہ کہتا ہے کہ اس سے پہلے تجھ کو بہت مہلت مل چکی ہے۔ اب مہلت کا وقت نہیں رہا۔ اس وقت انسان کی پریشانی کا کوئی اندازہ بھی نہیں کرسکتا۔

یاد اوگر مونس جانت بود ☆ ہر دو عالم زیر فرمانت بود

یاد او سرمایہ ایماں بود ☆ ہر گدا از یاد او سلطان بود

ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی آدمی چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائے اور توبہ نہ کرے تو شیطان لعین اس کے منہ پر ہاتھ پھیرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس منہ پر قربان ہوں جو دوزخ میں جائے گا۔

جو شخص جناب باری میں زاری کرتا ہے تو اللہ اس کے دستگیری فرماتے ہیں۔

دوستاں را کجا کنی محروم ☆ تو کہ بادشمنان نظر داری

غافل زا احتیاط نفس یک نفس مباش ☆ شاید ہمیں نفس نفس واپس بو

تو ہم گردن از حکم وا مپیچ ☆ کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

بارالٰہ توفیق عمل نصیب فرما۔ آمین برحمتک یا رب العالمین!

☆☆☆☆☆

خطبہ پنجم:

شہادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(تاریخ شہادت یکم محرم ۲۴ ہجری)

فضیلت اور مقام شہادت:

شہادت کی موت کا کیا درجہ و مقام ہے اس آیت میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ﴾

[آیت ۱۵۴ سورۃ بقرہ پارہ ۲]

شہادت زندگی ہے۔ شہادت کی موت بڑی سعادت و نصیبی ہے اور یہ قسمت والے نصیب کو نصیب ہوتی ہے اسلام کی تاریخ ان زندہ دلوں کے کارناموں سے پر ہے جنہوں نے گلشن آب یاری اپنے خون سے کی اور گلشن اسلام کو سرسبز شاداب رکھا۔

حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں۔

بنا کردند خوش رسے بخاک وخون غلطیدن خیب را ☆ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک

مطلب یہ کہ خاک وخون میں تڑپ کر جنہوں نے جام شہادت نوش کیا خدا کی ایسے پاک باز عاشقوں پر رحمت ہو۔

مولانا محمد علی جوہرؔ نے کراچی جیل میں یہ شعر کہا تھا۔

رشک ایک خلق کو جوہر کی موت پر ☆ یہ اس کی دین ہے جسے وہ دے

علامہ اقبالؔ نے کیا خوب کہا ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مؤمن ☆ نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

اور غالب نے کہا ہے۔

جان دی دی ہوئی اس کی تھی ☆ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے موت اصل میں زندگی ہے جیسے مولانا حسرت

سوبانی نے کہا۔

عشق میں جان سے گذر جائیں ☆ اب یہی جی میں ہے کہ مرجائیں
جامہ زیبی نہ پوچھیے ان کی ☆ جو بگڑنے میں بھی سنور جائیں
شب وہی شب ہے دن وہی دن ہیں ☆ جو تیری یاد میں گذر جائیں

مولانا شبلی نعمانی کہتے ہیں۔

بوئے گل سے یہ کہتی ہے نسیم سحری ☆ حجرہ غنچہ میں کیا کرتی ہے اسیر کو چل

مفہوم آیت:

﴿وَلَا تَقُولُوا...... ﴾ یعنی "ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں۔ مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔"

تشریح: جس طرح دانہ گندم کا زمین میں بویا جاتا ہے۔ تو وہ بظاہر ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن عنقریب ہی وہ کئی سو دانوں کے ساتھ اگ آتا ہے۔ اس دانہ سے جو بظاہر زمین میں بویا گیا وہ ظاہر میں مٹ بھی گیا ختم بھی ہو گیا لیکن ہر عاقل یہی کہتا ہے کہ بظاہر فنا ہوا مٹا ہے مگر حقیقت میں نہیں مٹا اسی طرح شہید مر گیا لیکن حقیقت میں اصلی زندگی پا گیا۔

"شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے۔"

اسی طرح مثلاً کپڑا جس کو درزی ٹیلر بظاہر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے لیکن وہی ٹکڑے کٹ کر انسان کے جسم کی خوبصورتی بن جاتے ہیں۔ اسی طرح لکڑی جو ٹکڑے ٹکڑے کی جاتی ہے بظاہر توڑ دی جاتی ہے مگر انہی ٹکڑوں سے فرنیچر، چارپائیاں، کرسیاں، دروازے بن جاتے ہیں۔ اسی طرح شہید کا جسم بظاہر فنا ہو گیا لیکن اس کو حقیقت میں اصلی زندگی مل گئی پھر یہ جان و مال ہمارا نہیں اللہ کا ہے اسی کے کہنے پر جو اس کو قربان کرے گا اس کو مزید عطا فرمائے گا۔ مال کے بدلے آخرت میں نعمتیں مزے ملیں گے اور جان کے بدلے اصلی زندگی دائمی زندگی جو فرحت و مسرت کی زندگی ہوگی۔ شہادت کی موت عظیم موت ہے اس لیے کہ جناب نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((لَوَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلَ اُحْيٰى ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلَ......)).

[بخاری و مسلم وغیرہ]

یعنی آپ ﷺ فرماتے ہیں "میری آرزو ہے کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں۔

پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں یعنی تین مرتبہ آپ ﷺ نے خواہش تمنا فرمائی شہادت کی اگر چہ اللہ نے آپ ﷺ کو کافروں کے ہاتھ سے موت نہیں دی ورنہ وہ کہہ سکتے کہ ہم نے دین کے علم بردار نبی ورسول کو ختم کر دیا بظاہر یہ شکست کی بات تھی۔ مگر ایک بات یادر ہے کہ انبیاء کی موت شہادت کی موت سے بھی بڑھ کر ہے۔اس لیے جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ)).　　　[الحدیث]

ترجمہ: ''بے شک اللہ نے حرام کر دیا زمین پر کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے یعنی نبیوں کے جسم موت کے بعد صحیح سالم رہتے ہیں۔ زمین ان کو نہیں کھاتی اسی طرح شہیدوں کے بارے میں بھی آتا ہے کہ ان کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی اور اس کے ثبوت بہت سی جگہوں میں مل گئے ہیں کہ بعض دفعہ شہیدوں کی قبریں کھدائی میں کھل گئیں ان کے جسم بالکل صحیح وسلم تھے حضرت امیر معاویہ ﷺ ایک مرتبہ نہر کی کھدائی کروار ہے تھے اتفاق سے وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی قبریں کھل گئیں تو کیا دیکھا گیا کہ ان شہداء کے جسم بالکل صحیح وسالم تھے۔شہادت کی موت خوشی کی چیز ہے۔شہادت کی موت مؤمن کے لیے خوشی کا مقام ہے۔جس طرح ایمان والا اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے کہ اس کا مال قبول ہو گیا اسی طرح جان جان آفریں کے سپرد کر کے خوش ہوتا ہے نہ کہ غمگین۔ایک حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ شہید کا اکرام فرماتے ہیں تو اس سے پوچھتے ہیں تیری اور خواہش کیا ہے تو وہ شہید کہتا ہے کہ میری خواہش یہی ہے کہ دوبارہ دنیا میں بھیجا جاؤں اور تیری راہ میں قتل کیا جاؤں۔ اللہ فرماتے ہیں میرا قانون یہ ہے کہ جو ایک دفعہ دنیا سے آ گیا وہ دوبارہ دنیا میں نہیں جائے گا۔شہادت کی موت جب زندگی ہے تو اس پر رونے کا کیا مطلب ہے۔

زندہ قومیں شہیدوں کا ماتم نہیں کرتیں بلکہ خوش ہوتی ہیں۔ ہمارے حضور انور ﷺ کا اسوۂ حسنہ موجود ہے کہ اُحد کی جنگ میں جب آپ ﷺ کے چچا حضرت امیر حمزہ ﷺ بے دردی سے شہید کیے گئے تو آپ ﷺ نے کوئی ماتم نہیں کیا کوئی مرثیہ نہیں کیا۔کوئی بین نہیں کی بلکہ صبر کیا اور صبر کی تلقین کی۔اس لیے ہمارے لیے آپ ﷺ کا عمل نمونہ ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ﴾ (الآیۃ) تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ اسوۂ حسنہ ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ نے کیا وہ مثال ہے وہی دین اس کے علاوہ گمراہی ہے جب آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزہ ﷺ کا ماتم نہیں کیا۔ کالے کپڑے نہیں پہنے تو کسی اور کو بھی اجازت نہیں کہ وہ ماتم کرے یا بین ونوحہ کرے وہ مرثیہ پڑھے اس کے بعد پھر اس شہادت کے دن کی برسی آپ ﷺ نے کبھی نہیں منائی جس دن وہ شہید ہوئے تھے

دن دن مرکو پہنچے تمام کرتے ۔۔۔۔

کامیابی حضور ﷺ کے راستہ پر چلنے میں ہے اس کے علاوہ گمراہی ہے:

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ☆ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کو چھوڑ کر جو کوئی اور راستہ اختیار کرے گا وہ کبھی منزل مقصود پر نہ پہنچے گا۔

شہادت حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ:

ہادی حق کے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ ہیں ☆ فخر محبوب، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ ہیں
آپ رضی اللہ عنہ سے روشن ہوئی بزم الفت کے چراغ ☆ مشعل راہ وفا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ ہیں
آپ رضی اللہ عنہ ہی شمشیر دین تنویر دین توقیر دین ☆ دین حق کے رہنما فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ ہیں
(خالد شفیق)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جلالت شان:

حضور ﷺ فرماتے ہیں ((لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ)) [الحدیث]

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مراد رسول ﷺ ہیں اسلام کے عظیم جرنیل ہیں حق و باطل کے درمیان فرق کرنے کفر کے لیے ننگی تلوار ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خواب:

خلافت کے ایام میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا۔ جس کو حیواۃ الحیوان میں بحوالہ صحیح مسلم یوں روایت کیا ہے:

((اَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمًا فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ رَاَيْتُ رُؤْيَا رَهِیَ اَنَّ دِيْكًا اَحْمَرَ نَقَرَنِیْ نَقْرَةً اَوْ نَقْرَتَيْنِ فَحَدَّثْتُهَا اَسْمَا بِنْتَ عُمَيْسٍ فَحَدَّثَتْنِیْ بِاَنْ يَقْتُلَنِیْ رَجُلٌ مِنَ الْاَعَاجِمِ......))۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن بیان کیا۔ اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک لال رنگ کے مرغ نے میرے بدن پر دو تین ٹھونگیں ماریں پھر میں نے یہ خواب اسما بنت عمیس کو بتایا انہوں نے یہ تعبیر فرمائی کہ اے عمر رضی اللہ عنہ آپ کو عجمی شخص قتل کرے گا۔ جمعہ کے خطبہ میں یہ خواب ذکر کیا اور بدھ کے دن صبح کی نماز میں زخمی کیے گئے۔ عجمی، ایرانی غلام ابولولو مجوسی نے ایران و یہود و نصاریٰ

کی سازش سے یہ کام سرانجام دیا۔ راس الغایہ میں ہے ہمیشہ آپ کی عادت تھی کہ نماز شروع کرنے سے پہلے صفوں کو سیدھا کیا کرتے تھے۔ جب صفیں سیدھی ہوتیں تب اللہ اکبر کہتے اور نماز پڑھاتے۔ بدھ کے دن جب آپ نے صفیں سیدھی کرنے کے بعد نیت باندھی تو فیروز نامی جس کی کنیت ابولولؤ ایرانی مجوسی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام نے آپ پر دو دھاری خنجر سے حملہ کیا جناب کے شکم میں زیر ناف زخم لگایا آپ کو گرا کر وہ ظالم بھاگ رستے میں جماعت کے اندر اور بھی چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو زخمی کر دیا آخر ایک انصاری نے اپنا کمبل ڈال کر اپنے قبضہ میں لے لیا۔ جب اس کافر نے یقین کر لیا کہ میں گرفتار ہو چکا ہوں۔ تو اپنے آپ کو چھری مار کر مر گیا یوں سازش بھی معلوم نہ ہو سکی کہ کس کے ایماء پر اس نے حملہ کیا تھا۔ سوچنے کی بات ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس حال میں بھی جماعت کی نماز پڑھی اور صفوں کو مضبوط رکھا۔

انوکھی سازش:

یہ بھی عجیب طریقہ ہے کہ مخالفین ایسا قتل کرنے کے لیے تیار کرتے ہیں کہ جو مخالف کو مار کر خود اپنے آپ کو بھی مار دے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری نہ قاتل زندہ ہوگا نہ سازش پکڑی جائے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عظیم مقام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باوجود شدید زخمی ہونے کے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کے لیے حکم دیا اور خود بھی اسی زخمی حالت میں نماز پڑھی سبحان اللہ کیا شان ہے:

سنو عدل و حکمت کا چمن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ☆ نکھارا راستے کا بانکپن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے
تدبر اور تحمل کا سبق دے کر مسلماں کو! ☆ سکھایا رہنے کا چلن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے
مصائب غمزدوں کے اپنی جان پر جھیل کر تائب ☆ مٹائے قوم کے رنج و محن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے
(تائبؔ)

جب لوگ نماز سے فارغ ہوئے فرمایا: ''یَا ابْنَ عَبَّاسٍ انْظُرْ مَنْ قَتَلَنِیْ فَقَالَ غُلَامُ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' اے ابن عباس دیکھ مجھے کس نے قتل کیا ہے حضرت ابن عباس نے عرض کیا کہ جناب مغیرہ رضی اللہ عنہ کے غلام نے جو مذہب سے مجوسی ہے یہ سن کر فرمایا الٰہی تیرا شکر ہے کہ میری موت کسی کلمہ گو شخص کے ہاتھ سے نہیں ہوئی کیونکہ آپ نے یہ دعا مانگی تھی۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ.

ترجمہ ''اے اللہ مجھے موت شہادت کی نصیب فرما اور اپنے محبوب ﷺ کے شہر مدینہ مبارک میں نصیب فرما یہ دعا دل کی نکلی ہوئی تھی جو قبول ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے زخم شدید آئے تھے بعض نے کہا کہ آپ

ﷺ اچھے ہو جائیں گے۔ بعضوں نے کہا کہ آپ ﷺ کی وفات ہو جائے گی اسی اثناء میں آپ ﷺ کو شربت پلایا گیا۔ وہ شربت فوراً زخم کی راہ سے باہر نکل آیا۔ کسی نے کہا خون ہے جو زخم کی راہ سے نکل رہا ہے۔ کسی نے کہا نہیں شربت ہے جو بجنسہٖ باہر نکلا ہے اور زخم کے پار ہو گیا ہے۔ پھر زخم کاری ہے اور اب آپ ﷺ کی تندرستی مشکل ہے۔ اتنے میں ایک جوان آپ ﷺ کے پوچھنے کے لیے آیا اور عرض کیا:

((اَبْشِرْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِبُشْرٰی اللّٰهِ لَکَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَدِمْتَ فِی الْاِسْلَامِ ثُمَّ وَلِیْتَ فَعَدَلْتَ ثُمَّ شَهَادَةً......)).

ترجمہ: بشارت ہو آپ ﷺ کو اے امیر المومنین بہت سی قسم کی بشارتوں سے اول خدا نے صحبت رسول اللہ ﷺ سے مشرف فرمایا کہ آپ ﷺ جلیل القدر صحابی ﷺ ہیں پھر آپ ﷺ نے اسلام لانے کے بعد بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے پھر آپ ﷺ کو خلافت ملی تب آپ ﷺ نے عدل و انصاف قائم کیا پھر اس کے بعد اللہ نے آپ ﷺ کو شہادت کی موت نصیب فرمائی۔ یہ سب بڑے مراتب ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر ﷺ نے فرمایا یہ سب اللہ کا فضل و احسان ہے۔ اس کے باوجود اگر قیامت میں برابر سرابر چھوٹ جاؤں تو یہ غنیمت ہے۔ مسلمانو! غور کی بات ہے کہ اتنے بڑے مرتبے اور شان والے صحابی ﷺ بھی اللہ کے دربار میں جاتے ہوئے کتنے ڈرتے ہیں ہمارا آپ کا شمار کیا ہوگا۔

اخیر وقت جذبہ اتباع سنت:

جب وہ صحابی ﷺ واپس لوٹنے لگے:

((فَلَمَّا اَدْبَرَ اِذَا اِزَارُهٗ یَمَسُّ الْاَرْضَ قَالَ رُدُّوْهُ عَلَیَّ الْفَتٰی فَقَالَ ابْنَ اَخِیْ اِرْفَعْ ثَوْبَکَ فَاِنَّهٗ اَتْقٰی لِرَبِّکَ وَاَنْقٰی......)).

تو حضرت عمر ﷺ نے دیکھا کہ اس کا تہبند زمین سے لگتا ہے۔ فرمایا اس نوجوان کو میرے پاس لاؤ جب دوبارہ حاضر ہوا تو فرمایا میاں اپنا تہبند اونچا کر لو یہ عمل اللہ کے نزدیک زیادہ پرہیزگاری ہے اور تمہارا کپڑا صاف رہنے میں زیادہ بہتر مسلمانو غور کرو جان جا رہی ہے نزع کی حالت ہے مگر اس وقت بھی خلاف شرع بات نہ دیکھ سکے۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ☆ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(حضرت عمر ﷺ)

ایسے وقت بھی نصیحت فرمائے بغیر نہ رہ سکے ہم خدا کو کیا جواب دیں گے۔ کیسے کیسے خلاف شرع کام کرنے والوں سے میل جول رکھتے ہیں اور خود بھی خلاف شرع کام کرتے ہیں:

سرمد گلہ اختصاری باید کرد ☆ یک کار ازیں دو کاری باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد ☆ یا قطع نظر زیاری باید کرد
گر تو ہستی طالب حق مرد راہ ☆ درد خواہ درد خواہ درد خواہ

آخری تمنا:

جب آپ رضی اللہ عنہ کی حالت زیادہ نازک ہونے لگی تب آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عبداللہ رضی اللہ عنہ تم بی بی عائشہؓ کے پاس جاؤ "فَقُلْ لَهَا يَقْرَءُ عَلَيْكِ السَّلَامَ وَلَا تَقُلْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ" اور بی بی عائشہ سے عمر کا سلام کہنا اے عبداللہ خبردار مجھے امیر المؤمنین نہ کہنا آج میں امیر المؤمنین نہیں ہوں بلکہ ایک مردہ ہوں۔ سبحان اللہ کیا ادب ہے ام المؤمنین کا افسوس ان لوگوں پر جو بی بی طاہرہ عائشہ صدیقہؓ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اور ایمان ضائع کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بی بی عائشہؓ کی خدمت میں حاضر دیکھا کہ بی بی عائشہؓ بھی عمر رضی اللہ عنہ کے غم میں رو رہی ہیں۔ عرض کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپؓ کو سلام عرض کیا ہے اور اذن چاہا ہے کہ اگر آپؓ اپنے حجرہ میں حضور سرور کونین ﷺ کے قدموں میں دفن ہونے کی اجازت فرمائیں تو زہے نصیب زندگی بھر ساتھ نبھایا تو قبر میں بھی ساتھ رہنے کی تمنا کی وہ حضور ﷺ کی مراد زندگی میں بھی تھے قبر میں بھی اور آخرت میں بھی ہیں حضرت ام المؤمنین بی بی عائشہ صدیقہؓ نے کہا یہ جگہ خاص میں نے اپنے لیے رکھی تھی مگر میں اپنی جان سے عمر رضی اللہ عنہ کی جان کو زیادہ پسند کرتی ہوں اور اجازت دیتی ہوں کہ شوق سے اس مبارک جگہ دفن کیے جائیں۔ جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہاں سے اجازت لے کر چلے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس اجازت کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے آنے کی اطلاع پہنچی تو فرمایا مجھے اُٹھا کر بٹھاؤ:

((فَقَالَ مَا لَدَيْكَ الَّذِي تُحِبُّ فَقَدْ أَذِنَتْ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ فَإِنْ إِذَا أَنَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُونِي ثُمَّ سَلِّمُوا فَقُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ......)). [مسلم]

فرمایا کہ اے عبداللہ رضی اللہ عنہ کیا خبر ہے عرض کیا بی بی عائشہؓ نے اجازت دے دی فرمایا کہ الٰہی تیرا شکر ہے مجھے اس بات کا نہایت ہی فکر تھا لیکن اے عبداللہ رضی اللہ عنہ تم ایک کام اور کرنا جس وقت میری جان نکل جائے۔ میرے جنازے کو تیار کر کے پھر بی بی عائشہ صدیقہؓ کے سامنے لے جا کر رکھنا اور یہ کہنا کہ اس وقت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ حاضر ہے اور آپؓ سے اجازت چاہتا ہے اگر اس وقت بھی اجازت فرمائیں

تو مجھے دفن کرنا اور اگر اس وقت اجازت نہ دیں تو عام مسلمانوں کے گورستان میں دفن کر دینا مجھے اندیشہ ہے کہ شاید کچھ میرے لحاظ سے اجازت دی ہو اس لیے بعد وفات پھر اجازت لینا یہ کمال تقویٰ و احتیاط کی بات ہے۔

چہ باید مرد را طبع بلند و مشربے ناب ☆ دل گرم نگاہ پاک بینی جان بے تابے
کوئی صورت حاضری جان رحمت ☆ دل جلتا اب ستاتا بہت ہے

زندگی بھر کی طرح آخر وقت میں بھی رجوع الی اللہ کی انتہا:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عُمَرَ قَالَ لِابْنِهٖ عَبْدِاللّٰهِ خُذْ رَاسِیْ عَنِ الْوَسَادَةِ فَضَعْهُ فِی التُّرَابِ لَعَلَّ يَرْحَمُنِیْ وَوَيْلٌ وَوَيْلٌ لِاُمِّیْ اِنْ لَّمْ يَرْحَمْنِیْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فَاِذَا اَنَا مِتُّ فَاغْمِضْ عَيْنَیَّ وَاقْصِدْ فِیْ كَفَنِیْ فَاِنَّهٗ......))

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا کہ اے عبداللہ میرا سر تکیہ سے ہٹا کر زمین پر رکھ دو تاکہ میں اپنا سر خدا کے سامنے زمین پر ڈال کر رگڑوں شائد میرا رب مجھ پر رحم فرمائے گا الخ جب میں مر جاؤں تو میری آنکھیں بند کر دینا اور میرے کفن میں میانہ روی کرنا اسراف نہ کرنا کیونکہ میں اگر خدا کے نزدیک کچھ اچھا ٹھہروں گا تو مجھے دنیا کے کفن سے بہتر کفن مل جائے گا اور اگر میں برا قرار دیا گیا تو یہ بھی میرے پاس نہ رہے گا۔ چھن جائے گا۔

((فَقَالَ عُمَرُ وَاللّٰهِ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَیْءٍ لَافْتَدَيْتُ بِهٖ مِنْ هَوْلِ الْمُطَّلَعِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَاللّٰهِ لَا تَرَاهَا اِلَّا مِقْدَارَ مَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاِنْ مِّنْكُمْ ......)).

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا اگر سارے جہاں کی دولت اور سامان اس وقت میرے پاس ہوتا تو قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے نجات پانے کے لیے خیرات کر دیتا یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا قسم ہے اللہ کی میں تو آپ کی نسبت یہ گمان رکھتا ہوں کہ آپ رضی اللہ عنہ آسانی سے گزر جائیں گے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہیں سید المومنین ہیں آپ احکام کتاب اللہ میں انصاف سے فیصلہ کرتے ہیں۔ یہ تقریر حضرت ابن عباسؓ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت پسند آئی سخت تکلیف کی حالت میں نہایت جوش اور شوق سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا اے عبداللہ کیا تو ان باتوں کی شہادت قیامت کے دن اللہ کے سامنے دے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا جی ہاں دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطمینان ہوا اس کے بعد بہت سی نصیحتیں فرمائیں اور انتقال کر گئے۔

﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو تیار کر کے حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے سامنے لا کر رکھا۔ بلند عرض کیا کہ یہ جنازہ عمر کا حاضر ہے اور پھر آپ سے اجازت مانگتا ہے کہ اگر حکم و اجازت ہو تو حجرہ شریف میں دفن کیا جائے بی بی عائشہؓ رو تی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں خوشی سے آج حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اجازت دیتی ہوں۔ جناب کو حجرہ شریف حضور ﷺ کے ساتھ دفن کیا گیا۔ مسلمانوں پر اس دن بہت صدمہ تھا۔ حال یہ ہے کہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر محبت و عشق غالب تھا اور جناب عمر رضی اللہ عنہ پر خوف غالب تھا۔ طبقات کبریٰ للشعرانی میں ہے۔ ((فَلَمَّا مَاتَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ كَيْفَ وَجَدْتَ الْأَمْرَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ.....)) بعد وفات کے حضرت ابن عباسؓ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اے امیر المؤمنین کیا معاملہ ہوا فرمایا وَجَدْتُ رَبًّا رَحِيْمًا میں نے اپنے رب کو نہایت رحم والا پایا۔ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. (اکرام المواعظ)

۲۷ ذی الحجہ ۲۳ ہجری کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا اور یکم محرم ۲۴ ہجری کو آپ رضی اللہ عنہ خالق حقیقی سے جا ملے۔

رفتم و از رفتم من عالمے تاریک شد ☆ من مگر شمعم چون رفتم بزم برہم ساختم

جو وقت کے نمرود تھے جو وقت کے فرعون ☆ فاروق رضی اللہ عنہ کی ہیبت سے ہوئے خوار و زبوں کار

اس نام سے کفار جو کل خوف زدہ تھے ☆ اس نام کے ہیں خوفزدہ آج بھی کفار

فاروق رضی اللہ عنہ کا رتبہ کوئی تاریخ سے پوچھے ☆ تاریخ میں ہے آج یہ نام ضیاء بار

جو ان کی فضیلت کو گھٹاتے ہیں ذرا بھی ☆ وہ لوگ ہیں شیطان کے پھندے میں گرفتار

(خالد بزمی)

یا اللہ ہمارے اندر جذبہ فاروقی بیدار فرما (آمین!)

مسلمانوں کی پستی و ذلت کے اسباب

آج ہر طرف مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کا رونا رویا جا رہا ہے۔ قرآن پاک میں ذرا غور کریں اللہ فرماتے ہیں: ﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [سورۃ آل عمران رکوع ۱۴] ''اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مؤمن بنے رہے۔''

اس آیت میں صاف فرمایا مسلمانوں کا عروج بشرط ایمان کامل ہوگا۔ اگر ایمان ناقص ہوا تو عروج نہ ہوگا۔

تو ہم گردن از حکم داور پیچ ☆ کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو پیچ

یعنی اللہ کے حکم سے سرتابی نہ کرے تجھ سے بھی کوئی چیز سرتابی نہ کرے گی۔

تفسیر عثمانی میں ہے ''اور یقیناً آخری فتح بھی تمہاری ہوگی انجام کار تم ہی غالب ہو کر رہوگے بشرطیکہ ایمان وایقان کے راستہ پر مستقیم رہو اور حق تعالیٰ کے وعدوں پر کامل وثوق رکھتے ہوئے اطاعت رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔''

دوسری جگہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

[منافقون ع پارہ ۲۱ سورۃ الروم رکوع ۵ و پارہ ۴ سورۃ آل عمران رکوع ۱۴]

ترجمہ: اور حق ہے ہم پر مدد ایمان والوں کی اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مؤمن رہے اور اللہ ہی کی ہے عزت اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمان کی۔

اِن آیات میں صاف فرما دیا گیا ہے کہ اللہ کی مدد ونصرت صرف کامل ایمان والوں کے ساتھ ہوگی۔ نیز عزت بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور ایمان والوں کے لیے مخصوص ہے۔ ہماری آج ذلت کی وجہ سے ایمان کی کمزوری ہے اگر ہم سچے مؤمن ہوتے تو اللہ ہمیں آج دنیا میں عزتوں سے ضرور سرفراز فرماتا۔ اس کے بعد دوسری چیز ان آیات میں فرمائی گئی کہ اگر مسلمان دنیا وآخرت کے خسارے ونقصان سے بچنا چاہتے ہیں تو ایمان ویقین کی محنت کریں، دعوت دیں تبلیغ کریں۔ سورۃ العصر قرآن پاک کی جامع سورتوں میں سے ہے اس میں مسلمانوں کو خسارے سے بچنے کا نسخہ وعلاج بتا دیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا ارشادات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عزت، شان وشوکت سربلندی وسرفرازی اور برتری وخوبی ان کی صفت ایمان کیساتھ وابستہ ہے اگر ان کا تعلق خدا اور رسول ﷺ کے ساتھ مستحکم ہے (جو ایمان کا مقصود ہے) تو سب کچھ ان کا ہے اور اگر خدانخواستہ اس رابطہ تعلق میں کمی اور کمزوری پیدا ہوگئی ہے تو پھر سراسر خسران اور ذلت خواری ہے جیسا کہ واضح طور پر بتلا دیا گیا ہے۔

﴿وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ [پارہ ۳۰ سورۃ العصر]

ترجمہ: قسم ہے زمانے کی انسان بڑے خسارے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی فہمائش کرتے رہے۔

ہمارے اسلاف عزت کے منتہا کو پہنچے ہوئے تھے اور ہم انتہائی ذلت وخواری میں مبتلا ہیں پس معلوم ہوا کہ وہ کمال ایمان سے متصف تھے اور ہم اس نعمت عظمیٰ سے محروم۔ ان آیات میں صاف فرمادیا گیا کہ اللہ کی مدد ونصرت صرف سچے ایمان والوں کے ساتھ ہوگی۔ نیز عزت وتوقیر بھی ان مسلمانوں کو حاصل ہوگی جو سچے مسلمان ہوں گے۔ سورۃ العصر میں فرمان باری ہے کہ" خسارے و نقصان سے وہی لوگ محفوظ رہتے ہیں جو ایمان والے ہیں اور نیک کاموں کی دعوت وترغیب دیتے ہیں اور حق کی طرف بلاتے ہیں۔" اب غور کریں کہ کیا مسلمان ان شرائط کو پورا کررہے ہیں کہ خالی نام کی مسلمانی سے کامیابیاں چاہتے ہیں۔

اُمت کی کامیابی دعوت وتبلیغ سے وابستہ ہے:

اُمت محمدیہ ﷺ کی کامیابی دین کی دعوت کے ساتھ وابستہ ہے، ارشادِ ربانی ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ [پارہ ۴ آل عمران ع ۱۲ آیت]

ترجمہ: اے امت محمدیہ تم کو لوگوں کے نفع کیلئے بھیجا گیا ہے تم بھلی باتوں کو لوگوں میں پھیلاتے ہو اور بری باتوں سے ان کو روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [پارہ ۴ سورۃ آل عمران]

ترجمہ: "اور چاہیے کہ تم میں ایسی جماعت ہو کہ لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور بھلی باتوں کا حکم کرے اور بری باتوں سے منع کرے اور صرف وہی لوگ فلاح والے ہیں جو اس کام کو کرتے ہیں۔"

پہلی آیت میں "خَيْرَ أُمَمٍ" ہونے کی وجہ یہ بتلائی کہ تم بھلائی کو پھیلاتے ہو اور برائی سے روکتے ہو دوسری آیت میں حصر کے ساتھ فرمادیا کہ فلاح وبہبود صرف انہی لوگوں کے لیے ہے جو اس کام کو انجام دے رہے ہیں اسی پر بس نہیں، بلکہ ان آیات میں اُمت محمدیہ ﷺ کو بہترین اُمت قرار دیا گیا۔ کیا اس وجہ سے کہ وہ مال و دولت جمع کریں گے۔ بڑی بلند بلڈنگیں بنائیں گے، باغات اُگائیں گے۔ فیکٹریاں لگائیں گے۔ یہود ونصاریٰ کی نقالی کریں گے نہیں بلکہ اُمت بہترین اس وقت ہوگی جب مخلوق خدا کو یہ دین کی طرف بلائے گی، نیکی کی طرف بلانا، برائی سے روکنا یہ اس اُمت کا امتیاز خصوصی ہے اسی بنا پر یہ خیر اُمت ہے۔ یہ اُمت داعی اُمت تھی افسوس آج داعی اُمت خود مدعو ہوگئی ہے۔ یہ اُمت غالب

ہونے کے لیے تھی افسوس آج خود مغلوب ہوگئی۔ افسوس یہ اُمت کائنات کی راہبری کے لیے آئی تھی مگر آج یہود و نصاریٰ کی مقلد بن گئی۔ یہ اُمت آقا بن کر آئی تھی مگر افسوس آج خود غلام بن گئی۔

خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی ☆ محمد ﷺ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی

خودی میں ڈوب کر ضرب کلیم پیدا کر ☆ ہوائے سیر مثال نسیم پیدا کر

یہ دل جو خاک ہو تو خدا جانے کیا کرے ☆ سیماب خاک ہوئے تو مس کو طلا کرے

احادیث کی روشنی میں اسبابِ پستی:

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ أَنْ قَدْ حَضَرَهُ شَيْءٌ فَتَوَضَّأَ وَمَا كَلَّمَ أَحَدًا فَلَصِقْتُ بِالْحُجْرَةِ أَسْتَمِعُ مَا يَقُولُ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَقُولُ لَكُمْ مُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ قَبْلَ أَنْ تَدْعُوا فَلَا أُجِيبَ لَكُمْ وَتَسْأَلُونِي فَلَا أُعْطِيَكُمْ وَتَسْتَنْصِرُونِي فَلَا أَنْصُرَكُمْ فَمَا زَادَ عَلَيْهِنَّ حَتَّى نَزَلَ)). [ترغیب]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ہیں کہ رسول خدا ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے چہرہ انور پر ایک خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے حضور اقدس ﷺ نے کسی سے کوئی بات نہ کی اور وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے میں مسجد کی دیوار سے لگ گئی تاکہ جو کچھ ارشاد ہو اس کو سنوں حضور اقدس ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بھلی باتوں کا حکم کرو اور بری باتوں سے منع کرو مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دعا مانگو اور میں اس کو قبول نہ کروں اور تم مجھ سے سوال کرو اور میں اس کو پورا نہ کروں اور تم مجھ سے مدد مانگو اور میں تمہاری مدد نہ کروں حضور اکرم ﷺ نے صرف یہ کلمات ارشاد فرمائے اور منبر سے اُترے۔"

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا عَظَّمَتْ أُمَّتِي الدُّنْيَا نُزِعَتْ مِنْهَا هَيْبَةُ الْإِسْلَامِ وَإِذَا تَرَكَتِ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ حُرِمَتْ بَرَكَةَ الْوَحْيِ وَإِذَا تَسَابَّتْ أُمَّتِي سَقَطَتْ مِنْ عَيْنِ اللّٰهِ كَذَا فِي الدُّرِّ عَنِ الْحَكِيْمِ))[الترمذی]

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب میری اُمت دنیا کو قابل وقعت و عظمت سمجھنے لگے گی تو اسلام کی وقعت و عظمت ان کے قلوب سے نکل جائے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی اور جب

آپس میں ایک دوسرے کو سب وشتم کرنا اختیار کرے گی تو اللہ جل شانہ کی نگاہ سے گر جائے گی۔"

احادیث مذکورہ میں غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو چھوڑنا خدائے وحدہٗ لاشریک کی لعنت اور غضب کا باعث ہے اور جب اُمت محمدیہ اس کام کو چھوڑ دے گی تو سخت مصائب وآلام اور ذلت وخواری میں مبتلا کر دی جائے گی اور ہر قسم کی غیبی نصرت ومدد سے محروم ہو جائے گی اور یہ سب کچھ اس لیے ہوگا کہ اس نے اپنے فرائض منصبی کو نہیں پہچانا اور جس کام کی انجام دہی کی ذمہ داری تھی اس سے غافل رہی۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ایمان کا خاصہ اور جزو لاینفک قرار دیا اور اس کو چھوڑنے کو ایمان کے ضعف واضمحلال کی علامت بتلایا۔ مسلمانو! ذرا سوچو! کہ کیا آج ہم نے دنیا کو بڑا اور مقصود مطلوب نہیں بنایا، کیا ہم نے دین کی دعوت کا کام نہیں چھوڑا، کیا ہم نے ایک دوسرے پر طعن وتشنیع کو وطیرہ نہیں بنایا پھر کیوں نہ ہم ذلت پستی کا شکار ہوتے۔ افسوس آج مسلمان اوڑھنا، بچھونا، اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، چلنا، پھرنا، بولنا، خاموش ہونا سب دنیا ہی بن گیا۔ اللہ نے ہمیں احسن بنایا لیکن ہم ارزل بن رہے ہیں۔ اللہ ہمیں دونوں جہانوں کی کامیابی دینا چاہتے ہیں لیکن ہم خود ذلتوں پستیوں کو اختیار کر کے انسانیت سے گر کر اسفل السافلین کی طرف جا رہے ہیں، مسلمان مخدوم تھے مگر آج خادم بن گئے۔ وہ رہنما تھے مگر غلام بن گئے۔ دنیا ان کی غلام تھی مگر اب وہ دنیا کے غلام بن گئے۔

حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میں ہے "مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ" یعنی تم میں سے کوئی شخص برائی کو دیکھے تو چاہیے کہ اپنے ہاتھوں سے کام لے کر اس کو دور کرے اور اگر اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے اگر اس کی بھی طاقت نہ پائے تو دل سے اور یہ آخری صورت ایمان کی بڑی کمزوری کا درجہ ہے پس جس طرح آخری درجہ اضعف ایمان کا ہوا۔ اسی طرح پہلا درجہ کمال دعوت اور کمال ایمان کا ہوا۔

ہماری بے حسی:

مسلمان کا سارا رونا دھونا صرف مال ودولت کی فکر کا ہے کہ مال کیسے مل جائے، بنگلہ بن جائے، کوٹھی بن جائے، کار مل جائے، فیکٹری مل جائے، باغ مل جائے، خوبصورت عورت مل جائے۔ اسی فکر میں ہم چلتے ہیں، اسی فکر میں ہم بیٹھتے ہیں۔ اسی فکر میں ہم سوتے ہیں۔ اب بتائیں کہ مسلمان کیا ترقی کریں گے۔ عزت کیسے پائیں گے۔ طریقے کافروں، یہود ونصاریٰ کے اپنائیں اور خواب مسلمانوں کی سابقہ تاریخ کے دکھائیں۔ ایں چہ بوالعجبیست۔

اوصاف عروج وکمال:

بات زبان کی نہیں عمل کی ہے۔ قول نہیں عمل چاہیے، قوال نہیں فعال چاہئیں، آج ایمان کے دعوے دار ذرا اس حدیث میں غور کریں کہ کیا وہ ان اوصاف کمالیہ سے متفق ہیں؟

حضرت علی ﷛ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے نو سوال کیے جن کا آپ ﷺ نے مجھے جواب دیا۔

(۱) میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وفا کیا چیز ہے؟ فرمایا توحید اور کلمہ "اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ"

(۲) میں نے پوچھا فساد کیا چیز ہے؟ فرمایا کفر و شرک۔

(۳) میں نے پوچھا حق کیا ہے؟ فرمایا اسلام اور قرآن اور وہ سلسلہ ولایت جو تم تک پہنچے۔

(۴) میں نے پوچھا تدبیر اور حیلہ کیا ہے فرمایا تدبیر اور حیلہ سے دست کش ہونا۔

(۵) میں نے پوچھا مجھ پر فرض کیا ہے؟ فرمایا خدا اور اس کے رسول کی اطاعت۔

(۶) میں نے پوچھا کس طرح اللہ تعالیٰ سے دعا مانگوں؟ فرمایا سچائی اور یقین کے ساتھ۔

(۷) میں نے پوچھا اللہ سے کیا چیز طلب کروں؟ فرمایا ہر حال میں امن و عافیت۔

(۸) میں نے پوچھا اپنی نجات کے لیے مجھے کیا اختیار کرنا چاہیے؟ فرمایا سچ بولنا۔

(۹) میں نے پوچھا اللہ تعالیٰ کس چیز سے خوش ہوتا ہے فرمایا اکل حلال سے۔ (علم الیقین)

اس حدیث مبارکہ میں بنیادی طور پر عقیدہ کی درستی کا حکم دیا گیا کہ اللہ وحدہ لاشریک کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ اللہ کے علاوہ کسی کے آگے نہ جھکے، عظمت و بڑائی صرف اللہ کی ہے، اللہ کو ماننا جیسے ماننے کا حق ہے تو یہ کلید کامرانی ہے۔ افسوس آج مسلمان در در کی ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ در در سے سوال کر رہا ہے کائنات کی اشیاء کی بڑائی اس کے دل میں آ گئی اللہ کی بڑائی اور عظمت دل سے نکل گئی۔

آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ مؤمن وہ ہے جو حدود الٰہی کی محافظت کرے ہمیشہ آثار قدرت میں فکر کرتا رہے عقل میں کامل ہو، قلب سلیم رکھتا ہو، زبان پاکیزہ ہو، اخلاق اچھے ہو، کم ہنستا ہو، بہت روتا ہو، کثرت سے ذکر الٰہی کرے حرص و ہوا کو مار ڈالے، ہمیشہ غمناک ہو، نفسانی خواہشوں کو ترک کرے، شیطان کا مخالف ہو رحمٰن کا موافق ہو امور دنیا سے جدا رہے۔ امور آخرت میں راغب رہے اپنے نفس کے عیب ڈھونڈنے میں مشغول ہو دوسرے کی عیب جوئی سے کام نہ رکھے۔ قرآن اس کی باتیں ہوں، نیک بندے اس کے ہم صحبت ہوں۔ راتوں کو جاگتا ہو، ہمیشہ باوضو رہے۔ جب تھوڑا سا

فراغت کا وقت ملے تو فوراً دو رکعت نماز نفل پڑھے اپنے انجام کا ہر وقت اس کے دل میں کھٹکا ہو۔ یاد الٰہی سے مانوس ہو، درود شریف اس کا وظیفہ ہو، اکل حلال اس کی روزی ہو۔

بندۂ مؤمن کے اوقات:

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ اے داؤد عاقل آدمی اپنے اوقات کو چار باتوں پر تقسیم کر دیتا ہے ایک وقت میں اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے۔ دوسرے وقت میں اپنے نفس کا حساب لیتا ہے۔ تیسرے وقت میں اپنے ان بھائیوں سے ملتا ہے جو اس کو اس کے عیب بتاتے ہیں اور چوتھے وقت میں اپنے نفس اور اس کی لذات کا خیال رکھتا ہے جو بطریق حلال ہو جو شخص اس صورت سے زندگی بسر کرے وہ بہت بابرکت ہے (علم الیقین) اب بتائیں کہ مسلمان اب صبح کی نماز نہیں پڑھتے سوئے رہتے ہیں سورج نکلنے کے بعد اٹھ کر ناشتہ کھایا کر دنیاوی کاموں میں جت گئے، دفتر میں، دکان میں، کارخانے، مزدوری میں پھر دوبارہ رات کو کھایا اب رات کو گھر میں ٹی وی، وی سی آر رات گئے تک دیکھا پھر سو گئے۔ بتائیں کیا یہی مسلمانی طرز ہے۔ کھانا کھانا، پاخانہ اور مر جانا یہ تو حیوانی زندگی ہے۔ اگر اوقات کو ہم ان چار حصوں میں تقسیم کر کے گزاریں تو زندگی پرسکون و پر آسائش ہو جائے۔ آج انسان جو کچھ کما رہا ہے وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر موت کے منہ میں چلا جاتا ہے اور خود حسرت افسوس لے کر جاتا ہے۔ اس لیے دنیا بقدر ضرورت کمائی اور زندگی آخرت حاصل کریں۔

پہاڑ بے قدر:

ہم مسلمان غور کریں کہ کس نبی ﷺ کے امتی ہیں۔ ہم اسی نبی (ﷺ) کے نام لیوا ہیں کہ جن کو اللہ نے فرمایا تھا اگر آپ چاہیں تو ہم مکہ کے پہاڑوں کو سونا بنا دیں۔ حضور ﷺ نے جواب میں عرض کیا یا اللہ مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تو دوسرے دن بھوکا رہوں۔ جب بھوکا رہوں تو تیری طرف زاری کروں اور تجھے یاد کروں اور جب پیٹ بھروں تو تیرا شکر کروں اور تعریف کروں۔ مسلمانو! ہم اپنے نبی ﷺ کی زندگی اسوۂ حسنہ کیوں نہیں بناتے؟

حکایت امام عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ شام میں چند روز کے لیے مقیم ہوئے وہاں رہ کر حدیث لکھتے رہے ایک بار ان کا قلم ٹوٹ گیا اور لکھنے کے لیے عاریۃً کسی سے دوسرا قلم مانگ لیا اور اس سے کتابت حدیث کرتے رہے جب وہاں سے اپنے وطن کو چلنے لگے تو بھولے سے وہ مانگا ہوا قلم بھی ان کے قلم دان میں رہ گیا جب آپ شہر میں پہنچے اور اسباب کھولا تو قلمدان میں وہ قلم بھی نکلا انہوں

نے سے پہچانا فوراً اپنے وطن سے پھر ملک شام جانے کی تیاری کی تاکہ مالک قلم کو اس کا قلم واپس دیں۔

تبصرہ: یہ تو ہمارے بزرگوں کا حال تھا اب ذرا اپنا جائزہ لیں دوسروں کی زمین ہتھیانا، دوسروں کی چیزیں صاف کرنا، رشوتیں لے کر جائیدادیں بنانا، سود کے کاروبار کر کے دولتیں بنانا۔ کیا اس سے ہماری زندگی پرسکون ہوگی۔ ہرگز نہیں۔ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر ہم کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

آں مسلماناں کہ میری کردند ☆ در شہنشاہی فقیری کردند

نصائح دلپذیر!:

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر ایک شے کی حد ہوتی ہے اور اسلام کی حدیں چار ہیں۔ تواضع، صبر، شکر، پرہیزگاری۔ پس تواضع سے عزت اور سربلندی حاصل ہوتی ہے اور صبر کی بدولت آتش دوزخ سے نجات ملتی ہے اور شکر کی وجہ سے بہشت کی نعمت حاصل ہوتی ہے اور پرہیزگاری پر اس دامان کا دارومدار ہے۔ بعض حکماء کا قول ہے کہ تقویٰ کے گرد پانچ سختیاں ہیں جو شخص ان سختیوں کو جھیل کر آگے بڑھ سکتا ہے وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی طرف مائل ہوگا وہ پانچ سختیاں یہ ہیں: (۱) خوشحالی چھوڑ کر تنگ حالی اختیار کرنا (۲) آرام چھوڑ کر تکلیف اختیار کرنا (۳) عزت چھوڑ کر ذلت اختیار کرنا (۴) قوت چھوڑ کر ضعف اختیار کرنا (۵) زندگی چھوڑ کر موت اختیار کرنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سات چیزیں ایسی ہیں جن کے آرزومند تمام لوگ ہیں مگر ان سے کامیاب ہونے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے صرف اہل پرہیز وتقویٰ ہی سے کیا ہے۔

(۱) ہر شخص آرزو کرتا ہے کہ اس کی برائیاں معاف کردی جائیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس فضیلت کا وعدہ فقط اہل تقویٰ سے فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ﴾ جو شخص خوف خدا اور تقویٰ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی برائیاں اس سے دور کردے گا۔

(۲) ہر شخص کی آرزو ہے کہ عذاب دوزخ سے نجات پائے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ صرف متقیوں سے فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے ﴿وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ﴾ یعنی جو لوگ اہل تقویٰ ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نجات بخشے گا اور کامیاب فرمائے گا۔

(۳) ہر شخص کی خواہش ہے کہ اسے انجام نیک اور اچھی عافیت حاصل ہو لیکن یہ وعدہ صرف اتقیا کے لئے ہے: ﴿قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ یعنی عافیت کی خیر ونکی فقط اہل تقویٰ کے واسطے ہے۔

(۴)　ہر شخص کی تمنا یہ ہے کہ وہ بہشت کا وارث ہو مگر یہ وعدہ صرف پرہیزگاروں کے لئے ہے: قولہ تعالی ﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا﴾ یعنی بہشت پاک کا وارث اپنے بندوں میں سے ہم انہیں کو بنائیں گے جو پرہیزگار ہیں۔

(۵)　ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو اور خدا کی مدد اس کے شامل حال رہے مگر اس کا وعدہ صرف پرہیزگاروں کے لئے ہے: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ساتھ دیتا ہے جو تقویٰ اختیار کئے ہوئے ہیں اور جن کا شیوہ نیکی واحسان کا ہے۔

(۶)　ہر شخص خواہش مند ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ محبت رکھے مگر یہ وعدہ صرف پرہیزگاروں کے واسطے ہے۔ قولہ تعالی: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کو اہل تقویٰ سے محبت ہے۔

(۷)　ہر شخص متمنی ہے کہ اس کی عبادت اور اطاعت درجہ قبول کو پہنچے مگر اس کا وعدہ صرف اہل اتقا سے ہے۔ قولہ تعالی: ﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ صرف پرہیزگاروں ہی کے اعمال نیک قبول فرماتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے کہ میں نے مؤمن کو دو چیزیں عطا کی ہیں ایک نفس دوسری عقل لہٰذا نفس کا میلان طلب دنیا کی طرف ہے اور عقل کا رجحان عقبیٰ کی جانب۔ اس کے بعد میں نے اس کو دین اسلام کی دولت عطا فرمائی اور محبت دنیا کی خوشنمائی بھی اس کے سامنے کی اور دین ودنیا کے مابین ایک پردہ ڈال دیا جس کی وجہ سے اس بندہ مؤمن کو دنیا کی محبت کوئی ضرر نہیں پہنچاتی اور میرے فضل وکرم سے وہ دین پر ثابت قدم رہتا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ متقی کی علامتیں پانچ ہیں۔

(۱)　وہ ہمیشہ ایسی صحبت میں بیٹھے گا جس سے اس کا دین درست ہو۔

(۲)　اپنی زبان اور شرمگاہ پر غالب رہے گا۔

(۳)　اگر اس کو دنیا کی بہت بڑی ثروت اور عزت ملے گی تو اس کو اپنے لئے وبال جانے گا اور اگر دنیا کا کم حصہ اس کے ہاتھ آئے گا تو اسے غنیمت سمجھا جائے گا۔

(۴)　اپنے پیٹ کو غذائے حلال سے بھی اچھی طرح نہ بھرے گا اس خوف سے کہ کہیں اس میں کوئی جزو مشتبہ اور حرام شامل نہ ہو۔

(۵)　سب لوگوں کی نسبت اس کا خیال ہوگا کہ نجات پا جائیں گے اور اپنی ذات کی نسبت ڈرتا

رہے گا کہ مواخذہ سے نجات نہیں پس ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ان باتوں کو یاد رکھے۔

کاروبار اور روزی میں برکت کا نسخہ:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ بازار میں تھے کہ جماعت کا وقت ہو گیا دیکھا کہ فوراً سب اہل بازار نے دکانیں بند کر دیں اور مسجد میں جانے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ دیکھ کر قرآن پاک کی آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے: "ان مسجدوں میں ایسے لوگ صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے بالخصوص نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے سے نہ خریدنا غفلت میں ڈالتا ہے اور نہ فروخت کرنا وہ قیامت کے ایسے دن کی گرفت سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ جائیں گی"۔

تشریح ہم اپنے بازاروں پر بھی نگاہ ڈالیں کہ اذان سن کر ہماری کیا کیفیت ہوتی ہے۔ ہم ٹس سے مس بھی نہیں ہوتے۔ حالانکہ اگر مسجد میں جاتے، اللہ سے مانگتے، تو اللہ ہمیں برکت بھی دیتے، قناعت بھی دیتے، شکر بھی دیتے، صبر بھی دیتے، سب کچھ ملتا۔ جب خود ہی محروم رہے تو پھر کاروبار کی بندش کا کیا رونا، بے برکتی کا کیا رونا، بیماریوں، پریشانیوں کا کیا رونا۔

شکر کی نعمت:

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اس کو شکر کرنے والا دل اور ذکر کرنے والی زبان اور تکالیف پر صبر کرنے والا بدن عطا فرماتے ہیں (جلیس الناصحین) شکر کا تعلق دل سے ہے اور دل جسم کا بادشاہ ہے جب بادشاہ صحیح ہو گا تو رعایا بھی صحیح ہو گی۔ لہٰذا دل کی اصلاح کی فکر ضروری ہے آج ہر شخص ناشکری کے الفاظ کہتا ہے ذرا اس واقعہ کو غور سے پڑھیں۔

حکایت کہتے ہیں کہ کسی شخص نے مرد عاقل سے اپنی محتاجی اور تنگدستی کی شکایت کی اور نہایت رنج و غم کا اظہار کیا اس مرد دانا نے اس سے کہا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ دس ہزار درہم ہم تم کو دے جائیں اور اسکے بدلے میں تمہاری آنکھیں پھوڑ کر تمہیں اندھا کر دیا جائے اس نے کہا کہ نہیں پھر کہا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری گویائی جاتی رہے اور تم کو اس کے بدلے میں بیس ہزار مل جائیں۔ اس نے کہا نہ، پھر کہا کہ اگر تم اس بات پر رضامند ہو کہ تمہاری سماعت زائل ہو جائے اور اس کے بدلے میں تمہیں تیس ہزار درہم دے دیئے جائیں اس نے کہا نہیں پھر کہا کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہاری عقل جاتی رہے اور اس کے بدلے تمہیں چالیس ہزار درہم مل جائیں۔ کہا نہیں! پھر کہا کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہارے دونوں

ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں اور پچاس ہزار درہم تم کو دے دیں اس نے کہا نہیں پھر کہا کہ کیا تمہاری خوشی ہے کہ تمہارے پاؤں کاٹ ڈالیں جائیں اور ساٹھ ہزار درہم تم کو دے جائیں۔ اس نے کہا نہیں پھر کہا گیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے دونوں کان کاٹ لئے جائیں اور اس کے عوض ستر ہزار درہم تم کو مل جائیں۔ اس نے کہا نہیں۔ اس وقت مرد عاقل نے اس سے کہا کہ سن اے کمزور طبیعت والے تجھ کو شرم نہیں آتی اور اپنے مولا کا شکر نہیں ادا کرتا کہ دو لاکھ اسی ہزار درہم سے زیادہ قیمت کی دولت اس نے تجھ کو عطا کر رکھی ہے یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ میں اپنے فقر وفاقہ پر راضی ہوں اور کبھی مجھے مال ودولت کی خواہش نہ ہوگی۔

تبصرہ شکر بہت بڑی نعمت ہے لیکن کم بندوں کو نصیب ہوتی ہے فرمایا ﴿وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ﴾ میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے درگاہ الٰہی میں عرض کیا اے پروردگار میں تیرے انعام پر کس طرح شکر کروں اس لئے کہ تو ہی نعمت دیتا ہے اور تو ہی شکر کرنے کی توفیق دیتا ہے پس نعمت اور شکر دونوں تجھ ہی سے ہوئے۔ حکم ہوا، اے داؤد، اب تم نے ہمیں پہچانا جیسا پہچاننے کا حق تھا اور ایسا شکر کیا جیسا شکر کرنے کا حق تھا۔

حکایت ایک شخص عبدویہ نامی تھا ایک بار سفر میں ایک نیک مسلمان کو دیکھا کہ بوریا اوڑھے حمد وثناء الٰہی میں مصروف ہے اس نے پوچھا کہ تیرے پاس کیا نعمت ہے کہ حمد وثنا یعنی شکر کر رہا ہے؟ اس بزرگ نے جواب دیا سن لے! اللہ نے مجھے بہت نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ پہلی نعمت یہ ہے کہ مسلمان ہوں دوسری نعمت یہ کہ میں حضور اکرم ﷺ کا اُمتی ہوں، تیسری نعمت یہ ہے کہ میں تندرست ہوں۔ چوتھی یہ کہ میری زبان ذکر الٰہی کرتی ہے۔ پانچویں نعمت یہ کہ دنیا مردار سے دور ہوں۔ عبدویہ یہ الفاظ سن کر آبدیدہ ہو گیا۔ مال راہ خدا میں خرچ کرنا شروع کر دیا اور عبادت الٰہی میں مصروف ہو گیا۔

عبرت ونصیحت:

بعض علماء کا قول ہے کہ جس شخص میں چار خصلتیں ہوں گی وہ ہر قسم کی خیر ونیکی سے محروم رہے گا۔ (۱) اپنے سے کمزور پر ظلم کرنا (۲) ماں باپ کی نافرمانی کرنا (۳) غریب آدمی کو اس کی تنگدستی کی وجہ سے حقیر جاننا (۴) مالدار کی عزت صرف اس کے مال ودولت کی وجہ سے کرنا۔

لقمان حکیم کا قول ہے کہ جو شخص مالدار کی تعظیم ان کی تونگری کی وجہ سے کرے اور محتاج کو اس کی تنگدستی کی وجہ سے ذلیل سمجھے وہ دونوں جہان میں ملعون ہے۔ بعض حکماء نے کہا ہے کہ مالدار آدمی کو مال ودولت کے ساتھ پانچ مصیبتوں کا سامنا رہتا ہے۔ (۱) اس کو جسمانی رنج ومصیبت سے نجات نہیں (۲) اس کا دل ہر وقت دنیا کے کاروبار میں لگا رہتا ہے (۳) اپنے دین کا نقصان کرتا ہے (۴) جھوٹ

بولنا اس کا شیوہ ہو جاتا ہے (۵) قیامت میں اس کا حساب وکتاب سخت ہوگا اس طرح فقیر اور تنگدست کے لیے پانچ نعمتیں ہیں (۱) جسمانی راحت اس کو حاصل رہتی ہے (۲) ذکر الٰہی میں ہر وقت مشغول رہتا ہے (۳) اس کا دین سلامت رہتا ہے (۴) سچ بولنا اس کی عادت ہوتی ہے (۵) قیامت میں اس کے لیے کامیابی ہوتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شیطان کہتا ہے کہ مالدار آدمی میرے مکروفریب سے نجات نہیں پاسکتا، تین باتوں میں سے ایک ضرور اس میں پیدا ہو جائے گی۔ جو اسے راہ راست سے ہٹا دے یا یہ کہ مال و دولت کی عزت اس کی نظروں میں ہوگی اور راہ حق میں اس کو خرچ نہ کرے گا یا یہ کہ مال کی کوئی وقعت نہ سمجھے گا اور ناحق طریقے سے اس کو خرچ کرنے لگے گا یا یہ کہ مال کی محبت اس کے دل میں گھر کر جائے گی تو ناحق طور سے اس کو پیدا کرے گا۔

فقیہ ابواللیث کا قول ہے کہ فقیر مؤمن کے لیے پانچ فضیلتیں ہیں (۱) اس کے اعمال نیک کا ثواب مالدار کے نماز روزے وغیرہ سے زیادہ ہے (۲) جب اس کو بھوک لگتی ہے یا کسی ضروری چیز کی حاجت ہوتی ہے اور کچھ میسر نہیں آتا تو اس کے لیے اجر لکھا جاتا ہے (۳) غریب لوگ بہشت میں امیروں سے پہلے داخل ہوں گے (۴) قیامت میں ان کے اعمال کا حساب کم ہوگا (۵) ان کے لیے ندامت کم ہے کیونکہ قیامت کے دن مالدار لوگ آرزو کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں فقیر ہوتے اور غریب لوگ یہ تمنا کریں گے کہ امیر ہوتے:

بے سَنی میں بھی ہم نے تو اک کیف مسلسل دیکھا ہے
جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں اس حال کو اکمل دیکھا ہے
جس راہ کو ہم تجویز کریں اس راہ کو اَشغل دیکھا ہے
جس راہ سے وہ لے جاتے ہیں اس راہ کو اسہل دیکھا ہے

شاہراہ ترقی:

قرآن وحدیث کی روشنی میں انسان کی حقیقی ترقی کیا ہے اور دور حاضر کے انسانوں نے ترقی کے نام پر انسانیت کا خون کر دیا ہے اور معکوس ترقی کر کے تنزل کے گہرے غار میں گر گئے ہیں۔

ترقی کی ہوس سے چھا گئی آنکھوں میں چربی ☆ ورم کو تو نے سمجھا ہے فربہی از راہ نادانی

آج کل ترقی کا تذکرہ تحریروں اور تقریروں میں بہت زیادہ آرہا ہے اور عموماً سب ہی انسان ترقی کے خواہاں ہیں اور اس کے دلدادہ بنے ہوئے ہیں۔ آخری دو تین صدیوں میں دنیاوی چیزوں میں

بہت ترقی ہوئی ہے، سائنس کی ایجادات نے انسان کو کہاں سے کہاں تک پہنچادیا، وہ ہواؤں میں اُڑنے لگا اور چاند پر پہنچ گیا اور دوسرے سیاروں میں پہنچنے کے لئے تگ و دو میں لگا ہوا ہے نئی نئی مصنوعات سامنے آرہی ہیں اور انسان اس سے مستفید ہورہا ہے، فلک بوس عمارتیں بن رہی ہیں نئے نئے ڈیزائن ہیں انجینئرنگ کا کمال ہے، جس سے انسان فائدہ اُٹھارہا ہے اور الیکٹرانک مصنوعات نے محوِ حیرت بنا رکھا ہے۔ بلاشبہ یہ مادی ترقی انسان کے منافع اور مرافق زندگی کے لئے بہت کام کی چیز ہے، مؤمن و کافر اور نیک و بد سب ہی اس سے فائدہ اُٹھارہے ہیں۔ بعض ناواقف جو یہ سمجھتے ہیں کہ نئی ایجادات سے اور ان کے استعمال سے شریعت اسلامیہ منع کرتی ہے ان کا یہ خیال غلط ہے، شریعت اسلامیہ کے فرائض و واجبات کو ادا کرتے ہوئے اور ممنوعات و محرمات سے بچتے ہوئے شریعت کے اصول کے مطابق جو شخص کسی نئی یا پرانی ایجاد سے متمتع ہونا چاہے تو اس کے لئے دین اسلام میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

اب تک جس ترقی کا ذکر ہوا یہ سب مادی ترقی ہیں سوال یہ ہے کہ انسان خود کیا ہے کیوں پیدا کیا گیا اور اس کی اپنی ذاتی ترقی کس چیز میں ہے؟ خود انسان کے اندر کتنی انسانیت باقی رہ گئی ہے اور انسان کو انسانیت میں ترقی حاصل ہوئی ہے یا تنزل ہوا ہے اس کو دیکھنا چاہیے اگر تنزل ہوا ہے تو اس نقصان کی تلافی کا کیا طریقہ ہے اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے، سب سے پہلے انسان سیدنا حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے ان سے ہی اس دنیا میں بنی نوع کی نسل چلی پھلی پھولی دنیا کے سارے براعظم ان سے آباد ہیں، حضرت آدم علیہ السلام انسان کے صرف باوا ہی نہ تھے بلکہ خداوند قدوس کے سب سے پہلے رسول اور پیغمبر بھی تھے جب ان کو جنت سے اُتار کر اس دنیا میں بھیجا تھا تو خالق کائنات جل مجدہٗ نے یہ اعلان فرمادیا تھا کہ:

﴿فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

[پارہ ۱ سورۃ بقرہ آیت ۳۸]

ترجمہ ''سو اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے گی سو جو شخص میری ہدایت کا اتباع کرے گا اس پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور میری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہوں گے اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

معلوم ہوا کہ اس دنیا میں انسان یوں ہی کھانے پینے، سونے اور بے مقصد زندگی گزارنے

کے لئے نہیں بھیجا گیا بلکہ وہ اس جہان رنگ و بو میں اس لئے آیا ہے کہ اپنے خالق و مالک کی ہدایت پر چلے، خدائے پاک پر ایمان لائے، اس کی ہدایت کو مانے اور انکار کر کے دائمی عذاب نار میں اپنی جان کو جھونکنے کی راہ اختیار نہ کرے۔

اللہ جل شانہ نے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو قرآن مجید عطا فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو آخرالامم کی ہدایت کے لئے آخرالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اس کتاب میں انسان اور جنات کا مقصد تخلیق واضح طور پر بیان فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [پارہ ۲۷ سورۃ الطور آیت ۵۶]

ترجمہ: ''اور میں نے جن اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں۔''

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

[پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۸۵] [بحوالہ ترقی مولانا عاشق الٰہی مہاجر مدنی]

ترجمہ: ''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دین کا طالب ہوگا سو وہ دین اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔''

اسلام کا قانون ہر ترقی کا زینہ، ہر عروج کا رواج، ہر کامیابی کا ذریعہ اور اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے کاش ہم اس نعمت کی قدر کریں۔ ارشاد ربانی ہے فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾

[پارہ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۳ ع نمبر ۱]

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو دین ہونے کے اعتبار سے پسند کر لیا۔''

قرآن مجید کی ان آیات شریف سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ انسان صرف خدائے واحدہٗ لا شریک کی عبادت کے لئے پیدا ہوا ہے اور خدائے پاک نے اس کے لئے جو ہدایات بھیجی ہیں اس پر چلنے میں اس کی خیر ہے دین اسلام کے علاوہ کوئی دین اللہ جل شانہ کے نزدیک معتبر نہیں ہے جو کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا موت کے بعد آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا اور وہ تباہی دائمی عذاب نار کی صورت میں سامنے آئے گی۔

دین اسلام کامل دین ہے اس میں اعتقادیات، عبادات، مکارم اخلاق، محاسن، افعال

بہترین، آداب معاشرت کی تعلیم دی گئی ہے اور انسان کو حیوانیت وبہیمیت سے بچا کر انسانیت کے اصل تقاضوں پر چلنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ خدا کے آخری پیغمبر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

((بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ))[احمد]

ترجمہ ”میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ برگزیدہ اخلاق کی تکمیل کروں۔“

اور فرمایا کہ:

((إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِي لِتَمَامِ مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ وَمَحَاسِنِ الْأَفْعَالِ)).

ترجمہ ”بلاشبہ اللہ نے مجھے برگزیدہ اخلاق اور اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا ہے۔“

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے جن بلند اخلاق وافعال کی تعلیم دی ہے اور انفرادی واجتماعی زندگی کے جو اصول وآداب قولاً وعملاً ارشاد فرمائے ہیں وہ دنیا کے کسی بھی دوسرے معاشرے میں نہ موجود ہیں نہ کسی کے ہاں ان کا تصور۔ انسان کی ترقی اسی میں ہے کہ انسانیت اس کے ہاتھ سے نہ جاتی رہے اس کے اخلاق بلند ہوں اور حرام وحلال کی تمیز کے بغیر پیٹ نہ بھرتا ہو۔ حیوانوں کی طرح ہر جگہ منہ نہ مارتا ہو اور نہ جانوروں کی طرح نفسانی خواہشوں کو پورا کرتا ہو اور بے حیائی کی زندگی گزارنا اسے مبغوض ہو۔ عفت وعصمت اس کا شعار ہو۔ حیاء وشرم کو اپنے لئے لازم سمجھتا ہو اور کسب حلال سے تن ڈھکتا اور پیٹ بھرتا ہو۔

سائنس کی ترقی کوئی انسان کی ترقی نہیں ہے۔ یہ تو ان چیزوں کی ترقی ہے جو انسانی وجود کے علاوہ ہیں البتہ یہ انسان کی خادم ہیں یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسان کی خدمت گزار اشیاء کی ترقی ہوگئی۔ انسان تو اپنے ذاتی حالات میں وہیں ہے جہاں وہ عہد اول سے تھا، آنکھ سے دیکھتا ہے کان سے سنتا ہے پاؤں سے چلتا ہے ہاتھ سے پکڑتا ہے منہ سے کھاتا ہے فضلہ نکالنے کی جگہ وہی ہے جو پہلے تھی، پرانے طریقہ پر سوتا ہے، اٹھتا ہے، بیٹھتا ہے پوری زندگی کے پرانے طریقے ہیں، پیدا ہونے کا وہی ایک پرانا طریقہ ہے جو پہلے تھا۔ باپ کی صلب سے مادہ نکلتا ہے ماں کے رحم میں جاتا ہے وہاں استقرار ہوتا ہے چند ماہ بعد جان پڑ جاتی ہے۔ باہر آتا ہے دودھ پر پرورش پاتا ہے۔ آہستہ آہستہ پلتا بڑھتا ہے۔ بچہ ہی، جوان ہے، بوڑھا ہے۔ یہی حالات آج بھی انسان پر گزرتے ہیں جو پہلے گزرتے تھے انسان کے اپنی ذاتی حالات میں کوئی ترقی نہیں ہوئی البتہ انسانیت کے جو اصل خدوخال اور اوصاف عالیہ ہیں ان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے، بلند اخلاق اور بلند اوصاف کے اعتبار سے وہ بہت زیادہ گہرے گڑھے ہی میں گر چکا ہے، انسانی اوصاف بلند ہوں اور اخلاق عالیہ سے متصف ہو تو پھر سے انسانیت اپنی جگہ پا سکتا ہے

اور اس اعتبار سے کہا جائے گا کہ انسان تنزل کے بعد ترقی کر گیا۔

انسان کے اوصاف عالیہ میں سب سے اول تو یہ ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو پہچانے اس کے دین کو قبول کرے یعنی اس کو وحدہٗ لاشریک یقین کرے کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اس کے اوامر و نواہی معلوم کرے اس نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرے اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان سے پرہیز کرے اس کی عبادت کرے۔ جان و مال سے متعلقہ جو احکام ہیں ان کو انجام دے، نعمتوں پر خالق و مالک جل مجدہٗ کا شکر ادا کرے، تکلیفوں پر صبر کرے خالق و مالک جل مجدہ کی عبادت میں، اس کی یاد میں لگا رہے دل سے بھی اسے یاد کرے اور زبان سے بھی۔

دیگر اوصاف عالیہ یہ ہیں کہ مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرے، کسی کو زبان سے یا ہاتھ سے تکلیف نہ پہنچائے۔ ناحق کسی کا مال نہ لے، آگے پیچھے کسی کی بے آبروئی نہ کرے، غیبت نہ کرے، تہمت نہ باندھے، ضعیف پر رحم کرے، ایثار اور قربانی کا جذبہ ہو، تواضع ہو، تکبر نہ ہو۔ مال حلال کمائے، حلال کھائے، تمام ضرورتوں میں حلال ہی استعمال کرے، سخاوت اختیار کرے خالق کائنات جل مجدہ کی مخلوق پر حلال مال خرچ کرے، کسی پر ظلم نہ کرے، اعمال میں ریاکاری نہ ہو۔ ہر کام اللہ کی رضا کے لئے کرے، کسی پر ظلم نہ کرے، آخرت کی پیشی سامنے رہے اور وہاں کے لئے فکرمند ہو۔

دور حاضر کے انسان نے اخلاق عالیہ تو چھوڑ دیئے اور انسانیت کے تقاضوں کو پس پشت ڈال کر ایسے کاموں میں لگ گیا جن میں خالق و مالک کی نافرمانی ہے اور جو انسانی شرافت کے سراسر خلاف ہیں ان افعال کی وجہ سے وہ انسانیت سے محروم ہو گیا اور سمجھ یہ رہا ہے کہ میں ترقی کر گیا۔

اسباب زوال اُمت

اللہ کے ساتھ شرک کرنا:

اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ اس کی صفات میں کوئی شریک ہے:

ہر گیاہ کہ از زمیں روید ☆ وحدہ لاشریک لہٗ گوید

زمین سے اگنے والا ہر تنکا اللہ کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہے۔ انسان کی ہلاکت و ناکامی کا سب سے بڑا سبب شرک ہے۔ آج انسانوں کی اکثریت شرک کے عقیدے اور نظریئے میں مبتلا ہے۔

مسلمانوں کی اکثریت بھی اللہ کی صفات کے ساتھ مخلوق کو شریک کیے ہوئے ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت اللہ کے علاوہ مخلوق کو خالق و مالک، عزت و ذلت، نفع و نقصان، روزی، رزق، موت و حیات کا مالک سمجھتی ہے یا کم از کم یہ صفات مخلوق، اشیاء کائنات میں سمجھتی ہے۔

قرآن پاک میں صاف فرمادیا گیا ہے:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ [پارہ ۶ سورۃ المائدۃ آیت ۷۲]

یقین جانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ (کشف الرحمٰن)

مسلمانوں کے دل میں آج کے دور میں کافروں کے اسلحہ جات فوجوں، ٹیکنالوجی کا اتنا اثر ہے کہ وہ اللہ کی صفات، طاقت، قوت، رزق رسانی، عزت و ذلت کے مالک ہونے پر اتنا یقین نہیں رکھتے جتنا کافر قوموں کے ایٹمی ہتھیاروں اور ان کی قوتوں پر رکھتے ہیں، آج مسلمان اللہ کے خزانوں پر اتنا یقین نہیں رکھتے جتنا کافر قوموں کے خزانوں پر یقین ہے۔ آج مسلمان حکومتیں جتنا کافروں سے ڈرتی ہیں اتنا اللہ سے نہیں ڈرتیں۔ جتنا کافروں کے آگے جھکتی ہیں اتنا اللہ کے آگے نہیں جھکتیں۔ جتنی مسلمانوں کو آج کافروں کی معاشرت لباس، اخلاق، اطوار، رسوم و رواج پسند ہیں اتنا ان کو حضور آقائے نامدار کی معاشرت، سیرت، اخلاق پسند نہیں، یہ ہمارے زوال کا بہت بڑا سبب ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا نو گناہ بہت بڑے ہیں (۱) سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے (۲) مسلمان کو ناحق قتل کرنا (۳) میدان جہاد سے بھاگنا (۴) کسی پاکدامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا (۵) جادو کرنا (۶) یتیم کا مال کھانا (۷) سود کھانا (۸) مسلمان ماں باپ کی نافرمانی کرنا (۹) بیت اللہ کی حرمت کو حلال کرلینا۔ یعنی جو باتیں وہاں حرام ہیں اور حرمت کے منافی ہیں ان کا ارتکاب کرنا۔ (طبرانی، حاکم، بیہقی)

لمحہ فکریہ:

مسلمانو! غور کرو کہ کیا آج ہم شرک میں مبتلا نہیں ہیں، ہر قبر، آستانے، درخت، جھنڈے، تعزیے، انسانوں کے آگے سجدے کرتے ہیں کہ نہیں؟ ہم دنیا کے کافر قوموں سے بھیک مانگتے ہیں کہ نہیں؟ ہم کافروں سے تحفظ مانگتے ہیں کہ نہیں؟ ہتھیاروں کا خوف ہم پر مسلط ہے کہ نہیں؟ ہم کافر

قوموں کی نقالی کر رہے ہیں کہ نہیں؟

آج مسلمان خود اپنے مسلمان بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔ قتل خونریزی عام ہو چکی ہے۔ عصبیت جاہلیت ہمارے اندر سرایت کر چکی ہے، بدکاری فحاشی ٹی وی، وی سی آر، فلمیں، ڈانس، رقص، گانے، باجے عام ہو چکے، بے پردگی، عریانی، فحش تصاویر سے اخبار، رسالے، میگزین بھرے پڑے ہیں یہ سب بدکاریوں کے سامان ہیں، مسلمانوں میں جادو کرنا، جادو سیکھنا عام ہو چکا ہے۔ سفلیات مسلمانوں میں عام ہو چکیں۔ سفلیات پر اعتقاد عام ہو چکا، کہیں بھوت پریت، جن کا خوف کہیں آسیب جادو کا خوف، کہیں مہنگائی روزی کا خوف، کہیں بیماری کا خوف، یہ سب خوف اور ڈر اس لیے ہمارے اندر آ گئے ہیں کہ اللہ کا ڈر اور خوف ہمارے دلوں میں نہ رہا۔

آج ہماری پستی وذلت کی ایک وجہ جہاد چھوڑنا ہے۔ دنیا اور اس کی عیش وعشرت کی فکر نے ہمیں بزدل بنا دیا ہے۔ مال و دولت کی فکر نے ہمیں ناکارہ کر دیا۔ ہم صرف بندہ زن زر وزمین بن گئے۔ مسلمانوں کی عزت جہاد میں تھی۔ کافروں پر مسلمانوں کا رعب جہاد کی بنا پر تھا۔ جب مسلمان جہاد کر رہے تھے تو ان کی شان وشوکت عزت وعروج تھا۔ ترک جہاد کی وجہ سے کافر قومیں ہم پر مسلط ہو رہی ہیں۔ کافروں کا رعب ان طاقتوں کا خوف ہمارے دلوں پر چھا گیا ہے۔ ترک جہاد ہماری ذلت وپستی کا بہت بڑا سبب ہے، ترک جہاد کی وجہ سے موت کا خوف وڈر ہم پر چھا گیا۔ ہم موت سے ڈرتے ہیں۔ شہادت کی موت ہمارا مقصود نہ رہی ہم بزدل بن گئے، کاش مسلمان جہاد کے عظیم عمل کو اپناتے تو دنیا کی کامیابیاں ہمارے قدم چومتیں، کافروں کے آگے ہمیں ہاتھ نہ جوڑنے پڑتے، کافروں کا ہم پر خوف نہ ہوتا۔

ہماری ذلت وناکامی کا ایک سبب ناحق مال کھانا خواہ وہ چوری کا ہو خواہ رشوت کے ذریعے ہو، خواہ سودی لین دین کے ذریعے ہو، خواہ غصب، ڈاکہ زنی وچوری کے ذریعے ہو خواہ یتیم کا مال کھانا خواہ غریبوں کا مال کھانا ہو یہ سب ذرائع حرام ہیں، ان ذرائع سے حاصل کردہ مال وبال جان بن جاتا ہے، انسانوں کو بے چین رکھتا ہے، اس کو تڑپاتا ہے مضطرب رکھتا ہے، اس کو خوف وخطر میں رکھتا ہے۔

ہماری ذلت وبربادی کا ایک سبب بے ادبی وبے احترامی ہے بے ادبی قرآن وسنت کی ہو۔ انبیاء علیہم السلام کی ہو اصحاب کرام کی ہو، بزرگوں واولیاء کرام کی ہو ماں باپ کی ہو آزادی بے راہ روی تباہی وذلت کے ذریعے ہیں جدید تعلیم ہماری نسل کو بے راہ کر رہی ہے۔ گمراہی پھیلا رہی ہے، مخلوط

تعلیم، فحاشی و بدکاری کے اڈے ہیں وی سی آر، ٹی وی زہری زہر ہیں یہ زہر کافر قوموں نے ہمارے دلوں، جسموں، دماغوں میں گھول دیئے ہیں۔

مال و دولت کی کثرت و محبت:

ہماری ذلت و پستی کا ایک سبب مال و دولت کی حرص و ہوس ہے، سورۃ تکاثر میں ارشاد ربانی ہے، مال و دولت کی زیادتی کی فکر نے تمہیں غافل بنادیا یہاں تک کہ قبروں میں جا پہنچے، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو اس میں سے پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ ملتا۔ (مشکوۃ) اس آیت و حدیث پر غور کریں کہ مجموعی طور پر پوری اُمت آج کے دور میں مال و دولت کے فتنے میں مبتلا ہوگئی۔ دولت کی کثرت نے انسانوں کو عیاش، بدمعاش، رہزن بنادیا دولت کی کثرت فکر سے سودی کاروباری رواج پکڑ گیا دولت کی فکر میں ڈاکے پڑنے لگے، دولت کے حصول کے لیے قتل و غارت کے بازار گرم ہوئے۔ ملک و مال ریاست و حکومت کے حصول کی فکر میں عصبیت پیدا ہوئی۔ دولت کی زیادتی سے سامان عیاشی تیار ہوئے۔ جس میں وی سی آر وغیرہ سب کچھ ہے۔ دولت کی کثرت سے فضول خرچیاں شراب نوشیاں عام ہوئیں، نائٹ کلب، مخلوط تعلیم، ڈانس، رقص کے مرکز بنے۔

یہود و نصاریٰ کی نقالی:

ہمارے معاشرے میں گمراہ قومیں یہود و نصاریٰ کی رسوم اپنائی جاچکی ہیں۔ کافروں کے لباس کافروں کی شکلیں، کافروں کی معاشرت، کافرانہ کاروبار، کافروں کی طرح بے پردگی، کافروں کی طرح بدکاری، کافروں کے رقص و سرور، شراب کی محافل، کافروں کے قوانین یہ سب کچھ ہمارے معاشرے میں موجود ہے۔ قرآن پاک میں سورۃ ممتحنہ میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد گرامی ہے "اے ایمان والو! میرے اور خود اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم ان کی طرف محبت کی پینگیں بڑھاتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دین کا انکار کرچکے ہیں۔" دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ [پارہ ۶ سورۃ المائدۃ آیت ۵۱]

ترجمہ "اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بنانا کیونکہ وہ آپس میں ملے ہوئے اور ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔"

یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے خیر خواہ کبھی نہیں ہو سکتے۔ افسوس آج مسلم حکومتیں یہود و نصاریٰ سے ہر قسم کے تعلقات رکھتی ہیں۔ مدد کے لیے ان کو پکارتی ہیں۔ ان کے قوانین اپنے ملکوں میں رائج کرتی ہیں حالانکہ اللہ نے مسلمانوں کو دین حق دیا تاکہ تمام باطل نظاموں پر اس کو غالب کرے۔ دین غالب ہونے کے لیے ہے نہ کہ مغلوب ہونے کے لیے۔

عصبیت و تعصب:

قرآن پاک میں اللہ جل شانہٗ نے تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی قرار دیا فرمایا ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ ...... ﴾ مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ لیکن آج مسلمان مسلمان کو قتل کر رہا ہے۔ مسلمانوں کی آپس کی لڑائی سے کافر قومیں فائدہ اٹھا رہی ہیں، حالیہ ایران عراق جنگ، عراق کا کویت پر قبضہ پھر اس کے نتیجے میں کافر قوموں کی مسلمان پر یلغار ہزاروں عراقی مسلمانوں کا قتل عام یہ سب اس بناء پر ہوا کہ مسلمان آپس میں بھائی بندی کو چھوڑ کر تعصب و فخر و غرور پر اتر آئے۔ پاکستان میں گزشتہ ایام عصبیت کی بناء پر کتنے مسلمان ناحق مارے گئے، کتنوں کی جائیدادیں لوٹی گئیں، کتنوں کے گھر جلائے گئے یہ سب عصبیت کی نحوست ہے۔

غفلت و لاپرواہی:

ہماری تباہی و زوال کا ایک بڑا سبب ہماری دینی غفلت و لاپرواہی ہے۔ جوں جوں ہم دین سے دور ہو رہے ہیں دوں دوں ہم تباہی کے دہانے لگ رہے ہیں۔ شیطان ہمارا دشمن ہے ہم نے شیطان کی اتباع کر کے اپنی راہ ماری۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ [پارہ ۲ سورۃ بقرہ آیت ۲۰۸]

ترجمہ ''اے ایمان والو! اسلام میں صحیح معنی پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی اتباع نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

شیطان انسان کو سبز باغ دکھا کر گناہ کراتا ہے جب انسان گناہ کر لیتا ہے پھر وہ دور ہو جاتا ہے اور انسان مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔ شیطان دنیا کو بنا سنوار کر اور خواہشات نفسانی ابھار کر گناہوں کے جال میں پھانس لیتا ہے۔ جیسے شکاری کانٹے میں گوشت آٹا وغیرہ لگا کر مچھلی کو شکار کرتا ہے پھر اس کو فروخت کرتا ہے۔ بالآخر مچھلی کاٹی جاتی ہے، توے پر تلی جاتی ہے یا ہنڈیا میں پکائی جاتی ہے اس

کو مرچیں نمک لگایا جاتا ہے اسی طرح شیطان انسان کا حال کرتا ہے کہ گناہوں کے ذریعہ اس کو دنیا و آخرت کی بڑی بڑی تکالیف میں ڈال دیتا ہے، دنیا کے معاملات میں ہوشیاری اور دین پر عمل کرنے کے معاملے میں لا پرواہی خطرناک ہے۔

ترکِ صلوٰۃ:

نماز کی دولت اللہ نے حضور ﷺ کو معراج کی رات تحفہ کے طور پر عطا فرمائی۔ نماز دونوں جہاں کے مسائل کا حل ہے لیکن آج کتنے مسلمان نماز پڑھتے ہیں سب کو معلوم ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلٰوتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِکَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّکْرَمُوْنَ﴾

[پارہ ۲۹ سورۃ معارج آیت ۳۵]

ترجمہ: ''جو لوگ نماز کی حفاظت کرتے ہیں وہ جنت میں معزز ہوں گے یعنی ان کا اکرام و اعزاز جنت دے کر کیا جائے گا۔''

ہمارے اندازے کے مطابق اس وقت تقریباً نوے فیصد (۹۰٪) مسلمان نماز نہیں پڑھتے اور جو پڑھتے ہیں تو وہ بھی غفلت کے ساتھ یا بغیر جماعت کے۔ حدیث میں ہے (اَلصَّلٰوۃُ مِنَ الْاِیْمَانِ) نماز ایمان کا جز ہے۔ دوسری حدیث میں نماز دین کا ستون ہے۔ جس نے نماز پڑھی اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے نماز چھوڑی اس نے دین کو ڈھا دیا۔ ترکِ جماعت، بہت بڑا گناہ ہے حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جماعت چھوڑنے والا ملعون ہے۔ یہ بات توریت، زبور، انجیل اور قرآن میں ہے تارکِ جماعت زمین پر چلتا ہے اور زمین اس پر لعنت کرتی ہے اور جب آسمان کی طرف دیکھتا ہے تو آسمان اس پر لعنت کرتا ہے۔ (جلیس الناصحین)

نماز دونوں جہانوں کی سعادت و کامیابی اور ترکِ نماز و جماعت دونوں جہاں کی ناکامی و بدبختی ہے۔

ترکِ زکوٰۃ:

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ...... ﴾ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ حدیث میں ہے (حَصِّنُوْا اَمْوَالَکُمْ بِالزَّکٰوۃِ) زکوٰۃ ادا کر کے اپنے مال پاک کرو یعنی زکوٰۃ دینے والے کے مال کو اللہ تمام آفتوں سے بچاتا ہے۔ بعض حکماء نے بیان کیا ہے کہ قارون کی ہلاکت کے تین سبب تھے: (۱) دنیا کی محبت (۲) فاحشہ عورت کے ذریعے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بہتان باندھنا

(۳) زکوٰۃ نہ ادا کرنا۔ پس اے دنیا دارو، اور بہتان لگانے والو! اور اے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والو! قارون کے انجام سے عبرت حاصل کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ زمین میں دھنسا دے، مالدار بڑے بنگلے بناتے ہیں کروڑوں روپے اس پر ضائع کرتے ہیں بڑی بڑی گاڑیاں خرید کر دولت ضائع کرتے ہیں، کھانوں میں لاکھوں روپے اڑاتے ہیں۔ لیٹرینوں میں لاکھوں روپے لگا دیتے ہیں، مالداروں کی بیویاں میک اپ کے سامانوں پر لاکھوں روپے خرچ کر دیتی ہیں۔ مگر غریبوں کو پیسہ پیسہ دینے میں گھبرائیں گے یہ لوگ آخرت کے خسارے کے ساتھ اپنے لیے دنیا میں بھی کانٹے بو رہے ہیں اور اپنی زندگی جہنم بنا رہے ہیں۔ زکوٰۃ سے مال پاک ہوتا ہے۔ مصائب ٹلتے ہیں، غربت و افلاس کا خاتمہ ہوتا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہے۔

ابر نا آید از پے منع زکوٰۃ ☆ واز زنا افتد وبا اندر جہات

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں زکوٰۃ نہ ادا کرنے سے بارش روک دی جاتی ہے اور قحط مسلط ہو جاتا ہے اور بدکاری سے وبائی بیماریاں پھوٹتی ہیں۔

کون کس بنا پر ہلاک ہوگا؟

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ چھ آدمی ایسے ہیں کہ وہ بغیر حساب کے ایک سال پیشتر ہی جہنم میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ کسی نے دریافت کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا: (۱) حکام و سلاطین و امراء ظلم کی بناء پر، (۲) اہل عرب عصبیت و قومی تفاخر کی بناء پر، (۳) زمیندار لوگ بوجہ تکبر کے، (۴) تاجر حضرات سبب خیانت کے (۵) گاؤں کے لوگ جہالت کی بناء پر (۶) علماء حسد کی بناء پر (زواجر) دیہات کے لوگ جہالت کے ساتھ ساتھ اگر فسق و فجور میں مبتلا ہوں گے تو ہلاکت میں پڑ جائیں گے۔ عصبیت زہر قاتل ہے جو عصبیت کی طرف بلاتا ہے۔ حدیث کی رو سے وہ مسلمان ہی نہیں یعنی اس کا اسلام ناقص ہے۔

حرص و ہوس:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ دو بھوکے بھیڑیئے اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اتنا نقصان نہیں دیتے ہیں جس قدر حرص اور حسد دونوں مسلمانوں کے دین کو نقصان پہنچاتے ہیں (رزین) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کبر و تکبر سے بچو کبر ہی وہ گناہ ہے جس نے سب سے پہلے شیطان کو تباہ کیا حرص سے

بچو، حرص ایسی بری چیز ہے جس نے آدم علیہ السلام کو جنت سے باہر نکال پھینکا، حسد سے بچو یہ وہ بری بلا ہے جس نے قابیل سے ہابیل کو قتل کرایا۔ (ابن عساکر) اللہ جل شانہٗ جس کو اپنا بنانا چاہتے ہیں اس پر دنیا فانی اور اس کی لذات فانیہ کی صحیح حقیقت منکشف فرمادیتے ہیں جس کے اثر سے اس کا دل دنیا سے متوحش و متنفر ہو جاتا ہے اس کا نام زہد ہے۔ اللہ کی غلامی میں ان کو ایسا لطف آتا ہے کہ دنیا کی شاہی بھی ان کی نگاہ میں بے قیمت ہو جاتی ہے۔

فخر و تفاخر:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول اکرم ﷺ نے کہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے باپ دادا کے نام فخر کرنا چھوڑ دیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کو نجاست کے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل کرے گا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔ فرمایا جس وقت میری اُمت فارس و روم کو فتح کرلے گی اور اس میں تکبر پیدا ہو جائے اور لوگ اترا کر چلیں گے تو حق تعالیٰ ان کے بعض کو بعض پر مسلط کردے گا (یعنی آپس میں خونریزی شروع ہو جائے گی) یہ پیشین گوئی پوری ہو چکی اور پوری ہو رہی ہے۔

رنگ رلیوں پہ زمانے کی نہ جانا اے دل ☆ یہ خزاں ہے جو باندازِ بہار آئی ہے

بندگی او بہ از سلطانی است ☆ کہ انا خیر دم شیطانی است

خلاف شریعت رسم و رواج:

ہمارے ماحول میں سنت نبویہ ﷺ کو چھوڑ کر کفار یہود و نصاریٰ ہنود کے طور طریقے و رسوم اپنا لیے گئے۔

((عَنْ عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَلَهٗ وِزْرُهَا وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا)). [مسلم، نسائی، ابن ماجہ]

جس شخص نے کوئی برا اور خلاف شریعت طریقہ ایجاد کیا تو اس پر اپنا گناہ بھی ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ بھی ہوگا جو اس طریقے پر عمل کریں گے موجودہ زمانے میں جناب رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے کا ثواب کتنا زیادہ ہے۔ بیہقی میں ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فساد اُمت کے زمانے میں میری سنت پر مضبوطی سے عمل کرنے والے کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

مروجہ رسوم وتقریبات:

ہماری شادیوں میں مہندی کی رسم، تصویر کشی، مووی، فلم وی سی آر، عورتوں مردوں کا اختلاط و میل جول، اسٹیج سجانا، چراغاں قمقمے روشن کرنا، کھڑے ہوکر کھانا، کھانے میں بے حد اسراف فضول خرچی کرنا جہیز وغیرہ کی رسم، گانے، باجے، ڈھول، تاشے، رقص وسرور کی محفلیں، مجرے گانے وغیرہ۔ گھروں میں حوضوں میں ننگے ناپاک پانی میں نہانا فیشن کے باریک کپڑے جس سے عورتوں کے بدن نظر آئیں۔ گھروں میں تصاویر لٹکانا، گروپ فوٹو کھنچوانا، داڑھیاں منڈوانا، انگریزی بال ترشوانا، انگریزی لباس پہننا، سالگرہ کی تقریبات، مذہبی تقریبات میں اکثر بدعات رائج ہو چکی ہیں، جشن منانا، چراغاں کرنا، فضول خرچیاں کرنا، شبیہیں بنانا، دلدل تعزیے، ماتم سینہ کوبی وغیرہ قبروں پر سجدہ، قوالیاں، قبروں کو چراغاں کرنا، قبروں پر گنبد روضے بنانا، قبروں پر عورتوں کے میلے، عورتوں کا گاڑیاں چلانا، عورتوں کا ایئر ہوسٹس بننا، مردوں کے سامنے بے پردگی کی ملازمت کرنا، مخلوط تعلیم، نئی نسل کی عزت وغیرت ختم کر رہی ہے۔ انگریزی تعلیم نوجوان نسل کو انگریز بنا رہی ہے، ٹی وی، وی سی آر کی لعنت گھر گھر میں موجود ہے عورتیں بھی ماڈل گرل کی تصاویر پر ایڈورٹائزمنٹ میں استعمال ہو رہی ہیں، گویا عورت کی عزت وناموس دنیا کے حصول کے لیے فروخت کرنا۔ رشوت وسود کا رواج ہونا۔ بدعہدی وخیانت کرنا یہ سب اُمت کی ہلاکت وزوال اور ذلت ورسوائی کے اسباب اور وجوہات ہیں، افسوس تو یہ کہ ان گناہوں کو آج گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا بلکہ ترقی کہا جاتا ہے، مؤمن تو گناہ کو بہت برا سمجھتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ مؤمن کے دل پر گناہ پہاڑ کی طرح معلوم ہوتا ہے اور منافق کے دل پر مکھی کی طرح ہلکا معلوم ہوتا ہے۔ گناہ پر غمگین ہونا اور نیکی پر خوش ہونا ایمان کی علامت ہے۔

اللہ کی لعنت کن لوگوں پر ہوتی ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت رسول مقبول ﷺ سے نقل فرماتی ہیں، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ چھ اشخاص ایسے ہیں کہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ہر صحابی ؓ نے لعنت کی (۱) تقدیر الٰہی کا جھٹلانے والا (۲) اللہ کی کتاب میں اپنی جانب سے زیادتی کرنے والا (۳) وہ شخص جو ظلم وجور سے کسی قوم کا حاکم بادشاہ بن بیٹھے تاکہ عزت مندوں کو ذلیل کرے اور کمینوں کی حمایت کرے (۴) اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے والا (۵) میرے اہل بیت پر وہ باتیں جاری کرنے والا جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے (۶) میری سنت کا تارک (یعنی میری سنت کی تحقیر کرے اور اس کو ہلکا سمجھ کر چھوڑ دے اور

میرے اہل بیت پر ظلم کرے (ابن حبان حاکم)

جدید فکر:

آج کل اکثر جدید مفکر پیدا ہو چکے ہیں جو قرآن وحدیث کی تشریحات کو اپنی عقل کے مطابق ڈھالتے ہیں۔ قرآن وحدیث میں تحریفات کرتے ہیں خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

مال و دولت کی دوڑ دھوپ:

ہمارے معاشرے میں مسلمانوں کی رقم کا ایک بہت بڑا حصہ صرف اعلی بنگلوں، مکانوں کی تعمیر و ڈیکوریشن پر خرچ ہوتا ہے، حالانکہ یہ وبا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب ؓ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول اکرم ﷺ نے علامات قیامت میں سے یہ بات ہے کہ معمولی طبقہ کے لوگ بڑے بڑے مکان، اونچی حویلی، حویلیاں بنا کر فخر کریں گے۔ (بخاری و مسلم) حضرت جابر ؓ نے مرفوعا بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ نہیں کرتا تو وہ اپنا مال مٹی اور پانی میں خرچ کرتا ہے (طبرانی) حضرت ابو البشر انصاری ؓ نقل فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول مقبول ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو ذلیل وحقیر کرنا چاہتا ہے تو اس کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنا مال تعمیرات میں خرچ کرتا ہے۔ (طبرانی)

کاش! مسلمان جتنی دولت مکانوں، بلڈنگوں پر خرچ کر رہے ہیں اس دولت کو وہ خدمت خلق میں خرچ کرتے تو آج مسلمانوں میں غربت وفاقہ نہ ہوتا۔

اف کتنا تاریک ہے گنہگار کا عالم ☆ انوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

اہل دنیا اسباب راحت تو حاصل کر لیتے ہیں لیکن راحت اور سکون تو اللہ کے قبضے میں ہے یہ سکون دھن دولت سے نہ ملے گا بلکہ اللہ کی جانب سے ملے گا۔

ترک جہاد:

مسلمانوں کی ذلت و پستی کی ایک بہت بڑی وجہ جہاد چھوڑنا ہے۔ جہاد مسلمانوں کا شعار تھا، جہاد مسلمانوں کی سرفرازی کا نشان تھا، مسلمان بزدل نہیں ہوتا، بہادر ہوتا ہے اسلام دنیا میں غالب ہونے کے لیے آیا ہے مغلوب ہونے کے لیے نہیں آیا۔ مال و دولت کی کثرت، سامان عیش وعشرت کے وافر سامان مسلمانوں کو غافل، تن پرور، آرام پرست، سست وکاہل اور بزدل بنا رہے ہیں۔ جناب رسول

اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو شخص ایسی حالت میں مرا کہ نہ تو اس نے ساری عمر کبھی جہاد کیا نہ کبھی دل میں جہاد کا ارادہ کیا تو یہ شخص نفاق کی علامتوں میں سے ایک علامت پر مرا۔

فوائد ترک جہاد کے ذریعے آج عموماً مسلمان منافق ہو چکے ہیں تو منافق کے ساتھ اللہ کی مدد و نصرت شامل نہیں ہوتی۔

تارک جہاد آفت کا شکار:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب سرور کائنات فخر موجودات ﷺ نے فرمایا جس نے نہ خود جہاد کیا نہ کسی غازی کے لیے سامان مہیا کیا اور نہ کسی مجاہد کے بال بچوں کی اس کے پیچھے خبر لی تو اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے اس شخص پر کوئی آفت نازل کرے گا (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے سات چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ ان میں سے ایک جہاد کے میدان سے بھاگنا ہے (بخاری و مسلم) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے تین گناہ ایسے بڑے ہیں کہ ان کی موجودگی میں کوئی نیک عمل قبول نہیں ہوتا (۱) شرک کرنا (۲) ماں باپ کی نافرمانی کرنا (۳) جہاد سے بھاگنا۔ (طبرانی)

بہترین تجارت جہاد میں شرکت:

سورۃ صف میں ارشاد ربانی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

[پارہ ۲۸ سورۃ الصف آیت ۱۰]

''اے ایمان والو! آؤ میں تمہیں ایک ایسی تجارت بتلاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے گی، وہ تجارت کیا ہے اس کے بعد اس کی وضاحت ہے کہ اللہ پر ایمان لانا اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرنا یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر جانو۔ یعنی تمہاری خیر بھلائی اسی میں ہے اس جہاد کے نتیجے میں اللہ تمہارے گناہ معاف فرمائے گا اور بہشتی باغات میں داخلہ دے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ سدا رہنے کا مقام ہے اور دنیا میں تمہاری مدد ہوگی اور کامیابی و فتح نصیب ہوگی۔

تشریح تجارت میں خسارہ و فائدہ دونوں ہوتے ہیں۔ لیکن جہاد ایک ایسی تجارت ہے جس میں نقصان کا تصور بھی نہیں، جہاد کی وجہ سے مسلمان دنیاوی آفات و تکالیف اور کافروں کے جور ستم و قتل

دغابازی سے محفوظ رہتے ہیں، مسلمانوں کی ماؤں، بہنوں، بہو، بیٹیوں کی عزتیں، عصمتیں محفوظ ہو جاتی ہیں ان کے جان و مال علاقے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ جہاد کی برکت سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں جس کے نتیجے میں رحمت الٰہی شامل ہو جاتی ہے کیونکہ گناہوں کی بنا پر آفات نازل ہوتی ہیں۔ جہاد کی برکت سے اللہ کی مدد و نصرت شامل ہوتی ہے اور مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ نصیب ہوتا ہے، مسلمانوں کافروں کے محکوم و غلام نہیں رہتے۔

پھر خالد جاں باز کی شمشیر علم ہو ☆ پھر شوکت اغیار کا شیرازہ ہو برہم
پھر روم و سمرقند و خطا زیر نگیں ہوں ☆ پھر اسود و احمر پہ اڑے دین کا پرچم
وہ خنکی جاں بخش عنایت ہو دلوں کو ☆ شاداب ہے جس سے جگر کوثر و زمزم

شہید کی موت قوم کی حیات:

بارش کا قطرہ سمندر میں مل جائے تو وہ قطرے کی بجائے سمندر ہی شمار ہو جاتا ہے۔ گندم کا دانہ زمین میں مل کر سینکڑوں دانے لانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ساخ کی ایک قلم خاک میں مل کر ایک بڑے درخت کو وجود میں لانے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اسی طرح شہید راہ خدا میں جان دے کر ہزاروں لاکھوں جانوں کی حیات کا ذریعہ بن جاتا ہے خاک میں ملنے والا دانہ فنا نہیں ہوتا بلکہ وہ سبزہ بن کر دوبارہ ہزاروں دانوں کو لاتا ہے۔ راہ خدا میں گردن کٹانے والے مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾

"اور ان لوگوں کو جو راہ خدا میں قتل ہو گئے مردہ نہ کہو وہ تو زندہ ہیں ان کو اللہ کے ہاں سے رزق ملتا ہے۔" شہادت کی موت سے ہمیں محبت ہوتی ہے تو دنیا کے حصول کو مقصد زندگی نہ بناتے بلکہ ہمارا اوڑھنا بچھونا میدان جہاد ہی ہوتا۔

موت سے محبت ایمان کی علامت:

• جو آدمی دنیا کو مقصود و مطلوب بنا لیتا ہے وہ موت سے ڈرتا ہے اور جہاد سے کتراتا ہے۔ یہ اسی لیے ہوتا ہے کہ کہیں موت نہ آجائے اور دنیا کے عیش و عشرت ختم نہ ہو جائیں جب مسلمان عیش و عشرت کے دلدادہ ہوئے تو موت سے کراہت ہو گئی دنیا اور اس کی لذات محبوب ہو گئیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے موت مفت کی چیز ہے (مثل مال غنیمت کے) اور نافرمانی مصیبت ہے اور فقر و تنگدستی آرام کی چیز ہے اور مالداری عذاب ہے اور عقل تحفہ ہے اور نادانی گمراہی ہے اور ظلم شرمندہ کرنے والا ہے اور عبادت آنکھ کی ٹھنڈک ہے اور اللہ کے خوف سے رونا نجات

ہے جہنم کی آگ سے اور ہنستا بدن کی خرابی ہے اور توبہ کرنے والا گناہ سے مثل اس شخص کے ہے کہ جو بے گناہ ہے۔ (نور الصدور فی شرح القبور)

روایت ہے کہ محمود بن لبید سے فرمایا نبی کریم ﷺ نے دو چیزوں کو اولاد آدم مکروہ ناپسند سمجھتی ہے ایک موت کو حالانکہ موت اس کے لیے فتنہ سے بہتر ہے دوسرے مفلسی کو حالانکہ افلاس حساب دینے کے لیے آسان ہے۔ حضرت زرعہ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب نبی کریم ﷺ نے دو چیزوں کو اولاد آدم محبوب رکھتے ہیں ایک تو زندگی کو حالانکہ موت اس کے لیے بہتر ہے دوسرے مال کی زیادتی کو حالانکہ مفلسی حساب دینے کے لیے آسان ہے۔ (نور الصدور)

کوئی نہیں جو یار کی لادے خبر مجھے ☆ اے سیل اشک تو ہی بہادے ادھر مجھے
عدم کے جانے والو کو چہ جاناں جب جاناں ☆ ہمیں بھی یاد رکھنا ذکر جب دربار میں آئے
جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ ☆ جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے نہ مانے تو مر کے دیکھ

اس وقت امت مسلمہ کی ذلت وپستی کے کچھ اسباب ذکر کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان گناہوں سے توبہ نصیب فرمائیں اور خاتمہ بالخیر نصیب فرمائیں۔ بری موت اور برے خاتمہ سے اللہ ہم سب مسلمانوں کی حفاظت فرمائیں۔

اسلام کا عروج وشان وشوکت اور مسلمانوں کی کامیابی ترقی اور عزت کے اسباب وشرائط

عقیدۂ توحید، شرط اوّل:

اللہ جل شانہ کی بادشاہت اس کا ملک واقتدار اس کی عظمت وجلالت، اس کی شان وشوکت، اس کے خزانے، اس کی قدرت وطاقت کا اگر انسان کے دل میں یقین پیدا ہو جائے تو یہ عقیدۂ توحید ہے۔ یہ عقیدۂ توحید انسانوں کے دلوں سے ہر قسم کے خوف وخطرات نکال دیتا ہے۔ انسانوں کو جو چیز پریشان و بے چین کرتی ہے وہ خوف وخطرات ہیں۔ یہ خوف غربت وافلاس کا بیماری وتکلیف کا دشمن کے تسلط کا، موت کا خوف، روزی کا فکر وخوف، یہ سارے خوف مل کر انسانوں کی زندگی اجیرن بنا دیتے ہیں لیکن جب انسان کے دل میں یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ خالق ومالک، رازق ونگہبان، محافظ وکارساز، نجات دہندہ صرف اللہ اور صرف اللہ ہے تو پھر انسان کی زندگی ہر قسم کے خوف وخطرات، تفکرات سے آزاد و بے غم ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ کی ذات وصفات کا بار بار ذکر فرمایا گیا تاکہ انسان ان کو

دل میں راسخ کرے۔انسان اس بات پر ایمان لاوے کہ اللہ پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ﴾ وہی اول ہے اس کی کوئی بدایت نہیں ہے۔وہی آخر ہے اس کی کوئی نہایت نہیں ہے۔تمام مخلوق کو اسی نے پیدا کیا اسی کا وجود واجب ہے ابتداء سے انتہا تک کوئی زمانہ ایسا نہ ہوگا جس میں اس کا وجود نہ ہو اس کی ہستی بالذات ہے کسی کے بھروسے پر نہیں ہے کسی کے ساتھ اسے احتیاج نہیں ہے۔کوئی چیز اس سے بے نیاز نہیں ہے وہ اپنی ذات سے قائم ہے اور سب چیزیں اس کی وجہ سے قائم ہیں یہی معنی قیوم کے ہیں وہ اپنی ذات میں نہ جوہر ہے نہ عرض نہ جسم کی صورت میں وہ نیچے نہیں آتا ہے۔کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں ہے۔اس کی کوئی صورت نہیں چوں وچرا کو اس کے یہاں دخل نہیں ہے جو چیز تیرے خیال میں آوے وہ خدا نہیں بلکہ خدا کی پیدا کی ہوئی ہے۔چھوٹائی اور بڑائی اور مقدار کو اس میں گنجائش نہیں کیونکہ وہ صفتیں ہیں جن کا تعلق جسم سے ہوتا ہے۔اس کا استویٰ علی العرش بلاکیف ہے وہ سب پر قادر ہے اس کو پوری قدرت ہے جہاں عاجزی اور نقصان دخیل نہیں جو اس نے چاہا کیا اور جو چاہے گا وہ کرے گا۔سب کی ہستی اس کے قبضہ قدرت میں ہے عالم کی پیدائش میں اس کا کوئی شریک نہیں۔وھو علی کل شئی قدیر۔وہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ دانا ہے اس کا علم ہر شئی کو محیط ہے کوئی چیز تھوڑی یا بہت چھوٹی یا بڑی، بھلائی یا برائی، اطاعت یا نافرمانی، کفر یا ایمان، نفع یا نقصان، راحت یا رنج بغیر اس کی تقدیر کے نہیں ہوتی اگر ہزاروں عالم مل کر کسی کو نقصان پہنچانا چاہیں تو جب تک وہ نہ چاہے کچھ نہیں کر سکتے جو چیزیں سماع کے قابل ہیں وہ ان کو سنتا ہے ان کے لیے دوری اور نزدیک یکساں ہے وہ چیونٹی کے پاؤں کی آواز سنتا ہے اور مثل سننے کے دیکھتا بھی ہے روشنی اور تاریکی اس ذات کے لیے یکساں ہے وہ بغیر کان کے سنتا ہے بغیر آنکھ کے دیکھتا ہے۔وھو السمیع البصیر وہ سنتا ہے۔دیکھتا ہے، اللہ تعالیٰ بولنے والا ہے، توریت، انجیل، زبور، قرآن سب اس کے کلام ہیں۔اس نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا لیکن وہ کلام لب اور زبان سے نہ تھا۔

شعر از: مترجم ؎

وہ بات کرتا لیکن دہن سے کام نہیں ☆ کلیم کو بھی تو اس بات میں کلام نہیں

اس کے کلام میں حرف اور آواز نہیں اس کا کلام قدیم ہے حادث نہیں۔جاننا چاہیے کہ ایمان سب نعمتوں سے بڑھ کر ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔

نعمت ایمان سب سے بڑی دولت ونعمت ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ تجھے ایمان کی قدر معلوم نہیں کیونکہ تیرا ایمان

تقلیدی اور موروثی ہے۔ ایمان کی قدر عمر رضی اللہ عنہ جانتا ہے جو ایک زمانہ تک بادیہ کفر وضلالت وصحرائے شرک و جہالت میں سرگرداں رہا مسلمانو! یقین کرلو کہ تم اشرف المخلوقات ہو دنیا اور عقبیٰ تمہارے ہی لیے ہے کافر اور مشرک تمہارے مالگذار اور تابعدار ہیں اگر تم ان کی اولاد کو جہاد کر کے گرفتار کرلو تو وہ تمہارے لونڈی غلام ہیں ان کا مال تمہارے لیے غنیمت ہے۔ زمین تمہارے لیے فرش اور آسمان چھت ہے۔ آفتاب تمہارے لیے باورچی چاند رنگریز اور ہوا تمہارے لیے فرش ہے۔

ابر و باد ومہ وخورشید و فلک درکار اند ☆ تاتو نانے بکف آری و بہ غفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار ☆ شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

یعنی بادل اور ہوا اور ماہتاب اور آفتاب اور آسمان سب کے سب کام میں ہیں اس لیے کہ تو رزق حاصل کر کے غفلت کے ساتھ نہ کھائے۔ دیکھ یہ سب تیرے لیے سرگشتہ ہیں اور تیرے مطیع ہیں یہ عظمت تجھے اللہ نے دی ہے تجھے اس کے شکریہ میں ہمہ تن یاد الٰہی میں مصروف ہو کر اس کا فرماں بردار بندہ بننا چاہیے اور یہ بڑی بے انصافی ہے کہ ایسے منعم کے انعام کا تو شکر نہ ادا کرے اور اس کی نافرمانی کرے تو ولایت محبت کا بادشاہ ہے۔ ﴿اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ (اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے) تو ہی دوستی کے قابل ہے۔ ﴿یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ﴾ اللہ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں) تو ہی معزز ابدی ہے۔ ﴿وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے عزت ہے) تو ہی مہمان سرائے بہشت کا مدعو ہے۔ ﴿وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ﴾ (اللہ جنت کی طرف بلاتا ہے) تو ہی ایمان کے خطاب سے مخاطب ہے۔ ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ (اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو) تو ہی بہشت کا مالک ہے۔ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِیْنَ فِیْھَا﴾ (بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے انہیں کے لیے جنت فردوس ہے۔ مہمانی ہے کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) تو ہی تخت نشین ومسند آرائے بہشت ہے۔ ﴿ھُمْ وَاَزْوَاجُھُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَی الْاَرَآئِکِ مُتَّکِـُٔوْنَ﴾ (ایمان والے اور ان کی بیبیاں درختوں کے سائے میں تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے) تو ہی ملک کبیر کا مالک ہے۔ ﴿وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا﴾ (اور جب دیکھے گا تو وہاں تو دیکھے گا نعمتیں اور بڑا ملک) تو ہی محرم دیدار پروردگار ہے۔ ﴿وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ﴾ (اس دن ایمان والوں کے چہرے روشن ہوں گے اور اپنے پروردگار کے دیدار سے مسرور ہوں

گے) ایمان لانے کے یہ معنی ہیں کہ زبان سے اقرار کرے اور دل سے سچ جانے کہ دونوں جہانوں کا پیدا کرنے والا وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ (تمہارا معبود ایک ہے) اپنی الوہیت کو تمہاری طرف مضاف کر کے الٰهكم ارشاد فرمایا ہے الٰه الخلق نہیں فرمایا اس لیے کہ انسان کے سوا کسی مخلوق نے خدا کا کوئی شریک نہیں ٹھہرایا۔ دنیا کی ہر چیز خدا کو جانتی ہے کیا تمہیں ہد ہد کا قصہ یاد نہیں ہے کہ جب اس نے بلقیس کا ملک اور اس کا مال واسباب دیکھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام اور اس کے جاہ و حشم کے مقابلہ میں اس کو حقیر تصور کیا اور یہ بھی ارادہ نہ کیا کہ اس واقعہ کو چل کر حضرت سلیمان علیہ السلام سے بیان کروں لیکن جب اس نے بلقیس کو آفتاب کی پرستش کرتے ہوئے دیکھا تو نہایت غصہ سے وہاں سے اڑا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے آکر اپنے آپ کو گرا دیا اور کہنے لگا کہ بڑا تعجب ہے کہ آپ کے زمانہ حکومت میں میں نے ایک عورت وارث تاج وتخت کو مع اس کی قوم کے آفتاب کی پرستش کرتے ہوئے دیکھا قرآن شریف میں ہے: ﴿وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (میں نے اس کو اور اس کی قوم کو پایا کہ خدا کے سوا آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں) فرشتے دیو، پری وحوش وطیور سب اس کی وحدانیت کے قائل ہیں لیکن انسان کس قدر بے باک اور گستاخ ہے کہ کوئی دو خدا کا کوئی تین خدا کا قائل ہے کوئی آفتاب کو پوجتا ہے کوئی ماہتاب کی پرستش میں اپنا وقت کھوتا ہے کوئی پتھر کو اپنا خدا جانتا ہے کوئی لکڑی کے معبود ہونے کا قائل ہے۔ ایسے لوگوں کے سر پر خاک پڑے کہ ایسا کرتے ہیں اور اس کو اچھا جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی لیے از روئے شفقت فرماتا ہے کہ اے میرے حبیب ﷺ آپ اپنی اُمت سے فرما دیجیے ﴿اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ (تمہارا معبود تو ایک ہی معبود ہے) مترجم کہتا ہے باپ اپنے بیٹے پر یا استاد اپنے شاگرد پر ایسی شفقت نہ کرے گا جیسا ہمارا مالک گناہ گاروں پر شفقت کرتا ہے افسوس ہے کہ ہم پھر بھی اس کی شکر گزاری نہیں کرتے اور اپنی حرکات ناشائستہ سے باز نہیں آتے۔ ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾۔ اے اللہ ہمیں اعمال صالح کی توفیق عطا فرما ہمارا خاتمہ دین ایمان پر کرنا اپنے جوار رحمت میں ہم کو جگہ دینا۔ ہمارے گناہوں کو معاف کرنا۔ ﴿اِنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ (سوا اس کے کوئی معبود نہیں) ﴿الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ (وہ مومن کے لیے رحمان اور مشرکین کے لیے رحیم ہے کہ ان پر فی الحال عذاب نہیں ہے) ﴿اِلٰهُكُمْ﴾ تمہارا خدا ایک ہے اور تمہارا دل اور تمہاری زبان بھی ایک ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ دل سے اس کو ایک جانو اور زبان سے اس کو

ایک کہو۔ بعض نے اس کی یوں تفسیر کی ہے کہ اللہ کی بے انتہا رحمت ہے جو اس نے الوہیت کی اضافت مؤمنین کی طرف کر کے اِلٰهُكُمْ فرمایا اور مؤمنین کو ترغیب دلاتا ہے۔ ﴿الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ سے کہ تمہارا خدا ایک ہے اگر تم اس کی وحدانیت کا پورے طور سے اقرار کرو تو وہ دنیا میں تمہارے لیے رحمان اور تنگی و تاریکی قبر میں تمہارے لیے رحیم ہے۔ جب حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کرتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کرتا ہے آپ خوف الٰہی سے کانپ جاتے اور چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہو جاتا اور بعض وقت اسی سلام کے پیام سے خوش ہو جاتے۔ پس مسلمانو! خوش ہو کہ مالک حقیقی تمہیں مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ ﴿وَاِلٰـهُكُمْ﴾ اور دوسری جگہ فرماتا ہے ﴿وَاِنَّ اِلٰـهَكُمْ لَوَاحِدٌ﴾ یہاں دو حرف تاکید سے الوہیت کو مؤکد فرماتا ہے۔ ایک حرف اِنَّ دوسرے لَوَاحِد کے لام تاکید ہے اور اوپر کی آیت میں دو تاکید ارشاد ہوئیں ایک اِلٰـہٌ واحد دوسری تاکید ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُــوَ﴾ تمہارا خدا خالق تمہارا رازق ایک ہے وہ دنیا میں رحمان اور عقبیٰ میں رحیم ہے تاریکی شکم مادر میں تمہیں کس نے رزق دیا۔ دنیا میں تمہیں کس نے پالا۔ وہی رحمان نے رزق دیا اور پرورش کیا۔ اضطرار کے وقت مضطر کی پکار کون سنتا ہے۔ ﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾ وہی رحمان سنتا ہے۔ طلب مغفرت کے وقت کون بخشتا ہے۔ رحمان بخشتا ہے تمہارا عیوب کون چھپاتا ہے، رحمان چھپاتا ہے، عاجزی کے وقت کون تمہاری دستگیری کرتا ہے، رحمان کرتا ہے۔ جانکنی کی سختی کون آسان کرتا ہے۔ رحمان ہی کرتا ہے۔ تاریکی قبر میں کون فریادرس ہوتا ہے۔ رحیم ہوتا ہے۔ دفن کر کے جب عزیز و اقارب پلٹتے ہیں تو مردہ اپنے آپ کو تنہا دیکھ کر گھبراتا ہے اور اپنی عزیز و اقرباء کو پکارتا ہے لیکن مردے کی آواز زندوں کو سنائی نہیں دیتی۔ اس کے لیے کوئی جواب اس کو نہیں ملتا۔ اسی وقت فرشتے اس کو یا رحیم کہنا سکھاتے ہیں۔ تب بندہ یا رحیم کہتا ہے جواب میں حضرت الوہیت سے ارشاد ہوتا ہے ﴿لَبَّيْكَ عَبْــدِيْ لَبَّيْكَ عَبْدِيْ﴾ یعنی اے میرے بندے میں تیری فریادرسی کو موجود ہوں تو نے مجھے پہلے سے کیوں نہ پکارا کہ میں اسی وقت سے تیری فریاد کو پہنچتا۔ قبر اور قیامت اور دوزخ میں رحیم ہی تیری فریاد کو پہنچے گا۔

حکیم الامت کی جانب سے جملہ پریشانیوں کا عجیب حکیمانہ علاج:

بحوالہ کشکول معرفت تالیف پیر طریقت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ میں نے جونپور سے حضرت حکیم الامت ؒ کو خط لکھا کہ بیمار ہوں، مقروض ہوں تمام خط پریشانیوں سے بھرا ہوا تھا اس خط کا جواب مشفق سے مشفق معالج بھی لکھتا کہ صدمہ ہوا دل سے دعا

کرتا ہوں یہ وظیفہ پڑھ لیا کرو مگر ہمارے حضرت حکیم الامتؒ نے ایسا جواب لکھا کہ سبحان اللہ رُخ بدل دیا۔ حضرت نے لکھا کہ حالات موجودہ میں بدوں استحقاق جو نعمتیں آپ کو حاصل ہیں آپ نے اس خط میں ان کا کوئی ذکر نہیں کیا اگر وہ بھی سلب ہو جائیں تو کس قدر مصائب کا سامنا ہو اس جواب نے میرا رُخ بدل دیا تمام پریشانیاں سکون سے تبدیل ہو گئیں۔ یہ مکتوب شاہ عبدالغنی پھولپوری نے حضرت تھانوی کو لکھا تھا۔

فرمایا کہ ہر نعمت پر شکر کی عادت ڈالیے اس پر ترقی نعمت کا وعدہ ہے اور معاصی سے بھی حفاظت رہے گی شکر کی چار صورتیں ہیں: (۱) احساس شکر یعنی دل میں یہ خیال کرنا کہ بدون استحقاق عطا ہوا ہے یہ احسان شکر ہے۔ (۲) زبان سے اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ کہنا۔ (۳) نعمت کا استعمال صحیح ہو مثلاً بینائی کو اچھے کاموں میں لگائے کسی کو حسد کی نظر سے حقارت کی نظر سے شہوت کی نظر سے اگر دیکھا تو یہ ناشکری ہوگی کیونکہ استعمال غلط ہو گیا۔

خبردار: آنے والا وقت قریب آرہا ہے ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ (ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے):

ہر انسان اپنی مدت معینہ تک زندہ رہنے کے بعد بالآخر مرے گا۔ یہ نظام فطرت ہے اور ہر قوم اس پر متفق ہے ہم روز بروز اپنی موت کے قریب آتے جا رہے ہیں آج کو دن بھی جو گذرا وہ ہماری زندگی کا پورا ہو جائے گا تو موت آ جائے گی اور ہم قبروں میں پہنچ جائیں گے۔ قبر، حیات انسانی کے بعد موت کی پہلی سخت ترین منزل ہے۔ وہ برابر نوع انسانی کا انتظار کر رہی ہے چنانچہ جب مردہ قبر میں دفنایا جاتا ہے تو قبر اس کے کفن کو پھاڑ دیتی ہے۔ خون چوس لیتی ہے، گوشت کو کھا لیتی ہے، بدن کے ٹکڑے کر دیتی ہے اور آدمی کے جوڑ جوڑ الگ کر دیتی ہے۔

دنیا کا قیام بہت تھوڑا ہے لیکن اس کا دھوکہ بہت ہی زیادہ اس کا زندہ بہت ہی جلدی مر جائے گا۔ دنیا کا تمہاری طرف متوجہ ہونا دھوکے میں نہ ڈال دے تم دیکھتے ہو کہ یہ کتنی جلدی منہ پھیر لیتی ہے نا سمجھ وہ ہے جو اس کے دھوکے میں پھنس جائے۔ کہاں گئے وہ لوگ جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کیے۔ بڑی بڑی نہریں نکالیں اور باغات بنائے اور بہت تھوڑے دن رہ کر سب کچھ چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ اپنی صحت اور تندرستی سے دھوکے میں پڑ گئے۔ صحت کے بہتر ہونے سے ان کے اندر نشاط پیدا ہو گیا اور وہ گناہوں میں مبتلا ہو گئے اس سے بڑا بدنصیب کون ہوگا جس کے ہاتھوں میں سب کچھ ہو مگر دل میں کچھ

نہیں جو دنیا کو سب کچھ دے جائے اور ساتھ کچھ نہ لے جائے کچھ ہو مگر دل میں کچھ نہیں جو دنیا کو سب کچھ دے جائے اور ساتھ کچھ نہ لے جائے جو انسان کے درمیان خوش حال رہا ہو مگر جب خدا کے حضور ﷺ میں حاضر ہو تو اس کو بھوکے، ننگے بھکاریوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے۔

خدا کی قسم وہ لوگ مال کی کثرت کی وجہ سے قابل رشک تھے ہزاروں رکاوٹوں کے باوجود وہ خوب مال کماتے تھے اور جمع کرتے تھے اور اس مال کو جمع کرنے میں ہر قسم کی تکالیف کو خوشی سے برداشت کرتے تھے لیکن اب دیکھو کہ مٹی نے ان کے جسموں کا کیا حال کر دیا کیڑوں نے ان کے جوڑوں اور ہڈیوں کا کیا حال بنا دیا وہ لوگ اونچی اونچی مسہریوں اور نرم نرم گدوں پر خادموں کے درمیان آرام کرتے تھے، عزیز و اقارب رشتہ دار اور پڑوسی ہر وقت دلداری کو رہتے تھے لیکن اب کیا ہو رہا ہے آواز دے کر ان سے پوچھو کہ کیا گزر رہی ہے؟ غریب امیر سب ایک میدان میں پڑے ہوئے ہیں، مال داروں کو ان کے مال نے کیا دیا؟ غریبوں کو ان کی غریبی نے کیا نقصان پہنچایا؟ ان کی زبان جو بہت چہکتی تھی اس کا حال پوچھو! ان کی روشن آنکھیں جو ہر طرف دیکھتی تھیں کیا ہوئیں؟ ان کے خوبصورت چہرے کا حال پوچھ کیا ہوا۔ ان کی نرم کھال والے جسم کہاں چلے گئے کیڑوں نے ان کا کیا حشر بنا دیا؟

آہ! کہاں گئے ان کے وہ خدام (نوکر چاکر) جو ہر وقت حاضر رہتے تھے۔ کہاں ہیں ان کے وہ خیمے اور کمرے کہاں ہیں ان کے وہ مال اور خزانے جن کو جمع کر کے رکھتے تھے۔ ان کی شان و شوکت نے قبر میں جاتے وقت کوئی توشہ بھی نہ دیا۔ ان کی قبر میں کوئی بستر اور تکیہ بھی نہ بچھا دیا قبر پر سایہ کے لیے کوئی درخت اور پھلواری بھی نہ لگا دی۔

آہ! اب وہ بالکل اکیلے اور اندھیرے میں پڑے ہیں۔ اب ان کے لیے رات دن برابر ہیں نہ کسی سے مل سکتے ہیں نہ کسی کو اپنے پاس بلا سکتے ہیں کتنے نازک بدن مرد اور عورتیں تھیں آج ان کے بدن سڑ گئے اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، آنکھیں نکل کر گر پڑیں منہ میں پانی پیپ اور لہو بھرا ہوا ہے سارے بدن میں کیڑے رینگ رہے ہیں۔ ادھر یہ اس حال میں پڑے ہیں اور ان کے وارثان مزے اڑا رہے ہیں بیٹوں نے مکان اور جائیداد پر قبضہ کر لیا اور وارثوں نے مال تقسیم کر لیا۔

ہاں مگر بعض خوش نصیب ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس دھوکے کے گھر یعنی دنیا میں قبر کو یاد رکھا اور اپنے لیے توشہ جمع کیا اور اپنے پہنچنے سے پہلے اپنا سامان بھیج دیا۔ وہ اپنی قبروں میں مزے اڑا رہے ہیں تروتازہ چہروں کے ساتھ راحت و آرام کے ساتھ۔

زندگی کے جس رگ و پے میں دنیا پرستی رچی ہوئی ہو۔ بسی ہوئی ہو کیا اس سے اس بات کی توقع کی جاسکتی ہے کہ بستر جان کنی پر ہونٹوں سے نکلے ہوئے آخری الفاظ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دے رہے ہوں گے۔

اے وہ شخص جو کل قبر میں جائے گا تجھے آخر کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ کیا تجھے یہ اُمید ہے کہ یہ کم بخت دنیا تیرے ساتھ رہے گی۔ تیرے یہ وسیع مکان اور باغ تیرے یہ نرم بستر اور گرمی سردی کے کپڑے تیرے ساتھ جائیں گے۔ یاد رکھ جب ملک الموت آکر مسلط ہو جائے گا کوئی چیز اس کو ٹال نہ سکے گی۔ افسوس صد افسوس اے وہ شخص جو آج اپنے مرنے والے باپ، بھائی اور بیٹے کے کفن کا انتظار کر رہا ہے کل کو تجھے یہ سب کچھ پیش آتا ہے۔

مال و اولاد تیرے قبر میں جانے کو نہیں ☆ تجھ کو دوزخ کی مصیبت سے چھڑانے کو نہیں
جز عمل قبر میں کوئی بھی تیرا یار نہیں ☆ کیا قیامت ہے کہ تو اس سے خبردار نہیں

یوں تو دنیا دیکھنے میں فتنہ ساماں تھی مگر
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم ☆ چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم
سانس ہے اک رہرو ملک عدم ☆ دفعتہً اک روز یہ جائے گا تھم
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے ☆ کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(حضرت مجذوبؒ)

دُنیا کیا ہے؟

دنیا کی فنائیت اور بے ثباتی کا فسانہ اور اردو اشعار عارفانہ کا تازیانہ از عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ۔ ترتیب: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ۔

عارفی زندگی افسانہ در افسانہ

صرف افسانوں کے عنوان بدل جاتے ہیں

ہم دیکھتے ہی رہ گئے نیرنگ صبح و شام

عمر فسانہ ساز گزرتی چلی گئی!

(حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی دامت برکاتہم)

کیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے ☆ دیا پیام کچھ ایسا صحراء نے

(حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ)

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم ☆ رفتہ رفتہ چپکے چپکے دم بدم
رنگ رلیوں پہ زمانے کی نہ جانا اے دل ☆ یہ خزاں ہے جو بانداز بہار آتی ہے
یہ عالم عیش وعشرت کا یہ دنیا کیف و مستی کی ☆ بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی ☆ بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی

کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے

کسی کو رات دن سرگرم فریاد و فغاں پایا ☆ کسی کو فکر گوناگوں میں ہر دم سرگراں پایا
کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیر آسماں پایا ☆ بس اک مجذوب کو اس غمکدہ میں شادماں پایا

غموں سے بچنا ہو تو آپ کا دیوانہ بن جائے

نظر اکبر آبادی:

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا ☆ مشین بدن تھا معطر کفن تھا
جو قبر کہن ان کی اکھڑی تو دیکھا ☆ نہ عضور بدن تھا نہ تار کفن تھا

قضا کے سامنے بیکار ہوتے ہیں حواس اکبر
کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

(اکبر الہ آبادی)

یوں تو دُنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

یہ چمن صحرا بھی ہوگا یہ خبر بلبل کو دو ☆ تا کہ اپنی زندگی کو سوچ کر قرباں کرے
ان کے عارض کو لغت میں دیکھو ☆ کہیں مطلب نہ عارضی نکلے
دھوکے نہ دے مجھے کہیں دنیا بے ثبات ☆ آئی خزاں ہے رنگ بہاراں لیے ہوئے

آکر قضا باہوش کو بے ہوش کرگئی
ہنگامۂ حیات کو خاموش کرگئی

(حضرت حکیم محمد اختر صاحب)

چند عبرتناک اشعار: (مگر صاحب کلام کے نام یاد نہیں)

جو چمن میں گزرے تو اے صبا تو یہ کہنا بلبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

افسردگی گل پہ ہنستی جب کوئی سے کلی
آواز دی خزاں نے کہ تو بھی نظر میں ہے
مال و اولاد تیری قبر میں جانے کو نہیں
تجھ کو دوزخ کی مصیبت سے چھڑانے کو نہیں
جز عمل گور میں کوئی بھی ترا یار نہیں
کیا قیامت ہے کہ تو اس سے خبردار نہیں
رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے
آئی تھی کس کام کو کیا کرچلے
تہمتیں چند اپنے سر پہ دھر چلے
واں سے پرچہ بھی نہ لائے ساتھ میں
یاں سے سمجھانے کو لے دفتر چلے

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور ☆ جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
زندگی اک دن گزرنی ہے ضرور ☆ قبر میں میت اترنی ہے ضرور

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی ☆ جان ٹھہری جانے والی جائے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائے گی ☆ تجھ پر ایک دن خاک ڈالی جائے گی

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

درس مثنوی حضرت جلال الدین رومیؒ:

سوئے آہوئے بصیدی تافتی
خویش رومید خوکے یافتی

ترجمہ: اے سالک! تو کبھی ہرن کے شکار کے لیے دوڑا ہے اور تو تکبر اور ناز میں تھا کہ آج میں ہرن کا شکار کروں گا لیکن اچانک ہرن کے شکاری کو ایک جنگلی سور جھاڑی سے نکل کر اپنے منہ میں دبا کر اپنے نوکیلے دانتوں سے چبانے لگتا ہے۔ اس کا سارا ناز دھرا رہ جاتا ہے اور حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیا ہوا۔

یعنی جو سالک نسبت مع اللہ اور حصول دولت تعلق مع اللہ کے لیے شیخ سے وابستہ ہو کر ذکر و عبادت میں مشغول ہوتا ہے کبھی نفس و شیطان اس کو جنگلی سور کی طرح صورت پرستی کے عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں یعنی کسی عورت یا نوجوان مرد کی محبت میں مبتلا ہو کر انتہائی ذلت و پستی کے ساتھ پیشاب اور پاخانہ کے مقام پر اپنی زندگی کے ایام ولیالی (دن رات) ضائع کر کے خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ کا مصداق بن جاتا ہے لیکن توبہ کی سواری پر بیٹھ کر یہ شخص پھر پستی سے بلندی کی طرف اڑ سکتا ہے۔ فَنِعْمَ مَا قَالَ الرومیؒ۔

مرکب توبہ عجائب مرکب است ☆ تا فلک تازد بیک لحظہ زیست

ترجمہ: ”توبہ کی سواری عجیب بابرکت سواری ہے جو گنہگار کو آن واحد میں گناہ کی ذلت کے غار سے نکال کر حق تعالیٰ کی بارگاہ قرب میں پہنچا دیتی ہے اور گنہگاری کی آہ زاری و اشک ندامت اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت محبوب ہے۔ گنہگاروں کے آہ و نالہ سے دریائے رحمت میں اس طرح جوش آتا ہے کہ دم میں کافر صد سالہ فخر اولیاء ہو جاتا ہے۔

جوش میں آئے جو دریا رحم کا ☆ گبر صد سالہ ہو فخر اولیاء

حدیث قدسی: علامہ آلوسی السید محمود مفتی بغداد اپنی تفسیر روح المعانی پارہ نمبر ۳۰ سورۃ اِنَّـا اَنْـزَلْنَـا کی تفسیر میں حدیث قدسی نقل کرتے ہیں۔ ((لَاَنِيْنُ الْمُذْنِبِيْنَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِيْنَ))۔

ترجمہ: ”حدیث قدسی میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گنہگاروں کا رونا مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔“

شاعر جلیل اسی کو کہتا ہے۔

اے جلیل اشک گنہگار کے یک قطرہ کو ☆ ہے فضیلت تری تسبیح کے سو دانوں پر

تیر سوئے راست پرانیدۂ ☆ سوئے چپ رفت است تیرت دیدۂ

ترجمہ: ”اے شخص تو نے تیر کو داہنی طرف چلایا مگر تو نے دیکھا کہ تیرا تیر بائیں طرف اڑا جا رہا

ہے۔ یعنی اے سالک تجھے اپنی تدبیر پر ناز نہ کرنا چاہیے۔ تدبیر کا مفید نتیجہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے لہٰذا تیر چلانے سے پہلے دعا کرنی چاہیے کہ میرا تیر میری منزل تک پہنچا دیجیے یعنی میری تدبیر کو صحیح منزل تک رسائی نصیب فرمایئے۔ عجب اور کبر کی نحوست ہے جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نصرت ہٹ جاتی ہے تو تدبیر کا اثر الٹا ہو جاتا ہے۔

از قضا سر کنگبیں صفرا فزود
روغن بادام خشکی می نمود

ترجمہ "سکنجبین جو باعتبار تدبیر کے قاطع صفراء ہے قضائے حق سے باعتبار انجام زیادتی صفراء کا سبب بن جاتی ہے۔"

گہ نماید روضہ قعر چاہ را
گہ چو کابوسے نماید ماہ را

ترجمہ "خود بینی اور تکبر کی نحوست سے قلب کی بصیرت میں فساد آ جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے بصارت فاسد ہو جاتی ہے اور جو حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگتا ہے۔ اہل اللہ اور مقبولان بارگاہ کے چہرے انور بدبختوں کو منحوس اور برے نظر آتے ہیں اور اہل باطل کے چہرے ان کو محبوب اور منور معلوم ہوتے ہیں اس اشتباہ کا سبب اس کے باطن کا کبر اور اعراض ہوتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قہر انبیاء اور اولیاء کے چاند جیسے چہروں کو کابوس (ڈراؤنی شکل) دکھاتا ہے اور کنویں کی تاریکی کو خوشنما باغ دکھاتا ہے۔"

اشقیاء را دیدۂ بینا نبود
نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود

ترجمہ "بدبخت لوگوں کی چشم بصیرت خراب تھی اور ظاہری بصارت باطنی بصارت کے تابع ہے پس فساد باطن اور فساد قلب کے سبب ان کی آنکھوں میں نیک و بد کی پہچان تھی اور بروں کو نیک اور نیکوں کو برا سمجھنے لگے۔"

ہمسری با انبیاء برداشتند
اولیاء را ہمچو خود پنداشتند

ترجمہ "اپنی شقاوت اور کور باطنی اور قلبی فساد یعنی عجب و تکبر کے سبب انبیاء کی برابری کرنے لگے اور اولیاء اللہ کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور ان کو اپنی طرح قیاس کیا۔"

جیسا کہ حکایت ہے کہ ایک حبشی نے جنگل میں کسی مسافر کا آئینہ گرا ہوا دیکھا اور اس کے اندر اپنی کالی صورت اور لمبے لمبے دانت اور موٹے موٹے ہونٹوں کو دیکھ کر آئینہ کو گالی دے کر کہا کہ کمبخت بدصورت، منحوس ایسی بدشکل ہے تیری۔ جبھی جنگل کے ویرانے میں کسی نے پھینک دیا ہے اگر حسین ہوتا تو گھروں میں لوگ تجھ کو آراستہ رکھتے۔ اس ظالم کو خبر نہ تھی کہ اس آئینہ میں خرابی نہ تھی بلکہ یہ ہماری ہی صورت کا عکس ہے۔"

چنانچہ ابوجہل کو حضور ﷺ کا چہرہ مبارک نہایت برا نظر آتا تھا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر مجھ کو آفتاب چلتا ہوا نظر آتا ہے۔

چوں مقلب بود حق ابصار را
او بگرداند دل و افکار را

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کی ذات مقلب الابصار بھی ہے اور مقلب قلوب وافکار بھی ہے لہٰذا کثرت سے یہ دعا مانگنی چاہیے۔"

((اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ)).

[حدیث]

ترجمہ: "اے اللہ ہم کو حق کو حق دکھا اور باطل کو باطل دکھا اور حق کے اتباع کی اور باطل سے بچنے کی توفیق نصیب فرما۔"

از شراب قہر چوں مستی دہی
نیستہا صورت ہستی دہی

ترجمہ: "اے خدا! جب آپ کسی پر اس کی کسی شامت عمل کے سبب عذاب نازل فرمانا چاہتے ہیں تو فانی صورتیں اس کو نہایت مہتم بالشان معلوم ہوتی ہیں اور ایسے شخص کی مٹی مٹی کی صورتوں پر مٹی ہو جاتی ہے اور فانی اجسام قبروں میں بے نام ونشاں ہو کر عاشقوں کے لیے باعث حسرت وندامت اور ضیاع سرمایہ زندگانی بن جاتے ہیں۔ احقر کا ایک شعر ہے:

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو ☆ جوانی کر فدا اس پر دیا جس نے جوانی کو

گرز صورت بگوری اے دوستاں ☆ گلستان است گلستان است گلستاں

ترجمہ: "اے سالکین کرام! اگر صورت پرستی کے عذاب سے تم نجات پا جاؤ تو تمہاری روح کے سامنے ہر وقت اللہ تعالیٰ کے قرب کا باغ ہی نظر آئے گا۔"

الغیاث از ابتلایت الغیاث
شہ ذکور از ابتلایت چوں اناث

ترجمہ "اے خدا! میں فریاد کرتا ہوں۔ اپنی رحمت سے میرا امتحان نہ لیجیے۔ آپ کے امتحان سے پناہ چاہتا ہوں۔ بڑے بڑے مرد آپ کے امتحان میں مبتلا ہوئے تو مؤنث ثابت ہوئے۔ یعنی فیل ہو گئے۔"

یا غیاث المستغیثین اھدنا
لا افتخار بالعلوم والغناء

ترجمہ "اے فریاد کرنے والوں کی فریاد کو پہنچنے والے مجھ کو اپنے علوم پر کوئی فخر نہیں اور آپ کی رحمت سے بوجہ علم کے کوئی استغناء نہیں کیونکہ اگر آپ کا فضل شامل حال نہ ہو تو علم اور عمل میں فاصلے ہو جاتے ہیں اور علم کے باوجود آدمی بدعمل رہتا ہے اور کبر و عناد سے مغلوب ہو کر حق کو قبول نہیں کرتا اور حرص و طمع اور جاہ کی خاطر حقائق سے اعراض کرتا ہے۔ اس لیے آپ اپنی رحمت اور اپنی ہدایت کو ہر نفس میرے شامل حال رکھیے اور مجھ کو میرے نفس کے حوالے نہ فرمایئے۔"

علاج عشق مجازی سے متعلق خصوصی ہدایت:

دو رکعت صلوٰۃ حاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بہ الحاح وزاری اپنی اصلاح واستقامت کی طلب کرنا اور (۱) یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ کثرت سے پڑھنا۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ کا ورد کثرت سے معمول رہے۔ اس کے علاوہ ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پانچ سو بار عطر لگا کر نہایت مجرب ہے۔ (۲) رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا..... بعد نماز فرض تین بار پڑھنا (۳) اس مرض کا علاج معشوق سے دور رہنے کے سوا اور کچھ نہیں جس شخص سے عشق ہو اس سے سلام وکلام، خط وکتابت، اس کو دیکھنا، اس کا قلب میں خیال قصداً لانا سب ترک کر دے اور اس کی موت اور اس کی لاش کے سڑنے پھٹنے اور شکل بگڑ جانے کا خیال جمائے اور اپنی موت وشکل کے بگڑنے اور قبر ومیدان حشر کے سوال وجواب کو سوچا کرے۔ (۴) جو محبت عارضی شکل سے ہے اور عاشق ومعشوق دونوں مست ہیں۔ عاشق لذات حرام سے اور معشوق لذات حرام اور مالی منفعت سے لیکن یہ بالکل عارضی ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں کہ جو محبت آپس میں نفس کے لیے یعنی شہوت کے لیے ہوتی ہے اس کا انجام نفرت اور عداوت ہوتا ہے۔ کچھ ہی دن بعد دونوں عاشق ومعشوق ایک دوسرے کی نگاہ میں نہایت

ذلیل معلوم ہوں گے۔

اور بقول حضرت حکیم الامت تھانویؒ ہمیشہ کے لئے فاعل اور مفعول ایک دوسرے کی نظر میں ذلیل ہو جاتے ہیں۔ پھر چند دن اور چند لمحات کی لذت کے لئے عمر بھر کی عزت کو ضائع کرنا سخت حماقت ہے۔ مالی منفعت کے عوض آبرو دینا بھی نہایت نادانی ہے کیونکہ چند دن کے بعد نفرت ہو جائے گی۔ پھر حرام لذت اور مالی منفعت دونوں سے محرومی ہو جائے گی اور اگر تقویٰ سے رہے اور ایسی صورت سے دوری اختیار کرے اور صبر کرے اس معشوق سے جس کو دیکھنے سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ پس چند دن کی عارضی مشقت اٹھا لینے سے نہایت سکون کی اور عزت کی حیات ملتی ہے اس طرح سے تمام عمر ایک دوسرے کے لئے مفید اور معین ہو سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے ایک دوسرے کی مالی مدد بھی کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہمیشہ کے لئے قائم رہتی ہے اور قلب میں ایک دوسرے کے لئے عزت رہتی ہے تو اعانت کی بھی توفیق ہوتی ہے اور نفسانی محبت سے جب عزت ختم ہو جاتی ہے تو مالی اعانت کو بھی جی نہ چاہے گا۔ (۵) صالحین کی صحبت کا اہتمام رہے اگر ممکن ہو تو ایک دینی دوست بنا لو اور اس کو اپنے اوپر نگران رکھو اور اس طرح سے برعکس یعنی ایک دوسرے کو بھلی بات سکھائے اور بری سے روک ٹوک کرے۔ (٦) اکابر سے دعا کی درخواست کرتا رہے۔

علاج عشق مجازی منظوم

دل کو دے کے حسن فانی پہ نہ اجڑ جائے گا	حسن کا اجڑا ہوا منظر نہ دیکھا جائیگا
یہ حسیں تم کو کبھی آباد کر سکتے نہیں	تیرے دل کو جز الم کچھ شاد کر سکتے نہیں
عشق صورت ہے عذاب نار عاشق کے لئے	زندگی کس درجہ ہے پرخار فاسق کے لئے
صورت گل ہیں مگر خاروں سے بڑھ کر پرالم	صورۃ ان کا کرم عاشق پہ ہے صد ہا ستم
اے خدا کشتی میری طوفان شہوت سے بچا	ان حسینوں کے عذاب نار الفت سے بچا
چند دن کی چاندنی پر میر مت جانا کبھی	آفتاب حق سے ظلمت میں نہ تم جانا کبھی
عارض و گیسو کی ہیں یہ عارضی گلکاریاں	چند دن میں ہوں گی یہ تنگ خزاں پھلواریاں
ان کے چہروں سے نمک کچھ دن میں جب جھڑ جائے گا	میر ان کو دیکھ کر تو شرم سے گڑ جائے گا
اک دن بگڑا ہوا جغرافیہ ہو گا صنم	دیکھ کر تو جس کو ہو گا محو حیرت محو غم
مال و دولت، دین و ایماں آبرو چین و وقار	سب لٹا کے ایک دن ہو گا یقیناً شرمسار

بارہا دیکھا کہ کیسے تھے جو خورشید و قمر ☆ چند دن گزرے تھے کہ آئے خمیدہ سی کمر
آہ جن آنکھوں سے شربت روح افزاء تھا عیاں ☆ چند دن گزرے کہ ان آنکھوں سے اٹھتا تھا دھواں
سرخی رخسار جو تھی آہ گل برگ گلاب ☆ عاشقوں کا دل تھا جس کو دیکھ کر مثل کباب
چند دن گزر گئے کہ وہ چہرے بونق ہو گئے ☆ عاشقوں کے چہرۂ الفت بھی احمق ہو گئے
ڈھونڈتا ہے میرا رب انکے لبوں کی سرخیاں ☆ پر نظر آئیں فقط چہرے پہ ان کی جھریاں
ان کی زلف سیاہ پر جب سے سفیدی چھا گئی ☆ ہر کلی اختر غم حسرت سے پھر مرجھا گئی

(بحوالہ کشکول معرفت)

اُمت مسلمہ کی موجودہ پریشانیوں کا اسلامی حل:

آقائے نامدار رحمۃ اللعالمین ﷺ کی اُمت آج جن مصیبتوں، پریشانیوں میں گرفتار ہے یہ کسی غیر کی مسلط کردہ نہیں ہیں بلکہ شامت اعمال کا نتیجہ ہے۔

میں جب کہتا ہوں یا اللہ میرا حال دیکھ ☆ جواب ملتا ہے تو اپنا نامہ اعمال دیکھ

درج ذیل مضمون میں مولانا عتیق احمد بستوی صاحب مدظلہ نے مسلمانوں کے موجودہ خطرناک حالات کا جائزہ اوران کا اسلامی حل پیش کیا۔ (بحوالہ ماہنامہ النصیحہ چارسدہ سرحد)

اپنے جہاں کا جائزہ:

سب سے پہلے ذرا اپنے آج کے موجودہ معاشرہ پر ایک نظر دوڑائیے، منکرات ہی نہیں کتنی بے حیائیاں اور فحاشیاں سرمحفل انجام دی جارہی ہیں۔کون سی برائی ہے جو ہمارے معاشرہ میں نہ پائی جارہی ہو۔خدا کے کتنے احکام توڑے جارہے ہیں۔شادی بیاہ کا موقع ہو یا دوسری تقریبات کا،خوشی کا وقت ہو یا دوسری تقریبات کا رنج وغم کا، ہر جگہ کھلے عام احکام خداوندی کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ اس کے سچے رسول ﷺ کے طریقے پر چلنے میں شرم محسوس کی جاتی ہے۔اسلامی طریقے اور سنت کے مطابق کام کرنے کو دقیانوسیت اور ترقی کے راستہ میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ساری اسلامی تعلیمات و ہدایات کو چھوڑ چھاڑ کر مغرب کی اندھی تقلید کو روشن خیالی، ترقی پسندی اور فیشن تصور کیا جاتا ہے۔کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج اسلام ہمارے معاشرہ میں بیگانہ بنا ہوا ہے۔اسے زندگی کے تمام میدانوں سے علیحدہ کردیا گیا ہے۔سال میں دومرتبہ عیدین کے موقع پر مسجد آجانا ہی اسلام ہے اور کچھ توفیق ہوئی تو ہفتہ میں جمعہ کے روز بھی آگئے اور بس۔پھر پوری زندگی آزاد ہے۔جیسے چاہیں رہیں۔جس طرح چاہیں کمائیں،

جہاں چاہیں خرچ کریں، حالانکہ اسلام ایک مکمل دین بن کر آیا ہے۔ زندگی کے ہر میدان میں اسلام انسان کو رہنمائی دیتا ہے۔ حکومت وسیاست، کاروبار، تجارت، رہن سہن، طور وطریق، گھر کے لوگوں اور باہر کے لوگوں سے تعلقات، شادی بیاہ، تکلیف ومصیبت، بیماری وپریشانی غرض زندگی کے ہر گوشہ میں اور ہر موقع پر اسلام انسان کی پوری کی پوری رہنمائی کرتا ہے۔ اسے ہدایات دیتا ہے خالق کائنات کے احکام اور اس کے رسول کے راستہ پر چلا کر دنیا میں کامیابی عطا کرتا ہے اور آخرت کی بھی سعادت سے نوازتا ہے لیکن نہایت بے دردی کے ساتھ ان سب میدانوں سے اسلام کو علیحدہ رکھا جارہا ہے اور حد یہ ہے کہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان جن پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے۔ ان سے بھی غفلت برتی جارہی ہے۔ دین کا سب سے اہم فریضہ نماز کا جو حال ہے وہ ہمارے سامنے ہے، کتنے فی صد لوگ پنج وقتہ نمازیں پڑھنے والے ہیں، زکوٰۃ کتنے لوگ ادا کرتے ہیں۔ رمضان کے مقدس، بابرکت مہینہ کا احترام روزہ رکھ کر کیا سبھی لوگ کرتے ہیں اور حج کا بھی یہی حال ہے۔ یہ سب ہے اور پھر دوسری طرف دیکھئے کہ کتنے لوگ ہیں جو ان حالات کو دیکھ کر کڑھتے لگتے ہوں اور بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں؟ کتنے لوگ ہیں جو ان حالات میں نہی عن المنکر کی ذمہ داری کررہے ہیں؟

موجودہ نازک حالات کا اسلامی حل:

موجودہ پر خطر حالات کا حل کیا ہے؟ ہماری مشکلات کس طرح دور ہوں؟ ہمارے درد کا مداوا کیا ہے؟ خالق کائنات اور خاتم الانبیاء ﷺ نے ہمارے امراض کے لئے کون سی دوا تجویز کی ہے؟ اسے معلوم کرنے کے لئے جب ہم قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں اور احادیث کی ذخیرہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ربانی ہدایات پر مشتمل چند آیات اور احادیث ہمارے سامنے آتی ہیں۔ پہلے ان آیات واحادیث پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ تُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ﴾ [پارہ ۲۸ سورۃ تحریم آیت ۸]

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ کے آگے سچی توبہ کرو عجب کیا کہ تمہارا پروردگار (اس سے) تمہارے گناہ تم سے دور کردے۔“

﴿فَلَوْلَآ إِذْ جَآءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا۟ وَلَـٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيْطَـٰنُ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾ [پارہ ۷ سورۃ الانعام آیت ۴۳]

ترجمہ: ''انہوں نے ایسا کیوں نہ کیا جب ان کے اوپر ہماری طرف سے سختی آئی تو وہ (ہمارے سامنے) عاجزی کے ساتھ جھک پڑتے مگر (یہ کیسے ممکن تھا) ان کے دل تو سخت ہو چکے ہیں اور شیطان نے ان کو مطمئن کر دیا ہے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو بہت ٹھیک کر رہے ہو۔''

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ [پارہ ۹ سورۃ الانفال آیت ۳۳]

ترجمہ: ''اور نہ اللہ ان پر عذاب لانے والا ہے اس حال میں کہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔''

﴿وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾

[پارہ ۲۴ سورۃ الزمر آیت ۵۴]

ترجمہ: ''اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کی فرمانبرداری کرو قبل اس کہ تم پر عذاب (الٰہی) واقع ہونے لگے (اور) پھر اس وقت کسی کی طرف سے تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے۔''

ان قرآنی آیات کے بعد درج ذیل احادیث پڑھیے۔ ارشاد ہے:

((لا يرد القضاء الا الدعا ولا يزيد فى العمر الا البر عن ابى الدرداء قال قال رسول اللّٰه ﷺ ان اللّٰه تعالىٰ يقول، انا اللّٰه لا اله الا انا مالك الملك الملوك وملك الملوك قلوب الملوك فى يدى و ان العباد اذا اطاعونى حولت قلوب ملوكهم عليهم بالرحمة والرافة وان العباد اذا عصونى حولت قلوبهم بالسخطة والنقمة فساموهم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسكم بالدعاء على الملوك ولكن اشغلوا انفسكم بالذكر والتضرع كى اكفيكم ملوككم)). [مشکوٰۃ شریف]

قضا وقدر کو دعا ہی ہٹا سکتی ہے عمر میں اضافہ نیکیوں ہی کے ذریعے ہوتا ہے۔ حضرت ابوالدرداء ﷛ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہوں کا مالک ہوں اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں میں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں، بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں تو بادشاہوں کے دل ان پر رحمت اور مہربانی کے لیے پھیر دیتا ہوں اور جب میری نافرمانی کرتے ہیں تو بادشاہوں کے دل ان پر غصہ اور انتقام کے لیے پھیر دیتا ہوں، جس سے وہ ان کو سخت عذاب (اور تکالیف) پہنچانے لگتے ہیں۔ اس لیے تم بادشاہوں کے لیے بددعا کرنے میں مشغول ہونے کی بجائے میرے ذکر کی طرف متوجہ ہو اور میری طرف عاجزی اور زاری کرو تاکہ میں ان کی تکالیف سے تمہیں محفوظ رکھوں۔''

مذکورہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک بات یہ ہے کہ خالق کائنات ہی سب کا پروردگار ہے۔ اسی کے دست قدرت میں سب کچھ ہے۔ دنیا میں جو بھی واقعات اور حالات پیش آتے ہیں، وہ سب اس کے فیصلے اور مشیت سے ہوتے ہیں۔ وہ بادشاہوں کا آقا اور شاہوں کا شاہ ہے۔ تمام حکمرانوں کے دل اس کے قبضہ میں ہیں۔ جس طرف چاہتا ہے انہیں پھیر دیتا ہے۔ اس کا اعلان ہے کہ جب میرے بندے میری اطاعت کرتے ہیں میرے احکام پر عمل کرتے ہیں تو میں ان کے حکمرانوں کا دل ان کے حق میں رحمت و شفقت سے بھر دیتا ہوں اور جب میرے بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے بادشاہوں کے دل میں ان کے خلاف غصہ و نفرت بھر دیتا ہوں۔ پھر وہ انہیں میرے عذاب کا مزا چکھاتے ہیں۔

توبہ واستغفار:

دوسری بات مذکورہ آیات واحادیث سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایسے حالات میں اپنی مشکلات کو دور کرنے اور اپنے درد کا مداوا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خدا کے حضور کثرت سے استغفار و توبہ کی جائے۔ اس کے دربار میں ندامت کے ساتھ گڑگڑایا جائے۔ خوب ذکر و دعا کے ذریعہ اس کی نصرت و رحمت کو متوجہ کیا جائے۔ دعا مومنوں کا ہتھیار ہے۔ اس کے ذریعے تقدیر تک بدل جاتی ہے۔ جب تک لوگ استغفار میں مشغول رہتے ہیں۔ خدا کا وعدہ ہے وہ عام عذاب نازل نہیں فرمائیں گے۔

موجودہ حالات میں کرنے کے چند کام:

موجودہ حالات کا مستقل اور دیرپا حل بس یہی کام ہیں۔ گناہوں سے بچا جائے۔ خدا کی فرمانبرداری زندگی کے ہر گوشہ میں کی جائے۔ اپنی جن بداعمالیوں اور برے کرتوتوں کے سبب یہ مشکلات پیدا ہوئی ہیں ان سے بچا جائے اور اپنے خدائے قادر مطلق خالق کائنات سے دعائیں کی جائیں۔ اس کے فیصلہ کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ نہ دشمن اپنی سازشوں میں کامیاب ہوسکتا ہے اور نہ ہم اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ لہٰذا خدا کے دربار میں استغفار کی کثرت رکھی جائے تاکہ خدا کی نصرت و مدد کا استحقاق پیدا ہو اور اس سے دعائیں کرکے سنگین حالات اور آفات و مشکلات سے نجات حاصل کی جائے حاصل یہ ہے کہ ان حالات کے ظاہری اسباب میں زیادہ سر کھپانے کے بجائے اس سرچشمہ پر نظر جمائی جائے جہاں سے ان حالات کے پیدا کیے جانے کے فیصلے ہوتے ہیں۔ ''بے شک اللہ تعالیٰ ہی حالات کو پلٹنے کی قدرت رکھتا ہے۔'' شدید نازک حالات میں سچی توبہ اور استغفار کے علاوہ درج ذیل اعمال بھی

مصائب ومشکلات کو دور کرنے میں بہت مؤثر ہوتے ہیں۔

(۱) فرض نمازوں کا اہتمام اور نفل نمازوں کی کثرت حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تو فوراً نماز کی طرف متوجہ ہوتے۔ رسول اکرم ﷺ تو ہوا تیز ہو جانے پر بھی اللہ کے عذاب سے ڈر جاتے اور نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں گڑگڑاتے کہ کہیں یہ ہوا آندھی بن کر عذاب کی شکل اختیار نہ کر لے۔ قرآن پاک میں نماز کے ذریعہ مدد حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ [پارہ ۲ سورۃ بقرہ آیت ۱۵۳]

ترجمہ "اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔"

لیکن دورِ حاضر کے مسلمان کو شدید حالات ومشکلات میں نماز کا خیال بھی نہیں آتا۔

(۲) مصائب ومشکلات کو دفع کرنے میں صدقہ کرنا بھی بہت کارگر ہے۔ صدقہ خیرات کرنے سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔ مصائب ومشکلات خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی سب کو دور کرنے کیلئے صدقہ بہت تیز بہدف نسخہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((ان الصدقة تدفع البلاء)).

ترجمہ "بے شک صدقہ بلاؤں کو دور کرتا ہے۔"

اس لیے مسلمانوں کو اس کی پابندی کرنی چاہیے کہ خطرناک حالات میں خاص طور پر پابندی سے زکوٰۃ ادا کرنے کے علاوہ نفلی صدقہ اور خیرات بھی کرتے رہیں، غریبوں محتاجوں کی مدد کریں۔ بیواؤں، یتیموں کا سہارا بنیں۔ صدقہ خیرات کرنا حتی الامکان اخفاء کے ساتھ ہونا چاہیے۔ رازداری اور اخفاء کے ساتھ صدقہ کرنا اللہ کے یہاں زیادہ مقبول ہے۔ جیسا کہ آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

(۳) حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں سخت اندھیروں کے اندر اللہ تعالیٰ سے جن الفاظ میں فریاد کی تھی اسے بزرگوں نے مصائب کے ازالہ میں بہت مؤثر پایا ہے۔

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ [پارہ ۱۷ سورۃ انبیاء آیت ۸۷]

ترجمہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ کی ذات پاکیزہ ہے۔ بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔"

معنی کا پورا استحضار کر کے دل شکستگی اور احساس بے چارگی کے ساتھ جس قدر اس ذکر دعا کی

کثرت کی جائے اسی قدر اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے اور خطرات کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی ایک پیشین گوئی:

خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ایک زندہ جاوید معجزہ آپ کی پیشگوئیاں ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی پیش گوئیاں زمانہ گزرنے کے ساتھ درخشاں سورج کی طرح ظاہر ہوتی جارہی ہیں۔ موجودہ حالات کے تعلق سے نبی اکرم ﷺ کی ایک پیش گوئی نقل کی جاتی ہے۔ یہ حدیث نبوی مسلمانوں کے موجودہ حالات کی سچی تصویر ہے۔ اس میں مسلمانوں کے امراض کی تشخیص بھی زبان نبوت نے کردی ہے اگر مسلمان چاہیں اپنے امراض کا ازالہ کر کے حالات درست کر سکتے ہیں۔ دل و دماغ کی پوری توجہ کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی زبان سے نکلنے والی چودہ سو سال پہلے کی یہ پیش گوئی پڑھیے اور سوچیے۔

((عن ثوبان ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ یوشک الامم ان تداعی علیکم کما تداعی الاکلة الی قصعتها فقال قائل و من قلة نحن یومئذ قال بل انتم یومئذ کثیر ولکنکم غثاء کغثاء السیل ولینزعن اللہ من صدور عدوکم المهابة منکم ولیقذفن فی قلوبکم الوهن، قال قائل، یا رسول اللہ وما الوهن؟ قال حب الدنیا وکراهیة الموت)). [ابوداؤد]

ترجمہ: ”حضرت ثوبان ؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ وہ زمانہ قریب ہے۔ جب دوسری قومیں تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کھانے والے اپنے پیالے پر ٹوٹتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا کیا اس زمانے میں ہماری تعداد بہت قلیل ہوگی؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اس زمانہ میں تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی لیکن تم لوگ سیلاب کے جھاگ کی طرح (بے وزن) ہو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے سینوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں ”وہن“ ڈال دے گا ایک شخص نے سوال کیا۔ اے اللہ کے رسول ”وہن“ کیا چیز ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ دنیا کی محبت اور موت کی ناپسندیدگی۔“

انصاف سے بتایئے کہ کیا یہ دور حاضر کے مسلمانوں کی سچی تصویر نہیں ہے؟ الفاظ کے ذریعہ مسلمانوں کے موجودہ حالات کی اس سے بہتر تصویر کشی ممکن نہیں ہے۔ مسلمان کروڑوں اربوں کی تعداد میں ہیں لیکن سیلاب کے جھاگ کی طرح دنیا میں ان کا کوئی وزن نہیں ہے جو قوم چاہتی ہے۔ ان پر یلغار کرتی ہے۔ ان کی جان و مال، عزت و آبرو اور دینی شعائر پر حملہ کرتی ہے اور مسلمان کثرت تعداد کے

باوجود حالات کے سامنے ہتھیار ڈالے ہوئے ہیں اور ہر طرح کی ذلت برداشت کر رہے ہیں۔ اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے مرض کی جو تشخیص فرمائی ہے وہ بھی سو فیصد موجودہ حالات پر منطبق ہے۔ دنیا کی محبت مسلمانوں پر اس قدر غالب آ چکی ہے کہ وہ اپنا دین وایمان عزت وآبرو سب کچھ دنیا کے لیے داؤ پر چڑھائے ہوئے ہیں۔

اگر آپ غور سے جائزہ لیں گے تو محسوس ہوگا کہ مسلمانوں کی دین سے بیزاری اور فرائض سے غفلت کا بنیادی سبب حب دنیا ہے۔ دنیا کی حرص اور محبت نماز اور جماعت کی ادائیگی سے مانع ہے۔ آج کا مسلمان سوچتا ہے کہ پانچ وقت نماز پڑھنے میں خصوصاً جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے اس کی تجارت، زراعت اور صنعت وحرفت کا کچھ نقصان ہوگا۔ اسے نماز سے محرومی گوارا ہے لیکن آمدنی میں برائے نام کمی گوارا نہیں۔ حب دنیا ہی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان فرض زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں کرتا کتنے لوگ ہیں جن پر حج فرض ہے لیکن دنیا کی محبت اس اہم فریضہ کی ادائیگی سے روکتی ہے۔ حب دنیا ہی وہ روگ ہے جو ایک مسلمان سے کتنے نا کردنی کراتا ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائیوں پر ظلم کرتا ہے غرضیکہ اگر آپ باریک بینی سے جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کی ساری بداعمالیوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے۔

دنیا کی بڑھتی ہوئی محبت کا فطری نتیجہ ہے کہ انسان موت کو سخت ناپسند کرے۔ کیونکہ موت طاری ہوتے ہی دنیا سے انسان کا رشتہ ختم ہو جاتا ہے۔ سچا مؤمن موت سے نہیں ڈرتا لیکن دور حاضر کے مسلمانوں پر موت کا خوف چھایا ہوا ہے۔ مسلمان موت کے تصور سے بلکہ اس کی پرچھائیوں سے گھبرانے لگا ہے۔ دور حاضر کے مسلمان جب تک قرآن وحدیث میں بتائے ہوئے طریقوں سے اپنے دونوں روگ (دنیا کی محبت اور موت سے بیزاری اور فرار) دور نہیں کرتے ان کے لیے باعزت اور پرسکون زندگی گزارنے کا کوئی راستہ نہیں۔

مسلمانوں کا باہمی اختلاف وعداوت اور اس کی تباہ کاریاں:

قرآن پاک اور تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں جب ہم مسلمانوں کی موجودہ بدحالی، اور بے توقیری کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں ایک اور زبردست عامل بھی کارفرما نظر آتا ہے وہ ہے مسلمانوں کا حد سے بڑھا ہوا باہمی اختلاف، قرآن پاک میں مسلمانوں کے باہمی نزاع اور اختلاف کو مسلمانوں کی ہوا اُکھڑنے اور ان کی دھاک ختم ہونے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ

اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ [پارہ۱۰ سورۃ الانفال آیت۴۶]

ترجمہ: ''اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور باہم نزاع نہ کرو، ورنہ ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اس آیت میں بڑے صریح انداز میں مسلمانوں کے نزاع باہمی کو مسلمانوں کی شکست و ناکامی اور ہوا خیزی کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ دورِ حاضر میں جب ہم گھر اور خاندان کی سطح سے لے کر ملک کی سطح تک مسلم سماج کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں مسلم سماج میں سب سے نمایاں مرض باہمی عداوت، اختلافات اور انتشار نظر آتا ہے۔ اسلامی اور انسانی اخوت کا رشتہ بہت کمزور پڑ گیا ہے۔ گھر گھر میں شدید مخاصمت اور جنگ ہے۔ قریب ترین عزیزوں میں دشمنوں سے بڑھ کر دوری ہے۔ بھائی بھائی، باپ بیٹے، ماں بیٹی میں عداوت اور قطع تعلق ہے۔ ہر شخص دوسرے کا بدخواہ ہے۔ آپس کی اخوت، محبت، الفت و صلہ رحمی ختم ہو چکی ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے شریک غم ہونے کے بجائے اس کی مصیبت پر ہنستا اور خوش ہوتا ہے۔ ہمارے سماجی اتحاد کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ صلہ رحمی، تعلقات کی اصلاح اور اخوت اسلامی کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات بالکل فراموش کر دی گئی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات تو یہ تھیں۔

((ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تجسوا ولا تجسوا ولا تنا جشوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباداللّٰہ اخوانا))۔ [بخاری و مسلم]

ترجمہ: ''تم دوسروں کے متعلق بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، تم کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو اور جاسوسوں کی طرح رازدارانہ طریقے سے کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش بھی نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے پر بڑھنے کی بے جا ہوس کرو، نہ بغض و کینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو، بلکہ اللہ کے بندو اللہ کے حکم کے مطابق بھائی بھائی بن کر رہو۔''

((عن ابی الدرداء قال قال رسول اللّٰہ ﷺ الا اخبرکم بافضل من درجۃ الصیام والصدقۃ والصلوٰۃ قال قلنا بلی قال اصلاح ذات البین وفساد ذات البین ھی الحالقۃ))۔ [ابوداؤد و ترمذی شریف]

ترجمہ: ''حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتاؤں، جس کا درجہ روزے، زکوٰۃ اور نماز سے بڑھا ہوا ہے؟ ہم لوگوں نے عرض کیا،

آپ ضرور بتائیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ چیز باہمی تعلقات کی درستگی ہے اور باہمی تعلقات کا بگاڑ مونڈ دینے والا ہے۔"

((المؤمنون کرجل واحد ان اشتکی عینه اشتکی کله وان شتکی راسه اشتکی کله)). [مسلم شریف]

ترجمہ "سارے اہل ایمان ایک انسان کی طرح ہیں اگر اس شخص کی آنکھ میں درد ہوتا ہے تو پورا جسم درد میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اگر اس کے سر میں درد ہوتا ہے تو سارا جسم مبتلائے درد ہو جاتا ہے۔ (اسی طرح اگر ایک مؤمن کو تکلیف پہنچتی ہے تو تمام اہل ایمان اس درد کی کسک محسوس کرتے ہیں)۔"

((الا تنزل الرحمة علی قوم فیهم قاطع رحم)). (بیہقی قاطع رحم)

ترجمہ "اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو۔"

لیکن رسول اللہ ﷺ کی ان تعلیمات کے بالکل برعکس مسلم سماج انتشار اور بکھراؤ کا شکار ہے۔ گھر کی سطح سے لے کر ملک کی سطح تک مسلمانوں کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو چکا ہے ہر گھر اور خاندان میں قطع رحمی اور تعلقات کا بگاڑ ہے اگر کسی کے دل میں مسلمانوں کے اتحاد کا خیال آتا بھی ہے تو وہ گھر اور محلے کی سطح سے اصلاح و اتحاد کی کوشش شروع کرنے کی بجائے ملکی اور بین الاقوامی سطح سے اتحاد کی کوشش شروع کرتا ہے۔ اس لیے یہ غیر فطری کوشش ناکام ہو کر رہ جاتی ہے۔

مسلمان اگر چاہتے ہیں کہ ان کی عزت و شوکت بحال ہو اور ماضی کی طرح اقوام عالم میں ان کا وزن محسوس کیا جائے اور انہیں باعزت مقام دیا جائے تو انہیں اپنی صفوں میں دین کی بنیاد پر اتحاد پیدا کرنا ہوگا۔ آپس کے تعلقات سدھارنے ہوں گے اور رشتہ اخوت مضبوط کرنے کی اس کوشش کا آغاز اپنے گھر اور خاندان سے کرنا ہوگا اور تدریجاً اسے ملک اور پوری دنیا کی سطح تک لے جانا ہوگا۔ اصلاح و اتحاد کی کوششوں کے بغیر مسلمان نہ تو دنیا میں باعزت مقام پاسکتے ہیں اور نہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو سکتے ہیں۔

مسلمان ظلم و جارحیت سے پرہیز کریں:

ہندوستان کے موجودہ حالات کے پس منظر میں مسلمانوں کو جارحیت سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے۔ اپنی طرف سے جارحیت کا آغاز نہیں ہونا چاہیے۔ مسلمان نہ دھمکیوں سے ہراساں ہوں نہ افواہوں سے مشتعل ہوں۔ افواہوں کے بارے میں قرآن پاک میں صریح ہدایت ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ

فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾ [پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات آیت ۶]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لے کر آئے تو تحقیق کرلو، کہیں کسی قوم پر نادانی سے جانہ پڑو، پھر تمہیں اپنے کیے پر پچھتاوا ہو۔''

حالات اکثر و بیشتر افواہوں سے بگڑتے ہیں۔ بے سروپیر کی افواہوں پر ادنی تحقیق کے بغیر یقین کرلیا جاتا ہے اور کوئی کارروائی کرگزری جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں تشدد کا طوفان اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور بہت سے بے قصور افراد حالات کا شکار ہوجاتے ہیں۔ قتل وغارت گری کا بازار گرم ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں (خواہ مسلمان ہوں یا کافر) پر ظلم سخت ناپسندیدہ ہے۔ بے قصوروں کا خون کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ونصرت کا استحقاق ختم ہوجاتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کی دینی ذمہ داری کی افواہوں اور اشتعال انگیزیوں کے جواب میں صبر وتحمل پر کاربند ہوں اور ٹکراؤ سے ہر ممکن احتراز کریں۔

قرآن وحدیث میں ظلم کی سخت مذمتی آئی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ایاک ودعوۃ المظلوم فانما یسال اللّٰہ تعالٰی حقہ وان اللّٰہ لا یمنع ذا حق حقہ)). [رواہ البیھقی فی شعب الایمان]

ترجمہ: ''مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ مظلوم کا حق اللہ تعالیٰ مانگتا ہے اور بے شک کسی صاحب حق کو اللہ تعالیٰ اس کے حق سے محروم نہیں کرتا ہے۔''

جارحیت کا مقابلہ اور مدافعت ایک مذہبی فریضہ:

اللہ تعالیٰ ظلم کو کسی حال میں پسند نہیں کرتا اس لیے مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ ظلم سے مکمل پرہیز کریں لیکن جب مسلمانوں کی جان ومال عزت وآبرو اور دینی شعائر پر حملہ کیا جارہا ہو ایسی صورت میں جارحیت کا منہ توڑ جواب دینا اور اپنی جان ومال عزت وآبرو اور دینی شعائر مذہبی مقامات کی حفاظت کرنا مسلمانوں کا دینی فریضہ اور دستوری وقانونی حق ہے اگر دشمن جان ومال پر حملہ آور ہو، عزت وآبرو پر دست درازی کررہا ہو تو اسلام مسلمانوں کو راہ فرار اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ بزدلی کی تلقین نہیں کرتا بلکہ ایسے موقعوں پر اسلام صاف حکم دیتا ہے کہ دشمن سے بھرپور مقابلہ کیا جائے۔ اس کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملادیا جائے۔ جارحیت پسند دشمن کو عبرتناک سزادی جائے کہ آئندہ پھر وہ کبھی مسلمانوں کی جان ومال عزت وآبرو اور دینی شعائر کو لقمہ تر سمجھنے کا خیال دل میں نہ لائے۔ جان ومال، عزت وآبرو اور دین کی حفاظت اسلام کی نگاہ میں اتنا عظیم دینی کام ہے کہ اس راہ میں جان دینے والے

کو مقام شہادت پر فائز کیا گیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد ومن قتل دون دينه فهو شهيد ومن قتل دون اهله فهو شهيد)). [ترمذی شریف]

ترجمہ "جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ شہید ہے جو شخص اپنے خون (جان) کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے جو شخص اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔"

اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے کہ مسلمان امن پسندی اور عدم جارحیت کی پالیسی پر کاربند ہونے کے باوجود اپنے تحفظ کی جانب سے غافل نہ ہوں۔ احتیاطی اور حفاظتی تدابیر اختیار کریں۔ جارح حملہ آوروں کی کثرت اعداد اور مرعوب کن ساز وسامان ان کے عزم وحوصلہ میں کمزوری اور پاؤں میں لغزش نہ پیدا کریں۔ سچا مسلمان نہ تو حوصلہ شکن حالات سے گھبراتا ہے نہ دشمنوں کی کثرت سے مرعوب ہوتا ہے جبکہ بلکہ حالات کی سنگینی اس کے ایمان وتوکل میں اضافہ کرتی ہے۔ قرآن پاک میں اہل ایمان کی شان یہ بیان کی گئی ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ [پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۷۳]

ترجمہ "جن سے کہا لوگوں نے کہ لوگوں نے تمہارے مقابلہ کے لیے سامان اکٹھا کیا ہے۔ لہٰذا تم ان سے ڈرو تو ایمان اور بڑھ گیا اور بولے کہ ہمارے لیے ہمارا اللہ کافی ہے اور خوب کارساز ہے۔"

خلاصہ کلام:

ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اسباب کی اس دنیا میں مسلمانوں کو حالات میں تبدیلی لانے کے لیے ظاہری اسباب کی طرف توجہ ضروری ہے لیکن اس کے ساتھ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ہم اسباب کو اسباب ہی کی حد تک اختیار کریں۔ ان پر تکیہ نہ کرلیں اور واقعات کے حقیقی اور باطنی اسباب جن کا علم قرآن وحدیث سے ہوتا ہے۔ ان کی طرف سے ہم غافل نہ ہو جائیں۔ کتاب وسنت کی روشنی میں مسلمانوں کی مشکلات اور پریشانیوں کا حقیقی علاج یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے اعمال کا جائزہ لے کر خلوص دل کے ساتھ گناہوں سے توبہ واستغفار کرے۔ اپنی بداعمالیوں پر اپنے سماج سے برائیوں کو ختم کرنے اور نیکیوں کو پھیلانے کی پوری جدوجہد کرے برادران وطن کو اپنے قول وعمل اخلاق وکردار سے اسلام کی طرف بلائے۔ اسلام کی سچی دلکش تصویر ان کے سامنے پیش کرے اگر مسلمان اپنی ذمہ داریوں

کو پورا کریں گے تو انشاء اللہ حالات میں اچھی تبدیلیاں ہوں گی ۔غیبی نظام کے تحت بدتر حالات ختم ہو کر مسلمانوں کے لیے انتہائی سازگار حالات پیدا ہوں گے اور خدانخواستہ اگر موجودہ حالات و مشکلات کے حقیقی اسباب کو نظر انداز کیا جاتا رہا اور ان کے بارے میں مسلسل غفلت کا رویہ اختیار کیا گیا تو تنہا ظاہری اسباب کا اختیار کرنا کچھ کام نہ دے گا اور حالات تیزی سے بگڑتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمال درست کرنے، برائیوں سے دور رہنے اور سماج میں نیکیوں کو پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے اور امن و عافیت کی زندگی نصیب فرمائے۔

نصیحت آموز واقعات، بصیرت افروز ارشادات

حضور ﷺ کا ایک واقعہ:

میں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں کہ حضور ﷺ نے جب تادیباً اپنی بیبیوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تھی اور مشہور ہو گیا کہ حضور ﷺ نے سب کو طلاق دے دی ہے تو سب لوگ رو رہے تھے۔اس حالت میں حضرت عمر ؓ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی مگر اجازت نہیں ہوئی۔ حضرت عمر ؓ کو شبہ ہوا کہ شاید آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ حفصہؓ کی سفارش کرنے آئے ہیں اگر یہی ہوا تو ان کی سفارش ماننی پڑے گی اس لیے اجازت نہیں ملی اس لیے حضرت عمر ؓ نے پکار کر عرض کی کہ حفصہؓ کی سافرش کرنے نہیں آیا اگر حضور ﷺ آپ فرمائیں تو میں حفصہؓ کا سر اتار لاؤں میں صرف واقعہ معلوم کرنے آیا ہوں۔حضور ﷺ نے ان کو آنے کی اجازت دے دی وہ حاضر ہوئے ان کے بعد ان کی نظر دولت خانہ کی ہیئت پر پڑی تو دیکھا کہ گدے میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے ہیں اور کچھ چمڑے لٹکے ہوئے تھے۔بس یہ کائنات تھی حضور ﷺ کے سامان کی نہ بکس نہ الماری نہ میز کرسی نہ بنگلہ اور نہ کوٹھی اور نہ کوئی سامان، اس حالت کو دیکھ کر حضرت عمر ؓ کے آنسو جاری ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ قیصر و کسریٰ خدا کے دشمن صلیب پرستی کرنیوالے ان کے پاس تو ساز و سامان اور آپ ﷺ کی یہ دولت! آپ ﷺ خدا سے دعا کیجیے کہ آپ کی امت پر دنیا کی وسعت فرمادیں۔حضور ﷺ کے ادب سے یہ نہ کہا کہ آپ ﷺ پر وسعت فرمادیں جیسے کہتے ہیں کہ آپ کے خادموں کو ایسا کر دیں۔حضور ﷺ ان کی بات سن کر اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ افی شک انت عمر ۔اے عمر! تم ابھی تک شک ہی میں ہو ان لوگوں کو تو جو ملنا تھا سب دنیا میں مل گیا ہے وہاں کچھ نہیں اور ہمارے آخرت ہے۔ یہ حضور ﷺ کا ارشاد اور یہ معاشرت ہے۔

آج کل کے لوگوں کا خیال ہے حدیث مولویوں کی گھڑی ہوتی ہے میں کہتا ہوں کہ تمہارے نزدیک تاریخ تو گھڑی ہوئی نہیں تاریخ ہی کو دیکھ لیجیے کہ حضور اکرم ﷺ کے یہاں دنیا کم تھی یا زیادہ سو حدیث میں بھی ہے اور تاریخ میں بھی ہے کہ دنیا آپ کے پاس بہت ہی کم تھی یہ حالت تھی کہ بعض دفعہ آپ ﷺ کے یہاں مہمان آتے ہیں۔ پوچھنے پر آپ ﷺ کے سارے گھروں سے جواب آیا کہ گھر میں پانی تو ہے اور کچھ نہیں۔ کیا اس واقعہ سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ صرف دین ہی کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔

تشریح پورا قرآن دیکھ لیجیے۔ کہیں دنیا کو مقصود بنا کر ذکر کیا گیا ہے، جہاں بھی ذکر ہے بالذات دین ہی کا ہے۔ اسی کیساتھ کسب حلال سے منع نہیں کیا جاتا۔ حدیث ہے (کَسْبُ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ) البتہ حب دنیا سے منع کیا جاتا ہے۔ (حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ) دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات)

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی:

ایک شاعر آزاد منش تھے۔ بعض کا دل رقیق ہوتا ہے وہ بھی ایسے ہی تھے اس لیے ان کے کلام میں سوز و گداز تھا۔ ایک شخص ان کا تاری کلام دیکھ کر کلام سے ان کو صوفی سمجھ کر ایران سے چلے۔ آ کر دیکھا کہ ایک حجام خلیفہ ان کے سامنے ہے اور ان کا چہرہ استرہ سے صاف کر رہا ہے۔ اس شخص نے جلا کر "کہا آغا ریش می تراشی" شاعر صاحب نے کہا" بلے ریش می تراشم" مگر دل کسے نمی تراشم" یعنی داڑھی تو ترشواتا ہوں مگر کسی کا دل نہیں دکھاتا۔ بڑا گناہ دل دکھانا ہے۔ اس نے بے ساختہ جواب دیا کہ "ارے دل رسول اللہ می خراش" مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کو جب اطلاع ہوگی کہ فلاں شخص سنت کے خلاف کر رہا ہے تو حضور ﷺ کو کیسی ایذا ہوگی یہ سن کر شاعر کی آنکھیں کھل گئیں اور زبان حال سے یہ شعر پڑھتے تھے۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی ☆ مرا با جان جاں ہمراز کردی

ترجمہ "یعنی تم کو اللہ جزائے خیر دے میں تو اندھا تھا، آج معلوم ہوا کہ مجھ سے رسول ﷺ کے دل کو تکلیف پہنچ رہی ہے۔

عالمگیر اور ایک بہروپیہ:

جب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی تخت نشینی کا جلسہ ہوا تو کام کے لوگوں کو عطایا دیئے گئے۔ ایک بہروپیہ بھی مانگنے آیا۔ مگر عالمگیر عالم تھے اس کو مدت دیتے اور ویسے صاف کہنا بھی آداب شاہی کے

اعتبار سے ناز یا معلوم ہوا چپکے سے ٹالنا چاہا۔ اس سے کہا کہ انعام کسی کمال پر ہوتا ہے تمہارا کمال ہے کہ نا آشنا صورت میں آؤ مگر وہ بھی بھیس بدل کر آیا۔ بادشاہ نے پہچان لیا کبھی دھوکہ نہیں کھایا کہ جس روز دھوکہ دے دے گا انعام کا مستحق ٹھہرے گا۔ اتفاق سے عالمگیر کو سفر دکن کا درپیش تھا۔ بہروپیا داڑھی بڑھا کر مقدس لوگوں کی صورت بنا کر راستہ میں کسی گاؤں میں جا بیٹھا کچھ روز کے بعد شہرت ہوگئی۔ عالمگیرؒ کی عادت تھی کہ جہاں جاتے تھے علماء فقراء سے برابر ملتے تھے چنانچہ جب اس مقام پر پہنچے وہاں شہرت سن کر اول وزیر کو اس کے پاس بھیجا وزیر نے کچھ مسائل تصوف کے پوچھے اس نے سب کے جواب معقول دیئے۔ بات یہ تھی کہ اس وقت بہروپیے ہر فن کو قصداً حاصل کرتے تھے۔ وزیر نے عالمگیر سے بہت تعریف کی۔ عالمگیرؒ خود ملنے گئے۔ آپس میں خوب گفتگو رہی اور خوب سمجھ کر کہ شاہ صاحب کامل شخص ہیں چلتے وقت ایک ہزار اشرفیاں بطور نذرانہ پیش کیں اس نے لات ماری اور کہا کہ تو اپنی طرح ہم کو بھی سگ دنیا خیال کرتا ہے اس سے اور بھی اعتقاد بڑھا۔ واقعی استغنا عجیب چیز ہے عالمگیر لشکر میں واپس آئے پیچھے پیچھے بہروپیہ صاحب پہنچے کہ لایئے انعام۔ خدا حضور کو سلامت رکھے۔ بادشاہ نے کہا ارے تو تھا غرض انعام دیا مگر معمولی اور کہا کہ اس وقت جو پیش کیا تھا اس کو کیوں نہیں لیا تھا وہ تو اس سے بھی بہت زیادہ تھا اور میں اس کو واپس تھوڑا ہی لیتا۔ اس نے کہا کہ حضور اگر میں لیتا تو نقل صحیح نہ ہوتی کیونکہ وہ فقیری کا روپ تھا اور فقیر کی شان کے خلاف تھا۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا واقعہ:

حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ جب سلطنت ترک کر کے چلے گئے تو ارکان دولت میں کمیٹی ہوئی کہ کس طرح ان کو لانا چاہیے۔ وزیر گیا، دیکھا کہ آپ گدڑی اوڑھے ہوئے بیٹھے تھے۔ عرض کیا کہ حضور سلطنت درہم برہم ہو رہی ہے۔ حضور تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سلطنت تمہیں مبارک ہو مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑی سلطنت عطا فرمادی ہے اس کے بعد آپؒ نے اپنی سوئی گدڑی سے نکال کر دریا میں پھینک دی اور وزیر سے کہا کہ میری سوئی دریا سے نکلوادو۔ وزیر نے بے شمار آدمیوں کو دریا میں داخل کردیا۔ وہاں سوئی کا پتہ کہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اب ہماری سلطنت دیکھو یہ کہہ کر مچھلیوں کو مخاطب کیا کہ اے مچھلیو! میری سوئی لاؤ۔ صدہا مچھلیاں اپنے اپنے منہ میں کوئی سوئی سونے کی، کوئی چاندی کی سوئی لے کر حاضر ہوئی۔ آپؒ نے فرمایا میری وہی لوہے کی سوئی لاؤ، ایک مچھلی وہی لوہے کی سوئی لے کر نکلی آپ نے وزیر کے سامنے ڈال دی اور فرمایا کہ دیکھی میری سلطنت، تمہیں اپنی سلطنت پر بڑا ناز ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک عجیب قصہ:

ایک دفعہ دریائے نیل خشک ہو گیا۔ ہمیشہ چڑھا کرتا تھا اس سے آبپاشی ہوتی تھی اس دفعہ نہ چڑھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ یا عبداللہ بن عمرو بن العاص عامل تھے لوگوں نے آ کر عرض کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کبھی پہلے بھی ایسا ہوا، تم کیا کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ جب ایسا ہوتا ہے تو ہم ایک جوان حسین لڑکی بھینٹ کر دیتے ہیں اس سے وہ جاری ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جاہلیت کی رسم کبھی نہیں ہوگی اسلام میں اور خلیفہ کو لکھتا ہوں انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیل کے نام حکم نامہ بھیجا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ اے نیل اگر تو خدا تعالیٰ کے حکم سے جاری ہے تو کسی شیطان کے تصرف سے بند ہونے کے کیا معنی؟ اور اگر یہ نہیں ہے تو ہم کو تیری کچھ پرواہ نہیں خدا تعالیٰ ہمارا رازق ہے۔ آپ کے اس لکھنے پر مخالفین ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ دریا پر بھی حکومت کرتے ہیں مگر قلندر آنچہ گوید دیدہ گوید۔ آپ کو شبہ بھی نہ ہوا کہ ایسا نہ ہوا تو عزت کرکری ہوگی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس رقعہ کو اعلان کے ساتھ لے کر چلے اور مخالفین کا گروہ بھی آپ کے پیچھے چلا۔ ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ اس رقعہ سے دریائے نیل کے جوش سے کیا نسبت مگر وہ رقعہ دریائے نیل میں ڈالنا تھا کہ دریا کو جوش آیا اور لبریز ہو کر چلنے لگا۔

فائدہ: جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کا مطیع ہوتا ہے دنیا کی ہر چیز اس کی اطاعت کرتی ہے۔

ایک انگریز کا واقعہ:

ایک انگریز سے ان ہی کی درخواست پر میری ملاقات ہوئی تھی انہوں نے سنا تھا کہ میں نے ایک تفسیر لکھی ہے۔ پوچھا آپ نے قرآن شریف کی تفسیر لکھی ہے (شریف بھی کہا) میں نے کہا ہاں۔ کہا آپ کو کتنا روپیہ ملا؟ میں نے کہا ایک پیسہ بھی نہیں۔ کہا پھر کیا فائدہ ہوا اس کتاب کے لکھنے سے؟ میں نے کہا مجھ کو دو قسم کے فائدے ہوئے ایک دنیا کا اور ایک آخرت کا۔ دنیا کا فائدہ تو یہ ہے کہ قوم کے ہاتھ میں ان کے کام کی ایک کتاب آ گئی جس کا دیکھنا ان کے لیے موجب حظ ہو گیا اور اس کو دیکھ کر میں مسرور ہوں گا اور آخرت کا فائدہ وہ ہے جس کو خوشنودی حکام کہتے ہیں اس کام سے سب حکام کے حاکم یعنی احکم الحاکمین کی خوشنودی کی اُمید ہے یعنی خدا تعالیٰ کی خوشنودی۔

فائدہ: اس بات سے اس پر بڑا اثر ہوا اور اس بات کی اس نے بڑی قدر کی۔ دیکھیے جو دنیا طلبی میں امام ہیں ان کے نزدیک اچھی بات کی پھر بھی قدر ہے اور جو ان کے مقلد ہیں ان کے نزدیک قرآن کا پڑھنا طوطے کی طرح رٹنا اور فضول۔ افسوس لوگوں نے دین کو بہت دور پھینک دیا ہے دین کا فائدہ تو

فائدے کے افراد میں سے ہی نہیں رہا اور غیر قوموں کو دیکھیے کہ ان کو اپنے مذہب کی کتنی قدر ہے وہ مذہب کے لیے کتنی کوشش کر رہے ہیں حالانکہ وہ باطل ہے؟ (حضرت تھانویؒ)

میدان حشر میں ایک نیکی کی تلاش:

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص ہوگا جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی حکم ہوگا رہائی چاہتے ہو تو جس طرح سے ہو سکے نیکیوں کا پلہ بھاری کرو۔ ایک نیکی بھی اور ہو تو پلہ بھاری ہو سکتا ہے وہ بے چارہ اہل محشر سے اپنی شناساؤں سے اور اعزاء اور اقارب سے اور جس سے بھی ہو سکے گا سوال کرے گا لیکن کہیں سے بھی سوائے نفی کے جواب نہ ملے گا کیونکہ ہر شخص کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ ہر شخص کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ شاید ہمارے حساب میں بھی ایک نیکی کی کمی آ جائے اور اس کی بدولت ہم اٹکے پڑے ہیں۔ غرض کوئی نہ دے گا لیکن ایک شخص ایسا ہوگا جس کے پاس برائیاں ہی برائیاں ہوں گی اور نیکی صرف ایک ہوگی وہ کہے گا کہ بھائی جب تو اتنی نیکیاں کر کے صرف ایک نیکی کی کمی کی وجہ سے جنت میں نہ جا سکا۔ روک دیا گیا تو میرے پاس تو بجز ایک نیکی کے سب بدیاں ہیں میں تو دوزخ میں یقیناً ہی جاؤں گا کیونکہ ایک نیکی میری اتنی برائیوں کا کہاں تک مقابلہ کرے گی لہٰذا مجھے تو بیکار ہی ہے۔ لے تو ہی لے جا ممکن ہے تیرا ہی کام بن جائے۔ بس اس ایک نیکی سے حسنات کا غلبہ ہو جائے گا۔ اب رحمت الٰہی دیکھیے کہ اس شخص کو بلایا جائے گا جس نے یہ نیکی دی تھی اور اس سے سوال ہوگا تم نے اپنی نیکی دوسرے کو کیوں دیدی۔ اب تمہارے پاس تو بجز گناہوں کے کچھ بھی نہ رہا۔ وہ کہے گا الٰہی میں نے یہ دیکھ کر ایک شخص کے پاس ہزاروں نیکیاں تھیں مگر ایک کی کمی سے وہ جنت میں نہ جا سکا یہ سمجھ لیا کہ میرے پاس تو ایک ہی نیکی ہے قانون کے موافق میری مغفرت نہیں ہو سکتی اس لیے میں نے دوسرے کو اپنی نیکی دے دی کہ وہ تو بخش دیا جائے گا حکم ہوگا کہ ہم نے تجھ کو بھی بخشا اس کو قانون سے اور تجھ کو فضل سے بخشا تو نے اس شخص پر رحم کیا ہم نے تجھ پر رحم کیا۔ نیکی کی قدر وہاں ہوگی۔

فائدہ: نیکی کی قدر، قیامت میں ہوگی۔ حدیث میں ہے کہ لوگ ایک ایک نیکی کے بدلے اٹک جائیں گے اور نجات نہ ہو سکے گی۔

ایک قیمتی آئینہ:

کسی امیر نے ایک بزرگ (غالباً عبدالقادر جیلانیؒ) کی خدمت میں ایک چینی آئینہ بہت قیمتی ہدیہ بھیجا تھا وہ بزرگ کبھی کبھی اس میں اپنا منہ دیکھا کرتے تھے اتفاقاً وہ آئینہ خادم کے

ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا۔ اس کو بڑا ہی ڈر ہوا کہ دیکھیے کیا ہوگا۔ کیسا جلال آئے گا جب خادم کو عتاب کا ڈر ہوا تو اس نے سوچا کہ بزرگ زندہ دل ہوتے ہیں لاؤ شاعری بگھار و خوش ہو کر چھوڑ دیں گے چنانچہ وہ حاضر ہوا اور کہنے لگا۔

ماقضا آئینہ چینی شکست......　آپ فی البدیہ فرماتے ہیں:

خوب شد اسباب خود بینی شکست........　یعنی اس آئینہ کا بھی جھگڑا تھا خود بینی کا سبب تھا اچھا ہوا ٹوٹ گیا۔ پاپ کٹا۔

فائدہ: اہل اللہ کے دنیوی تعلقات کی یہ حالت ہوتی ہے کہ انہیں کسی چیز کے نہ آنے سے فرحت ہوتی ہے ہونہ جانے سے غم، اسی کو کہتے ہیں، انقطاع خلق۔

تا بدانی ہر کہ را یزداں..... نخواند۔ - از ہمہ کار جہاں بیکار ماند

یعنی جسے اللہ تعالیٰ اپنا بنالیتے ہیں اسے تمام دنیا کے کاروبار سے بے کار کر دیتے ہیں مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ زراعت، تجارت، بیوی بچے سب چھوٹ جاتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے دل کو کوئی خاص لگاؤ اور تعلق نہیں رہتا بلکہ خاص لگاؤ اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔

حلال کمائی کی برکت:

ایک شخص عبداللہ شاہ تھے دیو بند میں جو گھاس بیچتے تھے جو ملتا اس میں سے ایک حصہ اپنی والدہ کو دیتے اور ایک حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے اور باقی اپنے خرچ میں لاتے۔ انہوں نے ایک مرتبہ حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرات کی دعوت کی۔ مولانا نے فرمایا کہ دعوت کہاں سے کروگے تمہارے پاس ہے ہی کیا۔ کہنے لگے جو حصہ خیرات کا نکالتا ہوں اسی سے دعوت کروں گا غرض پانچ آنے جمع کیے اور حضرت مولانا کے پاس لائے اور کہا تم ہی پکا لیجیو۔ میں کہاں جھگڑا کروں گا اگر دنیا دار بھی اس طرز کو اختیار کرلیں تو کیا اچھا ہو مہمان تھے کئی اور پیسے صرف پانچ آنے۔ بزرگ مہمانوں کا مشورہ ہوا کہ کوئی سستی سی چیز تجویز کی جائے چنانچہ میٹھے چاول گڑ کے تجویز کیے بڑی احتیاط سے پکائے گئے کوری ہانڈی منگائی گئی پکانے والے کو وضو کرا دیا گیا۔ غرض ہر طرح کی احتیاط کی گئی وہ چاول تھے ہی کتنے ایک ایک دو دو لقمہ کھا لیے مولانا خود فرماتے تھے کہ ان دو لقموں کی برکت تھی کہ ایک ماہ تک قلب میں انوار و برکات محسوس ہوتے تھے۔ ایک ماہ کامل یہ اثر رہا۔

فائدہ: حضرت تھانوی فرماتے ہیں میں کہتا تھا جس کی کمائی کے ایک لقمہ کا یہ اثر ہے جو دن رات اسی کو

کھاتا ہے اس کی کیا حالت ہو گی دوستو! اگر اللہ اور رسول ﷺ کی کامل محبت ہو گی تو یہ بات پیدا ہو جائے گی۔

حکایت حضرت محمد بن منذر رحمۃ اللہ علیہ جب روتے تو اپنے چہرے اور داڑھی پر آنسو ملتے اور کہتے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ جس جگہ آنسو لگ جائیں آگ نہیں چھوئے گی اس لیے ایماندار کو چاہیے کہ وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتا رہے اور اپنے آپ کو نفسانی خواہشات سے روکتا رہے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾

[پارہ ۳۰ سورۃ النزعات آیت ۳۷ تا ۴۱]

ترجمہ ''پس جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو جہنم اس کا ٹھکانہ ہو گا اور جو اپنے رب تعالیٰ کے مقام سے ڈرا اور اس نے اپنے آپ کو خواہش نفس سے روکا تو اس کا ٹھکانہ جنت میں ہو گا۔''

اب جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنا چاہے اور ثواب و رحمت حاصل کرنا چاہے وہ دنیا کی آفات پر صبر کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادات اور گناہوں سے پرہیز میں لگا رہے۔

حکایت حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ ابلیس ان کے سامنے ظاہر ہوا اس پر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ کیا ہیں؟ اس نے کہا، یہ شہوات ہیں جن کے ذریعے میں بنی آدم کو شکار کرتا ہوں حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا میرے لیے بھی کچھ ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ البتہ ایک شب آپ نے سیر ہو کر کھایا تھا تو میں نے آپ کو بوجھل کیفیت میں مبتلا کر دیا تھا۔ ''انہوں نے فرمایا اب یہ ضروری ہے کہ آج کے بعد کبھی سیر ہو کر نہ کھاؤں۔'' ابلیس کہنے لگا، یہ ضروری ہے کہ آج کے بعد کبھی انسان کو نصیحت نہیں کروں گا۔

اب دیکھیے یہ تو حال ہے کہ جس نے صرف ایک رات پیٹ بھر کر کھایا اور جس نے زندگی بھر ایک رات بھی فاقہ نہیں کیا، وہ عبادت کیا کرے گا؟

حکایت حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ ایک بار انہوں نے جو کی روٹی پیٹ بھر کر کھائی اس رات کو ورد نہ ہو سکا اور وہ سوتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی۔

''کیا تمہیں میرے گھر سے بہتر گھر مل گیا ہے یا میرے پڑوس سے بہتر پڑوس مل گیا ہے؟ میری عزت و جلال کی قسم اگر تم فردوس پر نظر کر دو اور پھر جہنم پر بھی ایک نظر کر لو تو آنسوؤں کے بجائے خون رونے لگو اور کپڑوں کے بجائے لوہا پہن لو۔''

حکایت حضرت ابوالحسن رازی نے اپنے والد کو دو سال بعد خواب میں دیکھا ان پر تارکول کا لباس تھا انہوں نے کہا کہ اے ابا جان! کیا بات ہے آپ کی حالت دوزخیوں کی سی دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے کہا، اے بیٹے! میرے نفس نے مجھے دوزخ کی طرف دھکیل دیا اے بیٹے نفس کے دھوکے سے بچتے رہو۔

إِنِّي ابْتُلِيتُ بِأَرْبَعٍ مَا سَلَّطُوا ☆ إِلَّا لِشِدَّةِ شِقْوَتِي وَعَنَائِي
إِبْلِيسُ وَالدُّنْيَا وَنَفْسِي وَالْهَوَى ☆ كَيْفَ الْخَلَاصُ وَكُلُّهُمْ أَعْدَائِي
وَأَرَى الْهَوَى تَدْعُوا إِلَيْهِ خَوَاطِرِي ☆ فِي ظُلْمَةِ الشَّهَوَاتِ وَالْآرَاءِ

(میں چار میں مبتلا ہوا اور یہ صرف بد نصیبی اور بدبختی کی وجہ سے طاری ہوئے)
(اور میں خواہش کو دیکھتا ہوں کہ میرے خیال اس کے داعی ہیں شہوات و خیالات کے اندھیرے میں)

حضرت حاتم اصم فرماتے ہیں۔ میرا نفس میری سرحد ہے۔ میرا علم میرا ہتھیار ہے۔ میرا گناہ میری بدبختی ہے۔ شیطان میرا دشمن ہے اور میرا نفس غدار اور دھوکہ کرنے والا ہوتا ہے۔

حضرت ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ایک نیک آدمی کی عیادت کے لیے گیا وہ بیمار تھے اور عظیم بزرگوں میں سے تھے ان کے شاگردوں کے پاس بیٹھے تھے اور وہ رو رہے تھے۔ ان کی عمر بھی شدید بڑھاپے تک پہنچ چکی تھی۔ میں نے کہا، اے شیخ! کیوں روتے ہو، کیا دنیا پر؟ فرمایا ہرگز نہیں۔ میں تو صرف نماز رہ جانے پر روتا ہوں۔ میں نے پوچھا، یہ کیسے؟ آپ نے نماز پڑھ رکھی ہے۔ فرمایا میں آج تک دنیا میں زندہ رہا مگر میں نے سجدہ کیا تو غفلت میں سر اٹھایا تو غفلت میں اور آج غفلت کی حالت میں مر رہا ہوں پھر انہوں نے گہرا سانس لیا اور کہا۔

تَفَكَّرْتُ فِي حَشْرِي وَيَوْمَ قِيَامَتِي ☆ وَإِصْبَاحِ خَدِّي فِي الْمَقَابِرِ ثَاوِيَا
(میں نے اپنے حشر اور قیامت کے دن کے بارے میں غور کیا کہ جب میرا رخسار قبر میں پڑا ہوگا)

فَرِيدًا وَحِيدًا بَعْدَ عِزٍّ وَرِفْعَةٍ ☆ رَهِينًا بِجُرْمِي وَالتُّرَابُ وِسَادِيَا
(عزت و بلندی کے بعد اکیلا پڑا ہوں گا۔ میرا بدن قابو ہوگا اور مٹی ہی تکیہ ہوگی۔)

تَفَكَّرْتُ فِي طُولِ الْحِسَابِ وَعَرْضِهِ ☆ وَذُلِّ مَقَامِي حِينَ أُعْطِي كِتَابِيَا
(میں نے طول و عریض حساب پر سوچا اور جس وقت اعمال نامہ ملے گا اس وقت پریشان ہوں گا)

وَلٰكِنْ رَجَائِي فِيكَ رَبِّي وَخَالِقِي ☆ بِأَنَّكَ تَعْفُو يَا إِلٰهِي خَطَايَا
(مگر اے میرے رب اور اے میرے خالق مجھے تجھ پر امید ہے کہ اے میرے معبود تو

میرے گناہوں کو معاف کر دے گا۔)

عیون الاخبار میں حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ لوگ تین باتیں کرتے ہیں مگر افعال میں تینوں کے خلاف کرتے ہیں۔

(۱)　کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں مگر کام کرتے ہیں آزاد (نافرمان) لوگوں جیسا یہ ان کے کلام کا اُلٹ ہوا۔

(۲)　کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہماری روزی کا کفیل ہے۔ مگر ان کے دل دنیا کے بغیر مطمئن نہیں ہوتے اور دنیا کا ایندھن اکٹھا کرتے رہتے ہیں یہ بھی ان کے قول کے اُلٹ ہوا۔

(۳)　کہتے ہیں کہ موت کا آنا ایک اٹل بات ہے مگر وہ اس طرح کام کرتے ہیں جیسے وہ کبھی نہیں مریں گے۔ یہ بھی ان کے کلام کا اُلٹ ہوا۔

حکایت حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک نبی ﷺ نے پچاس سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے تجھے بخش دیا۔ انہوں نے عرض کیا آپ مجھے کیوں بخشیں گے میں نے تو کوئی گناہ ہی نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک رگ کو حکم دیا اس میں درد ہو گیا اور رات بھر سو نہیں سکے۔ صبح کے وقت فرشتہ آیا انہوں نے اس کے سامنے درد کی تکلیف بیان کی فرشتے نے کہا آپ کا رب تعالیٰ فرماتا ہے "تمہاری پچاس (۵۰) سال کی عبادت اس رگ کے درد کی شکایت کے برابر نہیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صدقہ کے دودھ سے قے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دودھ نوش فرمایا کہ اس کا مزہ کچھ عجیب سا معلوم ہوا جن صاحب نے پلایا تھا ان سے دریافت کیا کہ یہ دودھ کیسا ہے، کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا فلاں جنگل میں صدقہ کے اونٹ چر رہے تھے کہ میں وہاں گیا تو ان لوگوں نے دودھ نکالا جس میں سے مجھے بھی دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منہ میں ہاتھ ڈالا اور سارے کا سارا قے فرما دیا۔

فائدہ ان حضرات کو اس کا ہمیشہ فکر رہتا تھا کہ مشتبہ مال بھی بدن کا جز نہ بنے چہ جائیکہ بالکل حرام جیسا کہ ہمارے اس زمانے میں شائع ہو گیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا احتیاطاً باغ وقف کرنا:

ابن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرا دل نہیں چاہتا کہ بیت المال سے کچھ لوں لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے نہ مانا

کہ بقت ہوگی اور تمہاری تجارت کی مشغولی نے مسلمانوں کا حرج ہوگا اس مجبوری سے مجھے لینا پڑا اس لیے اب فلاں باغ اس کے عوض دے دیا جائے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا تو حضرت عائشہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا اور والد کی وصیت کے مطابق وہ باغ دے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہارے باپ پر رحم فرمائیں۔ انہوں نے یہ چاہا کہ کسی کو لب کشائی کا موقع ہی نہ دیں۔

ف: غور کرنے کی بات ہے کہ اول تو وہ مقدار ہی کیا تھی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لی۔ اس کے بعد لینا بھی اہل الرائے کے اصرار سے تھا اور مسلمانوں کے نفع کی وجہ سے اس میں بھی ممکن سے ممکن احتیاط ہو سکتی تھی اس کا اندازہ معلوم ہو گیا کہ بیوی نے تنگی اٹھا کر پیٹ کاٹ کر کچھ دام میٹھے کے لیے جمع کیے تو ان کو بیت المال میں جمع فرما دیا اور اتنی مقدار مستقل کم کر دی اس سب کے بعد یہ آخری عمل ہے کہ جو کچھ لیا اس کا بھی معاوضہ داخل کر دیا۔ (فضائل اعمال)

حضرت علی بن معبد کا کرایہ کے مکان سے تحریر کو خشک کرنا:

علی بن معبد ایک محدث ہیں فرماتے ہیں میں ایک کرایہ کے مکان میں رہتا تھا ایک مرتبہ میں نے کچھ لکھا اور اس کو خشک کرنے کے لیے مٹی کی ضرورت ہوئی۔ کچی دیوار تھی مجھے خیال آیا کہ اس پر سے ذرا سی کھرچ کر تحریر پر ڈال دوں۔ پھر خیال آیا کہ مکان کرایہ کا ہے (جو رہنے کے واسطے کرایہ پر لیا گیا نہ مٹی لینے کے واسطے) مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اتنی ذرا سی مٹی میں کیا مضائقہ۔ معمولی چیز ہے میں نے مٹی لے لی اور رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہیں جو یہ کہہ رہے ہیں کہ کل قیامت کو معلوم ہوگا یہ کہنا کہ معمولی مٹی کیا چیز ہے۔

ف: "کل معلوم ہوگا" کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ تقویٰ کے درجات بہت زیادہ ہیں کمال درجہ یہ یقیناً تھا کہ اس سے بھی احتراز کیا جاتا اگرچہ عرفاً معمولی چیز شمار ہونے سے جواز کی حد میں تھا۔

(بحوالہ فضائل اعمال)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قبر پر گزر:

کمیل ایک شخص کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ایک مرتبہ جا رہا تھا وہ جنگل میں پہنچے پھر ایک مقبرے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے مقبرے والو! اے بوسیدگی والو! اے وحشت اور تنہائی والو! کیا خبر ہے کیا حال ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہارے بعد اموال

تقسیم ہو گئے۔ اولادیں یتیم ہو گئیں۔ بیویوں نے دوسرے خاوند کر لیے۔ یہ تو ہماری خبر ہے کچھ اپنی تو کہو۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کمیل اگر ان لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوتی اور یہ بول سکتے تو یہ لوگ جواب میں یہ کہتے کہ بہترین توشہ تقویٰ ہے۔ یہ فرمایا اور پھر رونے لگے اور فرمایا۔ اے کمیل! قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت بات معلوم ہو جاتی ہے۔

ف: یعنی آدمی جو کچھ اچھا یا برا کام کرتا ہے وہ اس کی قبر میں محفوظ رہتا ہے۔ جیسا کہ صندوق میں۔ متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ نیک اعمال اچھے آدمی کی صورت میں ہوتے ہیں جو میت کے جی بہلانے اور انس پیدا کرنے کے لیے رہتے ہیں اور اس کی دلداری کرتے ہیں اور برے اعمال بری صورت میں بدبودار بن کر آتے ہیں جو اور بھی اذیت کا سبب ہوتا ہے ایک حدیث میں وارد ہے کہ آدمی کے ساتھ تین چیزیں قبر تک جاتی ہیں اس کا مال جیسا کہ عرب میں دستور تھا رشتہ دار اور اس کے اعمال دو چیزیں مال اور رشتہ دار دفن کر کے واپس آ جاتے ہیں عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ ؓ سے ارشاد فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری مثال اور تمہارے اہل و عیال اور مال و اعمال کی مثال کیا ہے۔ صحابہ ؓ کے دریافت کرنے پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کے تین بھائی ہوں اور وہ مرنے لگے اس وقت ایک بھائی کو وہ بلائے اور پوچھے کہ بھائی تجھے میرا حال معلوم ہے کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔ اس وقت تو میری کیا مدد کرے گا وہ جواب دیتا ہے کہ تیری تیمارداری کروں گا، علاج کروں گا، ہر قسم کی خدمت کروں گا اور جب تو مر جائے گا تو نہلاؤں گا، کفن پہناؤں گا اور کاندھے پر اٹھا کر لے جاؤں گا اور دفن کے بعد تیرا ذکر خیر کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ بھائی تو اہل و عیال ہیں۔ پھر وہ دوسرے بھائی سے یہی سوال کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ تیرا میرا واسطہ زندگی کا ہے جب تو مر جائے گا تو میں دوسری جگہ چلا جاؤں گا۔ یہ بھائی مال ہے۔ پھر وہ تیسرے بھائی کو بلا کر پوچھتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں قبر میں تیرا ساتھی ہوں وحشت کی جگہ تیرا دل بہلانے والا ہوں جب تیرا حساب کتاب ہونے لگے تو نیکیوں کے پلڑے میں بیٹھ کر اس کو جھکاؤں گا یہ بھائی عمل ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اب بتاؤ کون سا بھائی کارآمد ہوا۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہی بھائی کارآمد ہے۔ پہلے دو تو بے فائدہ ہی رہے۔

حلال مال کمانے کی ترغیب حرام مال سے بچنے کی تاکید:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ خود پاک ہیں اور پاک ہی مال قبول فرماتے ہیں

مسلمانوں کو اسی چیز کا حکم دیا جس کا اپنے رسولوں کو حکم فرمایا۔ چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًاؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ﴾ "اے رسولو! پاک چیزوں کو کھاؤ اور نیک عمل کرو، میں تمہارے اعمال سے باخبر ہوں۔" دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ "اے ایمان والو! ہمارے دیے ہوئے پاک رزق میں سے کھاؤ۔" اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ لمبے لمبے سفر کرتا (اور مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے) اور اس کے ساتھ ہی بکھرے ہوئے بالوں والا، غبار آلود کپڑوں والا (یعنی پریشان حال) دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے اے اللہ! اے اللہ! لیکن کھانا بھی اس کا حرام ہے، لباس بھی حرام ہے، ہمیشہ حرام ہی کھایا تو اس کی دعا کیوں کر قبول ہو سکتی ہے۔

تشریح: لوگوں کی ہمیشہ سوچ رہتی ہے کہ مسلمانوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں لیکن حالات کا اندازہ حدیث شریف سے کیا جا سکتا ہے اگرچہ اللہ جل شانہٗ اپنے فضل سے کبھی کافر کی بھی دعا قبول کر لیتے ہیں چہ جائیکہ فاسق کی لیکن متقی کی دعا اصل چیز ہے۔ اس لیے متقیوں سے دعا کی تمنا کی جاتی ہے جو لوگ چاہتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں ان کو بہت ضروری ہے کہ حرام مال سے احتراز کریں اور ایسا کون ہے جو یہ چاہتا ہے کہ میری دعا قبول نہ ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انتہائی احتیاط:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک مرتبہ بحرین سے مشک آیا ارشاد فرمایا کہ کوئی اس کو تول کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیتا آپ کی اہلیہ حضرت عاتکہ نے عرض کیا۔ میں تول دوں گی آپ نے سن کر سکوت فرمایا۔ تھوڑی دیر میں پھر یہی ارشاد فرمایا کہ کوئی اس کو تول دیتا تاکہ میں تقسیم کر دیتا آپ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے پھر یہی عرض کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سکوت فرمایا۔ تیسری دفعہ میں ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ تو اس کو اپنے ہاتھ سے ترازو کے پلڑے میں رکھے اور پھر ان ہاتھوں کو اپنے بدن پر پھیر لے اور اتنی مقدار کی زیادتی مجھے حاصل ہو۔

تشریح: یہ کمال احتیاط تھی اور اپنے آپ کو محل تہمت سے بچانا ورنہ جو بھی تولے گا اس کے ہاتھ کو تو لگے ہی گا اس لیے اس کے جواز میں کوئی تردد نہ تھا لیکن پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو اس لیے گوارا نہ فرمایا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جن کو عمر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے زمانہ میں ایک مرتبہ مشک تولا جا رہا تھا تو انہوں نے اپنی ناک بند فرمالی اور ارشاد فرمایا کہ مشک کا نفع تو خوشبو ہی سونگھنا ہے۔

تشریح: یہ ہے احتیاط ان صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کی اور ہمارے بڑوں کے پیشواؤں کی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا حجاج کے حاکم کو حاکم نہ رکھنا:

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک شخص کو کسی جگہ کا حاکم بنایا۔ کسی شخص نے عرض کیا کہ یہ صاحب حجاج بن یوسف کے زمانے میں اس کی طرف سے بھی حاکم رہ چکے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے ان حاکم کو معزول کر دیا انہوں نے عرض کیا کہ میں نے تو حجاج بن یوسف کے یہاں تھوڑے ہی زمانہ کام کیا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تو اس کے ساتھ ایک دن یا اس سے بھی کم رہا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ پاس رہنے کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ جو شخص متقیوں کے پاس رہتا ہے اس کے اوپر غیر معمولی اور غیر محسوس طریقے سے تقویٰ کا اثر پڑتا ہے اور جو فاسقوں کے پاس رہتا ہے اس کے اوپر فسق کا اثر ہوتا ہے اسی وجہ سے بری صحبت سے روکا جاتا ہے۔

آدمی تو درکنار جانوروں تک کے اثرات پاس رہنے سے آتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ فخر اور بڑائی اونٹ اور گھوڑے والوں میں ہوتی ہے اور مسکنت بکری والوں میں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ صالح آدمی کے پاس بیٹھنے والوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مشک والے کے پاس بیٹھا ہے کہ اگر نہ مشک ملے تب بھی اس کی خوشبو سے دماغ کو فرحت ہوگی اور برے ساتھی کی مثال آگ کی بھٹی والے کی سی ہے کہ اگر چنگاری نہ بھی پڑے تو دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں۔ (بحوالہ فضائل اعمال)

حضور ﷺ کی جنت میں معیت کے لیے نماز کی مدد:

حضرت ربیعہ ؓ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں رات گزارتا اور تہجد کے وقت وضو کا پانی دوسری ضروریات مثلاً مسواک مصلے وغیرہ رکھتا تھا ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے میری خدمت سے خوش ہو کر فرمایا۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جنت میں آپ کی رفاقت۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور کچھ کہ بس یہی چیز مطلوب ہے آپ نے فرمایا اچھا میری مدد کرنا سجدوں کی کثرت سے۔

ف: اس میں تنبیہ ہے اس امر پر کہ صرف دعا پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھنا چاہیے بلکہ کچھ طلب اور عمل کی بھی ضرورت ہے اور اعمال میں سب سے اہم نماز ہے کہ جتنی اس کی کثرت ہوگی اتنے ہی سجدے زیادہ ہوں گے۔ وہ لوگ جو اس سہارے پر بیٹھے رہتے ہیں کہ فلاں پیر فلاں بزرگ سے دعا کرائیں گے سخت غلطی ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے اس دنیا کو اسباب کے ساتھ چلایا ہے اگرچہ بے اسباب ہر چیز پر قدرت ہے اور قدرت کے اظہار کے واسطے کبھی ایسا کر بھی دیتے ہیں لیکن عام عادت یہی ہے کہ دنیا کے

کاروبار اسباب سے لگا رکھے ہیں۔ حیرت ہے کہ ہم لوگ دنیا کے کاموں میں تو تقدیر پر اور صرف دعا پر بھروسہ کر کے کبھی نہیں بیٹھتے پچاس طرح کی کوشش کرتے ہیں مگر دین کے کاموں میں تقدیر اور دعا تک ہی آ جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ والوں کی دعا نہایت اہم ہے مگر حضور ﷺ نے بھی یہ ارشاد فرمایا کہ سجدوں کی کثرت سے میری دعا کی مدد کرنا۔ (فضائل اعمال)

صحابی کا مہمان کی خاطر چراغ بجھا دینا:

ایک صحابی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بھوک اور پریشانی کی اطلاع دی۔ حضور ﷺ نے اپنے گھر میں آدمی بھیجا کہیں کچھ نہ ملا تو حضور ﷺ نے صحابہ ؓ سے فرمایا کہ کوئی شخص ہے جو ان کی ایک رات کی مہمانی قبول کرے۔ ایک انصاری صحابی ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں مہمانی کروں گا ان کو گھر لے گئے اور بیوی سے فرمایا یہ حضور ﷺ کے مہمان ہیں جو اکرام کر سکے اس میں کسر نہ کرنا اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھنا۔ بیوی نے کہا خدا کی قسم بچوں کے قابل کچھ تھوڑا سا رکھا ہے اور کچھ بھی گھر میں نہیں۔ صحابی ؓ نے فرمایا بچوں کو سلا دینا اور جب وہ سو جائیں تو کھانا لے کر مہمان کے ساتھ بیٹھ جائیں گے اور تو چراغ کے درست کرنے کے بہانے سے اٹھ کر اس کو بجھا دینا چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا اور دونوں میاں بیوی اور بچوں نے فاقہ سے رات گزاری جس پر یہ آیت ﴿یُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ﴾ نازل ہوئی۔ ترجمہ: "اور ترجیح دیتے ہیں اپنی جانوں پر اگر چہ ان پر فاقہ ہی ہو۔"

فائدہ: اس قسم کے متعدد واقعات ہیں جو صحابہ ؓ کے یہاں پیش آئے۔

حضرت خنساءؓ کی اپنے چار بیٹوں سمیت جنگ میں شرکت:

حضرت خنساءؓ مشہور شاعرہ ہیں۔ اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ آ کر مسلمان ہوئیں۔ ابن اثیر کہتے ہیں اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی عورت نے ان سے بہتر شعر نہیں کہا۔ نہ ان سے پہلے نہ ان کے بعد۔ حضرت عمر ؓ کے زمانہ خلافت ۱۶ ہجری میں قادسیہ کی لڑائی ہوئی جس میں خنساء اپنے چار بیٹوں سمیت شریک ہوئیں۔ لڑکوں کو ایک دن پہلے نصیحت کی اور لڑائی کی شرکت پر بہت ابھارا کہنے لگیں کہ میرے بیٹو! تم اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے ہو اور اپنی ہی خوشی سے تم نے ہجرت کی اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو اسی طرح ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا۔ نہ میں نے تمہاری شرافت میں کوئی دھبہ لگایا۔ نہ تمہارے نسب کو میں نے خراب کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ

جل شانہ نے مسلمانوں کے لیے کافروں سے لڑائی میں کیا کیا ثواب رکھا ہے تمہیں یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آخرت کی باقی رہنے والی زندگی دنیا کی فنا ہونے والی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ اللہ جل شانہ کا پاک ارشاد ہے: ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا﴾ ''اے ایمان والو! تکالیف پر صبر کرو اور کفار کے مقابلہ میں صبر کرو اور مقابل کے لیے تیار رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو۔'' لہٰذا کل صبح کو جب تم صحیح و سالم اٹھو تو بہت ہوشیاری سے لڑائی میں شریک ہو اور اللہ تعالیٰ سے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد مانگتے ہوئے بڑھو اور جب تم دیکھو کہ لڑائی زور پر آگئی اور اس کے شعلے بھڑکنے لگے تو اس کی گرم آگ میں گھس جانا اور کافروں کے سردار کا مقابلہ کرنا انشاء اللہ جنت میں اکرام کے ساتھ کامیاب ہو کر رہو گے چنانچہ جب صبح کو لڑائی زوروں پر ہوئی تو چاروں لڑکوں میں سے ایک ایک نمبروار آگے بڑھتا تھا اور اپنی ماں کی نصیحت کو اشعار میں پڑھ کر امنگ پیدا کرتا تھا اور جب شہید ہو جاتا تھا تو اسی طرح دوسرا بڑھتا تھا اور شہید ہونے تک لڑتا رہتا تھا بالآخر چاروں شہید ہوئے اور جب ماں کو چاروں کے مرنے کی خبر ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ان کی شہادت کا مجھے شرف بخشا مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اس کی رحمت کے سایہ میں ان چاروں کے ساتھ میں بھی رہوں گی۔

فائدہ ایسی بھی اللہ کی بندی مائیں ہوتی ہیں جو چاروں جوان بیٹوں کو لڑائی کی تیزی اور زور میں گھس جانے کی ترغیب دے اور چاروں شہید ہو جائیں تو ایک ہی وقت میں سب کام آجائیں تو اللہ کا شکر ادا کریں۔ (بحوالہ فضائل اعمال)

حضرت صفیہؓ کا یہودی کو تنہا قتل کر ڈالنا:

حضرت صفیہؓ حضور اقدس ﷺ کی پھوپھی اور حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن تھیں۔ اُحد کی لڑائی میں شریک ہوئیں اور جب مسلمانوں کو کچھ شکست ہوئی اور بھاگنے لگے تو وہ برچھا ان کے منہ پر مار مار کر واپس کرتی تھیں۔ غزوہ خندق میں حضور ﷺ نے سب مستورات کو ایک قلعہ میں بند فرما دیا تھا اور حضرت حسان ؓ ابن ثابت کو بطور محافظ کے چھوڑ دیا تھا۔ یہود کے لیے یہ موقع بہت غنیمت تھا کہ وہ تو اندرونی دشمن تھے ہی یہود کی ایک جماعت نے عورتوں پر حملہ کا ارادہ کیا اور ایک یہودی حالات معلوم کرنے کے لیے قلعہ پر پہنچا۔ حضرت صفیہؓ نے کہیں سے دیکھ لیا۔ حضرت حسان ؓ نے کہا کہ یہ یہودی موقع دیکھنے آیا ہے تم قلعہ سے باہر نکلو اور اس کو مار ڈالو وہ ضعیف تھے۔ ضعف کی وجہ سے ان کی ہمت نہ ہوئی تو حضرت صفیہؓ نے ایک خیمہ کا کھونٹا اپنے ہاتھ میں لیا اور خود نکل کر اس کا سر کچل دیا۔ پھر قلعہ میں واپس

آ کر حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ چونکہ وہ یہودی مرد تھا، نامحرم ہونے کی وجہ سے میں نے اس کا سامان اور کپڑے نہیں اتارے تم اس کے سب کپڑے اتار دو اور اس کا سر بھی کاٹ لاؤ۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ ضعیف تھے جس کی وجہ سے اس کی بھی ہمت نہ فرما سکے تو دوبارہ تشریف لے گئیں اور ان کا سر کاٹ لائیں اور دیوار پر سے یہود کے مجمع میں پھینک دیا وہ دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم تو پہلے ہی سے سمجھتے تھے کہ محمد ﷺ عورتوں کو بالکل تنہا نہیں چھوڑ سکتے ہیں ضرور ان کے کافظ مرد اندر موجود ہیں۔

فائدہ ۲۰ ہجری میں حضرت صفیہؓ کا انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر ۷۳ برس تھی اس لحاظ سے خندق کی لڑائی میں جو ۵ ہجری میں ہوئی ان کی عمر ۵۸ سال کی ہوئی آج کل اس عمر کی عورتوں کو گھر کا کام بھی دو بھر ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ ایک مرد اس طرح تنہا قتل کر دینا اور اسی حالت میں کہ یہ تنہا عورتیں اور دوسری جانب یہود کا مجمع۔

حضرت اسماءؓ کا عورتوں کے اجر کے بارے میں سوال:

اسماءؓ بنت یزید انصاری صحابیہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان میں مسلمان عورتوں کی طرف سے بطور قاصد کے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ بے شک آپ ﷺ کو اللہ جل شانہ نے مرد اور عورت دونوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا اس لیے ہم عورتوں کی جماعت آپ ﷺ پر ایمان لائی اور اللہ پر ایمان لائی لیکن ہم عورتوں کی جماعت مکانوں میں گھری رہتی ہے۔ پردوں میں بند رہتی ہے۔ مردوں کے گھروں میں گڑی رہتی ہے اور مردوں کی خواہش ہم سے پوری کی جاتی ہیں ہم ان کی اولاد کو پیٹ میں اٹھائے رہتی ہیں اور ان سب باتوں کے باوجود مرد بہت سے ثواب کے کاموں میں ہم سے بڑھتے رہتے ہیں۔ جمعہ میں شریک ہوتے ہیں، نمازوں میں شریک ہوتے ہیں، بیماروں کی عیادت کرتے ہیں، جنازوں میں شرکت کرتے ہیں، حج پر حج کرتے ہیں اور ان سے بڑھ کر جہاد کرتے رہتے ہیں اور جب وہ حج یا عمرہ کے لیے یا جہاد کے لیے جاتے ہیں تو ہم عورتیں ان کے گھروں کی حفاظت کرتی ہیں ان کے لیے کپڑا بنتی ہیں ان کی اولاد کو پالتی ہیں کیا ہم ثواب میں ان کے شریک نہیں۔ حضور اقدس ﷺ یہ سن کر صحابہ ؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ تم نے دین کے بارے میں اس عورت سے بہتر سوال کرنے والی کوئی سنی؟ صحابہ ؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! ہم کو خیال بھی نہ تھا کہ عورت بھی ایسا سوال کر سکتی ہے۔ اس کے بعد حضور اقدس ﷺ اسماءؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا غور سے سن اور سمجھ جن عورتوں نے تجھ کو بھیجا ہے ان کو بتاؤ کہ عورت کا اپنے خاوند کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اس کی خوشنودی کو ڈھونڈنا اور اس پر عمل

کرنا ان سب چیزوں کے ثواب کے برابر ہے۔ اسماءؓ یہ جواب سن کر نہایت خوش ہوتی ہوئی واپس ہو گئیں۔

تشریح عورتوں کا اپنے خاوند کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اُنکی اطاعت و فرمانبرداری کرنا بہت ہی قیمتی چیز ہے مگر عورتیں اس سے بہت ہی غافل ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ عجمی لوگ اپنے بادشاہوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں آپ ﷺ اس کے زیادہ مستحق ہیں اور ہم آپ ﷺ کو سجدہ کیا کریں۔ حضور اقدس ﷺ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر میں اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کا حکم کرتا تو عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کریں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ عورت اپنے رب کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ خاوند کا حق ادا نہ کرے ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک اونٹ آیا اور حضور ﷺ کو سجدہ کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا جب یہ جانور آپ ﷺ کو سجدہ کرتا ہے تو ہم زیادہ مستحق ہیں کہ آپ ﷺ کو زیادہ سجدہ کریں۔ حضور ﷺ نے منع فرمایا اور یہی ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ کسی کو اللہ کے سوا سجدہ کرے عورت کو حکم کرتا کہ اپنی خاوند کو سجدہ کرے ایک حدیث میں آیا کہ جو عورت ایسی حالت میں مرے کہ خاوند اس سے راضی ہو وہ جنت میں جائے گی ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر عورت خاوند سے ناراض ہو کر علیحدہ رات گزارے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آدمیوں کی نماز قبولیت کے لیے آسمان کی طرف اتنی بھی نہیں جاتی کہ سر سے اوپر ہی ہو جائے ایک وہ غلام جو اپنے آقا سے بھاگا ہو، ایک وہ عورت کہ جو خاوند کی نافرمانی کرتی ہو۔ (بحوالہ فضائل اعمال)

حضرت ام عمارہؓ کا اسلام اور جنگ میں شرکت:

حضرت اُم عمارہ انصاریہؓ ان عورتوں میں سے ہیں جو اسلام کے شروع زمانہ میں مسلمان ہوئیں اور بیعت العقبہ میں شریک ہوئیں۔ عقبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں۔ حضور ﷺ اول چھپ کر مسلمان کرتے تھے کیونکہ مشرک و کافر لوگ نو مسلمانوں کو سخت تکلیف پہنچاتے تھے۔ مدینہ کے کچھ لوگ حج کے زمانہ میں آتے تھے اور منیٰ کے پہاڑوں میں ایک گھاٹی میں چھپ کر مسلمان ہوتے تھے تیسری مرتبہ جو لوگ مدینہ سے آئے ہیں ان میں یہ بھی تھیں، ہجرت کے بعد جب لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا تو یہ اکثر لڑائیوں میں شریک ہوئیں۔ بالخصوص احد۔ حدیبیہ۔ خیبر، عمرۃ القضا، حنین اور یمامہ کی لڑائی میں اُحد کی لڑائی کا قصہ خود ہی سناتی ہیں کہ میں مشکیزہ پانی کا بھر کر احد کو چل دی کہ دیکھوں مسلمانوں پر کیا گزری اور کوئی پیاسا زخمی ملا تو پانی پلاؤں گی اس وقت ان کی عمر ۴۳ سال کی تھی ان کے خاوند اور دو بیٹے بھی لڑائی

میں شریک تھے مسلمانوں کی فتح اور غلبہ ہو رہا تھا مگر تھوڑی دیر میں جب کافروں کا غلبہ ظاہر ہونے لگا تو حضور ﷺ کے قریب پہنچ گئی اور جو کافر ادھر کا رخ کرتا تھا اس کو ہٹاتی تھی۔ ابتداء میں ان کے پاس ڈھال بھی نہ تھی بعد میں ملی جس پر کافروں کا حملہ روکتی تھیں کمر پر ایک کپڑا باندھ رکھا تھا جس کے اندر مختلف چیتھڑے بھرے ہوئے تھے جب کوئی زخمی ہو جاتا تو ایک چیتھڑا نکال کر جلا کر اس کے زخم میں بھر دیتیں۔ خود بھی کئی جگہ سے زخمی ہوئیں۔ بارہ تیرہ جگہ زخم آئے جن میں ایک بہت سخت تھا۔ ام سعید کہتی ہیں کہ میں نے ان کے مونڈھے پر ایک گہرا زخم دیکھا میں نے پوچھا یہ کس طرح پڑا تھا کہنے لگیں اُحد کی لڑائی میں جب لوگ ادھر اُدھر پریشان پھر رہے تھے تو ابن قمیہ یہ کہتا ہوا بڑھا کہ محمد ﷺ کہاں ہیں مجھے کوئی بتا دو کہ کدھر ہیں۔ آج وہ بچ گئے تو میری نجات نہیں۔ مصعب بن عمیر ؓ اور چند آدمی ان کے سامنے آ گئے جن میں میں بھی تھی۔ اس نے میرے مونڈھے پر وار کیا میں نے بھی اس پر کئی وار کیے مگر اس پر دوہری زرہ تھی۔ اس لیے زرہ سے حملہ رک جاتا تھا یہ زخم ایسا تھا کہ سال بھر تک علاج کیا اچھا نہ ہوا۔ اسی دوران حضور ﷺ نے حمراء الاسد کی لڑائی کا اعلان فرما دیا۔ ام عمارہؓ بھی سامان باندھ کر تیار ہو گئیں مگر چونکہ پہلا زخم ہرا تھا اس لیے شریک نہ ہو سکیں۔ حضور ﷺ جب حمراء الاسد سے واپس ہوئے تو سب سے پہلے ام عمارہؓ کی خیریت دریافت کی اور جب معلوم ہوا کہ افاقہ ہے تو بہت خوش ہوئے اس زخم کے علاوہ اُحد کی لڑائی میں اور بھی بہت سے زخم آئے تھے۔ ام عمارہؓ کہتی ہیں کہ اصل میں وہ لوگ گھوڑے پر سوار تھے اور ہم پیدل تھے اگر وہ بھی ہماری طرح پیدل ہوتے جب بات تھی۔ اس وقت اصل مقابلہ کا پتہ چلتا جب گھوڑے پر کوئی آتا اور مجھے مارتا تو اس کے حملوں کو میں ڈھال پر روکتی رہتی اور جب وہ مجھ سے منہ موڑ کر دوسری طرف چلتا تو اس کے گھوڑے کی ٹانگ پر حملہ کرتی اور وہ کٹ جاتی جس سے وہ بھی گرتا اور سوار بھی گرتا اور جب وہ گرتا تو حضور ﷺ میرے لڑکے کو آواز دے کر میری مدد کے لیے بھیجتے میں اور وہ دونوں مل کر اس کو نمٹا دیتے۔ ان کے بیٹے عبداللہ بن زید ؓ کہتے ہیں کہ میرے بائیں بازو میں زخم آیا اور خون تھمتا نہ تھا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس پر پٹی باندھ لو میری والدہ آئیں۔ اپنی کمر میں سے کچھ کپڑا نکالا پٹی باندھی اور باندھ کر کہنے لگیں کہ جا کافروں سے مقابلہ کر حضور ﷺ اس منظر کو دیکھ رہے تھے اور فرمانے لگے۔ ام عمارہؓ اتنی ہمت کون رکھتا ہو گا حضور اقدس ﷺ نے اس دوران ان کو اوران کے گھرانے کو کئی بار دعائیں بھی دیں اور تعریف بھی فرمائی۔ ام عمارہؓ کہتی ہیں کہ اس وقت ایک کافر سامنے آیا تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ یہی ہے کہ جس نے تیرے بیٹے کو زخمی کیا ہے میں بڑھی اور اس کی

پنڈلی پر وار کیا جس سے وہ زخمی ہوا اور ایک دم بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ بیٹے کا بدلہ لے لیا اس کے بعد ہم لوگ آگے بڑھے اور اس کو نمٹا دیا۔ حضور ﷺ نے جب ہم لوگوں کو دعائیں دیں تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! فرمایئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جنت میں آپ کی رفاقت نصیب فرمائیں۔ جب حضور ﷺ نے اسکی دعا فرمادی تو کہنے لگیں اب مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ دنیا میں مجھ پر کیا مصیبت گزری اُحد کے علاوہ اور بھی کئی لڑائیوں میں ان کی شرکت اور کارنامے ظاہر ہوتے ہیں حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد مرتدوں کا زور شور ہوا اور یمامہ میں زبردست لڑائی ہوئی اس میں بھی ام عمارہؓ شریک تھیں ان کا ایک ہاتھ بھی اس میں کٹ گیا تھا اور اس کے علاوہ گیارہ زخم بدن پر آئے تھے۔ انہیں زخموں کی حالت میں مدینہ طیبہ پہنچیں۔

فائدہ: ایک عورت کے یہ کارنامے ہیں جن کی عمر اُحد کی لڑائی میں ۴۳ برس کی تھی جیسا کہ پہلے گزرا اور یمامہ کی لڑائی میں تقریباً ۵۲ برس کی اس عمر میں ایسے معرکوں کی اس طرح شرکت کرامت ہی کہی جاسکتی ہے۔

اوّل مشاہدہ، وحدانیت باری تعالیٰ:

مولانا محمد ابراہیم دہلویؒ فرماتے ہیں اللہ اکیلے کی ہستی کا تعین کرنا ہر ایک انسان کے لیے فرض ہے کیونکہ جہاں کی ہستی انسان کو مجبور کرتی ہے صانع اور خالق کے مان لینے پر مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد ☆ ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ عالم میں دو قسم کی چیزیں موجود ہیں ایک انسانی مصنوعات ایک قدرت کی بنائی ہوئی چیزیں پس جس طرح انسانی مصنوعات میں لوہا خود بخود تلوار نہیں بن سکتا جب تک کوئی لوہار نہ بنائے اسی طرح لوہا بھی زمین کے اندر خود بخود نہیں بن سکتا۔ جب تک مولیٰ نہ بنائے افسوس ہے ان دہریوں خدا کے منکروں پر کہ ان کے نزدیک انسانی مصنوعات خود بخود عناصر کے ملنے سے نہیں بن سکتیں مگر قدرتی مصنوعات مخلوقات خود بخود مادہ عناصر کے میل سے بغیر صانع کے تیار ہو جائیں وجہ افسوس کی یہ ہے کہ وہ باریک ذرے جن سے مخلوقات تیار کی جاتی ہے اگر ان کو کسی عالم عاقل بالغ کے ماتحت تسلیم نہ کیا جائے تب یہ ضرور ماننا ہوگا کہ وہ ذرات ذی شعور اور بہت بڑے ذی شعور ہیں جو ہر چیز کے کیمیاوی اجزاء کو ایسے مناسب طریق سے باہم ملاتے ہیں کہ دنیا میں کوئی انسان عقلمند سے عقلمند بڑی بڑی کیمسٹ بھی نہیں ملا سکتی۔ مثلاً سونا زمین سے پیدا ہوتا ہے اب اس کے اندر ایسے مناسب اجزاء ملے

ہیں کہ جس سے سونا تیار ہوتا ہے مگر انسان باوجود عقل کے ایسے اجزاء نہیں ملا سکتا اسی طرح نیم کے کڑوے درخت میں پھل کا شیریں پیدا ہونا کاری گری پر دلالت کرتا ہے کہ جو انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ لوہے مقناطیس میں کشش کا پیدا کرنا کچھ ایسی خاص مناسبت اجزاء پر موقوف ہے کہ کوئی انسان یہ کشش دوسری چیز میں پیدا نہیں کر سکتا اسی طرح ہزار ہا اشیاء کی ساخت لاکھوں درخت اور پھول ایسے ہیں کہ سارے جہاں کے عقلمند ذی شعور ہیں کہ ان کی مثل کوئی عقلمند نہیں ہو سکتا اور عناصر یا ذرات کا ذی شعور کہنا بداہت باطل ہے۔ پس ضرور ہوا کہ ان ذرات سے عالم کا بنانے والا کوئی زبردست عقلمند ذی شعور ذات ہے اور نہ ادر بعد عناصر یا ان ذرات کی تو حیات بھی محقق نہیں ہوئی اور کہاں ان کا شعور پھر شعور بھی ایسا کہ جو جہاں بھر کو عاجز کرتا ہو بالضرور یہ قول حق ہے۔

ایں سبب ہا بر نظر ہا پردہ است ☆ درحقیقت فاعل ہر شے خدا است

دوسرا مشاہدہ وحدانیت باری تعالیٰ:

بہت سی ایسی مشینیں ایجاد ہوئیں جو پھولوں پھلوں کے کیمیاوی اجزاء کو الگ الگ تو کرتی ہیں مثلاً املی سے گوند، شکر ترشی پانی بھوسی جدا جدا کر دیتی ہیں مگر ہم تو جب جانیں کہ جو اجزاء جدا کیے ہیں ان کو کوٹ کر ملا کر پھر ویسی املی تیار ہو جائے اگر وہ اجزاء ملاتے بھی جاتے ہیں تو اور کوئی مہمل سی شئے تیار ہو جاتی ہے اور وہ مثل صادق آتی ہے کہ تیرا پیسا روپ بھی کھو دوں تو کیا دے گا۔ جب عقلمند انسان کی بڑی سے بڑی جماعت املی کی اجزاء معلوم ہونے کے بعد املی تیار نہ کر سکے پھر وہ ذرات ذی حیات بھی نہیں۔ ذی شعور کہاں سے ہوں گے ان ذرات میں بڑے زور لگانے سے صرف ایک حرکت منظر باہم ملنے کی بتائی گئی ہے جو کسی طرح کافی نہیں ہو سکتی پھر وہ ذرات یہ پھل پھول، یہ میوے یہ باغات یہ سونا چاندی یہ جواہرات یہ حیوانات یہ خوبصورت آدمی وغیرہ وغیرہ کس طرح بنا سکتے ہیں۔ قرآن کا فرمانا بالکل درست ہے: ﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ "بے شک اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے۔" ﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ "اور وہ ہر چیز کی ساخت کا علم رکھتا ہے۔" پھر اگر اربعہ عناصر اور وہ ذرات بھی موجود خالق کا ہونا لازم ہوا۔ پھر جو عناصر کا خالق ہے وہی سب کا خدا ہے پھر اگر اربعہ عناصر اور وہ ذرات بھی حادثات ہیں جیسا کہ بعض محققین یورپ کے تحقیق سے ثابت ہوا ہے تب تو پھر ان کے لیے بھی موجود خالق کا ہونا لازم ہوا پھر جو عناصر کا خالق ہے وہی سب کا خدا ہے۔

تیسرا مشاہدہ وحدانیت باری تعالیٰ:

حکایت خلفائے عباسیہ کی حکومت کے زمانہ میں حضرت امام اعظم کا ایک دہریہ (خدا کی ہستی کے منکر) سے مناظرہ مقرر ہوا اور زیر بحث یہی مسئلہ تھا کہ عالم کا کوئی خالق ہے یا نہیں۔ اول تو مناظرہ پھر خلیفہ اور بادشاہ کے دربار میں پھر اتنے بڑے اماموں سے دوست دشمن سب ہی موجود ہو گئے۔ دہریہ بھی آیا مگر امام اعظم وقت مقررہ سے بہت دیر کے بعد مجلس میں تشریف لائے۔ دہریہ نے پوچھا کہ آپ نے اتنی دیر کیوں لگائی آپ نے فرمایا کہ بھائی اتفاق سے آج جنگل کی طرف چلا گیا تھا۔ وہاں ایک عجیب واقعہ نظر آیا۔ جس کو دیکھ کر حیرت میں آ کر وہیں کھڑا رہ گیا پوچھا کہ جناب وہ واقعہ کیا تھا؟ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ دریا کے کنارے پر ایک بڑا درخت کھڑا تھا دیکھتے ہی دیکھتے وہ درخت خود بخود کٹ کر زمین پر گر پڑا خود بخود اس کے تختے تیار ہوئے پھر ان تختوں کی خود بخود ایک کشتی تیار ہو کر دریا میں جا پڑی جو ادھر کے مسافروں کو ادھر اور ادھر کے مسافروں کو ادھر لانے لے جانے اور پار اتارنے لگی۔ ہر ایک شخص سے محصول بھی وصول کرتی تھی دہریہ نے یہ سن کر ایک قہقہہ لگایا اور کہا کہ آپ جیسا بزرگ اور امام ایسا جھوٹ بولتا ہے بھلا یہ کام کہیں خود بخود ہو سکتے ہیں جب تک کوئی کرنے والا نہ ہو کسی طرح نہیں ہو سکتے امام صاحبؒ نے فرمایا یہ تو کچھ کام بھی نہیں ہیں۔ آپ کے نزدیک تو اس سے بھی زیادہ بڑے بڑے عالی شان کام خود بخود بغیر کسی کرنے والے کے تیار ہوتے ہیں۔ یہ زمین یہ آسمان یہ چاند یہ سورج یہ ستارے یہ باغات یہ صدہا قسم کے رنگین پھول اور شیریں پھل یہ پہاڑ یہ چوپائے یہ ساری خدائی بغیر بنانے والے کے تیار ہو گئی اگر ایک کشتی کا خود بخود بن جانا جھوٹ ہے تو سارے جہان کا بغیر بنانے والے کے بن جانا اس سے بھی زیادہ جھوٹ ہے۔ دہریہ آپ کی یہ تقریر سن کر دم بخود ہو کر حیرت میں آیا۔ پھر تھوڑی دیر کو حیرت رہ کر اپنے عقیدے سے تائب ہو کر مسلمان ہوا۔

چوتھا مشاہدہ وحدانیت باری تعالیٰ:

روایت حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے جہان کے بنانے والے کا کس طرح پتہ لگایا۔ فرمایا میں نے ایک دن ایک سفید گنبد دیکھا جس میں کہیں راستہ نہ تھا جس کا نہ در تھا نہ دروازہ، نہ کوئی اندر جا سکتا تھا اور نہ اندر سے باہر آ سکتا تھا میرے سامنے وہ گنبد خود بخود شق ہوا اور اس میں سے ایک حسین خوبصورت خوش الحان زندہ جانور کا بچہ نکلا جو کہ انڈے کے اندر ہی اپنے دشمن کی پہچان سیکھ گیا تھا۔ جو بلی یا چیل وغیرہ جیسے دشمنوں کو دیکھ کر فوراً ماں کے پروں میں چھپنا جانتا تھا۔ دشمن کا پنجہ اور ماں کی

شفقت سے کے پروں کو پہچانتا تھا جو پیدا ہوتے ہی ماں کے بلانے کی آواز سمجھتا تھا۔ جو جہان بھر میں اپنے کھانے کی چیزوں کو پہچانتا تھا۔ بغیر سکھائے کھانا پینا سارے کام خوب جانتا تھا۔ بتاؤ انڈے کے اندر کس نے اسے یہ کام تعلیم کیے تھے جو انڈے کے بند گنبد میں بچہ کو تعلیم کرنے والا ہے وہی خالق اور جہان کا بنانے والا ہے۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ.

پانچواں مشاہدہ وحدانیت باری تعالیٰ:

حکایت ایک عالم سے پوچھا کہ آپ نے خالق کو کس طرح پہچانا فرمایا کہ مجھے ایک کالی بھینس نے خدا کی ہستی کا پتہ بتایا۔ میں نے دیکھا کہ ایک کالا بے ڈول سا جسم جو نہایت بری صورت کا ایک جانور ہے جو بہت سا کڑوا گھاس پھونس کھا کر ساری رات میرے سامنے بیٹھا رہا۔ نہ وہ کہیں گیا اور نہ کوئی اس کے پاس آیا۔ صبح کو اس جانور نے سفید رنگ کا نہایت خوش ذائقہ خوشبودار سا دودھ دیا جس میں سے بہت سا مکھن نکلا دودھ کے گرم کرنے کے لیے ایندھن بھی ساتھ ساتھ موجود ہوا تھا یعنی گوبر لہٰذا دودھ ایک ہی جگہ ایک ہی برتن سے نکلتا نظر آتا تھا مگر دودھ میں گوبر کا اثر گوبر میں دودھ کا نشان تک نہ تھا ایک ہی برتن سے مخالف دو چیزوں کا نکلنا اور پھر ایک کا ایک سے الگ رہنا کیونکر ہوا۔ اس کوزے سے کس مشین نے یہ دودھ کھینچ کر نکالا۔ ضرور یہ کسی بڑے قدرت والے کا کام ہے۔ قرآن مجید اس مشین کے مالک کا نام بتاتا ہے: ﴿نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ﴾ خدائے برحق فرماتا ہے کہ "ہم پلاتے ہیں تم کو جانور کے پیٹ سے خون اور گوبر کے درمیان سے خالص دودھ جو خوشگوار ہے، پینے والوں کے لیے۔

چھٹا مشاہدہ: وحدانیت باری تعالیٰ:

حکایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ آپ نے خدا کو کس طرح پہچانا۔ فرمایا۔ "عَرَفْتُ رَبِّىْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ" "میں نے اپنے رب کو مضبوط ارادوں بڑے بڑے عاقلوں کے منصوبے ٹوٹ جانے کے سبب پہچانا کہ ضرور ان سب عاقلوں سے بالاتر کوئی اور طاقت ہے جس کے سامنے سب عاجز ہیں موجودہ زمانے میں اس اجمال کی تشریح یوں ہو سکتی ہے کہ جب ایڈورڈ ہفتم بادشاہ انگلستان و ہندوستان کے پیٹ میں شدید زخم ہوا اور وہ زخم کسی طرح اچھا نہ ہوا بعض ڈاکٹروں کی رائے ہوئی کہ پیٹ میں شگاف دیا جائے بعض نے کہا کہ شگاف دینے کے بعد جان بر ہونا مشکل ہے کل پر انجام ہیں اتفاق رائے اسی پر ہوا کہ ضرور میں شگاف دے کر زخم صاف کیا جائے اور شگاف دینے کے وقت بعض تقدیر پر

غالب آئے گی۔ اتفاق سے وہ جراحی عمل موافق ہوا اور علاج درست آیا۔ بادشاہ کو شفا ہوئی پھر تو جو کچھ ان جراحوں نے ناز کیا اور بجا کلمے منہ سے نکالے وہ واقفوں پر روشن ہیں لیکن اس تجربہ اور تدبیر کے تقدیر پر غالب آنے کے بعد جب بادشاہ کے مرنے کا وقت آیا اور ''اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ'' کا مطلب پورا ہونے کو ہوا اس وقت وہ سارے تجربہ کار ڈاکٹر جن کو اپنے علم پر بڑا ناز تھا جو اپنی تدبیر کو تقدیر پر غالب سمجھتے تھے جو اس سے پہلے جراحی عمل کر کے موت کو ٹال چکے تھے جو اپنے کام میں نہایت پختہ کار تھے۔ وہ سب کے سب وہاں کھڑے تھے اور بادشاہ اپنی جان خدا کے حوالے کر رہے تھے افسوس اس وقت سب کی تدبیریں غلط ہوئیں آخر تقدیر کا لکھا ہوا تدبیر پر غالب آیا سارے منصوبے ٹوٹ گئے۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا کے بڑے بڑے عقلمندوں کی تدبیریں ٹوٹ جانے سے مجھے معلوم ہوا کہ ان سب کے اوپر کوئی اور طاقت موجود ہے جو سب کو زیر کرتی ہے بس وہی زبردست خدا ہے۔

ساتواں مشاہدہ وحدانیت باری تعالیٰ:

تشریح: زمانہ حال میں علمی تجربہ میں جس قدر بڑھتے گئے خدا کی ہستی کا اور بھی زیادہ ثبوت ملتا گیا۔ ایک اچھا زہریلا سانپ جس کو کاٹے وہی مر جائے مگر ایک سانپ کا دوسرے سانپ کو کاٹنا کوئی نئی بات پیدا نہ کر سکے۔ محققانہ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ ہر ایک سانپ کے منہ میں دو عظیم الشان خزانے ہیں ایک سم قاتل اور دوسرا تریاق یہ دونوں باہم ضد ہیں لیکن بہت ہی پاس پاس یہ دو دشمن آباد ہیں جن کی پیدائش کی ایک ہی جگہ ہے ایک منہ ایک غذا سے پیدا ہوئے ہیں ان کے بیچ میں ایک باریک سا پردہ ہے جو ہر ایک خزانے کو الگ الگ رکھتا ہے اول باریک آلات کے ذریعے سے وہ دونوں خزانے توڑ کر الگ الگ نکالے گئے پھر باریک سی پچکاری کے ذریعے زہر کا خزانہ جو نہایت قلیل سی زہریلی رطوبت تھی ایک کتے کے بدن میں پہنچائی۔ تب فوراً ہی وہ کتا مر گیا پھر تریاق کی پچکاری دوسرے کتے کے لگائی گئی اس کے بعد زہریلی پچکاری لگا کر دیکھا تو اب کوئی اثر پیدا نہ ہوا اس طرح سے زہر اور تریاق کے دو متضاد خزانے بہت ہی پاس پاس مل گئے زہر کی حالت یہ ہے کہ کل کائنات زہر کے ایک قطرہ کا ساٹھواں حصہ رطوبت ہے مگر تاثیر میں دو تین بوند سنکھیا سے بھی زیادہ تیز ہے۔ اسی طرح تریاق کی حالت بھی ایسی ہے جس کی مقدار قطرہ کا ساٹھواں حصہ بھی نہیں مگر تاثیر شفا میں منوں زہر مہرہ خطائی سے زیادہ ہے۔ کثیر المقدار تریاق افاعی سے اثر میں فاضل سے پھر اتنے قریب قریب اس طرح آگ پانی کا رکھنا اور ایک ہی مادہ سے ضدوں کا پیدا کرنا عقل پر موقوف ہے پھر وہ اس قابل ہے کہ خدائی کا تاج اس کا حصہ قرار دیا جائے اس

کی حکمتیں وہی خوب جانتا ہے جو کچھ ہمیں بتا دیا وہ ہم بھی کہہ سکتے ہیں اگر اس زہر کے مقابل تریاق نہ ہوتا تو سانپ کی نسل دنیا میں نہ رہ سکتی ایک سانپ دوسرے سانپ کو کاٹ کر فوراً فنا کر دیتا اور سانپ کے منہ میں زہر بہت سے فائدوں کے لیے امانت رکھا گیا ہے اگر ایک کالے سانپ کا زہر ایک بوند پانی میں حل کیا جائے پھر اس بوند سے ایک قطرہ دس بوند میں ملا کر حل کیا جائے پھر اس دس بوند سے ایک قطرہ اس آفت رسیدہ کو پلایا جائے جو کہیں راہ و راستہ میں دب کر رہ گیا ہو اور پھر بہت دیر کے بعد نکالا برف کی ٹھنڈک سے جس کا تمام خون جم گیا۔ سانس آنا بند ہو کوئی دم کا مہمان ہو۔ علاج بالضد ہوتا ہے اگر برف والے مریض کو کوئی ایسی قوی دوا دی جائے کہ جس کے سبب بدن میں حرارت فوراً پھیل جائے تو یہ مریض ابھی اچھا ہو سکتا ہے ایسی کوئی دوا موجود نہ تھی بجز اس زہر کے جو مدبر کیا گیا ہے۔ پس اس کا ایک قطرہ پلاتے ہی فوراً سارے بدن میں گرمی ہی کے ساتھ روح پھیل جائے گی اور دوبارہ زندگی میسر ہوگی۔ ﴿خلق لکم ما فی الارض جمیعا﴾ "جو کچھ زمین میں ہے وہ سب لوگوں کے نفع کے لیے اس خالق نے پیدا کیا ہے۔"

آٹھواں مشاہدہ وحدانیت باری تعالیٰ:

مشاہدہ اگر ہم سے کوئی پوچھے کہ تم نے خدا کی ہستی کو کس طرح جانا تو ہم اسے جواب دیں گے کہ ہم نے بڑے بڑے شہروں میں بڑی بڑی کپڑوں کی مشینیں دیکھی ہیں جن میں سے کوئی ریشمی کپڑا بنتی ہے کوئی اونی کوئی سوتی جن میں سے ہم کو ایک ریشمی کپڑے کی مشین کی کا اتفاق ہوا مشین کے ایک سرے پر الجھا ہوا ریشم ڈالا جاتا تھا اور دوسری طرف سے تیار ریشمی تھان اٹھایا جاتا تھا اس کی صورت یہ تھی کہ کچھ پرزے اس ریشم کو درست کرتے، آگے جا کر کچھ پرزے اسے کاٹ کر سوت بناتے، کچھ پرزے تانا بانا ٹھیک کرتے۔ کچھ پرزے کپڑا بنتے، کچھ پرزے پھول اور بیل بوٹے ڈالتے۔ کچھ پرزوں کے ذریعہ مختلف رنگتیں ڈالی جاتی تھیں جب تھان بن کر تیار ہوا تو کچھ پرزوں نے تھان کو تہ کیا مارکہ (نشان) لگایا۔ ایک پرزہ نے تھان کو کاٹ کر مشین کو الگ کر دیا۔

الغرض دو تین ہزار گز میں یہ کام پھیلا ہوا تھا۔ جس کو مختلف صدہا پرزے کرتے تھے اور بہت سے قلی مستری لوگ مشین کے چلانے بنانے کھولنے میں لگے ہوئے تھے۔ فی الحقیقت انسانی دماغ کے نتیجہ کو دیکھ کر تعجب ہوا لیکن جب ہم نے اس عجیب صنعت کو کارخانہ الٰہی کی صفت سے ملا کر دیکھا تو سب کچھ انسانی کمالات، ہیچ اور بدنما معلوم ہوئے جو کام ایک بڑی بھاری مشین نے جس کا پھیلاؤ سینکڑوں

فنوں میں تھا جس کے ہزار ہا پرزے تھے جس کی اسٹیم کا بیلر بہت بڑا تھا جس کے قلی اور ملازم بے شمار تھے جب کچھ تھان ریشمی پھولدار تیار ہوتے نظر آتے تھے مگر یہ سارے کام کارخانہ الٰہی میں تین یا پانچ کے چھوٹے چھوٹے درختوں میں موجود تھے جن کی لمبائی چوڑائی دو چار انچ زمین کے اندر ہوگی جس میں نہایت اعلیٰ قسم کے سبز رنگ کے پتے جن کا بنا ریشمی کپڑے سے کہیں عمدہ اور نازک اور ملائم اور خوش رنگ ہے جن میں سات سات قسم کے مختلف رنگ کے پھول لگے ہوئے تھے پھولوں میں رنگتیں، رگوں پر نازک خوشبودار پوست پوست پر شبنم کی اوس نظر آئی الٰہی اس مشین قدرت کا انجن کہاں ہے جو ایک باغ میں لاکھوں درختوں کو بنا رہا ہے کتنے پرزے ہیں جو ہر ایک درخت کے پتوں کو بنا رہے ہوں گے کتنے پرزے پتیوں میں کنگوری کاٹ رہے ہوں گے پھر کتنے پرزے سڑی ہوئی زمین سے دلکش خوشبوئیں نکال کر پھولوں میں بسا رہے ہوں گے کتنے پرزے درختوں کی جڑ میں الگ تاثیر ٹہنیوں میں الگ تاثیر پتیوں میں الگ تاثیر کلیوں میں الگ پھلوں میں الگ تاثیر عطا کر رہے ہوں گے کتنے پرزے پھلوں میں رنگتیں رنگوں میں ذائقے ترش و شیریں پیدا کر رہے ہوں گے الٰہی ایک ہی درخت ہے جو دو چار فٹ زمین میں کھڑا ہے جس کے بے حد صد ہا پرزوں کی صد ہا ملازمین کی ضرورت معلوم ہوتی ہے مگر یہاں نہ کوئی ملازم ہے نہ کوئی پرزہ سارے کام اور لاکھوں آدمیوں کے کام تو صرف اپنے ہی حکم کے اشارہ سے کر رہا ہے بے شک پتی پتی تیری وحدانیت کا پورا ثبوت ہے۔

ہر گیاہ کہ از زمین روید ☆ وحدہ لاشریک لہ گوید

اگرچہ خانوں کے روشن دان سے دھوپ کا شعلہ آفتاب کے وجود کی دلیل ہے تو خود آفتاب اپنی جلالت اور سطوت کے ساتھ اس پاک ذات کی وحدانیت کے رحمت کی دلیل ہے۔ یہاں بہت سی بیلیں ایسی بھی موجود ہیں کہ جن کا تعلق زمین سے کچھ بھی نہیں وہ صرف ہوا سے اپنی پرورش کے اجزاء کو کھینچ کر اپنا کام کرتی ہیں پھر ان کی سبزی انکے قسم قسم کے رنگین پھول پھلوں کی خوشبوئیں ضرور قدرت کی بڑی یادگار ہے ہر زباں میں اس کی یاد یکساں ہوتی ہے۔

نواں مشاہدہ:

حکایت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمۃ نے جب ہندوستان کے کسی بڑے شہر کو فتح کیا شہر میں داخلہ کے وقت ایک برہمن جس کی عمر سو سال سے زیادہ تھی آپ کے سامنے لایا گیا۔ جو چپکے چپکے کچھ پڑھ رہا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا تو کیا پڑھتا ہے۔ برہمن نے کچھ کہا کہ جس کا ترجمہ یہ تھا: ﴿ الْمَحْفُوظُ الْمُنْتَقِمُ

مِنَ الْمُحِيطِ اِلَى الْمَرْكَزِ مُتَسَاوِيَةٌ "یعنی گول دائرہ کا درمیانی نقطہ جس کے سہارے سے دائرہ کھینچا جاتا ہے جس کو مرکز بھی کہتے ہیں اس درمیانی نقطہ کی جانب گول حلقے سے جتنے خط سیدھے نکلیں گے وہ باہم برابر ہوں گے ان میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہوگی یعنی جس طرح ہر خط کا دائرہ سے نکل کر درمیانی نکتہ تک پہنچنا یکساں ہے اسی طرح ہر زبان میں خدا کی تسبیح کا مطلب اور خدا کی پہچان سارے جہاں میں یکساں ہے اسی لئے علم نحو میں یہ قاعدہ پاس ہو چکا ہے کہ ہر غائب کی ضمیر سے پہلے اس کا مرجع مذکور ہونا چاہئے ورنہ اضمار قبل الذکر منع ہے لیکن اگر یہی غائب کی ضمیر ذات باری تعالیٰ کے لئے ہے تو اس کے لئے پہلے سے مرجع کا ذکر کرنا لازم نہیں کیونکہ اس کی ذات ہر جگہ ہر مکان میں موجود ہے۔ ہر دل میں ہر ایک زبان میں اس کا ذکر ہے۔ وہ سب جگہ حاضر ہے ہر شخص اسے خوب جانتا ہے۔ ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾ کا یہی مطلب ہے۔

دسواں مشاہدہ:

کسی بزرگ سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک خدا کی قدرت کی بڑی نشانی کون سی چیز ہے۔ فرمایا کہ فرش زمین جس کو رات دن ہم پیروں سے روندتے، اپنی نجاستوں سے آلودہ کرتے ہیں، جس کی شان میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ﴾ "ہم نے زمین کا بچھونا بچھایا پھر ہم کیسے عمدہ بچھانے والے ہیں۔" زمین کے فرش میں متضاد اوصاف کا جمع کرنا محض اسی قدرت والے کا کام ہے آج اگر ہزار روپیہ فٹ کا قالین بنایا جائے اس میں بھی ایسے وصف جمع نہیں ہو سکتے نرمی اور سختی باہم دو متضاد صفتیں کس خوبی سے زمین میں جمع کی گئی ہیں نرم اتنی کہ ایک خلال کے تنکے یا ناخن سے کھودنا شروع کرو وہ برابر کھدتی جائے گی سخت اتنی کہ بڑے سے بڑے قلعے ہزار با محل ہزاروں پہاڑ اس نرم بستر پر رکھ دیجیے سب کو اپنی پشت پر اٹھالے گی۔ ایک تل کے برابر نیچے نہ دھنسے گی نہ دبے گی پتھر نہ پتھر کی طرح سخت ہے جس پر لیٹنے کمر دکھ جائے نہ پانی کی طرح نرم ہے کہ پیر رکھتے ہی دب جائے وہ درمیانہ وصف عطا فرمایا کہ سبحان اللہ کہ صورت کالی مٹی ہے مگر باطن کتنا صاف اور پوشیدہ ہے پھولوں کی صفائی اور نزاکت زمین ہی کی صاف باطنی کا نتیجہ ہے تعجب کی بات ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے پانی کے مٹکوں میں صاف ستھرا پانی چھان کر بھرے خواہ مٹکے سونے کے ہوں یا چاندی کے یا شیشے کے ہوں یا مٹی کے چوتھے پانچویں دن ضرور پانی خراب میلا اور گدلا ہو جائے گا پانی میں بو آنے لگے گی، کیڑے پڑ جائیں گے مگر یہی پانی برسوں تک کنویں کی تہ اور کالی کیچڑ میں کیسا موتی سا صاف شفاف اور ستھرا رہتا ہے نہ بدبو پیدا ہوتی ہے نہ کیڑے پڑتے ہیں بلکہ کالی کیچڑ میں پانی ایسا صاف رہتا ہے جیسے سیپ میں

سوتی محفوظ رہتا ہے سبزی اور کالی مٹی میں کس نے آپ کے لئے پانی چھان کر رکھا ہے غور کا مقام ہے کہ سونے چاندی کے سکے میں چھنا ہوا پانی میلا ہو جائے گا مگر کنویں کی کیچڑ میں پانی صاف رہے۔ معلوم ہوا کہ زمین کا باطن نہایت صاف ہے اور یہ سب کچھ اس خالق کی قدرت ہے۔ اس بستر کی سخاوت کو دیکھئے کہ جب آپ کوڑا یا نجاست کے ٹوکرے بھر بھر کر زمین پر ڈالیں گے یہ اپنے کرم سے آپ کو دو کنا میوہ غلہ رنگین اور خوشبودار پھول اور خوش ذائقہ پھل اس قدر عطا کرے گا کہ آپ سے لئے نہ جائیں گے نجاست لے کر پھول اور عطر دینا، کوڑا لے کر میوہ جات عوض میں دینا اسی فرش زمین کا کام ہے ایک گٹھلی آم یا کھجور کی اس زمین کو دیجئے عظیم الشان درخت لیجئے۔ پھر سالہا سال تک صدہا من شیریں آم یا کھجوریں لیتے جائیے۔ ایک مرتبہ کنواں کھودیئے ہزاروں برس تک پانی پیئے جائیے۔ ایک دانہ گیہوں کے عوض سو دانے دینا اس خاکی فرش کا حوصلہ ہے۔ یہ سب کچھ عطا اس پاک و بے نیاز کی ہے جس کی شان کا یہ مبارک فرش زمین ایک ادنیٰ سا نمونہ ہے۔ ابتداء سے انتہا تک مخلوقات کی ضرورتیں ساری اسی زمین سے پوری کر دیں کھانے کی جگہ کھانا میوہ کی جگہ میوہ لباس کی جگہ لباس زیور کی جگہ زیور جواہرات عطر کی جگہ عطر پھولوں کی جگہ پھول غرض جو کچھ پایا سب کچھ اسی زمین سے پایا گیا۔ خوب فرمایا ہے: ﴿أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا﴾ "ہم نے زمین کو تمہاری ساری موت و حیات کی ضرورتوں کے لئے کافی بنایا ہے۔"

سکندر بادشاہ کا عجیب واقعہ:

کتاب حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ جس وقت سکندر رومی فتوحات حاصل کرتا ہوا ملک چین تک پہنچا تو چین کی شہزادی نے پہلے سے سکندر کی تصویر اتروا کر منگا رکھی تھی اور اسی وجہ سے چین کی شہزادی سکندر کو پہچانتی تھی سکندر نے فوج کو شہر سے باہر ٹھہرا کر خود لباس بدل کر فقیر بن کر شہر کے اندر داخل ہو کر بادشاہ کے محل تک پہنچا جب چین کی شہزادی نے اس فقیر کو دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ فقیر سکندر بادشاہ ہے۔ حکم دیا اس فقیر کو تین دن تک قید خانہ میں رکھو اور دانہ بھی کھانے کو نہ دو بھوجب حکم سکندر کو بند کیا گیا چوتھے روز چین کی شہزادی نے سکندر کو اپنے سامنے بٹھا کر لاکھوں روپے کے موتی اور جواہرات سکندر کے سامنے رکھے اور کہا کہ یہ کھا لیجئے مگر سکندر نے بھوک کی شدت کی وجہ سے اس طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا اس کے بعد ملکہ چین نے جو کی روٹی سکندر کے سامنے رکھی وہ روٹی سکندر نے کھا کر پانی پیا تب چین کی شہزادی نے کہا ان بیش قیمت جواہرات کی طرف آپ نے توجہ نہ فرمائی صرف تین دن کے قید خانہ نے آپ کے نزدیک سارے جہان کے مال کو بے کار کر دیا۔ ابھی تو آپ کی زندگانی باقی ہے۔ فوج بھی

موجود ہے۔ یہ تاؤ کہ مرنے کے بعد کون سی چیز دنیا کی آپ کے کام میں رہے گی۔ اے بادشاہ! اسکی بے کار چیز کے لئے کیوں دنیا کو قتل کرتا اور تباہ کرتا پھر رہا ہے۔ جا قناعت اختیار کر یہ نصیحت سن کر سکندر نے ملک چین سے فوج کو ہٹا لیا۔

حاصل کلام:

دیکھو تین روز کے قید خانہ کی تکلیف نے کروڑ ہا روپے کے جواہرات کو بے کار کر دیا صرف ایک ٹکڑا جو کی روٹی کا کام رہ گیا تھا لیکن یاد رکھو کہ جب قبر کے قید خانہ میں جاؤ گے تو وہاں سب کچھ بے کار ہو جائے گا جو کی روٹی کا ٹکڑا بھی کام نہ آئے گا وہاں صرف نیک عمل ہی کام کے رہ جائیں گے اس لئے مسلمانو! تم نیک عملوں کو بہت کوشش سے کیا کرو۔ (تفسیر روح البیان)

شہادت علی اصغر بن حضرت حسین رضی اللہ عنہ:

معرکہ کربلا میں جب کہ سب ساتھ والے شہید ہو چکے اور اب امام حسین رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں تشریف لائے تو یک بیک حرم محترم کی طرف سے رونے کی آواز آئی۔ آپ دوبارہ زنانہ خیمہ کی طرف تشریف لے گئے فرمایا کہ یہ کس کی آواز تھی۔ اہل بیت نے عرض کیا کہ آپ کے چھوٹے صاحبزادے علی اصغر کی حالت پیاس کی وجہ سے بہت خراب ہے یہاں تک کہ ان کی زبان باہر نکل آئی ہے اگر کسی طرح ان کو پانی کے دو قطرے مل جائیں تو بہتر ہے یہ سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اصغر کو گود میں لے کر میدان جنگ میں آئے اور یزیدی لشکر سے فرمایا کہ لوگو! لڑائی ہے تو مجھ سے ہے اس معصوم سے کیا لڑائی ہے۔ اس نے کسی کا کیا بگاڑا ہے۔ اللہ کے لئے اس کو اپنے ہاتھ سے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ اتنی بڑی درخواست پر بجائے پانی کے کسی ظالم نے ایسا تیر مارا کہ جو معصوم بچے کے حلقوم سے پار ہوا اور صاحبزادے نے خود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی گود میں وفات پائی۔ ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾۔

معارف مسلمانو! وہ جاہل غافل مسلمان کہاں ہیں جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مصنوعی تابوت تعزیے کرسیاں لگاتے ہیں یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا فقیر بچوں کو بناتے ہیں جب کہ خود آپ کی گود میں آپ کا حقیقی فرزند موت کے ہاتھ سے نہ بچا۔ پھر یہ تعزیے یا سبز کپڑے کسی کو کس طرح بچا سکتے ہیں؟ مسلمانو! جو چیز خدا کی طرف سے ہے وہ سراسر نعمت ہے۔ کسی بزرگ کا مقولہ ہے۔ "آنچہ از دوست میرسد نیکوست"

دوست کے پاس سے جو کچھ آتا ہے وہ سراسر تحفے اور نعمت ہوتا ہے۔ موت بھی ایک نعمت ہے جو از سرتا پا ہمارے لیے بہتر ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَعَسٰى أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ

الکُم ﷺ "لوگو! بہت دفعہ تم بعض باتوں کو برا جان کران سے بچتے ہو اور بھاگتے ہو مگر وہ بات تمہارے حق میں بہتر ہے۔" (درمنثور)

حضرت لقمان علیہ السلام:

حضرت لقمان علیہ السلام کے حال میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے فرزند! خدا کی طرف سے خواہ کیسی مصیبت آئے مگر اس کو تو یقین کے ساتھ خیال رکھ کہ تیرے حق میں وہ مصیبت نعمت اور خیر و برکت ہوگی۔ جب آپ یہ نصیحت کر چکے تب آپ نے فرمایا کہ ہم نے سنا ہے کہ فلاں فلاں گاؤں میں ایک نئے نبی تشریف لائے ہیں۔ چلو ان سے ملنے چلیں یہ فرما کر دونوں صاحب دو خچروں پر سوار ہوئے راستہ کا کھانا ساتھ لیا پھر برابر سات دن تک مدت چلتے رہے۔ اتفاقاً آٹھویں دن راستہ بھول کر ریگستان کے جنگل میں جا نکلے جب دوپہر کا وقت آیا تمام جنگل آگ کی طرح تپنے لگا۔ خچروں کے پیر ریت میں دھنسنے لگے۔ رات دن کی منزلیں طے کرنے سے جانور نیم جان ہو کر گر پڑے۔ ناشتہ ختم ہوا۔ حضرت لقمان علیہ السلام خچروں کو چھوڑ کر پیادہ پا روانہ ہوئے۔ بہت دور جانے کے بعد صاحبزادے کے پیر میں ہڈی چبھی اور خون نکلنے لگا حضرت لقمان علیہ السلام نے اس ہڈی کو بڑی مشکل سے نکالا جس کی تکلیف سے صاحبزادے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو بیٹے نے حضرت لقمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ جناب آپ ہمیشہ فرماتے تھے کہ خدا کی طرف سے کیسی ہی مصیبت آئے مگر وہ بندے کے حق میں بہتری ہوتی ہے اب یہ فرمائیں کہ جو کچھ تکلیف ہم کو پہنچی ہے اس میں کیا خیر ہے، بلکہ بظاہر اس تکلیف سے ہم بڑی خیر سے محروم رہ گئے۔ ہم ایک بزرگ ایک نبی کی زیارت کے لیے جاتے تھے۔ زیارت بھی میسر نہ ہوئی اور تکلیف بھی سخت اٹھائی۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فرزند ضرور یہ مصیبت ہمارے حق میں راحت اور نعمت ہے شاید کوئی اور اس سے بڑی بلا اور مصیبت ہمارے اوپر نازل ہونے والی ہوگی جس کو خدا نے اس چھوٹی مصیبت میں بدل دیا ہے۔

جس وقت حضرت لقمان علیہ السلام اپنے فرزند سے یہ باتیں کر رہے تھے یکایک آپ کو دور سے ایک دھواں اور غبار نظر آیا اور شور و غل کی آوازیں آئیں آپ اس کا سبب نہ معلوم کر سکے۔ یکایک آپ کے سامنے ایک سوار آیا جو ابلق گھوڑے پر سوار تھا جو معلق ہوا سے اتر کر نیچے آیا اور فرمایا کہ آپ کا نام لقمان ہے؟ حضرت لقمان علیہ السلام نے کہا ہاں مجھے لقمان کہتے ہیں۔ اس سوار نے کہا کہ آپ کا فرزند آپ سے اس مصیبت کی شکایت کر رہا تھا۔ فرمایا کہ ہاں میرا بیٹا مجھ سے یہ پوچھتا تھا کہ جو مصیبت ہمارے

اوپر سفر میں گزری ہے یہ کس طرح ہماری حقیقی راحت اور نعمت ہو سکتی ہے میں نے جواب دیا کہ آج ضرور ہمارے اوپر کوئی بڑی بھاری مصیبت نازل ہونے والی تھی لیکن خدا نے اپنے فضل سے اس بڑی مصیبت کو چھوٹی مصیبت سے ٹال دیا ہے۔ یہ سن کر اس سوار نے فرمایا کہ آپ نے سچ فرمایا۔ اب آپ سن لیجیے کہ میں جبرائیل ہوں اور یہ جو کچھ مصیبت آپ پر نازل ہوئی یہ سب میری وجہ سے نازل ہوئی ہے کیونکہ تم جس بزرگ نبی کی ملاقات کرنے تشریف لے جاتے تھے وہ نبی اپنی قوم کو پیغام رسالت پہنچا کر چلے گئے تھے مگر ان کی قوم نے ان کا کہنا نہ مانا۔ میں اس قوم پر عذاب الٰہی لے کر نازل ہوا تھا۔ میں نے دور سے آپ کو اس گاؤں کی جانب آتے دیکھ کر جناب باری میں دعا کی کہ اے اللہ اپنے بندے کو بچا۔ میری دعا سے خدا نے آپ کو اور آپ کے بیٹے کو اس مصیبت میں مبتلا کر کے راستہ چلنے سے روک دیا اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ ضرور اس گاؤں میں پہنچ جاتے اور آپ بھی اس عذاب میں شامل ہو جاتے اور آپ بھی ایک معذب قوم کے ساتھ مر جاتے اور زمین میں دھنسا دیے جاتے۔ خدا نے اس قلیل مصیبت کے سبب سے آپ کو بڑی مصیبت سے بچا لیا اور وہ دھواں اور غبار اور غل جو آپ نے میرے ملنے سے پہلے سنا تھا وہ اس بستی کے زمین پر گرنے اور زمین کے نیچے دھنسنے کے سبب تھا۔ الحمد للہ خدا نے آپ کو محفوظ رکھا یہ کہہ کر حضرت جبریل علیہ السلام حضرت لقمان علیہ السلام کے بیٹے کے پاس آئے۔ ان کے زخم پر کہ جہاں بڑی چبھی تھی اپنا ہاتھ پھیرا خدا نے اس کا زخم اچھا کیا۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام حضرت لقمان علیہ السلام کو ساتھ لے کر وہاں آئے کہ جہاں آپ کے خچر مردہ پڑے ہوئے تھے۔ دونوں خچروں کو روح الامین نے ہاتھ لگایا خچر زندہ ہو کر کھڑے ہو گئے پھر ان کے پانی کے مشک ناشتہ کے تھیلے کو مس کیا وہ پانی سے یہ ناشتہ سے پر ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ آپ دونوں صاحب اپنی سواری پر سوار ہو جائیں یہ دونوں بزرگ سوار ہوئے حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کی سواریوں کو پیچھے سے ہانکا کل سات آٹھ قدم سواریاں چلی ہوں گی سامنے سے حضرت لقمان علیہ السلام کا شہر نظر آنے لگا کل سات قدم میں سات دن کا راستہ طے ہوا۔ حضرت لقمان علیہ السلام اپنے گھر تشریف لائے اور حضرت جبریل وہاں سے غائب ہوئے۔ مسلمانو! اب تو معلوم ہو گیا کہ مولیٰ جو کچھ کرتا ہے وہ سراسر نعمت اور بہتر ہوتا ہے اسی طرح موت بھی الیٰوے سے کڑوی ضرور ہے مگر اس کا پھل نہایت شیریں ہے۔ حیات ابدی بغیر موت کے کسی طرح نہیں مل سکتی۔

حکایت ایک شخص اپنے صغیر سن بچہ کو پنج شنبہ کی رات کو دیکھتا ہے کہ وہ ہائے کرتا ہے اور سوتا نہیں۔ باپ نے بچہ سے پوچھا کہ اے بچہ! آج تیرے کہیں درد ہے؟ جو تو نہیں سوتا۔ بچہ نے کہا میرے کہیں درد

تو نہیں مگر مجھے یہ غم ہے کہ کل جمعرات کا دن ہے۔ کل مجھ سے میرے استاد آٹھ دن کا پڑھا ہوا سبق سن کے پھر دیکھیں میں سنا تا ہوں یا بھول جاتا ہوں اگر بھول گیا تو پھر دیکھیے میں کس قدر پٹتا ہوں اس غم میں مجھے نیند نہیں آتی باپ نے بچہ سے یہ بات سن کر کہا ہائے معصوم بچہ اپنے استاد کے پیٹنے سے اتنا ڈرتا ہے اور روتا ہے اور رات بھر جاگتا ہے مگر ہم نالائق اپنے مولا کے سامنے جانے اور خدا کی حضوری اور پیشی سے کچھ نہیں ڈرتے برابر موت سے غافل ہو کر پڑے سوتے ہیں۔ ایک بچہ کل ایک ہفتہ کی پڑھائی کل سات دن کے پڑھے ہوئے کی پڑتال سے غمگین ہے مگر ہم ساری عمر کے اعمال کی پڑتال سے بے غم ہیں مگر ہم ساری عمر کے اعمال کی پڑتال سے بھی خدائے قہار و جبار کے سامنے قیامت کے میدان میں کچھ نہیں ڈرتے۔ بچہ رات بھر نہیں سوتا ہم ایسے سوتے ہیں کہ صبح کی نماز کو بھی نہیں اُٹھتے۔

جائے عبرت:

ایک رات ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک وسیع میدان میں ہوں یکا یک ایک ببر شیر نہایت ہولناک صورت کا مجھے پکڑنے کے لیے میرے پیچھے دوڑا۔ میں شیر کے خوف سے بھاگا۔ جہاں جس طرح میں جاتا ہوں وہ شیر میرے پیچھے ہے۔ کہیں مجھے پناہ نہ ملی مگر سامنے کی طرف مجھے ایک کنواں نظر آیا جس کے کنارے ایک درخت کھڑا تھا اور درخت کی شاخیں کنویں کے اندر لٹکی ہوئی تھیں فرماتے ہیں کہ میں شیر کے خوف سے جلدی سے درخت کی ٹہنی پکڑ کر کنویں کے اندر لٹک گیا مگر وہ شیر میری تلاش میں کنویں کے پاس میرے سر پر کھڑا ہو گیا لیکن مجھے وہاں کسی قدر شیر کے خوف سے امن ہوا لیکن جس وقت میں نے اپنے نیچے کی طرف کنویں کی تہہ میں نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو وہاں ایک عظیم الشان اژدہا منہ کھولے میرے نیچے گرنے اور لقمہ کرنے کا منتظر کھڑا نظر آیا۔ الٰہی اوپر شیر ہے اور نیچے اژدہا کیا کروں۔ خیر درخت کی شاخیں پکڑے ہوئے لٹکا رہا مگر وہاں بھی خیریت نظر نہ آئی جن شاخوں کو میں نے پکڑ رکھا تھا ان کو دو جانور ایک سفید اور ایک سیاہ بڑے بڑے چوہوں کی صورت میں ان ہی شاخوں کو اپنے تیز دانتوں سے کاٹ رہے ہیں جو ابھی ان شاخوں کو درخت سے الگ کر دیں گے الٰہی کیا کروں۔

اوپر شیر ہے اور اندر اژدہا ٹہنیوں کو چوہے کاٹ رہے ہیں۔ ع

نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن

یہ خواب ہولناک دیکھ کر بیدار ہوئے۔ صبح کو ایک بزرگ کے سامنے اس خواب کو بیان کیا۔ فرمایا کہ یہ خواب ہے جو تم کو دکھایا گیا مگر سارا جہان اس مصیبت میں گرفتار ہے وہ شیر موت کا فرشتہ ہے

وہ درخت تیری زندگانی کا درخت ہے وہ دو سیاہ اور سفید جانور جو درخت کو قطع کر رہے ہیں وہ رات اور دن ہیں جن کے گزرنے سے ہر ایک شخص کی عمر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور وہ اژدہا قبر ہے جو ہر وقت منہ کھولے بیٹھا ہے کہ کب کوئی مرے اور میں اس کا لقمہ کروں۔

(بحوالہ مواعظ ابراہیمی مصنفہ حضرت مولانا محمد ابراہیم دہلوی)

بہشت کی زندگی:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اہل بہشت کو بہشت میں داخل کرے گا اور ہر ایک کو کم از کم ستر حوریں عطا فرمائے گا وہ لوگ بہشت میں خوش وخرم عیش و آرام سے سکونت پذیر ہوں گے جب جمعہ کا دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے موافق حضرت جبرئیل علیہ السلام با آواز بلند ندا کریں گے کہ اے خدا کے نیک بندو جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے قصر مبارک کی طرف چلو یہ سن کر سب کے سب اس قصر عالی میں حاضر ہو کر جناب رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کریں گے حضور پر نور ﷺ براق پر سوار ہوں گے اور آپ کی ہمراہی میں ایک سوبیس صفیں ہوں گی جن میں اسی صفیں آنحضرت ﷺ کی امت اور چالیس انبیاء علیہم السلام کی صفیں ہوں گی پھر علماء امت ﷺ بہشت کے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے نبی کریم ﷺ کی ہم رکابی میں چلیں گے اس کے بعد شہداء پھر اولیاء اللہ ہوں گے پھر مؤمنین پھر مسلمین، اس کے بعد سب کے سامنے حضرت داؤد علیہ السلام کھڑے ہوں گے اور با آواز بلند نہایت خوش الحانی کے ساتھ جوان کی دنیا کی خوش آوازی سے بڑھ کر ہوگی ستائش الٰہی بجالائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام پرندوں اور فرشتوں اور اشجار جنت کے پتوں کو حکم دے گا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی میں شریک ہو جائیں پھر اللہ تعالیٰ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے ہر ایک امتی کو ننانوے درجے عزت ورفعت عطا فرمائے گا اور ایک درجہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی تمام اُمت کو بخشے گا اور پھر ارشاد فرمائے گا کہ اے امت محمد ﷺ تم مجھ سے جو چاہو مانگو سب کے سب عرض کریں گے یا اللہ العالمین تو نے اپنی رحمت سے تمام نعمتیں عطا فرمائی ہیں پھر اب کیا باقی رہا ہے جس کا تجھ سے سوال کریں حضرت رب العزت سے مکرر ارشاد ہوگا کہ اے میرے مقبول بندو جو کچھ تمہیں حاجت ہو مجھ سے طلب کرو وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ہم اپنے پروردگار سے کیا طلب کریں پھر اس میں سے بعض اولیاء اللہ لوگ مشورہ دیں گے کہ تم جانتے ہو کہ جب دنیا میں ہم کو کوئی حاجت پیش آئی تھی تو ہم علماء اُمت کی طرف سے رجوع کرتے تھے۔ آؤ آج بھی انہیں علماء کے پاس جائیں۔ پس سب کے سب علماء کی خدمت میں آئیں گے اور ارشاد باری

تعالی کے متعلق ان سے پوچھیں گے علماء جواب دیں گے اے نیک بندو تم پروردگار کے عالم سے اس کے دیدار پاک کی درخواست کرو یہ سن کر نہایت خوش و خرم وہ لوگ واپس آئیں گے اور التجا کریں گے کہ خداوند ہم کو اپنا جلوہ پاک دکھاؤ پس اللہ تعالی اپنے جلوے سے کبریا اور عظمت کے حجاب اٹھائے گا اور تمام اہل جنت اس نورانی جلوے کو اپنی آنکھوں سے ایسا دیکھیں گے جس طرح چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہیں پھر خدا کا شکر بجالائیں گے اور دوبارہ اس دیدار پاک کے مشتاق ہوں گے پس اپنے مراتب کے موافق بعض حضرات ہر روز دو مرتبہ اور بعض لوگ مہینے میں ایک مرتبہ اور بعض سال بھر میں ایک دفعہ اور کچھ لوگ جمعہ کی رات اور دن میں ایک بار دیدار الٰہی سے مشرف ہوں گے۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کا دن سید الایام یعنی تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ تعالی کے نزدیک عید الفطر اور عید الاضحی کے دن سے عظمت اور فضیلت میں زیادہ ہے۔ اس مبارک دن میں ایک ساعت ایسی ہوتی ہے کہ اس وقت بندہ اپنے پروردگار سے جو کچھ سوال کرے گا اللہ تعالی اس کو عطا فرمائیں گا بشرطیکہ اس کی خواہش ناجائز اور حرام نہ ہو۔

احکامات الٰہیہ:

جو اللہ تعالی سے ڈرتا رہے گا تو اللہ تعالی اس کے سب کام آسان کر دے گا۔ اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے تو اللہ تعالی اس کے لیے کافی ہے۔ یہ بات تحقیق ہے کہ ظالموں کو کبھی فلاح نہیں ہوتی ہے۔ جو ہماری ناراضگی لوگوں کی رضامندی کے مقابلہ میں خریدتا ہے ہم اس کو انہی کے حوالے کر دیتے ہیں۔ مال اور اولاد دنیا کی چند روزہ زندگی کے بناؤ سنگھار ہیں اور اعمال نیک جن کا اثر دیر تک باقی رہنے والا ہے تمہارے پروردگار کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور توقعات آئندہ کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں۔ اے پیغمبر ﷺ لوگوں سے کہہ دو کہ میرا پروردگار جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے تنگ مگر اکثر لوگ تقسیم رزق کی مصلحتوں سے واقف نہیں۔

جو اللہ تعالی سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے وجہ خروج بنا دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جو اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔

تو اپنے رب کی راہ کی طرف بلا ساتھ حکمت اور مواعظت کے اور ان سے ایسی تدابیر کے ساتھ مباحثہ کر جو خوبی سے بھری ہوئی ہوں۔

اے ایمان والو! کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جن پر تم سے پہلے کتاب اتری لیکن

زمانہ دراز گزر جانے پر ان کے دل سخت ہو گئے اور وہ اس کو فراموش کر بیٹھے۔

خبردار نیک کام میں خرچ کیے ہوئے روپے کو احسان جتا جتا کر دکھ دینے والے کلمات کہہ کر ضائع نہ کرو۔

علم وادب:

دولت مند زیادہ حرص وہوس رکھتے ہیں اور شاکی رہتے ہیں کبھی چین میں نہیں رہتے۔

گدا گر میسر شود نان شام ☆ چناں خوش بخسپد چوں سلطان شام

گدا را کند دود رہم سیم سیر ☆ سکندر بہ نصف جہاں نیم سیر

(ناجائز ذریعے سے کمائی کوڑی محنت اور دیانت سے کمائی ہوئی اشرفی کو لے ڈوبتی ہے)

وہم اور وسوسہ:

بعض لوگ موہوم باتوں پر دوسروں سے ناراض رہتے ہیں اور سرد مہری کا رویہ اختیار کر لیتے ہیں اور پھر خود کو مظلوم کہتے ہیں۔ کسی قسم کے ہتک آمیز الفاظ تمہیں ذلیل نہیں بنا سکتے ہاں تم اپنے رویے سے خود اپنے آپ کو ذلیل کر سکتے ہو۔

سمجھداری:

حساب کرو کوڑی تک کا ☆ بخش دو چاہے لاکھ روپے

افلاس انسان کا حوصلہ پست کرتی ہے ☆ پیٹ دل و دماغ کو مغلوب کر لیتا ہے

(الفقر سواد الوجہ فی الدارین)

☆ اگر ضرورت ہو کوئی گھر میں تو بازار کو جا۔ جا کے بازار میں کر لے نہ ضرورت پیدا

☆ دولت کا غلط استعمال انسان کو برباد کرتا ہے۔

☆ عزت برباد کر کے دولت کمانا انتہائی ذلت ہے۔

☆ امیر لوگ دن رات کے جھگڑوں پریشانیوں میں رہتے ہیں۔

☆ خوشبودار مصالحے دار مرغن غذائیں کھا کر بیمار رہتے ہیں۔

☆ غریب ان سب بکھیڑوں سے محفوظ ہیں۔

کوشش ومحنت:

☆ اصل محنت وہ ہے جس میں جسمانی قوی روحانی طاقتوں کے ماتحت کام کریں۔

☆ بیکاری تمام شرارتوں کی دایہ اور کل بربادیوں کی ماں ہے۔

دماغ ایک بے کار انسان کا
بس اک کارخانہ ہے شیطان کا

☆ انسان اپنی محنت ہی سے کچھ بن سکتا ہے بیرونی امداد ہمت کو پست کر دیتی ہے۔

☆ یہ حقیقت ہے کہ محنت سے بھی آدمی تھکتا ہے اور کاہلی سے بھی مگر محنت کا نتیجہ صحت و دولت ہے اور کاہلی کا بیماری و افلاس۔

☆ کیونکہ آب رواں چمکتا ہے اور آب ایستادہ سڑتا ہے۔ کچھ نہ کرنے کی نسبت کام کر کے ناکام رہنا بدرجہا بہتر ہے۔

کسے را کہ طرز بیانش خوش است
وہ گر چہ شام بگل است

برداشت غصہ:

☆ اپنی طبیعت و مزاج کو ہمیشہ قابو میں رکھو اگر غصہ آ ہی جائے تو بھی زبان سے اس کا اظہار نہ کرو اور تکلیف دہ الفاظ اپنی زبان سے نہ نکالو۔

☆ اس جگہ کبھی نہ جاؤ جہاں تمہاری قدر و منزلت نہ ہو۔ ایک دانا نے بادشاہ کو نصیحت کی کہ تم لوگوں کے دل مسخر کر لو پھر ان کے دل اور ان کا مال بھی تمہارا ہو جائے گا۔ جہاں زور نا کام رہتا ہے نرمی پر فتح پاتی ہے جیسے کہ جو رو جفا۔

☆ تلوار کی نسبت تبسم سے مجبور کرنا اچھا ہے۔ جن سے معاملہ پڑے ان پر دیانت داری سے اپنا اعتبار جمانے کی کوشش کرو۔ بحث و مباحثہ سے دوسروں کو قائل کرنا قریباً ناممکن ہے۔ بحث و مباحثہ ہمیشہ خطرناک ہوتا ہے۔ کسی آدمی کی شرافت و نجابت کا اندازہ اس کے غصے سے لگاؤ۔

محنت و ہمت:

☆ محنت کا رہبر انسان کے لیے ترقی کی جڑی ہے اور کاہلی کی ابتدا صبح کا دیر سے جاگنا تمام غم ہے۔

☆ مفلس وہ شخص نہیں جس کے پاس کچھ نہیں بلکہ دراصل مفلس وہ ہے جو کام نہیں کرتا یا کر نہیں سکتا۔

☆ بیٹھنے اور لیٹنے سے نفرت کرو۔ چلنے پھرنے اور کام کرنے کی عادت پیدا کرو۔ تمہارا دوڑنا، بھاگنا، بیٹھے رہنے سے زیادہ ہونا چاہیے حتیٰ کہ کچھ نہ کرنے کی نسبت کھیلنا ہی بہتر ہے۔

اصلاحِ خود:

☆ جب میں کہتا ہوں کہ یا اللہ میرا حال دیکھ حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ۔

☆ نیکی اور بدی اپنے اپنے نتائج نیک و بد کو ہاتھوں پر لیے کھڑی ہیں حیرانی ہے کہ بدی کے خوفناک نتائج سے بے پرواہ ہو کر انسان پھر بھی بدی ہی کی طرف راغب ہوتا ہے۔

☆ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بدی کے ساتھ نیکی کرنا ہر حال میں بہتر ہے وہ دنیا میں بدی برائی پھیلانے کے لیے ایسے مجرم ہیں جیسے کہ وہ خود کرنے والے۔

☆ قاتل کو بخش دینا ایسا ہی گناہ ہے جیسے بے قصور کو پھانسی دینا۔

☆ کبھی نرمی سے وہ خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو سختی سے دور ہو سکتی تھیں۔

☆ جیسے درخت کو اپنے پھل بھاری نہیں لگتے انسان کو اپنی برائیاں وزن دار معلوم نہیں ہوتیں۔

☆ گنہگار انسان خواہ کتنا ہی زبردست اور طاقتور کیوں نہ ہو، گناہ کی پھٹکار اس کو ایسا بزدل بنا دیتی ہے کہ وہ ایماندار بے گناہ کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا۔

علمِ اخلاق:

☆ جب وقت ہلاکت آتا ہے تو ایک چھوٹا مچھر بھی نمرود کی تمام نخوت کو خاک میں ملا دیتا ہے۔

☆ گناہ کی ابتداء میں اتنی شیرینی نہیں ہوتی جیسی اس کی انتہا میں تلخی ہے۔

☆ لذت نفسانی کے لیے جو گناہ ہم کرتے ہیں یہی گناہ ایک دن مارنے کے لیے قدرت کا ہتھیار بن جاتا ہے۔

☆ قانون قدرت ایسا اٹل قانون ہے جو داؤ گھات یا مکر و فریب سے نہیں ٹل سکتا۔ منت خوشامد شفاعت یہاں کارگر نہیں ہو سکتی۔ مثل مشہور ہے ہر شخص اپنے فعل کا فرزند ہے۔

☆ اگر تم متکبروں سے نفرت کرو گے تو اول خود انسانیت سے نہ کرو گے۔ دوسرے ان کو بھی انسان بنا دو گے ممکن ہے کہ وہ نادم ہو کر اپنی اس عادت بد کو چھوڑنے کی کوشش کریں۔

☆ یہ تمہاری غلطی ہے جو تم غموں کو اپنی تکلیف کا موجب سمجھتے ہو غور کرو تو معلوم ہو جائے گا خود تمہارے اعمال تمہاری بربادی کا باعث ہیں۔

اصلاحِ نفس:

☆ تم اپنے مالک بن جاؤ تمام جہان تمہارا ہو جائے گا۔ ایک درد بھرے دل کے ماتحت ایک

سلطنت ہے۔

☆ ہماری روح کے اندر خدا کی ایک آواز ہے جو ہمیں نیک کام کرنے کی ہدایت کرتی ہے اور بدی سے روکتی ہے۔ مگر سگ نفس کی عف عف میں کان اس سچے ہادی کی آواز نہیں سن سکتے بلکہ اس کتے کو اپنا محافظ اور خیر خواہ سمجھ کر اسی کے ہو رہتے ہیں۔

☆ بدکار اولاد سے لاولد ہزار درجہ اچھا ہے۔

☆ نالائق کے ساتھ بحث کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ سرد ہوا کے ساتھ بہترین مقابلہ یہ ہے کہ آپ اپنا کوٹ پہن لیں۔

☆ شیطان برائی کے لیے پہلے چھوٹی ترغیبات پھر زیادہ برائی کے لیے بڑی ترغیبات سامنے لاتا ہے۔ جھوٹ کی پیٹھ پر شیطان کی سواری۔

گاؤاں و خراں بار بردار
بہ از آدمیان مردم آزار

☆ نفس کو کسی چیز میں مشغول رکھو ورنہ نفس تم کو ایسے کاموں میں مشغول کردے گا جو کرنے کے قابل نہیں۔

☆ جو شخص سب سے معزز سب سے بڑا حاکم اور سب سے بڑھ کر دولت مند ہے وہ اس مفلس و گمنام آدمی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جس نے سب سے زیادہ فرض ہمدردی اخلاق ادا کیا۔

☆ متکبروں کے پاس جاکر اپنی انسانیت کا خون نہ کرنا۔

☆ تمیز اور نرمی سے گفتگو کرنا لاکھ فصاحت و بلاغت سے بہتر ہے۔

☆ خواہ تمہیں کسی پر کتنا ہی غصہ کیوں نہ آئے لیکن گالی دے کر اپنی زبان کو غلاظت کی آماجگاہ نہ بناؤ۔

☆ جس کا دل پاک ہے اُسے کوئی بیرونی مخالفت زیر نہیں کرسکتی۔ آفات سماوی و ارضی محض ایک بہانہ ہے۔

☆ جو شخص لوگوں پر قابو پانا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے دل پر قابو کرے۔

علم و اخلاق:

☆ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "الاسلام تعظیم لامر اللہ والشفقة علی خلق اللہ"۔ نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ بد عادت عبادت کو ایسے زائل کرتی ہے جیسے سرکہ شہد کو۔

☆ اخلاق کا خلاصہ یہ ہے "ہر چہ خود پسندی بر دیگراں پسند" دل کو خواہشات سے روکو۔

عیش دنیا بھر عمر بھر کیجیے
خواہشوں کو مختصر کر دیجیے

☆ دوسروں کو یا بیگانوں کو اپنا بنانے کے لیے سب سے بہتر اور آسان عمل خوش اخلاق ہے۔

اگر علم سیکھا ہے دکھلاؤ حلم
نہیں حلم گر تو ہے تلوار علم

☆ جو نیکی یا بدی ہم نے کی ہے وہ ضرور پھل لائے گی یہ علیحدہ بات ہے کہ اس کا ثمر ہمیں اس جہاں میں ملے یا اگلے جہان میں۔

☆ شریف انسان کی سب سے پہلی اور سب سے آخری نشانی یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کی بھی عزت کرتا ہے جن سے اسے کسی قسم کے فائدے یا امداد کی توقع نہیں ہوتی۔

☆ یاد رکھو کہ مریض اخلاق کا سب سے اچھا علاج نیک صحبت کی آب و ہوا میں رہنا ہے۔

☆ یادداشت کا تمام بوجھ کتاب و کاغذ اور صندوقچے میں بند نہ رکھو بلکہ آہستہ آہستہ حافظہ پر ڈالو تاکہ دماغ روشن، بیکاری میں ضعیف و ناکارہ نہ ہو جائے۔ علم در سینہ نہ کہ در سفینہ۔

☆ علم حاصل کرو بادشاہ یا امیر ہوئے تو اونچے ہو جاؤ گے عام آدمی ہوئے تو زندہ رہ سکو گے۔

☆ جہاں انسان نے یہ خیال کیا کہ میں کامل ہو گیا وہیں اس کا زوال شروع ہو گیا۔ قدر مرد بعلم است وقدر علم بکمال۔

حصول اخلاق:

☆ خالق کی خوشنودی اور مخلوق میں ہر دل عزیزی حاصل کرنے کے لیے اخلاق سے بڑا سب سے بہتر، سب سے آسان ذریعہ ہے۔ انسان ہزار عالم و فاضل اور عابد و زاہد ہو اگر وہ اوصاف اخلاق سے محروم ہے تو اس کے علم وفضیلت اور عبادت و زہد سب ہیچ ہیں۔ اعتقادی طور پر انسان خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہے لیکن ہر انسان میں حقیقی جوہر انسانیت ہونا ضروری ہے۔

ہر کمالے راز والے ☆ ہر اتصالے را انفصالے

اصلی بڑائی وہی ہے جو تمہاری اپنی ذات میں ہو۔ بڑے اپنی بڑائی کے ساتھ ہی لے جایا کرتے ہیں۔

☆　وہ شخص ہمیشہ بے فیض رہتا ہے جو اپنے استاد کی عظمت و بزرگی کا خیال نہیں رکھتے۔ جس سے ایک نکتہ بھی سیکھو اس کی دل سے عزت کرو۔

علم اخلاق:

☆　ارشاد نبوی ﷺ ہے کسی باپ نے اپنی اولاد کو عمدہ ادب سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دیا۔

☆　دنیا میں سب سے بڑی بدبختی جہالت اور علم سے محرومی ہے۔

☆　ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد کی کتابیں یوم حرہ میں جل گئی تھیں۔ بعد میں بار بار فرمایا کرتے تھے۔ "کاش اہل و عیال اور مال و دولت کی جگہ کتابیں میرے پاس رہ گئی ہوتیں۔"

☆　جاہل کی نسبت عالم کی زندگی میں کم از کم یہ فرق تو ہونا چاہیے کہ اس کے دن تو اطمینان سے گزریں۔ مگر یہاں دیکھا جاتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ بددلی، پست ہمتی اور خود غرضی کا شکار ہو رہے ہیں۔

☆　جب تم نکتہ گیری کے عادی ہو ظاہر ہے کہ تمہارا دل تمہارے بس میں نہیں جو آپ اپنے بس میں نہیں وہ اوروں کو کیسے بس میں لا سکتا ہے۔

دو چیز تیرہ عقل است لب فرو بستن
بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

☆　اچھی دس کتابیں پڑھ کر تب کہیں آپ ایک سیڑھی اوپر چڑھیں گے اس کے برعکس صرف ایک گندی کتاب پڑھ کر آپ دس سیڑھیاں نیچے گر جائیں گے۔ "عِلْمٌ بِلا عَمَلٍ كَحَمْلٍ عَلٰى جَمَلٍ" علم کی دولت ہوتے ہوئے بھی مادی محرومیوں کا احساس علم کی ناپختگی پر دلالت کرتا ہے۔

☆　جو شخص وسعت آباد علم سے دولت آباد عمل میں آ گیا وہی دنیا میں سب پر سبقت لے گیا۔ تعلیم کا مقصد عظیم یہ ہے کہ انسان خلعت مردانگی پہن کر میدان فرزانگی میں آئے۔ خردمند کار شناس اور مواقع فہم بنے۔ خواہشات فضول و غضب نامقبول سے گریز اور عادات نامعقول سے پرہیز کرے۔ ابن سینا کا قول ہے تم مطالعہ علم اس لیے کرو کہ دل و دماغ کو عمدہ خیالات سے معمور کرو۔ نہ اس طمع سے کہ تھیلیوں کو روپوں سے پر کرو۔

چار چیز است تحفہ لندن
خمر و خنزیر خبر نامہ وزن

چار چیز است تحفہ ملتان
گرد گرما گدا و گورستان

☆ تین چیزیں بجھ کر اٹھانا چاہیے۔ قسم، قلم، قدم ایک کاف اور تین کاف کسی کو نہ دینا چاہیے۔ کتاب، کمزنی، گھوڑا اور گاڑی۔

علم واخلاق:

☆ نوجوان بیچ کر بھی جو علم وہنر ملے، جس سے ملے، جہاں ملے، جس قدر ملے۔
☆ علم طاقت ہے ایک عالم میں ایک لاکھ جاہلوں کے برابر طاقت ہوتی ہے۔
☆ جب میں کسی جاہل کو عمدہ لباس میں ملبوس دیکھتا ہوں تو مجھے اس لباس کی قسمت پر رونا آتا ہے۔
☆ جب تک آپ حصول علم کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ بڑھاپا آپ کے نزدیک نہیں آتا۔ انسان بڑھاپے کی وادی میں اس وقت قدم رکھتا ہے جب وہ علم حاصل کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

اخلاقی جواہر پارے:

☆ ماہ صیام کی رفتار تین قسم کی ہے (۱) پہلے دس روز سے رواں یعنی چلنے والے (۲) درمیانی دس روز سے دواں یعنی دوڑنے والے (۳) پر آں آخری دس روز سے یعنی اڑنے والے۔
☆ پانچ چیزیں بیوقوفی کی علامت ہیں۔ جاہلوں کو مونس و دمساز کرنا، عقلمندوں سے پرواز کرنا، عورت کو ہمراز کرنا دوسروں کی کمائی پر ناز کرنا اور بے تمیز کو ممتاز کرنا۔
☆ کم از کم دو گھنٹے روزانہ تیز رفتاری سے چلنا بقائے صحت کا بہترین راز ہے۔ تجربہ شرط ہے۔
☆ ہیں گرمی کے پانچوں مہینے ستمگر، مئی جون و جولائی اگست ستمبر۔
☆ تین قسم کے دوست ہیں: نانی، جانی، زبانی۔
☆ دو چیزوں کی زیادتی قیمت کا خیال نہ کرو، کتاب اگر دل پسند ہو اور دوا اگر فائدہ مند ہو۔

ذرائع کامیابی:

☆ جذبات کا غلام حقیقی غلام ہے خواہ وہ کتنا ہی آزاد اور دنیا کا مالک کیوں نہ ہو واضح رہے کہ لہو و تماشہ کی خواہش تمام جذبات کی حاکم ہے۔ یہ بھوت جس کے سر چڑھ جائے مشکل سے اترتا ہے۔ انسان دوسرے جذبات کو دبا سکتا ہے مگر اس کا دبانا اس کی دسترس سے باہر ہے۔
☆ جس شخص کو اپنی روزی حاصل کرنے کے لیے کسی دوسرے کو خوش رکھنا ضروری ہے وہ آپ کیسے خوش رہ سکتا ہے؟
☆ احسانات سے دبی ہوئی زندگی انسان کے شایان شان نہیں ہے اور جس دل میں خودمختاری کی

تمنا نہیں ہے وہ انسان نہیں ہے۔

☆ رنج و غم محنت و مشقت اور فاقہ کشی برداشت کرنا بہتر ہے، اس سے کہ تو کسی کمینے کے پاس حاجت لے جائے۔

☆ متابعت صرف اس کی کرو، جس سے بڑا کوئی نہیں۔

☆ حکومت اپنے حواس پر کرو تاکہ انسانی عظمت نصیب ہو۔

☆ جس طرح پست گدھے پر سب کوئی چڑھ جاتا ہے اسی طرح نالائق، نرم مزاج شخص پر سب حکومت کرتے ہیں۔

☆ دنیا میں وہی پست ہیں جن کے دل پست ہیں۔

☆ زیادہ نرم ہو کر کسی کے منہ کا نوالہ نہ بنو۔ دیکھو نرم لکڑی کو دیمک کھا جاتی ہے۔

☆ کسی حالت میں بھی اپنے دل کو مت گراؤ دیکھو! لوگ گرے ہوئے مکان کی اینٹیں بھی اٹھا کر لے جاتے ہیں سیدھی کھڑی ہوئی عمارت کو کوئی ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔

☆ سکندر سے پوچھا گیا کہ بادشاہ دلیر کا نشان کیا ہے؟ کہا جو یہ نہ پوچھے کہ دشمن کس قدر ہیں بلکہ یہ پوچھے کہ کہاں ہے؟

☆ اگرچہ تکبر بری صفت ہے مگر خود کو بڑا سمجھنا اور خودداری کو ہاتھ سے نہ دینا ایسا برا نہیں جیسا کہ خود کو گرانا اور ذلیل کرنا۔ کیونکہ گرا ہوا انسان کبھی اچھی کام کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

☆ نہ شاخ گل ہی اونچی ہے نہ دیوار چمن، تری ہمت کی کوتاہی تری قسمت کی پستی ہے۔

☆ اگر پہاڑ کو سرکانے کی خواہش ہے تو پہلے ذروں کو سرکانا سیکھو۔

☆ اپنی تمام طاقتوں کو جمع کر کے ایک مرکز پر لگاؤ۔ یک گیر محکم گیر۔

☆ محنتی کے سامنے پہاڑ کنکر ہیں اور سست کے سامنے کنکر پہاڑ ہیں۔

☆ جس کام پر ہاتھ ڈالو مضبوط اور مردانہ وار ڈالو۔

☆ دریا کی پیروی کرو سمندر میں پہنچ جاؤ گے۔

☆ تذبذب سے اور دودلی سے کوئی کام نہیں ہوتا۔

☆ زیادہ بلندی پر جانا چاہو تو پہلے بنیاد مضبوط کر لو۔

☆ ہر کام میں دوسروں کا سہارا ڈھونڈنے کے برابر کوئی بے عزتی نہیں۔

☆ خطرات و مشکلات کا اطمینان کے ساتھ مقابلہ کرنا حقیقی مردانگی ہے۔
☆ جو معاملہ اختیار سے باہر ہو جائے اسے جیسے بن پڑے نپٹانا چاہیے۔
☆ مرد اور صاف و شفاف چشموں کی تلاش نہ کرو، اپنا ڈول جہاں سے بھر سکتے ہو بھر لو۔
☆ جفاکشی کے سمندر کی تہہ کامیابیوں کی موتیوں سے بھری پڑی ہے۔
☆ جس کے پاس ہمت، قابلیت، دیانت، محنت، استقلال اور ہمت عالی ہو اس کی ترقی یقینی ہے۔ وہی ہے صاحب مروز جس نے اپنی ہمت سے زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا۔
☆ بہت سے زندہ اپنے لیے آپ کھودی ہوئی ذلت کی گور میں پڑے ہوئے چلا رہے ہیں اور کاہلی اور سستی کے وہ پتھر جو انہوں نے شروع سے اپنے اوپر دھر لیے ہیں ہلا نہیں سکتے۔
☆ ثروت و آسودگی دولت و فارغ البالی محنت و مشقت و ہمت عالی کو باقاعدہ کام میں لانے سے حاصل ہوتی ہے۔
☆ کوئی شخص اعلیٰ درجہ حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک اسے اپنے موجودہ درجے سے نفرت نہ ہو۔
☆ زندگی میں بعض لمحات ایسے ہوتے ہیں جو برسوں سے زیادہ قیمت رکھتے ہیں اور گزر جانے کے بعد ہم قیمت دے کر بھی انہیں دوبارہ حاصل نہیں کر سکتے۔
☆ کیونکر وہ شخص آپ کو پیار کر سکتا ہے جس کو آپ پیار نہیں کرتے کیونکہ دونوں انسان ہیں۔
باہر کسے کہ دوستی انکار می کنم ☆ خوابیدہ دشمنے است کہ بیدار می کنم
در درویش را در باں نباید ☆ باید تاسگ دنیا نیابد
☆ تجارت میں بدخلقی اور گراں فروشی دو کلہاڑے ہیں جو اس کی جڑ کو کاٹتے ہیں۔
☆ جو لوگ آج کے کام کو کل پر انحصار رکھتے ہیں وہ یہ نہیں سوچتے کہ آج ہم نے کیا کیا جو کل کریں گے۔
☆ کام جتنا اچھا ہے اتنی ہی زیادہ دقتیں اس کی تکمیل میں اٹھانی پڑتی ہیں۔
☆ کمزور انسان موقعوں کے انتظار میں رہتے ہیں لیکن باہمت انسان خود موقع پیدا کر لیتے ہیں۔
☆ قربانی اور کامیابی لازم و ملزوم چیزیں ہیں جہاں قربانی نہیں وہاں کامیابی بھی مفقود سمجھو۔
☆ روزی کی وسعت آدمی کے لیے دین کی سلامتی اور دل کی فراغت کا سبب ہے۔
☆ وہ جانور روز حشر داد طلب ہو گا جس کو بے سبب مارا یا جس پر زیادہ بوجھ لادا ہو گا۔
☆ فاصلہ کی واقفیت نزدیک کی دوستی سے اچھی ہے۔

☆ مردہ برے نام کو نامرد برے ستان کو۔

☆ تنہائی سے زیادہ کسی حال میں امن نہیں اور قبروں سے زیادہ کوئی ناصح نہیں۔

خطرناک غلطیاں:

☆ اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کرنا اور کسی خدائی عطیہ کا امیدوار رہنا۔

☆ برا کام کرتے وقت، برا کلام کہتے وقت ہر دیوار کو کان اور ہر دروازے کو آنکھ نہ سمجھنا۔

☆ ادائیگی قرض کے متعلق دلفریب زائد آمدنی کا تصور باندھ کر غیر ضروری اخراجات کے لیے بے دھڑک قرض لینا۔

اخلاقی جواہر پارے:

☆ معافی بدمعاش کو زیادہ بدمعاش اور شریف کو زیادہ شریف بنا دیتی ہے۔

☆ وقت، ہوا اور دولت ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔

☆ سخن درست و پیش ذالیس دراست بر کہ دریافت دریافت۔

☆ جس شخص پر نیکی کا گمان کیا گیا غور سے دیکھا تو اس میں کوئی عیب پوشیدہ ضرور پایا۔

☆ عمر بھر باغ جہاں کی گلگشت کی لیکن جس میوے کو دیکھا اس کے اندر تلخی ضرور پائی۔

☆ اس وقت غم کرنا چاہیے جب مسرت حد سے بڑھ جائے۔

☆ گناہ اسی وقت تک دلچسپ نظر آتا ہے جب تک وہ سرزد نہ ہو جائے۔

☆ دانت نعمت کھاتے کھاتے گھس گئے لیکن زبان شکایت کرتے کرتے نہ گھسی۔

☆ ایک بیوقوف اس سے بھی زیادہ سوال پوچھ سکتا ہے کہ جس کے سات عقل مند بھی جواب نہ دے سکیں۔

☆ ایک عورت بھید نہیں چھپا سکتی بلکہ اسے چھپانے کے لیے دوسرے کو دے دیتی ہے۔

☆ حباب اپنی سربلندی کی وجہ سے پامال موج ہوتا ہے اور غبار اپنی خاکساری کی وجہ سے اوج آسمان تک پہنچ جاتا ہے۔

☆ جان پدر تیرے طالع کا ستارہ کب تک تیری مرادوں کے موافق چمکتا رہے گا۔ آخر کو تو فلک کا بھائی تو نہیں۔

☆ گوشت و پوست کی زیادتی اگر باعث شرف ہوتی تو بیل و گدھے میں ہوتی۔

☆ غلق کے حلق سے کوئی نہیں بچ سکتا۔

☆ وہ شخص جس کا ستارہ اقبال پرنہ ہو اس کے تمام ہنر جو خلق میں مقبول ہوتے ہیں اس کی شجاعت دیوانگی کہلاتی ہے اس کی فصاحت حشو، اس کی کریمی فساد و نسود۔ اس کا عقل فضول اور اس کا ہر کام بے حصول شمار ہوتا ہے۔

☆ یک مفلسی و صد ہزار عیب۔

☆ وقت پر ایک ٹانکا بے وقت کے سو ٹانکوں سے بہتر ہے۔

☆ غریبوں کو قانون پیستا ہے اور امیر قانون کو پیستے ہیں۔

☆ حسن اور حماقت اکثر ساتھ ہوتے ہیں۔

☆ سدا کی ہائے ہائے کوئی نہیں سنتا۔

☆ روشنی بجھا دو سب عورتیں یکساں ہو جائیں گی۔

☆ کوئی اچھا سا وعدہ بے وقوف کو باندھ لینے کے لیے کافی ہے۔

☆ سست آدمیوں کو بالکل فرصت نہیں ملتی۔

☆ دولت کی طمع بڑے بڑے ایمانداروں کو بے ایمانی کی ترغیب دیتی ہے اور وہ موقع ملنے پر نہیں چوکتے۔

☆ تلافی کرنے میں کبھی خیال نہ کرو کہ اب بہت دیر ہو گئی ہے۔

☆ لفظوں کی بوچھاڑ اور مطلب کا بگاڑ۔

☆ ایک بے وقوف اور اس کا روپیہ جلدی جدا ہو جاتے ہیں۔

☆ بدقسمتی گھوڑے پر سوار ہو کر آتی ہے اور پیدل جاتی ہے۔

☆ شکاری پرندے گایا نہیں کرتے۔

☆ جو قصوروار ہے وہ سمجھتا ہے کہ سب لوگ اسی کی برائی کرتے ہیں۔

☆ ہر ایک صابر پر ایک جابر متعین ہوتا ہے جو جبر کر کے اس کو ستاتا رہتا ہے اور ستانا ازل صبر طے کرتا رہتا ہے۔

☆ اگر کوئی بری خواہش دل میں پیدا ہو تو اسے روکو اگر اس خواہش پر ایک دفعہ فتح پالی تو اس سے بڑی فتوحات کے دروازے کھل جائیں گے۔

☆ جس شخص کے ہاتھ میں لاٹھی نہیں اسے بھیڑ بھی کاٹنے دوڑے گی۔

☆ غرض کا باولا اپنی گاوے۔

☆ خواہ تمہارا دشمن ریت کی رتی ہو مگر تم اسے سانپ کہہ کر پکارو۔

☆ منحوس خبر کے پر و بازو ہوتے ہیں۔

☆ جو لوگ کچھ کام نہیں کرتے وہ سب سے زیادہ مصروف ہوتے ہیں۔

☆ سب سے بڑی حکومت غصے کا محکوم کرنا ہے۔

☆ ایک پرہیز سو علاج برابر ہے۔

☆ کھاؤ اتنا کہ بدن کی غذا ہو نہ کہ بدن اس کی غذا بن جائے۔

☆ عورت کے دل پر بے زبان جواہرات مرد کی فصیح و بلیغ تقریروں سے بھی زیادہ اثر کرتے ہیں۔

☆ بہادر کا امتحان میدان جنگ میں دوست کا امتحان مصیبت کے وقت اور عقل مند کا امتحان غیظ و غضب کے وقت ہوتا ہے۔

☆ جو کبھی سوچنا ختم نہیں کرتا کبھی کام شروع نہیں کرتا۔

☆ کم گو، کم خور، کم آزاد ہمیشہ سلامت، خوش اور مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

☆ جب تم آہن ہو تو صبر کرو۔ جب ہتھوڑا ہو تو خوب کوٹو۔

☆ تمہارا دشمن خواہ مچھر سے بھی چھوٹا ہو مگر اسے ہاتھی سے بھی بڑا سمجھو۔

☆ اگر چاہتے ہو کہ دھوکہ نہ کھاؤ تو تین دکانوں سے قیمت دریافت کرو۔

☆ دنیا میں جھکنے کے سوا کہیں کھڑا نہیں ہوا جاتا۔

☆ جب میں بہو تھی تو ساس اچھی نہ ملی، جب ساس ہوئی تو بہو اچھی نہ ملی۔

☆ اس شخص کے گھر کو کیوں آگ لگاتے ہو جس کے یہاں دو عورتیں ہیں۔

☆ ایک بزرگ کا قول ہے کہ میں نے پچاس سال میں پانچ ہزار کتب کا مطالعہ کیا اور ان میں سے صرف پانچ باتوں کو اپنے عمل کے لیے منتخب کیا۔

(۱) اے نفس! خدا کے دیئے پر راضی رہ ورنہ دوسرا ملک تلاش کر لے جو اس سے بھی زیادہ دے۔

(۲) اے نفس! جن باتوں سے خدا نے منع کیا ہے ان سے بچ ورنہ اس کے ملک سے باہر چلا جا۔

(۳) اے نفس! اگر تو گناہ کرنا چاہے تو کوئی ایسی جگہ تلاش کر جہاں خدا نہ دیکھے ورنہ گناہ مت کر۔

(۴) اے نفس! تو اپنے خداوند کی عبادت کرتا رہ ورنہ اس کا دیا ہوا رزق مت کھا۔

(۵) اے نفس! خلق خدا کے ساتھ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آ ورنہ اپنی زبان بند رکھ اور کسی کے ساتھ تعلق نہ رکھ۔ (مخزن اخلاق)

☆ ایک باپ سات بیٹوں کی پرورش کرتا ہے لیکن سات بیٹے ایک باپ کی خدمت نہیں کر سکتے۔

☆ غمزدہ کے شریک رنج ہونا عین طاعت وعبادت ہے۔ (معین الدینؒ)

☆ ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ اگر میں رات غفلت میں گزارتا ہوں تو صبح کو میرا گدھا بھی میرے کام سے غافل دست ہوتا ہے۔

☆ اس شخص سے زیادہ بدبخت کوئی نہیں جو بوقت مصیبت بھی رجوع الی اللہ نہیں ہوتا۔

☆ ہزار دوست کی دوستی کو ایک شخص کی عداوت کے بدلے نہ خریدو۔ (امام شافعیؒ)

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے خداوند تعالیٰ زبان خلق کو مجھ سے روک دے۔ فرمایا اگر میں ایسا کرتا تو پہلے اپنے ہی لیے کرتا۔

☆ اگر گناہ میں بو ہوتی تو کوئی شخص میرے پاس نہ بیٹھتا۔

☆ مال زمانہ گزشتہ میں مکروہ تھا آج کے دن مؤمن کے لیے ڈھال ہے سوال ملوک واغنیاء سے۔ (سفیان ثوریؒ)

امثال حضرت سلیمان علیہ السلام:

☆ خداوند تعالیٰ کی تنبیہ کو حقیر مت جان اور اس کی تادیب سے بیزار مت ہو کیونکہ خدا تعالیٰ جس کو پیار کرتا ہے اسے تنبیہ کرتا ہے۔

☆ شریر کی بدکاریاں اس کو پکڑ لیں گی اور وہ اپنے ہی گناہ کی رسیوں سے جکڑا جائے گا۔

☆ کوئی انسان شرارت سے پائیدار نہیں رہ سکتا لیکن صادقوں کی بنیاد کو جنبش نہیں۔

☆ خداوند تعالیٰ کا خوف عمر کو دراز کرتا ہے لیکن شریروں کی زندگی گھٹائی جاتی ہے۔

☆ وہ دولت جو بطالت سے حاصل کی جاتی ہے گھٹ جاتی ہے اور محنت سے فراہم کردہ بڑھے گی۔ (مواعظ حسنہ)

مواعظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

☆ عمل صالح وہ ہے جس پر لوگوں کی ثناء کی امید نہ کی جائے۔

☆ میں مردہ کو زندہ کرنے سے عاجز نہیں ہوا، لیکن احمق کی اصلاح سے عاجز آ گیا۔

☆ جو شخص اپنے لیے خزانہ جمع کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ غریب ہے اور ایک بے سرو سامان مفلس خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ دولتمند ہے۔

ارشادات نبوی ﷺ:

☆ کسی کی حاجت برآری کرنے والا ایسا ہے کہ گویا تمام عمر خدا کی خدمت میں گزار دی۔

☆ سلام میں سبقت کرنے والے کو تیس اور جواب دینے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔

☆ جب دو بھائی مصافحہ کرتے ہیں تو ان میں ستر رحمتیں تقسیم کی جاتی ہیں انہتر رحمتیں اس کو ملتی ہیں جو ان دونوں میں زیادہ خندہ رو کشادہ پیشانی ہوتا ہے اور ایک رحمت دوسرے کو۔

☆ جہاں شبہ کی گنجائش ہو وہاں قبل اس کے کہ کوئی منہ کھولے، خود اپنی برأت کا اظہار کر دینا چاہیے۔

☆ جب خدا کو کسی کی ہلاکت منظور ہوتی ہے تو سب سے پہلے خود رائے کی خود رائی اس کو برباد کرتی ہے۔

☆ دنیا اس کا گھر ہے جس کا گھر نہ ہو۔ اس کا مال ہے جس کے پاس مال نہ ہو اس کو وہ جمع کرتا ہے جس کو عقل نہ ہو اس پر وہ عداوت کرتا ہے جس کو علم نہ ہو۔ اس پر وہ حسد کرتا ہے جس کو سمجھ نہ ہو اور اس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے جس کو یقین نہ ہو۔

☆ میں اور میری اُمت کے پرہیز گار لوگ تکلف سے بری ہیں۔

☆ جاہل کو ایک دفعہ عذاب دیا جائے گا اور عالم کو سات دفعہ۔ (کتب اخلاق)

مواعظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

☆ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والے کے لیے دعا مانگو، کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے سورج کو نیک و بد دونوں پر چمکاتا ہے اور راست باز اور مکار دونوں پر مینہ برساتا ہے۔

پاک چیزیں کتوں کو نہ دو اور سچے موتی سوروں کے آگے نہ ڈالو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ انہیں پاؤں کے نیچے روندیں اور پلٹ کر تمہیں پھاڑیں۔

☆ جب تو دعا مانگے تو اپنی کوٹھڑی میں جا اور دروازہ بند کر کے اپنے خداوند تعالیٰ سے جو پوشیدگی میں ہے دعا مانگ۔ اس صورت میں تیری دعا ضرور قبول ہو گی۔

اقوال حضرت جیلانیؒ:

☆ چھوڑ دو تکبر کو خالق پر اور مخلوق پر اپنی حقیقت کو پہچانو اور تواضع اختیار کرو اپنے نفسوں میں،

تمہاری ابتدا ایک نطفہ ہے جس سے گھن آئے۔ درمیانی حصہ نجاست کی پوٹ اور انتہا ایک مردار ہے جس کو پھینک دیا جاتا ہے کیا عجب ہے کہ کل کا دن ایسی حالت میں آئے کہ تو سطح زمین سے گم اور قبر کے اندر موجود ہو یا اگلی ساعت ہی میں ایسا ہو جائے۔

☆ صبر اختیار کر کیونکہ دنیا تمام تر ہی آفات و مصائب کا مجموعہ ہے۔

☆ بہترین خوبی معافی کرنا اور فراموش کرنا ہے اور یہ خوبی پیدا کرنا بے حد مشکل ہے یا تقاضا خاصہ بشریت ہے۔

☆ جب آدمی گناہ کرنے پر آمادہ ہوتا ہے تو اس کے خیالات کے سامنے سینکڑوں بچاؤ کی صورتیں خیر خواہی کے لباس میں آ کر اسے گناہ پر ابھارتی ہیں مگر جونہی گناہ کر لیتا ہے وہ سب جھوٹے معاون دفعۃً غائب ہو جاتے ہیں اور ہر طرف سے زنجیر کی آواز سنائی دیتی ہے۔

نصائح دلپذیر:

☆ پوشاک میں آرائش سے زیادہ آسائش کو مقدم رکھو۔

☆ بد عادات کا بنانا آسان نبھانا مشکل اور چھوڑنا ناممکن ہے۔

کفر است در طریقت ماکینہ داشتن ☆ آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن

زن نیک فرمانرو پارسارہ ☆ کند مرد درویش را پادشاہ

زن بد در سرائے مردنکو ☆ ہم دریں عالم است دوزخ او

☆ تمام دنیا کی بادشاہت پیاسے کے ایک گھونٹ کی قیمت اور ایک قطرہ پیشاب بند ہونے کی دوا نہیں ہو سکتی۔ (ہارون رشید)

(۱) باسفلگاں طریقہ تسلیم حکمت است پیش آیت اگر در پستی خمیدہ رد۔

(۲) ہر کہ شد خاک نشیں برگ و برے پیدا کرد سبز شر دانہ چوں با خاک سرے پیدا کرد۔

(۳) در خاک بیلقاں رسیدم بہ عابدے گفتم مرا بہ تربیت از جہل پاک کن۔

(۴) گفتا برو چوں خاک تحمل کن اے فقیہ یا ہر چہ خواندہ ہمہ در زیر خاک کن۔

ترجمہ (۱) کم ظرف لوگوں کی بات مان لینے میں دانائی ہے اس لیے کہ نیچی جگہ سامنے ہو تو جھک کر جانا ہی پڑتا ہے۔

(۲) جو خاک نشین ہوگا اس میں پھل پھول یعنی اخلاق عالیہ ظاہر ہوں گے۔ خاک میں مل کر ہی

کل گزار ہوتا ہے۔

(۳) جنگل میں میں نے ایک عابد دیکھا تو میں نے عرض کیا مجھے جہالت سے پاک فرمائیں۔

(۴) فرمانے لگے خاک کی طرح برداشت سیکھو یا پھر اپنے پڑھے ہوئے کو خاک میں ڈالو۔ مراد یہ کہ عاجزی اختیار کرو۔ (حافظ شیرازیؒ)

کلماتِ حکمت در عربی:

☆ الجار قبل الدار، اول خویش بعد درویش۔ مکان لینے سے پہلے پڑوسی دیکھو۔

☆ الجمال في اللسان۔ زبان شیریں ملک گیری خوبصورتی زبان کے بول پر منحصر ہے۔

☆ العيان لا تحتاج الى البيان۔ عیاں را چہ بیان ظاہر چیز بیان کی محتاج نہیں۔

☆ الجوعُ خيرٌ مِن الخضوعِ۔ بھوک بہتر ہے عاجزی سے مانگنے سے۔

☆ الدنيا بالوسائل لا بالفضائل۔ دنیا وسیلے و کوشش سے ملتی ہے نہ کہ فضائل سے۔

☆ العاقلُ المحرومُ خيرٌ مِنَ الجاهلِ المرزوقِ۔ بے روزگار عقل مند جاہل روزی یافتہ سے بہتر ہے۔

☆ النصيب يصيب ولو كان تحت الجبلين۔ مقسوم مل کر رہتا ہے خواہ دو پہاڑوں میں دبا ہو۔

☆ اللسانُ جرمُهٗ صغيرٌ و جرمُهٗ كبيرٌ۔ زبان جسے میں چھوٹی ہے اور جرم میں بڑی ہے۔

☆ الوَحدةُ خيرٌ مِن جليسِ السُّوءِ۔ برے ہم نشیں سے تنہائی بہتر ہے۔

☆ السَّعي مِنّي وَالا تمام مِنَ اللّٰه۔ کوشش ہمارا کام تکمیل اللہ کا کام۔

☆ الوقتُ لا يُملك۔ وقت کسی کی ملک نہیں ہوتا۔

☆ المال ظلٌّ زائلٌ۔ مال و دولت ڈھلتا سایہ ہے۔

☆ القليل النافع خير من كثير الضار۔ نفع مند تھوڑی چیز نقصان دہ زیادہ چیز سے بہتر ہے۔

☆ اللسان ترجمان القلوب۔ زبان دلوں کی ترجمانی کرتی ہے۔

☆ الاحتياج ام الاختراع۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔

☆ القناعة افضل الغناء۔ قناعت امیری سے بہتر ہے۔

☆ التوكل بالعقل۔ توکل میں عقل سے کام لو۔

☆ الناس اتباع لمن غلب۔ لوگ زورآور کے حکم بردار ہوتے ہیں۔

☆ الاقارب کالعقارب۔ اپنے رشتہ دار بچھو کی طرح کاٹتے ہیں۔
☆ الامین آمن والخائن خائف۔ پاک رہو بے باک رہو۔
☆ نہ قرض خواہ بنیے نہ مقروض کیونکہ قرضہ اکثر نہ صرف خود بھی ضائع ہو جاتا ہے بلکہ دوستوں کو بھی جدا کر دیتا ہے۔
☆ اکیلا وہ نہیں ہے جس کے ہم صحبت اچھے ہوں بلکہ سب سے اکیلا وہ ہے جس کا کوئی ہم صحبت ہی نہ ہو۔
☆ ہر شخص صرف اپنے لیے نہیں پیدا کیا گیا بلکہ ایک دوسرے کی مدد کے لیے۔
☆ دلی سکون خواہشات کے پورا ہونے میں نہیں ہے بلکہ خواہشات کے روکنے میں ہے۔
☆ چور کو مال کھاتے نہ دیکھو بلکہ اس کو مار کھاتے دیکھو۔
☆ مصیبتیں ہمیں آزار پہنچانے کے لیے نہیں بلکہ بیدار کرنے کے لیے آتی ہیں۔
☆ گائے اپنی بیا جانے سے خوش نہیں ہوتی بلکہ چارے کی خواہش مند ہے۔

ضرب الامثال:

☆ نیا سپاہی ہرن کے سینگ اکھاڑے، بلش میں عیش کہاں، نیا حکیم ہے نا قیم۔
☆ اگر تو تمام دنیا کو بھی چھان ڈالے بہت کم لوگوں کو کامل محبت پائے گا۔
☆ بخت و دولت شادمانی و کامرانی صرف محنت و کوشش اور ہنر مندی پر منحصر نہیں ہے بلکہ زیادہ تر اس کا دارومدار پانسے پر ہے جس کا دوسرا نام تقدیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار اہل کمال، ہنر مند مدت العمر جتلائے افلاس و بلا کت رہتے ہیں اور محنت و کوشش کرنے والے بھی بعض اوقات ناکام رہتے ہیں۔
☆ کشتیں خاک میں مل جاتی ہیں دعائیں افلاک میں مل جاتی ہیں۔
☆ برخلاف اس کے بعض لوگ نہ کچھ محنت و کوشش کرتے ہیں نہ ہی اہل ہنر ہوتے ہیں بلکہ عقل و خرد سے عاری نہایت ہی خوشحال و شادمانی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔
☆ بخت و دولت بکاروانی نیست، بجز بہ تائید آسمانی نیست!
☆ یار آئیں تو تو مجھ سے بکائیں۔ لحاظ کے مارے اعتراض نہیں کر سکتے۔
☆ عقل خود بے کمال، فرزند خود بے جمال۔ یک مرد جاہل قلندر، ایک اجہر سو بیزار، حرام کھانا اور مشکلم تھوڑی چیز پر ایمان کھو دینا۔
☆ جاؤ گے تو کیا کھلاؤ گے آؤ گے تو کیا لاؤ گے۔

☆ جب تک رکابی بھات تیرا میرا ساتھ۔
☆ اوچھے کے گھر کھانا تن من کا طعنہ۔
☆ جس جگہ جاؤ گے کا پتا پیسہ کھاؤ گے۔
☆ گھر سے کی مچھلی بروقت قابو۔ او جو جد سے مند روک بیٹھے۔
☆ ایک آوے کے برتن ہیں۔ پینہ برستے میں آگ لگی۔
☆ پانی کا بہکا ہوا ضرور لوٹ آئے گا۔
☆ حلق سے نکلی خلق میں پڑی۔
☆ دبی بلی چوہوں سے کان کٹائے۔
☆ مطلب ہو تو رشتہ دار ورنہ مردار خوار۔
☆ بھائی بھاؤ کا ورنہ اپنے داؤ کا۔
☆ کاٹنے والے کتے سے نہ شناسائی ہی بہتر ہے۔
☆ کتا راج بٹھایا چکی چاٹنے آیا۔
☆ زوردار کا سودا ہے بےزر کا خدا حافظ، پردار تو اڑتے ہیں بے پر کا خدا حافظ۔
☆ جب تک دم ہے تب تک غم ہے۔
☆ نیند سولی پر آئے بھوک میت پڑی پر کھائے۔
☆ سفر اور سقر میں ایک نقطے کا فرق ہے۔
☆ گزرنے سے تو گزری سی بات تو کہے۔
☆ جیسی مائی ویسی آئی، چاکری میں آکری کیا۔
☆ جھگڑے کے تین ور زن زمین زر۔
☆ چودھری ہو یار اور کام نہ آؤ تو بھاڑ میں جاؤ۔
☆ جب تک جینا تب تک سینا۔
☆ دو میں تیرا آنکھوں میں ٹھیکرا۔
☆ دم پکڑے بھیڑ کی وہ ہو تے نہ پار۔
☆ تتی اور بتی، اندھا بانٹے اپنی ہی فوج کو کھپے۔

☆ مل گئی تو روزی نہیں تو روزہ، ایک جان ہزار ارمان۔
☆ سرائے کا کتا ہر مسافر کا یار، بگڑے سے برے تو زہر کیوں دوں۔
☆ بادا بھلانہ بھیا بہن بھلی نہ سیاں، سب سے بھلا روپیہ۔
☆ کمائیں تو گھی سے نہیں تو جائیں جی سے۔
☆ بہرا روٹی کی پٹ پٹ سنتا ہے۔
☆ شاکر کو شکر موذی کو ٹکر۔
☆ جس کے ہاتھ ڈوئی اس کا ہر کوئی۔ جس کی تیغ اس کی دیگ۔
☆ چمڑی جائے دمڑی نہ جائے۔
☆ خوش نصیب کو صلاح کیا درکار۔
☆ خوش نویسی کو اصلاح کیا درکار۔
☆ دانہ نہ گھاس گھوڑے تیری آس۔
☆ راست گو مفلس مجلس میں جھوٹا۔
☆ چار دن کو کوتوالی پھر وہی کھرپا جالی۔
☆ کوٹھے والا روئے چھپر والا سوئے۔
☆ دیگ ہوئی دم حاضر ہو گئے ہم۔
☆ بات کی بات لات کی لات۔ اندھوں میں کانا سردار۔
☆ عورت ایمان، دولت گزران بیٹا نشان۔
☆ مرضی دو حرفی بھائی یار طرفی۔ قبر کا حال مردے ہی کو معلوم ہے۔
☆ عشق کے بھوت کو بھوک کا بھوت پچھاڑے۔
☆ ناکردن یک عیب وکردن صد عیب۔
☆ تر ہوئی آنت بچے کی تانت۔
☆ کنواری کو ارمان بیاہی پشیمان رانڈ کو حرمان۔
☆ ایک ٹکا پلے نہ گھر وال پلے۔ قرض خواہ کی راہ ہام۔
☆ ملک الموت کا پیغام، میلے میں جھمیلا ہوا ہی کرتا ہے۔

☆ قرآن بحفاظت صحت ہے قرآن نے صفائی طہارت اور پاکبازی کی ایسی تعلیم دی ہے کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو جراثیم امراض سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔ (جرمن فاضل)

ترحم بر پلنگ تیز دندان ستمگاری بود
بر گو سفندان نخورد شیر نیم سگ

☆ در بختوتی بیر وامدر عار (دنیا میں بھی تجھے بہت کچھ خون جگر پینا ہے کیونکہ تیرے چند نفس باقی ہیں اس ہستی آفت بنیاد کی کشکش سے نجات معلوم کر کے مرنا ابھی باقی ہے)

☆ دنیا میں جس کسی کے ساتھ دوستی کا اظہار کرتا ہوں گویا ایک خوابیدہ دشمن ہے جسے بیدار کرتا ہوں۔

☆ دنیا کی بے وفائی سے اگرچہ طول ہے، لیکن زیادہ اس کا تصور فضول ہے۔

☆ بے زری بے سری ہنر ہے تو زر ہے ورنہ خر ہے۔

☆ حوصلہ دنیا میں زر کے ساتھ ہے قوت پرواز پر کے ساتھ ہے۔

☆ یک مفلسی و صد عیب بھر سے آتا تو سوجھے پر جاتا۔

☆ روزی نہ ہو تو روزہ کہاں، لا رجال الا بالمال۔

☆ ناجائز ذریعے سے کمائی ہوئی دولت کوڑی محنت اور دیانت سے کمائی ہوئی اشرفی کو سلا دیتی ہے۔

☆ آپڑا کچھ وقت ایسا گردش ایام سے زندگی شرمندہ ہے زندگی کے نام سے۔

☆ دنیا میں انسانوں کے ہاتھ تجھے بہت کچھ ذلت و خستگی برداشت کرنی پڑے گی اگر تو آدمی ہے تو انہی آدمیوں سے موافقت پیدا کر ورنہ اگر فرشتہ ہے تو آسمان پر چلا جا ہمیں مردماں باید ساخت، چہ کنیم مردماں ایں اند۔ ایں صحبت نااہل دلما اگرچہ نفور است ماما چو تو اں کرو کہ ایں جائے ضرورت است۔

متفرق اخلاقی اشعار:

☆ لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو۔

☆ صبح کو طائران خوش الحان، پڑھتے ہیں کل من علیہا فان۔

☆ موت سے کس کو رستگاری ہے، آج وہ کل ہماری باری ہے۔

☆ دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است (وصیت حضرت نانوتوی متعلق دارالعلوم دیوبند)

☆ اس کے بانی کی وصیت ہے کہ جب اس کے لیے کوئی سرمایہ بھروسے کا ذرا ہو جائے گا پھر یہ قندیل معلق اور توکل کا چراغ یہ سمجھ لینا کہ بے نور و ضیا جائے گا ہے توکل پر بنا اس کی تو بس اس کا معین

ایک مر جائے گا پیدا دوسرا ہو جائے گا۔ (مولانا شبیر احمد عثمانی)

☆ کن بر من خستہ جگر یا رحمۃ اللعالمین۔ ہم از سر لطف نظر یا رحمۃ اللعالمین۔

☆ خشکے شد در چشم بود نہ گرد در دل مرا۔ ہم آہ و نالہ بے اثر یا رحمۃ اللعالمین۔

☆ ہمچوں من سگ را اگر شد بر سر کوئے گزر، ایں ہست ز امدادت اثر، یا رحمۃ اللعالمین۔

☆ من بدترین دو جہاں من کمترین کن نگاں سرگشتہ حیراں در بدر یا رحمۃ اللعالمین۔

☆ اے کاش بودے چشم تر از عشق ہم داغ جگر، با دود آہ پر شد یا رحمۃ اللعالمین۔

☆ بر سر کوہ گناہے یا رسول ﷺ پیش لطفت برگ کاہے یا رسول ﷺ۔

☆ گر سلام ما چو یابد یک جواب، بس بود عز و جاہے یا رسول ﷺ۔

☆ نسبت در کونین بچو من گدا در دو عالم چوں تو شاہے یا رسول ﷺ۔

(مولانا یعقوب نانوتوی)

☆ مولوی ہرگز نشد مولائے روم، تا غلام شمس تبریزی نشد۔

☆ قال را بگذار مرد حال شو، پیش مردے کاملے پامال شو۔

☆ تو گردن ہم از حکم او مپیچ کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ۔

☆ شنیدم کہ در روز امید و بیم، بداں را بہ نیکاں بخشد کریم۔

☆ یاد داری کہ وقت زادن تو، ہمہ خنداں بودند تو گریاں۔

☆ آنچناں زی کہ بعد مردن تو، ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

☆ بزرگاں نہ کردند پروائے مال، کہ اموال را ہست رو در زوال۔

☆ ادب بہتر از گنج قاروں بود، فزوں تر ز ملک فریدوں بود۔

اَلْوَعْظُ يَنْفَعُ لَوْ بِالْعِلْمِ وَالْحِكَمِ ☆ فَالسَّيْفُ اَبْلَغُ وَعْظًا عَلَى الْقِمَمِ

يَنْفَعُ ذَاكَ لِمَنْ اَلْقَى السَّمَاعَ لَهُ ☆ وَيَنْفَعُ هٰذَا لِمَنْ اَلْقَى سِوَى الْكُلَّه

هَجَرْتُ الْخَلْقَ طُرًّا فِي هَوَاكَ ☆ وَاَيْتَمْتُ الْعِيَالَ لِكَيْ اَرَاكَ

☆ دل نصیب تو درد و بلاست من چہ کنم، طریق یار تو جور و جفاست من چہ کنم۔

☆ بر من خستہ جگر ہم کن نظر، از سر لطف نگاہے یا رسول ﷺ۔

☆ کن بر من خستہ جگر یا رحمۃ اللعالمین، ہم از سر لطفے نظر یا رحمۃ اللعالمین۔

☆ سعدیا گنگرۂ عشق بلند است و بلند دوست بر بوانیوس آنچہ مقصود نے تو سد۔
☆ گلشن میں نسیم چل رہی ہے، ہر سو خوشبو امل رہی ہے۔ (اشیانی)
☆ ظالم تیرے ہاتھوں نے مسکینوں کے دل توڑے ہیں ظلم کیے ہیں حق چھینے ہیں تب یہ پیسے جوڑے ہیں۔
☆ مال خزانہ پاس ترے لیکن اطمینان نہیں، اطمینان کہاں سے آئے جب دل میں ایمان نہیں۔
☆ یہ بے فیض خزانہ تیرا تیرے کام نہ آئے گا۔ تو نے دنیا کو ترسایا، یہ تجھ کو ترسائے گا۔
(حفیظ جالندھری)
☆ صرف ظلمت ہی نہیں ہے دیکھ تو ریں بھی ہیں کاوش تخریب کی ہلچل میں تعمیریں بھی ہیں۔
☆ جس جگہ پانی میں زہر ہلاہل کا اثر کا اثر واں ہوا میں چشمۂ حیواں کی تاثیر بھی ہیں۔
(جوش ملیح آبادی)
☆ بے کاری و عریانی و مے خوری و افلاس کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات۔
☆ وہ قوم کہ فیضان سماوی سے ہو محروم حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات۔
☆ ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات۔
☆ کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ دنیا ہے تیری منتظر روز مکافات۔ (اقبالؒ)
☆ غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشین کیا تھے، جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا۔
☆ مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ۔
☆ تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں کچل ڈالا جس نے پاؤں میں تاج سر دار۔
☆ ہیں جذب باہمی سے قائم نظام سارے پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں۔
☆ میرے لب بنگی پہ نہ جاؤ، میرے دل میں قیامت بپا ہے۔
☆ وہی قوم ہے دہر میں سر بلند، کہ ہے جس کا ہر فرد خود ہوش مند۔
☆ نہیں موقوف خلاقی تیری اس اک دنیا پر، کہتے ہیں ایسا ایسے سینکڑوں کیے پیدا جہاں تو نے
(اقبالؒ)
☆ غزل اس نے چھیڑی مجھے ساز دینا، ذرا عمر رفتہ کو آواز دینا۔
☆ لِكُلِّ شَيْءٍ اذا فارقتہ عوض ولیس للہ ان فارقت من عوض۔

ترجمہ "ہر شے کا جس سے تم محروم ہو جاؤ نعم البدل ہے۔ لیکن اللہ سے محرومی ایسی محرومی ہے جس کا

کوئی بدل نہیں:"

☆ بردو دل مسلم مقام مصطفیٰ ست، آبروئے ما ز نام مصطفیٰ ست۔

☆ ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں، کارکشا، کارساز۔

☆ خاکی و نوری نہاد بندہ مولا صفات ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز۔

☆ فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے، کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف۔

☆ خوار جہاں میں ہو نہیں سکتی وہ قوم عشق ہو جس کا جسور بھی، فقر ہو جس کا غیور۔

☆ گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے جس کے نفس گرم سے ہے گرمئ احرار۔

☆ وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار شیخ جوہری طنطاوی نے حضرت بنوری کے بارے میں فرمایا:

غاثت غالم ہندی بنما ثت ملک نزل من السماء لا صلاحی۔

☆ مدینے دل، روح و جاں لے کے جاؤں، محبت کا سارا جہاں لے کے جاؤں۔

☆ جو تڑپا رہا ہے مری زندگی کو!

☆ وہی دل کا درد نہاں لے کے جاؤں۔ (بہزاد لکھنوی)

☆ پھر آنے لگیں شہر محبت کی ہوائیں پھر پیش نظر ہو گئیں جنت کی فضائیں۔

☆ اے قافلے والو! کہیں وہ گنبد خضری پھر آئے نظر ہم کو جو تم کو دکھائیں۔

☆ ہاتھ آئے اگر خاک تیرے نقش قدم کی سر پر کبھی رکھیں کبھی آنکھوں سے لگائیں۔

(حسرت موہانی)

☆ مقام سلطنت درویش دارد نہ صد سلطان فراغت بیش دارد۔

☆ اگر درویش راشد از یں ملک، دو صد ملک دیگر درویش دارد۔

☆ اے بدرگاہ جلالت فقر سلطانی بود منصب شاہنشاہی کمتر ز دربانی بود۔

حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں:

☆ آں را کہ جائے نیست جہاں جملہ جائے اوست، درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست۔

☆ مرد خدا بہ مشرق و مغرب غریب نیست، ہر جا کہ میرود ہمہ ملک خدائے اوست۔

☆ ہر کس کہ کشتہ سر شمشیر عشق شد، کو غم تو رکہ تنا بد تو جہائے اوست۔

☆ خلق اطفال اند جز مست خدا نیست بالغ جز رہید ہوا۔

☆ ہر کہ در بحر توکل غرق گشت، بحش از ما سوی اللہ در گذشت۔

☆ گر چہ دارو ایں توکل رنجہا، نیہ حسب اللہ ازیں گنجہا۔

☆ غم روزی چہ بخوری شب و روز، کہ سگ و گربہ را ہمیں کار است۔

☆ کم خوردزاں عزیز گشت ہما، زاغ پر خوار شد ازاں خوار است۔

☆ اے دوست ہمن گریز خود بیلہ کن، گر شاہ جہاں نہ گردی ما را نگہ کن۔

☆ رو گرد جہاں بگرد و پا آبلہ کن، گر ہیچو منی بیابی ما را بلہ کن۔

☆ یک صبح باخلاص بیا بر در ما، گر کام تو بر نیاید آنگہ گلہ کن۔

☆ نہ بند دل بدنیا ہر کہ بر داست، کہ دنیا سر بسر اندوہ و درد است۔

☆ دل بتوحید خدا زندہ شود، تا ابد زندہ و پائندہ شود۔

☆ یاری از من خواہ نہ از خیل سپاہ، راز با من گونہ گو با میر و شاہ۔

☆ یاری از من خواہ نہ از خیل سپاہ، راز با من گونہ گو با میر و شاہ۔

☆ ہر کرا یاری کنم برتر شود، وانکہ را دور افگنم ابتر شود۔

☆ مشو نومید گر داری گناہ بے، کہ سلطان کریما ہست خوشخو۔

☆ بیا بہ مجلس اقبال و یکدو ساغر کش، اگر چہ سر نتراشد با پروانہ سازد۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں:

☆ مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ الْهِمَّتَيْنِ فَقَدْ تَحَقَّقَ۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

☆ ہنوزت کہ چشم است اشکے ببار، زبان در دہان است عذرے بیار۔

☆ نہ ہموارہ گردد زبان در دہن، نہ پیوستہ باشد رواں در بدن۔

☆ تَنَاكَحُوا وَتَوَالَدُوا وَتَنَاسَلُوا فَإِنِّي أُبَاهِي بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَوْ بِالسِّقْطِ۔ (حدیث)

ترجمہ فرمان نبوی ﷺ ہے نکاح کرو اور توالد و تناسل بڑھاؤ۔ میں قیامت کے دن اپنی امت کے

زیادہ ہونے پر فخر کروں گا۔ اگرچہ کچا مسل ہی کیوں نہ ساقط ہوا ہو۔

☆ المؤمن لا یخلو من علتہ وقلتہ وذلتہ۔ (حدیث)

نہ بیری چوں بروں خوئے گیری ☆ بمیر از خویشتن ہرگز نہ میری

دو مطبخ عشق جز نکورا نہ کشند ☆ لاغر صفتاں زشت خوارا نہ کشند

گر عاشق صادقی ز کشتن مگریز ☆ مردار بود ہر آنکہ اورا نہ کشند

در عشق پر جائے خوف و بیم ☆ خوف از سر عاشقاں دریغ است

ایوان مراد عشق بس بلند است ☆ کانجا بہ ہوس رسید نتواں

ایں شربت عاشقی ست خسرو ☆ جز خون جگر چشید نتواں

(امیر خسروؒ)

البلاء للولاء عند المحبین وعذاب عند الفاسقین۔

محمد ﷺ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی ☆ خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

ہوائے سیر مثال نسیم پیدا کر ☆ خودی میں ڈوب کر ضرب کلیم پیدا کر

کوزہ چشم حریصاں پر نشد ☆ تا صدف قانع نشد پر دُر نشد

آنکہ خاک را بنظر کیمیا کنند ☆ آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

سیماب خاک ہوئے تو کو طلا کرے ☆ یہ دل جو خاک ہو تو خدا جانے کیا کرے

☆ آہے کہ ز دل خیزد ☆ از بہر جگر سوزی است

در سینہ شکن اورا ☆ آلودہ مکن لب ہا

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست ☆ بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو ☆ بنتی نہیں بادہ و ساغر کہے بغیر

☆ جب مدینے کا کوئی مسافر پاجاتا ہوں ☆ حسرت آتی ہے یہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں

یاد جب مجھ کو مدینے کی فضا آتی ہے ☆ سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے

(مولانا حسرت موہانیؒ)

پھر آنے لگیں شہر محبت کی ہوائیں ☆ پھر پیش نظر ہوگئیں جنت کی ہوائیں

اے قافلے والو کہیں وہ گنبد خضرا ☆ پھر نظر آئے ہم کو کہ تم کو بھی دکھائیں

ہاتھ آئے اگر خاک ترے نقش قدم کی ☆ سر پر کبھی رکھیں کبھی آنکھوں سے لگائیں

نظارہ فروزی کی یہ عجیب شان ہے پیدا ☆ یہ شکل و شمائل یہ عبائیں یہ قبائیں
کرتے ہیں عزیزان مدینہ کی جو خدمت ☆ حسرت انہیں دیتے ہیں وہ سب دل سے دعائیں
خدا در انتظار حمد مانیست ☆ محمد چشم بر راہ ثنا نیست
خدا مدح آفریں محمد بس ☆ محمد حامد حمد خدا بس
منا جاتے اگر بایدبیاں کرد ☆ بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد
محمد ﷺ از تو میخواہم خدارا ☆ خدا یا از تو حب مصطفیٰ را
مرا پیر دانائے مرشد شہاب ☆ دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آں کہ برخویش خوردبین مباش ☆ دگر آنکہ برغیر بدبیں مباش

پنجابی اخلاقی اشعار:

جدوں کفنی گل وچ پوئیں گی ☆ پھر کیہڑی ذات سداویں گی
اوتھے شوخی مول نہ بھاونے نی ☆ اوتھے دوزخ کڑک ڈراوے نی
پھر ویلا ہتھ نہ آوے نی ☆ جدو کفنی گل وچ پاویں نی
پھر کیہڑی ذات سداویں گی ☆ کر لے کچھ تے نیک کمائی
مورکھ دنیا چار دیہاڑے ☆ تو آکھیں ایہہ دنیا میری میں آکھا ایہہ میری
سادھو آکھے دونویں بھولے دنیا بیرا پھیری ☆ بابا نہ تیری نہ میری
بیرا پھیری کر کے کوئی اپنے محل بناوے ☆ کوئی محنت کردا رہ جاوے کر ہتھ نہ آوے
دین مذہب نوں کوئی ☆ نہ جانے زردی شان اچیری
لکھ سکندر ثانی چھڈ ☆ چلے ایہہ دنیا فانی
مڑ نہ دتی کے نشانی ☆ کیہڑا راز دسیں آ
سچھ بندے تو ہال فکر دے ☆ ایہہ جنتری پر دسی آ

پُرسکون زندگی

اُمیدگاہ دو عالم:

حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حاضر ہو کر آنحضرت ﷺ سے عرض کیا!
رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کس طرف بلاتے ہیں۔ فرمایا کہ میں اس اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کی طرف

دعوت دیتا ہوں کہ جب تجھے سختی پہنچے اور تو اس کو پکارے تو وہ تیری سختی دور کرے، اور اگر جنگل بیابان میں تیرا اونٹ گم ہو جائے اور تو پکارے تو وہ تجھے واپس دے اور اگر تو قحط میں مبتلا ہو اور اس سے دعا کرے تو وہ تیرے واسطے نباتات اُگا دے۔

عبداللہ بن ابی صالحؒ نے کہا کہ طاؤسؒ میری عیادت کو تشریف لائے تو میں نے کہا کہ آپ میرے واسطے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تو خود اپنے واسطے دعا کر کیونکہ اللہ تعالیٰ مضطر کی دعا قبول کرتا ہے۔

ابن منبہؒ نے کہا کہ میں نے اگلی کتاب میں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قسم ہے مجھے اپنی عزت و جلال کی جو شخص مجھ پر مضبوطی کے ساتھ توکل و بھروسہ کرے پھر اگر تمام آسمان مع اپنے لشکر کے اور تمام زمین مع اپنے لشکروں کے اس کے ساتھ مکر و ایذا کا ارادہ کرے تو میں ان سب سے خلاصی و نجات کا راستہ دیتا ہوں اور جس نے مجھ پر توکل و بھروسہ نہ کیا تو میں اس کو قدموں کے نیچے زمین میں دھنساتا ہوں پس اس کو ہوا میں کر دیتا ہوں اور اس کو اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہوں۔

رحمت ہی رحمت کرم ہی کرم:

حضرت اعمش ﷺ سے مروی ہے کہ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کی صفت یہ ہے کہ ان میں اکیس خصلتیں پائی جاتی ہیں: (۱) ان کی حلاوت اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ (۲) ان کی گفتگو اللہ تعالیٰ کی محبت ہے (۳) اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر انہیں بھروسہ ہے۔ (۴) اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا معاملہ ہے۔ (۵) اللہ تعالیٰ کی ذات پر ان کو فخر و ناز ہے۔ (۶) خدا کے ذکر سے ان کو الفت ہے۔ (۷) اوامر الٰہی ان کا ارشاد ہے۔ (۸) خوشبوئی ان کا لباس ہے۔ (۹) تازہ روئی ان کا زیور ہے۔ (۱۰) شکر خدا ان کی آرائش ہے۔ (۱۱) ذکر الٰہی ان کا مقصود ہے۔ (۱۲) خوف خدا ان کا رفیق ہے۔ (۱۳) رات کو وہ خیال خدا میں رہتے ہیں۔ (۱۴) ان کے واقعات سے وہ عبرت حاصل کرتے ہیں۔ (۱۵) ذاتی سخاوت ان کا پیشہ ہے۔ (۱۶) خوش سلوکی ان کا شیوہ ہے۔ (۱۷) ان کی تمام حاجتیں اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں۔ (۱۸) فقر و درویشی ان کے لیے عزت ہے۔ (۱۹) فاقہ ان کی غذا ہے۔ (۲۰) خدا پر ان کا توکل ہے۔ (۲۱) ان کا قول و فعل مجاہدہ اور مراقبہ و شغل و ذکر سب کچھ خدا کے متعلق ہے۔

بعض حکماء کا قول ہے جو شخص دو باتوں یعنی خوف و امن کو اپنے اوپر لازم کرے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کو سن کر جب تک اسے پورے طور سے بجا نہ لائے ڈرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو بندوں کا رزق اپنے ذمہ لے لیا ہے اس پر بھروسہ کر کے امن کے ساتھ زندگی بسر کرے جو شخص ایسے خوف و امن کے ساتھ زندگی بسر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دو نعمتیں عطا فرمائے گا اول عبادت کی حلاوت دوسرے جو کچھ خدا

نے دیا ہے اس پر قناعت۔

حضرت شفیق بن ابراہیم کا قول ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر انسان دو سو برس تک زندہ رہے اور ان چار چیزوں کو نہ پہچانے تو اس شخص سے زیادہ عذاب جہنم کا کوئی مستحق نہ ہوگا وہ چار چیزیں یہ ہیں: (۱) اللہ رب العزت کی معرفت۔ (۲) ایسے عمل کی شناخت جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرمائے۔ (۳) خدا کے دشمن کو پہچاننا۔ (۴) اپنی ذات کی معرفت۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں اعتقاد کامل کے ساتھ یقین کرے کہ رزق دینے والا اور تنگ دست کرنے والا اس ذات پاک کے سوا کوئی نہیں اور عمل پسندیدہ کی شناخت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو خالص نیت اور سچے دل سے محض اس کی خوشنودی کے لیے کیا جائے اور خدا کے دشمن کی پہچان یہ ہے کہ اپنے نفس کا بندہ ہو اور خدا کے اوامر و نواہی کی پرواہ نہ کرے اور اپنی ذات کی معرفت یہ ہے کہ اپنے آپ کو بالکل بالکل کمزور ناتواں یقین کرے کیونکہ اس میں ہرگز یہ طاقت نہیں کہ قضائے الٰہی کو واپس کر سکے پس چاہیے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر فرمایا ہے اس پر رضامند رہے۔

آفات سے نجات:

احادیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ رب العزت سے سوال کیا کہ اے پروردگار تیرے نزدیک سب سے افضل و برتر کون سا عمل ہے ارشاد ہوا کہ اے محمد ﷺ میری بارگاہ میں توکل اور رضا و تسلیم سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں کیونکہ وہ لوگ جو فقط میرے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں ان سے میں ضرور محبت رکھتا ہوں اور جو لوگ میرے لیے ایک دوسرے سے ترک تعلق رکھتے ہیں ان سے میں ضرور محبت رکھتا ہوں اور جو فقط میرے لیے عجز و تواضع اختیار کرتے ہیں ان سے ضرور محبت رکھتا ہوں اور جو لوگ صرف میرے لیے ایک دوسرے سے ملتے ہیں ان سے ضرور ملتا ہوں اور جو لوگ پورے طور پر مجھ پر توکل کرتے ہیں ان سے میں نہایت درجہ کی محبت کرتا ہوں کیونکہ وہ لوگ علماء اور شہداء کے برابر ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ چار پیغمبروں نے چاروں آسمانی کتابوں میں سے چار جملے اختیار کیے ہیں حضرت موسیٰ ؑ نے توراۃ سے یہ فقرہ لیا: مَنْ قَنَعَ شَبِعَ یعنی جس نے قناعت کی وہ آسودہ ہے حضرت داؤد ؑ نے زبور سے یہ فقرہ لیا: مَنْ تَرَكَ اللَّذَّاتِ صَارَ سَلِيمًا مِنَ الْآفَاتِ یعنی جس شخص نے دنیاوی لذتیں ترک کر دیں وہ تمام آفتوں سے محفوظ رہا۔ حضرت عیسیٰ ؑ نے انجیل سے یہ فقرہ لیا: مَنْ صَمَتَ نَجَا یعنی جس نے خاموشی اختیار کی اس نے نجات پائی اور آنحضرت ﷺ نے قرآن پاک سے اس آیت کو اختیار فرمایا وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ”یعنی جس نے اللہ پر توکل کیا تو وہی اس

کے لیے کافی ہے۔"

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سوال کرنا یعنی بھیک مانگنا ایک خراش ہے جس سے سائل کا چہرہ بے رونق ہو جاتا ہے پس جس کے جی میں آئے وہ اس ذلت کو اپنے چہرے پر باقی رکھے اور جو شخص چاہے وہ اس ننگ و عار سے اپنے کو بچائے۔ ہاں البتہ ایسی حالت میں قباحت نہیں کہ انسان کسی شخص سے سوال کرے جس کو خدا نے سلطنت اور حکومت عطا کی ہے ایسی صورت میں سوال کرے کہ بغیر سوال کے کام نہ چل سکتا ہو۔ یہ حدیث ابوداؤد، ترمذی و نسائی میں ہے۔

بے فکر و بے غم زندگی:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی اُمت سے فرمایا کہ تم ذخیرے کے طور پر کل کے لیے کھانا چھپا کر نہ رکھو کیونکہ جب کل کا دن آئے گا تو اس کے ساتھ اس کا رزق بھی ہوگا ذات پاک کی طرف اپنی نگاہ بھی رکھو جس نے زندگی بھر کے رزق کی ذمہ داری کرلی۔ وہ پتھر کے کیڑے اور گولر کے بھنگوں کو بھی رزق پہنچاتا ہے اور پرندوں کی طرف غور کرو کہ کیونکر رزق پاتے ہیں اگر تم کہو کہ پرندوں کے پر و بازو ہیں جن کے ذریعے سے اڑ کر وہ رزق حاصل کرتے ہیں تو وحوش اور چوپایوں کی طرف خیال کرو کہ خدا نے ان کو کیسا قوام ودیعت کیا ہے وہ نہ آسمان میں اڑتے ہیں اور نہ وہ زمین میں کھیت بوتے اور کاٹتے ہیں پھر بھی زمین و آسمان کا خدا ان کو رزق پہنچاتا ہے تم کو چاہیے کہ مسجدوں کو اپنے خلوت کے گھر بناؤ اور قبروں کو اپنا اصلی گھر جانو اور دنیا میں مہمانوں کی طرح زندگی گزارو اور جو کچھ خدا اپنے فضل و رحمت سے جو کی روٹی کا ٹکڑا یا زمین کا ساگ پات کھانے کو پہنچائے اس پر شکر بجالاؤ اور قناعت کرو۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جیسا کہ توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں بھی اس طرح رزق پہنچائے جس طرح پرندوں کو روزی دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے ہوتے ہیں اور شام کو آسودہ شکم ہو کر بسیرا لیتے ہیں۔

ہوائے سیر مثال نسیم پیدا کر ☆ خودی میں ڈوب کر ضرب کلیم پیدا کر

حضرت محمد ابن فضل سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنے اوامر سے عمل کرنے کا حکم دیا تھا وہ تمام احکام میں نے تم کو سنا کر عمل کرنے کا حکم دیا اور جن باتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نواہی سے منع فرمایا تھا وہ سب ممنوع باتیں تم سے بیان کر کے تم کو ان سے باز رہنے کی ہدایت کی۔ یاد رکھو کہ حضرت روح الامین جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے مجھ کو یہ وحی پہنچی ہے کہ ہر ایک متنفس اپنے مرنے سے پہلے ان تمام اعمال کا پورے طور پر ضرور مرتکب ہوگا جو اس کی تقدیر میں لکھ دیئے

گئے ہیں۔ جس شخص کے مقدر میں اعمال خیر لکھے ہیں اور ان میں سے کسی عمل کے ظاہر ہونے میں تاخیر ہو تو انسان کو چاہیے کہ اس کے حاصل کرنے میں کوشش کرے۔ اب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی عبادت اور فرمانبرداری سے بڑھ کر کوئی عمل خیر نہیں جسے تم طلب کرو۔

مال و دولت کی حرص کا انجام:

حضرت نبی کریم عَلَيْهِ التَّحِيَّةُ وَالتَّسْلِيْم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دنیا کے بکھیڑوں میں بروقت سرگرداں اور غمناک رہتا ہے وہ شخص گویا اللہ تعالیٰ سے ناخوش ہے اور جو شخص کسی مالدار کی تعظیم اور اس کے سامنے اپنی فروتنی کا اظہار فقط اس کی تونگری کی وجہ سے کرے گا تو گویا اپنا دو تہائی ایمان ضائع کر دیا اور جو شخص رزق کی تنگی سے تنگ آ کر شکایت کرتا ہے گویا وہ اپنے پروردگار کا شاکی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص رزق کی کمی پر شاکر اور راضی برضا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے تھوڑے سے عمل خیر کو خوشنودی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور جو شخص تھوڑی روزی پر رضامند نہیں اس کے قلب میں گرانی پیدا ہو جاتی ہے اور آخرت میں نامہ اعمال کا وزن ہونے اور پل صراط پر گزرنے کے وقت اس کو بے چینی اور بے تابی لاحق ہو گی۔

خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم
عشق ہو جس کا جسور ہو جس کا غیور

عزت و راحت کہاں ہے؟

حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام میں نے چار چیزوں کو چار خاص مقاموں پر رکھا ہے اور وہ لوگ جو چیزیں دوسرے مقاموں میں طلب کرتے ہیں پس کیونکر ان چیزوں کو پا سکتے ہیں۔ (۱) میں نے عزت کو خالق کی خدمت میں رکھا ہے اور لوگ بادشاہوں کے دروازوں پر عزت کو ڈھونڈتے ہیں پس کیونکر پا سکتے ہیں۔ (۲) میں نے راحت کو جنت میں رکھا ہے اور لوگ دنیا میں طلب کرتے ہیں پس کیونکر پا سکتے ہیں۔ (۳) میں نے علم کو فاقہ کشی میں رکھا اور لوگ شکم سیری میں ڈھونڈتے ہیں پس کیونکر پا سکتے ہیں۔ اے آدم کے بیٹے! سخت تعجب کا مقام ہے جس کو مرنے کا یقین ہے اس کا دل کیونکر خوش ہونے کو چاہتا ہے اے محمد ﷺ تعجب ہے اس شخص پر جس کو قیامت کے حساب کا یقین ہو وہ کیونکر اطمینان سے زندگی گزارتا ہے اور تعجب ہے اس شخص پر جس کو قبر میں جانے کا یقین ہو وہ کیونکر عبادت الٰہی میں سستی کرتا ہے اور تعجب ہے اس شخص پر جسے روز آخرت اور وہاں کی نعمت کا یقین ہو وہ کیونکر دنیا میں آرام سے رہتا ہے اور تعجب ہے اس شخص پر جو ظاہری

اعضا کو دھو کر پاک کرتا ہے اور اس کا دل گناہوں کی آلائش سے پاک نہیں اور تعجب ہے اس شخص پر جو لوگوں کے عیب ڈھونڈنے میں مشغول ہے اور اپنے نفس کے عیب کی بالکل خبر نہیں اور تعجب ہے اس شخص پر جو خداوند عالم الغیب کو ہر وقت حاضر و ناظر جانتا ہے پھر وہ کیونکہ اس کی نافرمانی کرتا ہے اور تعجب ہے اس شخص پر جس کو خدا کی طرف سے رزق پہنچنے کا یقین ہے وہ کیونکر روزی کی تلاش میں سرگرداں ہے۔

ارشاد امام ابوحنیفہؒ متعلق اسباب رزق:

تنبیہ الغافلین میں ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کسب معاش کرنے کے متعلق لوگوں کی حالتیں پانچ ہیں یعنی پیشے سے روزی کمانے والے پانچ قسم کے لوگ ہیں۔ (۱) وہ شخص جو اپنی روزی کو فقط پیشے ہی پر موقوف سمجھے اور خدا کی طرف سے خیال نہ کرے ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔ (۲) وہ شخص جو کہ رزق کا دارومدار جس طرح پیشے پر سمجھے اس طرح خدا کی طرف سے بھی جانے۔ ایسا شخص مشرک ہے۔ (۳) وہ شخص جو کہ روزی کو خدا کی طرف سے خیال کرے مگر پیشے کو روزی حاصل ہونے کا سبب جانے اور اس کے ساتھ اس کے دل میں یہ شک ہو کہ اگر وہ پیشہ نہ کرے خدا جانے اس کو روزی ملے یا نہ ملے۔ ایسے عقیدے والا منافق ہے اور اس کا ایمان مشتبہ (۴) وہ شخص جو کہ روزی دینے والا اللہ تعالیٰ کا یقین کرے اور پیشے کو روزی کا حیلہ جانے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اگر وہ پیشہ نہ کرتا تب بھی اللہ تعالیٰ اس کو رزق پہنچاتا ہے مگر باوجود اس عقیدے کے وہ خدا کی نافرمانی میں مبتلا رہے اور اپنی کمائی میں سے اللہ کا حق ادا نہ کرے ایسا شخص مؤمن ضرور ہے۔ لیکن فاسق ہے۔ (۵) جو شخص کہ رزق دینے والا صرف خدا کو جانے اور پیشے کو روزی کا سبب سمجھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اگر وہ پیشہ اختیار نہ کرتا تب بھی اللہ تعالیٰ اس کا رزق پہنچاتا اور وہ شخص خدا کی نافرمانی بھی نہ کرے بلکہ اپنی کمائی میں سے اللہ کا حق نکالتا رہے ایسا شخص مؤمن کامل اور موحد ہے۔

آسان نسخہ سکون:

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر روز صبح کو مجھے شیطان آکر دھوکہ دیتا ہے اور مجھ سے پوچھتا ہے کہ آج تو کیا کھائے گا اور کیا پہنے گا اور کہاں رہے گا میں اسے جواب دیتا ہوں کہ موت کھاؤں گا۔ کفن پہنوں گا۔ قبر میں رہوں گا۔ یہ سن کر میرے پاس سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔

پاک صاف کمائی:

فقیہ ابوالیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کی کمائی پاک وصاف رہے اس کو چاہیے کہ پانچ باتیں یاد رکھے: (۱) کسب معاش میں مشغول رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فرائض

ادا کرنے میں تاخیر نہ کرے اور نہ کسی فرض کے بجالانے میں کمی روا رکھے۔ (۲) کسب کی وجہ سے کسی مخلوق خدا کو تکلیف نہ پہنچائے۔ (۳) کسب معاش سے مقصود صرف یہ ہو کہ کمانے والا خود اور اس کے اہل وعیال عزت آبرو کے ساتھ زندگی بسر کریں نہ یہ کہ روپیہ کثرت سے آئے اور دولت جمع کی جائے۔ (۴) کسب معاش میں اپنی طاقت اور قدرت سے زیادہ تکلیف نہ اٹھائے۔ (۵) روزی کا دارومدار اپنے کسب پر نہ سمجھے بلکہ اصل روزی پہنچانے والا اللہ تعالیٰ کو جانے اور کسب و ہنر کو واسطہ سمجھے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا پیٹ غذا سے زیادہ بھرا ہوگا اس کے جسم میں گوشت زیادہ ہوگا اور جس کے جسم میں گوشت زیادہ ہوگا اس کی نفسانی خواہشیں زیادہ ہوں گی اور جس شخص کی نفسانی خواہشیں زیادہ ہوں گی اس کے گناہ زیادہ ہوں گے اس کا دل سخت ہوگا اور جس کا دل سخت ہوگا وہ صرف دنیا کی لذتوں میں ڈوبا رہے گا اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

خاکی ونوری نہاد بندۂ مولا صفات ہر دو جہاں سے غنی، اس کا دل بے نیاز۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے بغیر کسی جرم و گناہ کے نفرت اور بغض رکھتا ہے۔ (۱) بخیل (۲) مغرور (۳) زیادہ کھانے والا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے: (۱) کم سونے والا (۲) کم آرام لینے والا (۳) کم کھانے والا۔

حامد لفاف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کی کہ آپ مجھے کچھ وصیت کیجیے۔ حامد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے شخص جس طرح تو قرآن مجید کے لیے غلاف بناتا ہے اسی طرح اپنے دین کی حفاظت کے لیے غلاف بنا۔ اس نے پوچھا کہ دین کا غلاف کیا ہے۔ فرمایا کہ ضرورت سے زیادہ کلام نہ کرنا۔ ضرورت سے زیادہ لوگوں سے میل جول نہ رکھنا۔ ضرورت سے زیادہ غذا نہ کھانا کیونکہ اگر تم لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ بہشت میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ اہل ایمان کی کیسی مہمانی ہوگی تو اس دنیا کی چند روزہ زندگی میں کبھی پیٹ بھر کھانا نہ کھاؤ۔

ابن سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ دنیا و آخرت میں تمام نیکیوں کی جڑ خوف الٰہی ہے اور دنیا کی کنجی شکم سیری ہے اور آخرت کی کنجی فاقہ۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ کسی حکیم نے ایک لاکھ حکیمانہ اقوال جمع کیے پھر انہیں سے چار ہزار ستو لے منتخب کیے پھر اس میں سے چار سو اقوال نکالے پھر ان میں سے چالیس منتو لے اختیار کیے پھر ان میں سے چار قول رکھے جو یہ ہیں: (۱) کسی حالت میں عورت پر بھروسہ نہ رکھو (۲) کسی وقت مال و دولت پر نہ پھولو۔ (۳) جو علم کچھ نفع نہ دے اسے اختیار نہ کرو۔ (۴) اپنے

معدے کو نا جائز اور ممنوع غذا سے گراں بار نہ کرو۔

دل روشن کرنے کا نسخہ:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص چالیس دن تک حلال رزق کھائے گا تو اس کا دل روشن ہو جائے گا اور حکمت کے چشمے اس کے دل سے جاری ہوں گے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ حلال روزی طلب کرنا گویا جہاد ہے۔

حکایت ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گذر ایک شخص پر ہوا جو سجدے میں پڑا ہوا مناجات وزاری کر رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس کی حالت دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا یا الٰہ العالمین اپنے اس بندے پر رحم کر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ علیہ السلام میں اس شخص پر کبھی رحم نہ کروں گا اگرچہ یہ اس طرح روتے روتے مر جائے کیونکہ اس کا پیٹ غذائے حرام سے بھرا ہوا ہے اور اس کا جسم لباس حرام سے آراستہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت اس قدر بجا لائے کہ اس کی کمر کمان کے گوشوں کی طرح جھک جائے اور اس قدر روزے رکھے کہ کانٹوں کے مارے مثل کمان ہو جائے تو خدا کی قسم یہ بات اس کو کچھ نفع نہ دے گی جب تک غذائے حلال اور پرہیزگاری کو اپنا شعار نہ بنائے۔

جو اللہ کا بن گیا اس کا سب کچھ بن گیا:

تنبیہ الغافلین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرزند آدم پر ہر روز دس باتیں فرض کی ہیں (۱) اپنی نقل و حرکت میں یاد الٰہی بجا لائے کیونکہ ارشاد الٰہی ہے ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا﴾ "یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کیا کرو۔" (۲) ناف سے گھٹنوں تک اپنے جسم کو چھپائے رکھنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ یعنی ہر ایک مقام نماز میں اپنی زینت کو اختیار کرو۔ زینت سے مراد وہ کپڑا ہے جس سے ستر عورت کیا جائے۔ (۳) اوقات نماز پورے طور پر وضو کرنا چنانچہ ارشاد ہوا ہے: ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ﴾ "یعنی اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کرو تو پیشتر اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھوؤ اور سر کا مسح کرو اور گھٹنوں تک پاؤں دھوؤ۔ (۴) نماز کو اس کے وقت پر پورے طور سے ادا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

ہے: ﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ یعنی "تمام ایمان والوں پر پابندی وقت کے ساتھ نماز فرض ہے۔" (۵) روزی ملنے میں اللہ تعالیٰ نے جو رزق دینے کا وعدہ فرمایا ہے اس پر یقین رکھنا چنانچہ ارشاد باری ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰہِ رِزْقُھَا﴾ "یعنی زمین پر جس قدر ذی روح ہیں سب کے رزق کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے لیا ہے۔" (۶) جو کچھ قسمت کے موافق اللہ رزق پہنچائے اس پر قناعت کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ﴾ "یعنی لوگوں میں انکی روزی ہم نے تقسیم کردی ہے۔" (۷) اللہ تعالیٰ پر توکل رکھنا جیسا کہ ارشاد ہوا ہے: ﴿وَتَوَکَّلْ عَلَى الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ﴾ "یعنی اسی ایک ذات پاک پر بھروسہ کرو جو کہ زندہ جاوید ہے۔" (۸) حکم خدا اور قضائے الٰہی پر صابر رہنا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ﴾ یعنی اپنے پروردگار کے حکم پر صبر اختیار کرو۔ (۹) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجالانا کیونکہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاشْکُرُوْا اللّٰہَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر کرو (کی پہلی نعمت تندرستی ہے اور سب سے بڑی نعمت دین اسلام اور دوسری نعمتیں بے شمار ہیں چنانچہ خود فرمایا ہے کہ: ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا﴾ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو کبھی شمار نہ کرسکو گے۔ (۱۰) حلال کمائی سے روزی کمانا کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿کلوا من طیبات ما رزقنکم﴾ یعنی جو کچھ ہم نے تمہیں روزی بخشی ہے اسے پاکیزہ طریقے سے حاصل کرکے کھاؤ۔ حضرت کرم اللہ وجہہ نے بیان فرمایا کہ آنحضرت ﷺ سے میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ مومن کی کیا پہچان ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اس میں چار خوبیاں ہونی چاہئیں: (۱) اپنے دل کو حسد اور غرور سے پاک رکھے (۲) اپنی زبان کو جھوٹ اور غیبت سے دور رکھے۔ (۳) اپنے عمل نیک کو نمائش و شہرت سے محفوظ رکھے۔ (۴) اپنے پیٹ کو مشتبہ اور حرام غذا سے بچائے۔ (مترجم عربی قصیدہ یاد موت)

موت کو یاد کرنا بہت سی پریشانیوں مصیبتوں، دکھوں کا مداوا ہے:

ذیل کے عربی قصیدے میں مسافر آخرت کی غربت بے کسی کو کھول کر بتایا گیا ہے کہ ہماری اصل منزل کیا ہے۔ (بحوالہ ماہنامہ بینات ذیقعدہ ۱۳۹۴ ہجری)

لیس الغریب غریب الشام والیمن ☆ ان الغریب غریب اللحد والکفن

شام و یمن کا مسافر، درحقیقت مسافر نہیں، البتہ گور و کفن کا مسافر واقعۃً مسافر ہے۔

لا تنھرن غریبا حال غربۃ ☆ الدھر ینھرہ بالذل والمحن

کسی اجنبی مسافر کو بحالت غربت ہرگز نہ جھڑکو، زمانہ نے اسے ذلت و مشقت کے ساتھ خود ہی جھڑک رکھا ہے۔

ان الغریب لہ حق لغربتہ ☆ علی المقیمین فی الاوطان والسکن

اجنبی مسافر کا حق ہے ان لوگوں پر جو اپنے گھر اور وطن میں اقامت پذیر ہیں۔

سفری بعید و زادی لن یبلغنی ☆ وقوتی ضعفت والموت یطلبنی

میرا سفران دیکھے راستوں کا ہے، میرا زادِ سفر منزل تک پہنچنے کے لیے ناکافی ہے، میری قوت کمزور ہو چکی اور موت میری تلاش میں ہے۔

ولی بقایا ذنوب لست اعلمھا ☆ اللہ یعلمھا بالسر والعلن

اور میرے پاس گناہوں کا انبار ہے، جو خود میرے علم میں بھی نہیں، مگر اللہ تعالیٰ ان کے پوشیدہ و ظاہر کو خوب جانتے ہیں۔

ما احلم اللہ عنی حیث امھلنی ☆ وقد تمادیت فی ذنبی ویسترنی

اللہ تعالیٰ کا حلم دیکھو! کہ ان گناہوں کے باوجود مجھے مہلت دے رہا ہے اور میں گناہ کیے جا رہا ہوں اور وہ میری پردہ پوشی فرما رہے ہیں۔

تمر ساعات ایامی بلا ندم ☆ ولا بکاء ولا خوف ولا حزن

میری زندگی کے لمحات ندامت وگریہ اور خوف وحزن کے بغیر گزر رہے ہیں۔

انا الذی یغلق الابواب مجتھداً ☆ علی المعاصی وعین اللہ تنظرنی

میں وہی ہوں کہ گناہ کرتے ہوئے مکان کے دروازے اچھی طرح بند کر لیتا ہوں، حالانکہ اللہ کی آنکھ مجھے تب بھی دیکھ رہی ہوتی ہے۔

یا زلۃ کتبت فی غفلۃ ذھبت ☆ یا حسرۃ بقیت فی القلب تحرقنی

آہ! کتنی لغزشیں غفلت میں سرزد ہو کر داستان ماضی بن گئیں اور کتنی حسرتیں دل میں اٹک کر میرے لیے آتش سوزاں بن گئیں۔

دعنی انوح علی نفسی واندبھا ☆ واقطع الدھر بالتفکیر والحزن

مجھے چھوڑ دو! کہ میں اپنے نفس پر نوحہ کروں اور زندگی فکر وغم میں بسر کروں۔

کاننی بین تلک الاھل منطرح ☆ علی الفراش وایدیھم تقلبنی

وہ منظر گویا میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ میں بستر مرگ پر اہل وعیال کے درمیان بے

جان پڑا، اور ان کے ہاتھ مجھے کروٹیں دلاتے ہیں۔

کاننی و حولی من ینوح ومن ☆ یبکی علی وینعانی ونیهدنی

ہاں وہ منظر بھی گویا سامنے ہے کہ میرے گرد نوحہ گردوں کی بھیڑ ہے، میری موت کا اعلان ہو رہا ہے اور مجھے مردہ حالت میں اٹھایا جا رہا ہے۔

وقد اتوابا لطبیب کی یعالجنی ☆ ولم ار الطبیب الیوم ینفعنی

میرے علاج معالجہ کے لیے طبیب کو بلایا گیا، لیکن آج طبیب کی چارہ گری میرے کس کام آئے گی؟

ویخرج الروح منی فی تغرغرها ☆ وصار ریقی مرا حین غرغرنی

نزع کے وقت میری روح نکل جائے گی، اور غرغرہ کے وقت لعابِ دہن تلخ ہو جائے گا۔

وشد نزعی و صار الموت یجذبها ☆ من کل عرق بلا رفق وهون

بوقت نزع مجھ پر شدت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، اور بغیر کسی رورعایت کے رگ ریشہ سے روح کو کھینچے گی۔

وسل روحی و ظل الجسم منطرحا ☆ بین الاهالی و ایدیهم تقلبنی

کھینچ روح نکال لی گئی، اور میرا جسم اہل و عیال کے درمیان بے حس و حرکت پڑا ہے اور ان کے ہاتھ مجھے الٹ پلٹ کر رہے ہیں۔

وغمضونی وشدوا الحق و انصرفوا ☆ بعد الایاس وجدوا فی شری الکفن

گھر کے لوگوں نے میری آنکھیں بند کر دیں جبڑوں پر کپڑا باندھ دیا اور مایوسی کے بعد جا کر فوراً کفن خریدنے لگے۔

وصار من کان احب الناس فی عجل ☆ نحو المغسل یا تینی لیغسلنی

جو شخص مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا وہ بڑی جلدی سے جائے غسل کی طرف لپکا اور مجھے غسل دینے کی تیاری کرنے لگا۔

واضجعونی علی الالواح منطرحا ☆ وقام فی الحال منهم من یغسلنی

مجھے تختہ میت پر لٹا کر کچھ لوگ مجھے فوراً غسل دینے لگے۔

واسکب الماء من فوقی وغسلنی ☆ غسلا ثلاثا ونادی القوم بالکفن

میرے اوپر پانی ڈالا۔ تین بار غسل دیا اور لوگوں کو آواز دی کفن لاؤ۔

والبسونی لباسا لا کمام لها ☆ وصار زادی حنوطی حین حنطی
اور مجھے بغیر آستین کے چند کپڑے پہنا دیئے اور کافور لگا دیا۔ یہی کافور بھی میرا توشہ سفر ٹھہرا۔

واخرجونی من الدنیا فوا اسفا ☆ علی رحیل بلا زاد یبلغنی
اور اب انہوں نے مجھے دنیا سے نکال دیا ہائے افسوس! سفر پر جا رہا ہوں مگر نہ توشہ ہے نہ زادِ راہ۔

وحملونی علی الاکتاف اربعة ☆ من الرجال وخلفی من یشیعنی
اور چار آدمیوں نے مجھے کندھوں پر اٹھالیا، باقی مجھے رخصت کرنے کیلیے پیچھے ہوئے۔

وقدمونی الی المحراب وانصرفوا ☆ خلف الامام وصلی ثم ودعنی
مجھے جنازہ گاہ میں لائے، لوگ امام کے پیچھے صف آرا ہوئے اور اس نے جنازہ پڑھ کر مجھے رخصت کر دیا۔

صلوا علی صلاة لارکوع لها ☆ ولا سجود لعل الله یرحمنی
مجھ پر ایسی نماز پڑھی جس میں نہ رکوع ہے نہ سجود۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحمت فرمائے۔

وانزلونی الی قبری علی مهل ☆ وقدموا واحدا منهم یلحدنی
اور آہستہ سے مجھے قبر میں اتار دیا اور ایک شخص نے مجھے لحد میں لٹا دیا۔

وکشف الثوب عن وجهی لینظرنی ☆ واسبل الدمع من عینیه وقبلنی
اس نے آخری دیدار کے لیے میرا منہ کھولا، آنکھوں سے آنسو بہائے اور مجھے چوما۔

فی ظلمات قبری لا امی ولا احد ☆ ولا ابی ولا اخ من یونسنی
اور میری تاریک قبر میں نہ میری ماں ہے نہ باپ نہ بھائی نہ کوئی اور جو میرا دل بہلاوا کرے۔

وهالنی انزلت عینای اذ نظرت ☆ من هول مطلع الاکان اغفلنی
یہ تنہائی، یہ تاریکی اور یہ وحشت ہی کیا کم آفت تھی کہ اچانک میری آنکھوں نے ایک ہولناک منظر دیکھا۔

من منکر ونکیر ما اقول لهم؟ ☆ قد هالنی امرهم جدا فافزعنی
یعنی منکر نکیر بھیانک شکل میں نمودار ہوئے۔ ہائے اللہ! میں اُن کو کیا کہوں۔ ان کی ہولناکی نے تو میرے ہوش و حواس گم کر دیئے۔

واقعدونی وجدوا فی سوالهم ☆ مالی سواک الٰهی من یخلصنی
انہوں نے مجھے بٹھا لیا اور تحقیق سے جواب طلبی کرنے لگے۔ یا الٰہی تیرے سوا میرا کوئی نہیں جو

مجھے اس مخمصہ سے نجات دلائے۔

فامنن علی بمعصومنک یا املی ☆ امنن علی لتارک الاولاد والوطن

اے میری امید عفو ودرگزر کے ساتھ مجھ پر احسان فرما۔ اس غریب مسافر پر احسان فرما جو اہل وعیال اور وطن سب کچھ پیچھے چھوڑ آیا۔

تقاسموا اهلی المیراث وانصرفوا ☆ وصار وزری علی ظهری بمثقلی

گھر کے لوگ واپس جا کر میری میراث بانٹنے لگے، اور گناہوں کے بوجھ کی گرانباری میری پشت پر آ پڑی۔

استبدلت زوجتی بعلالها بعلی ☆ وحکمته فی الاموال والسکن

میری بیوی نے نیا شوہر کر لیا اور گھر بار کا حکمران اسے بنا دیا۔

وصیرت ابنها عبدا لیخدمه ☆ وصار مالی لهم حلا بلاثمن

اس نے اپنے بیٹے کو نئے شوہر کا غلام اور خادم بنا دیا اور میرے مال پر مال مفت دے بے رحم کے انداز میں تصرف کیا۔

فلا غرنک الدنیا وزخرفها ☆ انظر لافعالها بالاهل والوطن

دُنیا والو! دُنیا کی زیب وزینت سے دھوکہ نہ کھاؤ، اس نے بیوی بچوں اور وطن کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس پر نظر رکھو۔

وانظر الی من حوی الدنیا باجمعها ☆ هل راح منها بغیر الحنط والکفن

دیکھو! جن لوگوں نے دنیا بھر کی دولت سمیٹ رکھی تھی وہ یہاں سے کافور اور کفن کے علاوہ بھی کچھ لے کر گئے۔

خذ القناعة من دنیاک وارض لها ☆ لم لم یکن لک فیها الا راحة البدن

دُنیا سے زہد و قناعت لو اور اسی پر راضی رہو، خواہ راحت بدن کے سوا تمہیں کچھ بھی میسر نہ آئے۔

یا نفس کفی عن العصیان واکتسی ☆ فضلاً جمیلا لعل الله یرحمنی

اے میرے نفس نافرمانی سے باز آ، اللہ کا فضل جمیل حاصل کر اللہ ضرور تجھ پر رحم فرمائے گا۔

یا نفس ویحک توبی واعملی حسنا ☆ عسی تجاز بن بعد الموت بالحسن

اے میرے نفس تیرا برا ہو تو (اپنے گناہوں سے) توبہ کر اور کوئی نیک کام کر امید ہے تجھے نیک کام کی جزا ضرور دی جائے گی۔

ثم الصلاة علی المختار مبلغنا ☆ ماماضا البرق فی شام وفی یمن

پھر ہمارے آقا دارکائنات پر درود بھیج جب تک بجلیاں شام ویمن میں چمکتی رہیں۔

والحمدللہ ممسیا ومصبحا ☆ بالخیر والعفو والاحسان والمنن

ذکر نفی واثبات:

یار رہے یا رب تو میرا اور میں تیرا یار رہوں
مجھ کو فقط تجھ سے ہو محبت خلق سے میں بیزار رہوں
ہر دم ذکر وفکر میں تیرے مست رہوں سرشار رہوں
ہوش رہے مجھ کو نہ کسی کا تیرا مگر ہوشیار رہوں
اب تو رہے بس تادم آخر ورد زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ
تیرے سوا معبود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مقصود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا موجود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مشہود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
اب تو رہے بس تادم آخر ورد زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ
دونوں جہاں میں جو کچھ بھی ہے سب ہے تیرے زیر نگیں
جن و انس و حور وملائک عرش وکرسی چرخ و زمیں
کون ومکاں میں لائق سجدہ تیرے سوا اے نور نہیں
کوئی نہیں ہے کوئی نہیں ہے کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
اب تو رہے بس تادم آخر ورد زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ
سب بندے ہیں کوئی نبی ہو یا ہو ولی یا شہنشاہ
باغ دو عالم بھی ہے تری قدرت کے حضور اک برگ کاہ
کیوں نہ میں قائل ہوں کہ ہزاروں تیری خدائی کے ہیں گواہ

خار و گل و افلاک و کواکب کوہ و دریا مہر و ماہ
اب تو رہے بس تادم آخر ورد زباں اے میرے الہ
لا إلٰـه إلا الـلّٰـه، لا إلٰـه إلا الـلّٰـه
تیرا گدا بن کر میں کسی کا دست نگر اشیاء نہ ہوں
بندۂ مال و زر نہ بنوں میں طالب زر و جاہ نہ ہوں
راہ پہ تیری پڑ کے قیامت تک میں کبھی بے راہ نہ ہوں
حسن نہ لوں میں جبکہ راز وحدت سے آگاہ نہ ہوں
اب تو رہے بس تادم آخر ورد زباں اے میرے الہ
لا إلٰـه إلا الـلّٰـه، لا إلٰـه إلا الـلّٰـه

(از حضرت مجذوبؒ)

خطبہ اول:

جمعۃ المبارک

الحمد لله العليم الخبير المتقن نظام العالم بلا معين ونصير فسبحان الله الذي حكمته بالغة وعلمه عزيز ونعمه واصلة إلى كل صغير وكبير ونشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له في نقير ولا قطمير ونشهد أن سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله الذي هدانا بكتاب منير ودعانا إلى الله بالإنذار والتبشير صلى الله عليه وعلى آله وصحبه مادامت الكواكب تسير أما بعد فإن ترجمة عقيدة أهل السنة في كلمتي الشهادة التي هي إحدى مباني الإسلام فمعنى الكلمة الأولى أن الله تعالى هو المبدع للعالم الواحد الأحد القديم الحي القادر العليم السميع البصير الشاكر المريد المكتب للمقادير ليس كمثله شيء ولا يخرج من علمه وقدرته شيء وهو الخالق الرزاق المحيي المميت وله الأسماء الحسنى وله المثل الأعلى وهو العزيز الحكيم ومعنى الكلمة الثانية أن محمدا عبده ورسوله وأنه صادق في جميع ما جاء به من الأخبار والأحكام وأن القرآن كلام الله تعالى وكل من الكتب والرسل والملائكة حق والمعراج حق وكرامات الأولياء حق والصحابة كلهم عدول وأفضلهم الأربعة الخلفاء على ترتيب الخلافة وسؤال القبر حق والبعث حق والوزن

الٰہیات و روحانیات، حقائق و اسرار، دقائق معارف کا خزانۂ عظیم و بحرِ عمیق

فتوحاتِ ابنِ عربیؒ

یعنی

مفید العالم

فیوضات و افادات

سیّد المکاشفین، بحر اسرار و حقائق الٰہیات و روحانیات

شیخ اکبر محی الدین سیّدنا امام ابن عربی علیہ الرحمۃ

مؤلف و شارح

المحقق الکامل العارف حضرت مولانا شاہ محمد مبارک علی قدس اللہ سرہٗ

مفکر الٰہیات مولانا حافظ مُشتاق احمد عباسی

ناشر

ادارہ صدالقبیہ

نزد حسین ڈی سلوا بلڈنگ گارڈن ویسٹ

نشتر روڈ، کراچی۔ پوسٹ کوڈ 74550

تبارک اللہ احسن الخالقین والحمد للہ رب العالمین

شیخ اکبر محی الدین سیدنا امام ابن عربی

مقدمہ فصوص الحکم

مولانا مولوی حافظ محمد برکت اللہ صاحب رضا